اطرافِ سیرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

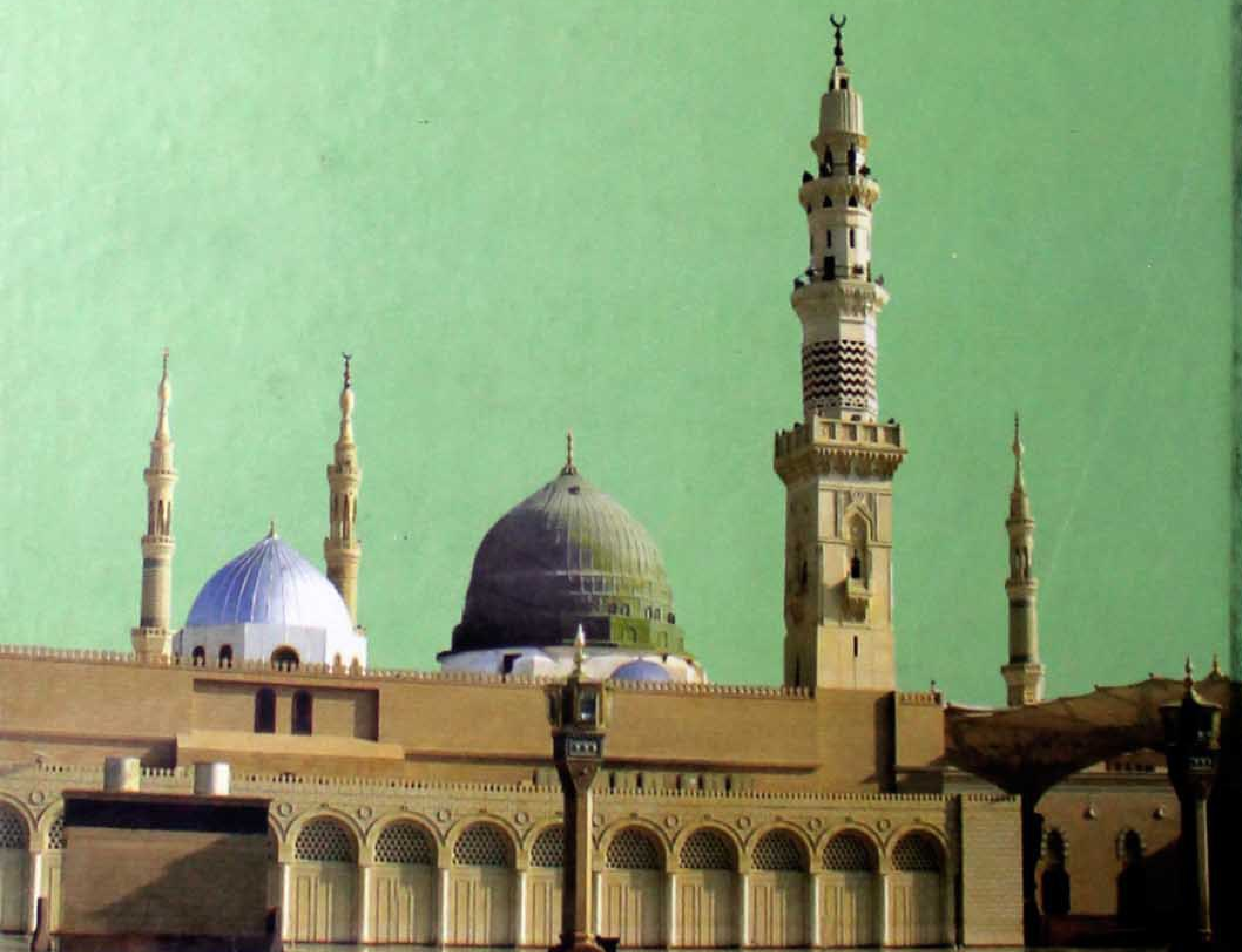

ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر

نشریات

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اطرافِ سیرت

Marfat.com

اطرافِ سیرت

ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر

نشریات
الحمد مارکیٹ، اُردو بازار، لاہور۔ فون: 0321-4589419

جملہ حقوق محفوظ

۲۰۱۴ء

نام کتاب: ———— اطرافِ سیرت

مصنف: ———— ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر

اہتمام: ———— نشریات

مطبع: ———— شفیق پریس

حروف خوانی: ———— محمد شبیر قمر

صفحات: ———— ۵۷۰

سیٹنگ: ———— محمود فرید

سرورق: ———— ضیاء الرحمٰن

جلد ساز: ———— بنیامین

ڈسٹری بیوٹرز

کتاب سرائے

پبلشرز، ڈسٹری بیوٹرز، مشیران کتب خانہ جات

فرسٹ فلور، الحمد مارکیٹ، غزنی سٹریٹ

اردو بازار، لاہور فون: 37320318 فیکس: 37239884

ای میل: Kitabsaray@hotmail.com

نفیس

فضلی بک سپر مارکیٹ

اردو بازار، نزد ریڈیو پاکستان، کراچی۔

فون: 32212991-32629724

Marfat.com

ترتیب

حرفِ اوّل

باب اول

سیرت النبی ﷺ: ایک تعارف

① ختم نبوت نصوص قطعیہ کی روشنی میں

- ختم نبوت پر قرآنی دلائل ۲۱
- ختم نبوت پر سنت سے دلائل ۳۴
- ختم نبوت کا تاریخی جائزہ ۴۵
- ختم نبوت پر اجماع امت ۴۷
- ختم نبوت کے عقلی دلائل ۵۰
- عقیدہ ختم نبوت پر مسلم مفکرین کی آراء ۵۲
- حوالہ جات ۵۶

② منصب نبوت کا تشریعی مقام

- رسالت پر ایمان کا تقاضہ ۶۱
- قرآن فہمی اور رسالت ۶۲
- ہدایت کا ذریعہ صرف اطاعت رسولؐ ۶۳
- حدیث وسنت اور اسوہ حسنہ ﷺ ۶۵
- انسانیت کے اہم ترین انقلاب کا بہترین تاریخی ذخیرہ ۶۷
- عہد نبوی ﷺ کی تمدنی تصویر ۷۰
- امت کی وحدت صرف اتباع سنت سے ممکن ہے ۷۳
- سنت اور تکمیل دین ۷۳
- سنت کا تشریعی مفہوم ۷۴
- رسولؐ اللہ کے بحیثیت شارع ہونے پر قرآن سے دلائل ۷۵
- حضور ﷺ کے تشریعی کام کی حیثیت ۸۰
- حدیث نبوی ﷺ کا تشریعی مقام اور خلفاء راشدین ۸۲
- حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حدیث نبوی ﷺ کا تشریعی مقام ۸۲
- حضرت عمر فاروقؓ اور حدیث نبوی ﷺ کا تشریعی مقام ۸۵
- حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حدیث نبویؐ کا تشریعی مقام ۸۸
- حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حدیث نبوی ﷺ کا تشریعی مقام ۸۹
- حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ اور حدیث نبوی ﷺ کا تشریعی مقام ۹۰
- حدیث نبوی ﷺ کا تشریعی مقام اور ائمہ ۹۱
- امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور حدیث نبویؐ کا تشریعی مقام ۹۱
- امام مالک رحمہ اللہ اور حدیث نبوی ﷺ کا تشریعی مقام ۹۲

◈ امام شافعی رحمہ اللہ اور حدیث نبوی ﷺ کا تشریعی مقام ۹۲
◈ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور حدیث نبوی ﷺ کا تشریعی مقام ۹۳
◈ مشاہیر امت اور سنت نبوی ﷺ ۹۵
◈ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور سنت نبوی ﷺ ۹۵
◈ شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور سنت نبوی ﷺ ۹۵
◈ علامہ اقبال رحمہ اللہ اور سنت نبوی ﷺ ۹۶
◈ حوالہ جات ۹۸

③ رحمۃ للعالمین ﷺ

◈ رحمت کا مفہوم ۱۰۴
◈ ذاتی اسوۃ...... باعثِ رحمت! ۱۰۶
◈ قبل از نبوت معاشرے کے لیے باعث رحمت ۱۰۶
◈ انسانیت کے لیے رویہ رحمت وشفقت ۱۰۷
◈ جانوروں کے لیے باعث رحمت ۱۰۸
◈ حصول برکت ۱۱۰
◈ نبوت باعث رحمت ۱۱۲
◈ امت کے لیے باعث رحمت ۱۱۲
◈ عام مسلمانوں کے لیے باعث رحمت ۱۱۳
◈ یتیموں اور بوڑھی صحابیات کے لیے رحمت ۱۱۳
◈ غلاموں کے لیے باعث رحمت ۱۱۴
◈ غیر مسلموں کے لیے باعث رحمت ۱۱۵
◈ صحابیات اور خواتین کے لیے باعث رحمت ۱۱۶
◈ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے رحمت ۱۱۸
◈ بچوں پر رحمت ۱۱۸
◈ رسول رحمت ﷺ کا یتامیٰ اور مساکین کے ساتھ رویہ ۱۲۰
◈ دشمنوں کے لیے باعث رحمت ۱۲۱
◈ اسیرانِ جنگ سے رحمت کا پہلو ۱۲۳
◈ رحمت عالم ﷺ کا ایک اچھوتا پہلو ۱۲۴
◈ بحیثیت رحمت دو عالم لوگوں کی اخلاقی رہنمائی ۱۲۴
◈ رحمۃ للعالمینؐ کی رحمت کے انسانیت پر اثرات ۱۲۴
◈ حوالہ جات ۱۲۶

④ رسول اللہ ﷺ کی زندگی کی ایک جھلک

◈ حضرت ام معبدؓ کی زبانی رسول اللہؐ کے حلیہ مبارک کا بیان ۱۲۹
◈ حیاتِ قدسی پر ایک نظر ۱۲۹
◈ مدینہ میں وفود کی آمد ۱۳۳
◈ نسب نامہ پاک ۱۳۴
◈ رضاعت ۱۳۴
◈ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا ۱۳۵
◈ اسماء مبارک ۱۳۵
◈ اولاد ۱۳۵
◈ ازواج مطہرات ۱۳۵
◈ منہاج نبوت اور تعدد زوجات ۱۳۵
◈ نبی ﷺ اور کثرت زوجات ۱۳۶
◈ نکاح ام المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا ۱۳۶
◈ نکاح ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا ۱۳۶
◈ نکاح ام المومنین جویریہؓ اور امن عام ۱۳۷

Marfat.com

◈ ام المومنین حضرت میمونہؓ کے نکاح کے فوائد ۱۳۷
◈ نکاح ام المومنین زینبؓ اور دینی فوائد ۱۳۷
◈ ام المومنین عائشہؓ وحفصہؓ کے نکاح اور ترویج دین کے فوائد ۱۳۷
◈ کاتبین وحی ۱۳۸
◈ سرزمین عرب کے بت ۱۳۹
◈ جاہلیت میں عرب کی مشہور تجارتی منڈیاں اور میلے ۱۴۱
◈ مکۃ المکرمہ ۱۴۳
◈ خیبر ۱۴۳
◈ رسول اللہ کے چچے اور پھوپھیاں ۱۴۳
◈ رسول اللہ ﷺ کے امراء اور عمال ۱۴۴
◈ غزوات وسرایا ۱۴۵
◈ غزوہ ۱۴۵
◈ سریہ ۱۴۵
◈ سریہ حمزہؓ (سیف البحر) رمضان 1ھ ۱۴۵
◈ سریہ عبیدہ بن حارث (شوال 1ھ) ۱۴۵
◈ سریہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ (ذوالقعدہ 1ھ) ۱۴۶
◈ غزوہ ودّان (ابواء)/(صفر 2ہجری) ۱۴۶
◈ غزوہ بُواط (ربیع الاول 2ہجری) ۱۴۶
◈ غزوہ سفوان (بدر اُولیٰ) (ربیع الاول 2ہجری) ۱۴۶
◈ غزوہ ذی العُشیرہ (جمادی الآخرہ 2ہجری) ۱۴۶
◈ سریہ عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ (رجب 2ہجری) ۱۴۷
◈ غزوہ بدر الکبریٰ (رمضان 2ہجری) ۱۴۷
◈ سریہ عمیر بن عدی رضی اللہ عنہ (رمضان 2ہجری) ۱۴۷
◈ سریہ سالم بن عمیر رضی اللہ عنہ (شوال 2ہجری) ۱۴۷
◈ غزوہ بنوقینقاع (شوال 2ہجری) ۱۴۸
◈ غزوہ سویق (ذوالحجہ 2ہجری) ۱۴۸
◈ غزوہ بنوسلیم (محرم 3ہجری) ۱۴۸
◈ سریہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ ۱۴۸
◈ غزوہ ذی امر (غزوہ غطفان) (ربیع الاول 3ہجری) ۱۴۸
◈ غزوہ بحران (جمادی الاولیٰ 3ہجری) ۱۴۰
◈ سریہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ/ قردہ (جمادی الاخریٰ 3ہجری) ۱۴۹
◈ غزوہ احد (شوال 3ہجری) ۱۴۹
◈ غزوہ حمراء الاسد (16 شوال 3ہجری) ۱۴۹
◈ سریہ ابی سلمہ بن عبدالأسد مخزومی رضی اللہ عنہ (محرم 4ہجری) ۱۵۰
◈ سریہ عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ (محرم 4ہجری) ۱۵۰
◈ سریہ منذر بن عمرو رضی اللہ عنہ (بئر معونہ) (صفر 4ہجری) ۱۵۰
◈ سریہ مرثد بن ابی مرثد غنوی رضی اللہ عنہ (صفر 4ہجری) ۱۵۰
◈ غزوہ بنی نضیر (ربیع الاول 4ہجری) ۱۵۰

Marfat.com

◈ غزوہ بدر الآخرہ (ذوالقعدہ 4ہجری) ١٥١
◈ غزوہ ذات الرقاع (محرم 5ہجری) ١٥١
◈ غزوہ دومتہ الجندل (ربیع الاول 5ہجری) ١٥١
◈ غزوہ بنی مصطلق (غزوہ مریسیع) (شعبان 5ہجری) ١٥١
◈ غزوہ خندق (غزوہ احزاب) (شوال 5ہجری) ١٥٢
◈ غزوہ بنو قریظہ (ذوالقعدہ 5ہجری) ١٥٢
◈ سریہ محمد بن مسلمہؓ (10 محرم 6ہجری) ١٥٢
◈ غزوہ بنی لحیان (ربیع الاول 6ہجری) ١٥٢
◈ غزوہ ذی قرد (الغابہ) (ربیع الاول 6ہجری) ١٥٣
◈ سریہ عکاشہ بن محصن اسدی رضی اللہ عنہ (ربیع الاول 6ہجری) ١٥٣
◈ سریہ محمد بن مسلمہؓ (ربیع الآخر 6ہجری) ١٥٣
◈ سریہ ابی عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ (ربیع الآخر 6ہجری) ١٥٣
◈ سریہ زید بن حارثہؓ بنوسلیم کی طرف ١٥٣
◈ سریہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ (جمادی الاولیٰ 6ہجری) ١٥٣
◈ سریہ زید بن حارثہؓ عیص کی طرف ١٥٣
◈ سریہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بنوثعلبہ کی طرف (رجب 6ہجری) ١٥٣
◈ سریہ زید بن حارثہؓ وادی القریٰ کی طرف (جمادی الآخرہ 6ہجری) ١٥٤
◈ سریہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ (شعبان 6ہجری) ١٥٤
◈ سریہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ (شعبان 6ہجری) ١٥٤
◈ سریہ عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ (رمضان 6ہجری) ١٥٤
◈ سریہ عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ (شوال 6ہجری) ١٥٤
◈ سریہ کرز بن جابر فہری رضی اللہ عنہ (شوال 6ہجری) ١٥٤
◈ سریہ عمرو بن امیہ ضمریؓ (6ہجری) ١٥٥
◈ غزوہ حدیبیہ اور بیعت رضوان (ذوالقعدہ 6ہجری) ١٥٥
◈ غزوہ خیبر، فدک اور وادی القریٰ (محرم 7ہجری) ١٥٥
◈ سریہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (شعبان 7ہجری) ١٥٥
◈ سریہ حضرت بشیر بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ (شعبان 7ہجری) ١٥٦
◈ سریہ حضرت غالب بن عبداللہ لیثی رضی اللہ عنہ (رمضان 7ہجری) ١٥٦
◈ سریہ حضرت بشیر بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ (شوال 7ہجری) ١٥٦
◈ عمرۃ القضاء (ذوالقعدہ 7ہجری) ١٥٦
◈ سریہ ابن ابی العوجاء سلمی رضی اللہ عنہ (ذوالحجہ 7ہجری) ١٥٦

Marfat.com

- سریہ غالب بن عبداللہ لیثی رضی اللہ عنہ کدید کی طرف (صفر 8ہجری) ۱۵۷
- سریہ غالب بن عبداللہ لیثی رضی اللہ عنہ فدک کی طرف (صفر 8ہجری) ۱۵۷
- سریہ شجاع بن وہب اسدی رضی اللہ عنہ (ربیع الاول 8ہجری) ۱۵۷
- سریہ کعب بن عمیر غفاری رضی اللہ عنہ (ربیع الاول 8ہجری) ۱۵۷
- غزوہ موتہ (غزوہ جیش الامراء) (جمادی الاولیٰ 8ہجری) ۱۵۷
- سریہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ (جمادی الآخرہ 8ہجری) ۱۵۷
- سریہ ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ (رجب 8ہجری) ۱۵۸
- سریہ حضرت ابوقتادہ بن ربعی انصاریؓ خضر کی طرف (شعبان 8ہجری) ۱۵۸
- سریہ حضرت ابوقتادہ بن ربعی انصاریؓ بطنِ اضم کی طرف (رمضان 8ہجری) ۱۵۸
- فتح مکہ (فتح اعظم) (رمضان 8ہجری) ۱۵۸
- سریہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ (رمضان 8ہجری) ۱۵۸
- سریہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ (رمضان 8ہجری) ۱۵۸
- سریہ سعد بن زید اشہلی رضی اللہ عنہ (رمضان 8ہجری) ۱۵۸
- سریہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ (شوال 8ہجری) ۱۵۹
- غزوہ حنین (غزوہ ہوازن) (شوال 8ہجری) ۱۵۹
- سریہ حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ (شوال 8ہجری) ۱۵۹
- غزوہ طائف (شوال 8ہجری) ۱۵۹
- سریہ عیینہ بن حصن فزاری رضی اللہ عنہ (محرم 9ہجری) ۱۶۰
- سریہ قطبہ بن عامرؓ (صفر 9ہجری) ۱۶۰
- سریہ ضحاک بن سفیان کلابی رضی اللہ عنہ (ربیع الاول 9ہجری) ۱۶۰
- سریہ علقمہ بن مجزز مدلجی رضی اللہ عنہ (ربیع الآخر 9ہجری) ۱۶۰
- سریہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ (ربیع الآخر 9ہجری) ۱۶۰
- غزوہ تبوک (غزوہ عسرہ) (رجب 9ہجری) ۱۶۰
- سریہ عکاشہ بن محصن اسدی رضی اللہ عنہ (ربیع الآخر 9ہجری) ۱۶۱
- سریہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ (رمضان 10ہجری) ۱۶۱
- ۱۰سن ہجری یا ۲۲ نبوت ۱۶۱
- آخری خطبہ اور وفات (۱۱سن ہجری) ۱۶۱
- خطبہ ۱۶۲

باب دوم

سیرت النبی ﷺ اور فکری و فقہی مسائل

① الاسراء والمعراج (حقائق و اسرار)

- اسراء و معراج کی لغوی تشریح ۱۶۴

Marfat.com

◈ اسراء اور معراج کا اطلاق ۱۶۵
◈ سن وقوع اور اس کی تاریخ ۱۶۵
◈ دونوں ایک ہی دفعہ ہوئے یا علیحدہ علیحدہ ۱۶۷
◈ اسراء و معراج جسمانی تھا یا روحانی یا محض خواب ۱۶۸
◈ مقام کا تعین ۱۶۹
◈ اسراء اور معراج میں پیش آمدہ واقعات کی تفصیل ۱۷۰
◈ اسراء اور معراج میں حکمتیں ۱۷۴
◈ اسراء و معراج شاہ ولی اللہ کی نظر میں ۱۸۴
◈ معراج اسلاف کی نظر میں ۱۸۵
◈ معراج النبی ﷺ کا پیغام ۱۸۵
◈ قرآن مجید اور معراج ۱۸۶
◈ معراج کے اسرار، اعلانات، احکام، بشارتیں اور انعامات ۱۸۶
◈ رسول اللہ ﷺ کا نبی قبلتین ہونا ۱۸۷
◈ بنی اسرائیل کی مدت تولیت کا اختتام ۱۸۸
◈ کفار مکہ کے نام آخری اعلان ۱۹۰
◈ معراج کے احکام و وصایا ۱۹۱
◈ ہجرت اور عذاب ۱۹۵
◈ نماز پنج گانہ کی فرضیت ۱۹۶
◈ ہجرت کی دعا ۱۹۷
◈ نبوت، قرآن، قیامت، معراج اور معجزات پر اعتراض ۱۹۸
◈ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعات اور حالات سے استشہاد ۲۰۰
◈ معراج کے انعامات ۲۰۲
◈ معراج کا پر اسرار منظر ۲۰۳
◈ حوالہ جات ۲۰۶

② معراج النبی ﷺ پر اعتراضات اور ان کا تحقیقی جائزہ

◈ اعتراضات سے قبل چند اہم نکات ۲۱۱
◈ حجیت حدیث کا ثبوت ۲۱۸
◈ اعتراضات ۲۲۱
◈ اعتراض نمبر ا، اور اس کا جواب ۲۲۳
◈ اعتراض نمبر ۲، اور اس کا جواب ۲۲۷
◈ اعتراض نمبر ۳، اور اس کا جواب ۲۲۷
◈ اعتراض نمبر ۴، اور اس کا جواب ۲۳۰
◈ اعتراض نمبر ۵، اور اس کا جواب ۲۳۰
◈ اعتراض نمبر ۶، اور اس کا جواب ۲۳۱
◈ اعتراض نمبر ۷، اور اس کا جواب ۲۳۲
◈ اعتراض نمبر ۸، اور اس کا جواب ۲۳۲
◈ اعتراض نمبر ۹، اور اس کا جواب ۲۳۳
◈ اعتراض نمبر ۱۰، اور اس کا جواب ۲۳۴
◈ اعتراض نمبر ۱۱، اور اس کا جواب ۲۳۵
◈ اعتراض نمبر ۱۲، اور اس کا جواب ۲۳۶
◈ اعتراض نمبر ۱۳، اور اس کا جواب ۲۳۹
◈ اعتراض نمبر ۱۴، اور اس کا جواب ۲۴۱
◈ حوالہ جات ۲۴۶

③ مسئلہ قربانی اور سیرت النبی ﷺ (اعتراضات کے جوابات)

◈ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پیروی ۲۵۳
◈ نفلی عبادت ۲۵۴
◈ پرندے کی قربانی اور ضرورت مند کی حاجت براری ۲۵۴

Marfat.com

◈ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طرز عمل 254
◈ تابعین اور دیگر ائمہ کا طرز عمل 257
◈ موضوع حدیث سے استدلال 258
◈ مسئلہ اعتکاف کی حقیقت 260
◈ قربانی کی شرعی حیثیت 262
◈ قرآن مجید اور قربانی 262
◈ قربانی اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم 263
◈ قربانی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین اور دیگر ائمہ کرام 266
◈ علمی دیانت کا تقاضا 267
◈ پرندوں کی قربانی اور حاجت مند کی حاجت براری 268
◈ آخری گزارش 271
◈ حوالہ جات 273

④ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اقلیتیں

◈ حقوق کی اقسام 278
◈ قبل از بعثت اقلیتوں کا مقام 280
◈ مدنی ریاست میں غیر مسلموں سے برتاؤ 281
◈ قیدیوں سے حسن سلوک 282
◈ اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کے حقوق 287
◈ جان کی حفاظت 287
◈ عزت کی حفاظت 289
◈ مال کی حفاظت 289
◈ معاشی حقوق کا تحفظ 290
◈ شخصی معاملات 290
◈ اہل کتاب عورتوں سے نکاح 291
◈ احتیاط پسندیدہ ہے 293
◈ غیر مسلم کے ساتھ کھانے پینے کا حکم 293
◈ غیر مسلم کو سلام کا جواب دینا 294
◈ غیر مسلم کے برتن اور کپڑے وغیرہ کے استعمال کا حکم 296
◈ غیر مسلم کے کپڑے استعمال کرنے کا حکم 297
◈ غیر مسلموں سے تحائف کا تبادلہ 297
◈ غیر مسلم کے عطیات سے فائدہ اٹھانا 298
◈ غیر مسلم کو زکوٰۃ دینا 299
◈ کافر پر نفلی صدقہ کرنا 299
◈ غیر مسلم کی وراثت پانا 300
◈ غیر مسلم کے لیے وصیت کرنا 300
◈ غیر مسلم کی عیادت کرنا 301
◈ غیر مسلم کی تعزیت 302
◈ غیر مسلم کا پانی پاک ہے 303
◈ غیر مسلم سے مضاربت کرنا 304
◈ غیر مسلموں کی عید/ کرسمس وغیرہ میں شرکت کرنا 304
◈ مذہبی آزادی 305
◈ عبادت گاہیں 306
◈ کافر کا مسجد میں داخل ہونا 307
◈ عام ملکی قانون 309
◈ آزادی تحریر وتقریر 309
◈ ملازمتیں 310
◈ پارلیمنٹ 311
◈ روزگار اور کفاف کا ذمہ 311
◈ غیر مسلم سے جزیہ وصول کرنا 311

Marfat.com

◈ غیر مسلم بچوں کا حکم ۳۱۴
◈ شروط عمریہ کا بیان ۳۱۴
◈ حوالہ جات ۳۱۸

باب سوم

سیرت النبی ﷺ اور شخصیات

① حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور قرابت رسول ﷺ
◈ نام ونسب اور پیدائش ۳۲۳
◈ والدین ۳۲۳
◈ اوصاف ۳۲۳
◈ قبول اسلام ۳۲۴
◈ صدیق کا لقب ۳۲۴
◈ ہجرت مدینہ ۳۲۴
◈ غزوات میں ابوبکر صدیقؓ کی رفاقت ۳۲۵
◈ مسجد نبوی ﷺ کی جگہ خرید کر وقف کی ۳۲۵
◈ مناقب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ۳۲۵
◈ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اسلام میں پہلا حج ۳۳۴
◈ خلافت کے آغاز پر خطبہ ۳۳۴
◈ لشکر اسامہؓ کی روانگی ۳۳۵
◈ منکرین زکوٰۃ، مدعیان نبوت اور مرتدین کے خلاف جنگ ۳۳۵
◈ ازواج واولاد ۳۳۹
◈ فتوحات صدیقی ۳۳۹
◈ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا استخلاف ۳۴۰
◈ وفات ۳۴۰
◈ خلافت ۳۴۰
◈ حوالہ جات ۳۴۱
② حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور قرابت رسول ﷺ
◈ نام ونسب ۳۲۳
◈ پیدائش ۳۲۳
◈ جسمانی اوصاف ۳۲۳
◈ قبول اسلام ۳۲۴
◈ صدیق کا لقب ۳۲۴
◈ ہجرت مدینہ ۳۲۴
◈ غزوات میں ابوبکر صدیقؓ کی رفاقت ۳۲۵
◈ مسجد نبوی ﷺ کی جگہ خرید کر وقف کی ۳۲۵
◈ مناقب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ۳۲۵
◈ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اسلام میں پہلا حج ۳۳۴
◈ خلافت کے آغاز پر خطبہ ۳۳۴
◈ لشکر اسامہ رضی اللہ عنہ کی روانگی ۳۳۵
◈ منکرین زکوٰۃ، مدعیانِ نبوت اور مرتدین کے خلاف جنگ ۳۳۵
◈ ازواج واولاد ۳۳۹
◈ فتوحاتِ صدیقی ۳۳۹
◈ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا استخلاف ۳۴۰
◈ وفات ۳۴۰
◈ خلافت ۳۴۰
◈ حوالہ جات ۳۴۱
② حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور قرابت رسول ﷺ
نام ونسب ۳۴۴
پیدائش ۳۴۴
◈ جسمانی اوصاف ۳۴۴
◈ زمانہ جاہلیت کے مشاغل ۳۴۴

Marfat.com

◈ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور تجارت ۳۴۵
◈ اسلام میں آنے کے اسباب ۳۴۷
◈ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کا ارادہ ۳۴۸
◈ بہن کے گھر پہنچنا اور بہنوئی پر تشدد ۳۴۹
◈ واقعہ قبول اسلام ۳۵۰
◈ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب ۳۵۲
◈ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دائمی صحبت ۳۵۴
◈ موافقت قرآنی ۳۵۴
◈ بدری قیدیوں کے بارے موافقت ۳۵۶
◈ استیذان کے بارے موافقت ۳۵۶
◈ حرمت شراب میں حضرت عمرؓ کی موافقت ۳۵۷
◈ فتوحاتِ فاروقی ۳۵۷
◈ دور فاروقی میں گورنر و عمال کے انتخاب ۳۵۸
◈ وفات و مدت خلافت ۳۶۱
◈ حوالہ جات ۳۶۲
③ سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور علامہ اقبال رحمۃ اللہ
◈ اقبال کے نزدیک مقصود رسالت ۳۷۴
◈ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ۳۷۵
◈ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان ۳۸۷
◈ حوالہ جات ۳۹۱
④ بہاولپور کے سیرت نگار
◈ سیرت نگاری میں بہاولپور کی تاریخی و علمی حیثیت ۳۹۴
◈ سیرت چیئر ۳۹۵
◈ انٹرنیشنل سیرت کانفرنس ۳۹۸
◈ بہاولپور کے سیرت نگار ۴۱۳
◈ مولانا احمد علی ۴۱۳
◈ مولانا اسد مہاروی ۴۱۴
◈ مولانا اسرار الحق ۴۱۴
◈ شیخ حسین احمد بخاری ۴۱۵
◈ مولانا غلام رسول بہاولپوری ۴۱۵
◈ مولانا حفیظ الرحمن حفیظ ۴۱۶
◈ اختر حسین بہاولپوری ۴۱۶

باب چہارم

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم: تاریخ وارتقاء

برصغیر پاک و ہند میں سیرت نگاری،

◈ قیام پاکستان سے پہلے سیرت نگاری ۴۱۷
◈ سیرت نگاری اور عہد حاضر ۴۲۳
◈ علمائے برصغیر کی بعض مخطوط کتب سیرت کا ایک جائزہ ۴۲۴
◈ علمائے برصغیر کی بعض کتب سیرت کا اجمالی تعارف ۴۲۵
◈ حوالہ جات ۴۳۶

باب پنجم

کتب سیرت

◈ پاکستان میں اردو سیرت نگاری (ایک تعارفی مطالعہ) ۴۳۷
◈ معروف کتب سیرت ۴۳۷
◈ قرآن حکیم کی روشنی میں سیرت طیبہ ۴۳۸
◈ پی ایچ ڈی کے مقالات ۴۳۸
◈ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک مذہبی کتب میں ۴۳۹
◈ مطالعہ سیرت اور مستشرقین ۴۳۹

Marfat.com

◈ محاضرات سیرت	۴۳۹
◈ خواتین کی سیرت نگاری	۴۳۹
◈ مقالات سیرت	۴۳۹
◈ تراجم	۴۴۰
◈ بچوں کے لیے کتب	۴۴۰
◈ سفرنامے	۴۴۰
◈ اٹلس/سیرت البم	۴۴۰
◈ سیرت کانفرنس	۴۴۱
◈ سیرت ایوارڈ یافتہ کتب	۴۴۱
◈ رسائل و جرائد	۴۴۱
◈ حوالہ جات	۴۴۲
2۔بعض نمایاں کتب سیرت کا تفصیلی تعارف	
◈ آنحضور ﷺ کی تعلیمی جدوجہد	۴۴۳
◈ اردو میں نعت گوئی؛ چند گوشے	۴۴۳
◈ اسوۂ کامل	۴۴۳
◈ اصح السیر	۴۴۵
◈ افضل الرسل ﷺ	۴۴۶
◈ الامین	۴۴۶
◈ بائبل اور محمد رسول اللہ ﷺ	۴۴۸
◈ بعثت نبوی ﷺ کی پیشین گوئیاں ہندوؤں کی کتب مقدسہ میں	۴۴۸
◈ پیغمبر انسانیت ﷺ	۴۴۹
◈ ماہنامہ ''فکر و نظر'' سیرت النبیؐ نمبر	۴۵۳
◈ پیام سیرت عصر حاضر کے پس منظر میں	۴۵۴
◈ تبصرہ تعمیر افکار سیرت نمبر	۴۵۶
◈ تجلیاتِ سیرت	۴۵۹
◈ تحریکِ ختم نبوت	۴۵۹
تذکرۃ الحبیبؐ (تسہیل نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیبؐ)	۴۶۰
◈ تعلیماتِ نبوی ﷺ اور آج کے زندہ مسائل	۴۶۰
◈ توہینِ رسالت ﷺ کی سزا	۴۶۱
◈ جب حضور ﷺ آئے	۴۶۱
◈ جوامع سیرۃ النبی ﷺ	۴۶۲
◈ جہانِ سیرت (کتابی سلسلہ ۱۔۲)	۴۶۲
◈ حسنت جمیع خصالہ	۴۶۳
◈ حلیہ محمد عربی ﷺ...... پیغامِ ہدایت	۴۶۴
◈ حیاتِ سرورِ کائنات ﷺ	۴۶۵
◈ حیات وعہد نبوی ﷺ	۴۶۵
◈ خاتم المرسلین ﷺ	۴۶۷
◈ خطباتِ سیرت	۴۶۷
◈ خطباتِ مدراس	۴۶۸
◈ دستور مدینہ: دنیا کی پہلی آئینی دستاویز	۴۶۸
◈ درِ یتیم ﷺ	۴۶۹
◈ ذریعۃ الوصول الی جنابِ الرسول ﷺ	۴۶۹
◈ الرحیق المختوم	۴۷۰
◈ رحمۃ للعالمین	۴۷۲
◈ رسالہ سیرت النبی ﷺ	۴۷۵
◈ رسول اکرم ﷺ مغربی اہلِ دانش کی نظر میں	۴۷۵
◈ رسولِ اکرم ﷺ اور خلفائے راشدین کے آخری لمحات	۴۷۵

Marfat.com

◈ رسولِ رحمت تلواروں کے سایے میں ۴۷۶
◈ رسول کریم ﷺ؛ میدانِ جنگ میں ۴۷۷
◈ رسول رحمت ۴۷۸
◈ الروض الانف ۴۸۰
◈ سرورِ کونین ﷺ کی مہک ____ بلوچستان میں ۴۸۳
◈ سنتِ حبیب ﷺ ۴۸۳
◈ سہ ماہی ''فکر ونظر'' کانفرنس نمبر ۴۸۴
◈ سیرت سرورِ عالم ﷺ ۴۸۴
◈ سیرۃ الرسول فی اسماء الرسول ﷺ ۴۸۶
◈ سید المرسلین ﷺ ۴۸۶
◈ سیرتِ طیبہؐ سے رہنمائی اکیسویں صدی میں ۴۸۷
◈ سیرت المصطفیٰ ﷺ ۴۸۸
◈ سیرتِ مصطفیٰ ﷺ کی کرنیں ۴۹۲
◈ سیرتِ مصطفیٰ ﷺ ۴۹۲
◈ سیرت النبی ﷺ ۴۹۴
◈ سیرت النبی ﷺ انسائیکلوپیڈیا ۴۹۸
◈ سیرت نگاری: آغاز وارتقاء ۴۹۹
◈ سماجی بہبود؛ تعلیمات نبوی کی روشنی میں ۵۰۱
◈ شمائل ترمذی (مع اردو ترجمہ وشرح) ۵۰۱
◈ شمائل سراج منیر ﷺ ۵۰۲
◈ شمائل واخلاقِ نبوی ﷺ ۵۰۳
◈ شمائل کبریٰ ۵۰۳
◈ ضیاء النبی ﷺ ۵۰۴
◈ عصمتِ نبوی ﷺ ۵۰۸
◈ عصرِ رواں سیرت النبیؐ کی روشنی میں ۵۰۸
◈ علمی سرگرمیاں عہد رسالت ﷺ اور عہد صحابہ میں ۵۰۹
◈ عہد نبوی ﷺ کا نظام حکومت ۵۰۹
◈ عہد رسالت میں معاشرہ اور مملکت کی تشکیل ۵۱۰
◈ عہد رسالت میں اسلام اور نصرانیت کے تعلقات ۵۱۱
◈ الفوز العظیم (مقالاتِ سیرت) ۵۱۱
◈ قرآنِ ناطقؐ ۵۱۱
◈ محاضرات سیرت ۵۱۲
◈ محبت رسول ﷺ؛ اہمیت، تقاضے ۵۱۶
◈ محسن اعظم ﷺ ۵۱۷
◈ محسن انسانیتؐ ۵۱۷
◈ محمد ﷺ؛ ایک آفاقی پیغمبر ۵۱۹
◈ محمد ﷺ، پیغمبر عہد رواں ۵۲۰
◈ مختصر زاد المعاد ۵۲۶
◈ مدنی معاشرہ ۵۲۷
◈ مذہبی انتہاء پسندی اور اس کا تدارک: تعلیمات نبوی کی روشنی میں ۵۲۸
◈ مرقع سیرت ۵۲۸
◈ مقامِ محمد ﷺ: قرآن کے آئینے میں ۵۳۲
◈ مقدمۂ سیرتِ رسول ﷺ ۵۳۲
◈ معجزاتِ سرورِ عالم ﷺ ۵۳۲
◈ معارف اسم محمد ﷺ ۵۳۳
◈ المواہب اللدنیہ ۵۳۳
◈ النبی الامی ﷺ ۵۳۷

Marfat.com

◈ النبی الخاتم ﷺ ۵۳۷
◈ نبی کریم ﷺ بحیثیت والد ۵۳۸
◈ نبی کریم ﷺ بحیثیت معلم ۵۳۸
◈ نبی کریم ﷺ سے محبت کے اسباب ۵۳۹
◈ نقوش رسول: تعارف ۵۳۹
◈ نقوش سیرت کا خصوصی تعارف ۵۵۰
◈ وما ارسلنک الا رحمة للعالمین ۵۵۸
◈ ہادی عالم ۵۵۸
◈ ہدیۂ مُرسلہ بحضور سرورِ کائنات ﷺ ۵۶۰
◈ منتخب مصادر و مراجع ۵۶۱

Marfat.com

حرفِ اوّل

''اسوۂ کامل'' اور ''عصرِ رواں سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں'' کے بعد ''اطراف سیرت'' کے زیر عنوان چند مقالات سیرت ہدیہ قارئین ہیں۔ یہ مقالات مختلف قومی و بین الاقوامی کانفرنسز میں پیش کیے گئے۔ ان میں سے چند مقالات بعض مجلّات میں زیورِ طبع سے آراستہ ہو چکے ہیں۔ ان بکھرے ہوئے ہدایاء سیرت کو ایک گلدستہ سیرت کی شکل میں پیش کرنے کی دلی تمنا بر آ رہی ہے۔ خونِ جگر اور خلوصِ دل سے پیش کردہ مقالات ایک طرف اعلیٰ علمی و تحقیقی معیار پر پورے اترتے ہیں۔ دوسری طرف مقالات سیرت النبی ﷺ ہونے کے ناتے اس ہیچ مدان کے لیے باعث اطمینان قلب ہیں اور اپنے قارئین کے لیے یقیناً بہت سی علمی معلومات کے ساتھ دعوتی جذبات کے آئینہ دار ہیں۔

آج کی دنیا فکری درماندگی، اخلاقی پستی، معاشرتی بگاڑ اور معاشی استحصال کے ہاتھوں انسانیت کے لیے باعث عار ہے جہاں ظالم و جابر انسان کے ہاتھوں کمزور و ناتواں انسان نہ صرف پس رہا ہے بلکہ اس سے دولت بلکہ عزت بھی چھینی جا رہی ہے، اس کا لباس تار تار کیا جا رہا ہے، اس کے گوشت پوست کی بوٹیاں اڑائی جا رہی ہیں، ہنستی کھیلتی بستیاں اجاڑی جا رہی ہیں، معصوم بچوں کو یتیم بنایا جا رہا ہے، دلہنوں سے ان کا سہاگ لوٹا جا رہا ہے، بوڑھے ماں باپ کے سہارے چھینے جا رہے ہیں اور یہ سب کھیل مہذب دنیا کر رہی ہے۔ وہ سرمایہ داری کی پیداوار ہیں، انہیں دولت کمانا عزیز ہے جس کے لیے انسانیت کی نہ صرف اخلاقی بلکہ مادی یا وجودی تباہی پر انہیں ذرا برابر ملال نہیں ہوتا۔

سائنس ترقی کر رہی ہے۔ حیران کن ایجادات اور آرام و آسائش کی سہولتیں بڑھتی جا رہی ہیں، مگر انسانیت کی کیفیت اس سے مختلف نہیں؟ طوائف گھری ہوئی ہے، تماش بینوں میں۔ تمام تر مادی سہولتوں کے باوجود انسان قلبی سکون کا متلاشی ہے۔ پرسکون سماج کا متمنی ہے۔ جہاں انسان، اُنس کا نمائندہ ہو نہ کہ انسان نما بھیڑیا۔ تلاش بسیار کے باوجود عصر حاضر کے ارباب عقل و دانش اس کا حل تلاش کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکے۔

اس ناکامی کی وجہ کانٹوں میں پھول تلاش کرنے، سرخ انگاروں میں ہیرے تلاش کرنے اور خونخوار بھیڑیوں میں خوش نما ہرن تلاش کرنے کا سفر ہے۔ جہالت اس قدر غالب آ چکی ہے کہ باپ کے ہاتھوں بیٹی لٹ رہی ہے، ماں کی مامتا پکار رہی ہے اور اس کا لختِ جگر ماں کی بجائے کتے سے پیار کو ترجیح دے رہا ہے۔ قانون بے بسی کی تصویر بنا کھڑا ہے۔ اس المناک صورت حال کے پیچھے وہ اخلاقی اور معاشرتی بگاڑ ہے جس

میں daycare سنٹر میں پرورش پانے والا بچہ جب ماں سے پوچھتا ہے کہ میرا باپ کون ہے؟ تو ماں جواب دیتی ہے:?I do not know exactly: who was he بوڑھے ماں باپ oldage houses کی دیواروں سے ٹکریں مارتے آخری سانسیں گن رہے ہوتے ہیں۔ لیکن ان کے جگر گوشے ان کی خبر گیری کی فرصت پاتے ہیں اور نہ ضرورت ہی محسوس کرتے ہیں:۔

ایسا ہی فکری ونظریاتی، اخلاقی وسماجی، معاشی ومعاشرتی بگاڑ کا نقشہ بعثت محمدیؐ سے قبل کرۂ ارض پیش کررہا تھا۔ معلم انسانیت نے فکری تطہیر کی، اعلیٰ اخلاقی تعلیمات پیش کیں۔ امن وسلامتی کے علمبردار اسوۂ حسنہ کے زیرِسایہ عرب کے بدوؤں کی تربیت کی اور پھر یہ تعلیم وتہذیب سے نا آشنا معلم جہاں ٹھہرے۔ یہ آداب زندگی سے نابلد اعلیٰ ترین آداب زندگی کے اتالیق قرار پائے۔

اپنی بچیاں زندہ درگور کرنے والے ہر بچی کے محافظ بنے۔ عورت کو طوائف کا درجہ دینے والے اسے ماں، بہن اور بیٹی کے مقدس روپ میں دیکھنے لگے۔ یہ زندہ جانوروں کا گوشت کاٹنے والے ان کے خشک جگر تر کرنے والے ٹھہرے۔ ناگوار اشیاء سے لذتِ کام ودہن لینے والے طیّب اشیاء سے لطف اندوز ہونے لگے۔ یتیم بچیوں کے مال اڑانے والے یتیموں کے سرپرست ٹھہرے۔ حلال وحرام، جائز وناجائز کی تمیز نہ کرنے والے ایک ایک لقمہ حلال کے لیے فکر مند ٹھہرے۔ صدیوں باہم خون بہانے والے ایک دوسرے کے لیے اخوت کی لازوال داستان رقم کرنے لگے اور جنگل کے درندوں جیسی آزاد قبائلی زندگی بسر کرنے والے متمدن ریاستی زندگی بسر کرنے والے ٹھہرے۔

یہ ساری تبدیلی کون لایا؟ کس طرح لایا؟ وہ ہستی رحمۃ للعالمین علیہ السلام کی ذات گرامی ہے جن کا لایا ہوا اور آزمایا ہوا کامیاب اسوہ حسنہ آج بھی جامع ترین اور صحیح ترین شکل میں محفوظ ہے۔

اصلاح انسانیت کے لیے اسوہ ''سیرت النبی ﷺ'' جس قدر کل کامیاب تھا۔ آج بھی کامیاب ہے اور انسانیت کے لیے واحد نجات دہندہ ''سیرت النبی ﷺ'' ہے۔ اس کی عظمت اور ضرورت جب بھی انسانیت نے محسوس کرلی، نجات کی راہ پالے گی۔ اس عظمت کو اجاگر کرنے اور ضرورت کا احساس دلانے کے لیے مقالات سیرت النبی ﷺ کا گلدستۂ عقیدت ومحبت ہدیہ قارئین کیا جارہا ہے۔ یقین کامل ہے کہ یہ مقالات اپنی حقانیت کا اعتراف کروا کر دم لیں گے، کیونکہ آفتاب کی آمد ہی اس کی دلیل ہوتی ہے۔

آپ کے ہاتھوں میں موجود ''اطرافِ سیرت'' میں سیرت النبی ﷺ کے مختلف پہلوؤں کا احاطہ کیا گیا ہے:

باب اول: سیرت النبی ﷺ ایک تعارف

باب دوم: سیرت النبی ﷺ اور فکری وفقہی مسائل

باب سوم: سیرت النبی ﷺ اور شخصیات

Marfat.com

باب چہارم: سیرت النبی ﷺ: تاریخ وارتقاء

باب پنجم: کتب سیرت

''اطراف سیرت'' اسم بامسمی کتاب ہے جس میں سیرت النبی ﷺ کی مختلف اطراف زیر قلم کیے گئے ہیں۔ یوں یہ کتاب خادم سیرت کی سابقہ دو کتب ''اسوہ کامل'' اور ''عصر رواں سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں'' کے ساتھ مل کر سیرت النبی ﷺ اور اطراف سیرت النبی ﷺ کے بہت سے پہلوؤں کو پیش کرنے کی سعادت حاصل کرنے کی کوشش ہے۔

اس کتاب کی تکمیل میں اہل خانہ کی مدد شامل حال رہی۔ میرے دونوں بھائی عبدالقیوم اور عبدالقہار خاندانی معاملات میں مجھے مستغنی رکھتے ہیں۔ چھوٹا بھائی ابوبکر آسٹریلیا میں P.HD کی تکمیل کر رہا ہے۔ اس کی صابرہ بیوی عزیزہ نائمہ اپنے بچوں طلحہ، حذیفہ اور رقیہ کے ساتھ حوصلہ کا باعث بنیں۔ میرے بیٹے ڈاکٹر عبدالخالق اور بڑی بہو ڈاکٹر سدرہ عبدالخالق اپنے حسن انتظام سے گھریلو معاملات سے مجھے مستغنی رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے گھر کو امن وامان کا گہوارہ بنائے۔

اس کتاب کی تالیف کے دوران میرے چھوٹے بیٹے حماد ظفر کی شادی ہوئی۔ میری چھوٹی بہو خدیجہ حماد کی معصومیت اور اس کی محبت کام کے لیے مہمیز ثابت ہوتی رہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں کی محبت کو دوام بخشے اور سیرت نبوی ﷺ پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

میری اکلوتی بیٹی کی شادی بھی اسی دوران ہوئی۔ جو میرے تمام علمی کاموں میں معاون رہتی ہے۔ اس کتاب میں بھی اس نے کافی کام کیا ہے۔ میرا نواسہ محمد سعد میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو عافیت میں رکھے اور ان کی دنیا و آخرت بہتر بنائے۔ (آمین)

پھلا پھولا رہے یارب چمن میری امیدوں کا
جگر کا خون دے دے کر یہ بوٹے میں نے پالے ہیں

والدہ صاحبہ کی دعائیں ہمیشہ شامل حال رہتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کا سایہ ہمیشہ قائم رکھے اور ان کو صحت عطا فرمائے۔ سرگودھا یونیورسٹی کے شعبہ علوم اسلامیہ کے اساتذہ کرام کا شکر گزار ہوں کہ وہ ہر معاملے میں میرے ساتھ معاون رہے۔ عزیزم محمد وقاص الحسنین کا بھی شکریہ ادا کرنا ضروری ہے کہ اس نے اس کتاب کو خوبصورت بنانے کی مکمل کوشش کی ہے۔ حافظ جمشید اختر اور محمد نعیم کا تعاون بھی ساتھ رہا۔

میرے دیرینہ رفیق پروفیسر ڈاکٹر شمس البصر حال استاد شعبہ قانون یونیورسٹی آف سرگودھا کی مشاورت ہمیشہ سے ہی ساتھ رہی ہے۔ ڈاکٹر خالد ظفر اللہ صدر شعبہ علوم اسلامیہ پوسٹ گریجویٹ کالج گوجرا سے مشاورت کی گئی۔

معروف انٹرنیشنل سکالر وائس چانسلر یونیورسٹی آف سرگودھا پروفیسر ڈاکٹر محمد اکرم چوہدری صاحب کا

Marfat.com

شکر گزار ہوں کہ وہ علمی معاملات میں ہمیشہ ممد و معاون رہتے ہیں اور حوصلہ بڑھاتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب یونیورسٹی کی ترقی کے معاملات پر ہمیشہ غور وفکر کرتے ہیں۔ اللہ ان کو جزائے خیر دے۔

دعا گو ہوں کہ یہ سعادت، سعادت دارین ٹھہرے۔ نہ صرف میرے لیے بلکہ جملہ قارئین کے لیے۔ برادر عزیز رفیع الدین حجازی صاحب اور سید جمال الدین افغانی نے اس کو خوبصورت انداز میں شائع کیا۔ اللہ ان کو بہتر جزا دے۔ ان کے والد پروفیسر عبدالجبار شاکر جن کو مرحوم کہتے ہوئے دل کانپتا ہے وہ ہمیشہ ہی میری علمی کاوشوں پر خوشی اور محبت کا اظہار فرماتے۔ اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں جگہ عنایت فرمائے۔

اس سال جنوری میں میرے استاد محترم ڈاکٹر شیخ محمد سعید بازنجکی ندوی الشامی کا انتقال ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ ان کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے۔

سیرت النبی ﷺ کی اس خدمت میں میرے مددگار اور معاون ٹھہرنے والے جملہ احباب گرامی کا نام بنام شکر گزار ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو سیرت النبی ﷺ کے رنگ میں رنگے جانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!

پروفیسر ڈاکٹر عبدالروٴف ظفر

چیئرمین شعبہ علوم اسلامیہ

یونیورسٹی آف سرگودھا

دسمبر ۲۰۱۳ء

Marfat.com

باب اول

سیرت النبی ﷺ ایک تعارف

(۱) ختم نبوت نصوص قطعیہ کی روشنی میں

عقیدہ ختم نبوت پر دین اسلام کی عظیم الشان عمارت استوار ہے۔ اسلام کا قلب وجگر، روح وجان کا مرکز ومحور یہی عقیدہ ہے۔ اس عقیدہ میں معمولی سی لچک یا نرمی انسان کو ایمان کی بلندی سے اٹھا کر کفر کی پستی میں پھینک دیتی ہے۔ چنانچہ انسانوں میں اس عقیدہ کا پختہ شعور پیدا کرنے کے لیے خدا تعالیٰ کی سب سے آخری کتاب قرآن کریم میں بے شمار تصریحات موجود ہیں اور جس طرح یہ ثبوت کے اعتبار سے قطعی ہیں اس طرح دلالت کے لحاظ سے بھی قطعی اور ہر شک وشبہ سے پاک ہیں۔ ظاہر ہے کہ کسی مسئلہ میں قرآن کریم کی ایک آیت کریمہ بھی گر قطعی الدلالت ہو تو کسی بھی حقیقت کی قطعیت کے لیے کافی ہے چہ جائیکہ قرآن کریم کی بے شمار آیات ختم نبوت پر دلالت کرتی ہیں۔ اسی طرح بے شمار ایسی احادیث مبارکہ موجود ہیں جن میں خود نبی آخر الزمان ﷺ نے اپنے خاتم النبیین ہونے کا اعلان فرمایا ہے۔

چنانچہ علمائے کرام نے جب بھی مسئلہ ختم نبوت پر بات کی سب سے پہلے انہی دلائل کو بنیاد بنایا اور ان سے استدلال کرتے ہوئے اپنی گفتگو کا آغاز کیا ہے۔

ختم نبوت پر قرآنی دلائل

علمائے کرام نے قرآن مجید کی 100 آیات مبارکہ کو ختم نبوت کے اثبات کے لیے دلیل بنایا ہے۔ ان میں سے چند یہ ہیں:

آیت نمبر ۱:

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُولَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْماً﴾ (۱)

(محمد ﷺ تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں بلکہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں اور اللہ تعالیٰ سب چیزوں کو جاننے والا ہے)۔

آیت کریمہ کے دوسرے حصے ﴿"وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ"﴾ میں واضح طور پر

Marfat.com

بتادیا گیا ہے کہ محمد ﷺ تمام نبیوں کے بعد تشریف لائے۔ آپ ﷺ چونکہ تمام انبیاء کے خاتم ہیں اس لیے آپ ﷺ کے بعد کوئی دوسرا نبی آنے والا نہیں۔ اب قیامت تک جتنے انسان بھی دنیا میں تشریف لائیں گے وہ آپ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت ہی کی اتباع کریں گے۔

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''یہ آیت نص ہے اس امر پر کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں اور جب نبی ہی نہیں تو رسول کہاں؟ کوئی نبی، رسول آپ ﷺ کے بعد نہیں آئے گا۔ رسالت نبوت سے بھی خاص چیز ہے، ہر رسول نبی ہے لیکن ہر نبی رسول نہیں۔ پس جو شخص بھی آپ ﷺ کے بعد نبوت یا رسالت کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا، مفتری، دجال، گمراہ اور گمراہ کرنے والا ہے۔ گو وہ شعبدے دکھائے اور جادوگری کرے اور بڑے کمالات اور عقل کو حیران کردینے والی چیزیں پیش کرے اور طرح طرح کی نیرنگیاں دکھائے لیکن عقلمند جانتے ہیں کہ یہ سب فریب دھوکہ اور مکاری ہے''(۲)۔

قاضی سلیمان منصور پوری اس آیت کے متعلق فرماتے ہیں: خاتم اور ختم دونوں کے ایک معنی ہیں۔ النبی کا الف لام جنس جملہ انبیاء و رسل پر حاوی ہے۔ کلام اللہ کی یہ آیت اعلان کر رہی ہے کہ سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ النبی الامی ﷺ کے وجود باجود پر نبوت کا خاتمہ کر دیا گیا(۳)۔

مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''حضور پر نور ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کے ایک معنی تو وہ ہیں کہ جو سب کے نزدیک ظاہر اور مسلم ہیں کہ حضور ﷺ آخری نبی ہیں۔ آخر زمانہ میں سب انبیاء علیہم السلام کے بعد مبعوث ہوئے اور جو اس کا انکار کرے وہ بلا شبہ کافر اور ملعون اور مرتد ہے اور دوسرے معنی یہ ہیں کہ آپ ﷺ نبوت و رسالت میں سب سے افضل و اکمل ہیں یعنی کمالات نبوت کے خاتم ہیں۔ آپ ﷺ پر نبوت کے تمام کمالات ختم ہوگئے۔ جیسے استاد سب پر فائق ہوتا ہے اسی طرح حضور ﷺ بھی تمام انبیاء علیہم السلام پر فائق ہیں۔ اور سب سے افضل و اکمل ہیں اور آپ کی نبوت اور شریعت اس درجہ کی کامل ہے کہ اس کے بعد کسی نبوت اور شریعت کی ضرورت باقی نہیں۔ قیامت تک آنے والوں کی ہدایت کے لیے آپ ﷺ کی شریعت کافی ووافی ہے''(۴)۔

مولانا رحمہ اللہ مزید لکھتے ہیں:

''اس آیت شریفہ کا مقصود اس امر کا اعلان کرنا ہے کہ نبوت آپ ﷺ پر ختم ہوگئی، گزشتہ زمانے میں یکے بعد دیگرے انبیاء علیہم السلام آتے رہے مگر آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا اور جس آخری نبی کی انبیاء کرام علیہم السلام پیشین گوئی کرتے آئے اور لوگ اس آخری نبی ﷺ کے منتظر رہے۔ اس آیت میں اس کا اعلان کر دیا گیا کہ وہ آخری نبی ﷺ جس کا انتظار تھا وہ آچکا، اب اس کے بعد کوئی نبی منتظر نہیں رہا، یہی وہ آخری نبی ﷺ ہیں جن کا لوگوں کو انتظار تھا''(۵)۔

Marfat.com

مولانا منظور احمد چنیوٹی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں:

''یہ آیت اس بات کا کھلا اعلان ہے کہ رسول اللہ ﷺ تمام نبیوں میں آخری اور سلسلہ نبوت و رسالت ختم کرنے والے ہیں۔اب آپؐ کے بعد کسی نئے آدمی کو نبوت سے سرفراز نہیں کیا جائے گا۔جنہیں نبوت ملنی تھی انہیں آپؐ سے پہلے ہی اس نعمت سے سرفراز کر دیا گیا۔آپؐ کے بعد کسی کو یہ درجہ ملنے والا نہیں ہے۔آپؐ خود بھی آخری ہیں، آپ ﷺ کی شریعت بھی آخری ہے اور آپ ﷺ کا لایا ہوا دین ابدی ہے۔اب اس میں نہ کسی ترمیم کی گنجائش ہے اور نہ تبدیلی کی اجازت''(۶)۔

مولانا سلطان محمود رحمۃ اللہ لکھتے ہیں:

''لفظ خاتم'' کی دو قرأتیں ہیں۔مشہور قرأت بالکسر ہے جس کے معنی ختم کرنے والے اور بند کرنے والے کے ہیں اور دوسری قرأت بالفتح کی ہے جس کے معنی ہیں وہ شے جس کے ذریعے سے کوئی شے بند کی جائے اور اس پر مہر لگائی جائے تاکہ وہ کھولی نہ جا سکے اور نہ اس کے اندر کوئی چیز باہر سے جا سکے۔

الحاصل دونوں حالتوں میں آیت کا حاصل معنی ایک ہی ہوگا کہ رسول اللہ ﷺ کا وجود اقدس پیغمبروں کے سلسلہ کو بند کرنے والا اور ان پر مہر لگا دینے والا ہے کہ پھر آئندہ کوئی نیا شخص پیغمبروں کی جماعت میں داخل نہ ہو سکے۔پس اس آیت سے ثابت ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی شخص مرزا صاحب ہوں یا کوئی دوسرا پیغمبروں کی جماعت میں ہرگز داخل نہیں ہو سکتا''(۷)۔

علامہ ڈاکٹر خالد محمود لکھتے ہیں:

''ولکن رسول اللّٰہ'' کے ساتھ ''وخاتم النبیین'' کا لفظ روحانی اولاد کی کثرت کے لیے ہے۔''ولکن الرسول اللّٰہ'' کا استدراک آپ ﷺ کے روحانی باپ ہونے کا اعلان اور ''خاتم النبیین'' آپ ﷺ کی کثرت اولاد کا بیان ہے۔آپ ﷺ کے بعد کسی اور نبی کا پیدا ہونا اگر ممکن مانا جائے تو قرآنی الفاظ ''ولکن رسول اللّٰہ'' کے ساتھ ''وخاتم النبیین'' کا کوئی جواز نہیں بیٹھتا۔حضور ﷺ بے شک سب سے اعلیٰ درجے کے پیغمبر ہیں اور ہمیں ختم نبوت مرتبی سے بھی انکار نہیں ہم بھی تسلیم کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کے کمالات نبوت سے کاملین امت کو فیض ملتا ہے لیکن آیت مذکورہ میں جس سیاق وسباق سے آپ ﷺ کے روحانی باپ ہونے کا اعلان ہے اس کے ساتھ خاتم النبیین کا لفظ آپ ﷺ کی کثرت امت کا بیان ہے اور اس کی دلالت یہی ہے کہ اب قیامت تک پیدا ہونے والے انسان آپ ﷺ ہی کی امت ہوں۔آپ ﷺ کے بعد نہ کوئی نبی پیدا ہو نہ کوئی امت بنے اور ختم نبوت کی اساس پر آپ ﷺ کی روحانی اولاد قیامت تک جاری رہے۔خاتم النبیین کے اس معنی کے سوا کوئی معنی اس آیت کے سیاق وسباق کے ساتھ چسپاں نہیں ہوتے''(۸)۔

ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ عقیدہ ختم نبوت کے اثبات میں سب سے بڑی نقلی دلیل قرآن مجید میں یہی آیت مبارکہ ہے۔اسی لیے بہت سے علمائے کرام نے بھی اس سے استدلال کیا اور عقیدہ ختم نبوت کو عام لوگوں

Marfat.com

کے سامنے واضح طور پر پیش کیا۔

آیت نمبر۲:

﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾ (۹)

(آج کے دن میں نے تمھارے لیے تمھارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمھارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کیا)۔

یہ آیت مبارکہ جس میں دین مکمل ہونے کا اعلان کر دیا گیا ہے ختم نبوت کی ایک واضح اور روشن دلیل ہے۔

مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"دین کامل کر دینے کے معنی یہ ہیں کہ حدود اور فرائض اور حلال وحرام کے احکام اور مبداء ومعاد، دنیا اور آخرت اور زندگی کے ہر شعبہ کے متعلق ایسے اصول اور قواعد بتلا دیے گئے کہ قیامت تک آنے والے واقعات اور جزئیات کے احکام الٰہی کلیات سے صراحۃً یا اشارۃً معلوم ہو سکیں گے اور قیامت تک اس میں زیادتی اور ترمیم کی ضرورت نہ ہوگی۔ نبوت و رسالت آپ ﷺ پر ختم ہوئی اور یہ آخری کتاب ہے اس کے بعد کوئی کتاب آسمان سے نازل نہ ہوگی" (۱۰)۔

مولانا امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں:

"تکمیل دین سے مراد اصل دین کی تکمیل ہے اور اتمام نعمت سے مراد اس شریعت کا اتمام ہے۔ جہاں تک اصل دین کا تعلق ہے اس کا آغاز تو حضرت آدم علیہ السلام سے ہوا ہے۔ زمانہ کی رفتار کے ساتھ ساتھ حالات اور حکمت الٰہی کے تقاضوں کے مطابق مختلف انبیاء و رسل پر یہ اترتا رہا۔ یہاں تک کہ خاتم الانبیاء محمد ﷺ پر یہ کامل ہو گیا۔ اس سے پہلے جو دین آئے وہ اسی دین کے اجزاء تھے۔ ان کی حیثیت پورے دین کی نہیں تھی۔ پورے دین کی حیثیت صرف اسی دین کامل کو حاصل ہے۔ اس حقیقت کے اشارات پچھلے آسمانی صحیفوں میں بھی موجود ہیں۔ نبی ﷺ سلسلہ نبوت کے آخری کڑی اور اس قصر دین کے کونے کی آخری اینٹ ہیں" (۱۱)۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"دین کے مکمل ہونے سے مراد یہ ہے کہ اب اس دین میں قیامت تک کسی نئی تشریح کی ضرورت نہیں۔ عقائد، اعمال، اخلاق، معاملات، تجارت، سیاست، تہذیب وتمدن، معاشرت، معیشت غرض یہ کہ ہر شعبہ زندگی کے رہنما اصول وضوابط امت پر اس طرح کھول دیے گئے ہیں کہ وہ تا قیامت کسی نئے دین یا نئے نبی کی رہبری کی محتاج نہ رہی" (۱۲)۔

مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"یہ آیت شریفہ اس امت کی اس عظیم الشان خصوصی فضیلت کو بیان کر رہی ہے جو باقرار اہل کتاب

Marfat.com

اس امت سے پہلے کسی کو نہیں ملی۔ یعنی خداوند عالم نے اپنا دین مقبول اس امت کے لیے ایسا کامل فرما دیا کہ قیامت تک اس میں ترمیم کی ضرورت نہیں۔ عقائد، اعمال، اخلاق، حکومت، سیاست، شخصی آداب، حرام وحلال، مکروہات ومستحبات کے قوانین اور قیامت تک کے لیے تمام ضروریات معاش ومعاد کے اصول ان کے لیے اس طرح کھول دیے کہ وہ تا قیامت کسی نئے دین یا نئے نبی کی رہبری کے محتاج نہیں۔ یہاں تک کہ اس خیر الامم کے پیشوا سید الاولین والآخرین ﷺ اس وقت اس عالم ظاہری سے رخصت ہوئے ہیں جب کہ وہ اپنی امت کے لیے ایک ایسی صاف وسیدھی اور روشن شاہراہ تیار فرما چکے ہیں جس پر چلنے والے کو دن اور رات میں کوئی خطرہ مانع نہ ہو" (۱۳)۔

آیت مبارکہ سے متعلق علمائے کرام کے ان استدلالات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا پیغام انسانوں تک پہنچانے کے لیے انبیاءِ کرام کی بعثت کا جو سلسلہ شروع کیا تھا وہ اپنے اختتام کو پہنچ چکا ہے۔ دین وشریعت اب مکمل ہو چکی ہے اور اب قیامت تک یہی دین اور یہی شریعت واجب الاتباع ہے۔ مزید کوئی شریعت آنے والی نہیں ہے۔

آیت نمبر ۳:

﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُونَ بِمَآ أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَآ أُنزِلَ مِن قَبْلِكَ وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ أُوْلَـٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ وَأُوْلَـٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ (۱۴)

(جو ایمان لاتے ہیں اس وحی پر جو آپ ﷺ پر نازل کی گئی اور اس پر جو آپ ﷺ سے پہلے نازل کی گئی اور یوم آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ یہی لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں)۔

مولانا محمد عبداللہ معمار رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

یہ آیت دو طرق سے مطلقاً ختم نبوت کی روشن دلیل ہے اول یہ آیت صاف طور پر اعلان کر رہی ہے کہ صرف اس وحی پر ایمان لانا کافی ہے اور ہدایت ونجات کے لیے ضامن ہے جو رسول اللہ ﷺ پر اور آپ ﷺ سے پہلے انبیاء علیہم السلام پر نازل ہوئی۔ چنانچہ اس وحی پر ایمان رکھنے والوں کے لیے ﴿أُوْلَـٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَأُوْلَـٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ کی بشارت ہے۔ غور فرمائیں کہ اگر آپ ﷺ کے بعد بھی سلسلہ وحی جاری ہے اور خداوند عالم کے ارشادات اہل دنیا پر نازل ہوتے رہتے ہیں تو اس جدید وحی پر ایمان لانا بھی ایسا ہی فرض نہ ہونا چاہیے جیسا پہلے انبیاء علیہم السلام کی وحی پر اور کیا کوئی شخص جو اس پر ایمان نہ لائے تو ایمان بالبعض اور کفر بالبعض کا ٹھیک مصداق نہ ہوگا پھر وہ کیسے ہدایت اور فلاح حاصل کر سکتا ہے؟

لہٰذا صرف انبیاء سابقین علیہم السلام اور رسول اللہ ﷺ کی وحی پر ایمان لانے کو قیامت تک مدار نجات اور ہدایت وفلاح کا کفیل قرار دینا اس بات کا نہایت واضح ثبوت ہے کہ آپ ﷺ کے بعد سلسلہ وحی ختم ہو چکا ہے۔

Marfat.com

دوم، اگر آپ ﷺ کے بعد بھی وحی نبوت باقی تھی تو من قبلك کی تخصیص بے معنی ہو جائے گی (۱۵)۔

پیر محمد کرم شاہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''اس آیت میں حضور ﷺ کی ختم نبوت کی بین دلیل ہے کیونکہ وحی جس پر ایمان لانا ضروری ہے وہ یا تو حضور اکرم ﷺ پر نازل ہوئی یا حضور ﷺ سے پہلے۔ اگر نبوت کا سلسلہ جاری ہوتا تو حضور کریم ﷺ کے بعد وحی نازل ہوتی اور اس پر ایمان لانا ضروری ہوتا۔ اس صورت میں آیت یوں ہوتی ﴿وما انزل من قبلك و ماینزل من بعدك﴾ (۱۶)۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی لکھتے ہیں:

'' اگر آپ ﷺ کے بعد بھی عنداللہ وحی کا سلسلہ جاری رہتا تو یقیناً ہدایت وفلاح کا انحصار صرف موجودہ اور سابقہ وحیوں پر نہ ہوتا بلکہ آئندہ آنے والی وحی پر بھی ایمان لانا ضروری قرار دیا جاتا اور مذکورہ دو الفاظ کے ساتھ ساتھ ایک اور جملہ و ما انزل من بعدك بھی لایا جاتا جیسا کہ سابقہ اقوام کو رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری کی خبر دی جاتی رہی اور ان سے عہد لیا جاتا تھا کہ اگر وہ نبی تمھاری زندگی میں آ گئے تو تمہیں ان پر ایمان لانا اور ان کی نصرت کرنا ضروری ہوگا۔ مگر ہم نے پورے قرآن پر نظر ڈالی لیکن ہمیں کہیں و ماانزل من بعدك کے الفاظ نہیں ملے۔ جبکہ میرے علم کے مطابق و ما انزل من قبلك کا مضمون قرآن کریم میں تیس (۳۰) جگہ سے زائد مقامات پر ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ آپ ﷺ سب سے آخری نبی ہیں اور آپ ﷺ کے بعد وحی کا سلسلہ بھی منقطع ہو چکا ہے'' (۱۷)۔

مذکورہ بالا آیات سے علماء کرام کے استدلالات ملاحظہ کرنے سے واضح ہوا کہ چونکہ ان آیات میں اور اسی طرح کی قرآن مجید کی دیگر آیات میں ہمیں صرف نبی اکرم ﷺ پر نازل ہونے والی وحی یا آپ ﷺ سے پہلے جو انبیائے کرام گزر چکے ہیں ان پر نازل ہونے والی وحی کا تذکرہ ملتا ہے اور ہمیں صرف ان دوقسموں کی وحی پر ہی ایمان لانے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ وحی کی کسی تیسری قسم کا حکم قرآن مجید میں نہیں ملتا۔ جس پر ایمان لانے کا حکم دیا گیا ہو لہٰذا اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وحی کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے۔

آیت نمبر ۴:

﴿قُلْ يَآ أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ إِلَيْكُمْ جَمِيْعاً۔ الَّذِىْ لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَآ إِلٰـهَ إِلاَّ هُوَ يُحْيِىْ وَيُمِيْتُ فَآمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِىِّ الْأُمِّىِّ الَّذِىْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمَاتِهِ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ﴾ (۱۸)

('اے پیغمبر ﷺ' کہہ دے میں تم سب لوگوں کی طرف (عرب ہوں یا عجم) اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا ہوں۔ جس کی آسمانوں اور زمین میں بادشاہت ہے۔ اس کے سوا کوئی سچا خدا

Marfat.com

نہیں وہی جلاتا ہے وہی مارتا ہے تو (لوگو) اللہ تعالیٰ پر اور اس کے اُمی اَن پڑھ نبی پر ایمان لاؤ جو اللہ تعالیٰ اور اس کی باتوں پر یقین رکھتا ہے۔ اور اس کی پیروی کرو تا کہ تم راہ پاؤ)۔

اس آیت مبارکہ میں رسول کریم ﷺ کے متعلق صراحت ہے کہ آپ ﷺ زمین پر بسنے والے تمام انسانوں کے رسول برحق ہیں۔ قیامت تک جو بھی انسان پیدا ہوگا وہ آپ ﷺ کی امت میں داخل ہوگا اور اس کا فرض ہوگا کہ آپ ﷺ کے لائے ہوئے دین قیم کی پیروی کرے۔

مفتی محمد شفیع امام ابن کثیر رحمہ اللہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس آیت میں رسول اللہ ﷺ کے خاتم النبیین اور آخری پیغمبر ہونے کی طرف اشارہ ہے کیونکہ جب آپ ﷺ کی بعثت و رسالت قیامت تک آنے والی نسلوں کے لیے اور پورے عالم کے لیے عام ہوئی تو اب کسی دوسرے جدید نبی و رسول کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ اسی لیے آخر زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے تو وہ بھی اپنی جگہ اپنی نبوت پر برقرار ہونے کے باوجود شریعت محمدی ﷺ پر عمل کریں گے جیسا کہ صحیح روایات سے ثابت ہے۔ رسول کریم ﷺ کی بعثت و رسالت ساری دنیا اور قیامت تک کے لیے عام ہونے پر یہ آیت بھی بہت واضح ثبوت ہے۔ اس کے علاوہ قرآن کریم کی متعدد آیات اس پر شاہد ہیں''(۱۹)۔

مفتی صاحب مزید لکھتے ہیں: ''اس آیت میں رسول کریم ﷺ کو یہ اعلان عام کر دینے کا حکم ہے کہ آپ ﷺ لوگوں کو بتلا دیں کہ میں تم سب کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ میری بعثت و رسالت پچھلے انبیاء علیہم السلام کی طرح کسی مخصوص خطہ زمین یا خاص وقت کے لیے نہیں بلکہ پوری دنیا کے لیے دنیا کے ہر خطہ، ہر ملک، ہر آبادی کے لیے اور موجودہ اور آئندہ نسلوں کے لیے قیامت تک کے واسطے عام ہے اور انسانوں کے علاوہ جنات بھی اس میں شریک ہیں''(۲۰)۔

پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''اس سے پہلے جتنے رسولوں کا ذکر ہوا وہ خاص خاص علاقوں اور قوموں کے ایک مقررہ وقت تک مرشد و رہبر بن کر آئے تھے لیکن اب جس مرشد اولین و آخرین، جس رہبر اعظم کا ذکر خیر ہو رہا ہے اس کی شان رہبری نہ کسی قوم سے مخصوص ہے اور نہ کسی زمانہ سے محدود۔ جس طرح اس کے بھیجنے والے کی حکومت و سروری عالمگیر ہے اسی طرح اس کے رسول ؑ کی رسالت بھی جہاں گیر ہے۔ ہر خاص و عام، ہر فقیر و امیر، ہر عربی و عجمی، ہر رومی و حبشی کے لیے وہ مرشد بن کر آیا۔ اسی لیے اس بات کا اعلان اس کی زبانِ حقیقت ترجمان سے کرایا، کہا اے اولاد آدم! میں تم سب کے لیے اپنے زمین و آسمان کے خالق و مالک کی طرف سے رشد و ہدایت کا پیغام لے کر آیا ہوں۔ اب تمھارے لیے ہدایت اور فلاح کا راستہ یہی ہے کہ اس کتاب کی پیروی کرو جو میں لے کر تمھارے پاس آیا ہوں اور میرے نقوش پا کو اپنے لیے خضرِ رہ بناؤ۔ میری

Marfat.com

سنت سے انحراف نہ کرو''(۲۱)۔

آیت مبارکہ میں ''جمیعاً'' کا لفظ واضح اعلان ہے کہ بعثت نبوی ﷺ کے بعد جتنے بھی لوگ اس دنیا میں آئیں گے ان سب کے لیے آپ ﷺ رسول و نبی ہیں۔ ان کے لیے آپ ﷺ کی شریعت کی اتباع لازم وملزوم ہے۔

آیت نمبر ۵:

﴿وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُم مِّنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَ كُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنصُرُنَّهُ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَى ذَٰلِكُمْ إِصْرِي قَالُوا أَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُم مِّنَ الشَّاهِدِينَ﴾ (۲۲)

(اور جب اللہ نے انبیاء علیہم السلام سے پختہ عہد لیا کہ (اے گروہ انبیاء علیہم السلام) جب میں تمھیں کتاب اور حکمت عطا کردوں (اور نسل بنی آدم کی رشد و ہدایت کے لیے تمھیں بھیجوں) پھر تمھارے پاس وہ رسول ﷺ تشریف لائے جو ان کتابوں کی تصدیق فرمانے والا ہو جو تمھارے ساتھ ہوں گی تو ضرور بالضرور تم اس پر ایمان لانا اور ضرور بالضرور تم اس کی مدد کرنا پھر (اس عہد کے بعد) فرمایا کہ کیا تم نے اس کا اقرار کیا اور میرے اس عہد کو قبول کیا؟ سب بولے ہم نے اقرار کیا، فرمایا کہ اچھا اپنے اس اقرار پر گواہ بھی رہو اور میں بھی تمھارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں)۔

مولانا ادریس کاندھلویؒ لکھتے ہیں: ''اس آیت شریفہ میں اس عہد اور میثاق کا ذکر ہے جو حق تعالیٰ نے عالم ارواح میں تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے آنحضرت ﷺ کے بارے میں لیا، وہ یہ کہ محمد رسول اللہ ﷺ جو تمھارے سب کے بعد آئیں گے اگر تم میں سے کوئی ان کا زمانہ پائے تو ضرور ان پر ایمان لانا اور ضرور ان کی مدد کرنا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضور ﷺ کی آمد تمام انبیاء کے بعد ہوگی۔ اس لیے کہ حق تعالیٰ کا تمام انبیاء علیہم السلام کو مخاطب بنا کر یہ فرمانا ''ثم جاء کم رسول'' (تمھارے سب کے بعد ایک رسول آئے گا) اس بات پر صراحۃً دلالت کرتا ہے کہ اس رسول ﷺ کی آمد تمام انبیاء علیہم السلام کے بعد ہوگی اور یہ رسول ﷺ آخری نبی اور آخری رسول ہوگا''(۲۳)۔

سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''ہر پیغمبر سے اس امر کا عہد لیا جاتا رہا ہے اور جو عہد پیغمبر سے لیا گیا ہو وہ لامحالہ اس کے پیروکاروں پر بھی عائد ہو جاتا ہے کہ جو نبی ہماری طرف سے اس دین کی تبلیغ و اقامت کے لیے بھیجا جائے جس کی تبلیغ و اقامت پر تم مامور ہوئے ہو اس کا تمھیں ساتھ دینا ہوگا۔ اس کے ساتھ تعصب نہ برتنا، اپنے آپ کو دین کا اجارہ دار نہ سمجھنا، حق کی مخالفت نہ کرنا بلکہ جہاں جو شخص بھی ہماری طرف سے حق کا

Marfat.com

پرچم بلند کرنے کے لیے اٹھایا جائے اس کے جھنڈے تلے جمع ہوجانا''۔

یہاں اتنی بات اور سمجھ لینی چاہیے کہ حضرت محمد ﷺ سے پہلے ہر نبی سے یہی عہد لیا جاتا رہا ہے اور اسی بناء پر ہر نبی نے اپنی امت کو بعد میں آنے والے نبی کی خبر دی ہے اور اس کا ساتھ دینے کی ہدایت کی ہے لیکن نہ قرآن میں ، نہ حدیث میں کہیں بھی اس امر کا پتہ نہیں چلتا کہ حضرت محمد ﷺ سے ایسا عہد لیا گیا ہو کہ آپ ﷺ نے اپنی امت کو کسی بعد میں آنے والے نبی کی خبر دے کر اس پر ایمان لانے کی ہدایت فرمائی ہو''(۲۴)۔

مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''اس جگہ ہمارا مطمحِ نظر ''ثم جاء کم رسول الخ'' کے الفاظ ہیں جن میں نبی اکرم ﷺ کے تمام انبیاء کے بعد تشریف لانے کو لفظ ''ثم'' کے ساتھ ادا کیا گیا ہے۔ جو لغت عرب میں تراخی یعنی مہلت کے لیے آتا ہے۔ جب کہا جاتا ہے کہ ''جاء نی القوم ثم عمر'' تو لغت عرب میں اس کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ پہلے قوم آگئی اور پھر کچھ مہلت کے بعد سب سے آخر میں عمر آیا۔

اس لیے ''النبیین'' کے بعد ''ثم جاء کم رسول'' کے یہ معنی ہوں گے کہ تمام انبیاء کے آنے کے بعد سب سے آخر میں رسول اللہ ﷺ تشریف لائیں گے اور جب کہ اخذ میثاق میں سے کوئی نبی و رسول مستثنیٰ نہیں تو رسول اللہ ﷺ کا تمام انبیاء علیہم السلام سے آخری نبی ہونا متعین ہوگیا۔ اور یہ واضح ہوگیا کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی کسی قسم کا نبی نہ پیدا ہوگا۔ تشریعی و غیر تشریعی و بروزی کی خود ساختہ قسموں میں سے کوئی بھی اب باقی نہیں ہے(۲۵)۔

اس آیت مبارکہ میں یہ بات واضح طور پر بیان کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی آخرالزمان حضرت محمد ﷺ کے بارے میں تمام انبیاء کرام سے عہد لیا تھا کہ اگر آپ ﷺ ان کی حیات مبارکہ میں ہی آگئے تو وہ ضرور آپ ﷺ پر ایمان لائیں گے اور آپ ﷺ کی مدد کریں گے اس کے علاوہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن کو آخری کتاب بنانے کے لیے ساری کتابوں کا مصدق بنا دیا ہے اسی طرح صاحب قرآن حضرت محمد ﷺ کو آخری نبی بنانے کے لیے اس آیت مبارکہ میں سارے نبیوں کا مصدق بنایا۔ قرآن اترا تو پہلی ساری وحی الٰہی کی تصدیق ہوگئی۔ آقائے دوجہاں ﷺ تشریف لائے تو پہلی ساری نبوتوں کی تصدیق ہوگئی۔

آیت نمبر ۶:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ﴾(۲۶)

(اور ہم نے آپ ؐ کو تمام ہی انسانوں کے طرف بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے)۔

ابوالاعلیٰ مودودی رحمہ اللہ صاحب لکھتے ہیں:

Marfat.com

''تم صرف اسی شہر یا اسی ملک یا اسی زمانے کے لوگوں کے لیے نہیں بلکہ تمام دنیا کے انسانوں کے لیے اور ہمیشہ کے لیے نبی بنا کر بھیجے گئے ہو۔ مگر یہ تمہارے ہم عصر اہل وطن تمھاری قدر و منزلت کو نہیں سمجھتے اور ان کو احساس نہیں کہ کیسی عظیم ہستی کی بعثت سے ان کو نوازا گیا ہے'' (۲۷)۔

مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''یہ آیت کریمہ بھی رسول اللہ ﷺ کے لیے عمومِ بعثت ثابت کرتی ہے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ قیامت تک تمام پیدا ہونے والی نسلوں کی ہدایت کے لیے صرف رسول اللہ ﷺ کفیل بنا دیے گئے ہیں۔ آپ ﷺ کی نبوت کے بعد کسی اور نبوت کی (خواہ وہ کسی صورت سے ہو) ہرگز ضرورت نہیں۔'' (۲۸)۔

آیت نمبر ۷:

﴿یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاھِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا﴾ (۲۹)

(اے نبیؐ! ہم نے تم کو گواہی دینے والا، خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والا اور روشن چراغ بنا کر (بھیجا ہے)۔

مولانا لال حسین اختر لکھتے ہیں: اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے حضور سرور کائنات خاتم الانبیاء محمد مصطفی ﷺ کی ختم نبوت کی حسی دلیل دی ہے اور حسی دلیل وہ ہوتی ہے جس کو ہم محسوس کر سکیں اور اپنی آنکھوں سے دیکھ سکیں (۳۰)۔

مزید فرماتے ہیں جیسے سورج کے طلوع ہونے سے ستاروں کی روشنی ماند پڑ جاتی ہے اسی طرح حضور ﷺ کی نبوت سے انبیاءؑ سابقین کے دین منسوخ ہو گئے، ان میں روشنی باقی نہ رہی، اب قیامت تک حضور ﷺ کی روشنی ہے (۳۱)۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''مرزائی کہا کرتے ہیں کہ مرزا قادیانی نے حضور ﷺ سے فیض حاصل کر کے نبوت کا درجہ پایا تو حضور اکرم ﷺ کی صفت ''سراج'' بیان کر کے ان کے اس شبہ کا بھی ازالہ کر دیا گیا کہ جس طرح سورج سے فیض حاصل کر کے آج تک کوئی چیز سورج نہیں بن سکی، اسی طرح ''آفتاب ہدایت'' حضور اکرم ﷺ سے فیض حاصل کر کے کوئی نبی نہیں بن سکتا۔ نبوت کے علاوہ بڑے سے بڑا درجہ پا سکتا ہے، مجدد بن سکتا ہے، ولی بن سکتا ہے، محدث بن سکتا ہے، قطب ابدال ہو سکتا ہے، لیکن نبی نہیں بن سکتا'' (۳۲)۔

آیت مبارکہ سے مولانا صاحب نے جو استدلال کیا ہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک لاکھوں پیغمبر آسمانِ نبوت پر ستاروں کی طرح طلوع ہوئے لیکن یہ لاکھوں ستارے مل کر بھی رات کو دن نہیں بنا سکے، چنانچہ رات کی اس تاریکی کو دور کرنے کے لیے رسول اللہ ﷺ

Marfat.com

آسمان نبوت پر نمودار ہوئے۔ آپ ﷺ کی ذات مبارکہ نبوت و ہدایت کا وہ آفتاب ہے جس کے طلوع ہونے کے بعد کسی روشنی کی ضرورت نہیں رہی، سب روشنیاں اسی نور اعظم میں مدغم ہو گئیں۔

آیت نمبر ۸:

﴿هُوَ الَّذِيْ أَرْسَلَ رَسُوْلَهُ بِالْهُدَى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ﴾ (۳۳)

(اللہ وہ ذات ہے کہ جس نے اپنے رسول محمد ﷺ کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا ہے تا کہ اسے تمام ادیان پر بلند اور غالب کرے۔ گو مشرک کیسے ہی ناخوش ہوں)۔

مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''حق تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کو ہدایت عامہ و دین حق کے ساتھ اس لیے بھیجا کہ تمام ادیان وملل اور تمام مذاہب پر اس کو غالب کر دیا جائے۔ ظاہر ہے کہ تمام مذاہب پر کسی کا غلبہ تب ہی ثابت ہوتا ہے جب کہ یہ شخص تمام ادیان کے عالم میں آجانے کے بعد پیدا ہو تو ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ تمام ادیان اور تمام ملل انبیاءؑ کے بعد دنیا میں تشریف لائے ہیں۔ آپؐ کے بعد کوئی نیا آسمانی دین اس دنیا میں نہ آئے گا'' (۳۴)۔

مولانا اللہ وسایا لکھتے ہیں:

''غلبہ اور بلند کرنے کی یہ صورت ہے کہ حضور ﷺ ہی کی نبوت اور وحی پر مستقل طور پر ایمان لانے اور اس پر عمل کرنے کو فرض کیا گیا ہے۔ اور تمام انبیاء علیہم السلام کی نبوتوں اور وحیوں پر ایمان لانے والے کو اس کے تابع کر دیا ہے اور یہ جب ہی ہو سکتا ہے کہ آپؐ کی بعثت سب انبیاء کرام سے آخر میں ہو اور آپؐ کی نبوت پر ایمان لانا سب نبیوں پر ایمان لانے کو مشتمل ہو (۳۵)۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''اس آیت سے معلوم ہوا کہ دین محمدی ﷺ ہی تمام ادیان پر غالب ہے اور اس کے آنے کی وجہ سے بقیہ تمام ادیان منسوخ ہو گئے ہیں اور یہ غلبہ اسی وقت متصور ہو سکتا ہے جب کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی اور نبی نہ آئے۔ کیونکہ اگر کوئی واقعی نبی آئے تو اس کی اتباع ضروری ہو گی اور آنحضرت ﷺ پر ایمان لانا کافی نہ ہوگا جو ان کے غالب ہونے کے منافی ہوگا'' (۳۶)۔

آیت نمبر ۹:

﴿وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا﴾ (۳۷)

(مگر جو شخص رسول ﷺ کی مخالفت پر کمر بستہ ہو اور اہل ایمان کی روش کے سوا کسی اور روش پر چلے درآنحالیکہ اس پر راہ راست واضح ہو چکی ہو تو اس کو ہم اسی طرف چلائیں گے

Marfat.com

جدھر وہ خود پھر گیا اور اسے جہنم میں جھونکیں گے جو بدترین جائے قرار ہے)۔

مفتی محمد شفیع صاحب لکھتے ہیں:

''اگر رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی نبی پیدا ہو تو دو حال سے خالی نہیں یا تو وہ بمقتضائے آیت مذکورہ طریق مومنین کا اتباع کرے گا اور یا بمقتضائے نبوت لوگوں کو اپنے اتباع کی دعوت دے گا''۔

پہلی صورت میں تو قلب موضوع لازم آتا ہے اور معاملہ برعکس ہو جاتا ہے۔ کیونکہ خدا کے نبی دنیا میں اس لیے آتے ہیں کہ لوگوں کو اپنے اتباع کی طرف بلائیں نہ یہ کہ لوگوں کا اتباع کرنے لگیں۔ دیکھو قرآن مجید کا ارشاد ہے:

﴿وَمَآ أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ إِلاَّ لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللّٰهِ﴾ (۳۸)

(اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر صرف اسی لیے کہ اس کا اتباع کیا جائے)۔

علاوہ بریں اگر خدا کا پیغمبر بھی دنیا میں آکر طریق مومنین کا اتباع کرنے لگے تو پھر دو صورتیں ہیں یا تو یہ سبیل مومنین معاذ اللہ گمراہی اور طریق معصیت ہے اور یا خدا کا سیدھا راستہ اور اس کا مقبول طریق ہے۔ پہلی صورت تو ایک ایسی بدیہی البطلان صورت ہے کہ کوئی ادنیٰ مسلمان بلکہ ادنیٰ عقل مند بھی اس کا قائل نہیں ہو سکتا کیونکہ اس صورت میں اول تو یہ لازم آتا ہے کہ (معاذ اللہ) قرآن کریم لوگوں کو اس طریق مومنین کی طرف بلاتا ہے جو گمراہی کا راستہ ہے۔ دوسرے یہ کس قدر مضحکہ خیز بات ہے کہ خدا کے نبی ہدایت کرنے کے لیے بھیجے جائیں اور دنیا میں آکر خود بھی ایک گمراہی کے راستہ پر چلنے لگیں۔

اور دوسری صورت میں نبی کا وجود محض بے فائدہ اور اس کی بعثت محض بیکار رہ جاتی ہے کیونکہ بعثتِ نبی کی ضرورت جب ہوتی ہے کہ خدا کے بندے اس کی صراط مستقیم کو چھوڑ دیں تا کہ نبی ان کو سیدھے راستے کی ہدایت کرے۔

اور جب سبیل مومنین ایک ایسی مستقیم سبیل ہے کہ خداوند عالم تمام اہل عالم کو قیامت تک اس پر چلنے کی ہدایت فرماتے ہیں اور اس سے ہٹنے پر سخت ترین وعید کرتے ہیں تو پھر فرمائیے کہ اب کسی نبی جدید کے پیدا ہونے کی اور مرزا صاحب کے طرز پر اس کی نئی نئی قسمیں بنانے کی کیا ضرورت رہ جاتی ہے (۳۹)۔

اس آیت کریمہ میں وضاحت کردی گئی ہے کہ اب دنیا میں آنے والے تمام لوگوں کے لیے صرف رسول اللہ ﷺ کی ہدایت و رہنمائی کی پیروی ہی لازم ہے اور اگر کوئی شخص آپؐ یا آپؐ پر ایمان لانے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علاوہ کسی اور راہ کا انتخاب کرتا ہے تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

آیت نمبر ۱۰:

﴿تَبَارَكَ الَّذِىْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا﴾ (۴۰)

(مبارک ہے وہ ذات جس نے قرآن مجید کو اپنے بندہ 'محمد ﷺ' پر نازل فرمایا تا کہ وہ

Marfat.com

تمام جہان والوں کے لیے نذیر بنے (یعنی تمام عالم والوں کو خدا کے عذاب سے ڈرائے)۔

پیر محمد کرم شاہ صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''للعالمین کے لفظ سے واضح ہوگیا کہ حضور ﷺ کی نبوت و رسالت، مکان و زمان کی حدود سے آشنا نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کائنات کی پستیوں اور بلندیوں میں جو کچھ ہے سب کے لیے آپ ﷺ رسول ہیں اور جب تک یہ عالم برقرار رہے گا حضور ﷺ کی رسالت کا پرچم لہراتا رہے گا''(۴۱)۔

مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''للعالمین کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ کی نبوت اور بعثت عام ہے اور آپ ﷺ جن وانس سب کے نبی اور رسول ہیں۔ یہ رتبہ آپ ﷺ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیا گیا جیسا کہ حدیث میں ہے کہ مجھ سے پہلے جو بھی رسول بھیجا گیا وہ صرف اپنی قوم کی طرف بھیجا گیا اور میں تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہوں، پس وہ ذات بابرکت ہے جس نے مجھ کو تمام جہانوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا''(۴۲)۔

آیت نمبر ۱۱:

﴿كَذٰلِكَ يُوْحِيْٓ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ (۴۳)

(اسی طرح اللہ تعالیٰ وحی بھیجتا ہے آپ ﷺ کی طرف اور ان انبیاءؑ کی طرف جو آپ ﷺ سے پہلے ہیں۔ وہ اللہ جو زبردست حکمت والا ہے)۔

مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''اگر رسول اللہ ﷺ کے بعد بھی نبوت و رسالت باقی اور وحی نبوت کا سلسلہ جاری ہے تو پہلی امتوں کی طرح اس امت کے لیے بھی انبیاء علیہم السلام کی دو جماعتیں ہو جائیں گی، ایک وہ جو رسول اللہ ﷺ سے پہلے گزر چکی ہے اور دوسری وہ جو آپ ﷺ کے بعد آنے والی ہیں۔ اس صورت میں مناسب یہ تھا کہ قرآن عزیز دونوں قسم کی جماعتوں کا تذکرہ کرتا۔ دونوں کے حالات کو بیان کرتا جیسا کہ کتب سابقہ اسی طرز عمل سے معمور ہیں''(۴۴)۔

آیت نمبر ۱۲:

﴿يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ﴾ (۴۵)

(اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو اور ان لوگوں کی اطاعت کرو جو تم میں سے اولی الامر ہیں)۔

مولانا عبداللہ معمار امرتسری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''جن لوگوں کو خدا نے عقل وفہم کا کوئی حصہ دیا ہے وہ ذرا غور کریں اگر رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی تشریعی یا غیر تشریعی، ظلی یا بروزی نبی پیدا ہونے والا تھا تو کیا یہ ضروری نہ تھا کہ آپؐ کے بعد بجائے اُولی الامر کی اطاعت کے اس نبی کی اطاعت کا سبق دیا جاتا اور یہ عجیب تماشا ہے کہ قرآن عزیز لوگوں کو اولی الامر کی اطاعت کی طرف بلاتا ہے اور بعد میں آنے والے نبی کی اطاعت کا ذکر تک نہیں کرتا۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی ظلی یا بروزی یا کسی اور قسم کا کوئی نبی ہرگز ہرگز اس امت میں پیدا نہیں ہوگا''(۴۶)۔

مندرجہ بالا آیات کریمہ کے علاوہ بھی قرآن مجید کی بے شمار ایسی آیات ہیں جن سے علماء کرام نے عقیدۂ ختم نبوت کے اثبات کے لیے استدلال کیا ہے۔ پس ایک طرف تو اس قدر آیات بینات جو عقیدہ ختم نبوت پر مبنی اور اس مقصد کی خبر دیتی ہیں اور ناظرین نے جن کی تعداد ایک صد تک پہنچادی ہے، نازل کرنا اور دوسری طرف زمانۂ مابعد کی جانب کوئی اشارہ والتفات نہ کرنا منشا خداوندی اور مطمحِ نظر الٰہی کا پتہ دیتا ہے کہ زمانہ مابعد میں کسی قسم کی نبوت باقی نہیں ہے۔ زمانہ مابعد کی ''نبوت'' اور ''وحی نبوت'' کا قرآن میں کہیں نام ونشان نظر نہیں آتا بلکہ وہ یکسر گم اور ناپید ہے ورنہ اگر نبوت کی کوئی قسم باقی ہوتی تو ناممکن تھا کہ قرآن نہ صرف اسے چھوڑ جاتا بلکہ ہر جگہ ''من قبل'' کی قید لگا کر اس کی نفی کرتا جاتا کیونکہ یہ طریق بندوں کی ہدایت ورہنمائی کا نہیں۔

ختم نبوت پر سنت سے دلائل

عقیدہ ختم نبوت جس طرح قرآن کریم کی نصوص قطعیہ سے ثابت ہے، اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی احادیث متواترہ سے بھی ثابت ہے حدیث متواترہ سے مراد وہ حدیث ہے جس کو رسول اللہ ﷺ سے روایت کرنے والے آپ ﷺ کے عہد مبارک سے لے کر آج تک اس کثرت سے ہوں کہ ان کا کسی خلاف واقعہ بات پر اتفاق کر کے جھوٹ بولنا محال ہو، اس کے کلام نبویؐ ہونے کا یقین بالکل ایسا بدیہی ہوتا ہے جیسا کہ دوپہر کے وقت آفتاب کا وجود۔ اور چونکہ یہ احادیث مبارکہ قطعی اور یقینی ہوتی ہیں اس لیے تمام امت کا اجماعی فیصلہ ہے کہ اس پر ایمان لانا قرآن کی طرح فرض اور اس کا انکار صریح کفر ہے۔

عقیدۂ ختم نبوت کے اثبات میں نبی اکرم ﷺ سے جو احادیث مروی ہیں اور جن سے علمائے کرام نے استدلال کیا ہے ان میں سے چند احادیث مبارکہ یہ ہیں:

حدیث نمبر ۱:

﴿عن أبي هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ان مثلي و مثل الأنبياء من قبلي كمثل رجل بنى بيتا فأحسنه وأجمله الا موضع لبنة من زاوية فجعل الناس يطوفون به و يعجبون له و يقولون هلا و ضعت هذه اللبنة قال فأنا اللبنة و أنا خاتم النبيين﴾(۴۷)

Marfat.com

(میری مثال اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال اس شخص جیسی ہے جس نے ایک مکان بنایا ہو اور اس کو خوب عمدہ اور آراستہ بنایا ہو مگر اس کے ایک گوشے میں ایک اینٹ کی جگہ تعمیر سے چھوڑ دی ہو تو لوگ اس کو دیکھنے کے لیے اس میں چلیں پھریں اور تعمیر کو پسند کریں اور سب یہ کہیں کہ یہ ایک اینٹ بھی کیوں نہ رکھ دی گئی (تا کہ مکان کی تعمیر مکمل ہو جاتی) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (قصرِ نبوت کی) وہ آخری اینٹ میں ہوں اور میں ہی خاتم النبیین ہوں)۔

مولانا صاجزادہ سید فیض الحسن شاہ صاحب فرماتے ہیں۔

''آنے والے نے خود کہہ دیا ایک محل تھا، در و دیوار مکمل ہو چکے تھے، کمروں کی آراستگی ہو چکی تھی، صرف ایک اینٹ کی جگہ خالی تھی اور اس کی پیشانی کی وہ آخری اینٹ تھی وہ بھی لگ گئی۔ اب اس میں کسی طرح کی کوئی گنجائش نہیں۔ جب نقشے کی تکمیل ہو چکی، جب ڈیزائن کی ترتیب ہو چکی اب جو کمی بیشی ہوگی جو اضافت بھی کی جائے وہ جمالیاتی نقطۂ نظر سے تناسب و توازن کے نقطہ سے حسن نہیں ہوگا قباحت ہوگی۔ تعمیر نہیں ہوگی تخریب ہوگی۔ قریب کی بات کہتا ہوں قدرت نے انسانی جسم کی تکمیل کر دی۔ انگلیاں پانچ بنائی گئیں، آنکھیں دو بنائی گئیں، ناک ایک رکھا گیا، اب اگر انگلیاں پانچ کی چھ کر دو یہ اضافہ حسن نہیں ہوگا بدصورتی ہوگی۔ ناک دو کر دو، آنکھ ایک کر دو، یہ سب کچھ قباحت ہے حسن نہیں تکمیل کے بعد ہر قدم تخریب ہے''(۴۸)۔

پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''اگر آپ اس حدیث میں غور کریں تو بلاغت نبویؐ کے اعجاز کا آپ کو اعتراف کرنا پڑے گا۔ جب ایک عمارت مکمل ہو جاتی ہے اور اس میں کوئی خالی جگہ نہیں رہتی تو کوئی ماہر انجینئر بھی اس میں ایک اینٹ کا اضافہ نہیں کر سکتا، ہاں اس کی ایک ہی صورت ہے کہ پہلی اینٹوں میں سے کوئی اینٹ توڑ کر وہاں سے نکال لی جائے اور پھر اس خالی جگہ پر کوئی نئی اینٹ لگا دی جائے۔ حضور ﷺ کی تشریف آوری سے قصرِ نبوت مکمل ہو گیا۔ اب اس میں کسی اور نبی کی گنجائش نہیں بجز اس کے کہ سابقہ انبیاء میں سے کسی نبی کو وہاں سے نکالا جائے اور مرزا غلام احمد کے لیے کوئی جگہ بنائی جائے۔ کیا کوئی عقل سلیم اس کو گوارا کرے گی؟ قصرِ نبوت کی اس توڑ پھوڑ کو کیا اللہ تعالیٰ کی غیرت گوارا کرے گی؟ ہرگز نہیں۔ یہ ایک حدیث ہی اتنی جامع اور اتنی معنی خیز اور اتنی بصیرت افروز ہے کہ ختم نبوت کے لیے مزید کسی دلیل کی ضرورت ہی نہیں رہتی''(۴۹)۔

مولانا امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں:

''اس حدیث کے متعلق یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ کم و بیش انھی الفاظ میں حضرت مسیح علیہ السلام نے بھی رسول اللہ ﷺ کی پیشین گوئی فرمائی تھی۔ ان کا ارشاد تھا کہ جس پتھر کو معماروں نے رد کیا بالآخر وہی کونے کا آخری پتھر بنا۔ علمائے یہود نے آنحضرت ﷺ سے متعلق پیشین گوئیوں پر جن جن طریقوں سے پردہ ڈالنے کی کوشش کی ان کی تفصیلات سورۃ بقرہ کی تفسیر میں گزر چکی ہیں لیکن ان کی ان تمام کوششوں کے علی الرغم اللہ تعالیٰ

Marfat.com

نے حضور ﷺ کے لیے جو مقام مقدر فرمایا تھا وہ آپ ﷺ کو حاصل ہو کے رہا۔ آپ ﷺ قصرِ شریعت کے کونے کی آخری اینٹ بھی بنے اور انبیاء و رسل کے مبارک سلسلہ کے خاتم بھی۔

یہ ختم نبوت اس تکمیل دین کا لازمی اور بدیہی تقاضا ہے جس کا ذکر ﴿اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ﴾ والی آیت میں ہوا ہے۔ اگر دین کوئی ایسی چیز ہوتا جس کی تکمیل کبھی ہونے والی ہی نہ ہوتی تب تو بے شک نبوت و رسالت کا سلسلہ جاری رہتا لیکن جب دین کی تکمیل ہو چکی ہے تو اس بدیہی حقیقت کے انکار کی جرأت کوئی بھی نہیں کر سکتا تو پھر اس کے اس لازمی نتیجہ کو بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ نبوت و رسالت کا سلسلہ بھی ختم ہو گیا۔ اسی حقیقت کو حضور ﷺ نے اس حدیث میں واضح فرمایا ہے اور اتنے مختلف طریقوں سے واضح فرمایا ہے کہ کسی معقول آدمی کے لیے اس میں کسی شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی''(۵۰)۔

مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''اس تمثیل کا حاصل یہ ہے کہ نبوت ایک عالی شان محل کی طرح پر ہے جس کے ارکان انبیاء علیہم السلام ہیں۔ رسول اللہ محمد ﷺ کے اس عالم میں تشریف لانے سے پہلے یہ محل بالکل تیار ہو چکا تھا اور اس اینٹ کے سوا اور کسی قسم کی گنجائش تعمیر میں باقی نہیں تھی جس کو رسول اللہ ﷺ نے پورا فرما کر قصرِ نبوت کی تکمیل کر دی۔ اب اس میں نہ نبوت تشریعیہ کی گنجائش ہے اور نہ غیر تشریعی وغیرہ کی''(۵۱)۔

مولانا سلطان محمود رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''حضور ﷺ نے فرمایا کہ قصرِ نبوت میں صرف ایک اینٹ کی جگہ خالی تھی، وہ میرے آنے سے پر ہو گئی، اب ذرا بھی رخنہ باقی نہیں ہے کہ جس کے پُر کرنے کے لیے کوئی دوسرا نبی آئے۔ پس میں خاتم النبیین ہوں یعنی سب سے پیچھے آنے والا''(۵۲)۔

حدیث مبارکہ میں صاف اور واضح الفاظ ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے یہ بات بیان فرما دی کہ قصرِ نبوت، جس کی آخری اینٹ آپ ﷺ کی ذات گرامی تھی اس کی تکمیل ہو چکی ہے لہٰذا اب آپؐ کے بعد مزید کسی نئے نبی کی ضرورت نہیں۔

حدیث نمبر۲:

﴿عن أبي هريرة يحدث عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: كانت بنو إسرائيل تسوسهم الأنبياء كلما هلك نبي خلفه نبي وانه لا نبي بعدي وسيكون خلفاء فيكثرون﴾(۵۳)

(حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: بنی اسرائیل کی قیادت خود ان کے انبیاء کرتے تھے، جب کسی نبی کی وفات ہوتی تھی تو دوسرا نبی اس کی جگہ آ جاتا تھا لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں البتہ خلفاء ہوں گے اور بہت سے ہوں گے)۔

Marfat.com

علامہ احسان الٰہی ظہیر صاحب لکھتے ہیں:

﴿فهذا الحديث يدل دلالة واضحة على معنى "النبيين "نبوة عامة سواء كانت تشريعية أو غير تشريعية لأن المصطفى ﷺ ذكر فى هذاالحديث شيئين أوّلا كانت بنو اِسرائيل تسؤسهم الأنبياء كلما هلك نبي خلفه نبي آخر ولم يقل أحد أن كل انبياء بني اِسرائيل كانوا أصحاب الشريعة المستقلة حتىٰ ولم تقله قاديانية أنفسهم ثم أعقب الرسول العظيم قوله هذا بقوله " لا نبي بعدي " وثانيا أنه قال ﷺ :سيكون خلفاء ويكثرون، وهٰذا يدل دلالة صريحة بأنه ليس بعده لأنه لو كان من الممكن ان يصبى بعده لما قال سيكون الخلفاء فيكثرون﴾(۵۴)

(یہ حدیث اس معنی پر واضح انداز میں دلالت کرتی ہے کہ 'النبیین' سے مراد نبوت عامہ ہے خواہ وہ نبوت تشریعی ہو یا غیر تشریعی، اس لیے کہ اس حدیث میں آنحضور ﷺ نے دو باتوں کا ذکر کیا ہے: پہلی یہ کہ بنی اسرائیل کی قیادت خود ان کے انبیاء کرتے تھے۔ جب کسی نبی کی وفات ہوتی تھی تو دوسرا نبی اس کی جگہ آ جاتا تھا، لہٰذا یہ بات نہیں کہی جا سکتی کہ بنی اسرائیل کے تمام انبیاء مستقل شرائع سے متصف رہے حتی کہ یہ بات قادیانیوں نے بھی نہیں کہی۔ پھر اس قول کے بعد آپ ﷺ نے اپنے قول "لا نبی بعدی" کو ذکر فرمایا اور دوسری بات اس حدیث میں آپ ﷺ نے یہ ارشاد فرمائی کہ بہت سے خلفاء ہوں گے۔ آپ ﷺ کا یہ قول اس بات پر صراحتاً دلالت کر رہا ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اس لیے کہ اگر آپؐ کے بعد نبوت ممکن ہوتی تو آپؐ یہ نہ فرماتے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں البتہ بہت سے خلفاء ہوں گے)۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی لکھتے ہیں:

"یہ حدیث روایۃً و درایۃً، سنداً اور متناً بڑے پایہ کی حدیث ہے جو صاف اعلان کر رہی ہے کہ حضرت محمد ﷺ کے بعد آپ ﷺ کی امت کے لیے کسی قسم کا بھی نبی نہ ہوگا۔ لا نبی بعدی کی نفی میں ہر طرح کی نبوت کی نفی شامل ہے اور خود حدیث کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس امت میں ایسے انبیاء بھی نہیں آ سکتے جو بنی اسرائیل میں ان کی قیادت و سیادت کے لیے بھیجے جاتے تھے بلکہ نبوت کا دروازہ بند ہوا، اب خلفاء ہوں گے"(۵۵)۔

مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"اس حدیث نے یہ بھی واضح کر دیا کہ رسول اللہ ﷺ چونکہ خاتم النبیین ہیں اور آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوگا تو امت کی ہدایت کا انتظام کیسے ہوگا؟ اس کے متعلق فرمایا کہ آپ کے بعد امت کی تعلیم و ہدایت کا انتظام آپ ﷺ کے خلفاء کے ذریعے سے ہوگا جو رسول ﷺ کے خلیفہ ہونے کی حیثیت سے

Marfat.com

مقاصد نبوت کو پورا کریں گے۔ اگر ظلی بروزی کوئی بھی نبوت کی قسم ہوتی یا غیر تشریعی نبوت باقی ہوتی تو ضروری تھا کہ یہاں اس کا ذکر کیا جاتا، اگرچہ عام نبوت ختم ہو چکی مگر فلاں قسم کی نبوت باقی ہے جس سے اس عالم کا انتظام ہوگا۔

اس حدیث میں واضح الفاظ میں بتلا دیا کہ نبوت کی کوئی قسم آپ ﷺ کے بعد باقی نہیں رہی اور ہدایت خلق کا کام جو پچھلی امتوں میں انبیاء بنی اسرائیل سے لیا گیا تھا وہ اس امت میں آپ ﷺ کے خلفاء سے لیا جائے گا (۵۶)۔

علامہ ڈاکٹر خالد محمود لکھتے ہیں:

''انبیاء بنی اسرائیل شریعت جدیدہ لے کر نہ آتے تھے بلکہ وہ شریعت موسویہ کی اتباع میں تورات ہی کو نافذ کرتے تھے۔ پس ان کے ذکر کے بعد ''لا نبی بعدی'' اس بات کی دلیل ہے کہ حضور ﷺ کی مراد اس حدیث سے یہی تھی کہ میرے بعد کوئی امتی نبی بھی نہیں آئے گا'' (۵۷)۔

حدیث نمبر۳:

﴿أن أبا هريرة قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: لم يبق من النبوة إلا المبشرات، قالوا: وما المبشرات؟ قال: الرؤيا الصالحة﴾ (۵۸)

(حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: نبوت کا کوئی جزو سوائے اچھے خوابوں کے باقی نہیں، لوگوں نے پوچھا مبشرات کیا ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: سچے خواب)۔

مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ نے انقطاع نبوت کے ذکر کے ساتھ صرف رؤیائے صالحہ کے بقاء کا ذکر فرمایا ہے اور کسی قسم کی نبوت کا نام نہیں لیا، جو اس بات کا بدیہی ثبوت ہے کہ آپ ﷺ کے نزدیک نبوت کی کوئی قسم آپ ﷺ کے بعد باقی نہیں رہی ورنہ ضروری تھا کہ نبوت کی جو قسم باقی رہنے والی ہے بجائے سچے خواب کے اس قسم کا ذکر فرمایا جاتا'' (۵۹)۔

اسی حدیث مبارکہ سے صاف اور واضح الفاظ میں انقطاع نبوت کا تذکرہ ملتا ہے۔ آپ ﷺ نے واضح طور پر فرما دیا کہ اب نبوت کا کوئی بھی جزو باقی نہیں رہا سوائے نیک خوابوں کے گویا کہ اب سلسلہ وحی جو کہ انبیاء کرام علیہم السلام پر جاری تھا وہ بند کر دیا گیا ہے اور جب یہ سلسلہ منقطع کر دیا گیا ہے تو اب نبوت بھی باقی نہیں رہی۔

حدیث نمبر۴:

﴿عن عقبة بن عامر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لو كان نبي بعدي لكان عمر بن الخطاب﴾ (۶۰)

Marfat.com

(حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ بن عامر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب ہوتے)۔

مولانا سلطان محمود رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اس حدیث میں دو باتیں قابل غور ہیں:

(الف) حضور ﷺ نے یہ قول حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مدح میں فرمایا اور مقامِ مدح کا تقاضا یہ تھا کہ اگر آپ ﷺ کے بعد کسی قسم کی نبوت باقی ہوتی تو آپ ﷺ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے اس کا اثبات فرماتے نہ کہ نفی کرتے۔ پس آپ ﷺ کے مطلقاً نفی فرمانے سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی نہیں آسکتا۔

(ب) اگر حدیث میں مستقل کی قید لگائی جائے اور معنی یہ کیے جائیں کہ اگر میرے بعد کوئی مستقل نبی ہوتا تو اس صورت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا غیر مستقل نبی ہونا ضروری ہے کیونکہ حضور ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو منصب نبوت کے قابل و مستحق بتایا ہے اور نبوت کے ملنے سے مانع صرف نبوت کا ختم ہونا فرمایا ہے۔ پس جب نبوت غیر مستقل ختم نہیں ہوئی ہے تو اس کے ملنے سے کوئی مانع نہیں ہے لہٰذا وہ ضرور نبی ہونے چاہئیں حالانکہ وہ نبی نہیں تھے۔ اگر ہوتے تو دعویٰ نبوت ضرور کرتے کیونکہ نبی کے لیے اخفاء دعویٰ نبوت جائز نہیں، جب انھوں نے دعویٰ نہیں کیا اور نہ اہل اسلام میں سے کسی نے ان کو نبی کہا تو معلوم ہوا کہ وہ نبی نہیں تھے۔ تو اب آپ غور فرما سکتے ہیں کہ جو سب سے زیادہ مستحق نبوت ہو۔ جس کا مستحق ہونا رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے ثابت ہوا، اس کو تو نبوت نہ ملے اور مرزا صاحب قادیان میں نبی بن جائیں، یہ فیصلہ عقل کے بالکل خلاف ہے لیکن اگر کوئی متعصب اب بھی نہ مانے تو اس کا کیا علاج ہوسکتا ہے۔ غرض حدیث میں غور کرنے کے بعد صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے مطلق نبوت کی نفی فرمائی اور اس نفی کو کلمہ (لو) کے ساتھ بیان فرمایا اور کلمہ (لو) عربی میں اس امر کے لیے آتا ہے جو محال ہوتا ہے۔ تو حدیث کا حاصل یہ ہوا کہ حضور ﷺ کے بعد نبی مستقل یا غیر مستقل کا آنا محال ہے۔ لہٰذا آپ ﷺ کے بعد جو دعویٰ نبوت کرے وہ جھوٹا ہے کیونکہ وہ امر محال کا دعویٰ کرتا ہے"(۶۱)۔

مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں کمالاتِ نبوت موجود تھے مگر باایں ہمہ ان کو عہدۂ نبوت نہیں دیا گیا کیونکہ سلسلۂ نبوت ختم کر دیا گیا ہے۔ حدیث میں لفظ لو کان سے اسی طرف اشارہ ہے کیونکہ لفظ لــو عربی زبان میں اسی غرض کے لیے آتا ہے کہ شرط موجود نہ ہونے کی وجہ سے مشروط بھی موجود نہیں، لہٰذا حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ میرے بعد چونکہ کوئی نبی نہیں ہوسکتا اس لیے عمر رضی اللہ عنہ بھی نہیں ہوئے"(۶۲)۔

مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اس حدیث میں کلمۂ لـو کا استعمال اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حضور ﷺ کے بعد نبی ہونا محال اور ناممکن ہے۔اس لیے بطور فرض محال کے بیان فرمایا کہ اگر میرے بعد نبی ہونا ممکن ہوتا تو عمر رضی اللہ عنہ ہوتا لیکن میرے بعد کسی قسم کا کوئی نبی نہیں ہوسکتا'' (۶۳)۔

حدیث نمبر۵:

﴿قال: ألا ترضى أن تكون مني بمنزلة هارون و موسىٰ الا أنه ليس نبي بعدي﴾ (۶۴)

(نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تمھارا مرتبہ میرے ساتھ ایسا ہو جیسا کہ حضرت ہارون علیہ السلام کا موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہے۔مگر فرق صرف اتنا ہے کہ ہارون علیہ السلام نبی تھے اور میری نبوت کے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا'' (اس لیے تم بھی نبی نہیں ہو)۔

مولانا سلطان محمود رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''حضور ﷺ نے اپنے قول (الا انه ليس نبی بعدی) میں نبوت مستقلہ کی نفی کی ہے،اس لیے کہ جب حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ کیا تو اس بات پر راضی نہیں ہے کہ تم میں اور مجھ میں وہ نسبت مرکب تھی دو امروں سے، قائم مقامی اور اشتراک فی النبوۃ۔تو اس کے بعد حضور ﷺ کو خیال آیا کہ ایسا نہ ہو کہ کہیں علی رضی اللہ عنہ کو یہ غلط فہمی ہو کہ مجھ میں بھی وہ دونوں امر ہیں جو حضرت ہارون علیہ السلام میں تھے حالانکہ آپ ﷺ کا مقصود صرف ایک امر (یعنی قائم مقامی) کا اظہار تھا یعنی آپ کو صرف یہ بتانا مقصود تھا کہ میرے اس غزوہ میں جانے کے بعد تو میرا قائم مقام ہے جیسا کہ حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قائم مقام تھے کوہ طور پر جانے کے بعد، تو اس غلط فہمی کے ازالے کے لیے آپ ﷺ نے فرمایا (ألا انه ليس نبي بعدي) کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا یعنی تو میرے قائم مقام ہے۔نبی نہیں ہے۔تو اب آپ ﷺ نے ایسی نبوت کی نفی کی ہے جو ہارون علیہ السلام کو حاصل تھی اور وہ نبوت غیر مستقلہ تھی کیونکہ حضرت ہارون علیہ السلام کوئی نئی شریعت نہیں رکھتے تھے۔بلکہ شریعت موسویہ کے تابع تھے'' (۶۵)۔

اس کے علاوہ یہ بات بھی حدیث مذکورہ سے واضح ہوتی ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام چونکہ غیر تشریعی نبی تھے، اسی شریعت کے تابع تھے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام لائے تھے لہٰذا ان کے تذکرہ کے بعد نبی کریم ﷺ کا الا أنه ليس نبي بعدي فرمانا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی غیر تشریعی نبی بھی نہیں آسکتا۔

حدیث نمبر۶:

﴿قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : فإني آخر الأنبياء وإن مسجدى آخر المساجد﴾ (۶۶)

(رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں آخری نبی ہوں اور میری مسجد آخری مسجد ہے)۔

Marfat.com

مولانا اللہ وسایا لکھتے ہیں:

''تمام انبیاء علیہم السلام کی سنت مبارکہ یہ تھی کہ وہ اللہ رب العزت کا گھر (مسجد) بناتے تھے تو انبیاء کرام کی مساجد میں سے آخری مسجد، مسجد نبویؐ ہے۔ یہ ختم نبوت کی دلیل ہوئی نہ کہ اجرائے نبوت کی''(۶۷)۔

ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں:

''منکرین ختم نبوت اس حدیث سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ جس طرح حضور ﷺ نے اپنی مسجد کو آخر المساجد فرمایا حالانکہ وہ آخری مسجد نہیں ہے بلکہ اس کے بعد بھی بے شمار مسجدیں دنیا میں بنی ہیں، اسی طرح آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں آخر الانبیاء ہوں تو اس کے معنی بھی یہی ہیں کہ آپ ﷺ کے بعد نبی آتے رہیں گے البتہ فضیلت کے اعتبار سے آپ ﷺ آخری نبی ہیں اور آپ ﷺ کی مسجد آخری مسجد ہے۔ لیکن درحقیقت اس طرح کی تاویلیں یہ ثابت کرتی ہیں کہ یہ لوگ خدا اور رسول کے کلام کو سمجھنے کی اہلیت سے محروم ہو چکے ہیں۔ صحیح مسلم کے جس مقام پر یہ حدیث وارد ہوئی ہے اس کے سلسلے کی تمام احادیث کو ایک نظر ہی دیکھ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ حضور ﷺ نے اپنی مسجد کو آخری مسجد کس معنی میں فرمایا ہے۔ اس مقام پر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے جو روایات امام مسلم نے نقل کی ہیں ان میں بتایا گیا ہے کہ دنیا میں صرف تین مساجد ایسی ہیں جن کو عام مساجد پر فضیلت حاصل ہے جن میں نماز پڑھنا دوسری مساجد میں نماز پڑھنے سے ہزار گنا زیادہ ثواب رکھتا ہے۔ اور اسی بناء پر صرف انھی تین مسجدوں میں نماز پڑھنے کے لیے سفر کر کے جانا جائز ہے۔ باقی کسی مسجد کا یہ حق نہیں ہے کہ آدمی دوسری مسجدوں کو چھوڑ کر خاص طور پر ان میں نماز پڑھنے کے لیے سفر کرے، ان میں سے پہلی مسجد، مسجد الحرام ہے جسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بنایا تھا۔ دوسری مسجد اقصیٰ ہے جسے حضرت سلیمان علیہ السلام نے تعمیر کیا اور تیسری مسجد، مدینہ طیبہ کی مسجد نبویؐ ہے۔ جس کی بنیاد حضور نبی اکرم ﷺ نے رکھی۔ حضور ﷺ کے ارشاد کا منشاء یہ ہے کہ اب چونکہ میرے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں ہے۔ اس لیے میری اس مسجد کے بعد دنیا میں کوئی چوتھی مسجد ایسی بننے والی نہیں ہے جس میں نماز پڑھنے کا ثواب دوسری مسجدوں سے زیادہ ہو اور جس کی طرف نماز کی غرض سے سفر کر کے جانا درست ہو''(۶۸)۔

حدیث نمبر ۷:

﴿ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: فضلت على الأنبياء بست، أعطيت جوامع الكلم ونصرت بالرعب وأحلت لي الغنائم وجعلت لي الأرض طهوراً ومسجداً وأرسلت إلى الخلق كافّة وختم بي النبيون﴾ (۶۹)

(مجھے تمام انبیاء پر چھ باتوں پر فضیلت دی گئی ہے اور مجھے جوامع الکلم عطا ہوئے، میری مدد مجھے رعب عطا کر کے کی گئی، مال غنیمت میری شریعت میں حلال کیا، میرے لیے ساری زمین سامان تیمم

Marfat.com

اور مسجد بنائی گئی، مجھے تمام مخلوق کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا گیا ہے اور انبیاء مجھ پر ختم کردیے گئے)۔

علامہ ڈاکٹر خالد محمود لکھتے ہیں:

''پچھلی پانچ فضیلتیں جس طرح آپؐ کو شریعت جدیدہ والے نبیوں پر حاصل ہیں بطریق اولیٰ شریعت سابقہ کے امتی نبیوں پر بھی حاصل ہیں۔ اور نبی کریم ﷺ ان فضائل میں افضل علی الاطلاق ہیں جن میں انبیاء کے تشریعی اور غیر تشریعی ہونے کی کوئی تفریق نہیں۔ پس لازم آیا کہ چھٹی فضیلت بھی ایسی نوع کی ہو یعنی آپ ﷺ پر ان سب انبیاء کا سلسلہ ختم کردیا گیا ہے جن پر آپ ﷺ کو پہلی خاص فضیلتیں حاصل تھیں۔ یعنی آپ ﷺ کی ختم نبوت کا مفہوم یہ ہے کہ آپ ﷺ پر شریعت جدیدہ والے اور شریعت سابقہ کے ماتحت رہنے والے سب نبیوں کا سلسلہ ختم ہوگیا۔ اس سیاق میں اگر ختم بی النبیون کا معنی کیا جائے کہ مجھ پر شریعت جدیدہ والے نبیوں کا سلسلہ ختم ہوگیا تو حدیث کے پہلے حصے کے ساتھ یہ کلام بالکل بے معنی ہوجائے گا نہ کوئی ربط رہے گا نہ کوئی مطابقت''(۷۰)۔

حدیث نمبر ۸:

﴿قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أن الرسالة والنبوة قد انقطعت فلا رسول بعدي ولا نبي ، قال:فشق ذلك على الناس فقال:لكن المبشرات قالوا:يار سول الله ! وما المبشرات؟ قال:ر ؤ يا المسلم وهي جزء من أجزاء النبوة﴾(۷۱)

(رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے بعد رسالت و نبوت کا سلسلہ منقطع ہوگیا۔ اب نہ کوئی رسول آئے گا اور نہ کوئی نبی وارد ہوگا۔ راوی کہتے ہیں کہ یہ بات لوگوں کے دلوں پر شاق گزری تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ مبشرات باقی رہیں گے۔ لوگوں نے سوال کیا یہ مبشرات کیا ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کسی مسلمان کے خواب اور یہ چیز نبوت کے اجزاء میں سے ایک جزو ہے)۔

مولانا سلطان محمود رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''اس میں نبوت غیر مستقلہ کی نفی کے دو قرینے ہیں۔ پہلا قرینہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حضور ﷺ کے ارشاد (ان الرسالة و النبوة قد انقطعت) سے صدمہ ہونا۔ اس لیے کہ نبوت مستقلہ کا انقطاع باعث صدمہ نہیں ہوسکتا بلکہ باعث فرحت ہے۔ باعث صدمہ تو نبوت مستقلہ کا عدم انقطاع اور نبوت غیر مستقلہ و اثبات نبوت غیر مستقلہ و نفی نبوت مستقلہ و نفی نبوت غیر مستقلہ ہے۔

اثبات کی دونوں صورتوں میں سے پہلی صورت (یعنی اثبات نبوت مستقلہ) باعث صدمہ ہے کیونکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ حضور ﷺ کی شریعت قیامت تک باقی نہیں رہے گی بلکہ آپ ﷺ کے بعد کوئی دوسرا نبی صاحب شریعت مستقلہ آپ ﷺ کی شریعت کو منسوخ کردے گا اور یہ ظاہر ہے کہ یہ خبر عاشقان محمدی ﷺ کے

Marfat.com

لیے باعث فرحت نہیں ہوسکتی بلکہ باعث صدمہ ہے۔اور اثباتِ نبوت کی دوسری صورت (یعنی اثبات نبوت غیر مستقلہ) باعث فرحت ہے کیونکہ اس صورت میں آپ ﷺ کی شریعت کا نسخ بھی نہیں لازم آتا کہ باعث صدمہ ہو اور اس میں آپ ﷺ کی شریعت کو قیامت تک تازہ کرنے والوں کے آنے کی خوشخبری بھی ہے لہٰذا باعث فرحت ہے اور نفی کی دونوں صورتوں میں سے پہلی صورت (یعنی نفی نبوت مستقلہ) باعث صدمہ نہیں ہے بلکہ باعث فرحت ہے کیونکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ ﷺ کی شریعت قیامت تک باقی رہے گی۔آپ ﷺ کے بعد کوئی ایسا نبی صاحب شریعت مستقلہ نہیں آئے گا جو آپ ﷺ کی شریعت کو منسوخ کر سکے اور اظہر من الشمس ہے کہ آپ ﷺ کی شریعت کے بقاء الی یوم القیامہ کی خبر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے باعث صدمہ نہیں ہوسکتی بلکہ اس سے بڑھ کر ان کے لیے کوئی چیز باعث فرحت نہیں ہے اور نفی کی دوسری صورت (یعنی نبوت غیر مستقلہ کی نفی) باعث صدمہ ہے کیونکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کی شریعت کو تازہ کرنے والا کوئی نبی قیامت تک نہیں آئے گا اور اس خبر کا صدمہ ہونا ظاہر ہے‘‘(۷۲)۔

پیر محمد کرم شاہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

’’سرورِ عالم ﷺ کی اس تصریح کے بعد جس کی کوئی تاویل ممکن نہیں کسی کا نبوت کا دعویٰ کرنا اور کسی کا ایک باطل دعوے کو تسلیم کرنا سراسر کفر والحاد ہے‘‘(۷۳)۔

مولانا امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں:

’’اس حدیث سے چند باتیں بالکل صاف ہوجاتی ہیں: ایک یہ کہ حضور ﷺ کے بعد وحی کا سلسلہ بالکل بند ہوگیا۔اب نبوت کے اجزاء میں سے صرف ایک جز رؤیائے صالحہ کا باقی رہ گیا ہے۔ جو لوگ الہام اور مکاشفہ ومخاطبہ وغیرہ کے مدعی ہیں ان کی بھی اس حدیث سے تردید ہوجاتی ہے‘‘۔

دوسری یہ کہ رؤیائے صالحہ کسی بھی مومن ومسلم کو نظر آسکتے ہیں، یہ کسی کے لیے خاص نہیں، اس قسم کی رؤیائے صالحہ کو دیکھنے والے کو نبوت کا کوئی مقام حاصل نہیں ہوجاتا اور نہ اس قسم کے خواب کسی پر کوئی حجت ہوتے ہیں۔ان کی حیثیت بس یہ ہوتی ہے کہ اگر خواب دیکھنے والے نے اچھے خواب دیکھے ہیں تو ان سے ایک قسم کی خوشخبری اور فال نیک حاصل کرے، اس سے زیادہ ان کی کوئی اہمیت نہیں۔ تیسری یہ کہ ظلی اور بروزی نبوت کی اصطلاحات بالکل شیطانی ہیں۔اگر ان کی کوئی حقیقت ہوتی تو اس موقع پر لوگوں کو اطمینان دلانے کے لیے حضور ﷺ ضرور یہ فرماتے کہ لوگ نبوت کے ختم ہونے سے زیادہ ہراساں نہ ہوں میرے بعد ظلی اور بروزی انبیاء آتے رہیں گے‘‘(۷۴)۔

حدیث نمبر۹:

﴿عن أنس رضی الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: بعثت أنا والساعة كهاتين﴾(۷۵)

Marfat.com

(حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (انگشت شہادت اور بیچ کی انگلی ملا کر) فرمایا کہ میں اور قیامت دونوں اس طرح ملے ہوئے ہیں جس طرح یہ دونوں انگلیاں ملی ہوئی ہیں)۔

مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''اس سے مراد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور قیامت کے درمیان کوئی جدید نبی پیدا نہیں ہوگا اور قیامت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ملی ہوئی ہے۔ اس سے یہی مراد ہو سکتا ہے ورنہ حدیث کا خلافِ واقعہ ہونا لازم آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کو تقریباً چودہ سو برس ہو چکے اور اب تک قیامت کا پتہ نہیں''(۷۶)۔

مولانا محمد عبداللہ معمار رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''اس سے مراد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور قیامت کے درمیان کوئی جدید نبی پیدا نہیں ہوگا اور قیامت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ملی ہوئی ہے۔ اس سے یہی مراد ہو سکتا ہے ورنہ حدیث کا خلاف واقعہ ہونا لازم آتا ہے''(۷۷)۔

حدیث نمبر ۱۰:

﴿قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :لا تقوم الساعة حتى تلحق قبائل من أمتي بالمشركين ، وحتى يعبدوا الأوثان ، أنه سيكون في أمتي ثلاثون كذابون كلهم يزعم أنه نبي ، وأنا خاتم النبيين لا نبي بعدي﴾(۷۸)

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک ملحق ہو جائیں گے میری امت کے کئی قبائل مشرکوں سے اور یہاں تک کہ پوجیں اوثان کو اور قریب ہے کہ ہوں گے میری امت میں تیس جھوٹے کہ ہر ایک دعویٰ کرے گا کہ وہ نبی ہے۔ اور 'فرمایا' میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں)۔

مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امر کی پیشین گوئی فرمائی کہ آپ ؐ کے بعد صرف جھوٹے مدعیان نبوت پیدا ہوں گے، کوئی سچا نبی پیدا نہیں ہوگا۔ نبوت مجھ پر ختم ہوگئی، اگر کسی قسم کی نبوت باقی ہوتی تو یوں ارشاد فرماتے کہ میرے بعد نبی بھی آئیں گے اور دجال و کذاب بھی۔ دیکھو اگر نبی ہو تو اطاعت کرنا اور جو کذاب و دجال ہو اس سے پرہیز کرنا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امت کو مطلقاً صرف یہ ہدایت فرمانا کہ دیکھو جو شخص بھی میرے بعد نبوت کا دعویٰ کرے بے تامل اس کو کذاب و دجال سمجھنا۔ یہ اس امر کی تصریح ہے کہ آپ ؐ کے بعد کسی قسم کی نبوت باقی نہیں رہی''(۷۹)۔

مولانا سلطان محمود رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول (كلهم يزعم أنه نبي) دلیل ہے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت مزعومہ کے

Marfat.com

دعویٰ کو ان کذابوں کے جھوٹا ہونے کی دلیل قرار دیا ہے۔ حالانکہ جو کذاب آپؐ کے بعد پیدا ہوئے ہیں ان سب نے نبوت مستقلہ کا دعویٰ نہیں کیا تو اس سے واضح ہوگیا کہ آپ ﷺ کے بعد نبوت غیر مستقلہ کا مدعی بھی کذاب ہوگا'' (۸۰)۔

حدیث نمبر ۱۱:

﴿قال رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم :لي خمسة أسماء ، أنا محمدوأنا أحمد وأنا الماحي ، الذي يمحو الله بي الكفر وأنا ألحاشر الذي يحشر الناس على قدمي وأنا العاقب (۸۱) مسلم کی روایت میں ہے " وأنا العاقب والعاقب الذي ليس بعدي نبي﴾ (۸۲)

(رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے پانچ نام ہیں میں محمد ہوں اور احمد ہوں اور ماحی ہوں یعنی اللہ تعالیٰ میرے ذریعے کفر مٹائے گا اور میں حاشر ہوں یعنی میرے بعد ہی قیامت آئے گی اور میں عاقب ہوں)۔

یہ حدیث ختم نبوت پر دلالت کرتی ہے۔ لفظ "حاشر" بتا رہا ہے کہ آپ ﷺ کے بعد قیامت ہی آئے گی، اس دوران کوئی دوسرا نبی نہیں آئے گا۔ اور پھر "عاقب" کی تشریح بھی کردی گئی ہے۔ یعنی آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا اور عاقب اس شخص کو کہتے جس کے بعد کوئی دوسرا نہ ہو۔ یہاں مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ کے بعد تا قیامت تک کوئی دوسرا نبی نہیں ہوگا۔

مذکورہ بالا جن احادیث مبارکہ سے علماء کرام نے استدلال کیا ہے اس سے صراحتاً یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ خدا تعالیٰ کے آخری نبی ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد کسی نبی کا آنا محال ہے۔ اگر آپ ﷺ کے بعد بھی بعثت انبیاء اور اجرائے وحی کا سلسلہ جاری رہنا ہوتا تو آپ ﷺ اپنی احادیث مبارکہ میں ضرور اس کا تذکرہ فرماتے۔ مگر آپ ﷺ نے کسی ایک مقام پر بھی اشارۃً یا کنایۃً یہ نہیں فرمایا کہ میرے بعد کوئی نبی مبعوث ہوگا۔ یا میں مہر لگا کر نبی بنادوں گا جو میری محبت میں فنائیت کے مقام طے کرلے گا، وہ منصب نبوت پر متمکن ہو جائے گا یا فلاں زمانہ میں یا فلاں ملک میں کوئی ظلی یا بروزی، تشریعی یا غیر تشریعی، اصلی یا لغوی، مستقل یا غیر مستقل نبی پیدا ہوگا۔ اس کی علامات یہ ہوں گی اس کی اطاعت تم پر فرض ہوگی اگر تم نے اس کی اطاعت نہ کی تو منکر اور کافر ہوجاؤ گے اور دوزخ کا ایندھن بنو گے بلکہ فرمایا کہ جو بھی ہمارے بعد دعویٰ نبوت کرے گا وہ کذاب اور دجال ہوگا۔

ختم نبوت کا تاریخی جائزہ

قرآنی آیات اور احادیث نبویہ کو دیکھتے ہوئے تمام اصحاب پیغمبر ﷺ کا اس بات پر اجماع تھا کہ حضور ﷺ کی ذات اقدس پر نبوت اور وحی کا دروازہ بند ہوچکا ہے اور آپ ﷺ کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی نہ تشریعی نہ غیر تشریعی، نہ ظلی نہ بروزی، نہ حقیقی نہ مجازی آنے والا نہیں۔ چونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس حقیقت کو جانتے

Marfat.com

تھے کہ آپؐ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنے والا کافر، مرتد اور دجال و کذاب ہے۔ اسی لیے مسیلمہ کذاب کے خلاف قتال کرنے اور اسے کافر و مرتد سمجھنے پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قدسی جماعت کا ایک ایک فرد متفق تھا۔

حالانکہ مسیلمہ کذاب بھی مرزا غلام احمد کی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور قرآن کا منکر نہ تھا بلکہ بعینہٖ مرزا غلام احمد کی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایمان لانے کے ساتھ اپنی نبوت کا بھی مدعی تھا۔ یہاں تک کہ اس کی اذان میں بھی (أشهد أن محمد رسول الله) پکارا جاتا تھا اور وہ خود بھی بوقت اذان اس کی شہادت دیتا تھا۔

اس کا نبوت و قرآن پر ایمان اور نماز روزہ سب کچھ تھا مگر ختم نبوت کے بدیہی مسئلہ کے انکار اور دعوائے نبوت کی وجہ سے باجماع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کافر سمجھا گیا اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام، مہاجرین و انصار اور تابعین کا ایک عظیم الشان لشکر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی امارت میں مسیلمہ کے ساتھ جہاد کے لیے یمامہ کی طرف روانہ کیا۔

مسیلمہ کی جماعت جو اس وقت مسلمانوں کے مقابلے کے لیے نکلی تھی اس کی تعداد چالیس ہزار مسلح جوانوں پر مشتمل تھی، جن میں سے اٹھائیس ہزار کے قریب ہلاک ہوئے اور خود مسیلمہ بھی اسی فہرست میں داخل ہوا۔ باقی ماندہ لوگوں نے ہتھیار ڈال دیے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو بہت سا مال غنیمت اور قیدی ہاتھ آئے اور پھر صلح کر لی گئی۔

ان واقعات سے اندازہ ہوتا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی کتنی بڑی جماعت اس میدان میں آئی تھی جنھوں نے ایک مسئلہ ختم نبوت کے انکار کی وجہ سے نہ وقت کی نزاکت کا خیال کیا اور نہ مسلمانوں کی بے سروسامانی کا اور نہ اس جماعت کے اذان و نماز اور تلاوت و اقرار نبوت اور تمام اسلامی احکام کے ادا کرنے کا بلکہ اتنی بڑی عظیم الشان جماعت کے ساتھ جہاد کرنے کے لیے باجماع و اتفاق اٹھ کھڑے ہوئے (۸۳)۔

چند ایک اقوال صحابہ سے بھی ختم نبوت کی اہمیت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے جو کہ درج ذیل ہیں:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر عقیدہ ختم نبوت کا ان لفظوں میں اظہار فرمایا:

﴿اليوم فقدنا الوحی ومن عند الله عزوجل الكلام﴾ (۸۴)

(آج ہم وحی کو اور خدا کی جانب سے کلام کو گم کر چکے ہیں)۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا کہ:

﴿بأبي أنت أمي يا رسول الله ﷺ قد بلغ من فضيلتك عنده أن بعثك آخر الأنبياء وذكرك في أولهم فقال تعالىٰ: واذا خذنا من النبيين ميثاقهم و منك ومن نوح﴾ (۸۵)

(یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت اللہ کے نزدیک اس

درجے کو پہنچی ہوئی ہے کہ آپ ﷺ کو سب انبیاءؑ کے بعد بھیجا اور آپ ﷺ کا ذکر سب سے پہلے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جب ہم نے انبیاءؑ سے عہد لیا اور آپ ﷺ اور نوح علیہ السلام سے''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے شمائل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿بين كتفيه خاتم النبوة وهو خاتم النبيين﴾ (۸۶)

(آپ ﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت ہے اور آپ ﷺ انبیاءؑ کے ختم کرنے والے ہیں)۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ایک درود میں ختم نبوت کا تذکرہ یوں ہے:

﴿أللهم اجعل صلوٰتك و بركاتك و رحمتك على سيد المرسلين و إمام المتقين و خاتم النبيين﴾ (۸۷)

(اے اللہ اپنے درود اور برکتیں اور رحمت رسولوں کے سردار اور متقیوں کے امام اور انبیاء کے ختم کرنے والے پر نازل فرما)۔

حضور ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے روتے ہوئے فرمایا:

﴿قد علمت أنما عندالله خير لرسول الله ولكن أبكي على خبر السماء قد انقطع عنا﴾ (۸۸)

(یہ تو میں بھی جانتی ہوں کہ آپ ﷺ کے لیے وہی بہتر ہے جو اللہ کے نزدیک ہے لیکن میں اس پر روتی ہوں کہ آسمانی خبریں ہم سے منقطع ہو گئیں)۔

ختمِ نبوت پر اجماعِ امت

جس مسئلے پر قرآن و حدیث کے صریح اور واضح دلائل موجود ہوں، جس مسئلے کی مکمل وضاحت امام الانبیاء ﷺ نے خود فرمائی ہو، قرآن و سنت کے دلائل کے پیش نظر جس مسئلے پر اصحابِ پیغمبر ﷺ کی قدسی جماعت نے اتفاق و اجماع کیا ہو بھلا بعد میں آنے والے تابعین و تبع تابعین، محدثین و مفسرین اور امت کے علماء اس متفقہ مسئلے سے اختلاف کس طرح کر سکتے ہیں۔

اس حقیقت کو مدنظر رکھ کر جب ہم دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ پہلی صدی سے لے کر آج تک ہر دور کے اور دنیائے اسلام میں ہر ملک کے مسلمان کا اس عقیدے اور اس نظریے پر اتفاق اور اجماع رہا ہے کہ امام الانبیاء سیدنا محمد رسول ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ آپ ﷺ پر نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔ اور آپ ﷺ کے بعد کسی قسم کے نبی اور رسول کے آنے کی گنجائش نہیں ہے۔ اور اس بات پر بھی علمائے امت کا اجماع رہا ہے کہ جو شخص آپؐ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرتا ہے یا جو شخص مدعی نبوت کو مانتا ہے وہ کافر، مرتد اور ملتِ اسلامیہ سے

Marfat.com

خارج ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے زمانے میں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا اور کہا مجھے موقع دو کہ میں اپنی نبوت کی علامت پیش کروں۔ اس پر امام صاحب نے فرمایا:

﴿من طلب منه علامة فقد كفر لقوله عليه السلام لا نبي بعدي﴾(۸۹)

(جو شخص اس سے علامات کا مطالبہ کرے گا وہ بھی کافر ہو جائے گا کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرما چکے ہیں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں)۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ کے مطابق:

﴿ومن أدعى النبوة لنفسه أو جوز اكتسابها و البلوغ بصفاء القلب إلى مرتبتها كالفلاسفة و غلاة المتصوفة و كذلك من أدعى منهم أنه يوحى إليه و إن لم يدعى النبوة ----- فهؤلآء كلهم كفار مكذبون للنبي صلى الله عليه وسلم لا نه اخبر صلى الله عليه وسلم أنه خاتم النبيين لا نبي بعده و أخبر عن الله تعالىٰ أنه خاتم النبيين و أنه أرسل كافة للناس و اجمعت الأمة على حمل هذا الكلام على ظاهره و أن مفهومه و المراد به دون تاويل و لا تخصيص فلا شك فى كفر هٰؤلآء الطوائف كلها قطعاً إجماعا و سمعا﴾(۹۰)

(جو شخص خود اپنے نبی ہونے کا دعویٰ کرے یا جو نبوت کے اکتساب اور صفائی قلب کے ذریعہ سے مرتبۂ نبوت تک پہنچ جانے کو جائز رکھے جیسا کہ فلسفی لوگ غالی متصوفین کہتے ہیں اور اسی طرح جو دعویٰ کرے کہ اس پر وحی آتی ہے اگرچہ نبی ہونے کا دعویٰ نہ کرے، ایسے سب لوگ کافر ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرنے والے کیونکہ آپؐ نے خبر دی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں کوئی نبی آپؐ کے بعد آنے والا نہیں۔ اور آپؐ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بتایا ہے کہ آپؐ خاتم النبیین ہیں جنھیں تمام انسانوں کی طرف بھیجا گیا ہے اور تمام امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ یہ کلام اپنے ظاہر پر محمول ہے اور اس کے مفہوم و مراد میں تاویل و تخصیص کی گنجائش نہیں ہے، لہٰذا ان تمام لوگوں کے کفر میں قطعاً کوئی شک نہیں ہے، بر بنائے اجماع بھی اور بر بنائے نقل بھی)۔

فتاوی عالمگیری (جسے بارہویں صدی ہجری میں اجل علماء کے ایک بورڈ نے اورنگ زیب عالمگیر پادشاہِ ہند کی ہدایت پر مدون کیا تھا اس کے مطابق):

﴿اذا لم يعرف الرجل أن محمد صلى الله عليه وسلم آخر الأنبياء فليس بمسلم ولو قال أنا رسول الله أو قال بالفارسية من پيغمبرم يريد من پيغام مى برم يكفر﴾(۹۱)

(جب کوئی شخص یہ نہ جانے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں تو وہ مسلمان نہیں ہے۔ اور اگر یہ کہے کہ میں

Marfat.com

اللہ کا رسول ہوں یا فارسی میں کہے من پیغمبرم اور اس کی مراد یہ ہو کہ وہ پیغام لانے والا ہے تو اس کی تکفیر کی جائے گی)۔

علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

﴿ اذا لم یعرف أن محمدﷺ آخر الأنبیاء فلیس بمسلم لأ نه من الضروریات ﴾ (۹۲)

(اگر آدمی یہ نہ سمجھے کہ محمد ﷺ سب سے آخری نبی ہیں تو وہ مسلمان نہیں کیونکہ یہ ان باتوں میں سے ہے جن کا جاننا اور ماننا دین میں ضروری ہے)۔

محی السنہ امام بغوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

﴿ختم الله به النبوة۔۔ختم به النبیین فهو خاتمهم۔۔۔ عن اِبن عباس ان الله تعالیٰ لما حکم ان لانبي بعده لم یعطه ولدا ذکر ابصیر رجلا﴾ (۹۳)

(اللہ نے آپ ﷺ کے ذریعے سے نبوت کو ختم کیا۔ پس آپ ﷺ انبیاء کے خاتم ہیں اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمادیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا)۔

علامہ آلوسی بغدادی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

﴿وکونهﷺ خاتم النبیین ممانطق به الکتاب وصدعت به السنة و أجمعت علیه الأمة فیکفر مدعي خلافه ویقتل اِن أصر﴾ (۹۴)

(اور نبی کریم ﷺ کا خاتم النبیین ہونا ان باتوں سے ہے جن کی کتاب اللہ نے تصریح کی اور سنت نے واشگاف بیان کیا اور امت نے اس پر اجماع کیا۔ لہٰذا اس کے خلاف دعویٰ کرنے والے کی تکفیر کی جائے گی اور اگر اصرار کرے گا تو قتل کیا جائے گا)۔

علامہ علاؤ الدین بغدادی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

﴿ خاتم النبیین ختم الله به النبوة فلا نبوة بعد ہ اي و لا معه﴾ (۹۵)

(خاتم النبیین یعنی اللہ نے آپ ﷺ پر نبوت ختم کردی۔ پس نہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبوت ہے اور نہ آپ ﷺ کے ساتھ ہے)۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

﴿ وکان الله بکل شیئی علیما منه بأن لا نبي بعده واِذانزل اِلیه عیسیٰ بحکم بشر یعته﴾ (۹۶)

(اللہ اس بات کو جانتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں اور عیسیٰ جب نازل ہوں گے تو آپ ﷺ کی شریعت ہی کے مطابق عمل کریں گے)۔

Marfat.com

ملا علی قاری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

﴿ودعوة النبوة بعد نبينا كفر بالأجماع﴾ (۹۷)

(اور نبوت کا دعویٰ ہمارے نبی ﷺ کے بعد بالا جماع کفر ہے)۔

لہٰذا معلوم ہوا عقیدۂ ختم نبوت جس طرح صریح آیاتِ قرآنیہ اور متواتر احادیث نبویہ سے ثابت ہے اسی طرح اجماع صحابہ اور مندرجہ بالا ائمہ کرام کی آراء بھی اس بات کی تائید کرتی ہیں کہ سلسلۂ نبوت حضرت محمد ﷺ پر ختم ہو گیا ہے اور آپؐ کے بعد اب کوئی نبی نہیں آئے گا۔ یہی وجہ ہے کہ علمائے پاکستان نے ختم نبوت کے اثبات کے لیے جہاں آیاتِ قرآنیہ اور احادیث نبویہؐ سے استدلال کیا ہے وہیں اجماع صحابہ اور اجماع امت کو بھی دلیل ختمِ نبوت بنایا ہے۔

ختم نبوت کے عقلی دلائل

قرآن وحدیث کے دلائل کی روشنی میں ختم نبوت کا مسئلہ اتنا نکھر کر سامنے آجاتا ہے کہ اب اس میں کوئی نیا دروازہ یا کھڑکی کھلی نظر نہیں آتی۔ حضور خاتم النبیین ﷺ پر نبوت بغیر کسی تخصیص اور تاویل کے ختم ہونا ثابت ہوگئی۔ لیکن پھر بھی اس عقیدہ کو مزید واضح کرنے کے لیے علماء کرام عقلی دلائل بھی دیتے ہیں تا کہ مسئلہ مزید نکھر کر سامنے آئے۔ علماء کرام نے جو عقلی دلائل دیئے ہیں ان میں سے چند ایک کا ہم یہاں تذکرہ ضرور کریں گے:

مولانا سلطان محمود رحمہ اللہ آپ ﷺ کے خاتم الانبیاء ہونے کی دلیل یہ پیش کرتے ہیں:

''جب آپ ﷺ کا نبی ہونا دلائل سے ثابت ہے اور اہل کتاب بھی آپ ﷺ کے نبی ہونے کو خاص عرب کے لیے مان چکے ہیں تو آپ ﷺ کا ہر دعویٰ سچا ہوگا کیونکہ نبی کا جھوٹ بولنا محال ہے کیونکہ جھوٹ بولنا گناہ کبیرہ ہے اور نبی کا گناہوں سے پاک ہونا ضروری ہے۔ اور آپ ﷺ نے اپنی زبان مبارک سے دعویٰ خاتم الانبیاء ہونے کا کیا ہے، پس ماننا ہوگا کہ آپ ﷺ خاتم الانبیاء ہیں'' (۹۸)۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی ختم نبوت کی عقلی دلیل پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''پیغمبر کی حقیقت کو جو شخص بھی سمجھتا ہو اس کے لیے یہ سمجھنا کچھ مشکل نہیں ہے کہ پیغمبر روز روز پیدا نہیں ہوتے، نہ یہ ضروری ہے کہ ہر قوم کے لیے ہر وقت ایک پیغمبر ہو۔ پیغمبر کی زندگی دراصل اس کی تعلیم و ہدایت کی زندگی ہے۔ جب تک اس کی تعلیم اور ہدایت زندہ ہے، اس وقت تک گویا وہ خود زندہ ہے۔ پچھلے پیغمبروں کا دور ختم ہوگیا، کیونکہ جو تعلیم انھوں نے دی تھی دنیا نے اس کو بدل ڈالا۔ جو کتابیں وہ لائے تھے ان میں سے ایک بھی آج اصل صورت میں موجود نہیں۔ خود ان کے پیرو بھی یہ دعویٰ نہیں کر سکتے کہ ہمارے پاس پیغمبروں کی دی ہوئی اصلی کتابیں موجود ہیں۔ انھوں نے اپنے پیغمبروں کی سیرتوں کو بھی بھلا دیا۔ پچھلے پیغمبروں

میں سے کسی ایک کے بھی صحیح اور معتبر حالات آج کہیں نہیں ملتے۔ یہ بھی یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ کس زمانہ میں پیدا ہوئے؟ کہاں پیدا ہوئے؟ کیا کام انھوں نے کیے؟ کس طرح کی زندگی بسر کی؟ کن باتوں کی تعلیم دی؟ اور کن باتوں سے روکا؟ مگر محمد ﷺ کا دور نبوت جاری ہے کیونکہ ان کی تعلیم و ہدایت زندہ ہے۔ جو قرآن انھوں نے دیا تھا اپنے اصلی الفاظ کے ساتھ موجود ہے۔ اس میں ایک حرف، ایک نقطہ، ایک زیروزبر کا بھی فرق نہیں آیا۔ ان کی زندگی کے حالات، ان کے اقوال، ان کے افعال، سب کے سب محفوظ ہیں اور تیرہ سو برس سے زیادہ مدت گزر جانے کے بعد بھی تاریخ میں ان کا نقشہ ایسا صاف نظر آتا ہے کہ گویا ہم خود رسول اللہ ﷺ کو دیکھ رہے ہیں۔ دنیا کے کسی شخص کی زندگی بھی اتنی محفوظ نہیں جتنی رسول اللہ ﷺ کی زندگی محفوظ ہے۔ ہم اپنی زندگی کے ہر معاملے میں ہر وقت رسول اللہ ﷺ کی زندگی سے سبق لے سکتے ہیں۔ یہی اس بات کی دلیل ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی دوسرے پیغمبر کی ضرورت نہیں"(۹۹)۔

مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

خاتمیت رسول اللہ ﷺ کے لیے اعلیٰ ترین شرف ومنزلت اور عظیم الشان اعزاز واکرام ہے اور رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی شخص کا نبی بن کر آنا رسول اللہ ﷺ کی سخت توہین ہے۔ کیونکہ اگر حضرت محمد ﷺ کے بعد کسی نبی کی آمد فرض کی جائے تو سوال ہوگا کہ نئے نبی کو کچھ نئے علوم بھی دیئے گئے یا نہیں؟ اگر کہا جائے کہ اس نئے نبی کو نئے علوم نہیں دیئے گئے بلکہ وہی علوم اس پر دوبارہ نازل کیے گئے جو حضرت محمد ﷺ پر نازل کیے گئے تھے تو قرآن مجید اور علوم نبوی ﷺ کے موجود ہوتے ہوئے دوبارہ انھی علوم کو نازل کرنا عبث ہوگا اور حق تعالیٰ شانہ عبث سے منزہ ہیں۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ بعد کے نبی کو ایسے علوم دیئے گئے جو رسول اللہ ﷺ کو نہیں دیے گئے تھے تو اس سے۔۔۔ نعوذ باللہ۔ رسول اللہ ﷺ کے علوم کا ناقص ہونا، قرآن کریم کا تمام دینی امور کے لیے واضح بیان (تبیانا لکل شیءِ) نہ ہونا اور دین اسلام کا کامل نہ ہونا لازم آئے گا۔ اور یہ حضرت محمد ﷺ کی، قرآن کریم اور دین اسلام کی سخت توہین ہے (۱۰۰)۔

پیر محمد کرم شاہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"جب حضور نبی کریم ﷺ کی نبوت جملہ اقوام عالم کے لیے اور قیامت تک کے لیے ہے۔ جب حضور ﷺ پر نازل شدہ کتاب بغیر کسی ادنیٰ تحریف کے جوں کی توں ہمارے پاس موجود ہے، جب سرور عالم ﷺ کی سنت مبارکہ اپنی ساری تفصیلات کے ساتھ اس کتاب کی تشریح وتوضیح کر رہی ہے۔ جب شریعت اسلامیہ روز اول کی طرح آج بھی انسانی زندگی کے تمام شعبوں میں ہماری رہنمائی کر رہی ہے، جب قرآن کریم کی یہ آیت مبارکہ آج اعلان کر رہی:

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾ (۱۰۱)

Marfat.com

تو پھر کسی اور نبی کی بعثت کا کیا فائدہ ہے اور اس سے کس مقصد کی تکمیل مطلوب ہے۔آفتاب محمدی ﷺ طلوع ہو چکا، عالم کا گوشہ گوشہ اس کی کرنوں سے روشن ہو رہا ہے تو پھر دن کے اجالے میں کسی چراغ کو روشن کرنا قطعاً قرین دانشمندی نہیں ہے (۱۰۲)۔

اگر چہ قرآن وحدیث اور اجماع کے بعد ان عقلی دلائل کی کوئی حاجت نہیں رہتی تاہم دو وجوہ کی بنا پر اس کی ضرورت محسوس ہوئی اول تو یہ کہ نقل کو جب عقل کے ساتھ مطابق کر کے دکھلایا جاتا ہے تو یہ حکم دل میں اتر جاتا ہے اور اس پر عمل کرنے میں مدد ملتی ہے۔ دوسرا یہ کہ جھوٹے نبیوں نے جہاں قرآن وحدیث میں مختلف تاویلات کی ہیں اس کے ساتھ یہ بھی ذہن نشین کرانے کی کوشش کی ہے کہ عقیدۂ ختم نبوت عقل کے خلاف ہے۔ چنانچہ اس ضرورت کو مدنظر رکھ کر میں نے ضروری سمجھا کہ عقلی دلائل کے ذریعے سے بھی اس عقیدے کو واضح کیا جائے تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ عقیدۂ ختم نبوت عین مقتضائے عقل ہے۔

عقیدۂ ختم نبوت پر مسلم مفکرین کی آراء

امام غزالی رحمۃ اللہ (۴۵۰ - ۵۰۵ھ) کا نظریہ ختم نبوت:

امام غزالی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں: اگر یہ دروازہ (یعنی اجماع کو حجت ماننے سے انکار کا دروازہ) کھول دیا جائے تو بڑی قبیح باتوں تک نوبت پہنچ جاتی ہے مثلاً اگر کہنے والا کہے کہ ہمارے نبی محمد ﷺ کے بعد کسی رسول کی بعثت ممکن ہے تو جو اس کی تکفیر کو ناجائز ثابت کرنا چاہتا ہو اسے لامحالہ اجماع سے مدد لینی پڑے گی کیونکہ عقل اس کے عدم جواز کا فیصلہ نہیں کرتی اور جہاں تک نقل کا تعلق ہے اس عقیدے کا قائل ﴿لا نبي بعدي اور خاتم النبيين﴾ کی تاویل سے عاجز نہ ہوگا، وہ کہے گا کہ خاتم النبیین سے مراد اولوالعزم رسولوں کا خاتم ہونا ہے اور اگر کہا جائے کہ نبیین کا لفظ عام ہے تو عام کو خاص قرار دے دینا اس کے لیے کچھ مشکل نہ ہوگا اور لا نبی بعدی کے متعلق وہ کہہ دے گا کہ لا رسول بعدی تو نہیں کہا گیا ہے۔ رسول اور نبی میں فرق یہ ہے کہ نبی کا مرتبہ رسول سے بلند تر ہے، غرض اس طرح کی بکواس بہت کچھ کی جا سکتی ہے اور محض لفظ کے اعتبار سے ایسی تاویلات کو ہم محال نہیں سمجھتے بلکہ ظواہر پر تشبیہ کی تاویل میں ہم اس سے بھی زیادہ بعید احتمالات کی گنجائش مانتے ہیں اور اس طرح کی تاویلیں کرنے والے کے متعلق ہم یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ وہ نصوص کا انکار کر رہا ہے لیکن اس قول کے قائل کے انکار میں ہم یہ کہیں گے کہ امت نے بالاتفاق اس لفظ یعنی (لا نبي بعدي) سے اور نبی ﷺ کے قرائن احوال سے یہ سمجھا ہے کہ حضور ﷺ کا مطلب یہ تھا کہ آپ ﷺ کے بعد کبھی نہ کوئی نبی آئے گا نہ رسول، نیز امت کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ اس میں کسی تاویل اور تخصیص کی گنجائش نہیں ہے لہٰذا ایسے شخص کو منکر اجماع کے سوا اور کچھ نہیں کہا جا سکتا (۱۰۳)۔

Marfat.com

قاضی عیاض (م ۵۴۴ھ) لکھتے ہیں:

''جو شخص خود اپنے حق میں نبوت کا دعویٰ کرے یا اس کو جان رکھے کہ آدمی نبوت کا اکتساب کر سکتا ہے اور صفائی قلب کے ذریعہ سے نبوت کو پہنچ سکتا ہے جیسا کہ بعض فلسفی اور غالی صوفی کہتے ہیں اور اسی طرح جو شخص نبوت کا دعویٰ تو نہ کرے مگر یہ دعویٰ کرے کہ اس پر وحی آتی ہے ایسے سب لوگ کافر اور نبی ﷺ کو جھٹلانے والے ہیں کیونکہ آپ ﷺ نے خبر دی ہے کہ آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں اور آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ خبر پہنچائی ہے کہ آپ ﷺ نبوت کے ختم کرنے والے ہیں اور تمام انسانوں کی طرف آپ ﷺ کو بھیجا گیا ہے اور تمام امت کا اس پر اجماع ہے کہ یہ کلام اپنے ظاہر مفہوم پر محمول ہے، اس کے معنی و مفہوم میں کسی تاویل و تخصیص کی گنجائش نہیں ہے لہٰذا ان تمام گروہوں کے کافر ہونے میں قطعاً کوئی شک نہیں بر بنائے اجماع بھی اور بر بنائے عقل بھی (۱۰۴)۔''

علامہ حافظ الدین النسفی رحمہ اللہ اپنی تفسیر مدارک التنزیل میں لکھتے ہیں:

آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں یعنی نبیوں میں سب سے آخری نبی ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد کوئی شخص نبی نہیں بنایا جائے گا۔ رہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو وہ ان انبیاءؑ میں سے ہیں جو آپ ﷺ سے پہلے نبی بنائے جا چکے تھے اور جب وہ نازل ہوں گے تو شریعت محمدی ﷺ پر عمل کرنے والے کی حیثیت سے نازل ہوں گے گویا کہ وہ آپ ﷺ کی امت کے افراد میں سے ہیں (۱۰۵)۔

علامہ آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں: نبی کا لفظ رسول کی بہ نسبت عام ہے، لہٰذا رسول ﷺ کے خاتم النبیین ہونے سے خود لازم آتا ہے کہ آپ ﷺ خاتم النبیین بھی ہوں۔

ترجمان حقیقت علامہ محمد اقبال بیسویں صدی کے شہرہ آفاق دانشور عظیم روحانی شاعر اعلیٰ درجے کے مفکر اور بلند پایہ فلسفی ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عہد ساز انسان بھی تھے۔ ان کا دل ملت اسلامیہ کے ساتھ دھڑکتا تھا۔ وہ انسانیت کی اعلیٰ قدروں کے وارث تھے۔ علامہ اقبال کو اس بات کا مکمل ادراک تھا کہ ملت اسلامیہ کو جن فتنوں نے سب سے زیادہ نقصان پہنچایا ان میں سب سے خطرناک فتنہ، فتنہ قادیانیت کا ہے۔ چنانچہ انھی کو یہ منفرد اعزاز حاصل ہے کہ انھوں نے حکومت کے سامنے سب سے پہلے یہ مطالبہ پیش کیا کہ قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا جائے کیونکہ یہ اسلام کا لبادہ اوڑھ کر ملت اسلامیہ کی اجتماعیت کو پارہ پارہ کر رہے ہیں اور مسلمانوں کے اندر ایک نئی امت تشکیل دے رہے ہیں۔

ایک دفعہ اپنے خط بنام پنڈت جواہر لال نہرو مورخہ 21رجون 1936ء میں انھوں نے قادیانیوں کے سیاسی رویے کا تجزیہ کرتے ہوئے یہ تحریر کیا: ''میرے ذہن میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ قادیانی اسلام اور ملک دونوں کے غدار ہیں۔'' ایک اور موقع پر انھوں نے قادیانی عقائد وعزائم کا تجزیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ قادیانیت یہودیت کا چربہ ہے۔

Marfat.com

علامہ محمد اقبال رحمہ اللہ نے مرزائیوں کی دونوں شاخوں کو خارج از اسلام قرار دیا۔ انجمن حمایت اسلام کے دروازے ان پر بند کر دیے۔ وہ فرماتے تھے کہ مرزائی لاہوری ہو یا قادیانی انجمن کا ممبر نہیں بن سکتا۔ ایک دفعہ علامہ محمد اقبال جنرل کونسل کے اجلاس عام کی صدارت فرمانے لگے تو آپ نے کھڑے ہو کر سب سے پہلے اعلان فرمایا: کہ مسلمانوں کی اس انجمن کا کوئی مرزائی (لاہوری یا قادیانی) ممبر نہیں ہو سکتا۔

مرزا قادیانی کے متبعین کی یہ دونوں جماعتیں خارج از اسلام ہیں۔ اس وقت ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ قادیانی کرسیِ صدارت کے عین سامنے بیٹھے تھے۔ ان کے ساتھ ہی میاں امیر الدین فروکش تھے۔ حضرت علامہ نے ڈاکٹر یعقوب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ''مجھے صدر رکھنا ہے تو اس شخص کو نکال دو۔'' ڈاکٹر مرزا یعقوب لاہوری جماعت کے پیرو تھے، حضرت علامہ کے اس اعلان سے تھرا گئے کانپ اٹھے، جان بلب ہو گئے اور کچھ کہنا چاہا حتیٰ کہ ان کا رنگ فق ہو گیا۔ حضرت علامہ مصر رہے کہ اس شخص کو یہاں سے جانا ہوگا چنانچہ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ بیک بنی ددو گوش نکال دیئے گئے۔ ان کی طبیعت پر اس اخراج کا یہ اثر ہوا کہ بدحواس ہو گئے دو چار دن ہی میں مرض الموت نے آلیا (۱۰۶)۔

ڈاکٹر غلام جیلانی برق اپنی کتاب ''حرف محرمانہ'' میں لکھتے ہیں: ''لیکن قرآن حکیم میں کسی آنے والے نبی کا اشارہ تک موجود نہیں بلکہ حضور ﷺ کو خاتم الانبیاء قرار دینے کے بعد تقریباً ایک سو آیات میں اس حقیقت کو بارہا دہرایا گیا ہے کہ اب قیامت تک کوئی اور وحی نازل نہیں ہوگی۔ سورۃ بقرۃ کی ابتدائی آیات میں مؤمنوں کی تعریف یہ بتائی گئی ہے کہ وہ غیب پر ایمان لانے کے بعد صلوٰۃ اور زکوٰۃ پر کاربند ہوتے ہیں اور ﴿وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ﴾ (وہ اس وحی پر ایمان لاتے ہیں جو تم پر نازل ہوئی اور جو تم سے پہلے انبیاءؑ کو دی گئی) غور کرو کہ حضور ﷺ اور قیامت کے درمیان کسی وحی کا ذکر موجود نہیں۔ مسلمان کی تعریف صرف یہ بتائی گئی ہے کہ وہ حضور ﷺ اور سابق انبیاءؑ کی وحی پر ایمان لانے کے بعد قیامت پر یقین رکھتا ہو اگر حضور ﷺ کے بعد کسی نبی کی آمد مقدر ہوتی تو جس اللہ نے آیات نازل کیں جس نے زمین پہ چلنے، گفتگو کرنے، نکاح طلاق، وضو قربانی تجارت اور قرض جیسے چھوٹے چھوٹے مسائل کو کھول کھول بیان کیا اس سے کیسے ممکن تھا کہ وہ امت مسلمہ کو ایک نبی کی آمد سے غافل رکھتا اور حضور ﷺ کے بعد صرف قیامت پر ایمان لانے کا حکم دیتا، جس اللہ نے پہلے انبیاء کو بارہا تاکید کی تھی کہ بعد میں آنے والے انبیاء پر بھی ایمان لانا اور جن کے صحائف اس قسم کی پیش گوئیوں سے لبریز ہیں وہ اللہ مسلمانوں پر یہ ظلم نہیں کر سکتا تھا کہ پہلے تو حضور ﷺ کو خاتم النبیین قرار دیتا ہو پھر ایک سو آیات میں انھیں حضور ﷺ اور پہلے انبیاءؑ کی وحی پر ایمان لانے کے بعد قیامت پر یقین رکھنے کی ہدایت کرتا ایسے لوگوں کو ﴿اُولٰٓـئِکَ عَلٰی ھُدًی مِّنْ رَّبِّھِمْ وَاُولٰٓـئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ (انھوں نے پائی ہے راہ اپنے رب کی اور وہی مراد کو پہنچے) ہدایت یافتہ اور ناجی قرار دیتا ہے اور پھر چپکے سے ایک رسول بھی بھیج دیتا۔ حضور ﷺ کو اپنی امت سے عشق تھا کہ ﴿عَزِیْزٌ

عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَؤُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴾ (محمد ﷺ کو تمھاری تکلیف سخت شاق گزرتی ہے، وہ تمھیں سربلند دیکھنے کے لیے مضطرب ہے اور وہ تم پر بے حد مہربان اور شفیق ہے)۔

تو جس رسول ﷺ کو اپنی امت سے ایسا عشق ہے وہ کیسے برداشت کر سکتا تھا کہ ساری امت آنے والے نبی سے غافل ہو کر جہنم کا ایندھن بن جائے یقیناً کسی نبی کی بعثت مقدر ہی نہیں تھی ورنہ حضور ﷺ کی وحی میں لازماً اس کا ذکر ہوتا (۱۰۷)۔

معروف منکر حدیث غلام احمد پرویز اپنی کتاب ختم نبوت اور تحریک احمدیت کے پیش لفظ میں لکھتا ہے:
''مرزا صاحب کا دعویٰ نبوت کا ہو یا مثیل مسیح وغیرہ کا میری تحقیق کی رُو سے یہ تمام دعاوی قرآن کریم کے خلاف اور کذب وافتراء ہیں۔'' اسی کتاب میں ایک اور جگہ اس طرح رقمطراز ہے:

''میں آپ کی توجہ ایک بار پھر اس حقیقت کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ اللہ نے اپنی محفوظ ترین کتاب قرآن مجید کو قیامت تک کے آنے والے انسانوں کے لیے ضابطۂ حیات بنایا ہے۔ جب کتاب ایسی ہے جس کے بعد قیامت تک کسی اور کتاب کی ضرورت نہیں، نبی تو کتاب اس لیے لے کر آتا ہے تاکہ لوگوں کی رہنمائی کرے جب کوئی کتاب ہی نہیں آئی تو نبی کیا کرنے آئے گا، کتاب دائمی ہے، اس لیے اس کتاب کے لانے والے نبی کی نبوت بھی دائمی ہے، کتاب کے بعد مزید کتابوں کا سلسلہ ختم، اس لیے اس نبی کے بعد نبوت کا سلسلہ بھی ختم (۱۰۸)۔

اسی کتاب کے باب نمبر آٹھ کے اختتام پر غلام احمد پرویز لکھتا ہے کہ ہماری قرآنی بصیرت کے مطابق مرزا صاحب کے متبعین (خواہ وہ قادیانی ہوں خواہ لاہوری) امت محمدیہ کے افراد قرار نہیں پا سکتے (۱۰۹)۔

نوٹ: اس مقالے سے میرے ایم فل کے طالب علم محمد عمران نے بھی اپنے ایم فل کے مقالے کے لیے استفادہ کیا ہے۔

Marfat.com

حوالہ جات

۱۔ الاحزاب (۳۳) ۴۰۔
۲۔ ابن کثیر، عماد الدین اسماعیل، علامہ، تفسیر ابن کثیر (مترجم مولانا محمد جونا گڑھی) (مشتاق بک کارنر، لاہور، ۲۰۰۶) ۲۴۵/۴۔۲۴۶۔
۳۔ منصور پوری، قاضی محمد سلیمان، سلمان، رحمۃ للعالمین، (الفیصل ناشران وتاجران، لاہور) ۳/ ۸۸۔
۴۔ کاندھلوی، محمد ادریس، مولانا، معارف القرآن (مکتبہ عثمانیہ، لاہور) ۵/۵۱۵۔
۵۔ ایضاً۔
۶۔ چنیوٹی، منظور احمد، مولانا، ردقادیانیت کے زریں اصول، (ادارہ مرکز دعوۃ وارشاد، چنیوٹ، ۲۰۰۱ء) ص:۳۶۵۔
۷۔ سلطان محمود، مولانا، ضرورت رسالت (مکتبہ حسینیہ، سرگودھا، ۱۴۰۵ھ) ص:۷۱۔۷۲۔
۸۔ خالد محمود، علامہ ڈاکٹر، عقیدۃ الامت فی معنی ختم نبوت (دار المعارف لاہور، ۱۹۹۵ء) ص:۸۵۔۸۶۔
۹۔ المائدہ، (۵)، ۳۔
۱۰۔ کاندھلوی، معارف القرآن ۲/۲۸۱۔
۱۱۔ اصلاحی، محمد امین احسن، تدبر قرآن، (فاران فاؤنڈیشن، لاہور، ۱۹۸۸ء) ۲/۴۵۸۔
۱۲۔ چنیوٹی، ردقادیانیت کے زریں اصول، ص:۳۷۶-۳۷۷۔
۱۳۔ محمد شفیع، مفتی، ختم نبوت، (ادارۃ المعارف، کراچی، ۱۹۹۸ء) ۱۳۴۔
۱۴۔ البقرہ (۲) ۴-۵۔
۱۵۔ امرتسری، محمد عبداللہ معمار، محمدیہ پاکٹ بک بجواب احمدیہ پاکٹ بک، (المکتبۃ السلفیہ، لاہور، ۱۹۷۱ء) ۴۱۰۔۴۱۱
۱۶۔ الازہری، محمد کرم شاہ، ضیاء القرآن، (ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور ۱۴۰۲ھ) ۱/۳۱، ۳۲۔
۱۷۔ چنیوٹی، ردقادیانیت کے زریں اصول، ص:۳۶۲۔
۱۸۔ الاعراف (۷) ۱۵۸۔
۱۹۔ محمد شفیع، مفتی، معارف القرآن (دار المعارف کراچی) ۴/۹۰۔
۲۰۔ ایضاً۔
۲۱۔ الازہری، محمد کرم شاہ، ضیاء القرآن، ۲/ ۹۳۔
۲۲۔ آل عمران، (۳) ۸۱۔
۲۳۔ محمد ادریس، کاندھلوی، احتساب قادیانیت (عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، ملتان) ۲/ ۷۳۔
۲۴۔ مودودی، سید ابو الاعلیٰ، تفہیم القرآن، (ادارہ ترجمان القرآن، لاہور ۱۹۹۱ء) ۱/۲۶۹۔
۲۵۔ محمد شفیع، مفتی، ختم نبوت، ص:۱۴۲-۱۴۳۔

Marfat.com

۲۶۔ السباء(۳۴)۲۸۔
۲۷۔ مودودی، تفہیم القرآن،۲۰۲/۴-۲۰۳۔
۲۸۔ محمد شفیع، مفتی، ختم نبوت،۱۹۳۔
۲۹۔ الاحزاب(۳۳)۴۵-۴۶۔
۳۰۔ شجاع آبادی، محمد اسماعیل، خطبات ختم نبوت (عالمی مجلس ختم نبوت، ملتان)۴/ ۷۷
۳۱۔ ایضاً،۴/۷۹۔
۳۲۔ چنیوٹی، ردّ قادیانیت کے زریں اصول، ص:۳۷۶۔
۳۳۔ الصف(۶۱)۹۔
۳۴۔ محمد شفیع، مفتی، ختم نبوت،۱۵۳-۱۵۴۔
۳۵۔ اللہ وسایا، مولانا، آئینہ قادیانیت، (عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، ملتان۲۰۰۴ء) ص:۴۶۔
۳۶۔ چنیوٹی، ردقادیانیت کے زریں اصول، ص:۳۷۳۔
۳۷۔ النساء(۴)۱۵۵۔
۳۸۔ النساء(۴)۶۴۔
۳۹۔ محمد شفیع، مفتی، ختم نبوت، ص:۱۴۸-۱۴۹۔
۴۰۔ الفرقان(۲۵)۱۔
۴۱۔ ازہری، ضیاء القرآن،۳۴۹/۳-۳۵۰۔
۴۲۔ کاندھلوی، معارف القرآن،۱۶۸/۵۔
۴۳۔ الشوریٰ،(۴۲)۳۔
۴۴۔ محمد شفیع، مفتی، ختم نبوت، ص:۱۷۹۔
۴۵۔ النساء(۴)۵۹۔
۴۶۔ امرتسری، محمدیہ پاکٹ بک بجواب احمدیہ پاکٹ بک، ص:۴۰۹۔
۴۷۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، ابوعبداللہ، الجامع الصحیح، (دارالسلام، الریاض، ۱۹۹۹ء) ص:۵۹۵، حدیث نمبر:۳۵۳۵۔
۴۸۔ شجاع آبادی، خطبات ختم نبوت،۱۲۰/۳-۱۲۱۔
۴۹۔ ازہری، ضیاء القرآن،۷۰/۴،۷۱۔
۵۰۔ اصلاحی، تدبر قرآن،۲۴۵/۶۔
۵۱۔ محمد شفیع، مفتی، ختم نبوت، ص:۲۰۶۔
۵۲۔ سلطان محمود، ضرورت رسالت، ص:۷۸۔
۵۳۔ بخاری، الجامع الصحیح، ص:۵۸۲، حدیث نمبر:۳۴۵۵۔
۵۴۔ ظہیر، احسان الٰہی، علامہ، القادیانیہ، (الدعوۃ والارشاد، الریاض،۱۴۰۲ھ) ص:۲۸۰-۲۸۱۔

Marfat.com

۵۵۔ چنیوٹی، ردِ قادیانیت کے زریں اصول، ص:۳۸۲۔

۵۶۔ محمد شفیع، مفتی، معارف القرآن، ۱۶۶/۷، ۱۶۷۔

۵۷۔ اللہ وسایا، قادیانی شبہات کے جوابات، ۱۹۴/۱، ۱۹۵۔

۵۸۔ بخاری، الجامع الصحیح، ص:۱۲۰۶، حدیث نمبر:۶۹۹۰۔

۵۹۔ محمد شفیع، مفتی، ختم نبوت، ص:۲۲۶۔

۶۰۔ ترمذی، محمد بن عیسیٰ، ابوعیسیٰ، السنن، (دار السلام، الریاض ۱۹۹۹ء) ص:۸۳۸، حدیث نمبر:۳۶۸۶۔

۶۱۔ سلطان محمود، ضرورت رسالت، ص:۷۶-۷۷۔

۶۲۔ محمد شفیع، مفتی، ختم نبوت کامل، ص:۲۳۹۔

۶۳۔ کاندھلوی، احتساب قادیانیت، ۴۲/۲۔

۶۴۔ بخاری، الجامع الصحیح، ص:۷۴۹، حدیث نمبر:۴۴۱۶۔

۶۵۔ سلطان محمود، ضرورت رسالت، ص:۸۱-۸۲۔

۶۶۔ مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح (دار السلام، الریاض ۲۰۰۰) ص:۵۸۳، حدیث نمبر:۳۳۷۶۔

۶۷۔ اللہ وسایا، قادیانی شبہات کے جوابات، ۱۶۴/۱۔

۶۸۔ مودودی، سیرت سرور عالم، (ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، ۱۹۹۴ء) ۲۰۰/۱-۲۰۱۔

۶۹۔ مسلم، الجامع الصحیح، ص:۲۱۳، حدیث نمبر:۱۱۶۷۔

۷۰۔ خالد محمود، عقیدۃ الامت فی معنی ختم نبوت، ص:۱۳۶۔

۷۱۔ ترمذی، السنن، ص:۵۲۲، حدیث نمبر:۲۲۷۲۔

۷۲۔ سلطان محمود، ضرورت رسالت، ص:۷۹-۸۰۔

۷۳۔ ازہری، ضیاء القرآن، ۷۱/۴۔

۷۴۔ اصلاحی، تدبر قرآن، ۲۴۷/۶-۲۴۸۔

۷۵۔ بخاری، الجامع الصحیح، ص:۱۱۲۷، حدیث نمبر:۶۵۰۴۔

۷۶۔ محمد شفیع، مفتی، ختم نبوت، ص:۲۳۰۔

۷۷۔ امرتسری، محمدیہ پاکٹ بک بجواب احمدیہ پاکٹ بک، ص:۴۲۱۔

۷۸۔ ترمذی، السنن، ص:۵۰۹، حدیث نمبر:۲۲۱۹۔

۷۹۔ کاندھلوی، احتساب قادیانیت، ۲۵/۲۔

۸۰۔ سلطان محمود، ضرورت رسالت، ص:۷۷۔

۸۱۔ بخاری، الجامع الصحیح، ص:۵۹۴، حدیث نمبر:۳۵۳۲۔

۸۲۔ مسلم، الجامع الصحیح، ص:۱۰۳۴، حدیث نمبر:۶۱۰۵۔

۸۳۔ محمد شفیع، مفتی، ختم نبوت، ص:۳۰۲، ۳۰۴۔

Marfat.com

۸۴۔ المتقی، علی بن حسام الدین، علاؤ الدین، امام، کنز العمال، (ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان) ۷/ ۲۳۵۔
۸۵۔ محمد شفیع، مفتی، ختم نبوت، ص: ۳۱۰۔
۸۶۔ زکریا، محمد، شمائل ترمذی ترجمہ مع شرح (مکتبہ رحمانیہ، لاہور) ص: ۱۷۔
۸۷۔ المتقی، کنز العمال، ۷/ ۲۷۹۔
۸۸۔ ایضاً، ۷/ ۲۲۵۔
۸۹۔ ابن حجر، احمد بن علی، الخیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفہ النعمان، (مطبعۃ المدنی، قاہرہ، ۱۴۱۵ھ) ص: ۱۱۹۔
۹۰۔ عیاض بن موسیٰ، قاضی، الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ (دار الکتاب العربی، بیروت) ص: ۲۷۰، ۲۷۱۔
۹۱۔ فتاویٰ عالمگیری، (المطبعۃ العربیہ، لاہور) ۲/ ۱۶۳۔
۹۲۔ ابن نجیم، زین الدین، الاشباہ والنظائر، (ادارۃ القرآن، کراچی) ۱۷۹۔
۹۳۔ بغوی، حسین بن مسعود، معالم التنزیل، (مطبعہ فتح الکریمیہ، بمبئی) ۳/ ۱۷۸۔
۹۴۔ آلوسی، محمود، علامہ، روح المعانی (المکتبہ الرشیدیہ، لاہور) ۲۲/ ۳۹۔
۹۵۔ علاؤ الدین، علی بن محمد، بغدادی، تفسیر خازن، (المکتبۃ العلمیہ، القاہرہ، مصر) ۵/ ۲۱۸۔
۹۶۔ سیوطی، جلال الدین، علامہ، تفسیر جلالین، (کارخانہ تجارت کتب، کراچی) ص: ۳۵۵۔
۹۷۔ ملا قاری، علی، شرح فقہ اکبر، (مطبع مجتبائی، دہلی) ص: ۲۰۲۔
۹۸۔ سلطان محمود، ضرورت رسالت، ص: ۸۵۔
۹۹۔ مودودی، مولانا، سیرت سرور عالمؐ، ۱/ ۱۷۱۔
۱۰۰۔ لدھیانوی، محمد یوسف، تحفہ قادیانیت (شرکت پرنٹنگ پریس، لاہور ۱۹۹۳) ۱/ ۴۹۔
۱۰۱۔ المائدہ (۵) ۳۔
۱۰۲۔ ازہری، ضیاء القرآن، ۴/ ۷۳۔
۱۰۳۔ اقتصاد فی الاعتقاد (المطبعۃ الدینیہ، مصر) ص ۱۱۴، ترجمہ بحوالہ مولانا مودودی سیرت سرور عالمؐ۔
۱۰۴۔ قاضی عیاض، الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ، ۲/ ۲۷۰ تا ۲۷۱۔
۱۰۵۔ نسفی، امام عبداللہ بن احمد بن محمود، مدارک التنزیل وحقائق التاویل المعروف تفسیر نسفی (قدیمی کتب خانہ کراچی) ۳/ ۱۳۷۶۔
۱۰۶۔ محمد متین خالد، تحفظ ختم نبوت اہمیت وفضیلت (ادارہ تالیفات ختم نبوت، لاہور ۲۰۱۰ء) ص: ۱۹۰ تا ۱۹۲۔
۱۰۷۔ برق، غلام جیلانی، حرف محرمانہ (ملک غلام علی اینڈ سنز، لاہور) ص: ۲۳ تا ۲۴۔
۱۰۸۔ پرویز، غلام احمد، تحریک نبوت اور تحریک احمدیت (طلوع اسلام ٹرسٹ، لاہور) ص: ۲۳۔
۱۰۹۔ ایضاً، ص: ۱۸۴۔

Marfat.com

(۲) منصب نبوت کا تشریعی مقام

اسلام کامل ضابطہ حیات ہونے کے ناطے، فکری اساسیات اور عملی تعلیمات کا حسین امتزاج ہے۔ اس کی بنیادی تعلیمات جو کہ مسلمانوں کا دستور ہے قرآن میں موجود ہیں لیکن اس دستور کی تشریح وتوضیح کی ضرورت باقی رہتی ہے۔ اور یہ ضرورت الہامی تشریح وتوضیح یعنی سنت وحدیث کی شکل میں مہیا کی گئی ہے۔ چونکہ عملی دین کی دعوت کے لیے عملی نمونہ ایک طبعی وفطری ضرورت ہے، لہٰذا یہ ضرورت رسول اللہ ﷺ کو بطور نمونہ پیش کرکے پوری کی گئی ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾(۱)

(بے شک نبی کریمؐ کی ذات تمھارے لیے بہترین نمونہ ہے)۔

اس آیت میں: "اُسْوۃ بالکسر والضم" اس حالت کا نام ہے جس میں انسان اس کی پیروی کرے خواہ یہ اقتداء اچھائی میں ہو یا برائی میں۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ کی پیروی کو حسنہ سے مقید فرمایا گیا، اس آیت میں واضح طور پر فرمایا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کے ارشادات اور فرمودات میں ان کی اطاعت بہتر طریقہ کار ہے اور یہ پیروی اور اتباع ہی اللہ تعالیٰ پر ایمان اور آخرت پر یقین کی دلیل ہے۔ اگر رسول اللہ ﷺ کی اتباع کا جذبہ کسی دل میں نہیں ہے تو نہ اسے اللہ تعالیٰ سے امید رکھنا چاہیے اور نہ قیامت پر اس کے ایمان کا تصور ہی کیا جاسکتا ہے۔

ارشاد نبوی ﷺ ہے:

﴿محمدٌ فرقٌ بین الناس﴾(۲)

(کفر اور اسلام میں فرق محمد ﷺ کی ذات ہے)۔

مذکورہ بالا آیت نے دینی اور دنیاوی تمام امور میں رسول اللہ ﷺ کو اسوۂ حسنہ قرار دیا اور اسے ایمان باللہ اور ایمان بالآخرت کے لیے اساس قرار دیا ہے۔ قرآن مجید نے رسول اللہ ﷺ کی سیرت کو بڑے ہی حکیمانہ انداز سے بیان کیا ہے۔ اور اگر کوئی طالب حق ان تمام مقامات کو پڑھے تو سنت کی حجیت اور رسول اللہ ﷺ کی اتباع کی فرضیت میں اس کو کوئی شک باقی نہیں رہے گا۔

قرآن مجید نے اس موضوع کو مختلف عنوانات اور مختلف طرق سے بیان فرمایا ہے۔ قرآن کے انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کی نگاہ میں یہ مسئلہ ایمان کے لیے بنیادی حیثیت کا حامل ہے۔

مکمل نظامِ حیات ہونے کا دعویٰ بھی فکری رہنمائی کے ساتھ جزئیات کی تفصیل کا طالب ہے۔ اور یہ

Marfat.com

طلب بھی سنت نبوی ﷺ کی روایات کی شکل میں موجود ومحفوظ ذخیرہ ہی پوری کرتا ہے۔ سنت وحدیث کی اہمیت وضرورت اوراس کا دین میں مقام ومرتبہ کیا ہے۔ قرآن مجید میں کئی مقامات ایسے ہیں جن میں پیغمبر کی سنت اور اس کی تفسیر وتشریح کو قرآن مجید کی تفہیم اور عمل درآمد کے لیے لازم قرار دیا گیا ہے۔ خود رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا:

﴿ألا اني أوتيت القرآن وما يعدله﴾ (۳)

(یادرکھو مجھے قرآن مجید بھی دیا گیا ہےاوراس کے برابراتنا ہی اور بھی دیا گیا ہے)۔

اس نکتے کی مزید وضاحت کے لیے درج ذیل نکات پر دعوتِ غور وفکر دی جارہی ہے۔

۱۔ رسالت پر ایمان کا تقاضہ:

اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ایک ایمان بالرسول ﷺ ہے۔ چنانچہ ارشادخداوندی ہے:

﴿ فَآمِنُواْ بِاللهِ وَرَسُوْلِه﴾ (۴)

(پس ایمان لاؤ اللہ پراوراس کے رسولؐ پر)۔

ایک اورمقام پراللہ رب العزت فرماتے ہیں:

﴿آمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهِ وَالْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ آمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلآئِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِه﴾ (۵)

(رسول ﷺ اس ہدایت پرایمان لایا ہے جواس کے رب کی طرف سے اس پر نازل ہوئی ہے اور مومنوں نے بھی اس ہدایت کو دل سے تسلیم کرلیا ہے۔ یہ سب اللہ، اس کے فرشتوں اوراس کی کتابوں اوراس کے رسولوں کو مانتے ہیں)۔

اسی طرح فرمایا:

﴿فَآمِنُواْ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِ وَلَا تَقُوْلُواْ ثَلَاثَةٌ﴾ (۶)

(پس تم اللہ اوراس کے رسولوں پرایمان لاؤ اور نہ کہو کہ تین ہیں)۔

ایک دوسرے مقام پرارشادخداوندی ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ آمَنُواْ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِ وَلَمْ يُفَرِّقُواْ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْهُمْ أُوْلَئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ أُجُوْرَهُمْ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْراً رَّحِيْماً﴾ (۷)

(اور جولوگ اللہ اور اس کے رسولوں کو مانیں اوران کے درمیان تفریق نہ کریں ان کو وہ ضروران کے اجرعطا کرے گا اوراللہ بہت بخشش کرنے والا بہت رحم کرنے والا ہے)۔

اس عقیدے کے انکار سے حقیقتِ ایمان میں فرق آتا ہے۔ انکار نبوت اور انکار فرامین نبوت میں

Marfat.com

کوئی خاص فرق نہیں۔ ایمان پیغمبر کے جسم اطہر پر نہیں لایا جاتا ارشادات پر ہی لایا جاتا ہے۔ آپ ﷺ کی ذات وجود کو تو کافر بھی مانتے تھے لیکن آپ ﷺ کی نبوت کے منکر تھے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَإِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُونَكَ وَلَٰكِنَّ الظَّالِمِينَ بِآيَاتِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ﴾ (۸)

(بے شک یہ لوگ تمھیں نہیں جھٹلاتے بلکہ یہ ظالم دراصل اللہ کی آیات کا انکار کر رہے ہیں)۔

پس اس عقیدے کی رو سے سنت وحدیث پر ایمان وعمل کے بغیر مسلمان ہونا ممکن نہیں گویا سنت وحدیث باعث مسلمانی ہے (۹)۔

۲۔ قرآن فہمی اور رسالت:

نزول قرآن کے لیے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو پسند فرمایا اور آپ ﷺ کی طرف اپنی کتاب "لاریب فیہ" نازل فرمائی۔ جس کی شان یہ ہے کہ تاقیامت جن وانس کے لیے چیلنج ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُل لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنسُ وَالْجِنُّ عَلَىٰ أَن يَأْتُوا بِمِثْلِ هَٰذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا﴾ (۱۰)

(فرما دیجیے اگر تمام انسان اور جن اس بات پر متفق ہو جائیں کہ اس قرآن جیسی کتاب لائیں تو اس جیسی نہ لاسکیں گے اور اگرچہ بعض، بعض کا مددگار بھی بن جائے۔)

عرب کے شعراء اور ارباب فصاحت وبلاغت اس کی حلاوت کو جان گئے اور انھیں یقین ہو گیا کہ یہ کلام بشر نہیں بلکہ یہ کلام ربانی ہے۔ جس طرح جن وانس مل کر بھی کلام الٰہی کی مثل لانے سے قاصر ہیں اسی طرح ساری عقلیں مل کر بھی خود بخود اس کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔ اگر کچھ باتیں ان کی تفہیم میں آ بھی جائیں تو پھر بھی اس کے اجمال کی تفصیل، مشکل کی تفسیر، مخفی کا اظہار عموم کی تخصیص اور مطلق کی تفسیر ان کے بس کی بات نہیں۔

سنت کے بغیر صحابہ کا کئی مقامات پر فہم قرآن میں بے بس رہنا کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں جبکہ وہ اہل زبان اور آپ ﷺ کے شاگرد بھی تھے۔ اس کے برعکس قحط الرجال کے دور میں یہ عجمی اور لاعلم حضرات اردو، عربی اور انگریزی ڈکشنریوں کی مدد سے فہم قرآن کے دعویدار بن بیٹھے ہیں۔

اس کے برعکس، ہم دیکھتے ہیں کہ اہل زبان یعنی صحابہ کرام کئی ایک مقامات پر قرآنی الفاظ کو سمجھنے کے لیے رسول اللہؐ سے رہنمائی لیتے ہیں۔ مثلاً آیت مبارکہ:

﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُم بِظُلْمٍ أُولَٰئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُم مُّهْتَدُونَ﴾ (۱۱)

(جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے اپنے ایمان کے ساتھ کسی ظلم کو نہ ملایا تو انھی کے لیے امن ہے اور وہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں) کے بارے میں روایات میں ملتا ہے کہ جب یہ

Marfat.com

آیت مبارکہ نازل ہوئی تو صحابہ کرام نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ ہم میں سے کون ایسا ہوگا جو اپنے نفس پر ظلم نہیں کرتا۔ تو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ یہاں 'ظلم' سے مراد عام ظلم نہیں بلکہ 'شرک' مراد ہے۔ (۱۲)

اسی طرح آیت مبارکہ:

﴿وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ﴾ (۱۳)

(اور تم کھاؤ پیو یہاں تک کہ سفید دھاری، سیاہ دھاری سے نمایاں ہو جائے فجر کے وقت)۔

کے بارے میں روایات میں ملتا ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد بعض صحابہ (مثلاً حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ) نے دو دھاگے، سفید و سیاہ اپنے ساتھ رکھ لیے اور اس وقت تک کھاتے پیتے رہتے تھے جب تک کہ ان دونوں دھاگوں میں ہر ایک کی سفیدی اور سیاہی واضح نہ ہو جاتی تھی۔ اس پر اللہ کے رسول ﷺ نے متنبہ فرمایا کہ اس آیت میں سیاہ اور سفید دھاری سے مراد افق کی دھاریاں ہیں۔ (۱۴)

اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ شیطان نے قول باری تعالیٰ:

﴿وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ (۱۵)

(اور اس درخت کے قریب بھی مت جانا پس تم دونوں ظالموں میں سے ہو جاؤ گے)۔

کی تفسیر جب اپنی عقل و خواہش سے کی تو کہا:

﴿وَقَالَ مَا نَهٰكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ﴾ (۱۶)

(اور اس نے کہا کہ اللہ نے تم دونوں کو اس درخت سے اس لیے روکا ہے کہ اس کا پھل کھا کر تم فرشتے ہو جاؤ گے یا ہمیشہ کی زندگی حاصل کر لو گے)۔

تو وہ خود بھی گمراہ ہوا اور آدمؑ اور حواؑ کو بھی سیدھے راستے سے ہٹا دیا۔ اس دور میں بھی جن حضرات نے حدیث و سنت کو چھوڑ کر قرآن کو سمجھنے کی کوشش کی تو وہ گمراہ ہوئے مثلاً سر سید نے معجزات کا انکار کر دیا۔ اس نوع کے امور کو سر سید کی تفسیر کی کتاب میں جا بجا دیکھا جا سکتا ہے۔ حضرت موسیٰ کے دریا سے گزرنے کو وہ معجزہ نہیں کہتے بلکہ دریا کا مدوجزر کہتے ہیں۔ ان کے خیال میں جب موسیٰؑ گزرے تو جزر تھا اور جب فرعون گزرا تو مد تھا۔ غلام احمد پرویز نے اطاعت رسول ﷺ سے مرکز ملت یعنی حکمران کی اطاعت مراد لی ہے۔

۳۔ ہدایت کا ذریعہ صرف اطاعت رسول ﷺ:

رسول کی اطاعت واجب ہوتی ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

Marfat.com

﴿وَمَآ أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللهِ﴾ (١٧)

(ہم نے جو رسول بھی بھیجا ہے اسی لیے بھیجا ہے کہ اذن خداوندی کی بناء پر اس کی اطاعت کی جائے)۔

آپ ﷺ کی اطاعت آپ ﷺ کی سنت وحدیث کی اتباع میں مضمر ہے۔ آپ ﷺ کی اتباع یعنی سنت وحدیث کی پیروی کیے بغیر صرف قرآن کی اتباع سے نجات ممکن نہیں۔ کیونکہ قرآن کتاب ہدایت ہے اور قرآن نے یہ راہنمائی فرمائی ہے کہ نبی کریم ﷺ کی زندگی کو اپنے لیے مثالی اسوۂ حسنہ بنالو۔ آپ ﷺ کی مکمل اتباع کرو اور آپ ﷺ کی تشریح ووضاحت اور فرامین کے سامنے سر تسلیم خم کرلو یعنی سنت کے بغیر محض قرآن کی اتباع کا دعویٰ باطل ہے۔

﴿يَآ أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا أَطِيْعُوْا اللّٰهَ وَأَطِيْعُوْا الرَّسُوْلَ وَأُوْلِي الأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيْلًا﴾ (١٨)

(اے ایمان والوں اللہ کی اطاعت کرو اور رسول ؐ کی اور ارباب حکم واقتدار کی لیکن اگر ان سے کسی معاملے میں تم میں نزاع ہوجائے تو اسے اللہ اور رسول ؐ کے سپرد کردو اگر تم اللہ اور آخرت پر یقین رکھتے ہو یہ طریقہ انجام کار کے لحاظ سے بہتر ہے)۔

قرآن مجید کی یہ آیت تین قسم کی اطاعتوں کا درس دیتی ہے۔ پہلی دو اطاعتیں مستقل ہیں جن میں تصادم کا امکان نہیں۔ اس لیے وہاں اس خطرے کا اظہار ہی نہیں فرمایا گیا۔ تیسری اطاعت غیر مستقل اور عارضی قسم کی ہے۔ وہ اس لیے کہ ارباب اقتدار کوئی ایسی حرکت کر گزریں جو اللہ کی مرضی رسول اللہ ﷺ کے ارشادات کے منافی ہو تو اس صورت میں ان کی اطاعت ختم ہوجائے گی۔ ارباب اقتدار کے مصالح کچھ ہی کیوں نہ ہوں ان کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ نزاع کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ اس لیے ان کی اطاعت عارضی ہے مستقل نہیں۔ اولی الامر سے مراد خلافت الٰہیہ ہو یا امارت شرعیہ یا مرکز ملت ان کی اطاعت عارضی ہوگی اور غیر مستقل۔ اس کے لیے یہ شرط ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ؐ کی اطاعت میں رہیں اور ان سے نزاع نہ کریں۔ آیت کا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ قائد کا جو بھی نام رکھا جائے اس کی اطاعت اور وفاداری واجب ہے۔ بشرطیکہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا وفادار ہو۔ خود رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق﴾ (١٩)

(خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت نہیں کی جائے گی)۔

آپ ﷺ کی اطاعت کے متعلق ارشاد ربانی ہے:

﴿إِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا﴾ (٢٠)

Marfat.com

(اگر آپ لوگ اس پیغمبر کی اطاعت کرو گے تو ہدایت پا جاؤ گے)

نیز فرمایا:

﴿مَنْ یُطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ﴾(۲۱)

(اور جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی)

اور یہ فیصلہ ہمیشہ کے لیے ہے، کسی مخصوص زمانے کے لیے نہیں۔

مولانا عبدالغفار حسن نے "عظمتِ حدیث" میں لکھا ہے:

"جسمانی زندگی کے لیے کھانے اور پینے کی ضرورت ہے۔ نہ بغیر غذا کے زندگی قائم رہ سکتی ہے نہ بغیر پانی کے۔ روحانی زندگی کے لیے اللہ تعالیٰ کی عبادت اور رسولِ برحق ﷺ کی اطاعت کی سخت ضرورت ہے۔ اللہ کی عبادت روح کے لیے ایسی ہے، جیسے بدن کے لیے غذا اور رسول ﷺ کی اطاعت ایسی ہے، جیسے غذا کے ساتھ پانی، جو شخص غذا کو ضروری سمجھتا ہے اور پانی کو بے فائدہ تصور کرتا ہے اس کی زندگی کا جہاز ہلاکت اور مصیبت کے بھنور میں گھرا ہوا ہے۔ قریب ہے کہ غرق ہو کر تباہ ہو جائے۔"(۲۲)

مولانا محمد صادق سیالکوٹی "ضربِ حدیث" میں لکھتے ہیں:

"چونکہ حضور انور ﷺ کی فرمانبرداری سے خدا کے حکموں کی تعمیل ہوتی ہے۔ اس لیے حضور ﷺ کی اطاعت فرض کردی ہے، تاکہ آپ ﷺ کی اطاعت سے اللہ کی مستقل اطاعت بجا لائی جاسکے اور یہ بات یاد رکھیں کہ حضور ﷺ کی فرمانبرداری کیے بغیر خدا کی اطاعت نہیں کی جاسکتی۔ اس لیے جو حضور ﷺ کی اطاعت کو ضروری نہیں جانتا وہ اطاعتِ الٰہی بھی نہیں کرسکتا۔ پس اطاعت رسول ﷺ کا منکر خدا کی اطاعت کا منکر ہے۔"(۲۳)

۴۔ حدیث وسنت اور اسوۂ حسنہ ﷺ:

رسول اللہ ﷺ کے قول وفعل، عادات واخلاق کی تمام شکلیں سنت وحدیث کے مستند ماخذوں کی شکل میں موجود ہیں۔

چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے:

﴿لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ﴾(۲۴)

(البتہ تحقیق اللہ کے رسول ﷺ کی زندگی میں تمھارے لیے بہترین نمونہ ہے)

آپ ﷺ کا اسوہ اس قدر کامل ہے کہ حیاتِ انسانی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جس میں آپ ﷺ کا اسوہ نہ ملتا ہو اور جمیع نوع انسانی کے لیے اسوۂ حسنہ کی اتباع وپیروی میں ہی نجات وفلاح ہے اور اس اتباع کے لیے ہم حدیث کے محتاج ہیں۔

سابقہ انبیاءؑ کی اقوام نے ان کی سنتوں کو بھلا دیا۔ ان کا اسوہ بھی محفوظ نہیں اور جو کچھ کتاب کی صورت میں باقی تھا اس میں بھی انھوں نے تحریف کر ڈالی۔ اب صورت یہ ہے کہ ان کے ہاں صرف نعرے اور اعلانات ہیں عملدر آمد نہیں، مثلاً عیسائی کہتے ہیں کہ ہمیں دو اصولوں کی تعلیم دی گئی اور ہم دو ہی اصولوں کے علمبردار ہیں اور عیسائیوں کی کتابیں، عدل وانصاف اور انسانیت سے محبت کے درس سے بھری ہوئی ہیں لیکن یہ بات کہ محبت انسانیت سے کیا مراد ہے؟ اس پر عمل درآمد کیسے کیا جائے گا؟ عدل وانصاف کی تعریف کیا ہے؟ اس کے عملی تقاضے کیا ہیں؟ جب تک عملی تشکیل کر کے لوگوں کی رہنمائی نہ کی جائے گی کہ عدل کس کو کہتے ہیں؟ اس وقت تک عدل کا لفظ بے معنی ہے۔ ایک اور مثال سے یہ بات بالکل واضح ہو جائے گی، انجیل میں ہے:

''اگر کوئی تمھارے دائیں گال پر چانٹا مارے تو بایاں گال بھی سامنے کر دو''۔ (۲۵)

کہنے کو تو یہ بڑی اچھی بات ہے لیکن اس کی عملی شکل کیا ہوگی اور کیا یہ عمل ہر حالت میں ایسے کرنا چاہیے؟

کیا کسی قاتل کے سامنے جب وہ کسی پر تلوار سے وار کرے تو دوسرا کندھا بھی سامنے کر دیں کہ ادھر بھی وار کر دو، یہی انجیل کا حکم ہے۔

چور ایک کمرے میں ڈاکہ ڈالے تو آپ دوسرا کمرہ بھی کھول دیں تاکہ یہاں بھی ڈاکہ ڈال لو۔

سوال یہ ہے کہ اس اصول پر کہاں عمل درآمد کریں گے اور کہاں نہیں؟ جب تک یہ تفصیل سامنے نہ ہو یہ نعرہ محض ایک بے معنی بات ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کی سنت ان لوگوں نے محفوظ نہیں رکھی بلکہ گم کر دی۔ لہٰذا ان کے پاس سوائے اس مبہم نعرے کے نہ صرف یہ کہ اس کی عملی تصویر موجود نہیں ہے بلکہ ان کی تاریخ عملاً اس سے متضاد ہے۔

جبکہ دوسری طرف رسول اللہ ﷺ کی سنت میں وحی الٰہی کی ایک عملی شکل فراہم کی گئی ہے۔ ایک جیتا جاگتا عملی نمونہ ہمارے سامنے رکھ دیا گیا ہے جس میں وحی الٰہی کے ایک ایک حکم، ایک ایک لفظ اور ایک ایک حرف کی پوری نقشہ کشی کر دی گئی ہے کہ اس پر عمل درآمد ایسے ہوگا۔ اگر سنت کا یہ کارنامہ نہ ہوتا تو قرآن مجید کے یہ اصول صرف نظری بیانات اور خوشگوار اعلانات ہوتے۔ قرآن نے جو نظریہ پیش کیا رسول اللہ ﷺ نے عملی طور پر اسے کر کے دکھایا۔ مثلاً قرآن کریم کا نظریہ ہے:

﴿وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ﴾ (۲۶)

(اور چور خواہ مرد ہو یا عورت دونوں کے ہاتھ کاٹ دو، یہ ان کی کمائی کا بدلہ ہے اور اللہ کی طرف سے عبرتناک سزا ہے)۔

قرآن مجید کے اس حکم پر عمل کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فاطمہ بنت قیس پر چوری کی سزا کی حد

Marfat.com

جاری کردی، بعض نے سفارش کی تو فرمایا:

﴿والذی نفس محمد بیده لو سرقت فاطمه بنت محمد لقطعت یدها﴾(۲۷)

(اور قسم ہے اس ذات کی کہ جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے، اگر فاطمہ بنت محمد ﷺ نے بھی چوری کی ہوتی تو میں اس کا ہاتھ بھی لازمی کاٹ دیتا۔)

اس طرح جب آیت مبارکہ:

﴿یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَابَقِیَ مِنَ الرِّبٰوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِه﴾(۲۸)

(اے اہل ایمان! اللہ سے ڈرو اور جو بھی سود باقی رہ گیا ہے، اسے چھوڑ دو اگر تم مومن ہو۔ پس اگر تم ایسا نہ کرو گے تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ)۔

نازل ہوئی تو اللہ کے رسول ﷺ نے سب سے پہلے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب کا سود معاف فرمایا۔(۲۹)

اسی طرح اللہ کے رسول ﷺ کی سنت زندگی کے ہر شعبہ میں قابل تقلید اور قابل عمل نمونہ ہے۔

۵۔ انسانیت کے اہم ترین انقلاب کا بہترین تاریخی ذخیرہ:

دنیا میں اسلام سے پہلے بھی تاریخ کا تصور موجود تھا۔ اسلام سے پہلے تاریخ کی بہت سی کتابیں موجود تھیں۔ ایسی بھی کئی کتابیں ملتی ہیں جن میں قوموں کی تاریخ بیان ہوئی ہے۔ یونانیوں، ہندوستانیوں اور رومیوں میں بھی موجود تھیں۔ ہیروڈوٹس اسلام سے پہلے کا مؤرخ ہے۔ اس کی بیان کی ہوئی معلومات آج بھی دستیاب ہیں۔ اس بات سے قطع نظر کہ اس کی authenticity کتنی ہے؟ وہ خود کتنا مستند ہے؟ اسلام سے پہلے کی تاریخ اور تمدنی معلومات کا ایک ذخیرہ موجود ہے۔ ہندوؤں میں بھی اسلام سے پہلے کئی کتابیں موجود ہیں۔ جن میں کچھ تاریخی نوعیت کی معلومات بھی شامل ہیں لیکن وہ چیز جس کو اسلام سے پہلے تاریخ کہا جاتا تھا وہ کیا تھی؟ آج دنیا کا کوئی مؤرخ اسلام کے اس احسان کو مانتا ہے یا نہیں مانتا۔ اگر مانتا ہے تو بلاشبہ وہ عدل وانصاف کی بات کرتا ہے اور اگر وہ نہیں مانتا تو بڑا احسان فراموش اور ناواقف ہے کہ دنیا کو اصل واقعہ جھوٹ کے بغیر بیان نہیں کیا گیا۔ خود اس کی زد ایسے لوگوں پر پڑتی ہے جو اس کے مدعی ہیں۔ تاریخ کا صحیح تصور اور تاریخ کا وہ صحیح شعور جس طریقے سے مسلمانوں کو حاصل ہوا اس کا اوّلین مصدر و ماخذ حدیث وسنت ہے۔ اسلام سے پہلے تاریخ کا تصور یہ تھا کہ کسی قوم میں جو قصے کہانیاں مشہور ہیں ان کو مدوّن کر لیا جائے اور جو رطب ویابس کہانیاں دستیاب ہیں ان کو حقیقت مان لیا جائے۔ حدیث نبوی ﷺ نے اس کی صحت کا مدار راویوں کو قرار دیا۔ بیان کرنے والے

Marfat.com

ثقہ اور سچے ہوں، واقعہ کو دیکھا یا سنا گیا ہو۔

انسانیت کے اہم ترین انقلابی عہد کی تاریخ کا معتبر ترین ذخیرہ حدیث کی شکل میں محفوظ ہے۔ اور اس کی حفاظت میں نہ کسی اصل کو کھویا گیا ہے اور نہ ہی کسی نقل کو ہی راہ دی گئی ہے۔ آج کی یہ بدحال انسانیت ایک ایسے انقلاب کی راہ تک رہی ہے جو اس کے لیے تاریخی سرمایہ اپنے اندر مکمل انقلابی رہنمائی رکھتا ہو۔ اس دور کی اسلامی انقلابی تحریک نے زمانہ آغاز سے انقلاب تک مذہبی، سیاسی، معاشرتی اور اخلاقی پہلوؤں پر گرفت کی۔ یہ انقلاب تمام پہلوؤں سے تھا۔ جس نے مذہبی لحاظ سے لوگوں کو توحید کی طرف مائل کر دیا۔ ان کے ذہنوں سے اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ تمام تصورات مٹا دیئے اور اس کا اظہار خود رسول اللہ ﷺ نے کئی جگہ کیا۔ اپنی تمام دعاؤں میں رسول اللہ ﷺ نے صرف ذات خداوندی سے تعلق رکھا بلکہ اہل کتاب کو دعوت دی تو اس کے متعلق قرآن میں فرمایا گیا:

﴿ قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ م بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ط فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴾ (۳۰)

(آپ ﷺ کہہ دیں: اے اہل کتاب آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہم میں اور تم میں مشترک ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی اور کو نہ پوجیں اور اس کا کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم خدا کو چھوڑ کر اپنے میں سے کسی کو رب نہ بنالیں۔ اگر یہ لوگ منہ موڑ لیں تو کہہ دو کہ گواہ رہو ہم تو اس پر سر تسلیم خم کر چکے ہیں)۔

(آپ ﷺ نے طائف کے شہر سے پریشانی سے نکل کر جو اللہ تعالیٰ کو پکارا وہ ایک عجب منظر ہے)۔
آپ ﷺ نے یوں دعا مانگی:

﴿ألـلهم اليك أشكو ضعف قوتى وقلة حيلتى وهو انى على الناس يا أرحم الـراحـميـن ، انـت رب الـمستضعفين وأنت ربي الى من تكلنى؟ الى بعيد يتـجـهـمنى أم الى عدو ملكته أمرى ؟ان لم يكن بك علىّ غضب فلا أبالى ، ولكن عافيتك هى أوسع لى ، أعوذ بنور وجهك الذى أشرقت له الظلمات وصـلـح عـلـيـه أمـر الـدنـيـا والآخـرة من ان تنزل بي غضبك أو يحل علىّ سخطك لك العتبى حتى ترضى ، ولا حول ولا قوة الابك۔﴾ (۳۱)

(''بارالہا! میں تجھ ہی سے اپنی کمزوری و بے بسی اور لوگوں کے نزدیک اپنی بے قدری کا شکوہ کرتا ہوں۔ یا ارحم الراحمین! تُو کمزوروں کا رب ہے اور تو ہی میرا بھی رب ہے۔ تو مجھے کس کے حوالے کر رہا ہے؟ کیا کسی بیگانے کے جو میرے ساتھ تندی سے پیش آئے؟ یا کسی دشمن کے جس کو تو نے

Marfat.com

میرے معاملے کا مالک بنا دیا ہے؟ اگر مجھ پر تیرا غضب نہیں ہے تو مجھے کوئی پروا نہیں؟ لیکن تیری عافیت میرے لیے زیادہ کشادہ ہے۔ میں تیرے چہرے کے اس نور کی پناہ چاہتا ہوں جس سے تاریکیاں روشن ہوگئیں اور جس پر دنیا و آخرت کے معاملات درست ہوئے کہ تو مجھ پر اپنا غضب نازل کرے، یا تیرا عتاب مجھ پر وارد ہو۔ تیری ہی رضا مجھے مطلوب ہے یہاں تک کہ تو خوش ہو جائے اور تیرے بغیر کوئی زور اور طاقت نہیں۔'')

اسی طرح حضرت جعفر رضی اللہ عنہ بن ابی طالب نے نجاشی بادشاہ کے دربار میں جو نقشہ کھینچا توحید کا عجب پرتو ہے، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

﴿أيها الملك كنا قوما أهل جاهلية نعبد الأصنام ونأكل الميتة، ونأتي الفواحش، ونقطع الأرحام نسيء الجوار، ويأكل القويّ منّا الضعيف فكنا على ذلك حتى بعث الله الينا رسولاً منّا، نعرف نسبه وصدقه وأمانته وعفافه، فدعانا الى الله لنوحده ونعبده ونخلع ما كنا نعبد نحن وآباؤنا من دونه من الحجارة والأوثان، وأمرنا بصدق الحديث، وأداء الأمانة، وصلة الرحم، وحسن الجوار------ وأمرنا أن نعبد الله وحده لانشرك به شيئا، وأمرنا بالصلاة والزكاة والصيام الخ﴾ (۳۲)

(اے بادشاہ: ہم جاہل قوم تھے، بتوں کی پوجا کرتے تھے اور مردار کھاتے تھے۔ فحاشی کے کام کرتے تھے۔ ہم قطع رحمی کرتے تھے۔ ہمسائے کے ساتھ برا سلوک کرتے تھے۔ ہمارا قوی کمزور کو کھا جاتا، اسی دوران میں اللہ نے ہماری طرف ہمی میں سے ایک رسولؐ بھیجا جس کے نسب، سچائی، امانت اور عفت سے ہم خوب واقف تھے۔ اس نے ہمیں اللہ کی طرف دعوت دی تا کہ ہم اسے اکیلا سمجھیں۔ اس کی عبادت کرنے لگیں اور (اس کے مقابلے میں) اس (جھوٹے معبود) کو چھوڑ دیں جس کی ہم اور ہمارے آباء عبادت کرتے تھے، بت اور پتھر وغیرہ کو۔ اور اس نے ہم کو سچی بات کہنے کا حکم دیا، امانت ادا کرنے، صلہ رحمی اور ہمسائے کے ساتھ اچھے سلوک کرنے کا حکم دیا نیز ہمیں حکم دیا کہ ہم ایک اللہ کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ اس نے ہمیں نماز، زکوٰۃ اور روزہ رکھنے کا (بھی) حکم دیا)۔

سیاسی انقلاب نے بادشاہت کے تصور کو مٹا دیا، نا انصافی کا خاتمہ کر دیا۔ قانون کی حکمرانی کو رواج دیا، لوگوں کو جس آزادی کی ضرورت تھی عنایت فرمائی۔ شہریوں کو جن حقوق کی ضرورت تھی عنایت فرمائے۔ معاشرتی لحاظ سے اخوت و مساوات کی عجیب مثال قائم کی۔ ﴿اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَاللّٰهِ اَتْقٰکُمْ﴾ (۳۳) اسلامی اخوت پیدا کی، اخلاقی لحاظ سے بلندی عطا فرمائی۔

Marfat.com

اس انقلاب کی جھلک ڈاکٹر ماجد علی خان نے "Muhammad The Final Messenger" یوں کھینچی ہے:

" Thus the Prophet of Islam made a clean sweep of the existing order of things, as a result of his painstaking efforts, the thinking of men changed, the love of God was kindled in their hearts, quest for eternal truth became the general endeavour, and a new key-note was struck... This Complete revolution, this Dawn of new era is a Miracle worked by the Prophet Muhammad (Peace be upon him).(۳۴)

۶۔ عہد نبوی ﷺ کی تمدنی تصویر:

مسلم معاشرے پر سنت نبوی ﷺ کا بڑا گہرا اثر مرتب ہوا۔ مثلاً باہمی سلام کی عادت، چھوٹوں پر شفقت، بڑوں کا احترام، جسم، لباس، گھر بار بلکہ بازار تک کی صفائی وغیرہ کا مسلسل اہتمام آپ ﷺ کی تعلیمات کی بنا پر رواج پذیر ہوا، مثلاً آپ ﷺ نے سلام کو عام کرنے کا حکم دیا اور ہر جان پہچان والے اور اجنبی کو بھی سلام کہنے کا حکم دیا۔ (۳۵)

اسی طرح آپ ﷺ نے لباس کے بارے میں تفصیلی ہدایات جاری فرمائی ہیں۔ آپ ﷺ نے سفید لباس پہننے کی ترغیب دی اور اس میں مردوں کو دفنانے کا حکم دیا۔ (۳۶)

آپ ﷺ نے مسلمانوں کو ایک دوسرے کا بھائی قرار دیا۔

﴿ألمسلم أخو المسلم لا يسلمه ولا يظلمه﴾ (۳۷)

(مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ اس کو چھوڑ سکتا ہے اور نہ اس پر ظلم ہی کر سکتا ہے)

ہمدردی کے لحاظ سے فرمایا:

﴿من كان فى حاجة اخيه كان الله فى حاجته﴾ (۳۸)

(جو اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرے گا اللہ اس کی ضرورت پوری کرے گا)۔

یہ عملی تصویر مدینہ منورہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں پائی جاتی تھی۔ وہ ایک دوسرے کو جان سے بھی زیادہ عزیز سمجھتے تھے۔ قرآن نے ان کی تصویر یوں کھینچی ہے:

﴿وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ (۳۹)

Marfat.com

(وہ خود اپنے اوپر انہیں ترجیح دیتے ہیں گو خود کو کتنی ہی سخت حاجت ہو (بات یہ ہے) کہ جو بھی اپنے نفس کے بخل سے بچایا گیا وہی کامیاب (اور بامراد) ہے)۔

وہ اپنے آپ پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں خواہ ان کو ضرورت ہو) قرآن میں فرمایا گیا:

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِىْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِى التَّوْرٰةِ وَمَثَلُهُمْ فِى الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْاَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا﴾ (۴۰)

(محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں کافروں پر سخت ہیں آپس میں رحمدل ہیں، تُو انہیں دیکھے گا کہ رکوع اور سجدے کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضا مندی کی جستجو میں ہیں ان کا نشان ان کے چہروں پر سجدوں کے اثر سے ہے، ان کی یہی مثال تورات میں ہے اور ان کی یہی مثال انجیل میں ہے، مثل اس کھیتی کے جس نے اپنا انکھوا نکالا پھر اسے مضبوط کیا اور وہ موٹا ہو گیا پھر اپنے تنے پر سیدھا کھڑا ہو گیا اور کسانوں کو خوش کرنے لگا تا کہ ان کی وجہ سے کافروں کو چڑائے، ان ایمان والوں اور نیک اعمال والوں سے اللہ نے بخشش کا اور بہت بڑے ثواب کا وعدہ کیا ہے)۔ (جو کفار پر سخت ہیں اور آپس میں نرم ہیں) یہ بات صحابہ کرام میں دیکھی جاتی تھی۔ یہ بات صحابہ کرام میں موجود تھی، رسول اللہ ﷺ نے اسے یوں بیان کیا ہے:

﴿من لم يرحم صغيرنا ولم يعرف حق كبيرنا فليس منا﴾ (۴۱)

(جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا اور بڑوں کا حق نہیں جانتا وہ ہم میں سے نہیں ہے)۔

قرآن مجید میں ہے:

﴿وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا﴾ (۴۲)

(اور تیرا پروردگار صاف صاف حکم دے چکا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرنا۔ اگر تیری موجودگی میں ان میں سے ایک یا یہ دونوں

Marfat.com

بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کے آگے اُف تک نہ کہنا، نہ انہیں ڈانٹ ڈپٹ کرنا بلکہ ان کے ساتھ ادب واحترام سے بات چیت کرنا)۔

اسی طرح آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿ألجنة تحت أقدام الأمهات﴾ (۴۳)

(جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے)

ایک اور ارشاد نبوی ﷺ ہے:

﴿رضا الرب فی رضا الوالد و سخط الرب فی سخط الوالد﴾ (۴۴)

(اللہ کی رضامندی والد کی رضامندی میں ہے اور اللہ کی ناراضگی والد کی ناراضگی میں ہے۔)

خود رسول اللہ ﷺ میں وہ صفات موجود تھیں جن کو آپ ﷺ اپنے معاشرہ میں نافذ کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کی جو تعریف فرمائی وہ قابل غور ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے فرامین اور قرآن مجید کی آیات کے مطابق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عمل کرتے تھے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

﴿کلا واللہ ما یخزیك الله أبدا۔ انك لتصل الرحم وتحمل الكل وتكسب المعدوم و تقرئ الضيف وتعين على نوائب الحق﴾ (۴۵)

(ہرگز نہیں، اللہ کی قسم! اللہ آپ ﷺ کو رسوا نہیں کرے گا کیونکہ آپ ﷺ رشتہ داروں کے تعلقات جوڑتے ہیں۔ ناتواں کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔ جو چیز دوسروں کے پاس نہیں آپ ﷺ انہیں کما کر دیتے ہیں۔ مہمانوں کی مہمان نوازی کرتے ہیں۔ حادثات کے شکار لوگوں کے حقوق دلانے میں مدد کرتے ہیں)۔

عورتوں کو ان کا سٹیٹس دیا۔ کہاں یہ منظر تھا کہ:

﴿وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ۔ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِى التُّرَابِ اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ﴾ (۴۶)

(ان میں سے جب کسی کو لڑکی ہونے کی خبر دی جائے تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور دل ہی دل میں گھٹنے لگتا ہے۔ اس بری خبر کی وجہ سے لوگوں سے چھپا چھپا پھرتا ہے۔ سوچتا ہے کہ کیا اس کو ذلت کے ساتھ لیے ہوئے ہی رہے یا اسے مٹی میں دبا دے، آہ! کیا ہی برے فیصلے کرتے ہیں؟)

قرآن نے ان کے متعلق فرمایا:

﴿وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ

Marfat.com

يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا﴾(۴۷)

(جو ایمان والا ہو مرد ہو یا عورت اور وہ نیک اعمال کرے، یقیناً ایسے لوگ جنت میں جائیں گے اور کھجور کی گٹھلی کے شگاف برابر بھی ان کا حق نہ مارا جائے گا)۔

رسول اللہ ﷺ نے ایسا معاشرہ دیا جس میں خیر کے پہلو غالب تھے اور آپ ﷺ نے اہل خانہ سے حسن سلوک کرنے کے متعلق فرمایا:

﴿خيركم خيركم لأهله وأنا خيركم لأهلي﴾(۴۸)

(آپ میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے اہل خانہ کے لیے بہتر ہے اور میں اپنے اہل کے لیے آپ سے زیادہ بہتر ہوں)۔

اور فرمایا:

﴿حبب الى من الدنيا، النساء والطيب وجعلت قرة عينى فى الصلوٰة﴾(۴۹)

(دنیا سے مجھے عورتوں اور خوشبو سے محبت اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے)۔

اخلاق وعادات کے ساتھ ساتھ زبان وادب بلکہ علوم وفنون اور طرز تعمیر تک بدل گئے۔ عہد نبوی ﷺ کے اجتماعی حالات اور تمدن وثقافت کی اولین تصویر کتب حدیث کے اندر ہی محفوظ ہے۔ اولین اسلامی تہذیب وتمدن کا مطالعہ کرنے والے سنت وحدیث کو نظر انداز کر کے کبھی بھی اس تک رسائی حاصل نہیں کر سکتے۔ گویا عصر حاضر میں اپنے تمدن وثقافت کی اصلاح کی خاطر راہنمائی کے لیے سنت وحدیث کی طرف مراجعت لازمی ہے۔

۷۔ امت کی وحدت صرف اتباع سنت ہی سے ممکن ہے:

دنیا بھر کے مسلمانوں کو وحدت کی لڑی میں پرونے کے لیے سب کے پاس ایک ہی عملی نمونہ ہے اور وہ آپ ﷺ کا اسوۂ حسنہ ہے۔ جس کی بدولت دنیا کے ہر گوشے میں پھیلے ہوئے مسلمان صدیوں پر محیط تاریخی ادوار سے گزرنے کے باوجود عقائد، طرز فکر، اخلاق واقدار میں اختلاف کی نسبت ہم آہنگی اور یک رنگی کا عنصر زیادہ رکھتے ہیں۔ یکسانیت و وحدت امت مسلمہ میں سنت وحدیث نبوی ﷺ بہت زیادہ اہمیت وضرورت کی حامل نظر آتی ہے۔ تمام مسلمان دائیں ہاتھ سے کھانا کھاتے ہیں، آپس میں ایک دوسرے کو سلام کرتے ہیں، ہمسایوں سے ہمدردی کرتے ہیں، ظلم کو برا سمجھتے ہیں۔ آپس میں پیار کرتے ہیں۔ توحید کے قائل ہیں۔ سبھی نمازیں پڑھتے ہیں۔ زکوۃ دیتے ہیں، حج کرتے ہیں۔ قربانیاں کرتے ہیں، عیدین پڑھتے ہیں، زکاۃ فطر ادا کرتے ہیں۔ جس طرح رسول اللہ ﷺ نے کیا۔

۸۔ سنت اور تکمیل دین:

قرآن مجید اسلام کے دین کامل ہونے کا اعلان کرتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

Marfat.com

﴿اَلْیَوْمَ أَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ﴾ (۵۰)

(آج کے دن میں نے تمھارے لیے تمھارے دین کو مکمل کر دیا)۔

اس کامل دین کے اساسی اصول اور تعلیمات واحکامات تو قرآن پیش کرتا ہے لیکن نماز جیسے اہم بنیادی فرض کی تفصیلات مہیا نہیں کرتا، اس لیے منکرین حدیث مسلسل مضحکہ خیز نماز سازی میں مصروف ہیں۔ یہ قرآنی دعویٰ اکملیت اسلام سنت نبوی ﷺ کے ساتھ ہی پورا ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ سنت نبوی ﷺ منجانب اللہ ہونے کے ناطے دین میں حجت اور واجب التعمیل ہے۔ سنت نبوی ﷺ کے دین میں حجت وماخذ ہونے کے لیے، قرآن فہمی کے لیے معاون اور وحدت امت مسلمہ کا ذریعہ ہونے کے باعث اس کی حفاظت بھی قرآن کی طرح ضروری ہے۔

حدیث جس طرح آپ ﷺ کے براہ راست ارشاد فرماتے وقت حجت تھی اسی طرح اب روایتاً درایتاً صحیح ہونے پر حجت ہے۔ روایت حدیث کی بحثوں کو حجیت حدیث سے انکار کے لیے دلیل ٹھہرانا غلط ہے۔ دین اسلام میں حدیث نبوی ﷺ کی ضرورت واہمیت اور قطعیت کے ثابت شدہ ہونے کے باوجود بعض افراد یا گروہوں کا اس سے انکار سوائے جہالت اور بدبختی کے اور کچھ نہیں ہے۔ اب ہم آپ ﷺ کی نبوت کے تشریعی ہونے پر دلائل کا ذکر کرتے ہیں۔

سنت کا تشریعی مفہوم:

لغت میں سنت کا اطلاق سیرت اور طریقے پر ہوتا ہے خواہ وہ اچھا ہو یا برا۔ رسول ﷺ کا ارشاد ہے:

﴿من سن فی الاسلام سنة حسنة فعمل بها کتب له مثل أجر من عمل بها ولا ینقص من أُجورهم شیئاً ومن سن فی الاسلام سنة سیئة فعمل بها بعده کتب له مثل وزر من عمل بها ولا ینقص من أوزارهم شیئاً﴾ (۵۱)

(جس شخص نے اسلام میں کسی اچھے طریقے کی بنیاد ڈالی پھر اس کے بعد اس پر عمل کیا گیا تو جو لوگ اس پر عمل کریں گے ان کے اجر کے مثل اس کے لیے بھی اجر لکھا جائے گا اور ان لوگوں کے اجر میں سے کچھ کم نہ ہوگا اور جس شخص نے اسلام میں کسی برے طریقے کی بنیاد ڈالی اور اس پر اس کے بعد عمل کیا گیا تو عمل کرنے والوں کے بار گناہ کے مثل اس کے لیے بھی بار گناہ لکھا جائے گا اور ان لوگوں کے بار گناہ سے کچھ کمی نہ ہوگی)

قرآن کریم میں لفظ سنت کا استعمال طریقہ کے معنی میں ہوا ہے، امام راغب اصفہانی کہتے ہیں: ''سنت'' طریقے کو کہتے ہیں جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِیْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِیْلاً﴾ (۵۲)

Marfat.com

(اللہ تعالیٰ نے یہی طریقہ (دستور) رکھا ہے جو پہلے سے چلا آرہا ہے اور آپ اللہ کے دستور (طریقہ) میں کوئی ردوبدل نہیں پائیں گے)

دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَحْوِيْلاً﴾ (۵۳)

(اور نہ آپ اللہ کے دستور (سنت) کو پھرتا ہوا (منتقل ہوتا ہوا) دیکھیں گے)۔

ماہرین حدیث نے سنت کی درج ذیل تعریف بیان کی ہے:

''رسالت مآب نبی کریم ﷺ کا کوئی قول، فعل یا تقریر سنت کہلاتی ہے۔'' (۵۴)

''تقریر'' محدثین کی ایک اصطلاح ہے اور اس کی تعریف میں اس سے مراد یہ ہے کہ کسی شخص نے کوئی بات کہی یا کسی خاص فعل کو اختیار کیا اور اس کا یہ قول یا فعل رسول اللہ ﷺ کے علم میں آیا تو آپ ﷺ نے واضح الفاظ اس کی توثیق فرمائی یا ناپسندیدگی کا اظہار فرمائے بغیر سکوت اختیار فرمایا۔ یہ سکوت رسول اللہ ﷺ کی جانب سے ایک معنوی رضامندی ہے، اس لیے یہ بھی سنت کی اصطلاح میں داخل ہے۔ (۵۵)

چونکہ سنت کی تینوں جہتیں (قول، فعل، تقریر) رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس سے متعلق ہیں اس لیے اسلامی قانون میں سنت کا صحیح مقام اور مرتبے کا تعین خود نبی کریم ﷺ کی ذات مبارک کے مقام کو سمجھے بغیر ممکن نہیں ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے بحیثیت شارع ہونے پر قرآن سے دلائل:

سورۃ اعراف میں اللہ تعالیٰ نبی کریم ﷺ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ﴾ (۵۶)

(وہ ان کو معروف کا حکم دیتا ہے اور منکر سے روکتا ہے اور ان کے لیے پاک چیزوں کو حلال قرار دیتا ہے اور خبیث چیزوں کو حرام قرار دیتا ہے اور ان پر سے وہ بوجھ اور بندھن اتار دیتا ہے جو ان پر چڑھے ہوئے تھے)۔

اس آیت کے الفاظ اس امر میں بالکل صریح ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو تشریعی اختیارات (Legislative Powers) عطا کیے ہیں۔ اللہ کی طرف سے امر و نہی اور تحلیل و تحریم صرف وہی نہیں ہے جو قرآن کریم میں بیان ہوئی ہے بلکہ جو کچھ نبی ﷺ نے حرام یا حلال قرار دیا ہے اور جس چیز کا رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے اس لیے وہ بھی قانون خداوندی کا ایک حصہ ہے، یہی بات سورہ حشر میں اسی صراحت کے ساتھ

Marfat.com

ارشاد ہوئی ہے:

﴿وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا وَاتَّقُوا اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ﴾ (۵۷)

(جو کچھ رسول ﷺ تمھیں دے اسے لے لو اور جس سے منع کردے اس سے رک جاؤ اور اللہ سے ڈرو، اللہ سخت عذاب دینے والا ہے)۔

ان دونوں آیتوں میں سے کسی کی یہ تاویل نہیں کی جاسکتی کہ ان میں قرآن کے اوامر ونواہی اور قرآن کی تحلیل وتحریم کا ذکر ہے۔ یہ تاویل نہیں بلکہ اللہ کے کلام میں ترمیم وتحریف ہوگی۔ اللہ نے تو یہاں امر ونہی اور تحلیل وتحریم کو رسول ﷺ کا فعل قرار دیا ہے نہ کہ قرآن کا۔ پھر کیا کوئی شخص اللہ سے یہ کہنا چاہتا ہے کہ آپ سے بیان میں غلطی ہوگئی، آپ بھولے سے قرآن کے بجائے رسول کا نام لے گئے۔

ایک دوسرے مقام پر ارشاد خداوندی ہے:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْفُرُوْنَ بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ وَیُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّفَرِّقُوْا بَیْنَ اللّٰہِ وَرُسُلِہٖ وَیَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَکْفُرُ بِبَعْضٍ وَّیُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَّخِذُوْا بَیْنَ ذٰلِکَ سَبِیْلًاo اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰفِرُوْنَ حَقًّا وَاَعْتَدْنَا لِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابًا مُّھِیْنًاo وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ وَلَمْ یُفَرِّقُوْا بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْھُمْ اُولٰٓئِکَ سَوْفَ یُؤْتِیْھِمْ اُجُوْرَھُمْ وَکَانَ اللّٰہُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا﴾ (۵۸)

(بیشک جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں کا انکار کرتے ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں میں فرق ڈالیں اور وہ کہتے ہیں کہ ہم بعض پر ایمان لاتے ہیں اور بعض کا انکار کرتے ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ اس کے بین بین کوئی راستہ تلاش کریں۔ یہ لوگ قطعی طور پر دین حق کے منکر ہیں اور ہم نے ایسے منکروں کے لیے ذلیل کرنے والے عذاب تیار کیا ہے اور جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر یقین رکھتے ہیں اور ان میں سے کسی میں فرق نہیں کرتے ان کو ضرور اجر ملے گا اور اللہ تعالیٰ مغفرت اور رحم کرنے والا ہے)

اس آیت میں اسباب کفر کا تذکرہ فرماتے ہوئے بھی اللہ اور اس کے رسول کو الگ الگ اور مستقل حیثیت دی گئی ہے یعنی خدا کا انکار بھی کفر ہے اور رسول کا انکار بھی کفر کا سبب ہے۔ اسی طرح ایمان کی صورت میں خدا اور انبیاء کی حیثیت کو مستقل مقام دیا گیا ہے۔ یعنی ایمان کا موجب ہونے میں بھی رسول کی مستقل حیثیت ہے۔ غرض رسول پر ایمان لانا بھی اتنا ضروری ہے جیسے اللہ پر ایمان لانا اور رسول کا انکار بھی اس طرح کفر ہے جس طرح خدا کا انکار۔

ایک جگہ ارشاد ہے:

Marfat.com

﴿یَآ أَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْاْ أَطِیْعُوْاْ اللّٰهَ وَأَطِیْعُوْاْ الرَّسُوْلَ وَأُوْلِیْ الأَمْرِ مِنکُمْ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ إِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ إِن کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الآخِرِ ذَلِكَ خَیْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِیْلاً﴾ (۵۹)

(اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول ﷺ اور ارباب حکم و اقتدار کی لیکن اگر ان سے کسی معاملے میں نزاع ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کے سپرد کرو اگر تم اللہ اور آخرت پر یقین رکھتے ہو، یہ طریق انجامِ کار کے لحاظ سے بہتر ہے)۔

اس مقام میں قرآن عزیز میں تین اطاعتوں کا ذکر فرمایا گیا ہے۔پہلی دو اطاعتیں مستقل ہیں جن میں تصادم اور نزاع کا امکان ہی نہیں۔اس لیے وہاں اس خطرے کا اظہار ہی نہیں فرمایا گیا۔تیسری اطاعت غیر مستقل اور عارضی قسم کی ہے۔امراء اور ارباب اقتدار ممکن ہے کوئی ایسی حرکت کر گزریں جو اللہ کی مرضی اور رسول اللہ ﷺ کے ارشادات کے منافی ہو، اس صورت میں ان کی اطاعت ختم ہو جائے گی، ارباب اقتدار کے مصالح کچھ ہی کیوں نہ ہوں ان کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ نزاع کی اجازت نہیں دی جا سکتی اس لیے ان کی اطاعت عارضی ہے مستقل نہیں۔اُوْلِی الْاَ مْر سے مراد خلافت الٰہیہ ہو یا امارت شرعیہ یا مرکز ملت ان کی اطاعت عارضی ہوگی اور غیر مستقل اس کے لیے یہ شرط ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت میں رہیں اور ان سے نزاع نہ کریں۔آیت کا منشاء یہ معلوم ہوتا ہے کہ سربراہ اور قائد کا جو بھی نام رکھا جائے اس کی اطاعت اور وفاداری واجب ہے بشرطیکہ وہ خدا اور اس کے رسول ﷺ کا وفادار ہو۔ارشاد الٰہی ہے:

﴿لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ کَانَ یَرْجُو اللّٰهَ وَالْیَوْمَ الْآخِرَ وَذَکَرَ اللّٰهَ کَثِیْراً﴾ (۶۰)

(یقیناً تمھارے لیے رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے، جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے اور بکثرت اللہ کو یاد کرتا ہے)

یہ آیت سورہ احزاب میں ہے، اس کے بعد متبنیٰ کی بیوی سے نکاح کے متعلق رسول اللہ ﷺ کے متعلق فیصلہ ہے، پھر امہات المومنین رضی اللہ عنہن کو ہدایات اور ان کے حقوق پھر جنگ میں رسول اللہ ﷺ کے احکام کی اقتداء یہ تمام چیزیں اسوہ میں شامل ہیں۔اس آیت نے دینی اور دنیوی تمام امور میں رسول اللہ ﷺ کو اسوۂ قرار دیا ہے اور اسے ایمان باللہ اور ایمان بالآخرت کے لیے اساس قرار دیا ہے۔

اللہ کی کتاب میں سنت رسول ﷺ کی حجیت کے بہت سے دلائل بیان ہوئے ہیں۔اللہ کی کتاب، سنت رسول ﷺ کو ایک اساسی مصدر شریعت (Primary source of Islamic Law) کے طور پر متعارف کرواتی ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

Marfat.com

﴿مَنْ يُطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ﴾ (۶۱)

جو رسول ﷺ کی اطاعت کرتا ہے وہ درحقیقت اللہ ہی کی اطاعت کرتا ہے۔

پس رسول ﷺ کی اطاعت کو من جملہ اللہ ہی کی اطاعت میں شمار کیا گیا ہے، لہٰذا سنت پر عمل در حقیقت کتاب اللہ پر عمل کا دوسرا نام ہے۔ اسی طرح ایک اور آیت مبارکہ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کو لازم قرار دیا گیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَیْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِیْلًا﴾ (۶۲)

(اے اہل ایمان اللہ کی اطاعت کرو اور اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو اور اپنے حکمرانوں کی اطاعت کرو اور اگر تمھارے اور حکمرانوں کے مابین کسی مسئلے میں تنازع پیدا ہو جائے تو اسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف لوٹا دو، اگر تم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو، یہ تمھارے لیے بہت بہتر اور انجام کے اعتبار سے اچھا ہے۔)

قابل غور نکتہ یہ ہے کہ اس آیت مبارکہ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کو غیر مشروط بیان کیا گیا ہے جبکہ حکمران اور امیر کی اطاعت کو مشروط کیا گیا ہے۔ دوسرا اہم نکتہ اس آیت مبارکہ میں یہ بھی ہے کہ مسلمانوں کے باہمی اختلاف کی صورت میں اختلاف رفع کرنے کے لیے جن دو مصادر کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا گیا ہے وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ ہیں یعنی کتاب اور سنت رسول ﷺ۔ اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَاۤ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ (۶۳)

(اور جو اللہ کے رسول ؐ تمھیں دیں، وہ لے لو اور جس سے منع کریں، اس سے رک جاؤ)۔

اس آیت کے مطابق اللہ کے رسول ﷺ کے ہر فرمان کو لینا واجب ہے۔ اسی طرح ایک اور جگہ ارشاد ہے:

﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ﴾ (۶۴)

(اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو۔ اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمھارے گناہ معاف کردے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے)۔

اس آیت کے مطابق اللہ کے محبوب بننے کی شرط لازم اللہ کے رسول ﷺ کے اقوال وافعال کی اتباع

Marfat.com

ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ کی سنت کی اتباع اس لیے بھی لازم ہے کہ آپ ﷺ کی سنت کو ایک مسلمان کے لیے زندگی گزارنے کا ایک بہترین نمونہ یا ماڈل قرار دیا گیا ہے۔

آپ ﷺ کا سنت کی اتباع اس لیے بھی لازم ہے کہ آپ ﷺ کی اطاعت ہدایت کا باعث ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا﴾ (۶۵)

(اور اگر تم اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو گے تو ہدایت پا جاؤ گے)

اسی طرح اللہ کے رسول ﷺ کے فرامین کو قبول نہ کرنے والوں کو کتاب اللہ میں شدت سے ڈرایا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ (۶۶)

(پس چاہیے کہ وہ لوگ ڈریں جو اللہ کے رسول ﷺ کے فرامین کی مخالفت کرتے ہیں اس بات سے کہ انہیں کوئی فتنہ نہ آ پہنچے یا انہیں کوئی دردناک عذاب نہ آ لے)۔

اسی طرح کتاب اللہ میں مسلمانوں کے باہمی اختلافات میں اللہ کے رسول ﷺ کے فرامین مبارک کو حجت نہ ماننے والوں کے ایمان کی نفی کی گئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ (۶۷)

(پس آپ کے رب کی قسم کہ یہ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ آپ کو اپنے جھگڑوں میں منصف نہ مان لیں۔ اور پھر آپ ؐ کے فیصلے پر اپنے دلوں میں کوئی تنگی بھی محسوس نہ کریں اور اسے ہر طرح سے تسلیم کر لیں)۔

اسی طرح ایک اور جگہ ارشاد ہے:

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا﴾ (۶۸)

(اور کسی مومن مرد یا مومن عورت کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کے رسول ﷺ اس کے بارے میں کوئی فیصلہ فرما دیں تو اس کے پاس اپنے معاملے میں کوئی اختیار باقی رہے۔ اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرے گا تو وہ تو صریح گمراہی میں مبتلا ہو گیا۔)

Marfat.com

حضور ﷺ کے تشریعی کام کی حیثیت:

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں مجمل احکام اور ہدایات دے کر یا کچھ اصول بیان کر کے یا اپنی پسند و ناپسند کا اظہار کر کے یہ کام اپنے رسول ﷺ کے سپرد کیا کہ وہ پسند ناپسند کا اظہار کر کے نہ صرف لفظی طور پر اس قانون کی تفصیلی شکل مرتب کریں بلکہ اس کے مطابق کام کر کے بھی دکھائیں۔ یہ تفویض اختیارات کا فرمان خود قرآن مجید میں موجود ہے:

﴿وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ﴾ (۶۹)

(اور ہم نے آپ ﷺ کی طرف یہ ذکر نازل کیا ہے تاکہ آپ ﷺ لوگوں کے سامنے اس (تعلیم) کی تشریح و توضیح کرتے جاؤ جوان کی طرف اتاری گئی ہے اور تاکہ وہ (خود بھی) غور و فکر کریں)۔

اس صریح فرمان کی تفویض کے بعد آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ رسول اللہ ﷺ کا قولی اور عملی بیان، قرآن کے قانون سے الگ کوئی چیز ہے، یہ درحقیقت قرآن ہی کی رو سے اس کے قانون کا ایک حصہ ہے۔ اس کو چیلنج کرنے کے معنی خود قرآن کو اور خدا کے پروانۂ تفویض کو چیلنج کرنے کے ہیں۔

قرآن حکیم میں اللہ کے رسول ﷺ کے بارے ارشاد ہے:

﴿وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ﴾ (۷۰)

(اور وہ ان کے لیے طیبات کو حلال ٹھہراتے ہیں اور خبائث کو حرام قرار دیتے ہیں)۔

اس حکم کی تعمیل میں اللہ کے رسول ﷺ نے کتے کے جوٹھے کو نجس قرار دیا اور جس برتن میں کتا منہ ڈال دے اسے سات مرتبہ دھونے کا حکم دیا(۷۱) جبکہ بلی کے جوٹھے کو آپ ﷺ نے قابل استعمال قرار دیا ہے۔ (۷۲)

اسی طرح قرآن مجید نے ایک وقت میں دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنے سے منع فرمایا:

﴿وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ (۷۳)

(اور تمھارا دو بہنوں کا جمع کرنا حرام ہے۔ ہاں جو گزر چکا سو گزر چکا، یقیناً اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے)۔

جبکہ اللہ کے رسول ﷺ نے اس کی وضاحت اور شرح کرتے ہوئے پھوپھی، بھتیجی، بھانجی اور خالہ کو بھی ایک ساتھ نکاح میں جمع کرنے سے منع کیا ہے۔ (۷۴)

اسی طرح کتاب اللہ نے دو دو، تین تین اور چار چار عورتوں سے نکاح کی اجازت دی اور یہ واضح

Marfat.com

نہیں کیا ہے کہ چار کے ساتھ نکاح آخری حد ہے اور اس سے زائد کے ساتھ نکاح ایک ہی وقت میں جائز نہیں ہے۔ (۷۵) جبکہ اللہ کے رسول ﷺ نے اس قرآنی حکم کی شرح کرتے ہوئے ایک ہی وقت میں تعدد نکاح کی حد چار مقرر کی ہے۔ ایک روایت کے مطابق جب غیلان بن سلمہ الثقفی رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا تو ان کے عقد نکاح میں دس بیویاں تھیں تو اللہ کے رسول ﷺ نے انہیں چار کو روک کر بقیہ کو رخصت کرنے کا حکم دیا۔ (۷۶)

اسی طرح قرآن مجید نے ﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا﴾ (۷۷) (اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر جو اس کی طرف راہ پا سکتے ہوں اس گھر کا حج فرض کر دیا ہے۔)

لیکن استطاعت سے کیا مراد ہے؟ اللہ کے رسول ﷺ نے اس کی شرح کرتے ہوئے اس سے مراد سواری اور زادِ راہ لیا ہے۔ (۷۸)

اسی طرح قرآن مجید نے مُردار کو حرام قرار دیا ہے۔

﴿اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ﴾ (۷۹)

(تم پر مردہ اور (بہا ہوا) خون اور سور کا گوشت اور ہر وہ چیز جس پر اللہ کے سوا دوسروں کا نام پکارا گیا ہو حرام ہے)۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿اُحلت لنا ميتتان و دمان﴾ (ہمارے لیے دو مُردے اور دو خون حلال قرار دیے گئے ہیں) (۸۰) دو مُردے مکڑی اور مچھلی اور دو خون جگر اور کلیجی۔ (۸۱) اسی طرح قرآن مجید نے زکوٰۃ کو فرض قرار دیا لیکن کس کس مال میں سے کس قدر زکوٰۃ ادا کرنی ہے، اس کی وضاحت اللہ کے رسول ﷺ نے فرمائی ہے۔ (کتب حدیث میں کتاب زکاۃ میں پوری تفصیلات موجود ہیں)۔

اس طرح کے کئی معاملات جن میں سے شفعہ مثلاً وراثت کے احکام، درندوں کی حرمت اور گھریلو گدھوں کی حرمت، اسی طرح رضاعی رشتوں کی حرمت وغیرہ شامل ہیں جن کی وضاحت صرف فرامین نبوی میں ہی ملتی ہے۔ قرآن مجید اس بارے میں خاموش ہے۔

Marfat.com

حدیث نبوی ﷺ کا تشریعی مقام اور خلفاء راشدین

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حدیث نبوی ﷺ کا تشریعی مقام:

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی ذات اور آپ ﷺ کے اعمال پر جان نثار کرتے تھے۔ حدیث رسول ﷺ کے معاملے میں نہایت احتیاط سے کام لیتے تھے۔

۱۔ ایک عورت اپنے پوتے کی میراث میں سے حصہ لینے آئی، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "نہ کتاب اللہ میں تمھارا کوئی حصہ مقرر ہے اور نہ میرے علم کے مطابق سنت نبی ﷺ میں تمھارا کوئی حصہ مقرر ہے۔" اس کے بعد فرمایا: تم پھر دوبارہ آنا" میں لوگوں سے پوچھوں گا" پس انھوں نے لوگوں سے دریافت کیا۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول ﷺ نے دادی کو چھٹا حصہ دیا تھا۔ یہ حدیث سننے کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس کو چھٹا حصہ دلوا دیا۔ (۸۲)

۲۔ اس طرح حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے وراثت کے مطالبہ پر رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث سنائی:

﴿نحن معاشر الأنبياء ما تركناه صدقة﴾ (۸۳)

(ہم نبیوں کا گروہ جو چھوڑ دیں وہ صدقہ ہے)

اس فرمان نبوی ﷺ کو سن کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے دوبارہ کبھی مطالبہ نہ کیا۔

۳۔ اس طرح خلافت کے وقت جھگڑا ہوا تو انھوں نے حدیث سنائی:

﴿ألائمة من قريش﴾ (۸۴)

(خلیفہ قریش میں سے ہوگا)۔

اس پر تمام صحابہ رضی اللہ عنہم آپ رضی اللہ عنہ کی بات کے قائل ہو گئے۔

اسی طرح دیگر معاملات میں ہوتا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے حدیث سنی تو فرمایا:

﴿حدثنى أبو بكر و صدق أبوبكر﴾ (۸۵)

(مجھے ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا اور اس نے سچ کہا)۔

۴۔ حافظ ابن قیم نے سنت اور حدیث کے بارے میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا طرزِ عمل اس طرح نقل کیا ہے:

﴿كان أبوبكرؓ اذا ورد عليه حكمٌ نظر فى كتاب الله تعالىٰ فان وجد فيه ما

یقضی به قضی به وان لم یجد فی کتاب الله نظر فی سنّة رسول الله ﷺ فان وجد فیها ما یقضی به قضی به فان اعیاه ذلک سأل النّاس هل علمتم أنّ رسول الله ﷺ قضی فیه بقضاءٍ فربّما قام الیه القوم فیقولون قضی فیه بکذا وکذا﴾(۸۶)

(حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سامنے جب کوئی مسئلہ پیش آتا تو پہلے وہ کتاب اللہ میں اس کا حل تلاش کرتے، اگر وہاں نہ پاتے تو پھر رسول اللہ ﷺ کی سنت کی طرف رجوع فرماتے، اگر اس موقع پر بھی ناکام رہتے تو پھر لوگوں سے دریافت کرتے کہ کیا اس معاملے میں رسول اللہ ﷺ کے فرمان کا کسی کو علم ہے؟ بارہا ایسا ہوا ہے کہ اس طرح سوال کرنے پر لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے فیصلے کی اطلاع آپ کو دی ہے)۔

تاریخ الخلفاء میں مزید الفاظ ملتے ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ اس قسم کے مواقع پر لوگوں سے رسول اللہ ﷺ کی حدیث سن کر خوشی سے یہ فرماتے:

﴿ألحمد لله الّذی جعل فینا من یحفظ عن نبیّنا﴾(۸۷)

(اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے ہم میں سے ایسے لوگوں کو باقی رکھا ہے جن کے سینوں میں ہمارے نبی ﷺ کی سنت محفوظ ہے)۔

۵۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب ان کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو ایک تحریر لکھوا دی جن میں یہ درج تھا: بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ یہ زکوٰۃ کے فرائض ہیں جن کو رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں پر فرض کیا ہے اور انھی کا اللہ نے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا ہے (۸۸)۔ راوی حدیث حضرت حماد بن سلمہ کہتے ہیں میں نے یہ صحیفہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پوتے ثمامہ سے حاصل کیا۔ (۸۹)

۶۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں منکرین زکوٰۃ کے انکار پر ارشاد فرمایا:

﴿واللہ لو منعونی عقالا کانوا یئودونها الی الرسول الله ﷺ لقاتلتهم علی منعه﴾(۹۰)

(اللہ کی قسم میں اس سے جنگ کروں گا جس نے اونٹ کا گھٹنہ بند روک لیا جو رسول اللہ ﷺ کو ادا کیا کرتے تھے۔)

مانعین زکوٰۃ سے جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قتال کا ارادہ فرمایا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی تھے جنھوں نے اس کی مخالفت کی اور حجت میں حدیث پیش کی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، آپ رضی اللہ عنہ کیسے ان سے لڑ سکتے ہیں حالانکہ رسول ﷺ نے فرمایا: ”مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے لڑوں، جب تک کہ وہ لا الہ الا اللہ نہ کہیں، پس جس نے لا الہ الا اللہ کہہ لیا تو اس نے مجھ سے اپنے مال اور اپنی جان کو بچا لیا مگر اس کے حق کے

ساتھ اور اس کا حساب اللہ پر ہے۔'' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسی حدیث کے آخری حصہ ''الابحقہ'' سے استدلال کیا اور فرمایا:

''بے شک زکوٰۃ مال کا حق ہے۔''(۹۱)

۷۔ موطا میں ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی صاحب زادی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنی زندگی میں کچھ مال دینے کے لیے کہا تھا، مگر انہیں یہ یاد نہیں تھا کہ یہ مال ان کے حوالے کر دیا گیا تھا یا نہیں۔ وفات کے وقت آپ رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کہ اگر وہ مال تم لے چکی ہو، تب تو وہ تمھارے پاس رہے گا (کیوں کہ وہ ہبہ ہوگیا)، لیکن اگر ابھی تک تم نے اسے قبضہ میں نہیں لیا ہے تو اب وہ میرے سب وارثوں میں تقسیم ہوگا (کیوں کہ اس کی حیثیت ہبہ کی نہیں بلکہ وصیت کی ہے اور حدیث لا وصیة لــوارث کی رو سے وارث کے حق میں کوئی وصیت میت کے ترکے میں نافذ نہیں ہوسکتی تھی) امام مالک رحمہ اللہ کی موطا میں اس طرح کی بکثرت مثالیں خلیفہ اول کی زندگی کے بارے میں ملتی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے سے بال برابر ہٹنا بھی جائز نہ سمجھتے تھے۔

۸۔ خلیفہ ہونے کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا اولین اعلان یہ تھا کہ:

﴿أطیعونی ما أطعت الله ورسوله فان عصیت الله ورسوله فلا طاعة لی علیکم﴾(۹۲)

(''میری اطاعت کرو جب تک میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتا رہوں لیکن اگر میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کروں تو تم پر میری کوئی اطاعت نہیں ہے)۔''

۹۔ انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جیشِ اسامہ رضی اللہ عنہ کو صرف اس لیے بھیجنے پر اصرار کیا کہ جس کام کا فیصلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی میں کر چکے تھے، اسے بدل دینے کا وہ اپنے آپ کو مجاز نہ سمجھتے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جب ان خطرات کی طرف توجہ دلائی جن کا طوفان عرب میں اٹھتا نظر آرہا تھا اور اس حالت میں شام کی طرف فوج بھیج دینے کو نامناسب قرار دیا، تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا جواب یہ تھا کہ:

﴿لو خطفتنی الکلاب والذئاب لم أرد قضیءً امربه رسول الله﴾(۹۳)

(اگر کتے اور بھیڑیے بھی مجھے اچک لے جائیں تو میں اس فیصلے کو نہ بدلوں گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کر دیا تھا)۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خواہش ظاہر کی کہ کم از کم اسامہ رضی اللہ عنہ ہی کو اس لشکر کی قیادت سے ہٹا دیں کیوں کہ بڑے بڑے صحابہ اس نوجوان لڑکے کی ماتحتی میں رہنے سے خوش نہیں ہیں تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کی داڑھی پکڑ کر فرمایا:

﴿ثکلتك امك وعدمتك یا ابن الخطاب، استعمله رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم وتامرنی

Marfat.com

ان أنزعه﴾
(خطاب کے بیٹے، تیری ماں تجھے روئے اور تجھے کھودے، رسول اللہ ﷺ نے اس کو مقرر کیا اور تو مجھ سے کہتا ہے کہ میں اسے ہٹادوں)۔
اس موقع پر لشکر کو روانہ کرتے ہوئے جو تقریر انھوں نے کی اس میں فرمایا:
﴿انما انا متبع لست بمبتدع﴾(۹۴)
(میں تو پیروی کرنے والا ہوں۔ نیا راستہ نکالنے والا نہیں ہوں)۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حدیث نبوی ﷺ کا تشریعی مقام:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی حدیث کے معاملے میں بعینہ وہی طرزِ عمل اختیار کیا جو مذکورہ بالا واقعے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں بیان کیا گیا ہے، مختصر طور پر چند نظائر یہاں پیش کیے جاتے ہیں:
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

۱۔ ﴿سیأتی قوم یجادلونکم بشبهات القرآن فخذوهم بالسّنن فانّ اصحاب السّنن اعلم بکتاب الله﴾(۹۵)
(آئندہ ایسے لوگ (وجود میں) آئیں گے جو قرآنی آیات کے بارے میں شبہات پیدا کر کے تم سے بحث ومجادلہ کریں گے، ایسے لوگوں پر تم سنن (احادیث) کے ذریعے گرفت کرو، اس لیے کہ سنن والے اللہ کی کتاب کا زیادہ علم رکھتے ہیں۔)
یعنی قرآن مجید کا صحیح فہم، سنت وحدیث کے علم پر موقوف ہے، ورنہ انسان شبہات کی وادی میں بھٹکتا پھرے گا۔

۲۔ ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:
﴿انّی لم ابعث عمّالی الیکم لیضربوا ابناء کم ولا لیا خذوا اموالکم لکن انما بعثتهم لیبلغوکم دینکم وسنة نبیکم﴾(۹۶)
(میں اپنے عمال (گورنر) تمھارے پاس اس لیے نہیں بھیجتا ہوں کہ وہ تمھارے بیٹوں کو ماریں اور تمھارے مال مویشی تم سے زبردستی چھین لیں بلکہ میں تو ان کو اس لیے بھیجتا ہوں کہ تمھیں، تمھارا دین اور تمھارے نبی کی سنت سکھلائیں۔)

۳۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ ملک شام جانے کے ارادے سے نکلے، جب آپ مقام سرغ پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ شام میں طاعون پھیلا ہوا ہے۔ مزید سفر جاری رکھنے کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان اختلاف ہوگیا۔ کافی بحث وگفتگو کے باوجود کوئی فیصلہ نہ ہوسکا۔ اس موقع پر حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث پیش کی کہ ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جہاں وبا پھوٹ پڑی ہو اس جگہ جانا نہیں

Marfat.com

چاہیے"۔ اس حدیث کو سن کر صحابہ کا اختلاف دور ہو گیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ لشکر کے ساتھ مدینہ واپس تشریف لے آئے۔ (۹۷)

۴۔ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:

﴿ایها النّاس قد سنّت لكم السّنن وفرضت لكم الفرائض وتركتم على الواضحة الآن تضلّوا بالنّاس يميناً وّشمالا﴾ (۹۸)

(لوگو! تمھارے لیے سنت مقرر کی گئی ہے۔ فرائض و احکام مقرر کر دیئے گئے ہیں۔ تمھارے لیے روشن راستہ بنا دیا گیا ہے۔ الّا یہ کہ تم لوگوں کی وجہ سے دائیں بائیں بھٹک جاؤ۔)

۵۔ ایک مرتبہ خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:

﴿ايّاكم أن تهلكوا عن آية الرّجم۔ أن يقول قائل: لا نجد حدّين فى كتاب الله۔ فقد رجم رسول الله ﷺ ورجمنا﴾ (۹۹)

("سنو! رجم کا حکم جھٹلا کر خدا کے عذاب کا نشانہ نہ بنو، کسی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ یہ کہے کہ ہم اللہ کی کتاب میں دو حدوں کا ذکر نہیں پاتے۔ رسول اللہؐ نے رجم کیا (یعنی زانی کو سنگسار کیا) اور ہم بھی رجم کرتے ہیں")۔

۶۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ حجر اسود کو مخاطب کر کے فرمایا تھا کہ:

﴿والله انى اعلم انك حجر لا تضر ولا تنفع لولا انى رايت النبى ﷺ يقبلك ماقبلتك﴾

(اللہ کی قسم میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے، نہ نفع دے سکتا ہے نہ نقصان۔ اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو کبھی تمھیں بوسہ نہ دیتا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو بوسہ دیا۔) (۱۰۰)

حجر اسود کو مخاطب کرنا بظاہر کوئی حقیقت نہیں رکھتا لیکن اس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک سنت نبوی کے مقام کا پتہ چلتا ہے کہ وہ اس کو کتنی اہمیت دیتے تھے۔

۷۔ حضرت مسور رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عورت کے پیٹ کے ساقط بچے کی دیت کے سلسلے میں مشورہ کیا۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے میری موجودگی میں بطور دیت کے غلام یا لونڈی مقرر کی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کوئی اور آدمی پیش کرو جو تمھارے ساتھ گواہی دے۔ تو حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے شہادت دی۔ (۱۰۱) آپ نے یہ سزا فوراً نافذ کر دی۔

۸۔ حضرت سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ دیت عاقلہ کے ذمہ ہے اور بیوہ کو اس میں سے کچھ نہیں ملے گا۔ یہاں تک کہ حضرت ضحاک رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ نبی ﷺ نے ان کو لکھ کر بھیجا تھا

Marfat.com

کہ اشیم کی بیوی کو بھی دیت میں سے حصہ دیا جائے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے فتوے سے رجوع کر لیا۔ (۱۰۲)

۹۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے مسلک کے بارے میں قاضی شریح رحمہ اللہ کے نام اپنے خط میں اس طرح بیان فرماتے ہیں: ''اگر تم کوئی حکم کتاب اللہ میں پاؤ تو اس کے مطابق فیصلہ کر دو اور اس کی موجودگی میں کسی دوسری چیز کی طرف توجہ نہ کرو اور اگر کوئی ایسا معاملہ آئے جس کا حکم کتاب اللہ میں نہ ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں جو حکم ملے اس پر فیصلہ کرو۔ اور اگر معاملہ ایسا ہو جس کا حکم نہ کتاب اللہ میں ہو اور نہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تو اس کا فیصلہ اس قانون کے مطابق کرو جس پر اجماع ہو چکا ہو لیکن اگر کسی معاملے میں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں خاموش ہوں اور تم سے پہلے اس کے متعلق کوئی اجماعی فیصلہ بھی نہ ہوا ہو تو تمہیں اختیار ہے کہ یا تو پیش قدمی کر کے اپنی اجتہادی رائے سے فیصلہ کر دو، یا پھر انتظار کرو اور میرے نزدیک تمہارا انتظار کرنا زیادہ بہتر ہے۔'' (۱۰۳)

یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اپنا لکھا ہوا سرکاری ہدایت نامہ ہے، جو انھوں نے خلیفہ وقت کی حیثیت سے ضابطۂ عدالت کے متعلق کوفہ ہائی کورٹ کے چیف جسٹس کو بھیجا تھا۔

۱۰۔ امام شاطبی نے موافقات میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے وہ مکتوبات نقل کیے ہیں جو انھوں نے قاضی شریح رحمہ اللہ کے نام بھیجے تھے۔ ان میں سے دو اقتباس ہم پیش کر رہے ہیں جن سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نظریۂ حدیث پر روشنی پڑتی ہے:

﴿اذا اتاك امر فاقض بما فی كتاب الله فان اتاك مالیس فی كتاب الله فاقض بما سن فیه رسول الله﴾ (۱۰۴)

(جب تمھارے پاس کوئی آدمی آئے تو تم جو کچھ کتاب اللہ میں ہے اس کے مطابق فیصلہ دو، اگر تمھارے پاس کوئی ایسی چیز آئے جو کتاب اللہ میں نہیں تو تم اس طریق پر فیصلہ کرو جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس میں تھا)۔

﴿انظر ماتبین لك فی كتاب الله فلا تسئل فیه احدا و مالم تبین لك فی كتاب الله فاتبع فی سنة رسول الله﴾ (۱۰۵)

(تم دیکھو جو چیز تمھارے لیے کتاب اللہ میں واضح ہے اس بارے میں کسی سے مت سوال کرو اور جو چیز کتاب اللہ میں واضح نہیں ہے اس میں سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرو۔)

۱۱۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو والی بصرہ بنایا تو حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے مجمع عام میں تقریر کی جس میں خلافت کے انداز حکمرانی کو واضح کیا، اس تقریر میں ان کا یہ جملہ قابل غور ہے:

﴿بعثنی عمر لا علمکم کتاب ربکم وسنة نبیکم﴾ (۱۰۶)

(مجھے عمر رضی اللہ عنہ نے بھیجا ہے کہ میں تمھیں تمھارے رب کی کتاب اور تمھارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سکھلاؤں)۔

Marfat.com

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا تشریعی مقام:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد تیسرے خلیفہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔آپ رضی اللہ عنہ داماد رسول تھے اور شرافت و تقویٰ کے اعتبار سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ممتاز صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اکتسابِ علم اور فیضِ تربیت حاصل کرنے میں دیگر خلفاء راشدین کی طرح انہیں بھی خصوصیت حاصل تھی۔ حدیث کی روایت میں آپ نے دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بہ نسبت زیادہ احتیاط برتی ہے۔آپ کی جملہ مرویات کی تعداد ایک سو چھیالیس ہے جن میں تین متفق علیہ ہیں۔ آٹھ صرف بخاری میں اور پانچ صرف مسلم میں ہیں۔قلت روایت احتیاط کا نتیجہ ہے ورنہ آپ سنت کو دین میں حجت مانتے تھے اور خود احادیث بیان فرماتے تھے۔

۱۔ بیعت کے بعد اولین خطبہ جو انھوں نے دیا، اس میں علی الاعلان تمام مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''خبردار رہو، میں پیروی کرنے والا ہوں، نئی راہ نکالنے والا نہیں ہوں۔میرے اوپر کتاب اللہ اور سنت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پابندی کے بعد تمھارے تین حق ہیں جن کی میں ذمے داری لیتا ہوں۔ایک یہ کہ میرے پیش رو خلفاء کے زمانے میں تمھارے اتفاق و اجتماع سے جو فیصلے اور طریقے طے ہو چکے ہیں، ان کی پیروی کروں گا۔ دوسرے یہ کہ جو امور اب اہل خیر کے اجتماع و اتفاق سے طے ہوں گے ان پر عمل درآمد کروں گا۔تیسرے یہ کہ تمھارے اوپر دست درازی کرنے سے باز رہوں گا جب تک کہ تم ازروئے قانون مواخذہ کے مستوجب نہ ہو جاؤ''۔ (۱۰۷)

۲۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا خیال تھا کہ جس عورت کا شوہر فوت ہو جائے تو وہ جہاں چاہے عدّت گزار سکتی ہے لیکن حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی بہن فریعہ بنت مالک نے اپنا واقعہ پیش کیا کہ میرا شوہر قتل کیا گیا تھا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو آپؐ نے شوہر کے مکان پر عدّت گزارنے کا حکم دیا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسی روایت کے مطابق فیصلہ کیا۔ (۱۰۸)

۳۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر جن الفاظ کے ساتھ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے بیعت کی تھی وہ یہ تھے: ﴿أبایعك علی کتاب اللہ وسنۃ رسولہ وسیرۃِ ابی بکرٍ وعمر رضی اللہ عنہما﴾ (۱۰۹) (میں تمھارے ہاتھ پر، اللہ کی کتاب، اس کے رسولؐ کی سنت اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کے طریقے پر بیعت کرتا ہوں) چنانچہ تاریخ گواہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں سرِمُو بھی اس معاہدۂ بیعت سے تجاوز نہ کیا۔

۴۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حج کے موسم میں تمتع کے قائل نہ تھے لیکن جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی تو انھوں نے اپنے قول سے رجوع کر لیا۔ (۱۱۰)

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا تشریعی مقام:

چوتھے خلیفہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں سے ہیں۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی اور داماد ہیں۔ آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق سے بہرۂ وافر پایا۔

۱۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس چند مرتد افراد لائے گئے، آپ رضی اللہ عنہ نے ان کو آگ میں جلانے کا حکم دیا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

﴿من بدّل دینه فاقتلوه﴾

(جو دین بدل لے اس کو قتل کردو)

یعنی مرتدین کا خاتمہ تلوار سے کیا جاسکتا ہے نہ کہ آگ میں جلا کر۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا:

صدق ابن عبّاسٍ

(ابن عباس سچ کہتے ہیں) (۱۱۱)

۲۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ فرمایا اگر دین کا مدار رائے اور قیاس آرائی پر ہوتا تو موزوں کے نیچے مسح کیا جاتا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے موزوں کے اوپر مسح کیا ہے۔ (۱۱۲)

۳۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کتاب وسنت کے اتباع کے معاملے میں ٹھیک وہی روش اختیار کی جس پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ زندگی بھر قائم رہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ دعا فرمایا کرتے تھے:

''خداوند! جس طرح تو نے خلفائے راشدین کی رہنمائی فرمائی ہے مجھے بھی اپنی ہدایت سے مالا مال کر دے''۔

کسی نے سوال کیا: ''خلفائے راشدین سے کون لوگ مراد ہیں؟'' اس موقع پر آپ رضی اللہ عنہ کی آنکھیں اشک بار ہوگئیں اور فرمایا:

﴿هما حبیبای ابو بکر و عمر اما ما الهدیٰ و شیخا الاسلام﴾ (۱۱۳)

(خلفائے راشدین سے میری مراد ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما ہیں جو میرے محبوب ہیں، ہدایت کے امام ہیں اور اسلام کی باعظمت شخصیتیں ہیں)۔

۴۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خلیفہ ہونے کے بعد اہل مصر سے بیعت لینے کے لیے اپنے گورنر حضرت قیس بن سعد بن عبادہ کے ہاتھ جو سرکاری فرمان بھیجا تھا اس میں وہ لکھتے ہیں:

''خبردار رہو، ہمارے اوپر تمھارا یہ حق ہے کہ ہم اللہ کی کتاب اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق عمل کریں اور تم پر وہ حق قائم کریں جو کتاب وسنت کی رُو سے حق ہو، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو جاری

Marfat.com

کریں اور تمھاری بے خبری کی حالت میں بھی تمھارے ساتھ خیر خواہی کرتے رہیں۔" (١١۴)

۵۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں سے ہیں۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی اور داماد ہیں۔ آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق سے بہرہ وافر پایا۔ حدیث میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا طریق جداگانہ تھا۔ آپ کا یہ معمول تھا کہ جب کوئی آپ کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے بات کرتا تو اس سے قسم لیتے تھے۔ شاید اس کی وجہ عہد عثمان رضی اللہ عنہ میں برپا ہونے والے فتنے اور فساد بھی ہوں۔ (١١۵)

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا تشریعی مقام:

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ (م ١٠١ھ) نے ایک مرتبہ فرمایا:

﴿سنّ رسول الله ﷺ وولاة الامر من بعده سننا، الأخذ بها تصديقٌ لكتاب الله واستكمالٌ لطاعة الله وقوة على دين الله ليس لاحدٍ تغييرها ولا تبديلها ولا النّظرُ فی شیءٍ خالفها، من عمل بها مهتدٍ ومن انتصر بها منصورٌ ومن خالفها اتبع غير سبيل المؤمنين﴾ (١١٦)

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ولاۃ امر یعنی خلفائے راشدین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بہت سی سنتیں قائم کی ہیں جن کو اختیار کرنا کتاب اللہ کی تصدیق کے ہم معنی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں کمال حاصل ہوتا ہے اور اس کے دین کے لیے قوت و طاقت میں فراوانی ہوتی ہے۔ ان سنتوں میں تغیر و تبدل جائز نہیں ہے اور نہ ان کی مخالفت گوارا کی جا سکتی ہے، جس نے ان پر عمل کیا اس نے ہدایت پائی اور جس نے ان کا سہارا لیا اس نے غلبہ پایا اور جس نے ان کی مخالفت کی اس نے مومنوں کی راہ چھوڑ کر دوسرے راستہ کی پیروی کی)۔

Marfat.com

حدیث نبوی ﷺ کا تشریعی مقام اور ائمہ

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور حدیث نبوی ﷺ کا تشریعی مقام:

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے سنت کی اہمیت کے متعلق فرمایا:

۱۔ ﴿لو لا السّنّة ما فهم احدٌ منّا القرآن﴾ (١١٧)
(اگر سنت نہ ہوتی تو ہم میں سے کوئی قرآن کو نہ سمجھ سکتا)

۲۔ ﴿ايّاكم والقول فى دين الله بالرّأى وعليكم باتّباع السّنّة فمن خرج عنها ضلّ﴾ (١١٨)
(اللہ کے دین کے معاملے میں رائے اور قیاس سے بچو اور سنت کی پیروی کو اپنے اوپر لازم کرلو، جو سنّت کے دائرے سے نکلا وہ گمراہ ہوا)۔

۳۔ ﴿لم تزل النّاس فى صلاحٍ ما دام منهم من يطلب الحديث فاذا طلبوا العلم بلا حديثٍ فسدوا﴾ (١١٩)
(لوگ برابر خیر وصلاحیت سے ہم کنار ہوں گے جب تک کہ ان میں حدیث کے طالب موجود رہیں گے اور جب وہ حدیث کو چھوڑ کر علم طلب کریں گے تو فساد اور بگاڑ کا نشانہ بن جائیں گے۔)

٤۔ ﴿اذا صحّ الحديث فهو مذهبى﴾ (١٢٠)
(صحیح حدیث (پر عمل) ہی میرا مذہب ہے)

٥۔ ﴿اذا قلت قولاً يخالف كتاب الله تعالىٰ او خبر الرّسول فاتركوا قولى﴾ (١٢١)
(جب میں کوئی ایسی بات بیان کروں جو کتاب اللہ اور حدیثِ رسولؐ کے خلاف ہو تو میری بات کو چھوڑ دو)۔

٦۔ ایک مرتبہ اہل کوفہ میں سے ایک شخص امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی مجلس میں آیا، اس وقت آپ کے پاس حدیث کی قراءت کی جارہی تھی۔ اس شخص نے کہا: " دعونا من هذه الاحاديث۔" (ان احادیث کو چھوڑ دو)۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے یہ سن کر سخت زجر فرمایا اور کہا کہ "اگر سنت نہ ہوتی تو ہم میں سے کوئی قرآن کریم کو بھی نہ سمجھ پاتا۔" (١٢٢)

۷۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد امام زفر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

﴿انما ناخذ بالرائی مالم نجد الأثر ، فاذا جاءَ ناالاثر ترکنا الرأی وأخذنا الاثر﴾(۱۲۳)

(ہم تو کسی رائے کوصرف اس وقت اختیار کرتے ہیں جب ہمیں کسی مسئلے میں کوئی اثر یا روایت نہ ملے اور جب ہمیں کسی مسئلے میں کوئی اثر یا روایت مل جاتی ہے تو ہم رائے سے اجتناب کرتے ہیں اور اثر یا روایت کو لے لیتے ہیں۔)

امام مالک رحمہ اللہ اور حدیث نبوی ﷺ کا تشریعی مقام:

امام مالک کو امام دارالہجر ۃ بھی کہا جاتا ہے۔ آپ کوئی بھی کام خلاف سنت نہ کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی محبت ان کے دل میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ ان کے اقوال ہیں:

۱۔ ﴿انّما انا بشرٌ اخطیء وأصیب فانظروا فی رأی فکلّ ما وافق الکتاب والسنّة فخذوه وکلّ ما لم یوافق الکتاب والسّنة فاترکوه﴾(۱۲۴)

(میں ایک انسان ہی ہوں غلط اور صحیح دونوں قسم کے فتوے دے سکتا ہوں، میری رائے میں غور کرو، اگر کتاب وسنت کے مطابق ہو تو اسے قبول کرو ورنہ رد کردو)۔

۲۔ ﴿لیس احدٌ الاّ ویؤخذ من قوله ویترك الاّ النّبی ﷺ﴾(۱۲۵)

(ہر شخص کی بات کو اختیار بھی کیا جا سکتا ہے اور چھوڑا بھی جا سکتا ہے، سوائے حضرت محمد ﷺ کے۔ (آپؐ کے قول کو بہرحال اپنانا ہی پڑے گا)۔

امام شافعی رحمہ اللہ اور حدیث نبوی ﷺ کا تشریعی مقام:

حدیث کے بارے میں امام شافعی رحمہ اللہ کے بہت سے اقوال نقل کیے جا سکتے ہیں، یہاں چند اقوال کو بیان کیا جاتا ہے:

۱۔ ﴿أجمع المسلمون علی أنّ من استبان له سنّةٌ عن رسول الله ﷺ لم یحلّ له أن یدعها بقول أحد﴾(۱۲۶)

(تمام مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کی سنت سامنے آجائے تو پھر اس بات کی گنجائش نہیں رہتی کہ اس کو کسی امتی کے قول کی بنا پر ترک کر دیا جائے)۔

۲۔ ﴿اذا وجدتم فی کتابی خلاف سنة رسول الله فقولوا بسنة رسول الله ودعوا ماقلت وفی روایة اتبعوها ولا تلتفتوا الی قول احد﴾(۱۲۷)

(جب تم میری کسی کتاب میں اللہ کے رسولؐ کی سنت کی مخالفت پاؤ تو سنت رسولؐ کے مطابق فتویٰ دو اور جو میں کہہ رہا ہوں اس کو چھوڑ دو اور ایک روایت میں ان سے یہ الفاظ مروی ہیں کہ تم سنت رسولؐ

Marfat.com

کی پیروی کرو اور کسی کے قول کی طرف مت توجہ کرو۔)

۳۔ ﴿اذاصح الحدیث فاضربوا بقولی الحائط﴾(۱۲۸)

(جب کوئی مسئلہ صحیح حدیث سے ثابت ہو جائے تو میرے قول کو دیوار پر دے مارو)۔

۴۔ ''جب حدیث ثابت ہو جائے تو اسی وقت اس کو قبول کر لینا واجب ہے گو اس کے مطابق کسی امام کا عمل موجود نہ ہو۔''(۱۲۹)

۵۔ ﴿ اذا ثبت الخبر عن النبی ﷺ لم یجز ترکه لشئی۔﴾(۱۳۰)

(جب نبی ﷺ سے کوئی خبر ثابت ہو جائے تو کسی چیز کے لیے اس کا ترک کرنا جائز نہیں ہے)۔

۶۔ ﴿یسقط کل شی خالف أمر النبی ﷺ ولا یقوم معه رأی ولا قیاس فان الله عزوجل قطع العذر بقوله ﷺ۔﴾(۱۳۱)

(نبی ﷺ کے حکم کے خلاف ہر شے ساقط الاعتبار ہے۔ اس کے ساتھ نہ کسی کی رائے قائم ہو سکتی ہے اور نہ قیاس کیونکہ اللہ عزوجل نے رسول اللہ ﷺ کے حکم کے ساتھ ہر عذر کو منقطع کر دیا ہے۔'')

۷۔ ﴿کل مسئلة صح فیها الخبر عن رسول الله ﷺ عند أهل النقل بخلاف ما قلت فانا راجع عنها فی حیاتی وبعد موتی۔﴾(۱۳۲)

(جس مسئلے میں رسول اللہ ﷺ کی کوئی خبر محدثین کے نزدیک ثابت ہو اور میرا قول اس کے خلاف ہو تو میں اپنی زندگی میں اور اپنی موت کے بعد بھی اپنے اس قول سے رجوع کرتا ہوں۔)

۸۔ ﴿ اذا صح الحدیث فهو مذهبی﴾(۱۳۳)

(صحیح حدیث (پرعمل) ہی میرا مذہب ہے)

۹۔ ﴿ کل ما قلت فکان عن النبی ﷺ خلاف قولی مما یصح فحدیث النبی ﷺ اولیٰ فلا تقلدونی۔﴾(۱۳۴)

(''میرا ہر قول جو نبی ﷺ کی کسی صحیح حدیث کے خلاف ہو تو نبی ﷺ کی حدیث اولیٰ ہے، لہٰذا میری تقلید نہ کرو۔'')

۱۰۔ اور ابو القاسم السمرقندی رحمہ اللہ ''الامالی'' میں بیان کرتے ہیں کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا:

''اگر تم مجھے کوئی ایسی بات کہتے ہوئے دیکھو جس کے خلاف نبی ﷺ کی صحیح حدیث موجود ہے تو جان لو کہ میری عقل جا چکی ہے۔''(۱۳۵)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور حدیث نبوی ﷺ کا تشریعی مقام:

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا احادیث کی جمع و ترتیب اور درس و تدریس سے جو شغف رہا ہے اس کا

Marfat.com

انکار کس کو ہو سکتا ہے، چنانچہ مسند احمد بن حنبل میں 30 ہزار کے قریب احادیث ہیں۔ وہ فرماتے ہیں:

① ﴿من ردّ حديث رسول الله ﷺ فهو على شفا هلكة﴾(۱۳۶)

(جس نے رسول اللہ ﷺ کی حدیث کو رد کیا وہ ہلاکت وتباہی کے کنارے پر پہنچ گیا)۔

② ﴿لا تقلدني ولا تقلدوا مالكا ولا الشافعي ولا الاوزاعي ولا الثوري وخذوا من حيث اخذوا﴾(۱۳۷)

(''نہ میری تقلید کرو نہ امام مالک کی، نہ امام شافعی کی، نہ امام اوزاعی کی اور نہ امام ثوری کی بلکہ ہر حکم وہیں سے لو جہاں سے یہ لوگ اخذ کرتے ہیں (یعنی کتاب وسنت کی طرف رجوع کرو۔''))

③ ﴿رأى الأوزاعی رأى ورأى مالك رأى ورأى أبى حنيفة كله رأى وهو عندى سواء وانما الحجة فى الآثار﴾(۱۳۸)

(''امام اوزاعی، امام مالک اور امام ابوحنیفہ کی آراء کی حیثیت محض رائے کی ہی ہے۔ میرے نزدیک یہ تمام آراء برابر ہیں اور حجت تو فقط آثار ہی ہیں۔''))

Marfat.com

مشاہیرِ امت اور سنتِ نبوی ﷺ

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور سنت نبوی ﷺ:

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (م ۷۲۸ھ) کے نزدیک بھی ہر سنّت مستقل حجت ہے، خواہ قرآن کی شارح یا مفسر ہو یا نہ ہو، وہ سنت کی تین قسمیں قرار دیتے ہیں اور تینوں کو حجت مانتے ہیں۔

۱۔ وہ سنت متواترہ جو ظاہر اقرآن کے خلاف نہ ہو بلکہ اس کی مفسر ہو۔ مثلاً نمازوں کی تعداد، رکعات کی تعداد یا زکوٰۃ کا نصاب یا حج کے ارکان وغیرہ۔ اس طرح کے دوسرے احکام سنت ہی سے معلوم ہو سکتے ہیں اور علماء اسلام کا ان کے بارے میں اجماع ہے کہ یہ قرآن کا تتمہ اور تکملہ ہیں۔ پس جو ان کی حجیت کا انکار کرتا ہے وہ علم دین کا انکار کرتا ہے، رکن اسلام کو منہدم کرتا ہے اور اسلام کا حلقہ اپنی گردن سے اتار پھینکتا ہے۔

۲۔ ایسی سنت متواترہ جو قرآن کی تفسیر نہیں کرتی، نہ ظاہر قرآن کے خلاف ہے لیکن ایسے حکم کو بتاتی ہے جو قرآن میں صراحۃً مذکور نہیں ہے جیسے زانی کے لیے (جبکہ شادی شدہ ہو) سنگ سار کرنے کی سزا، یا نصاب سرقہ کی تعیین، تمام سلفِ امّت اس قسم کی سنت پر بھی عمل ضروری سمجھتے ہیں، سوائے خوارج کے"۔

۳۔ رسول اللہ ﷺ سے تواتر سے مروی سنتیں، تلقی بالقبول کی حیثیت سے یا یہ کہ ثقات نے ان کو روایت کیا ہے۔ ان کے بارے میں بھی اہل علم فقہ وحدیث وتصوف کا اتفاق ہے کہ ایسی حدیثیں قابل قبول ہیں، اور ان کی اتباع واجب ہے۔ (۱۳۹) اس بارے میں راجح مسلک یہی ہے کہ اس قسم کی احادیث سے قرآن مجید کے عموم کی تخصیص ہو سکتی ہے، خواہ بظاہر یہ روایت قرآن کے خلاف ہی پڑتی ہو تب بھی حدیث پر عمل کیا جائے گا۔

اس بات کی مزید وضاحت امام شافعی رحمہ اللہ نے اس طرح کی ہے:

﴿انّ قول من قال تعرض السنّة علی القرآن، فإن وافقت ظاهره والاّ استلمنا ظاهر القرآن وترکنا الحدیث جهلٌ الخ﴾ (۱۴۰)

(یہ شرط لگانا کہ سنت کو قرآن مجید پر پیش کیا جائے اور سنت کا قرآن مجید سے موازنہ کیا جائے پھر جو حدیث ظاہر قرآن کے خلاف ہو اسے رد کر دیا جائے اور جو موافق ہو اسے قبول کر لیا جائے یہ اندازِ فکر عدم واقفیت پر مبنی ہے۔) اور جہالت کی علامت ہے۔

شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ اور سنت نبوی ﷺ:

شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ (م ۱۱۷۶ھ) تفسیر، حدیث، فقہ اور تصوف ان چاروں علوم میں مہارت رکھتے

Marfat.com

ہیں اور ان سب کے بارے میں ان کی مشہور و معروف تصانیف موجود ہیں۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی اہمیت و عظمت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

﴿اما الصحیحان فقد اتفق المحدثون علی أنّ جمیع ما فیهما من المتصل المرفوع صحیح بالقطع، وانهما متواتران الی مضیفهما وانّه کل من یهوّن امرهما فهو مبتدعٌ، متبعٌ غیر سبیل المؤمنین---- الخ﴾ (۱۴۱) صحیح بخاری اور صحیح مسلم کا معاملہ یہ ہے کہ محدثین کرام نے اتفاق رائے سے یہ طے کیا ہے کہ ان دونوں کتابوں میں جو احادیث متصل مرفوع پائی جاتی ہیں وہ قطعی طور پر صحیح ہیں، اور یہ دونوں متواتر طریقے کے ساتھ مصنفین (امام بخاری و مسلم) سے مربوط ہیں، اور واقعہ یہ ہے کہ جو شخص بھی ان دونوں کا درجہ گھٹانے کی کوشش کرے گا، اور ان کے ساتھ توہین و تحقیر سے پیش آئے گا تو وہ بدعتی ہے اور ایمان والوں کی راہ چھوڑ کر دوسرے راستے کی پیروی کرنے والا ہے۔)

اللہ کے نبی کی بات قرآن کے خلاف کسی صورت بھی نہیں ہو سکتی۔ ایسی سوچ کے حامل روحانی اور ذہنی مریض ہیں اور علمی طور پر ان کی سوچ درست نہیں۔

اسی طرح حجة الله البالغه میں فرماتے ہیں: تمام علوم میں سب سے افضل اور اعلیٰ جس کو دین کی بنیاد سمجھنا چاہیے، علم حدیث ہے کہ جس میں رسول اللہ ﷺ کے جملہ اقوال و افعال کو محفوظ رکھا گیا ہے اور اس میں وہ واقعات بھی ہیں، جو آپ ﷺ کے سامنے ہوئے، اور آپؐ نے اپنے سکوت سے اس کے مباح ہونے پر مہر تصدیق ثبت فرما دی۔ آپ ﷺ کے یہ افعال و اقوال اور آپ ﷺ کا یہ سکوت ہمارے لیے مشعل راہ ہیں، جن کی روشنی میں اگر ہم اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کا راستہ طے کرنا چاہیں، تو منزل مقصود تک پہنچنے میں قطعاً کوئی شک باقی نہیں رہتا، اس راستے پر چلنے والے کے لیے صراط مستقیم سے بھٹک جانے کا کوئی خطرہ نہیں، جس نے رسول اللہ ﷺ کی حدیث پر عمل کیا وہ راہ یاب ہوا، اور جس نے اس سے منہ پھیرا وہ یقیناً گمراہ ہے، اس پر عمل کرنے میں خیر کثیر ہے، اور اس پر عمل نہ کرنا خسرانِ مبین ہے، رسول اللہ ﷺ کے کلام میں (جس کا دوسرا نام حدیث ہے) امر و نہی، یا بالفاظ دیگر احکام شرعیہ کی تشریح ہے، آپؐ نے اس بات کی تصریح فرمائی ہے کہ حدیث کو بھی قرآن مجید کی طرح اہمیت حاصل ہے اور احادیث نبویہ کی مقدار، احکام قرآنی کے برابر یا اس سے بھی زائد ہے۔ (۱۴۲)

علامہ اقبال رحمہ اللہ اور سنت نبوی ﷺ:

عام طور پر ایک گروہ علامہ اقبال کو منکرینِ سنت میں سے شمار کرتا ہے حالانکہ ان کی نثر و نظم گواہ ہے کہ وہ دین مبین میں سنت کو شرعی حجت مانتے تھے۔ اس کے متعلق چند شواہد ملاحظہ ہوں:

۱۔ ایک خط میں نشان ہلال کے بارے میں حدیث سے استدلال کرتے ہیں، تمام اُمت کا صدیوں سے

Marfat.com

اس پر اجماع ہے، جن اسلامی قوموں کا نشان اور ہے، وہ اس نشان پر کبھی معترض نہیں ہوئیں، اور حدیث صحیح ہے کہ میری اُمّت کا اجماع ضلالت پر نہیں ہوگا۔ اس واسطے اس کو (یعنی نشانِ ہلال کو ضلالت تصور کرنا درست نہیں ہے۔ (۱۴۳)

۲۔ ان (احادیث میں) ایسے بیش بہا اصول ہیں کہ سوسائٹی باوجود اپنی ترقی اور تعلّی کے اب تک ان کی بلندیوں تک نہیں پہنچی۔ (۱۴۴)

۳۔ ایک مرتبہ ایک صاحب نے ان (علامہ اقبال) کے سامنے بڑے اچنبھے کے انداز میں اس حدیث کا ذکر کیا جس میں بیان ہوا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ''اصحاب ثلاثہ'' یعنی وحضرات ابوبکر، عمر، عثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ اُحد (پہاڑ) پر تشریف رکھتے تھے، اتنے میں اُحد لرزنے لگا اور حضورؐ نے فرمایا کہ ٹھہر جا'' تیرے اوپر ایک نبیؐ، ایک صدیق اور دو شہیدوں کے سوا کوئی نہیں ہے''۔ اس پر پہاڑ ساکن ہوگیا، اقبال نے حدیث سنتے ہی کہا کہ اس میں اچنبھے کی کون سی بات ہے؟ میں اس کو استعارہ، یا مجاز نہیں بلکہ ایک مادی حقیقت سمجھتا ہوں اور میرے نزدیک اس کے لیے کسی تاویل کی ضرورت نہیں ہے، اگر تم حقائق سے آگاہ ہوتے تو تمھیں معلوم ہوتا کہ ایک نبی کے نیچے، مادے کے بڑے بڑے تودے بھی لرز اٹھتے ہیں، مجازی نہیں واقعی لرز اٹھتے ہیں۔'' (۱۴۵)

Marfat.com

حوالہ جات

۱۔ الاحزاب: (۳۳)۲۱۔

۲۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح (دارالسلام، الریاض، ۱۹۹۹ء) ص:۱۲۵۳، حدیث نمبر:۷۲۸۱۔

۳۔ ابن عبدالبر، یوسف بن عبداللہ، ابوعمر، التمہید (دارالکتاب العلمیہ، بیروت ۲۰۱۰ء)، ۱/۱۵۰۔

۴۔ الاعراف (۷)۱۵۸۔

۵۔ البقرہ (۲)۲۸۵۔

۶۔ النساء (۴)۱۷۱۔

۷۔ النساء (۴)۱۵۲۔

۸۔ الانعام (۶)۳۳۔

۹۔ سلفی، محمد اسماعیل، مولانا، حجیت حدیث، (فاران اکیڈمی، لاہور) ص:۱۸۱-۱۸۲۔

۱۰۔ الاسراء (۱۵)۸۸۔

۱۱۔ الانعام (۶)۸۲۔

۱۲۔ قرطبی، محمد بن احمد بن ابی بکر، ابوعبداللہ، الجامع الاحکام القرآن (دارالکتب المصریۃ، القاہرۃ، الطبعۃ الثانیہ، ۱۹۶۴ء) ۷/۳۰۔

۱۳۔ البقرہ (۲)۱۸۷۔

۱۴۔ بغوی، حسین بن مسعود، ابومحمد، معالم التنزیل، (دارطیبۃ المدینۃ المنورہ) ۱/۲۰۸

۱۵۔ الاعراف (۷)۱۹۔

۱۶۔ الاعراف (۷)۲۰۔

۱۷۔ النساء (۴)۶۴۔

۱۸۔ النساء (۴)۵۹۔

۱۹۔ الخطیب التبریزی، محمد بن عبداللہ، مشکوٰۃ المصابیح (المکتبہ التجاریہ، بیروت) ص:۳۳۹، حدیث نمبر:۳۶۹۶۔

۲۰۔ النور (۲۴)۵۴

۲۱۔ النساء (۴)۸۰۔

۲۲۔ عبدالغفار، حسن، مولانا، عظمت حدیث (دارالعلم، اسلام آباد، ۱۹۸۹ء) ص:۴۱

Marfat.com

۲۳۔ سیالکوٹی، محمد صادق، مولانا، ضربِ حدیث (نعمانی کتب خانہ، لاہور) ص:۵۷-۵۸

۲۴۔ الاحزاب (۳۳) ۲۱۔

۲۵۔ کتاب مقدس (بائبل سوسائٹی، انارکلی، لاہور) میتھیو، باب:۵، آیت:۳۹۔

۲۶۔ المائدہ (۵) ۳۸۔

۲۷۔ نسائی، احمد بن شعیب، السنن (دارالسلام، الریاض، ۱۹۹۹ء) ص:۶۷۶، حدیث نمبر:۴۹۰۷۔

۲۸۔ البقرہ (۲) ۲۷۸۔

۲۹۔ ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، ابوالفداء، تفسیر القرآن العظیم، (دارطیبۃ المدینۃ المنورۃ، ۱۹۹۹ء) ۱/۷۱۷۔

۳۰۔ آل عمران (۳) ۶۴

۳۱۔ ابن ھشام، عبدالملک، تحقیق طہ عبدالرؤف سعد، السیرۃ النبویہ (مکتبہ الریاض، الریاض) ۴۸/۲۔

۳۲۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ۱/۲۹۰۔

۳۳۔ الحجرات (۴۹) ۱۳۔

34- (Majid Ali Khan, Dr, Muhammad the Final Messenger (Sh. Muhammad Ashraf,Aibak Road, New Anarkali LHR) P:341.

۳۵۔ بخاری، الجامع الصحیح، ص:۱۰۸۵، حدیث نمبر:۶۲۳۶۔

۳۶۔ ترمذی، محمد بن عیسیٰ، الشمائل المحمدیہ، (مؤسسۃ الکتب، بیروت، ۱۴۱۲ھ) ص:۷۵۔

۳۷۔ بخاری، الجامع الصحیح، ص:۳۹۴، حدیث نمبر:۲۴۴۲۔

۳۸۔ بخاری، الجامع الصحیح، ص:۳۹۴، حدیث نمبر:۲۴۴۲۔

۳۹۔ الحشر (۵۹) ۹۔

۴۰۔ الفتح (۴۸) ۲۹۔

۴۱۔ احمد بن حنبل، المسند (المکتب الاسلامی، دمشق) ۱۸۵/۲۔

۴۲۔ الاسراء (۱۷) ۲۳۔

۴۳۔ المتقی الھندی، علی بن حسام الدین، کنز العمال (تالیفات اشرفیہ، ملتان ۲۰۰۳) ۱۹۲/۱۶

۴۴۔ ترمذی، السنن، ص:۴۴۴، حدیث نمبر:۱۸۹۹۔

۴۵۔ بخاری، الجامع الصحیح، ص:۱، حدیث نمبر:۳۔

۴۶۔ النحل (۱۶) ۵۸-۵۹۔

۴۷۔ النساء (۴) ۱۴۴۔

۴۸۔ ابن ماجہ، محمد بن یزید، السنن (دارالسلام، الریاض ۱۹۹۹ء) ص:۲۸۳، حدیث نمبر:۱۹۷۷۔

Marfat.com

۴۹۔ نسائی، السنن، ص:۴۶۹، حدیث نمبر:۳۳۹۱۔

۵۰۔ المائدہ(۵)۳۔

۵۱۔ مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح، (دار السلام، الریاض ۱۹۹۹ء) ص:۴۱۰، حدیث نمبر:۲۳۵۱

۵۲۔ الفتح(۴۸)۲۳

۵۳۔ فاطر:(۳۵)۴۳

۵۴۔ شوکانی، محمد بن علی، ارشاد الفحول (دار الکتاب العربی، بیروت)۹۵/۱۔

۵۵۔ ایضاً

۵۶۔ الاعراف(۷)۱۵۷

۵۷۔ الحشر(۵۹)۷

۵۸۔ النساء:(۴)۱۵۰-۱۵۲۔

۵۹۔ النساء(۴)۵۹۔

۶۰۔ الاحزاب(۳۳)۲۱۔

۶۱۔ النساء(۴)۸۰۔

۶۲۔ النساء(۴)۵۹۔

۶۳۔ الحشر(۵۹)۷۔

۶۴۔ آل عمران(۳)۳۱۔

۶۵۔ النور(۲۴)۵۴۔

۶۶۔ النور(۲۴)۶۳۔

۶۷۔ النساء(۴)۶۵۔

۶۸۔ الاحزاب(۳۳)۳۶۔

۶۹۔ النحل(۱۶)۴۴۔

۷۰۔ الاعراف(۷)۱۵۷۔

۷۱۔ ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، السنن (دار السلام، الریاض ۱۹۹۹) ص:۲۲، حدیث نمبر:۷۱

۷۲۔ ابوداؤد، السنن، ص:۲۲، حدیث نمبر:۷۵۔

۷۳۔ النساء(۴)۲۳۔

۷۴۔ مسلم، الجامع الصحیح، ص:۵۹۱، حدیث نمبر:۳۴۳۶۔

۷۵۔ النساء(۴)۳۔

Marfat.com

۷۶۔ ترمذی، محمد بن عیسیٰ، ابوعیسیٰ، السنن، (دارالسلام، الریاض، ۱۹۹۹ء) ص: ۲۷۳، حدیث نمبر: ۱۱۲۸۔

۷۷۔ آل عمران (۳) ۹۷۔

۷۸۔ ترمذی، السنن، ص: ۲۰۳، حدیث نمبر: ۸۱۳۔

۷۹۔ البقرہ (۲) ۱۷۳۔

۸۰۔ ابن ماجہ، السنن، ص: ۴۸۰، حدیث نمبر: ۳۳۱۴۔

۸۱۔ ابن ماجہ، السنن، ص: ۴۸۰، حدیث نمبر: ۳۳۱۴۔

۸۲۔ ابن ماجہ، السنن، ص: ۳۹۲، حدیث نمبر: ۲۷۲۴۔

۸۳۔ بخاری، الجامع الصحیح، ص: ۷۱۹، حدیث نمبر: ۴۲۴۰۔

۸۴۔ بیہقی، احمد بن حسین، ابوبکر، السنن الکبریٰ (دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۲۰۱۰ء) ۸/۲۴۷

۸۵۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱/۲۔

۸۶۔ ابن القیم، محمد بن ابی بکر، الجوزیہ، اعلام الموقعین، (طبع مصر) ۱/۶۲۔

۸۷۔ السیوطی، عبدالرحمن، جلال الدین، تاریخ الخلفاء، (طبع بیروت) ص: ۳۹۔

۸۸۔ نسائی، السنن، ص: ۳۳۹، حدیث نمبر: ۲۴۵۷۔

۸۹۔ نسائی، السنن، ص: ۳۳۹، حدیث نمبر: ۲۴۵۷۔

۹۰۔ بخاری، الجامع الصحیح، ص: ۲۲۵، حدیث نمبر: ۱۴۰۰۔

۹۱۔ بخاری، الجامع الصحیح، ص: ۲۲۵، حدیث نمبر: ۱۴۰۰۔

۹۲۔ ابن سعد، محمد بن سعد، الطبقات الکبریٰ (دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۷ء) ۳/۱۳۶۔

۹۳۔ طبری، محمد بن جریر، ابوجعفر، تاریخ الطبری (دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۲۰۰۵ء) ۲/۲۴۵

۹۴۔ طبری، تاریخ الطبری، ۲/۲۴۵۔

۹۵۔ ہندی، کنزالعمال، رقم الحدیث: ۱۶۴۵۔

۹۶۔ ابن القیم الجوزیہ، اعلام الموقعین، ۱/۱۱۷۔

۹۷۔ مسلم، الجامع الصحیح، ص: ۹۸۳، حدیث نمبر: ۵۷۸۴۔

۹۸۔ مالک بن انس، موطا، رقم الحدیث: ۶۹۲۔

۹۹۔ مالک بن انس، موطا، ج: ۲، ص: ۸۲۴ تحقیق محمد فواد عبدالباقی۔

۱۰۰۔ بخاری، الجامع الصحیح، ص: ۲۶۰، حدیث نمبر: ۱۶۰۵۔

۱۰۱ مسلم، الجامع الصحیح، ص: ۴۶۷، حدیث نمبر: ۳۳۹۷۔

۱۰۲۔ امام مالک، موطا، حدیث نمبر: ۱۳۸۹۔

Marfat.com

۱۰۳۔ ابن القیم الجوزیہ، اعلام الموقعین، ۶۱/۱۔۶۲۔

۱۰۴۔ ایضاً

۱۰۵۔ ایضاً

۱۰۶۔ طبری، التاریخ، ۴۹۳/۲۔

۱۰۷۔ طبری، التاریخ، ۵۸۹/۲۔۵۹۲۔

۱۰۸۔ امام مالک، مؤطا، ص: ۲۱۷۔

۱۰۹۔ احمد بن حنبل، المسند، ۷۵/۱۔

۱۱۰۔ نسائی، السنن، ص: ۳۷۸، حدیث نمبر: ۲۷۳۴۔

۱۱۱۔ ترمذی، السنن، ص: ۳۵۴، حدیث نمبر: ۱۴۵۸۔

۱۱۲۔ ابوداؤد، السنن، ص: ۳۴، حدیث نمبر: ۱۶۲۔

۱۱۳۔ سیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۱۶۷۔

۱۱۴۔ طبری، التاریخ، ۷۰۱/۲۔

۱۱۵۔ طبری، التاریخ، ۷۰۲/۲۔

۱۱۶۔ شاطبی، الاعتصام، ۱۰۳/۱۔

۱۱۷۔ قاسمی، جمال الدین، قواعد التحدیث، ص: ۲۱۔

۱۱۸۔ قاسمی، قواعد التحدیث، ص: ۲۳۔

۱۱۹۔ قاسمی، قواعد التحدیث، ص: ۲۳۔

۱۲۰۔ ابن عابدین، محمد امین بن عمر، حاشیہ ابن عابدین، ۶۳/۱۔

۱۲۱۔ الشیخ الفلانی، ایقاظ الہمم، ص: ۵۰۔

۱۲۲۔ الشعرانی، مقدمۃ المیزان الکبریٰ، ص: ۶۲۔۶۳۔

۱۲۳۔ ابن القیم، اعلام الموقعین، ۲۸۳/۲۔

۱۲۴۔ ابن عبدالبر، یوسف بن عبداللہ، جامع بیان العلم، ۳۲/۲۔

۱۲۵۔ ابن حزم، الاحکام فی اصول الاحکام، ۱۳۵/۶

۱۲۶۔ ابن القیم، اعلام الموقعین، ۳۶۱/۲

۱۲۷۔ ابن القیم، اعلام الموقعین، ۳۶۱/۲۔

۱۲۸۔ ابن القیم، اعلام الموقعین، ۲۹۲/۲۔

۱۲۹۔ شافعی، محمد بن ادریس، الرسالۃ (دارالکتب العلمیہ، بیروت)، ص: ۱۲۳، ۱۲۴۔

Marfat.com

۱۳۰۔ شافعی، الام (دار الوفاء، دار ابن حزم، بیروت، ۲۰۱۱ء) ۳/ ۵۹۲۔

۱۳۱۔ ایضاً

۱۳۲۔ اصفہانی، ابونعیم، حلیۃ الاولیاء، ۹/ ۱۰۷۔

۱۳۳۔ شعرانی، المیزان الکبریٰ، ۱/ ۵۷۔

۱۳۴۔ اصفہانی، ابونعیم، حلیۃ الاولیاء، ۹/ ۱۰۷۔

۱۳۵۔ مختارات سلفیہ، ص: ۲۹۔

۱۳۶۔ ابن الجوزی، مناقب احمد بن حنبل، ص ۱۸۲۔

۱۳۷۔ ابن القیم، اعلام الموقعین، ۲/ ۳۰۲۔

۱۳۸۔ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم وفضلہ، ۲/ ۱۴۹۔

۱۳۹۔ عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ، ابوزہرۃ، حیات امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (المکتبہ السلفیہ، لاہور) المقدمہ، ص: ۶۷۵

۱۴۰۔ شافعی، الرسالۃ، ص: ۶۶-۷۰۔

۱۴۱۔ دہلوی، شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغہ (دار المعرفہ، بیروت، ۲۰۰۴ء) ۱/ ۳۰۶۔

۱۴۲۔ دہلوی، حجۃ اللہ البالغہ، ۱/ ۳۰۶۔

۱۴۳۔ اقبال نامہ، ۱/ ۳۳۷۔

۱۴۴۔ حوالہ مذکور، ص ۱۰۲۔

۱۴۵۔ جواہر اقبال، ص ۳۸ نیز اقبال کامل، ص ۶۴ تا ۶۶۔

Marfat.com

(۳) رحمۃ للعالمین ﷺ

اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہتر زندگی گزارنے کے لیے عقل وفکر اور فطری شعور بخشنے کے ساتھ ساتھ اس کے لیے خارجی رہنمائی کا بھی مکمل انتظام کیا ہے۔ اس نے انسانی رہنمائی کے لیے وقتاً فوقتاً ایسے منفرد انسان بھیجے جو اس کا پیغام بندوں تک پہنچاتے رہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دیتے رہے اور ہر قسم کے بگاڑ کی اصلاح ان کی ذمے داری تھی۔ انسانوں کی کوئی بستی ایسے مقدس اشخاص سے محروم نہیں رہی اور کوئی زمانہ ان نیک انسانوں سے خالی نہیں رہا۔ یوں انسان کی ہدایت کی خاطر وقتاً فوقتاً انبیاء و رسل کا طویل سلسلہ جاری رہا جو انسانوں کو اوامر و نواہی کے ساتھ ساتھ معاشرتی بگاڑ، فساد و جدل کو ختم کرنے اور اخلاقی اقدار کو فروغ دینے کے لیے کوشاں نظر آئے۔ قرآن مجید اس پر یوں گواہی پیش کرتا ہے:

﴿وَإِن مِّنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ﴾ (۱)

(اور کوئی قوم نہیں مگر اس میں ڈرانے والا گزر چکا)۔

دوسرے مقام پر یوں ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ﴾ (۲)

(اور ہر قوم کے لیے ایک راہ دکھانے والا ہے)۔

اس طرح مختلف اوقات میں انسانیت کی رشد و ہدایت کے لیے مناسب اور بروقت سامان مہیا ہوتا رہا۔ فکری، عقلی اور شعوری طور پر جوں جوں انسان ترقی کرتا گیا، ہدایت وتبلیغ میں نمایاں فرق آتا رہا لیکن ان سب کے باوجود ہدایت و بھلائی کا ایک انوکھا سرچشمہ قرآن مجید کی صورت میں یوں سامنے آیا کہ جس میں نہایت عمدگی کے ساتھ احکام کی جزئیات ہیں۔ البتہ اس کی تشریح وتعبیر اور احکام الٰہی کے نفاذ کے لیے ایسی شخصیت کو مبعوث کیا گیا جس کو جملہ اوصاف حمیدہ کا پیکر بنا دیا۔ آپ ﷺ کی ذاتِ قدسی صفات میں سابقہ انبیاء کی خصوصیات یکجا کرنے کے ساتھ ساتھ کچھ ایسی انفرادی خصوصیات بھی تھیں جو کسی دوسرے نبی یا رسول کے پاس نہ تھیں۔ یوں حضرت محمد ﷺ کمالات نبوت اور انفرادیت کی بناء پر دیگر انبیاءؑ سے ممتاز ہوئے۔ آپ ﷺ کی ذات بابرکات میں پائی جانے والی خصوصیات اپنی جگہ مسلّم ہیں اور بے نظیر و بے مثال لیکن ان تمام خصوصیات میں رحمت کا وصف ایسا وصف تھا جو نہ صرف کسی خاص قوم کے لیے تھا بلکہ پوری انسانیت کے لیے تھا اور نہ صرف انسانوں کے لیے بلکہ جانوروں کے لیے بھی تھا، دنیا و آخرت بھی اس رحمت میں برابر کے شریک

Marfat.com

تھے۔قرآن مجید آپ ﷺ کی اس خصوصیت کا ذکر یوں بیان کرتا ہے:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ﴾ (۳)

(اور ہم نے آپ ﷺ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا)۔

رحمت کا مفہوم:

رحمت کا لفظ لغت میں نرمی کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔صاحب ''تاج العروس ولسان العرب'' نے رحمت کا مادہ رحم سے مأخوذ کر کے اس طرح تشریح کی ہے کہ الرحمۃ نرمی، تلطف، شفقت اور مغفرت کو کہتے ہیں۔عربوں کے نزدیک لفظ ''الرحمۃ'' بنی آدم کے تعلق میں استعمال ہو تو اس سے رقت قلب اور دلی شفقت وعطف مراد ہوتا ہے۔لیکن جب رحمت کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس سے مراد بندوں پر اللہ کی شفقت واحسان اور وسعت رزق ہوتی ہے۔(۴)

رقت کے اس مفہوم کے بعد تو رحمۃ کے معنی میں پیار، ترس، ہمدردی، غم گساری، محبت وخیر خواہی سب شامل ہوں گے۔عالم سے مراد ہر وجود پذیر شے کا ایک طبقہ ہے۔اس طرح اس کائنات میں کئی عالم ہیں اور چونکہ آپ ﷺ رحمۃ للعالمین ہیں اس لیے آپ ﷺ کائنات کے ہر طبقہ کے لیے رحمت ہیں تو یوں رحمۃ للعالمین کے معنی یہ ہوئے کہ وہ ذات کہ جسے کائنات کی ہر چیز سے ہمدردی ومحبت ہے اور جو ہر ایک پر ترس کھاتی ہے اور ہر ایک کی غم گسار ہے۔

بنظر غائر جب ہم رسول اللہ ﷺ کی صفت رحمت کو دیکھتے ہیں تو ہمارے سامنے رسول اللہؐ کا باعث رحمت ہونا دو اعتبار سے واضح ہوتا ہے:

(۱) ذاتی اسوہ باعث رحمت۔ (۲) نبوت باعث رحمت۔

Marfat.com

ذاتی اُسوۂ۔۔۔باعث رحمت!

قبل از نبوت معاشرے کے لیے باعث رحمت:

ذات کے لحاظ سے رسول اللہ ﷺ مجسمۂ رحمت تھے۔ آپ ﷺ کے ہر قسم کے ذاتی امور میں آپ کی صفت رحمت نمایاں رہتی۔ آپؐ ہمیشہ لوگوں کے دکھ درد میں شریک رہے۔ مظلوموں کی مدد کرتے رہے اور یہی وجہ تھی کہ جب آپ ﷺ پر غیبی اسرار کا ظہور شروع ہوا اور آپ ﷺ گھبرائے ہوئے گھر تشریف لائے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان الفاظ کے ساتھ آپ ﷺ کو تسلی دی:

﴿فو الله لا يخزيك الله أبداً إنك لتصل الرحم و تحمل الكل و تكسب المعدوم وتكرم الضيف وتعين على نوائب الحق﴾(۵)

(اللہ آپ ﷺ کو کبھی رسوانہیں کرے گا۔ بے شک آپ ﷺ قرابت داری کا حق ادا کرتے ہیں۔ لوگوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔ ناداروں کی خبر گیری کرتے ہیں۔ مہمان نوازی کرتے ہیں اور حق بجانب امور میں ہمیشہ مددگار رہتے ہیں)۔

اسی وجہ سے آپ ﷺ کے چچا ابو طالب نے اسی وصف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تھا:

وأبيض يستسقى الغمام بوجهه
ثمال اليتامى عصمة للأرامل (۶)

(وہ سفید رنگ والے جن کے چہرے کی وجہ سے بادل سے بارش طلب کی جاتی ہے۔ یتیموں کا سہارا اور بیواؤں کی پناہ گاہ)۔

آپ ﷺ کی طبیعت کی رحیمی نے قبل از بعثت حرب الفجار میں بھی خاصہ اثر چھوڑا، اس سے مظلومیت کی حمایت کا احساس اور زیادہ مستحکم ہوا اور مکہ کی وہ انجمن جس کا مقصد مظلوموں کی حمایت کرنا تھا آپ ﷺ اس میں شریک ہوئے۔ حلف الفضول اس ضمن میں ایک معروف معاہدہ ہے جس میں مظلوم کی حمایت کا کہا گیا تھا۔ آپ ﷺ نبوت کے بعد بھی اس قسم کے معاملے میں شمولیت کو پسندیدگی کے انداز میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے بیان کیا کرتے تھے۔ (۷)

آپ ﷺ کی ذات میں رحمت کی خصوصیت راسخ تھی اور یہی ملکۂ راسخہ آگے چل کر نبوت اور فرائض نبوت کی انجام دہی میں ممد و معاون ثابت ہوا۔ قرآن مجید نے اس وصف کی اس طرح تصویر کشی کی ہے:

Marfat.com

﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَا نْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ﴾(۸)

(سو اللہ کی رحمت سے تو ان کے لیے نرم ہو گیا اور اگر تو سخت کلام، سخت دل ہوتا تو یہ تیرے ارد گرد سے بکھر جاتے)۔

انسانیت کے لیے رویہ رحمت وشفقت:

خالق کائنات نے حضور اکرم ﷺ کو رحمۃ للعالمین کے لقب سے نوازا، رحمت کی بنیادی خصوصیت کو آپ ﷺ کے دل میں قائم کیا اور اس کے بعد تربیت، ہدایت اور آگاہی سے اسے مستحکم کیا، کئی ایک مقامات میں جہاں نبی کریم ﷺ کو رحمت کے وصف کو اپنانے کا حکم ہے وہیں مصائب وآلام میں صبر کرنے اور مشکلات کا استقامت سے مقابلہ کرنے اور ایذا رسانی کے مقابلے میں عفو ودرگزر سے کام لینے کا حکم دیا ہے۔قرآن مجید میں ایک مقام پر آپ ﷺ کو دورانِ تبلیغ اپنے انداز تکلم کو احسن انداز میں پیش کرنے کا حکم اس انداز میں دیا گیا ہے:

﴿اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُم بِالَّتِىْ هِىَ أَحْسَنُ﴾(۹)

(اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھے وعظ سے بلا اور ان کے ساتھ ایسے طریق پر بحث کر جو نہایت عمدہ ہو)۔

آپ ﷺ ہر ایک کے ساتھ شفقت، رحمت اور نرمی والا رویہ رکھتے تھے جیسا کہ اس حدیث سے واضح ہوتا ہے۔

﴿وکان رسول الله ﷺ رقیق البشرة لطیف الظاهر والباطن یعرف فی وجهه غضبه ورضاه﴾(۱۰)

(کہ رسول اللہ انتہائی نرمی والے ظاہر اور باطن سے ایسے مہربان تھے کہ آپ ﷺ کے چہرہ مبارک ہی سے آپ ﷺ کے غصے اور خوشی کا اظہار ہو جاتا تھا)۔

رحمت کائنات ﷺ کی تعلیمات بھی اسی طرف اشارہ کرتی ہیں کہ طبیعت کو تحمل کا اس قدر خوگر بناؤ کہ وہ اپنے اندر ناگوار باتوں کو بھی بے تکلفانہ اور فراخدلی کے ساتھ برداشت کرنے کا ملکہ پیدا کرلے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿من یحرم الرفق یحرم الخیر﴾(۱۱)

(جو نرمی سے محروم رہا وہ ہر بھلائی سے محروم رہا)

رسول اللہ ﷺ کی شخصیت کی جامعیت وانفرادیت کا اگر بغور مطالعہ کیا جائے تو کاروانِ انسانیت کے اس رہبرِ اعلیٰ حضرت محمد ﷺ کی ذات اقدس ہر لحاظ سے انسانیت کے لیے رحمت سے لبریز بحرِ بے کراں نظر آتی ہے لیکن اس نبویؐ وصف میں صرف انسان ہی نہیں بلکہ حیوان حتیٰ کہ ہر ذی رُوح اس رحمت میں شامل نظر آتی ہے۔ صرف انسانوں میں ہی یہ رحمت صرف خاص افراد معاشرہ سے ہی منسلک یا خاص نہ تھی بلکہ عام و خاص، امیر وغریب، آقا وغلام، بچے بوڑھے، مرد وزن، معروف وغیر معروف، قرابت دار واجنبی اور دوست واحباب یا تعلق دار سب اس نبویؐ رحمت سے مستفیض ہونے میں یکساں تھے۔ ذیل میں کچھ مثالیں پیش کی جاتی ہیں:

جانوروں کے لیے باعث رحمت:

رسول اللہ ﷺ صرف انسانوں کے لیے ہی باعث رحمت نہیں بلکہ جانوروں اور پرندوں پر بھی آپؐ کی رحمت عام ہے۔ یہاں تک کہ ذبیحہ جانوروں کے بارے میں آپؐ نے ارشاد فرمایا:

﴿إذا ذبحتم فأحسنوا الذبحة وليرح ذبيحة﴾ (۱۲)

(کہ جب تم جانور کو ذبح کرو تو اچھی طرح سے ذبح کرو تو تاکہ ذبیحہ کو راحت رہے)۔

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿إن الله كتب الإحسان على كل شئى فإذا قتلتم فأحسنوا القتلة وإذا ذبحتم فأحسنوا الذبحة، وليحد أحدكم شفرته وليرح ذبيحة﴾ (۱۳)

(اللہ تعالیٰ نے ہر چیز پر احسان کو ضروری قرار دیا ہے، جب تم قتل کرو احسن انداز میں قتل کرو اور جب تم ذبح کرو تو بھی اچھی طرح سے ذبح کرو، چاہیے کہ تم اپنی چھری کو تیز کر لو اور اپنے ذبیحہ کو آرام پہنچاؤ)۔

ایک اور حدیث میں بھی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ حکم بن ایوب کے گھر میں داخل ہوئے تو انھوں نے کچھ بچوں کو دیکھا وہ ایک مرغی کو محبوس کر کے اس پر نشانہ بازی کر رہے تھے تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

﴿نهى رسول الله ﷺ عن قتل البهائم صبراً﴾ (۱۴)

(رسول اللہ ﷺ نے جانوروں کو باندھ کر قتل کرنے سے منع کیا ہے)۔

حیوانات کے بارے میں جاہلی عربوں کی روش بہت ظالمانہ تھی۔ بچوں، عورتوں اور غلاموں پر ظلم میں حد سے تجاوز کرنے والی یہ قوم جانوروں پر تو ظلم کے پہاڑ ڈھاتی تھی۔ حیوانات کے بارے میں عربوں کے رویہ کا کچھ اندازہ ان اصلاحات سے ہوسکتا ہے جو رسول اللہ ﷺ نے نافذ فرمائیں۔ حیوانوں پر ظلم کی ایک صورت یہ تھی کہ عرب اونٹوں کے گلے میں قلادہ لٹکاتے تھے تو آپ ﷺ نے اس سے بھی منع فرمادیا، اسی

Marfat.com

طرح جانوروں کو داغنے کا رواج عام تھا جسے حضور ﷺ نے ناپسند فرمایا بلکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے مطابق آپ ﷺ نے ایسے شخص پر لعنت کی جس نے کسی جانور کو داغا۔ اسی طرح عربوں میں اس بات کی کوئی قباحت نہ تھی کہ زندہ جانور سے گوشت کا لوتھڑا کاٹ لیا جائے اور اسے پکا کر کھایا جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ما قطع من البهيمة و هي حية فهي ميتة﴾ (۱۵)

(جو کسی جانور سے کوئی حصہ کاٹا گیا جب کہ جانور زندہ ہو تو وہ مردار ہے)۔

جانوروں پر شفقت و رحمت کے سلسلے میں آپ ﷺ خاص اہتمام فرماتے۔ چرند، پرند کو تکلیف پہنچتی تو آپ ﷺ اس کا ازالہ فرماتے۔ ایک سفر کے دوران جہاں قیام فرمایا، وہاں ایک پرندے نے بچے دیے تھے۔ ایک شخص نے بچہ اٹھایا تو پرندہ بے قرار ہو کر پر مار رہا تھا۔ دریافت کرنے پر بچہ اٹھانے والے نے بتایا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿فو الذی بعثنی بالحق الله أرحم بعباده من أم الأفراخ بفراخها ارجع بهن حتى تضعهن من حيث أخذتهن وأُمهن معهن﴾ (۱۶)

(اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ اس چڑیا کی ماں سے بھی زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ لوٹ کے جاؤ اور بچوں کو وہیں رکھ آؤ جہاں ان کی ماں ہے)۔

اسی طرح حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی بھی روایت ہے:

﴿أمر رسول الله ﷺ بحمارٍ قد وسم فی وجهه وقد دخن فی وجهه ومنخره فقال: لعن الله من فعل هٰذا، أو لم ألعن من فعل هٰذا؟ لا يسمن أحدٌ الوجه، ولا يضربن أحدٌ الوجه﴾ (۱۷)

(رسول اللہ ﷺ ایک گدھے کے پاس سے گزرے جس کے چہرے پر داغا گیا تھا اور چہرے اور نتھنے کو دھواں دیا گیا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو جس نے ایسا کیا یا میں لعنت نہ کروں ایسے شخص پر جس نے ایسا کیا ہے؟ تم میں سے کوئی چہرے کو داغدار نہ کرے اور نہ ہی چہرے پر مارے)۔

جانوروں پر انسانی تصرفات کے سلسلے میں بھی آپ ﷺ نے خصوصی ہدایات فرمائیں۔ عتبہ بن سلمی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: گھوڑوں کی پیشانیاں اور دُمیں نہ کاٹو اس لیے کہ دم ان کا مورچھل ہے اور ایال ان کا لحاف ہے اور ان کی پیشانیوں میں خیر ہے (۱۸)۔ اسی طرح آپ ﷺ نے جانوروں کو آپس میں لڑانے کی بھی ممانعت فرمائی۔

﴿نهى رسول الله ﷺ عن التحريش بين البهائم﴾ (۱۹)

(رسول اللہ ﷺ نے جانوروں کی باہمی لڑائی سے منع فرمایا)۔

Marfat.com

جانوروں کے استعمال میں حدود کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے۔ ان حدود کو بھی آپ ﷺ نے بتا دیا۔ حدیث نبویؐ کے الفاظ ہیں:

جانوروں کی پشتوں کو اپنی کرسیاں بنانے سے گریز کرو، اللہ تعالیٰ نے انھیں تمہارے لیے مسخر کیا ہے تاکہ تم آسانی سے وہاں پہنچ جاؤ جہاں تم دقت سے پہنچتے تھے، اس غرض کے واسطے اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے زمین بنائی سوان سے اپنی حاجتیں پوری کرو۔ (۲۰)

عربوں میں ایک اور کھیل بہت معروف تھا کہ وہ جانور کو باندھ کر اس کا نشانہ لیا کرتے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے اس طرز کی حرکت کو بھی منع کیا اور ایک مرتبہ راستے میں اونٹ نظر سے گزرا جس کا پیٹ اور پیٹھ شدت بھوک سے ایک ہو گئے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿اِتقوا اللہ فی ھذہ البھائم کلوھا سماناً وارکبوھا صحاحا﴾ (۲۱)

(ان بے زبانوں کے متعلق اللہ سے ڈرو۔ اچھی سواری کرو اور اچھا کھلاؤ)۔

ایک دفعہ آپ ﷺ ایک انصاری کے باغ میں تشریف لے گئے، وہاں ایک بھوکا اونٹ نظر آیا۔ وہ آپ ﷺ کو دیکھ کر بلبلایا اور اس کی آنکھوں سے پانی بہ نکلا۔ آپ ﷺ نے شفقت سے اس پر ہاتھ پھیرا۔ پھر لوگوں سے اس کے مالک کا نام پوچھا تو ایک انصاری نے کہا کہ یہ اس کا اونٹ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿أفلا تتقی اللہ فی ھذہ البھیمۃ التی ملك اللہ إیاھا فانہ شکا الی أنك تجیعہ وتدئنہ﴾ (۲۲)

(اس جانور کے معاملے میں تم اللہ سے نہیں ڈرتے، اللہ نے اسے تمہاری ملکیت میں دیا ہے، اس نے مجھ سے شکایت کی ہے کہ تم بھوکا رکھتے ہو اور زیادہ کام سے تھکاتے ہو)۔

اسی طرح بلی کو اذیت دینے پر ایک عورت عذاب میں گرفتار ہوئی۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿عذبت أمراۃ فی ھرۃٍ أوثقتھا فلم تطعمھا ولم تسقھا ولم تدعھا تأکل من خشاش الأرض﴾ (۲۳)

(ایک عورت کو بلی کی وجہ سے عذاب ہوا کیونکہ وہ بلی کو نہ کھلاتی، نہ پلاتی اور نہ چھوڑتی تھی تاکہ زمین پر پڑی چیزیں ٹڈیاں وغیرہ کھا سکے)۔

حصول برکت:

رسول اللہ ﷺ نے شفقت، رحمت اور نرمی کے ساتھ ایک دوسرے کے ساتھ رہنے کو حصول برکت کا ذریعہ فرمایا ہے۔ ایک حدیث کے مطابق آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿إنّ اللہ تعالیٰ رفیق یحب الرفق ویعطی علی الرفق مالا یعطی علی

Marfat.com

العنف﴾(۲۴)

(بے شک اللہ تعالیٰ نرم خو ہے، نرمی کو پسند کرتا ہے اور نرمی برتنے پر وہ کچھ عطا کرتا ہے جو سختی پر نہیں دیتا)۔

رسول اللہ ﷺ ایک قبر کے پاس سے گزرے تو ان دونوں قبر والوں کو عذاب ہو رہا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿أنهما ليعذبان وما يعذبان فى كبير أما أحدهما فيعذب فى البول وأما الآخر فيعذب فى الغيبة﴾(۲۵)

(ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے لیکن انھیں یہ عذاب کسی بڑی وجہ سے نہیں بلکہ ایک کو پیشاب سے نہ بچنے کی وجہ سے جبکہ دوسرے کو چغلی کھانے کی وجہ سے ہو رہا ہے) تو آپ ﷺ نے ان دونوں کی قبر پر دو تازی کھجور کی چھڑیاں لگا دیں اور فرمایا جب تک یہ خشک نہ ہوں گی اللہ تعالیٰ ان کی برکت سے عذاب کو مؤخر کر دے گا)۔

Marfat.com

نبوت۔۔ باعث رحمت!

امت کے لیے باعث رحمت:

رسول اللہ ﷺ نے نبوت کے اعتبار سے رحمت کے تحت لوگوں کو حلال وحرام، جائز و ناجائز کا حقیقی ضابطہ دیا اور انسانیت کی صحیح معنوں میں رہنمائی کی۔اسی کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾(۲۶)

(اور وہ لوگ جو رسول نبی امی ﷺ کی پیروی کرتے ہیں جسے وہ اپنی توریت اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں وہ ان کو بھلی باتوں کا حکم دیتا ہے اور بری باتوں سے روکتا ہے۔اور ان کے لیے پاک چیزیں حلال کرتا ہے۔اور ان پر ناپاک چیزیں حرام کرتا ہے۔اور ان سے ان کا بوجھ اتارتا ہے اور وہ طوق بھی جو اُن پر تھے۔سو جو لوگ اس پر ایمان لائے، اس کی تعظیم کی۔اور اس کی مدد کی اور اس نور کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ اتارا گیا ہے وہی کامیاب ہوں گے)۔

رسول اللہ ﷺ نبوت کے اعتبار سے بھی کائنات کے لیے رحمت ہیں۔سفر طائف کے موقع پر دیکھا جائے تو جس طرح ان اوباشوں نے رسول اللہ ﷺ کو پتھر مار مار کر لہولہان کر دیا، عقل ایسے مواقع پر بدلہ لینے کا تقاضہ کرتی ہے۔لیکن آپ ﷺ فرما رہے ہیں:

﴿اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون﴾(۲۷)

(اے اللہ میری قوم کو ہدایت عطا فرما، بلاشبہ وہ نہیں جانتے)۔

سخت مصائب میں بھی رحمت کا دامن نہیں چھوڑا۔طائف والوں نے رسول اللہ ﷺ کو پتھروں سے لہولہان کر دیا، حضرت جبرائیلؑ تشریف لاتے ہیں کہ اگر آپ ﷺ حکم دیں تو اس بستی کے رہنے والوں کو تباہ

Marfat.com

کر دیا جائے لیکن آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں اور یہ لوگ مجھے نہیں جانتے۔اے اللہ انھیں ہدایت کا راستہ دکھا اور انھیں یہ توفیق دے کہ یہ مجھے پہچانیں۔اہل طائف میں سے اکثر وہ لوگ جنھوں نے آپ ﷺ کو پتھروں سے لہولہان کر دیا اور فتح مکہ کے بعد فتح طائف کے موقع پر وہ قیدی بنے لیکن رسول اللہ ﷺ نے ان سے کسی قسم کا بدلہ نہیں لیا بلکہ معاف کر دیا۔

عام مسلمانوں کے لیے باعث رحمت:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿لو لا أن أشق علىٰ أُمتى لأ مر تهم با لسو اك عند كل صلوٰة﴾(۲۸)

(اگر میری امت پر مشقت نہ ہوتی تو میں انھیں ہر نماز کے ساتھ مسواک کا حکم دیتا)۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿لو لا أن أشق على امتى ما تخلفت عن سرية ولكن أجد حمو لة ، ولا أجد ما حملهم عليه ، ويشق علىٰ أن يختلفوا عنى ، ولو ردت انى قا تلت فى سبيل الله فقتلت ثم أحييت ، ثم قتلت ثم أحييت﴾(۲۹)

(اگر میں اپنی امت یا لوگوں پر مشقت سے نہ ڈروں تو میں کسی سریہ سے بھی پیچھے نہ رہوں لیکن میرے پاس سواریاں کم ہیں اور لوگوں کو دینے کے لیے بھی سواریاں نہیں ہیں، مجھے یہ بات ناگوار لگتی ہے کہ یہ لوگ سریہ سے پیچھے رہ جائیں اور میری تو یہ خواہش ہے کہ میں اللہ کی راہ میں لڑوں اور شہید ہوں پھر زندہ ہوں پھر شہید ہوں پھر زندہ ہوں پھر شہید ہوں)۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایک دوسرے مقام پر آپ ﷺ کی صفت رحمت کو اس طرح سے بیان فرمایا ہے:

﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُوفٌ رَّحِيمٌ﴾(۳۰)

('لوگو' تمھارے پاس تم ہی میں سے ایک رسول آتے ہیں، تمھاری تکلیف ان پر شاق گزرتی ہے۔اور ایمان لانے والوں کے لیے وہ شفیق ورحیم ہیں)۔

یتیموں اور بوڑھی صحابیات کے لیے باعث رحمت:

مدینہ کی لونڈیاں بھی جب آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتیں اور کہتیں یارسول اللہ ﷺ، میرا یہ کام ہے تو آپ ﷺ اس کے کام کے لیے فوراً اٹھ کھڑے ہوتے اور ان کا کام کرتے۔اسی لیے آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ یتیموں اور بیواؤں کی مدد میں رہنے والا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا ہے۔

Marfat.com

﴿أنا وكافل اليتيم كهاتين فى الجنة وأشار بالوسطىٰ والصبابة﴾(۳۱)
(میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں ایسے ہوں گے، آپ ﷺ نے اپنی دو انگلیوں کو ملا کر اشارہ فرمایا)۔

ایک دفعہ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس اپنے خاوند کا کچھ تذکرہ کر رہی تھی۔ آپ ﷺ نے ازراہِ تفنن فرمایا: ''تیرا خاوند وہی ہے جس کی آنکھ میں سفیدی ہے، اس نے عرض کیا نہیں حضرت میرے خاوند کی آنکھیں بالکل بے داغ ہیں (۳۲) اسے یہ خیال تک نہ آیا کہ ہر شخص کی آنکھ میں ایک حصہ سفید بھی ہوتا ہے۔

حضور ﷺ کی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بنت عبدالمطلب جو بہت بوڑھی تھیں حاضر ہو کر عرض کرنے لگیں ''حضور! دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے جنت میں داخل فرمائے''۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اے ام فلاں! بوڑھے جنت میں نہیں جائیں گے''۔ وہ حیران رہ گئیں اور اسی حیرانی میں رونے لگیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اسے بتا دو کہ بڑھاپے کی حالت میں جنت میں داخل نہ ہو گی'' کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿إِنَّآ أَنشَأْنَاهُنَّ إِنشَاءً فَجَعَلْنَاهُنَّ أَبْكَارًا﴾(۳۳)
(اُن کی بیویوں کو ہم خاص طور پر نئے سرے سے پیدا کریں گے اور انھیں باکرہ بنا دیں گے)۔

یہ بوڑھی عورت حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کی والدہ تھیں۔ (۳۴)

غلاموں کے لیے باعث رحمت:

آپ ﷺ نے جس دور میں اپنی دعوت کا آغاز کیا اس میں انسان بھیڑ بکریوں کی طرح بکتے تھے۔ غلاموں اور باندیوں کی حالت ناگفتہ بہ تھی، ان سے ناروا سلوک رکھا جاتا تھا۔ ان کو اذیتیں دی جاتیں، ان کی تحقیر ہوتی، غرض اس معاشرے میں ان کا کوئی مقام ہی نہ تھا۔ آپ ﷺ نے اپنی تعلیمات اور اپنے طرز عمل سے غلاموں کو وہ مقام دیا کہ ایک وقت وہ آ گیا کہ خلیفۂ وقت پیدل چل رہا تھا اور غلام سواری پر بیٹھا تھا۔ (۳۵)

یہ سب آپ ﷺ کی تعلیمات کا ثمر تھا کہ کئی محدثین ایسے گزرے ہیں جو کہ غلام تھے۔ مسلمانوں کی تاریخ میں خاندان غلاماں نے حکمرانی بھی کی ہے۔ ذیل میں ہم چند احادیث بطور نمونہ پیش کرتے ہیں جن سے واضح ہو گا کہ نبی کریم ﷺ نے طرز غلامی کی اصلاح کی اور خوبصورت انداز میں اس جاہلی طرز زندگی میں انسانیت کی اصل روح کو داخل کیا۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے غلام تھے جنھیں آپ ﷺ نے آزاد کر دیا۔ ان کے خاندان کو علم ہوا تو ان کے والد لینے کے لیے آئے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو اختیار دے دیا لیکن حضرت

Marfat.com

زید رضی اللہ عنہ نے اپنے والد کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کو ترجیح دی۔(۳۶)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غلاموں کے لیے غلام کے لفظ کو استعمال ہی نہ کیا بلکہ میرا بچہ، میری بچی، کہنے کو ترجیح دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی اپنے مالک کو خداوند نہ کہے، اللہ تعالیٰ سب کا خداوند ہے۔ غلاموں کے سلوک کے مسئلے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت حساس تھے۔ ابو مسعود رضی اللہ عنہ ایک دفعہ اپنے غلام کو مار رہے تھے تو انھیں اپنے پیچھے سے آواز سنائی دی: ﴿اِعلم أبا مسعود: اللہ أقدر علیك منك علیه﴾ ابو مسعود! جان لو اللہ کو تم پر اس سے زیادہ اختیار ہے جتنا تمھیں اس غلام پر ہے)۔ ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے مڑ کر دیکھا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے اسے لوجہ اللہ آزاد کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ﴿اِما اِنك لو لم تفعل للفحتك النار﴾ (۳۷) (اگر تم ایسا نہ کرتے تو آتش دوزخ تم کو چھو لیتی)۔

بنی مقرن میں سے ایک خاندان کے سات افراد کے پاس ایک خادمہ تھی۔ خاندان کے ایک فرد نے اسے ایک طمانچہ مارا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے آزاد کر دو۔ انھوں نے عرض کیا کہ ہمارے پاس صرف ایک خادمہ ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿فلتخدمهم حتی یستغنوا فاِذا اِستغنوا فلیعتقوها﴾ (۳۸)

(اس وقت تک خدمت گزاری کرے جب تک کہ وہ اس سے بے نیاز ہو جائیں جب حاجت نہ رہے تو اس کو آزاد کر دیں)۔

اسلام سے پہلے لوگ غلاموں کے ساتھ حیوانوں جیسا سلوک کرتے تھے، انھیں نہ تو ٹھیک سے کھانا دیتے اور نہ کپڑا پہناتے لیکن رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے غلاموں کے متعلق ارشاد فرمایا: غلام تمھارے بھائی ہیں جو خود کھاؤ وہی ان کو کھلاؤ۔ جو خود پہنو وہی انھیں بھی پہناؤ۔ (۳۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! لونڈی اور غلام تمھارے بھائی ہیں۔ انھیں اللہ نے تمھارے تصرف میں دے دیا ہے تو جس بھائی کو اللہ نے تم میں سے کسی کے قبضہ میں دے رکھا ہو تو اس کو وہی کھلائے جو خود کھاتا ہے اور اسے وہی پہنائے جو وہ خود پہنتا ہے اور اس پر کام کا اتنا بوجھ نہ ڈالے جو اس کی طاقت سے باہر ہو اور وہ اسے کرنہ پارہا ہو تو اس کام میں اس کی مدد کرے'' (۴۰) حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رحمت بھرے سلوک نے معاشرتی طور پر یہ بلند مقام دیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی انھیں یا سیدنا کہہ کر پکارا کرتے تھے۔

غیر مسلموں کے لیے باعث رحمت:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم غیر مسلموں کے ساتھ عدل وانصاف، عزت واحترام اور مہمان نوازی سے پیش آتے۔ حبشہ کے کچھ لوگ بحیثیت سفیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؐ خود ان کی مہمان نوازی

Marfat.com

اور مدارات میں مصروف تھے، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ تشریف رکھیں ہم خدمت کے لیے حاضر ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا جب مسلمان حبشہ گئے تھے تو ان لوگوں نے ان کی خدمت کی تھی۔ اس لیے میرا فرض ہے کہ میں بھی ان کی خدمت کروں۔ (۴۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ سے کسی نے کہا یا رسولؐ اللہ مشرکین پر بددعا کریں تو آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿اِنی لم أبعث لعا نا اِنما بعثت رحمة﴾ (۴۲)

(میں لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا بلکہ مجھے تو رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے)۔

صحابیات اور خواتین کے لیے باعث رحمت:

عورت اپنی طبعی نزاکت، جسمانی ساخت کے باعث ہمیشہ ظلم اور زیادتی کی چکیوں میں پستی رہی ہے۔ جاہلی معاشروں میں نہ صرف اس کے حقوق پامال کیے گئے بلکہ اسے ظالمانہ ہوس کا نشانہ بنایا گیا۔ عرب معاشرہ میں بیوی، باندی اور بیٹی کی حیثیت سے عورت کا جو مرتبہ تھا اس میں تاریخ کی تمام کتابیں یکساں طور پر متفق ہیں۔ عربوں کے ہاں غیرت وحمیت عورتوں کے حوالے سے معدوم تھی۔ حضور رحمۃ للعالمین ﷺ نے اپنے طرز عمل اور اپنی تعلیمات سے نہ صرف اس کی حفاظت کی بلکہ اس کا مرتبہ بھی بلند کیا۔ ماؤں کے احترام اور بیٹیوں سے شفقت کے حوالے سے آپ ﷺ کا یہ ارشاد قانونی حیثیت کا حامل ہے:

﴿اِن الله حر م عليكم عقوق الأ مها ت ومنع وهات ووا د البنات﴾ (۴۳)

(اللہ تعالیٰ نے یقیناً تم پر ماؤں کی نافرمانی، ان سے مطلوبہ چیزوں سے انکار بے جا مطالبہ اور لڑکیوں کو زندہ در گور کرنا حرام ٹھہرایا)۔

اس طرح آپ ﷺ نے بچیوں سے شفقت کے سلسلے میں فرمایا: ﴿من عال اِبنتين حتى يبن كنت أنا وهو فى الجنة كهاتين﴾ (۴۴) (جس نے دو لڑکیوں کی پرورش کی حتیٰ کہ وہ بالغ ہو گئیں وہ اور میں قیامت کے روز اس طرح آئیں گے) اور آپ ﷺ نے اپنی انگلیوں کو ملا دیا۔

موجودہ دور میں خواتین کے حقوق کے سلسلے میں بڑی آوازیں لگائی جا رہی ہیں۔ بڑے بڑے سیمینار منعقد کیے جا رہے ہیں۔ رحمت دوعالم ﷺ نے آج سے چودہ سو سال پہلے خواتین کے ہر قسم کے حقوق بتلائے۔ ارشاد فرمایا کہ:

﴿فاتقوا الله فى النساء﴾ (۴۵)

(عورتوں کے سلسلے میں اللہ سے ڈرو)۔

﴿اِنما النساء شقائق الرجال﴾ (۴۶)

Marfat.com

(عورتیں مردوں کی نظیر ہیں)۔
عورتوں سے محبت وشفقت اوران سے نرمی کے ساتھ رہنے کے متعلق رحمت عالم ﷺ نے ایک اور مقام پرارشادفرمایا:

﴿عن أبي هريرةؓ قال قال رسول الله ﷺ: "إن المرأة كا الضلع إن ذهبت تقيمها كسرتها وإن تركتها استمتعت بها علىٰ عوج﴾(۴۷)

(عورت کوایسا سمجھو جیسے پسلی (کی ہڈی)۔اس کو اگر سیدھا کرنا چاہو گے تو توڑ بیٹھو گے اور اگر اس سے کام لینا چاہو گے تو وہ ٹیڑھے پن ہی میں کام دے گی)۔
گھر میں عورت کی حیثیت کے متعلق حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث ہے، رحمت دو عالم کا فرمان یوں ہے:

﴿المرأة راعية علىٰ بيت زوجها وولده﴾(۴۸)

(عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کی اولاد پر حکمران ہے)۔
آپ ﷺ نے عورتوں کے حقوق کے بارے میں واضح ہدایت فرمائی، عورتوں پر معاشی ومعاشرتی ناانصافیوں کی روک تھام کی۔آپ ﷺ کو کسی جنگ میں مقتولہ عورت کا پتہ چلا تو آپ ﷺ نے سخت ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا۔ایک اور روایت میں آپ ﷺ نے ایک مقتولہ عورت کی خبر سننے پر فرمایا: "ماكانت هذه لتقاتل" (۴۹) (یہ تو لڑنے کے لیے نہیں تھی)۔آپ ﷺ نے اپنے سپہ سالار خالد بن ولیدؓ کو کہلا بھیجا ﴿لا يقتلن امرأة ولا عسيفا"﴾(۵۰) (عورت اور اجیر کو ہرگز قتل نہ کرو)۔
عورت کو قدرت نے نازک طبعی سے نوازا ہے۔اس لیے اس کے ساتھ شفقت اور محبت کا برتاؤ ایک فطری امر ہے۔رسول اللہ ﷺ نے اس کا ہمیشہ خیال رکھا۔صنف نازک کی اسی جبلت وفطرت کے پیش نظر آپ ﷺ نے اسے آبگینہ سے تشبیہ دی، ایک سفر کے دوران جب حضرت انجشہؓ نے حدی خوانی کی اور اونٹ تیز چلنے لگے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿رويدك يا انجشه لا تكسر القوارير﴾(۵۱)

(انجشہ دیکھنا آہستہ چلو آبگینے ٹوٹنے نہ پائیں)۔
آپ ﷺ کی شفقت و رحمت کا یہ نتیجہ تھا کہ عورتیں آپ ﷺ سے بلا تکلف سوالات کرتیں اور بلاخوف وخطر آپ ﷺ سے مسائل دریافت کرتیں۔
ازواج مطہراتؓ سے محبت اور نرم روی کا جو طریق تھا وہ کتب سیرت و حدیث میں منقول ہے، بیٹیوں سے جو شفقت اور محبت فرمائی اس کا ریکارڈ بھی محفوظ ہے۔آپ ﷺ کی تعلیمات اور ذاتی طرز عمل نے عورتوں سے متعلق مجموعی رویے میں تبدیلی پیدا کی۔

Marfat.com

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے باعث رحمت:

آپ ﷺ اپنے صحابہ کرام پر بہت شفیق تھے۔ نبوت ملنے کے بعد جب آپ ﷺ اور آپؐ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کفار کی طرف سخت تکالیف دینے کا سلسلہ شروع ہوا تو آپ ﷺ خود مکہ مکرمہ میں رہے لیکن اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا۔ یہ آپ ﷺ کی شفقت و رحمت کا نتیجہ تھا کہ عرب کے باشندے دنیا کی سب سے معزز ترین قوم بن گئے۔

حضرت معاویہ بن حکم رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے بارے میں فرماتے ہیں: میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں میں نے آپ ﷺ سے پہلے اور نہ آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ سے زیادہ اچھا معلم اور بہترین تعلیم دینے والا دیکھا۔ اللہ کی قسم آپ ﷺ نے نہ مجھے کبھی جھڑکا، نہ مارا اور نہ بُرا بھلا کہا۔ (۵۲)

اس کے علاوہ کتب سیرت میں بے شمار ایسے واقعات ہیں جن سے رسول اللہ ﷺ کا اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کے ساتھ رحمت وشفقت کا رویہ بالکل عیاں نظر آتا ہے۔

بچوں پر رحمت:

بچے نسل انسانی کی بقاء اور تسلسل کا مظہر ہیں۔ قدرت نے جو جذبۂ ترحم انسان میں ودیعت کیا ہے اس کا اظہار ایک فطری امر ہے۔ لیکن بعض مزاجوں میں اس جذبے کی کمی ہوتی ہے یا وہ اسے مصنوعی طریقے سے دبا دیتے ہیں۔ آپ ﷺ نے اس فطری جذبے کے اظہار کو ضروری قرار دیا۔

آپ ﷺ ایک دفعہ اپنے نواسے کو چوم رہے تھے کہ ایک شخص اقرع بن حابس آپؐ کے پاس آیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میرے دس بچے ہیں لیکن میں نے آج تک ان میں سے کسی کو پیار نہیں کیا تو آپؐ نے فرمایا:

﴿ أو أملك لك أن نزع الله من قلبك الرحمة ﴾ (۵۳)

(اگر آپ کے دل سے اللہ نے رحم کو نکال دیا ہے تو میں کیا کر سکتا ہوں)۔

آپ ﷺ جہاں بچوں کو دیکھتے بڑھ کر سلام کرتے اور انھیں اپنے کندھوں پر سوار کر لیتے۔ موسم کا کوئی نیا پھل آتا یا ملتا تو سب سے پہلے بچوں کو دیتے۔ (۵۴)

حدیث میں ہے کہ ایک اعرابی دربار نبوی ﷺ میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو پیار کر رہے تھے۔ اسے حضور ﷺ کا یہ طرز عمل وقار کے خلاف معلوم ہوا تو کہنے لگا آپ ﷺ بچوں کو پیار کرتے ہیں، میرے بھی بچے ہیں لیکن میں نے کبھی پیار نہیں کیا تو آپ ﷺ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

﴿ مَنْ لَا يَرْحَمُ لَا يُرْحَمْ ﴾ (۵۵)

(جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جائے گا)۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

Marfat.com

﴿ما صليت وراء امام قط أخف صلوة ولا أتم من النبيﷺ وان كان ليسمع بكاء الصبى فيخفف مخافةً أن تفتن أمه﴾(۵۶)

(میں نے کسی امام کے پیچھے حضور ﷺ سے زیادہ مختصر اور مکمل نماز ادا نہیں کی۔ آپ ﷺ بچے کے رونے کی آواز سنتے تو نماز کو مختصر کر دیتے کہ کہیں اس کی ماں پریشان نہ ہو)۔

جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ اپنے بچپن کا واقعہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے حضور ﷺ کے پیچھے نماز ادا کی۔ فارغ ہو کر جب آپ ﷺ گھر چلے تو میں بھی ساتھ ہولیا۔ ادھر سے چند اور لڑکے نکل آئے۔ آپ ﷺ نے سب کو پیار کیا اور مجھے بھی پیار کیا۔ (۵۷)

اسی طرح آپ ﷺ نے جنگ میں بھی بچوں کے قتل کی ممانعت کی۔ بچوں پر محبت و مؤدت کا اندازہ ام خالد رضی اللہ عنہا کی اس حدیث سے ہوتا ہے:

﴿أتيت رسول اللهﷺ مع أبي وعليّ قميص أصفر قال رسول اللهﷺ سنه سنه، قال عبدالله هي بالحبشة الحسنة: قالت، ذهبت ألعب بخاتم النبوة فزبرني أبي، فقال رسول اللهﷺ دعها ثم قال رسول اللهﷺ: أبلى وأخلقى ثم أبلى واخلقى ثم ابلى وأخلقى، قال عبدالله فبقيت حتى ذكر﴾(۵۸)

(میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اپنے والد کے ساتھ آئی اور میں نے زرد رنگ کی قمیص پہنی ہوئی تھی۔ آپ ﷺ نے سنہ سنہ فرمایا۔ عبداللہ نے کہا حبشی زبان میں حسنہ کو سنہ کہتے ہیں (ام خالد) کہتی ہیں کہ میں مہر نبوت سے کھیلنے لگی تو میرے والد نے مجھے ڈانٹا۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا اس کو چھوڑ دو۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا اس قمیص کو خوب پہن اور پرانی کر اور پھر پہن اور پرانی کر اور پھر پہن اور پرانی کر، عبداللہ نے کہا کہ چنانچہ یہ قمیص اتنے دنوں تک باقی رہی کہ زبانوں پر اس کا چرچا عام ہوگیا)۔

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول ﷺ ایک زانو پر مجھے اور دوسرے پر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو بٹھا لیتے اور پھر دونوں زانو ملا کر کہتے:

﴿اللهم ارحمهما فانى أرحمهما﴾(۵۹)

(خداوندا ان دونوں پر رحم کر کیونکہ میں ان دونوں پر رحم کرتا ہوں)۔

شفقت و محبت کے اس رویے کو آپ ﷺ نے مسلم معاشرے کی خصوصی پالیسی قرار دیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿من لم يرحم صغيرنا ولم يوقر كبيرنا فليس منّا﴾(۶۰)

(وہ شخص ہماری جماعت سے نہیں جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور بڑوں کی عزت نہ کرے)۔

باہمی شفقت اور رحیمانہ پالیسی کی حکمت عملی کا اندازہ اس حدیث مبارکہ سے ہوتا ہے کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا: تو مؤمنوں کو باہمی رحم دلی، دوستی اور باہمی مہربانی میں ایک جسم کی مانند پائے گا جب کسی عضو کو دکھ درد پہنچتا ہے تو سارا جسم بے خوابی اور تپ میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ (۶۱)

رسولِ رحمت ﷺ کا یتامیٰ اور مساکین کے ساتھ رویہ:

رسولِ رحمتؐ جب مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ چلے گئے تو دوسرے ہی سال مکہ کے کافروں نے مدینہ پہنچ کر آپ ﷺ سے جنگ شروع کر دی کیونکہ وہ آپؐ کی بڑھتی ہوئی طاقت سے خوف کھانے لگے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ اگر مسلمانوں کو جلد از جلد ختم نہ کر دیا گیا تو یہ بڑھتے بڑھتے سارے عرب پر چھا جائیں گے اور ان کی تعداد بہت زیادہ ہو جائے گی۔ مسلمانوں سے کافروں کی پہلی جنگ بدر کے مقام پر ہوئی تھی جس میں کافروں کے ستر آدمی قتل ہوئے اور تقریباً اتنے ہی زندہ گرفتار کر لیے گئے۔ اس شکست کا بدلہ لینے کے لیے انھوں نے اگلے سال مدینہ منورہ پر پھر حملہ کر دیا۔ اُحد پہاڑ کے دامن میں مسلمانوں اور کافروں میں جنگ ہوئی جسے جنگ اُحد کہا جاتا ہے۔ اس جنگ میں شروع شروع میں مسلمانوں کا پلہ بھاری تھا مگر پہاڑ کے ایک درّے میں حفاظت کی خاطر مقرر کیے ہوئے چند مسلمان جاں بازوں نے غلطی سے یہ جگہ چھوڑ دی اور کافروں کے ایک دستہ نے موقع پا کر وہاں سے مسلمانوں پر حملہ کر دیا اور میدانِ جنگ کافروں کے قبضے میں آ گیا۔ چونکہ مسلمانوں کو اس بات کی امید نہ تھی کہ ان کی پشت سے کوئی حملہ کر دے گا، اس لیے انھیں سخت نقصان اٹھانا پڑا اور ستر مسلمان مجاہد شہید ہو گئے اور بہت سے شدید زخمی ہوئے حتیٰ کہ خود رسولِ رحمت ﷺ بھی زخمی ہوئے۔ تاہم مسلمانوں نے خوب بہادری سے ان کا مقابلہ کیا اور کافر میدان چھوڑ کر چلے گئے۔ اس جنگ میں مسلمانوں کا کافی نقصان ہوا۔ رسولِ رحمت ﷺ کے پیارے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی شہید ہوئے۔ دیگر شہیدوں میں سے ایک کا نام حضرت حقربہ رضی اللہ عنہ تھا۔ (۶۲)

رسولِ رحمت ﷺ نے ان تمام شہیدوں کو مدینہ میں لا کر دفن کرنے کے بجائے وہیں میدان اُحد میں دفن کرایا۔ جب لشکر اسلام مدینہ واپس پہنچا تو ہر گھر سے رونے کی آوازیں آنے لگیں کیونکہ شہیدوں کے غم میں مدینہ منورہ کا ہر فرد سوگوار تھا۔ سارے شہر میں اداسی اور غم کی لہر پھیل گئی۔ بیواؤں کی آہیں اور یتیموں کی سسکیاں ہر جگہ سنائی دیتی تھیں۔

ایک یتیم بچہ جس کا نام بشیر رضی اللہ عنہ تھا، اپنے شہید والد حضرت حقربہ رضی اللہ عنہ کے غم میں نڈھال گلی کی ایک نکر میں پریشان کھڑا تھا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے اور وہ سخت اداس اور بے چین دکھائی دیتا تھا۔ اتنے میں وہاں سے رسولِ رحمت ﷺ کا گزر ہوا اور جب اس پر نگاہ پڑی تو آپ ﷺ فوراً اس کی طرف تشریف لے گئے اور قریب جا کر اس سے دریافت فرمایا کہ "تم کیوں اداس ہو اور تمھارے آنسو کیوں بہہ رہے ہیں"؟ اس

Marfat.com

نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ! میرے والد حقربہ رضی اللہ عنہ جنگ میں شہید ہو گئے ہیں اور اب مجھے سنبھالنے والا کوئی نہیں رہا اس لیے بے چین اور اداس ہوں''۔ (۶۳)

رسول رحمت ﷺ تو یتیموں اور بے بس لوگوں پر بہت مہربان تھے۔ آپ ﷺ کو اس پر بہت ترس آیا اور آپؐ نے اس کے سر پر محبت اور شفقت سے اپنا ہاتھ مبارک پھیرتے ہوئے فرمایا: ''میرے بیٹے کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ عائشہ رضی اللہ عنہا تمھاری ماں اور محمد ﷺ تمھارا باپ ہو''۔ (۶۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رسول رحمت ﷺ کی زوجہ محترمہ بہت رحم دل اور نیک خاتون تھیں۔ آپ ﷺ کے اس ارشاد کا مطلب یہ تھا کہ پیارے بشیر تم فکر نہ کرو، میں تمھارا باپ ہوں، اور میری بیوی عائشہ رضی اللہ عنہا تمھاری ماں ہے۔ ہم دونوں تمھیں ماں باپ کا پیار دیں گے اور محبت سے تمھاری پرورش کریں گے، اس لیے اب تم اداس اور پریشان نہ ہو۔

ذرا اندازہ کیجیے اس یتیم اور اداس بشیر رضی اللہ عنہ کی خوش قسمتی کا کہ رسولِ رحمتؐ اس کے سرپرست بن گئے جن سے زیادہ مہربان اور شفیق کوئی پیدا ہی نہیں ہوا۔ جسے آپؐ کی شفقت مل گئی سمجھ لیں کہ دنیا کے تمام غم اس سے دُور ہو گئے۔

دشمنوں کے لیے باعث رحمت:

دشمنوں پر جب غلبہ حاصل ہو جائے تو پھر اسے معاف کرنا اخلاقی معیار کی معراج ہے۔ آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی کا یہ پہلو بے مثال طور پر اجاگر ہوتا ہے، کتب حدیث رحمۃ للعالمینؐ کے اس وصف سے بھری پڑی ہیں اور بعض محدثین نے تو اس کو ایک باب کی صورت میں علیحدہ بھی بیان کیا ہے چنانچہ جب آپ ﷺ نے تبلیغ کا کام شروع کیا تو قریش نے آپ ﷺ کو جان سے مار ڈالنے کی دھمکیاں دیں اور ایک مرتبہ عملی طور پر قتل کرنے کی غرض سے گئے بھی لیکن آپ ﷺ کو اللہ نے بچا لیا اور آپ ﷺ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی پھر ایک وقت وہ بھی آیا کہ جب قریش کے لوگ مفتوح ہو چکے تھے لیکن اس موقع پر آپ ﷺ نے دریا دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے قریش مکہ کو معاف کر دیا۔

ہجرت کے ہی موقع پر قریش مکہ نے حضور ﷺ کے سر کی قیمت لگائی تھی اور اس شخص کو سو اونٹ دینے کا اعلان کیا جو حضور ﷺ کو زندہ پکڑ لائے یا آپ ﷺ کا سر لے آئے۔ سراقہ بن مالک بن جعشم نے اپنے تیز گھوڑے سے یہ کام سرانجام دینے کی ٹھانی اور رسول اکرم ﷺ کو دیکھ لیا۔ جب وہ قریب پہنچنے کی کوشش کرتا تو گھوڑا زمین میں دھنس جاتا۔ دو تین دفعہ کی کوشش کے بعد ارادہ ترک کر دیا اور آپ ﷺ سے سند امان کی درخواست کی۔ آپ ﷺ نے اسے سند امان لکھ دی۔ آٹھ سال بعد فتح مکہ کے موقع پر جب سراقہ بن مالک بن جعشم حلقہ بگوش اسلام ہوئے تو آپ ﷺ نے اس کے سابقہ جرم کا ذکر تک نہ کیا۔ (۶۵)

مشرکین مکہ نے آپ ﷺ سے جو سلوک کیا وہ کسی سے بھی مخفی نہیں۔ تکلیف واذیت کی جو بھی صورت

Marfat.com

اختیار کر سکتے تھے کی گئی اور تحقیر و تذلیل کا جو بھی حربہ استعمال کر سکتے تھے کیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے جب آپ ﷺ کو ان پر فتح عطا فرمائی اور آپ ﷺ سیاسی اور عسکری طور پر غالب آئے تو آپ ﷺ نے جو رویہ اختیار کیا وہ بھی تاریخ انسانی میں اپنی مثال آپ ہے۔ رسول اکرم ﷺ جب فاتحانہ شان سے مکہ میں داخل ہوئے تو قریش اپنے جرائم اور معاندانہ کارروائیوں کی وجہ سے سہمے ہوئے تھے۔ انھیں یہ خیال تھا کہ نہ جانے اب کیا ہونے والا ہے لیکن اس سراپا عفو و رحمت نے ایک ہی اعلان سے ان کے سب اندیشوں کو ختم کر دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿لا تثریب علیکم الیوم اِذهبوا أنتم الطلقاء﴾ (۶۶)

(تم پر کوئی گرفت نہیں، جاؤ تم سب آزاد ہو)۔

ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی بیوی ہند نے حضور اکرم ﷺ کے محبوب چچا سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا سینہ چاک کیا تھا اور جگر کے ٹکڑے کیے تھے، فتح مکہ کے موقع پر اطاعت کے سوا چارہ نہ پاکر بارگاہ رسالت میں نقاب پہن کر بیعت کے لیے حاضر ہوئی تاکہ پہچانی نہ جا سکے۔ آپ ﷺ نے پہچان لیا لیکن عفو و رحم کے باعث محسوس نہ ہونے دیا ہند نے آپ ﷺ کے اس اخلاق سے متاثر ہو کر فرمایا:

﴿یا رسول الله صلی الله علیه وآلہ وسلم ما کان علیٰ ظهر الأرض أهل خباء أحب الی ان یذلُّوا من أهل خبائك ثم ما أصبح الیوم علی ظهر الأرض أهل خبائن أحب الی ان یعزّوا من أهل خبائك﴾ (۶۷)

(یا رسول اللہ ﷺ میری نگاہ میں آپ ﷺ کے خیمہ سے زیادہ مبغوض کوئی اور خیمہ نہ تھا لیکن آج آپ ﷺ کے خیمہ سے محبوب تر کوئی خیمہ نظر نہیں آتا)۔

ابوسفیان رضی اللہ عنہ ہی کو لیجیے جو اسلام اور آنحضرت ﷺ کا بدترین دشمن تھا، بدر سے فتح مکہ تک تمام جنگوں اور تصادم کی سرگرمیوں میں وہ کسی نہ کسی طور پر شریک رہا لیکن فتح مکہ کے موقع پر جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ ان کو خدمت اقدس میں لے کر حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خواہشِ قتل کے برعکس نہ صرف اسے معاف کیا بلکہ اس کے گھر کو امان کی جگہ قرار دیا اور فرمایا:

﴿من دخل دار أبی سفیان فهو آمن﴾ (۶۸)

(جو شخص ابوسفیان کے گھر داخل ہو جائے گا تو اس کا قصور معاف ہوگا)۔

کتب سیرت و حدیث میں ایسے بے شمار واقعات موجود ہیں جن میں آپ ﷺ کے عفو و درگزر کا شاندار نمونہ موجود ہے، عفو و رحمت کی اس صفت سے دوست دشمن، مسلم اور کافر سب مستفید ہوتے رہے بلکہ یہ کہنا بھی بے جا نہ ہوگا کہ انسانیت نے عفو و درگزر اور شفقت و رحمت کی ایسی مثال کبھی دیکھی بھی نہ تھی۔

مضت الدهور و ما أتین بمثله   ولقد أتیٰ فعجزن عن نظرائه

Marfat.com

اسیرانِ جنگ سے رحمت کا پہلو:

رسول اللہ ﷺ نے اسیرانِ جنگ سے رحمت کا معاملہ فرمایا اوران کو قتل کرنے سے منع فرمایا، فتح مکہ کے موقع پر جب آپ ﷺ فاتح بن کر شہر میں داخل ہوئے تو فوج میں یہ اعلان کروادیا کہ :

﴿لا يـجهزن علىٰ جريح و لا يتبعن مدبر و لا يقتلن أسير و من أغلق بابه فهو أمن﴾ (۶۹)

(کسی مجروح پر حملہ نہ کیا جائے کسی بھاگنے والے کا پیچھا نہ کیا جائے کسی قیدی کو قتل نہ کیا جائے اور جو اپنے گھر کا دروازہ بند کرلے وہ امان میں ہے)۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنے جانی دشمنوں کے ساتھ بھی عفو ورحمت کا رویہ اپنایا اور قدرت ہونے کے وجود بھی انھیں غلام نہیں بنایا۔ فتح مکہ کے موقع پر ہی آپ ﷺ نے فرمایا تھا:

﴿اِذهبوا أنتم الطلقا﴾ (۷۰)

(جاؤتم سب آزاد ہو)۔

غزوۂ بدر ۲ھ کے ۷۰ قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا گیا، جس قیدی کے پاس فدیہ دینے کی کوئی چیز نہیں ہوتی تھی آپ ﷺ اس سے دریافت کرتے ؛ پڑھنا لکھنا جانتے ہو؟ قیدی اگر اثبات میں جواب دیتا تو آپ ﷺ فرمادیتے تم دس مسلمانوں کو پڑھنا لکھنا سکھادو۔ (۷۱)

حضرت ثمامہ رضی اللہ عنہ بن اثال جب گرفتار ہوکر مسجد نبویؐ میں لائے گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿ما عندك يا ثمامه؟ فقال عندی خير إن تقتل تقتل ذادم وان تنعم تنعم على شاكرٍ وان كنت تريد المال فسئل تعط منه ما شئت ، فقال: أطلقوا ثمامه﴾ (۷۲)

(اے ثمامہ تمھارے پاس کیا ہے؟ تو انھوں نے کہا کہ میرے پاس بھلائی ہے، اگر تم قتل کروگے تو صاحب خون کو قتل کروگے اور اگر تم احسان کروگے تو احسان کا بدلہ دینے والے پر احسان کروگے اور اگر تم مال و دولت چاہتے ہو تو سوال کرو جس قدر چاہتے ہو دیا جائے گا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ثمامہ کو آزاد کردو)۔

تو وہ صحابہ کرام اور رسول اللہ ﷺ کے اخلاق اور شفقت ومحبت سے متاثر ہوکر ہی مسلمان ہوگئے۔

Marfat.com

رحمت عالم ﷺ کا ایک اچھوتا پہلو

بنیادی طور پر رسول اللہ ﷺ معاشرتی زندگی کی فلاح و بہود کے لیے مبعوث کیے گئے اور معاشرے میں ذہنی اعتبار سے ہر قسم کے افراد پائے جاتے ہیں اور ذہنی تفاوت کا ہونا ایک فطری بات ہے۔ بعض دفعہ انسان دوسروں کے اندر خوبیاں دیکھ کر اپنے اندر احساسِ کمتری کو جگہ دیتا ہے اور آہستہ آہستہ معاشرے سے الگ تھلگ رہنا پسند کرتا ہے۔ اور اسی طرح بعض لوگ اپنے اندر پائی جانے والی خوبیوں کو اپنی ذاتی میراث سمجھتے ہیں کہ یہ رحمت یا خوبی ہم نے خود حاصل کی۔ اس چیز کی اصلاح کے لیے رسولؐ اللہ نے معاشرے کی ان برائیوں کو ختم کرنے کے لیے ارشاد فرمایا:

﴿لأ فضل لعربی علی عجمی ولا لأ سود علی أحمر الا بالتقویٰ﴾(۷۳)

(کسی عربی کو عجمی پر اور سرخ کو سیاہ پر کوئی فضیلت حاصل نہیں سوائے تقویٰ کے)۔

بحیثیت رحمت دو عالم ﷺ لوگوں کی اخلاقی رہنمائی:

جہاں رسول اللہ ﷺ نے معاشرتی اعتبار سے لوگوں کی رہنمائی اور امت کو وحدت میں ڈھالنے کے لیے قرآنی احکامات لوگوں کو بیان فرمائے وہاں ساتھ ہی عملی طور پر بھی امت کی تربیت فرمائی۔ چھوٹی چھوٹی برائیوں کو سرے سے ختم کرنے کی تلقین فرمائی۔ قریش کو مخاطب کر کے فرمایا:

﴿یامعشر قریش ان اللہ قد أذھب عنکم نخوۃ الجاھیۃ وتعظمھا با لآباء، الناس بنو آدم وآدم من تراب﴾(۷۴)

(اے گروہ قریش اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کے فخر اور آباء پر فخر کرنے کو دور کر دیا ہے۔ لوگ آدم سے ہیں اور آدم مٹی سے تھے)۔

رحمۃ للعالمین ﷺ کی رحمت کے انسانیت پر اثرات:

اللہ تعالیٰ کی شان رحمت یوں ہے:

﴿ وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ﴾(۷۵)

(میری رحمت ہر اک شے پر وسیع ہے)۔

اور آپ ﷺ کو جو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا تو آپ ﷺ کی تعلیمات کی وجہ سے زندگیاں آسان

Marfat.com

ہوئیں۔آپ ﷺ نے تمام بوجھوں سے انسان کو آزاد کیا۔

آپ ﷺ کی رحمت کا یہ عالم ہے کہ دشمن بھی کہتے تھے کہ ہمیں آپ ﷺ سے ڈر نہیں لگتا، پوچھا گیا کیوں؟ کہا کہ ہمیں معلوم ہے کہ آپ ﷺ برائی کے بدلے برائی نہیں کرتے۔آپ ﷺ نے حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ سے رحمت بھرے انداز میں فرمایا تھا:

﴿ویحك یاأبا سفیان ألم یان لك ان تعلم أن لا اله الا الله قال أبا سفیان بأبی أنت وأُمی ما أحلمك وأو صلك وأكر مك﴾(۷۶)

(افسوس ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) ابھی وقت نہیں آیا کہ تم اتنی بات سمجھ سکو کہ اللہ کے ماسوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان آپؐ کتنے بردبار اور آپ ﷺ کس قدر قرابت کا حق ادا کرنے والے اور کتنے کریم ہیں)۔

لوگ غیر اللہ کی عبادتوں کے بوجھ تلے دبے ہوئے تھے۔آپ ﷺ نے اس سے آزادی دلائی۔آپؐ ایسی ہستی ہیں جنھوں نے امیری غریبی، پیری جوانی، امن وجنگ، امید وترنگ، گدائی وبادشاہی الغرض ہر چیز کو ایک مقام بخشا۔ ہر میدان میں آپ ﷺ کی رحمت نظر آتی ہے، آپ ﷺ کی رحمت کے سائے تلے ہر پست بالا ہوا۔تاریکیاں روشنیوں میں تبدیل ہوئیں۔

آپ ﷺ نے خشک دریاؤں اور میدانوں کو علم ومعرفت کے نور سے رواں دواں کر دیا۔سنگ لاخ چٹانوں سے رحمت وعلم کی بنا پر کتاب وحکمت کے چشمے بہائے اور راہ بھٹکتے لوگوں کو ایک منزل دی، جنگ کے میدان میں دیکھیں تو رحمت تقاضا کرتی ہے کہ درخت نہ کاٹنا بچوں اور عورتوں کو کچھ نہ کہنا۔آپؐ کی بارانِ رحمت نے بے آباد بنجر زمینوں کو زرخیز کر دیا، مذہب اسلام کی تبلیغ کے متعلق ارشاد خداوندی ہے:

﴿لَاۤ اِكْرَاهَ فِی الدِّیْنِ﴾(۷۷)

(دین میں کوئی جبر نہیں)۔

آپ ﷺ نے دین حق کی دعوت جبر کی بجائے شفقت ورحمت بھرے انداز میں دی اور اس رحمت بھرے رویے نے انسانوں کو اخلاق فاضلہ اور محاسن جمیلہ وصفات کاملہ کی بلندیوں تک پہنچا دیا اور یوں آپ ﷺ نے ﴿وما ارسلنٰك الا رحمة للعالمین﴾ ہونے کا حق ادا کر دیا اور یہ صرف اور صرف آپ ﷺ کا ہی کمال ہے۔

Marfat.com

حوالہ جات

۱۔ الفاطر:(۳۵)۲۴۔

۲۔ الرعد:(۱۳)۷۔

۳۔ الانبیا:(۲۱)۱۰۷۔

۴۔ زبیدی، محمد مرتضٰی، تاج العروس من جواہر القاموس (دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۲۰۰۷ء) ۱۱۵/۳۲۔

۵۔ حاکم نیشاپوری، محمد بن عبداللہ، ابوعبداللہ، المستدرک علی الصحیحین، (دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۹۹۰ء) ۲۰۲/۳، حدیث نمبر: ۴۸۴۳۔

۶۔ محمود سعید، رفع المنارۃ لتخریج احادیث التوسل والزیارۃ (دار الامام النووی، عمان، اُردن ۱۴۱۶ھ) ۱۰۰/۱، حدیث نمبر: ۶۰۔

۷۔ شبلی نعمانی، سیرت النبیؐ (الفیصل ناشران وتاجران کتب، لاہور) ۳۶۶/۱۔

۸۔ آل عمران (۳)۱۵۹۔

۹۔ النحل (۱۶)۱۲۵۔

۱۰۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، الادب المفرد، (مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ، بیروت، ۱۴۰۶ھ) ۱۰۷/۱، حدیث نمبر: ۲۶۳۔

۱۱۔ ایضاً۔

۱۲۔ سیوطی، عبدالرحمن، جلال الدین، الجامع الصغیر (مکتبہ اسلامیہ، لائل پور) ص: ۲۸۳، حدیث نمبر: ۵۴۰۶۔

۱۳۔ ترمذی، محمد بن عیسیٰ، ابوعیسیٰ، السنن، (مکتبہ دارالسلام، الریاض، ۱۹۹۹ء) ص: ۱۴۰۹، حدیث نمبر: ۱۴۰۹۔

۱۴۔ مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح، (دارالسلام، الریاض، ۱۹۹۹ء) ص: ۳۴۱، حدیث نمبر: ۱۹۵۹۔

۱۵۔ ابن حجر عسقلانی، احمد بن علی، اطراف المسند المعتلی باطراف المسند الحنبلی، (دار ابن کثیر، دمشق بیروت) ۲۳۳/۸، حدیث نمبر: ۱۶۹۶۴۔

۱۶۔ ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، السنن، (مکتبہ دارالسلام، الریاض، ۱۹۹۹ء) ص: ۴۵۲، حدیث نمبر: ۳۰۸۹۔

۱۷۔ ابن حجر عسقلانی، اتحاف الخیرۃ المہرۃ، ۱۳۷/۶، حدیث نمبر: ۵۵۰۰۔

۱۸۔ ترمذی، السنن، ص: ۱۱۴، حدیث نمبر: ۱۷۰۹۔

۱۹۔ ایضاً۔

۲۰۔ ابوداؤد، السنن، ص: ۳۷۲، حدیث نمبر: ۲۵۶۷۔

۲۱۔ طبرانی، سلیمان بن احمد، المعجم الکبیر، (داراحیاء التراث العربی، بیروت) ۹۶/۶، حدیث نمبر: ۵۶۲۰۔

۲۲۔ طبرانی، معجم الکبیر، ۲۵/۶، حدیث نمبر: ۴۶۲۵۔

۲۳۔ البانی، ناصر الدین، ارواء الغلیل (المکتب الاسلامی، بیروت) ۱۳۱/۳، حدیث نمبر: ۳۷۲۔

Marfat.com

۲۴۔ ابن حجر عسقلانی، اتحاف الخیرۃ المھرۃ، ۳۲/۶، حدیث نمبر: ۵۲۶۴۔
۲۵۔ ابن حجر عسقلانی، اتحاف الخیرۃ المھرۃ، ۲۷۹/۱، حدیث نمبر: ۴۴۹۔
۲۶۔ الاعراف: (۷) ۱۵۷۔
۲۷۔ ابن سعد، محمد بن سعد، الطبقات الکبریٰ (دار صادر، بیروت) ۲۱۰/۱۔
۲۸۔ مسلم، الجامع الصحیح ص: ۱۲۳، حدیث نمبر: ۵۸۹۔
۲۹۔ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری (دار نشر الکتب الاسلامی، لاہور) ۱۲۴/۶، حدیث نمبر: ۲۹۷۲۔
۳۰۔ التوبہ (۹) ۱۲۸۔
۳۱۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، الادب المفرد، ۱۴۲/۱، حدیث نمبر: ۱۳۸۔
۳۲۔ عبدالشکور، حافظ، رسول اللہ ﷺ کی مسکراہٹیں (مقبول بک سٹال، شیخوپورہ) ص: ۱۴۲۔
۳۳۔ الواقعہ (۵۶) ۳۶۔
۳۴۔ ترمذی، شمائل محمدیہؐ (دار المطبوعات الحدیثیہ، جدۃ) ص: ۱۴۳-۱۴۴، حدیث نمبر: ۲۳۰۔
۳۵۔ شبلی نعمانی، سیرۃ النبیؐ ۳۲۲/۲۔
۳۶۔ ایضاً، ۳۶۵/۱۔
۳۷۔ ابوداؤد، السنن ص: ۷۴۴، حدیث نمبر: ۵۱۵۹۔
۳۸۔ بخاری، الادب المفرد، ۷۵/۱، حدیث نمبر: ۱۸۷۔
۳۹۔ ایضاً، ۵۶/۱، حدیث نمبر: ۱۷۸۔
۴۰۔ ایضاً، ۷۵/۱، حدیث نمبر: ۱۸۷۔
۴۱۔ علوی، ڈاکٹر خالد، انسانِ کاملؐ (الفیصل ناشران وتاجران کتب، لاہور) ص: ۶۰۴۔
۴۲۔ سیوطی، جلال الدین، الجامع الصغیر، ۴۰۳/۱، حدیث نمبر: ۲۶۲۷۔
۴۳۔ ایضاً، ۲۶۵/۱، حدیث نمبر ۱۷۲۶۔
۴۴۔ ابن حجر عسقلانی، اتحاف الخیرہ المھرۃ، ۴۸۴/۵، حدیث نمبر: ۵۰۶۳۔
۴۵۔ احمد بن حنبل، المسند، (دار الفکر، القاہرہ) ۲۵۶/۶۔
۴۶۔ سیوطی، جلال الدین، الجامع الصغیر، ۳۹۲/۱ حدیث نمبر: ۲۵۶۰۔
۴۷۔ ترمذی، السنن ص: ۶۸۹، حدیث نمبر: ۱۱۸۸۔
۴۸۔ سیوطی، جلال الدین، الجامع الصغیر، ۲۸۸/۳، حدیث نمبر: ۶۳۷۰۔
۴۹۔ ابن حجر عسقلانی، اتحاف الخیرہ المھرۃ، ۱۷۰/۵، حدیث نمبر: ۴۴۵۸۔
۵۰۔ ایضاً۔
۵۱۔ سیوطی، جلال الدین، الجامع الصغیر، ۳۰۲/۳، حدیث نمبر: ۴۶۷۵۔
۵۲۔ مسلم، الجامع الصحیح ص: ۲۱۸، حدیث نمبر: ۱۱۹۹۔
۵۳۔ بیہقی، احمد بن حسین، السنن الکبریٰ (نشر السنۃ، ملتان) ۱۰۰/۷، حدیث نمبر: ۱۳۶۹۰۔

Marfat.com

۵۴۔ ایضاً، ۷/۱۰۰، حدیث نمبر: ۱۳۹۶۱۔

۵۵۔ ایضاً۔

۵۶۔ بخاری، الجامع الصحیح، ص: ۱۱۶، حدیث نمبر: ۷۰۸۔

۵۷۔ احمد، المسند، ۳/۴۳۵۔

۵۸۔ بخاری، الجامع الصحیح، ص: ۵۰۸، حدیث نمبر: ۳۰۷۱۔

۵۹۔ ایضاً ص ۱۰۵۰، حدیث نمبر: ۶۰۰۳۔

۶۰۔ ابن حجر عسقلانی، اتحاف الخیرۃ المھرۃ، ۵/۴۹۵، حدیث نمبر: ۵۱۰۰۔

۶۱۔ ایضاً، ۲/۴۹۵، حدیث نمبر: ۱۹۶۶۔

۶۲۔ ہیثمی، علی بن ابی بکر، نور الدین، بغیۃ الحارث عن زوائد مسند حارث بن ابی اسامہ (مرکز خدمۃ السنۃ والسیرۃ النبویہ، المدینہ المنورہ) ۲/۳۲۵، حدیث نمبر: ۵۰۲۔

۶۳۔ شبلی نعمانی، سیرۃ النبی ﷺ، ۴/۹۵۔

۶۴۔ ہیثمی، بغیۃ الحارث عن زوائد مسند حارث بن ابی اسامہ، ۲/۸۵۱، حدیث نمبر: ۹۰۴۔

۶۵۔ ابن حجر عسقلانی، اتحاف الخیرۃ المھرۃ، ۷/۹۶، حدیث نمبر: ۶۴۶۰۔

۶۶۔ شبلی نعمانی، سیرۃ النبی ﷺ، ۴/۵۵۔

۶۷۔ بخاری، الجامع الصحیح، ص: ۶۴۲، حدیث نمبر: ۳۸۲۵۔

۶۸۔ بیہقی، السنن الکبریٰ (دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۲۰۱۰ء) ۹/۱۹۷، حدیث نمبر: ۱۸۲۷۳۔

۶۹۔ البانی، ناصر الدین، ارواء الغلیل، ۸/۱۲۷، حدیث نمبر: ۲۴۶۱۔

۷۰۔ ابن ابی شیبہ، عبداللہ بن محمد، مصنف ابن ابی شیبہ، (دار الفکر)، ۶/۵۴۶، حدیث نمبر: ۲۲۳۹۴

۷۱۔ البانی، ارواء الغلیل، ۸/۱۲۷، حدیث نمبر: ۲۶۶۱۔

۷۲۔ بیہقی، السنن، ۱/۲۶۴، حدیث نمبر: ۸۰۵۔

۷۳۔ ابن حجر عسقلانی، اتحاف الخیرۃ المھرۃ، ۳/۲۲۶، حدیث نمبر: ۲۶۱۴۔

۷۴۔ طبری، تاریخ الامم والملوک، ۲/۴۵۔

۷۵۔ الاعراف: (۷)۱۵۶۔

۷۶۔ ابن حجر عسقلانی، اتحاف الخیرۃ المھرۃ، ۵/۸۹، حدیث نمبر: ۴۶۰۳۔

۷۷۔ البقرۃ: (۲)۲۵۶۔

Marfat.com

(۴) رسول اللہ ﷺ کی زندگی کی ایک جھلک

حضرت ام معبد رضی اللہ عنہا کی زبانی رسول اللہ ﷺ کے حلیۂ مبارک کا بیان:

پاکیزہ رُو، کشادہ چہرہ، پسندیدہ خُو، نہ توندنکلی ہوئی نہ چُندیہ کے بال گرے ہوئے۔ زیبا، صاحب جمال، آنکھیں سیاہ فراخ، بال لمبے اور گھنے، آواز میں بھاری پن، بلند گردن، روشن مردمک، سرگیں چشم، باریک و پیوستہ ابرو، سیاہ گھنگریالے بال، خاموش، وقار کے ساتھ گویا دل بستگی لیے ہوئے۔ دور سے دیکھنے میں زیبندہ و دل فریب، قریب سے نہایت شیریں کلام، واضح الفاظ، کلام کمی و بیشی الفاظ سے مُعرّا، تمام گفتگو موتیوں کی لڑی جیسی پروئی ہوئی، میانہ قد کہ کوتاہی سے حقیر نظر نہیں آتے۔ نہ طویل کہ آنکھ اس سے نفرت کرتی۔ زیبندہ نہال کی تازہ شاخ، زیبندہ منظر، والا قدر، رفیق ایسے کہ ہر وقت اس کے گرد و پیش رہتے ہیں۔ جب وہ کچھ کہتا ہے تو چپ چاپ سنتے ہیں۔ حکم دیتا ہے تو تعمیل کے لیے جھپٹتے ہیں۔ مخدوم، مطاع، نہ کوتاہ سخن، نہ ترش رُو، نہ فضول گو۔

حیاتِ قدسی پر ایک نظر:

* رسول اللہ ﷺ کی پیدائش موسم بہار (دوشنبہ/سوموار)
* ۹ ربیع الاول واقعہ فیل کے ۵۰ روز بعد بمطابق ۲۲ اپریل ۵۷۱ء یکم جیٹھ ۲۶۸ بکرمی صبح صادق، دودھ پینا والدہ ماجدہ کا ۴ ماہ۔
* رضاعت دائی حلیمہ۔
* واقعہ شق صدر، عمر ۳ سال۔
* رسول اللہ ﷺ کی والدہ کا انتقال عمر ۶ سال۔
* رسول اللہ ﷺ کے دادا کا انتقال عمر ۸ سال ۳ ماہ۔
* پہلا سفر شام، ہمراہ جناب ابوطالب، عمر ۱۲ سال ۲ ماہ۔
* حرب فجار، عمر ۱۵ سال۔
* حلف الفضول، عمر ۱۵ سال ۹ ماہ، ذی قعدہ۔
* دوسرا سفر شام، عمر ۲۳ سال۔
* حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح، عمر ۲۵ سال ۲ ماہ۔
* غیبی اسرار کا ظہور، عمر ۳۳ سال۔

Marfat.com

* کعبہ کی تعمیرِ نو عمر ۳۵ سال
* بعثت، عمر ۴۰ سال ۱۱ دن ۱۲ رفروری بروز ہفتہ ۶۱۰ء۔
* فرضیت نماز صبح وعصر ۹ ربیع الاول بروز بعثت ۶۱۰ء۔
* آغاز نزولِ قرآن ۱۸ ررمضان المبارک ۱ھ (سال بعثت)۔ بروز جمعۃ المبارک ۱۷ اگست ۶۱۰ء۔
* دعوتِ اسلام کا آغاز، عمر ۴۰ سال۔
* خفیہ دعوت کا دور ۱ھ بعثت تا ۳ھ بعثت۔
* اعلان نبوت ۳ھ بعثت
* مخالفت کا دور ۳ھ بعثت تا ۵ھ بعثت۔
* شدید مخالفت کا دور ۵ھ بعثت تا ۷ھ بعثت۔
* شعب حجر، بعثت کے ساتویں سال، تاریخ خضری ۱/۶۴۔۶۵)
* حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ وحضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام ۶ھ بعثت۔
* شعب ابی طالب یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان بنی ہاشم کی نظر بندی، یکم محرم الحرام ۷ھ بعثت ۴۷ھ میلاد بروز بدھ۔
* نظر بندی کا خاتمہ آخر ۹ھ بعثت تا اول ۱۰ھ بعثت۔
* وفات ابوطالب وحضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ۱۰ھ بعثت (عام الحزن) ۵۰ میلاد۔
* سفر طائف جمادی الاخریٰ ۵۰ھ میلاد ۱۰ھ بعثت۔
* معراج ۲۷ رجب کی درمیانی شب ۱۰ھ بعثت۔
* فرضیت نماز پنجگانہ معراج کی رات (بدھ)۔
* مدینہ منورہ میں آغاز اسلام ذوالحجہ ۵۰ھ میلاد۔ ۱۰ھ بعثت۔
* وفد مدینہ ۱۱۶ افراد کا قبول اسلام مکہ میں ۵۱ھ میلاد، ۱۱ھ بعثت
* بیعت عقبۃ الاولیٰ ۱۲ افراد ذوالحجہ ۵۲ھ میلاد۔
* بیعت عقبۃ ثانی ۷۵ افراد ذوالحجہ ۵۳ھ میلاد۔
* ہجرت مکہ سے غارِ ثور ۲۷ ماہ صفر بوقت شب ۵۳ھ میلاد ۱۳ بعثت۔
* غارِ ثور سے روانگی یکم ربیع الاول بروز سوموار ۵۳ھ میلاد ۱۳ھ بعثت ۱۶ ستمبر ۶۲۲ء
* قبا میں داخلہ ۸ ربیع الاول ۵۳ھ میلاد ۱۳ھ بعثت۔
* تاسیس (بنیاد) مسجد نبویؐ، ربیع الاول ۱ھ۔
* نماز میں اضافہ ربیع الثانی ۱ھ۔

Marfat.com

- مہاجرین وانصار میں مواخات (بھائی چارہ) ۱ھ۔
- مدینہ کی آبادی کا دستوری معاہدہ ۱ھ۔ (میثاق مدینہ)
- اسلامی ریاست کا قیام ۱ھ۔
- نظام دفاع پر عمل ۱ھ۔
- رسول اللہ ﷺ کے حرم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی آمد، شوال ۱ھ۔
- دو اکابر ہستیوں کا قبولِ اسلام ۱ھ: عبداللہ بن سلام یہودی عالم، ابوقیس صرمہ بن ابی انس سابق عیسائی راہب۔
- فرمانِ جہاد (عملی کارروائی کرنے کی اجازت) صفر ۲ھ۔ (ہجرت کے ایک سال ۲ ماہ ۱۰ دن بعد)۔
- رسول اللہ ﷺ کا اولین فوجی وسیاسی سفر غزوہ ماہ صفر ۲ھ۔
- بیرونی قبائل سے معاہدانہ تعلقات صفر تا جمادی الاخریٰ ۲ھ۔
- کرز بن جابر کی ڈاکہ زنی، ربیع الاول ۲ھ۔
- اسلامی فوجی دستے کی پہلی جھڑپ (واقعہ نخلہ) اواخر رجب ۲ھ۔
- اسلام لانا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا ۲ھ۔
- آغاز اذان وفرضیت زکوٰۃ ۲ھ۔
- تحویل قبلہ ۱۵ شعبان ۲ھ بروز ہفتہ وقت ظہر۔
- فرضیت صوم، یکم رمضان ۲ھ بدھ وار۔
- نماز عید الفطر وصدقہ فطر کی ادائیگی یکم شوال ۲ھ۔
- مدینہ منورہ سے روانگی برائے غزوۂ بدر ۸ رمضان المبارک ۲ھ بدھ وار۔
- معرکۂ کارزار، غزوۂ بدر ۱۷ رمضان المبارک بروز جمعہ ۲ھ۔
- مدینہ منورہ میں فاتحانہ داخلہ، بعد از غزوۂ بدر ۲۰ رمضان ۲ھ۔
- نکاح فاطمہ رضی اللہ عنہا با حضرت علی رضی اللہ عنہ بعد از جنگ بدر بدھ ۲ھ۔
- محاصرہ بنو قینقاع وسط شوال تا اوائل ذیقعدہ ۲ھ۔
- رسول اللہ ﷺ کا نکاح حفصہ رضی اللہ عنہا بنت عمر رضی اللہ عنہ سے ۳ھ۔
- نکاح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، دختر رسول ﷺ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے ساتھ، ۳ھ۔
- حرمت شراب کا ابتدائی حکم ۳ھ۔
- یہودیوں کے سردار کعب بن اشرف کا خاتمہ ۳ھ۔
- ولادت حضرت حسن رضی اللہ عنہ ۱۵ رمضان ۳ھ۔

Marfat.com

* غزوہ احد کے لیے مدینہ سے روانگی ۵ شوال ۳ھ، بعد نماز جمعہ۔
* معرکہ کارزار، اُحد، ۱۵ شوال ۳ھ۔
* لشکر ابوسفیان کا تعاقب ۱۶ شوال بروز اتوار، ۳ھ۔
* سودخوری کے ترک کے ابتدائی احکام غزوہ احد کے بعد ۳ھ۔
* یتیموں کے بارے میں احکام غزوہ احد کے بعد ۳ھ۔
* وراثت کے مفصل قانون کا اجراء ۳ھ۔
* قانونِ ازواج وحقوق الزوجین ۳ھ۔
* رسول اللہ ﷺ کا چوتھا نکاح، حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنت خزیمہ سے ۳ھ کا آخر۔
* حادثہ رجیع (دس مبلغوں کا قتل) ۴ھ، ماہِ صفر۔
* غزوہ بنونضیر ربیع الاول ۴ھ۔
* ام المومنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنت خزیمہ کا انتقال اوائل ۴ھ۔
* حکم حجاب (پردہ کا حکم) یکم ذیقعدہ بروز جمعہ ۴ھ۔
* حرمت شراب کا قطعی حکم (نفاذ قانون) ۴ھ۔
* غزوہ دُومتہ الجندل ۵ھ۔
* غزوۂ احزاب، ۵ھ۔
* غزوۂ بنی مصطلق ۳ شعبان ۵ھ۔
* حکم تیمم کا نزول در سفر بنی مصطلق ۵ھ۔
* رسول اللہ ﷺ کا پانچواں نکاح حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے شعبان ۵ھ۔
* واقعہ اِفک شعبان ۵ھ۔
* زنا، قذف اور لعان کے فوجداری قوانین کا نفاذ اور پردے کے تفصیلی احکام واقعہ افک کے بعد ۵ھ۔
* معاہدہ صلح حدیبیہ ۶ھ۔
* غزوہ خیبر ۷ھ۔
* رسول اللہ ﷺ کا نکاح حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے محرم ۷ھ۔
* مراجعت مہاجرین حبشہ فتح خیبر پر ۷ھ۔
* آزاد مسلم کیمپ کا قیام بمقام سیف البحر آغاز ۷ھ۔
* سیف البحر کا قریشی قافلہ پر چھاپہ مارنا صفر ۷ھ۔
* عمرۃ قضاء ذیقعدہ ۷ھ۔

Marfat.com

* نکاح، طلاق کے تفصیلی قوانین کا نفاذ ۷ ھ۔
* رسول اللہ ﷺ کا نکاح حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے ۷ ھ۔
* جبلہ غسانی کا اسلام لانا ۷ ھ۔
* غزوہ موتہ جمادی الاولیٰ ۸ ھ۔
* مشرکین مکہ کی طرف سے صلح حدیبیہ کی خلاف ورزی رجب ۸ ھ۔
* فتح مکہ، مدینہ سے روانگی ۱۰ رمضان ۸ ھ، بدھ وار۔
* سریۂ خالد رضی اللہ عنہ (فوجی دستہ) برائے ہدم بت خانہ عزیٰ واقعہ نخلہ ۲۵ رمضان ۸ ھ۔
* سریۂ عمرو رضی اللہ عنہ بن عاص برائے ہدم بت خانہ سواع رمضان ۸ ھ۔
* سریہ رضی اللہ عنہ سعد شہلی برائے ہدم بت خانہ مناۃ رمضان ۸ ھ۔
* قیام مکہ شریف ۹ شوال ۸ ھ۔
* محاصرہ طائف آخر شوال ۸ ھ واوائل ذی قعدہ، تقریباً ۱۸ یا ۲۰ دن۔
* جعرانہ میں تقسیم غنائم ذی قعدہ ۸ ھ۔
* تنظیم زکوٰۃ وصدقہ ابتداء محرم ۸ ھ اور محصلین زکوٰۃ کا تقرر ۸ ھ۔
* غزوۂ تبوک لشکر کی روانگی، رجب ۹ ھ بمطابق نومبر ۶۳۵ ھ مدینہ سے روانگی بروز جمعرات۔
* جزیہ کا حکم بہ زمانہ تبوک ۹ ھ۔
* غزوۂ تبوک سے واپسی پر، قبا میں مسجد ضرار کا جلانا ۹ ھ۔
* کعب بن زہیر کا اسلام لانا ۹ ھ۔

مدینہ میں وفود کی آمد:

* وفد عذرہ صفر ۹ ھ۔ وفد بلی ربیع الاول ۹ ھ۔
* وفد ثقیف رمضان ۹ ھ۔
* فرضیت حج ۹ ذوالحجہ ۹ ھ۔
* وفد حارث بن کعب شوال ۱۰ ھ۔
* وفد سلامان شوال ۱۰ ھ۔
* رسول اللہ ﷺ کا آخری رمضان میں ۲۰ دن اعتکاف، رمضان ۱۰ ھ۔
* رسول اللہ ﷺ سے مسیلمہ کذاب کی خط وکتابت ۱۰ ھ۔
* حجۃ الوداع ۱۰ ھ۔

Marfat.com

- احرام بندی یک شنبہ اتوار بوقت ظہر ۱۰ھ۔
- مسجد حرام میں داخلہ ۵ ذوالحجہ بوقت ضحیٰ ۱۰ھ۔
- مکہ شریف سے باہر قیام ۸ ذوالحجہ بروز جمعرات ۱۰ھ، منیٰ۔
- بوقت منیٰ سے عرفہ ۹ ذوالحجہ بروز جمعۃ المبارک ۱۰ھ۔
- خطبہ حج بعرفہ ۹ ذوالحجہ بروز جمعۃ المبارک ۱۰ھ۔
- وقوف عرفہ میں ۹ ذوالحجہ بروز جمعۃ المبارک تا غروب آفتاب ۱۰ھ۔
- عرفہ سے مزدلفہ کی طرف روانگی بعد از غروب آفتاب ۱۰ھ۔
- مزدلفہ سے منیٰ روانگی، ۱۰ ذوالحجہ بروز ہفتہ ۱۰ھ۔
- خطبہ منیٰ سے مکہ شریف کو روانگی ۱۰ ذوالحجہ ۱۰ھ۔
- مکہ سے منیٰ کو واپسی آخر یوم پچھلے پہر ۱۰ ذوالحجہ، ۱۰ھ۔
- دوسرا خطبہ منیٰ ۱۱ ذوالحجہ ۱۰ھ۔
- منیٰ سے وادی محصب کو روانگی ۱۳ ذوالحجہ ۱۰ھ۔
- رسول اللہ ﷺ کی مرض وفات کا آغاز اواخر صفر ۱۱ھ۔
- رسول اللہ ﷺ کا زمانۂ علالت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر ۷ دن ۱۱ھ۔
- مسجد نبوی ؐ میں آخری نماز اور آخری خطبہ ۵ روز قبل از وفات ۱۱ھ۔
- وصال (وفات) حضور اکرم ﷺ ۱۲ ربیع الاول دوشنبہ سوموار چاشت ۱۱ھ۔
- تدفین ۱۳ ربیع الاول ۱۱ھ کی درمیانی شب۔

نسب نامہ پاک:

آپ ﷺ کا نسب نامہ پاک یہ ہے:

''محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان''۔ عدنان بالاتفاق حضرت اسماعیل ؑ کی نسل سے ہیں۔

رضاعت:

آپ ﷺ کی والدہ کے بعد سب سے پہلے ابولہب کی لونڈی ثویبہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کو دودھ پلایا، اس وقت اس کا اپنا جو بچہ دودھ پیتا تھا، اس کا نام مسروح تھا۔ ثویبہ ؓ نے آپ ؐ سے پہلے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب کو اور آپ ﷺ کے بعد ابوسلمہ بن عبدالاسد مخزومی کو بھی دودھ پلایا تھا، لہٰذا یہ تینوں آپ ؐ کے رضاعی بھائی ہوئے۔

Marfat.com

حضرت حلیمہ سعدیہ:

حضرت حلیمہ سعدیہ نے رسول اللہ ﷺ کو دودھ پلایا۔ ان کے ساتھ حلیمہ کے بیٹے عبداللہ نے بھی آپؐ کے ساتھ دودھ پیا۔ رسول اللہ ﷺ کے رضاعی بہن، بھائی جن کے نام یہ ہیں: عبداللہ، انیسہ، جدامہ، ان کا لقب شیماء تھا اور اسی سے وہ مشہور ہوئیں۔ ان کے باپ کا نام حارث بن عبدالعزیٰ تھا۔ حضرت حلیمہ نے رسول اللہ ﷺ کے چچازاد بھائی ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو بھی دودھ پلایا۔

اسماء مبارک:

انا محمد وانا احمد وانا الماحی الذی یمحو اللہ بی الکفر وانا الحاشر الذی یحشر الناس علیٰ قدمی وانا العاقب الذی لیس بعدہ نبی۔

اولاد:

(۱) قاسم رضی اللہ عنہ (۲) زینب رضی اللہ عنہا (۳) رقیہ رضی اللہ عنہا (۴) ام کلثوم رضی اللہ عنہا (۵) فاطمہ رضی اللہ عنہا (۶) عبداللہ رضی اللہ عنہ (۷) ابراہیم رضی اللہ عنہ۔

ازواج مطہرات:

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بنت خویلد۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا بنت زمعہ رضی اللہ عنہ۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بنت صدیق رضی اللہ عنہ۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بنت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنت خزیمہ ہلالیہ۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بنت ابی امیہ رضی اللہ عنہ۔ زینب رضی اللہ عنہا بنت جحش۔ جویریہ رضی اللہ عنہا بنت الحارث رئیس بنی المصطلق۔ حضرت ام حبیبہ رملہ رضی اللہ عنہا بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہ۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بنت حیی بن اخطب۔ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بنت حارث ہلالیہ۔

ایشیاء کے مشہور مذہب ایک سے زیادہ بیوی کی تائید میں ہیں۔ قدیم ہندوستان کو لیجئے:

(۱) سری رام چندر جی کے والد مہاراجہ دسرت کی تین بیویاں تھیں۔ (۲) سری کرشن جی کے، جو اوتاروں میں سولہ کلان سپورن تھے، سینکڑوں بیویاں تھیں۔ (۳) راجا پانڈو کے جو مشہور پانڈوں کا جداعلیٰ ہے، دو بیویاں تھیں۔ (۴) راجا شنتن کی دو بیویاں تھیں۔ (۵) کھتر ایرج کی دو بیویاں اور ایک لونڈی تھی۔

منہاجِ نبوت اور تعدد زوجات:

سیدنا ابراہیمؑ کی تین بیویاں تھیں۔ حضرت یعقوبؑ (اسرائیل) کی چار بیویاں تھیں۔ حضرت موسیٰ کی چار بیویاں تھیں۔ حضرت داؤدؑ کی ۹ بیویوں کے نام اور ان کے علاوہ دس حرموں کا ذکر اور پھر ان کے علاوہ اور حرموں اور جوروؤں کا ذکر بائبل میں ملتا ہے۔ حضرت سلیمانؑ کی ایک ہزار عورتیں تھیں۔ آپ علیہ السلام کی سات سو جوروئیں بیگمات اور تین صد (۳۰۰) حرمیں تھیں۔

نبی ﷺ اور کثرت زوجات

نبی ﷺ کی مبارک زندگی پر نظر ڈالو کہ ۶۳ سال میں سے ابتدائی ۲۵ سال حضور ﷺ کے کمال تجرد سے گزرتے ہیں۔ جس بزرگ نے ۲۵ سال تک عنفوان شباب اور جوش جوانی کا زمانہ کمال تقویٰ اور نہایت ورع کے ساتھ پورا کیا ہو اور جس کے حسن مردانہ کے کمال نے اعلیٰ سے اعلیٰ خواتین کو اس سے تزویج کا آرزومند کر دیا ہو۔ پھر بھی ربع صدی تک اس کے تجرد و تفرد پر کوئی شے غالب نہ آئی ہو، کیا ایسے شخص کی نسبت اعلیٰ رائے قائم نہیں ہوتی؟ جس مقدس ہستی نے ۲۵ سے ۵۰ تک کی عمر کا زمانہ ایک ایسی خاتون کے ساتھ بسر کیا ہو جو عمر میں ان سے ۱۵ سال بڑی اور ان سے بیشتر دو شوہروں کی بیوی رہ کر کئی بچوں کی ماں بن کر معمر ہو چکی ہو اور پھر اس ربع صدی کے زمانہ میں حضور ﷺ کی دل بستگی و محبت میں ذرا کمی نہ آئی ہو۔ بلکہ ان کے فوت ہو جانے کے بعد بھی ہمیشہ اس کی یاد کو تازہ رکھا ہو، کیا ان کی نسبت کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ اس تزویج کی وجہ وہی تھی جو عام طور پر پرستاران حسن کی شادیوں میں پائی جایا کرتی ہے؟ نبی ﷺ کی زندگی ۵۵ سے لے کر ۵۹ تک کی درمیانی مدت کا پنجسالہ زمانہ ایسا ہے جب ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے حجرات آباد ہوئے تھے۔ اس لیے ہر ایک شخص کو غور کرنا چاہیے کہ زندگی مبارک کے ۵۵ سالہ رویہ سے بڑھ کر جو عمل ہوا اس کے خاص خاص اسباب کیا تھے خصوصاً جب نبی ﷺ کی یہ حدیث بھی موجود ہے ﴿مالي في النساء من حاجة﴾ غور کرنے سے معلوم ہو جائے گا کہ نبی ﷺ نے جس قدر نکاح کیے ان کی بنیاد فوائد کثیرہ دین اور مصالح جمیلہ ملک اور مقاصد حسنہ قوم پر قائم تھی اور ان فوائد و مصالح و مقاصد کا اس قدیم ترین زمانہ اور عرب جیسے جمود پسند ملک میں حاصل ہونا تزویج کے بغیر ممکن ہی نہ تھا۔

نکاح اُم المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا:

ام المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا کے نکاح پر غور کرو کہ اس سے پیشتر جس قدر جنگیں مسلمانوں کے ساتھ کفار نے کیں ان میں سے ہر ایک میں یہود کا تعلق سراپا علانیہ ضرور ہوتا تھا۔ مگر تزویج صفیہ رضی اللہ عنہا کے بعد یہود مسلمانوں کے خلاف کسی جنگ میں شامل نہ ہوئے، دیکھو یہ نکاح کس قدر ضروری تھا۔

نکاح اُم المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا:

ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے نکاح پر غور کرو۔ ان کا باپ ابوسفیان رضی اللہ عنہ عمائد قریش میں سے تھا اور قوم کا نشان

Marfat.com

جنگ اس کے گھر میں رکھا رہتا تھا۔ جب یہ نشان باہر کھڑا کیا جاتا تو تمام قوم پر آبائی ہدایات اور قومی روایات کے اتباع میں لازم ہو جاتا تھا کہ سب کے سب اس جھنڈے کے نیچے فوراً جمع ہو جائیں۔ احد، اور حمراء الاسد بدر الاخریٰ، احزاب وغیرہ لڑائیوں میں ابوسفیان رضی اللہ عنہ ہی اس نشان کو لیے ہوئے قائد قریش نظر آتا ہے۔ اس تزویج مبارکہ کے بعد دیکھو کہ وہ کسی جنگ میں مسلمانوں کے خلاف فوج کشی کرتا نظر نہیں آتا۔ بلکہ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد خود بھی اسلام کے جھنڈے کے نیچے آ کر پناہ لیتا ہے۔ کیا اب بھی کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ یہ نکاح نہایت ضروری نہ تھا۔

نکاح اُم المومنین جویریہ رضی اللہ عنہا اور امن عام:

حضرت ام المومنین جویریہ رضی اللہ عنہا کے نکاح پر غور کرو۔ ان کا باپ مشہور رہزن ڈکیتی پیشہ تھا اور مسلمانوں سے خاص دلی عداوت رکھتا تھا۔ بنو مصطلق کا مشہور طاقتور اور جنگ جُو قبیلہ جو چند در چند شعوب پر محتوی تھا اس کے اشاروں پر کام کرتا تھا اور یہی وجہ ہے کہ اس تزویج سے پیشتر ہر ایک جنگ میں جو مسلمانوں کے خلاف ہوئی اس قبیلہ کی شرکت ضرور ہی پائی جاتی ہے لیکن اس نکاح کے بعد یہ مخاصمتیں نابود ہو جاتی ہیں۔ تمام قبیلہ قزاقی چھوڑ کر متمدن زندگی اختیار کر لیتا ہے اور پھر مسلمانوں کے خلاف کسی جنگ میں شامل نہیں ہوتا۔ انصاف سے کہو کہ یہ نکاح کس قدر ضروری تھا۔

اُم المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے فوائد:

ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے نکاح پر غور کرو۔ ان کی ایک بہن سردار نجد کے گھر میں تھی، اس نکاح نے ملک نجد میں صلح اور اسلام کے پھیلانے میں بہترین نتائج پیداء کیے حالانکہ قبل ازیں اہل نجد وہ تھے جنھوں نے ستر واعظان دین رضی اللہ عنہم کو اپنے ملک میں لے جا کر غدر سے قتل کیا تھا۔ اہل نجد ہی وہ تھے جن سے چند بار نقضِ امن اور فساد انگیزی کے واقعات ظہور میں آ چکے تھے۔ ہر ایک شخص کو جو امن عامہ اور اصلاح ملک کے فوائد کا منکر نہیں، تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ نکاح کس قدر بابرکت تھا۔

نکاح اُم المومنین زینب رضی اللہ عنہا اور دینی فوائد:

ام المومنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا بن جحش اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حفصہ رضی اللہ عنہا کے نکاح خالص اسلامی اغراض اور مصالح پر مبنی تھے۔ بنت جحش رضی اللہ عنہا نے تبنیت کے بت کو توڑا اور تثلیث کے درخت کو کھوکھلا کر دیا اور یہ اتنی بڑی اصلاح ہے کہ مشرکین و اہل کتاب کی درستی اس کے بغیر ممکن ہی نہ تھی۔

اُم المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا و حفصہ رضی اللہ عنہا کے نکاح اور ترویج دین کے فوائد:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا و سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے نکاح نے اتقان قرآن و حفاظت کتاب اللہ و نشر احادیث و تعلیم

Marfat.com

نساء کے بارے میں فوق العادت کام کیے اور پھر صدیق رضی اللہ عنہ و فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافتوں کو زیادہ بابرکت اور زیادہ پر منفعت بنانے میں بہت بڑا کام کیا۔

یہ ایسے فوائد ہیں جن کے لیے نبی ﷺ کسی عمدہ تدبیر کو ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔ ہم نے جن فوائد کا ذکر کیا ہے، یہ نمونے ہیں، ان اغراض و مقاصد دینیہ کے جو نبی ﷺ کو ہر ایک نکاح سے مدنظر ہوتے تھے، اور جن کا احصاء کرنا ہمارے لیے تقریباً ناممکن ہے۔ لیکن جب اس مختصر بحث سے یہ واضح ہو گیا کہ تعدد زوجات سے نبی ﷺ کا مدعائے اعلیٰ انبیائے سابقین کی سنت پر عمل کرنے کے علاوہ اور ضروریات ملکی اور مصالح دینی پر بھی مشتمل تھا تو ہر ایک شخص کو جو سر میں دماغ اور دماغ میں فہم صحیح کا مادہ رکھتا ہے، اقرار کرنا پڑے گا کہ نبی ﷺ کے لیے ایسا ہی کرنا شایان شان و ضروری تھا اور اگر ایسا نہ کرتے تو بہت سی مصلحتوں سے ملک، قوم اور اسلام کو محروم ہونا پڑتا اور ایسا کرنا اس مصلح اعظمؐ کی شان کے منافی تھا جسے خدا نے ''رحمۃ للعالمین'' بنایا ہے۔

کاتبین وحی:

ابوبکرؓ۔ عمرؓ۔ عثمانؓ۔ علیؓ۔ زبیرؓ۔ عامرؓ بن مغیرہ۔ عمروؓ بن العاص۔ ابیؓ بن کعب۔ عبداللہؓ بن ارقم۔ ثابتؓ بن قیس بن نجاشی۔ حنظلہؓ بن الربیع السیدی۔ مغیرہؓ بن شعبہ۔ عبداللہؓ بن رومی۔ خالدؓ بن الولید۔ خالدؓ بن سعید بن العاص۔ معاویہؓ بن ابوسفیانؓ۔ زیدؓ بن ثابت رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ)۔

Marfat.com

سرزمین عرب کے بُت

(1)سُوَاع: قرآن مجید کی سورۃ نوح میں ود، یغوث، یعوق اور نسر نامی بتوں کے ساتھ اس کا ذکر کیا گیا ہے، یعنی قوم نوح ان پانچوں بتوں کو پوجتی تھی۔ اس کے غرقاب ہونے کے ایک عرصہ بعد قبیلہ خزاعہ کے سردار عمرو بن لحی نے شام میں بت پرستی ہوتے دیکھی اور چند بت ساتھ لے آیا۔ پھر اس نے مذکورہ پانچوں بتوں کو جدہ کے مقام پر دریافت کیا اور اس کے بعد مختلف علاقوں میں ان کی پوجا ہونے لگی۔ عہد اسلام سے پہلے یثرب کے مغرب میں ینبع کے قریب رہاط کے مقام پر سواع کی پوجا ہوتی تھی، نیز دومۃ الجندل میں قبیلہ ہذیل کے لوگ بھی اسے پوجتے تھے۔ سواع کی شکل عورت کی تھی۔

(2)العُزّیٰ: یہ نام اعزّ کی تانیث اور تفضیل کا صیغہ ہے جبکہ اعز بمعنی عزیز اور عزیٰ بمعنی عزیزہ لیا گیا ہے۔ مکہ سے چند میل دور وادی نخلہ میں ببول کا ایک درخت تھا جس کے نیچے بت عزیٰ کا تھان تھا۔ عزیٰ کا بت حرم کعبہ میں بھی رکھا ہوا تھا جسے فتح مکہ کے وقت توڑا گیا۔ وادی نخلہ میں بنو کنانہ عزیٰ کو پوجتے تھے اور اسے توڑنے کے لیے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بھیجا گیا تھا۔

(3)اللّات: طائف میں بنو ثقیف اس کی عبادت کرتے تھے۔ ''لات'' کے معنی ہیں ''ستو گھولنے والا''، یہ ایک شخص تھا جو حاجیوں کو ستو پلایا کرتا تھا۔ بعد میں عمرو بن لحی کے ایماء پر اس کا بت بنا کر اس کی پوجا کی جانے لگی۔ قریش سونے سے پہلے لات اور عزیٰ کی پوجا پاٹ کرتے اور انہی کی قسم کھایا کرتے تھے۔

(4)مَنات: یہ بت قدیم ترین تھا جو بحیرہ احمر کے ساحل پر قدید کے قریب مشلل میں نصب تھا۔ لات، منات اور عزیٰ عرب کے سب سے بڑے بت تھے اور ان تینوں کے نام سورہ نجم میں آئے ہیں۔ اس کی پوجا کا آغاز بھی عمرو بن لحی نے کیا تھا۔ بنو ازد اور غسان منات کا حج بھی کرتے تھے۔ اوس اور خزرج حج کے بعد منات کے پاس آکر احرام اتارتے تھے۔ فتح مکہ کے لیے جاتے ہوئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس بت کو منہدم کردیا۔

(5)نسر: حمیر (یمن) کے علاقے میں نجران کے پاس قبیلہ ذی الکلاع کے لوگ اس کی پوجا کرتے تھے۔ آج کل نجران سعودی عرب کا شہر اور صوبہ ہے جو سرحد یمن کی طرف واقع ہے۔ یہ نسر پرندے (گدھ) کی شکل کا بت تھا۔

(6)وَدّ: یہ بت دومۃ الجندل میں نصب تھا اور بنو کلب اس کی پوجا کرتے تھے۔ قریش بھی اس بت کو پوجتے تھے۔ لغوی لحاظ سے وَدّ اور ودولنگا، دونوں ایک ہی بت کے نام ہیں۔ قریش کا مشہور بہادر عمرو بن عبدود تھا جو

Marfat.com

غزوۂ احزاب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں قتل ہوا۔

(7)یَـعُـوق: یہ بھی ان پانچ بتوں میں شامل تھا جو جدہ میں دفن تھے۔ کہا جاتا ہے کہ عمرو بن لحی کے تابع ایک جن نے ان بتوں کا اسے پتہ دیا اور وہ انہیں کھود کر تہامہ لے آیا اور حج کے دنوں میں انہیں مختلف قبائل کے حوالے کر دیا۔ یعوق، یمن میں ارحب کے مقام پر نصب تھا، بنو ہمدان وخولان اس کی پوجا کرتے تھے۔ اس کا تھان صنعاء سے دو راتوں کے فاصلے پر مکہ کی جانب واقع تھا۔ یعوق کے معنی ہیں ''مصیبت روکنے والا'' اور اس کی شکل گھوڑے کی تھی۔

(8)یغوث: یہ بت اکمہ (یمن) میں نصب تھا اور بنو مذحج اور ہمدان اس کی پوجا کرتے تھے۔ قبیلہ طے کی شاخ انعم، مراد اور بنو غطیف بھی اسے پوجتے تھے۔ یغوث کے معنی ہیں ''فریاد کو پہنچنے والا'' اور اس کی شکل شیر کی تھی۔

(9)اسـاف: یہ ایک انسان کی شکل کا بت تھا اور عمرو بن لحی نے اسے زمزم کے پاس رکھ دیا تھا۔ لوگ اس کا طواف کرتے اور ساتھ قربانی بھی کرتے تھے۔ اساف (مرد) اور نائلہ (عورت) کعبہ میں زنا کے مرتکب ہوئے تھے اور جب لوگوں نے دیکھا تو وہ پتھر بن چکے تھے۔ لوگوں نے انہیں عبرت کے لیے صفا اور مروہ پر رکھ دیا تھا مگر ابن لحی نے حرم میں ان کی پوجا شروع کر دی۔

(10)ذو الخلصه: یہ بت بتالہ کے مقام پر نصب تھا اور دوس، خثعم اور بجیلہ قبائل اس کی پوجا کرتے تھے۔ اس کے تھان کو کعبہ یمانیہ کہا جاتا تھا۔

(11)ذوالشـریٰ: یہ دوس اور ازد قبائل کا دیوتا تھا اور عسیر کے علاقے میں اس کی پوجا ہوتی تھی۔ شریٰ تہامہ میں ایک پہاڑی مقام تھا۔ دراصل نبطیوں میں ذوالشریٰ اور خریس دیوتاؤں کا جوڑا تھا۔ ادوم (اردن) کے ایک پہاڑی مقام کا نام بھی شریٰ تھا اور یہاں بھی ذوالشریٰ کو خصوصاً پٹرا (بطراء) (PETRA) میں پوجا جاتا تھا۔

(12)ذوالـکـفـین: یہ قبیلہ دوس کا دیوتا تھا۔ حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے واپس گئے اور جا کر ذوالکفین کو جلا دیا۔

(13)هُبُـل: قریش کے اس سب سے بڑے دیوتا کا نام دراصل ''بعل'' کی تحریف ہے۔ ''بعل'' اہل شام کا دیوتا تھا، اس سے منسوب بعلبک شام کا قدیم شہر ہے۔ بعل کے لغوی معنی قوت کے ہیں اور مجازاً آقا کے معنی لیے جاتے ہیں اسی لیے قرآن میں ''بعل'' شوہر کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ یہ بت قریش کو انسانی مورت کی شکل میں ملا تھا جو سرخ عقیق سے تراشا گیا تھا۔ اس کا دایاں ہاتھ ٹوٹا ہوا تھا، قریش نے وہ سونے کا بنوا کر لگا دیا۔ ہبل خاص خانہ کعبہ میں نصب تھا۔ فال کے پانسے اسی کے آگے ڈالے جاتے تھے۔ قریش جنگوں میں اُعْلُ هُبُل (ہبل کی جے) کا نعرہ لگاتے تھے۔ فتح مکہ کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے توڑ دیا۔

Marfat.com

جاہلیت میں عرب کی مشہور تجارتی منڈیاں اور میلے

دُومة الجندل: یہ میلہ شمالی سعودی عرب میں صحرائے نفود کے شمال میں موجود قصبہ الجوف کے قریب دومة الجندل میں منعقد ہوتا تھا۔ تبوک کی مشہور چھاؤنی دومة الجندل سے تقریباً سوا تین سو کلومیٹر جنوب مغرب میں ہے۔ غزوۂ تبوک (۹ھ) کے موقع پر نبی کریم ﷺ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو ۴۲۰ سواروں کے ہمراہ دومة الجندل کی طرف بھیجا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے دومة الجندل کے حکمران اکیدر بن عبدالملک کو نیل گائے کا شکار کرتے پایا اور اسے گرفتار کر کے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں تبوک لے آئے۔ آپ ﷺ نے اس کی جان بخشی کی اور ۲ ہزار اونٹ، ۸ سو غلام، چار سو زر ہیں اور ۴ سو نیزے دینے کی شرط پر مصالحت فرمائی۔ اکیدر نے جزیہ دینے کا بھی اقرار کیا۔

المُشَقَّر: یہ میلہ جزیرہ نمائے عرب کے مشرقی علاقہ البحرین میں اس جگہ لگتا تھا جہاں آج کل سعودی عرب کے صوبہ الاحساء اور امارت قطر کی سرحدیں ملتی ہیں۔ المشقر، الیمامہ سے تقریباً ۲۰۰ کلومیٹر مشرق میں تھا۔

صُحار: یہ میلہ خلیج عمان کے ساحل پر نخلستان بریمی کے مشرق میں لگتا تھا جس میں سمندر پار کے تاجر بھی شریک ہوتے تھے۔ صحار ان دنوں عمان کا صدر مقام تھا۔

دَبَا: اس نام کا میلہ صحار سے تقریباً پونے 2 سو کلومیٹر شمال میں خلیج عمان کے ساحل پر منعقد ہوتا تھا۔ صحار اور دبا دونوں سلطنت عمان میں واقع ہیں۔

الشَّحر: یہ مہرہ کے جنوب مغرب میں ساحل بحر پر واقع ہے۔ الشحر کے معنی وادی کا نشیب ہیں۔ شحر کے ساحل سے حاصل ہونے والا عنبر تجار میں عنبر الشحری کہلاتا تھا۔ مکلا کی بندرگاہ سے شحر 65 کلومیٹر مشرق میں ہے (معجم البلدان) شحر کا میلہ مہرہ کے شمال میں لگتا تھا۔

عدن: یہ جنوبی یمن کی مشہور بندرگاہ ہے اور خلیج عدن کے ساحل پر واقع ہے۔ عدن 1840ء سے لے کر 1967ء تک انگریزوں کے تسلط میں رہا اور آزادی کے بعد مملکت جنوبی یمن کا دارالحکومت رہا حتی کہ شمالی و جنوبی یمن کے اتحاد سے پھر متحدہ یمن وجود میں آ گیا۔ عہد جاہلیت میں عدن میں بھی ایک میلہ لگتا تھا۔

صنعاء: حمیری بادشاہوں کے بعد دور جاہلیت میں صنعاء یمن کا دارالحکومت تھا اور یہاں ایک مشہور میلہ منعقد ہوتا تھا۔ آج بھی صنعاء متحدہ یمن کا دارالحکومت ہے۔ کچھ عرصہ پہلے جرمن ماہرین آثاریات نے یہاں ڈیڑھ ہزار سال پہلے کے تعمیراتی آثار دریافت کیے تھے۔

Marfat.com

عُکاظ: یہ بقول واقدی نخلہ اور طائف کے درمیان وادی اشیداء میں واقع تھا۔ اصمعی کے بقول کھجوروں کے جھنڈ کا نام عکاظ تھا۔ یہاں منعقد ہونے والے میلے میں تمام عرب کے لوگ جمع ہوتے اور شعروشاعری اور ایک دوسرے پر عزت وشرف اور کمالات میں بازی لے جانے کی کوشش کرتے۔ جنگ فجار بھی یہیں برپا ہوئی تھی۔ ان دنوں عکاظ کے نام سے مکہ سے ایک روزنامہ بھی نکلتا ہے۔

رابیہ: عربی میں رابیہ ٹیلے کو کہتے ہیں۔ حضرموت میں یہ میلہ غالباً ایک ٹیلے کے پاس لگتا تھا۔

ذوالمجاز: یہ مقام عرفات سے کبکب کی جانب ایک فرسخ یعنی تقریباً سوا تین میل کے فاصلے پر تھا۔ یہاں منعقدہ میلہ آٹھ دن رہتا تھا۔

النطاۃ: یہ مدینہ کے شمال میں خیبر کی ایک بستی میں ایک قلعہ کا نام تھا جہاں کھجوروں کی آبپاشی کے لیے ایک کنواں بھی تھا۔ اس جگہ بیس اکیس دن میلہ لگتا تھا۔

الحَجْر: یمامہ کا یہ شہر بنوحنیفہ کا مسکن تھا۔ یہیں بعد میں مسیلمہ کذاب نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا۔ یہ میلہ بھی بیس اکیس دن رہتا تھا اور ہر سال یوم عاشورا سے آخر محرم تک لگتا تھا۔

Marfat.com

مکۃ المکرّمہ

مشترکہ حکومت کے عہدے درج ذیل تھے:

(1) رِفادہ (حجاج کی ضیافت) (2) سِقایہ (حاجیوں کو پانی پلانا)

(3) حجابہ (غلاف کعبہ کا اہتمام اور چوکیداری) (4) قیادہ

(5) قومی نشان لواء (پرچم) (6) قومی مجلس جسے ندوہ یا دار الندویٰ کہتے تھے۔

خیبر:

عبرانی زبان میں خیبر کے معنی ہیں ''قلعہ۔'' دوسری صدی عیسوی میں فلسطین سے جلاوطن ہونے کے بعد یہودیوں نے یہاں آکر سات قلعے تعمیر کیے تھے، لہٰذا انہیں خیابر بھی کہتے تھے۔ قلعے یہ تھے:

(1) حصن ناعم (2) قموص (3) حصن شق (4) حصن نطاۃ (5) حصن سلالم (6) حصن وطیح (7) حصن کتیبہ۔ 3ھ میں یہودِ مدینہ بنونضیر بھی جلاوطن ہو کر خیبر جا کر بسے تھے۔ 7ھ میں غزوۂ خیبر پیش آیا اور یہ ساتوں قلعے فتح ہو گئے۔

مدینہ منورہ سے خیبر 184 کلومیٹر شمال میں ہے۔ تقریباً 100 کلومیٹر تک راستہ تنگ اور پرپیچ دروں میں سے گزرتا ہے۔ اس مسافت میں حرہ یعنی آتش فشانی کے عمل سے جلی ہوئی چٹانیں بھی ہیں۔ خیبر سے پندرہ بیس کلومیٹر پہلے صحرا ختم ہو جاتا ہے اور سرسبز زمین ہے جہاں ٹیوب ویل سے کاشتکاری ہوتی ہے۔ دس بارہ کلومیٹر زرخیز زمین کے بعد پھر چٹانیں (حرہ) اور پہاڑیاں ہیں جہاں سڑک کے دائیں جانب یہودیوں کے قلعوں کے کھنڈر واقع ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کے چچے اور پھوپھیاں:

عبدالمطلب کے دس بیٹے تھے: (1) عبداللہ (2) ابو طالب، ان کا نام عبد مناف تھا (3) زبیر ان تینوں کی والدہ فاطمہ بنت عمرو مخزومیہ تھی۔ (4) عباس، جو کہ خلفائے عباسیہ کے جدامجد ہیں۔ (5) ضرار ان دونوں کی والدہ نتیلہ عمریہ تھی۔ (6) حمزہ (7) مقوم ان دونوں کی والدہ ہالہ بنت وہیب تھی۔ (8) ابولہب عبدالعزیٰ، اس کی والدہ بنوخزاعہ سے تھیں۔ (9) حارث ان کی والدہ صفیہ تھیں جن کا تعلق بنو عامر بن صعصعہ سے تھا۔ (10) غیداق ان کا نام حجل تھا اور ماں کا نام منعہ تھا۔ اور عبدالمطلب کی چھ بیٹیاں تھیں: (1) صفیہ (2) ام حکیم بیضاء (3) عاتکہ

Marfat.com

(4) امیمہ (5) اروی (6) برہ۔

آپ ﷺ کے چچاؤں میں سے صرف حمزہ رضی اللہ عنہ اور عباس رضی اللہ عنہ کو اسلام لانے کا شرف حاصل ہوا اور پھوپھیوں میں سے بالاتفاق حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا مشرف بہ اسلام ہوئیں۔ یہ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کی والدہ تھیں۔ لمبی عمر پائی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں 20 ہجری میں فوت ہوئیں۔ اس وقت ان کی عمر 73 سال تھی۔

آپ ﷺ کے والد عبداللہ تھے جو اپنے والد سردار عبدالمطلب کے سب سے چھوٹے بیٹے تھے۔ انہیں ''ذبیح ثانی'' بھی کہا جاتا ہے کیونکہ ان کے بدلے ۱۰۰ اونٹ ذبح کیے گئے۔ (جب کہ ذبیح اول حضرت اسماعیلؑ ہیں)۔

رسول اللہ ﷺ کے اُمراء اور عُمّال:

رسول اللہ ﷺ نے صدقات کی وصولی کے لیے بہت سے امراء اور عمال مقرر فرمائے جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

* حضرت مہاجر بن ابی امیہ بن مغیرہ رضی اللہ عنہ کو صنعاء کی طرف بھیجا۔
* حضرت زیاد بن لبید انصاری رضی اللہ عنہ کو حضرموت کا عامل مقرر فرمایا۔
* حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کو بنو طے اور بنو اسد کے صدقات کے لیے بھیجا۔
* حضرت مالک بن نویرہ یربوعی رضی اللہ عنہ کو بنو حنظلہ کی طرف بھیجا۔
* حضرت زبرقان بن بدر رضی اللہ عنہ کو بنو سعد کے علاقے میں بھیجا۔
* حضرت قیس بن عاصم رضی اللہ عنہ کو بنو سعد کے ایک دوسرے علاقے کی طرف بھیجا۔
* بحرین کی طرف پہلے حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کو اور پھر حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔
* حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو نجران کی طرف بھیجا۔ اس سے قبل آپ ﷺ نے حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کو نجران کے وفد کے ساتھ امیر مقرر فرما کر بھیج دیا تھا تاکہ وہ انہیں دین اسلام کی تعلیم دیں، مسائل سمجھائیں اور ان سے صدقات وصول کریں۔ آپ ﷺ نے انہیں ایک تحریر بھی بھیجی تھی جس میں صدقات کے مسائل تفصیل سے لکھوائے تھے۔

Marfat.com

غزوات وسرایا

غزوہ:

جس جنگ یا جنگی مہم میں نبی کریم ﷺ نے شرکت فرمائی اسے اصطلاح میں غزوہ کہتے ہیں۔

فتح مکہ سمیت غزوات کی کل تعداد 28 بنتی ہے۔ ان میں پہلا غزوہ ودان (الابواء) صفر 2ھ میں پیش آیا جبکہ آخری غزوہ تبوک (رجب 9ھ) تھا۔ جنگ موتہ (7ھ) کو بھی غزوہ کہا جاتا ہے کیونکہ میدان جنگ میں نبی کریم ﷺ کے فرمان کے مطابق زید رضی اللہ عنہ بن حارثہ، جعفر طیار رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے اسلامی لشکر کی قیادت کی تھی۔

سریّہ:

وہ جنگی مہم جس میں نبی اکرم ﷺ نے شرکت نہ کی ہو اور وہ کسی صحابی کی قیادت میں سر ہوئی ہو، اسے سریّہ کہا جاتا ہے۔ سریّہ کی جمع ''سرایا'' ہے۔

سرایا کی کل تعداد کعب بن اشرف اور سلام بن ابی حقیق کے قتل سمیت 55 ہے۔ ان میں سے پہلا سریہ حمزہ رضی اللہ عنہ (سیف البحر) تھا جو رمضان 1ھ میں پیش آیا جبکہ آخری سریہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ (یمن) تھا جو رمضان 10ھ میں سر ہوا۔

سریّہ حمزہ رضی اللہ عنہ (سیف البحر) عیص کی جانب سے ساحل سمندر کی طرف (رمضان 1ھ)

ان کے ساتھ تیس مہاجر سوار تھے۔ ادھر سے ابوجہل تین سو مشرکین کے ساتھ مقابلے میں آیا لیکن مجدی بن عمرو جہنی ان کے درمیان رکاوٹ بن گیا' لہٰذا لڑائی نہ ہوسکی اور فریقین اپنے اپنے علاقے میں واپس چلے گئے۔ بعض مورخین کا خیال ہے کہ سب سے پہلا جھنڈا جو آپ ﷺ نے کسی مسلمان کمانڈر کو دیا وہ حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ بن حارث بن عبدالمطلب کو دیا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور عبیدہ رضی اللہ عنہ کو بیک وقت بھیجا تھا۔

سریّہ عبیدہ بن حارث (ثنیۃ المرہ) بطن رابغ کی طرف (شوال 1ھ)

ان کے ساتھ 60 مہاجرین تھے۔ ابوسفیان بن حرب سے ان کا آمنا سامنا ہوا۔ اس کے ساتھ دو سو مسلح آدمی تھے، ان کے درمیان تھوڑی بہت تیر اندازی ہوئی لیکن صف بندی ہوئی نہ شمشیر زنی۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اس دن سب سے پہلے تیر چلایا۔ اس سے پہلے کبھی مسلمانوں اور مشرکین کے درمیان تیر

Marfat.com

اندازی بھی نہ ہوئی تھی۔ گویا یہ اسلامی تاریخ کا پہلا تیر تھا جس پر سعد رضی اللہ عنہ کو بجا طور پر فخر تھا۔ پھر فریقین واپس اپنے اپنے علاقے میں چلے گئے۔

سریّہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ / خرار کی طرف (ذوالقعدہ 1ھ)

ان کے ساتھ 20 مہاجر تھے۔ مقصد قریش کے تجارتی قافلے کو روکنا تھا لیکن جب یہ دستہ خرار پہنچا تو انہیں پتہ چلا کہ قافلہ کل یہاں سے گزر گیا ہے، لہٰذا وہ واپس مدینہ منورہ آ گئے۔

غزوہ ودّان (ابواء)/(صفر 2 ہجری)

مؤرخ ابن سعد کے نزدیک یہ پہلا غزوہ ہے جس میں رسول اللہ ﷺ بنفس نفیس شریک ہوئے۔ آپ ﷺ صرف مہاجرین کو لے کر نکلے اور ان کے ساتھ ایک بھی انصاری نہیں تھا۔ آپ ﷺ نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو مدینے میں اپنا نائب مقرر فرمایا۔ آپ ﷺ ابواء کے مقام تک پہنچے۔ مقصد قریش کا تجارتی قافلہ روکنا تھا۔ اصل مقصد تو پورا نہ ہوا مگر مخشی بن عمرو ضمری کے ساتھ معاہدہ صلح ہوا۔ یہ اپنی قوم بنوضمرہ کے سردار تھے اور بنوضمرہ کنانہ سے تعلق رکھتے تھے۔ معاہدہ یہ ہوا تھا کہ آپ ﷺ بنوضمرہ پر حملہ نہیں کریں گے اور بنوضمرہ آپ ﷺ کے خلاف کوئی کارروائی کریں گے نہ کسی کارروائی میں حصہ لیں گے اور آپ ﷺ کے کسی دشمن کی مدد بھی نہیں کریں گے۔ اس معاہدے کی باقاعدہ دستاویز تیار کی گئی تھی۔

غزوہ بُواط/رضویٰ کے علاقے میں (ربیع الاول 2 ہجری)

رسول اللہ ﷺ اپنے دوصحابہ کی معیت میں قریش کے قافلے کو روکنے کے لیے نکلے۔ اس قافلے میں امیہ بن خلف جمحی بھی موجود تھا اور 100 دیگر قریشی تھے اور 2500 اونٹ تھے۔ آپ ﷺ بواط پہنچے لیکن مقابلہ نہ ہوا اور آپ ﷺ مدینہ منورہ لوٹ آئے۔

غزوہ سفوان (بدر اُولیٰ)/(ربیع الاول 2 ہجری)

کرز بن جابر فہری نے مدینہ منورہ کی سرکاری چراگاہ کے اونٹوں پر حملہ کیا اور انہیں ہانک کر لے گیا۔ رسول اللہ ﷺ اس کو پکڑنے کے لیے نکلے حتی کہ وادی سفوان تک پہنچ گئے۔ یہ وادی بدر کے علاقے میں ہے۔ لیکن کرز نکل چکا تھا' لہٰذا قابو نہ آیا۔ آپ ﷺ مدینہ منورہ لوٹ آئے۔

غزوۂ ذی العُشیرہ/(جمادی الآخرہ 2 ہجری)

رسول اللہ ﷺ ڈیڑھ سو یا دوسو صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ قریش کا تجارتی قافلہ روکنے کے لیے چلے۔ ینبع کے علاقے میں بنومدلج کے رہائشی مقام ذوالعشیرہ پہنچے تو پتہ چلا کہ قافلہ چند دن قبل شام کی طرف گزر چکا ہے' لہٰذا آپ ﷺ مدینہ لوٹ آئے۔

Marfat.com

سریہ عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ/ مکہ کے قریب وادیِ نخلہ میں (رجب 2 ہجری)

رسول اللہ ﷺ نے ان کو بارہ مہاجرین دے کر قریش کے تجارتی قافلے پر نگاہ رکھنے کے لیے بھیجا۔ قریش کے ایک تجارتی قافلے کے ساتھ ان کی مڈبھیڑ ہوگئی۔ یہ قافلہ طائف سے واپس آرہا تھا۔ یہ رجب کے آخری دن کی بات ہے۔ مہاجرین نے قافلہ لوٹ لیا' عمرو بن حضرمی کو قتل کردیا اور دو آدمی قید کرلیے۔ اس لشکر کشی میں عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو امیر المومنین کہا گیا۔

غزوہ بدر الکبریٰ (رمضان 2 ہجری)

ابوسفیان کا تجارتی قافلہ' جس میں قریش کا تجارتی مال تھا، مدینہ منورہ کے قریب سے گزرنے والا تھا۔ رسول اللہ ﷺ تین سو تیرہ مجاہدین کے ساتھ نکلے۔ ابوسفیان کا قافلہ تو بچ کر نکل گیا لیکن 950 افراد پر مشتمل قریشی لشکر ابوجہل کی قیادت میں مکہ سے بدر کی طرف چل چکا تھا۔ انھوں نے جنگ کی پوری تیاری کررکھی تھی۔ اس کے نتیجے میں 17 رمضان المبارک 2 ہجری کو بدر کا عظیم معرکہ پیش آیا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی قلت کے باوجود ان کے حق میں عظیم فتح مقدر فرمائی۔ مسلمان لڑائی کے لیے نہیں نکلے تھے۔ وہ تو صرف قافلہ روکنے کے لیے نکلے تھے۔ پھر بھی مشرکوں کے 70 افراد مارے گئے اور 70 قید ہوگئے۔ مسلمانوں میں چھ مہاجر اور آٹھ انصاری شہید ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ نے بدر ہی سے مدینہ منورہ فتح کی خوش خبری بھیج دی۔

اللہ تعالیٰ نے اس جنگ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ج فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴾

''اللہ تعالیٰ نے بدر کے مقام پر تمھاری مدد فرمائی جب تم کمزور تھے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تاکہ تم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرسکو۔''

﴿اَذِلَّةٌ﴾ ''کمزور'' سے مراد تعداد اور اسلحہ کی کمی ہے لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان کو مشرکین کے خلاف واضح فتح عطا فرمائی۔

سریہ عمیر بن عدی رضی اللہ عنہ/ (رمضان 2 ہجری)

حضرت عمیر بن عدی رضی اللہ عنہ کا عصماء بنت مروان کو قتل کرنا، یہ عورت اپنے شعروں کے ذریعے سے کفار کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکاتی تھی، اس لیے انھوں نے اس کا کام تمام کردیا۔

سریہ سالم بن عمیر رضی اللہ عنہ/ (شوال 2 ہجری)

سالم بن عمیر رضی اللہ عنہ کا ابوعفک یہودی کو قتل کرنا، یہ یہودی بھی اپنے شعروں کے ذریعے سے کافروں کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکاتا تھا۔ حضرت سالمؓ نے نذر مانی تھی کہ اسے قتل کرکے رہوں گا اور آخر اسے قتل کردیا۔

Marfat.com

غزوۂ بنوقینقاع (شوال 2ہجری)

بنوقینقاع یہودیوں کا وہ پہلا قبیلہ تھا جس نے مسلمانوں کے ساتھ بدعہدی کی اور بدر میں مسلمانوں کی عظیم الشان فتح پر بہت حسد کیا۔ اس بغض میں انھوں نے عہد توڑ دیا حتی کہ کعب بن اشرف یہودی نے کہا: ''اللہ کی قسم! اگر محمد ﷺ قریش پر غالب آ گیا تو ہمارے لیے زمین کا پیٹ اس کی پشت سے بہتر ہوگا۔'' پھر وہ مشرکین قریش کے مقتولوں پر ماتم کرتا ہوا مکہ پہنچا۔ پھر واپس آیا تو اپنے عشقیہ اشعار میں مسلمان عورتوں کا ذکر کرنے لگا۔ اب حد ہو چکی تھی۔ اس لیے انصار نے اس کے قتل کا فیصلہ کر لیا۔

غزوۂ سویق (ستوؤں والی جنگ)/(ذوالحجہ 2ہجری)

رسول اللہ ﷺ کو بدر میں عظیم الشان فتح حاصل ہوئی تو ابوسفیان نے قسم اٹھائی کہ جب تک میں بدلہ نہیں لیتا اس وقت تک اپنے سر کو تیل لگاؤں گا نہ گھی کھاؤں گا۔ یہ قسم پوری کرنے کے لیے ابوسفیان مدینہ منورہ کے قریب پہنچا اور وہاں ایک انصاری اور اس کے غلام کو قتل کیا، ایک گھر جلا دیا اور یہ فرض کر کے کہ میں نے اپنی قسم پوری کر دی ہے وہیں سے بھاگ گیا۔ جاتے ہوئے ابوسفیان اور اس کے ساتھی جلدی میں بوجھ ہلکا کرنے کے لیے ستوؤں کے تھیلے پھینکتے گئے۔ رسول اللہ ﷺ کو پتہ چلا تو آپ ﷺ نے ان کا پیچھا کیا لیکن وہ اتنی تیزی سے بھاگ گئے تھے کہ ان میں سے کوئی بھی ہاتھ نہ لگ پایا' البتہ مسلمانوں نے ستوؤں کے تھیلے اٹھا لیے۔ اسی وجہ سے اس غزوہ کو غزوہ سویق کہا گیا۔

غزوۂ بنوسلیم (محرم 3ہجری)

رسول اللہ ﷺ بنوسلیم اور غطفان کے مقابلہ کے لیے کدر کے علاقہ تک پہنچے۔

سریہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ/ کعب بن اشرف کا قتل

ربیع الاول 3ہجری میں حضرت محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ عنہ اپنے چند ساتھیوں سمیت کعب بن اشرف یہودی کو قتل کرنے گئے جو مدینہ منورہ سے باہر اپنے قلعے میں رہتا تھا اور اسے قتل کر دیا۔

غزوۂ ذی امر (غزوۂ غطفان)/ نخیل کے علاقے میں (ربیع الاول 3ہجری)

نجد کے علاقے میں بنومحارب کے ایک سردار عثور بن حارث نے ذی امر مقام پر بنوثعلبہ اور محارب کی کافی جمعیت اکٹھی کر لی۔ ان کا مقصد مدینہ منورہ کے اردگرد لوٹ مار کرنا تھا۔ رسول اللہ ﷺ 450 ساتھیوں کے ہمراہ نکلے لیکن دشمن بھاگ کھڑا ہوا اور مقابلہ نہ ہوا۔

Marfat.com

غزوۂ بحران (جمادی الاولیٰ 3 ہجری)

رسول اللہ ﷺ کو پتہ چلا کہ بنو سلیم جمعیت اکٹھی کر رہے ہیں۔ آپ ﷺ 300 ساتھی لے کر نکلے تو بنو سلیم بھاگ کھڑے ہوئے اور مقابلہ نہ ہو سکا۔

سریۂ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ/ قردہ (نجد) کی طرف (جمادی الاخریٰ 3 ہجری)

حضرت زید رضی اللہ عنہ قریش کے ایک قافلے کو روکنے کے لیے روانہ ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے قافلے کو جالیا مگر قافلے کے سردار بھاگ گئے۔

غزوۂ احد (شوال 3 ہجری)

قریش، اردگرد کے قبائل بنی کنانہ کے اطاعت گزار اور تہامہ کے رہنے والے لوگ سب مل ملا کر ابو سفیان کی قیادت میں مدینہ منورہ کی طرف چلے اور مدینہ منورہ کے شمال میں احد پہاڑ کے قریب فروکش ہوئے۔ ان کا مقصد بدر کے مقتولوں کا بدلہ لینا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے مقابلے کے لیے صف بندی کی۔ قریش کے سوار دستے کو روکنے کے لیے آپ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کی قیادت میں پچاس تیر انداز مقرر کر دیے۔ جب مسلمانوں کی فتح و نصرت متحقق ہوگئی تو تیر انداز غنیمت جمع کرنے کے لیے اپنی جگہ چھوڑ کر نیچے آگئے، حالانکہ رسول اللہ ﷺ کا حکم تھا کہ نتائج کچھ بھی ہوں تم اپنی جگہ نہ چھوڑنا۔ رسول اللہ ﷺ کے اس حکم کی مخالفت کا نتیجہ یہ ہوا کہ خالد بن ولید نے، جو اس وقت کفار کے سوار دستے کے امیر تھے، اس موقع کو غنیمت سمجھا اور اس خالی جگہ سے حملہ کر دیا اور مسلمانوں کو گھیر لیا۔ مسلمان بڑی مشکل میں پھنس گئے۔ صورت حال الٹ گئی۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضر مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ سمیت 70 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہوگئے۔ البتہ میدان جنگ میں فوجی فتح حاصل کرنے کے باوجود قریش مسلمانوں کا قلع قمع کر سکے نہ شام کی طرف اپنا تجارتی راستہ محفوظ بنا سکے۔

غزوۂ حمراء الاسد (16 شوال 3 ہجری)

رسول اللہ ﷺ اور جنگ احد میں شریک ہونے والے مسلمان غزوۂ اُحد کے فوراً بعد ابو سفیان اور اس کے لشکر کے پیچھے نکلے تاکہ انہیں پتہ چل جائے کہ مسلمانوں کی قوت برقرار ہے اور جنگ اُحد میں پہنچنے والے نقصان نے مسلمانوں کو دشمن کے مقابلے میں کمزور نہیں کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ابو سفیان چپکے سے مکہ کو چل پڑا اور اسے مدینہ منورہ کی طرف منہ کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔ اس نے اتنی کامیابی ہی کو کافی سمجھا کہ مسلمانوں کے ستر آدمی مارے گئے ہیں، حالانکہ اس میں ابو سفیان کی تجربہ کاری اور مہارت کو کوئی دخل نہ تھا بلکہ یہ تو نتیجہ تھا رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کا جو تیر اندازوں سے انجانے میں سرزد ہوگئی تھی۔

سریہ ابی سلمہ بن عبدالاسد مخزومی رضی اللہ عنہ / قطن کی طرف (محرم 4ہجری)

یہ لشکر کشی فید کے علاقے میں ہوئی جہاں بنو اسد بن خزیمہ کا کنواں تھا۔ خویلد کے بیٹوں طلیحہ اور سلمی نے وہاں لشکر جمع کیا تھا۔ 150 مسلمان ان کی سرکوبی کے لیے گئے تھے۔

سریہ عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ / عرنہ کی طرف (محرم 4ہجری)

اس لشکر کشی کا مقصد اس لشکر کو تتر بتر کرنا تھا جو سفیان بن خالد ہذلی نے جمع کیا تھا۔

سریۂ منذر بن عمرو رضی اللہ عنہ (بئر معونہ) / (صفر 4ہجری)

عامر بن مالک بن جعفر ابو براء ملاعب الاسنہ کلابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ مسلمان تو نہ ہوا مگر کہنے لگا: ''اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چند ساتھی میری قوم کی طرف بھیج دیں تو مجھے امید ہے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت قبول کرلیں گے اور مسلمان ہو جائیں گے۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے نجد والوں سے خطرہ ہے کہیں انہیں نقصان نہ پہنچائیں۔'' وہ کہنے لگا: ''میں ان کا ذمہ دار ہوں کوئی مسلمانوں سے تعرض نہیں کرے گا۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ستر قراءِ قرآن بھیج دیے۔ یہ سب انصاری تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا امیر منذر بن عمرو رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا لیکن جب وہ بنو سلیم کے کنویں ''بئر معونہ'' پر پہنچے تو انھوں نے بدعہدی کرتے ہوئے سب مسلمانوں کو شہید کر دیا۔

سریۂ مرثد بن ابی مرثد غنوی رضی اللہ عنہ / (صفر 4ہجری)

اسے سریہ رجیع بھی کہا جاتا ہے۔ بات یوں ہوئی کہ عضل اور قارہ قبائل کے کچھ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے چند معلم طلب کیے تاکہ وہ ان قبائل میں تبلیغ اسلام کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرثد بن ابی مرثد رضی اللہ عنہ کی قیادت میں چھ مسلمان ان کے ساتھ بھیج دیے۔ جب یہ لوگ بنو ہذیل کے کنویں ''رجیع'' پر پہنچے تو انھوں نے بدعہدی کرتے ہوئے کچھ کو شہید کر دیا اور کچھ کو قید کر لیا۔

غزوہ بنی نضیر (ربیع الاول 4ہجری)

اس غزوہ کا سبب یہ ہوا کہ بنو نضیر نے ایک پتھر گرا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دھوکے سے ہلاک کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بنو عامر کے دو آدمیوں کی دیت میں امداد حاصل کرنے کے لیے ان کے پاس تشریف لے گئے تھے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے معاہدہ کر رکھا تھا۔ بنو نضیر آپس میں کہنے لگے: ''موقع اچھا ہے ہم نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر دیتے ہیں اور اس کے ساتھیوں کو پکڑ کر مکہ والوں کے ہاتھ بیچ دیتے ہیں۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی سے اس سازش کی اطلاع ہوگئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ آئے اور ان کا محاصرہ کرنے کا حکم دیا۔ آخر کار مجبور ہو کر انھوں نے درخواست کی: ''ہمیں جلاوطن کر دیا جائے، قتل نہ کیا جائے نیز اونٹوں پر لاد کر مال لے

Marfat.com

جانے کی اجازت دی جائے۔ البتہ اسلحہ مکانات اور زمینوں پر مسلمان قبضہ کرلیں۔'' اس طرح ذلیل ہوکر وہ مدینہ منورہ سے نکلے اور خیبر میں جا بسے اور ان میں سے بعض ''اذرعات'' چلے گئے۔

غزوہ بدرالآخرہ (ذوالقعدہ 4 ہجری)

اس غزوہ کو ''بدرالموعد'' اور ''بدر ثالثہ'' بھی کہتے ہیں۔ ابوسفیان اور اس کے لشکر نے مدینہ منورہ پر ایک اور حملہ کرنے کا ارادہ کیا کیونکہ غزوہ احد میں ابوسفیان خود آئندہ سال بدر میں لڑائی کا چیلنج دے گیا تھا' اس لیے رسول اللہ ﷺ اپنے ساتھیوں کو لے کر بدر کے میدان میں پہنچ گئے۔ آٹھ دن وہاں ٹھہرے رہے۔ ابوسفیان ہمت نہ کرسکا' پھر آپ ﷺ واپس مدینہ تشریف لے آئے۔ صفوان بن امیہ ابوسفیان سے کہنے لگا: ''اللہ کی قسم! میں نے احد کے دن بھی روکا تھا کہ مسلمانوں کو آئندہ سال جنگ کا چیلنج نہ دو۔ اب وہ تو جرأت کر کے میدان میں آگئے ہیں مگر ہم یہاں بیٹھے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم کمزور ہیں اور مقابلہ کی تاب نہیں رکھتے۔''

غزوہ ذات الرقاع (محرم 5 ہجری)

غطفان کے قبائل بنو محارب اور بنو ثعلبہ نے نجد کے علاقے میں آپ ﷺ سے لڑائی لڑنے کے لیے لشکر اکٹھا کیا۔ رسول اکرم ﷺ ان کی سرکوبی کے لیے چار سو صحابہ رضی اللہ عنہم لے کر چلے۔ اس غزوہ کو ''ذات الرقاع'' کہنے کی وجہ صحیح بخاری میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ''ہم ایک جنگ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے۔ شدت کا یہ عالم تھا کہ ایک اونٹ پر چھ چھ آدمی باری باری سفر کرتے تھے۔ پیدل چلنے کی وجہ سے ہمارے قدم زخمی ہوگئے۔ میرے قدم اس قدر زخمی ہوگئے تھے کہ میری انگلیوں کے ناخن بھی جھڑ گئے اور ہم اپنے پاؤں پر پٹیاں باندھ کر گزارا کرتے تھے' اس لیے اس غزوہ کو غزوۂ ذات الرقاع کہا گیا۔'' (رقاع کے معنی کپڑے کی پٹیاں ہیں۔) اس سفر میں مسلمانوں اور مشرکین کے درمیان کوئی جنگ نہیں ہوئی۔

غزوۂ دومۃ الجندل (ربیع الاول 5 ہجری)

رسول اللہ ﷺ کو یہ خبر پہنچی کہ دومۃ الجندل میں ایک بہت بڑا لشکر جمع ہے جو مدینہ منورہ پر حملہ کرنا چاہتا ہے۔ آپ ﷺ ایک ہزار مسلمان لے کر نکلے۔ جب دومۃ الجندل کے قریب پہنچے تو کفار کا لشکر تتر بتر ہوگیا۔ آپ ﷺ نے کئی اطراف میں چھوٹے چھوٹے لشکر بھیجے لیکن کہیں مقابلہ نہ ہوا اور سب لشکر واپس آگئے۔

غزوہ بنی مصطلق (غزوۂ مریسیع)/(شعبان 5 ہجری)

اس جنگ کا سبب یہ ہوا کہ خزاعہ کی شاخ بنو جزیمہ بن کعب یعنی بنو مصطلق کے سردار حارث بن ضرار نے رسول اللہ ﷺ سے جنگ کرنے کے لیے لشکر جمع کیا تو رسول اللہ ﷺ سات سو صحابہ رضی اللہ عنہم ساتھ لے کر نکلے۔ مریسیع کے کنویں پر کافروں سے مڈبھیڑ ہوئی اور فتح مسلمانوں کی ہوئی۔ کافروں کی پوری جمعیت قابو میں آگئی۔ کیا مرد کیا عورت! اونٹ بکریاں مال غنیمت بن گئیں۔

Marfat.com

غزوۂ خندق (غزوۂ احزاب) / (شوال 5 ہجری)

اس جنگ کا سبب یہ تھا کہ خیبر کے یہودیوں نے قریش کو مسلمانوں کے خلاف جنگ پر ابھارا۔ کہنے لگے: ''ہم ہر طرح تمھاری مدد کریں گے اور تمھارا ساتھ دیں گے حتی کہ مکمل طور پر مسلمانوں کا استیصال کر دیں۔'' قریش ان کے بہکاوے میں آ گئے۔ قریش اور بہت سے قبائل غطفان، اسد، بنو مرہ، اشجع اور بنو سلیم وغیرہ مل کر مدینہ منورہ پر چڑھ دوڑے۔ آپ ﷺ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مشورے سے مدینہ منورہ کی شمالی جانب خندق کھودلی جس کی لمبائی 5544 میٹر اور اوسط چوڑائی 462 میٹر اور اوسط گہرائی 3234 میٹر تھی۔

ایک مہینہ کے محاصرے کے بعد کوئی مقصد حاصل کیے بغیر سب قبائل اٹھ گئے۔ فوری سبب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے زبردست آندھی چلائی جو صرف مشرکین کے پڑاؤ تک ہی محدود تھی۔ وہ اس آندھی سے بہت گھبرا گئے۔ اس محاصرے کے دوران میں بنو قریظہ کے یہودیوں نے رسول اللہ ﷺ کے عہد کی خلاف ورزی کی اور بغاوت کر دی جس کا خمیازہ ان کو بھگتنا پڑا۔

غزوۂ بنو قریظہ (ذوالقعدہ 5 ہجری)

اس غزوے کا سبب بنو قریظہ کو علانیہ بغاوت اور صریح بدعہدی کی سزا دینا تھا۔ خصوصاً جبکہ ان کا یہ جرم دوران جنگ میں سرزد ہوا تھا۔ رسول اللہ ﷺ لشکر لے کر ان کی طرف چلے۔ وہ اپنے قلعے میں محصور ہو گئے۔ آخر کار تنگ آ کر خود درخواست کی کہ ہمارے بارے میں اوس کے سردار سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جو فیصلہ کر دیں ہمیں منظور ہوگا۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کیا: ''ان کے مرد قتل کر دیے جائیں، مال تقسیم کر لیے جائیں اور بچوں اور عورتوں کو قید کر لیا جائے اور غلام بنا لیے جائیں۔'' بنو قریظہ نے کوئی اعتراض نہ کیا کیونکہ وہ اپنے جرم سے خوب واقف تھے۔

سریہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ / قرطاء کی طرف (10 محرم 6 ہجری)

وہ تیس سوار لے کر قرطاء قبیلے کی طرف گئے۔ یہ قبیلہ کلاب کی شاخ بنو بکر سے تعلق رکھتا تھا۔

غزوۂ بنی لحیان (ربیع الاول 6 ہجری)

عضل اور قارہ قبیلوں کے کچھ لوگوں نے غدر کرتے ہوئے چھ اصحاب رسول ﷺ کو قتل کر دیا تھا۔ یہ واقعہ رجیع کنویں پر پیش آیا تھا۔ یہ کنواں بنو ہذیل کا تھا اور حجاز کے علاقے میں تھا۔ رسول اللہ ﷺ دو سو مسلمانوں کو لے کر رجیع پہنچے لیکن دونوں قبیلوں کے لوگ ڈرتے ہوئے بچنے کے لیے دوڑ کر پہاڑوں کی چوٹیوں پر چڑھ گئے۔ رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھی عسفان بنو فروکش ہو گئے تا کہ قریش کو پتہ چل جائے کہ آپ ﷺ مکہ کے اتنے قریب آ چکے ہیں، نیز ان پر مسلمانوں کی قوت اور جرأت واضح ہو جائے۔

Marfat.com

غزوۂ ذی قرد (الغابہ)/(ربیع الاول 6 ہجری)

عیینہ بن حصن فزاری غطفان کے کچھ سواروں کی معیت میں رسول اللہ ﷺ کی دودھ والی حاملہ اونٹنیاں بھگا کر لے گیا جو مدینہ منورہ سے باہر "غابہ" میں چر رہی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ پانچ سو ساتھیوں کو لے کر ان کے پیچھے چلے، نتیجتاً اونٹنیاں ان سے چھڑالی گئیں۔ آپ ﷺ نے ذی قرد تک ان کا پیچھا کیا۔ پھر آپ ﷺ مدینہ واپس تشریف لے آئے۔

سریۂ عکاشہ بن محصن اسدی رضی اللہ عنہ/ غمر کی طرف (ربیع الاول 6 ہجری)

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ کو چالیس آدمی دے کر بنو اسد کے کنویں غمر مرزوق کی طرف بھیجا جو مدینہ منورہ سے دو دن کے فاصلے پر تھا لیکن وہاں لڑائی نہ ہوئی اور صحابہ واپس مدینہ منورہ آ گئے۔

سریۂ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ / ذوقصہ کی طرف (ربیع الآخر 6 ہجری)

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ دس ساتھیوں کے ساتھ بنو ثعلبہ کی طرف گئے۔ اعرابیوں نے نیزوں کے ساتھ ان پر حملہ کر دیا اور انہیں شہید کر دیا۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ بھی زخمی ہو گئے۔ اتفاقاً ایک مسلمان کا وہاں سے گزر ہوا تو وہ انہیں اٹھا کر مدینہ منورہ لے آیا۔

سریۂ ابی عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ/ ذوقصہ کی طرف (ربیع الآخر 6 ہجری)

رسول اللہ ﷺ نے محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کو قتل کرنے والے بنو ثعلبہ اور بنو محارب کو سزا دینے کے لیے حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو چالیس مجاہدین کے ساتھ بھیجا۔ وہ لوگ مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہے تھے۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے ان کو تتر بتر کر دیا۔

سریۂ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ / (بنو سلیم کی طرف)

ربیع الآخر 6 ہجری میں زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے وادی نخل میں جموم کے مقام پر بنو سلیم کے خلاف لشکر کشی کی گئی۔

سریۂ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ / عیص کی طرف (جمادی الاولیٰ 6 ہجری)

ان کے ساتھ 170 آدمی تھے۔ ان کا مقصد قریش کے ایک تجارتی قافلے کو شام سے واپسی پر راستے میں روکنا تھا۔

سریۂ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ (بنو ثعلبہ کی طرف)

جمادی الآخرہ 6 ہجری میں حضرت زید بن حارثہؓ نے بنو ثعلبہ کی طرف لشکر کشی کی۔

Marfat.com

سریۂ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ/ حسمی کی طرف (جمادی الآخرہ 6 ہجری)

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ 500 مجاہدین کے ساتھ قبیلہ جذام کے علاقہ حسمی کی طرف گئے کیونکہ انھوں نے حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ کو لوٹ لیا تھا اور ان سے ہر چیز چھین لی تھی جو ان کے پاس تھی۔ صرف ایک کپڑا چھوڑا تھا جس کی کوئی قیمت نہ تھی۔

سریۂ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ/ وادی القریٰ کی طرف (رجب 6 ہجری)

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ وادی القریٰ کے علاقے میں ام قرفہ کی طرف گئے۔ ان کا مقصد قبیلہ فزارہ کی شاخ بنو بدر کے کچھ لوگوں کو سزا دینا تھا جنھوں نے مسلمانوں کا ایک تجارتی قافلہ لوٹ لیا تھا۔

سریۂ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ/ دومۃ الجندل کی طرف (شعبان 6 ہجری)

یہ دومۃ الجندل میں قبیلہ کلب کی طرف گئے، تو اصبغ بن عمرو کلبی مسلمان ہو گیا۔ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اصبغ کی بیٹی تماضر سے شادی کر لی جن سے ابوسلمہ پیدا ہوئے۔

سریۂ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ/ فدک کی طرف (شعبان 6 ہجری)

بنو سعد بن بکر کی بہت بڑی تعداد فدک میں جمع ہوگئی جن کا مقصد خیبر کے یہودیوں کی مدد کرنا تھا۔ حضرت علیؓ 100 آدمی لے کر ان کی طرف چلے۔ بنو سعد بھاگ گئے لہٰذا لڑائی نہ ہوسکی اور آپؓ مدینہ واپس آ گئے۔

سریۂ عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ/ خیبر کی طرف (رمضان 6 ہجری)

حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ چار آدمیوں کے ساتھ ابو رافع سلام بن ابی الحقیق نضری کو قتل کرنے کی غرض سے گئے اور خیبر میں جا کر اسے قتل کر دیا۔ یہی وہ شخص تھا جو بنو غطفان اور دوسرے مشرکین عرب کو اکٹھا کر کے مسلمانوں کے خلاف میدان جنگ میں لے آیا تھا اور ان کو مسلمانوں سے لڑنے پر اکساتا رہا تھا۔

سریۂ عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ خیبر میں اسیر بن زارم / یہودی کے خلاف (شوال 6 ہجری)

اسیر بن زارم وہ شخص تھا جو رسول اللہ ﷺ کے خلاف جنگ پر اکسانے اور آمادہ کرنے کے لیے غطفان اور دوسرے قبائل کے پاس گیا تھا۔ اس کی سرکوبی کے لیے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ 30 ساتھی لے کر خیبر گئے۔ اس نے امان مانگی جو اسے دے دی گئی مگر اس کے باوجود اس نے بدعہدی کی لہٰذا سے اور اس کے ساتھیوں کو قتل کر دیا گیا۔

سریۂ کرز بن جابر فہری رضی اللہ عنہ/ عریبہ کی طرف (شوال 6 ہجری)

عرینہ قبیلہ کے آٹھ آدمیوں نے غدر کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے مولیٰ (آزاد کردہ غلام)

Marfat.com

یسار رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا تھا۔ کرز بن جابر فہری رضی اللہ عنہ بیس آدمی لے کر ان کے پیچھے دوڑے۔ آخر ان کو جا لیا اور پکڑ کر مدینہ منورہ لے آئے۔ یہاں انہیں ان کے غدر کی سزا میں جہنم رسید کیا گیا۔

سریہ عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ / سلمہ بن اسلام رضی اللہ عنہ کی معیت میں مکہ کی طرف (6 ہجری)

ابوسفیان نے ایک آدمی مدینہ منورہ بھیجا تا کہ وہ موقع پا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دے۔ پتہ چلنے پر حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ حضرت سلمہ بن اسلام رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر مکہ مکرمہ گئے تا کہ داؤ لگے تو ابوسفیان کو قتل کر دیں۔ معاویہ نے انہیں پہچان لیا۔ قریش کہنے لگے عمرو خیر کے ارادے سے نہیں آیا۔ اس لیے وہ اکٹھے ہونے لگے تا کہ ان کو پکڑ لیں' چنانچہ یہ دونوں مدینہ منورہ لوٹ آئے۔

غزوۂ حدیبیہ اور بیعت رضوان (ذوالقعدہ 6 ہجری)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم 1400 صحابہ کو ساتھ لے کر مکہ مکرمہ روانہ ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قربانی کے 70 اونٹ بھی تھے۔ سب نے عمرے کا احرام باندھ رکھا تھا تا کہ کسی جنگ کا خدشہ نہ رہے اور قریش کو معلوم ہو جائے کہ یہ لوگ صرف بیت اللہ کی زیارت اور تعظیم کے لیے آئے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام حدیبیہ پہنچ گئے۔ ادھر قریش نے قسمیں اٹھالیں: ''ہمارے جیتے جی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مکہ میں داخل نہ ہو سکے گا۔'' لیکن پھر قریش نے مختلف لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بطور وفد بھیجے مثلاً: بدیل بن ورقاء خزاعی، مکرز بن حفص، حیس بن علقمہ اور عروہ بن مسعود ثقفی، مگر بات نہ بن سکی حتی کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کی کہ ''اگر لڑائی ہوئی تو مر جائیں گے بھاگیں گے نہیں۔'' پھر قریش نے سہیل بن عمرو کو صلح کی کارروائی کے لیے بھیجا جس کے نتیجے میں صلح حدیبیہ طے پائی کہ دس سال تک کوئی لڑائی نہیں ہوگی۔ گویا قریش نے اسلامی حکومت کو قانونی طور پر تسلیم کر لیا۔ یہ بھی طے پایا کہ عمرہ آئندہ سال ہوگا۔

غزوۂ خیبر' فدک اور وادیِ القریٰ (محرم 7 ہجری)

یہ غزوات خیبر کے یہودیوں کی علانیہ طور پر روایتی دشمنی' بنو غطفان کو مسلمانوں کے خلاف جنگ پر آمادہ کرنے اور خیبر کی ریاست کے مدینہ منورہ کی اسلامی ریاست کے خاتمے پر حلف اٹھانے کی بنا پر ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی سازشوں کا قلع قمع کرنے کے لیے ایک بھرپور وار کا فیصلہ فرمایا جس کے نتیجے میں مسلمانوں نے یہودیوں کے تمام قلعے فتح کر لیے۔

سریۂ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ / نجد کی طرف (شعبان 7 ہجری)

بنو کلاب نجد میں مسلمانوں کے خلاف اکٹھے ہوئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کی سرکوبی کے لیے وہاں گئے۔

Marfat.com

سریۂ حضرت بشیر بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ/ فدک کی طرف (شعبان 7 ہجری)

بنو مرہ کے بہت سے لوگ مسلمانوں کے خلاف جمع ہو گئے تھے' لہٰذا حضرت بشیر رضی اللہ عنہ بن سعد تیس مجاہد لے کر ان کی سرکوبی کے لیے گئے۔

سریۂ حضرت غالب بن عبداللہ لیثی رضی اللہ عنہ/ وادیِ نخل کی طرف (رمضان 7 ہجری)

حضرت غالب بن عبداللہ لیثی رضی اللہ عنہ 130 آدمی لے کر بنو عوال اور بنو عبد کی طرف چلے جو ''میفعۃ'' کے مقام پر مسلمانوں کے خلاف جمع تھے۔ ''میفعۃ'' نجد کے علاقے میں وادی نخل کے پیچھے واقع ہے۔ یہاں لڑائی بھی ہو گئی۔ اسی لڑائی میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے اس آدمی کو قتل کیا جس نے ''لا الہ الا اللہ'' پڑھ لیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ چلا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غصے کے ساتھ فرمایا: ''تو نے اس کا دل چیر کر کیوں نہ دیکھ لیا کہ وہ دل سے کلمہ پڑھ رہا تھا یا صرف زبان سے تا کہ تجھ پر اس کا سچ جھوٹ واضح ہو جاتا۔''

سریہ حضرت بشیر بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ/ یمن اور جبار کی طرف (شوال 7 ہجری)

عیینہ بن حصن فزاری نے غطفان قبیلہ کے بہت سے لوگوں کو یہ کہہ کر مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کے لیے تیار کر لیا تھا کہ میں بھی تمہارا بھرپور ساتھ دوں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ چلا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بشیر رضی اللہ عنہ بن سعد انصاری کو 300 آدمی دے کر بھیجا اور انھوں نے ان کی جمعیت کو منتشر کر دیا۔

عمرۃ القضاء (ذوالقعدہ 7 ہجری)

اسے عمرۃ القصاص اور عمرۃ القضیہ بھی کہا جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سمیت مکہ مکرمہ پہنچے' عمرہ مکمل فرمایا اور بیت اللہ میں داخل ہوئے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کعبہ کے اوپر کھڑے ہو کر اذانیں کہیں۔ قریش بے بسی کے ساتھ یہ سب کچھ دیکھ اور سن رہے تھے۔ چوتھے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے واپسی کا اعلان فرما دیا (یہ غزوہ ہے نہ اس کا لشکر کشی سے کوئی تعلق ہے لیکن چونکہ یہ غزوہ حدیبیہ میں بیعت رضوان کے نتیجے میں طے پایا تھا۔ نیز صحابہ کرام دوران عمرہ میں بھی لڑائی کی تیار حالت میں تھے کیونکہ قریش سے نقض عہد کا خطرہ تھا۔ ویسے بھی واقعات کی ترتیب میں اس سے صرف نظر نہیں کیا جا سکتا' لہٰذا اسے یہاں ذکر کر دیا گیا)۔

سریۂ ابن ابی العوجاء سلمی رضی اللہ عنہ/ بنو سلیم کی طرف (ذوالحجہ 7 ہجری)

حضرت ابن ابی العوجاء سلمی رضی اللہ عنہ پچاس آدمی لے کر بنو سلیم کی طرف گئے۔ وہ لوگ خوب ڈٹ کر لڑے حتی کہ ان کے اکثر مارے گئے۔ حضرت ابن ابی العوجاء رضی اللہ عنہ بھی زخمی ہوئے۔ وہ بڑی مشکل کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ منورہ پہنچے۔ یہ یکم صفر 8 ہجری کی بات ہے۔

Marfat.com

سریۂ غالب بن عبداللہ لیثی رضی اللہ عنہ / کدید کی طرف (صفر 8ہجری)

حضرت غالب بن عبداللہ لیثی رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں سمیت بنولیث کے ایک قبیلے بنوملوح کی سرکوبی کے لیے گئے تھے۔

سریۂ غالب بن عبداللہ لیثی رضی اللہ عنہ / فدک کی طرف (صفر 8ہجری)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت غالب لیثی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''اللہ کا نام لے کر چلو حتی کہ وہاں پہنچو جہاں بشیر بن سعد کے ساتھی شہید ہوئے تھے۔'' وہ 200 آدمی لے کر گئے اور حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کا بدلہ لیا۔

سریۂ شجاع بن وہب اسدی رضی اللہ عنہ ''سی'' کی طرف (ربیع الاول 8ہجری)

ان کے ساتھ چوبیس آدمی تھے۔ ان کا مقصد ہوازن کی ایک جماعت کی سرکوبی تھا جو لوگ مقام ''سی'' میں رہتے تھے۔

سریۂ کعب بن عمیر غفاری رضی اللہ عنہ / ذات اطلاح کی طرف (ربیع الاول 8ہجری)

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے ساتھ پندرہ آدمی تھے۔ وہ انہیں لے کر ذات اطلاح مقام پر پہنچے جو وادی القریٰ سے آگے واقع تھا لیکن یہ سب لوگ شہید ہو گئے۔ صرف ایک شخص بچا وہ بھی زخمی تھا۔ وہ مدینہ منورہ پہنچا اور سارا واقعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ سن کر سخت صدمہ پہنچا۔

غزوۂ موتہ (غزوہ جیش الامراء) / (جمادی الاولیٰ 8ہجری)

شام کے گورنر شرحبیل بن عمرو غسانی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد حضرت حارث بن عمیر ازدی رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سزا دینے کے لیے جنوبی اردن کے شہر بلقاء کی طرف مسلمانوں کا ایک لشکر بھیجا۔ اس لشکر کی تعداد 3000 تھی۔ ان کے امیر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: ''اگر وہ شہید ہو جائیں تو جعفر رضی اللہ عنہ بن ابی طالب امیر ہوں گے۔ اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو عبداللہ رضی اللہ عنہ بن رواحہ امیر ہوں گے۔''

اتفاق یہ ہوا کہ یہ تینوں امراء یکے بعد دیگرے شہید ہو گئے۔ پھر جھنڈا حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو دیا گیا تو وہ لشکر کو بحفاظت مدینہ منورہ واپس لے آئے۔ اصل وجہ یہ تھی کہ رومیوں کا لشکر بہت بڑا تھا اور بہت سے عربوں نے بھی ان کی مدد کی تھی۔

سریۂ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ / ذات السلاسل کی طرف (جمادی الآخرہ 8ہجری)

قضاعہ قبیلے کے کچھ لوگ مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کے لیے اکٹھے ہوئے تھے۔ ان کو تتر بتر کرنے کے

Marfat.com

لیے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ تین سو مہاجرین و انصار لے کر ''بلی'' کے علاقے میں پہنچے اور بنو عذرہ اور بلقین کے لشکر کو بھگا دیا۔

سریۂ ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ ''قبلیہ'' کی طرف (رجب 8 ہجری)

اسے سریہ خبط بھی کہتے ہیں کیونکہ خوراک کی قلت کی وجہ سے مسلمانوں کو پتے کھانے پڑے تھے۔ ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تین سو آدمی تھے۔ مقصود جہینہ کے ایک قبیلے کی سرکوبی تھا۔

سریۂ حضرت ابو قتادہ بن ربعی انصاری رضی اللہ عنہ ''خِضرہ'' کی طرف (شعبان 8 ہجری)

حضرت ابو قتادہ انصاری رضی اللہ عنہ پندرہ آدمی لے کر نجد میں بنو محارب کے علاقے کی طرف گئے۔ مقصد غطفان کی ایک جماعت کو تتر بتر کرنا تھا۔

سریۂ حضرت ابو قتادہ بن ربعی انصاری رضی اللہ عنہ/ بطن اضم کی طرف (رمضان 8 ہجری)

فتح مکہ سے تھوڑے دن قبل کی بات ہے حضرت ابو قتادہ بن ربعی انصاری رضی اللہ عنہ آٹھ افراد لے کر اس طرف گئے تاکہ دیکھنے والے سمجھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرف جائیں گے اور سفر مکہ کا شبہ نہ رہے۔

فتح مکہ (فتح اعظم) (رمضان 8 ہجری)

قریش نے خود ہی صلح حدیبیہ کی شرائط توڑ ڈالیں۔ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیف قبیلہ بنو خزاعہ کے خلاف بنو بکر کی مدد کی اور بنو خزاعہ کے بیس آدمی قتل کر ڈالے۔ بعد میں قریش کو اس پر ندامت ہوئی۔ ادھر عمرو بن سالم خزاعی چالیس سوار لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ منورہ حاضر ہوا۔ اس نے پوری تفصیل بیان کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد طلب کی، لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم دس ہزار آدمی لے کر مکہ مکرمہ کی طرف چلے۔ نتیجتاً فتح عظیم حاصل ہوئی' بت توڑے گئے اور مکہ مکرمہ کی فضاؤں میں کلمہ توحید گونجنے لگا۔

سریۂ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ/ نخلہ کی طرف (رمضان 8 ہجری)

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تیس سواروں کے ساتھ قریش اور بنو کنانہ کے خصوصی بت عزیٰ کو گرانے کے لیے نخلہ گئے جہاں یہ بت نصب تھا۔ یہ مشرکین کا سب سے بڑا بت تھا۔ بنو شیبان اور بنو سلیم کے لوگ اس کی خدمت اور حفاظت کیا کرتے تھے۔

سریۂ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ/ بنو ہذیل کی طرف (رمضان 8 ہجری)

ان کا مقصد بنو ہذیل کے بت سواع کو زیروزبر کرنا تھا۔

سریۂ سعد بن زید اشہلی رضی اللہ عنہ/ مشلل کی طرف (رمضان 8 ہجری)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیس شہسوار لے کر ''منات'' بت کی شکست و ریخت کے لیے گئے۔

Marfat.com

سریۂ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ/ بنو جزیمہ کی طرف (شوال 8 ہجری)

یہ لوگ مکہ مکرمہ کے نشیب میں یلملم کی طرف رہتے تھے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ساتھ 350 آدمی تھے۔ اسی لڑائی میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے بہت سے قیدی غلطی سے قتل ہو گئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو بھیجا تا کہ وہ مقتولین کی دیت ادا کریں اور ان کے نقصانات کی تلافی کریں۔

غزوۂ حنین (غزوہ ہوازن)/ (شوال 8 ہجری)

''حنین'' مکہ مکرمہ اور طائف کے درمیان ایک وادی ہے۔ یہاں ہوازن اور بنو ثقیف مسلمانوں کے خلاف اکٹھے ہو گئے تھے۔ ان کی قیادت مالک بن عوف نصری کے پاس تھی۔ یہ وادی اوطاس میں مورچہ زن ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لشکر سمیت ان کی طرف چلے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دس ہزار تو مدنی صحابہ رضی اللہ عنہم تھے اور دو ہزار مکہ والے نو مسلم شامل ہو گئے۔ پہلے تو مسلمان دشمن کے چھپے ہوئے تیر انداز لشکر کی تاب نہ لا سکے اور بھگدڑ مچ گئی مگر بالآخر مسلمانوں نے ان کو شکست فاش دی۔ وہ ایسے بھاگے کہ طائف پہنچ کر سانس لیا۔ ان کا تمام مال و متاع جمع کر کے جعرانہ پہنچا دیا گیا اور خود مسلمان ان کے پیچھے طائف پہنچ گئے۔

سریۂ حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ/ ذوالکفین کی طرف (شوال 8 ہجری)

طائف روانگی سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ کو عمرو بن حممہ دوسی کے بت ''ذوالکفین'' کو زیروزبر کرنے کے لیے بھیجا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اپنی قوم کے مسلمان افراد کو اپنے ساتھ لے لینا اور واپس آ کر ہم سے طائف میں ملنا۔'' وہ بڑی تیزی سے اپنے علاقے کی طرف بڑھے' ذوالکفین کو تاخت و تاراج کیا اور اپنی قوم کے چار سو افراد کے ساتھ محاصرہ طائف ہی کے دوران میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس پہنچ گئے۔

غزوہ طائف (شوال 8 ہجری)

مسلمانوں نے 18 دن تک طائف کا محاصرہ جاری رکھا۔ طائف کے قلعہ کو توڑنے کے لیے منجنیق بھی لگائی گئی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا: ''جو غلام ہم سے آ کر مل جائے وہ آزاد تصور ہوگا۔'' نتیجتاً بہت سے غلام قلعے سے اتر کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے آ ملے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آزادی کا اعلان فرما دیا اور ہر ایک کو کسی نہ کسی مسلمان کے سپرد کیا تا کہ وہ اس کے اخراجات برداشت کرے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے محاصرہ اٹھا لیا۔ جب ثقیف کو یقین ہو گیا کہ ہم مقابلہ نہیں کر سکتے' کیونکہ اردگرد کے سب لوگ مسلمان ہو چکے ہیں تو انھوں نے اپنا ایک وفد 9 ہجری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا جس نے بنو ثقیف کے مسلمان ہونے کا اعلان کیا۔

سریۂ عیینہ بن حصن فزاری رضی اللہ عنہ / بنو تمیم کی طرف (محرم 9ہجری)

حضرت عیینہ رضی اللہ عنہ پچاس سوار لے کر بنو تمیم کی طرف گئے۔ وہ اس وقت سقیا اور بنو تمیم کے علاقے کے درمیان ٹھہرے ہوئے تھے۔ بنو تمیم کے بہت سے افراد قید ہوئے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احسان فرماتے ہوئے ان سب کو چھوڑ دیا۔

سریۂ قطبہ بن عامر رضی اللہ عنہ / تبالہ کی طرف (صفر 9ہجری)

''تبالہ'' میں بنو خثعم رہتے تھے۔ یہ جگہ ''بیشہ'' کے علاقے میں ''تربہ'' کے قریب واقع ہے۔ اس موقع پر مسلمانوں اور قبیلہ خثعم میں لڑائی بھی ہوئی۔

سریۂ ضحاک بن سفیان کلابی رضی اللہ عنہ / بنو کلاب کی طرف (ربیع الاول 9ہجری)

حضرت ضحاک رضی اللہ عنہ چند ساتھیوں سمیت بنو کلاب کی طرف گئے۔ ''زج لاوہ'' مقام پر ان سے ٹکراؤ ہوا اور خوب لڑائی ہوئی۔

سریۂ علقمہ بن مجزز مدلجی رضی اللہ عنہ / جدہ کی طرف (ربیع الآخر 9ہجری)

ان کے ساتھ تین سو آدمی تھے۔ مقصد حبشیوں کی ایک جماعت کو روکنا تھا جو بحری راستے سے ادھر آئے تھے۔

سریہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ / بنو طے کی طرف (ربیع الآخر 9ہجری)

حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک سو پچاس آدمی لے کر قبیلہ طے کے بت ''فلس'' کو توڑنے کے لیے ان کے علاقے کی طرف گئے اور بت کو توڑا۔ لوگ ادھر اُدھر بھاگ گئے۔ قید ہونے والی عورتوں میں حاتم طائی کی بیٹی سفانہ بھی تھی۔ اس کا بھائی عدی بن حاتم شام کی طرف بھاگ گیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سفانہ کا پتہ چلا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر احسان فرماتے ہوئے اسے آزاد فرما دیا۔ اس کے بھائی عدی بن حاتم نے اپنی بہن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے حالات سنے تو مدینہ منورہ آ کر اسلام قبول کر لیا۔

غزوۂ تبوک (غزوہ عسرہ) (رجب 9ہجری)

اس جنگ کا سبب یہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ چلا کہ رومیوں نے جنوبی شام میں بہت سے لشکر جمع کیے ہیں اور ان کے ساتھ کچھ عربی قبائل لخم، جذام، عاملہ اور غسان بھی مل گئے ہیں حتیٰ کہ رومیوں کے کچھ دستے تو بلقاء تک پہنچ گئے ہیں۔ ادھر سخت گرمی اور خشک سالی کے دن تھے اور انتہائی تنگی کا وقت تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کو ساتھ لے کر تبوک پہنچے۔ مگر رومی واپس چلے گئے اور لڑائی نہ ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبوک ہی

Marfat.com

سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو دومۃ الجندل بھیجا۔ جب رومیوں سے لڑائی کے امکانات ختم ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سمیت واپس مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔ غزوہ تبوک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات میں آخری غزوہ ہے۔

سریۂ عکاشہ بن محصن اسدی رضی اللہ عنہ ''جناب'' کی طرف (ربیع الآخر 9 ہجری)

یہاں عذرہ اور بلی کے قبائل رہتے تھے' لہٰذا آپ رضی اللہ عنہ ان کے علاقے میں پہنچے جسے ''جناب'' کہا جاتا تھا اور ان کی سرکوبی کی۔

سریۂ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ / یمن کی طرف (رمضان 10 ہجری)

یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ دو مرتبہ یمن گئے تھے۔ ایک روانگی رمضان المبارک میں ہوئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ تین سو شہسوار ساتھ لے کر گئے تھے۔ اس علاقے میں کسی اسلامی لشکر کی یہ پہلی آمد تھی اور یہ ملک یمن میں مذحج قبیلے کا سکونتی علاقہ تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ 10 ہجری کے حج میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مکہ مکرمہ میں آملے تھے۔

۱۰ سن ہجری یا ۲۲ نبوت

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج کیا۔ ایک لاکھ چوالیس ہزار مسلمان شامل حج تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر اسلام کے سارے اصول سمجھائے۔ جاہلیت کی رسموں اور شرک کی باتوں کا ملیا میٹ کیا۔ امت کو الوداع کہا۔

آخری خطبہ اور وفات (۱۱ سن ہجری)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ۲۳ برس پانچ دن تک اللہ کے حکم بندوں کو پہنچا کر خدا کا سچا، سیدھا راستہ دکھا کر تریسٹھ ۶۳ برس پانچ دن کی عمر میں بارہ ربیع الاول کو دوشنبہ کے دن دنیا سے کوچ فرمایا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون!

Marfat.com

خطبہ

وفات سے ایک مہینہ پہلے سب کو بلا کر حضور ﷺ نے فرمایا: مسلمانو! خدا تم کو سلامتی سے رکھے۔ تمھاری حفاظت فرمائے تمہیں بچائے۔ تمھاری مدد کرے۔ تم کو بلند کرے۔ ہدایت اور توفیق دے۔ اپنی پناہ میں رکھے۔ آفتوں سے بچائے، تمھارے دین کو تمھارے لیے محفوظ بنائے۔

میں تم کو تقویٰ کی اور اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں تم کو خدا کے سپرد کرتا ہوں۔ اور تم کو خدا کے عذاب سے ڈراتا ہوں۔

امید ہے کہ تم بھی لوگوں کو اس سے ڈراؤ گے۔ تم کو چاہیے کہ خدا کے بندوں اور بستیوں میں سرکشی، تکبر اور بڑھ کر چلنے کو نہ پھیلنے دو۔ آخرت کا گھر انہی کے لیے ہے جو دنیا میں بڑھ کر نہیں چلتے اور فساد نہیں کرتے، اچھی عاقبت صرف متقین کی ہے۔ فرمایا جو بڑی بڑی حکومتیں تم کو ملیں گی میں ان کو دیکھ رہا ہوں۔ مجھے یہ ڈر نہیں رہا کہ تم مشرک بن جاؤ گے۔ لیکن ڈر یہ ہے کہ دنیا کی رغبت اور فتنہ میں پڑ کر کہیں ہلاک نہ ہو جاؤ جیسے پہلی امتیں ہلاک ہو گئیں۔

انتقال سے کچھ دن پہلے پھر سب مسلمانوں کو بلایا۔ انصار و مہاجرین کی بابت ہدایتیں اور نصیحتیں فرمائیں۔

پھر فرمایا: ''کہ اگر کسی شخص کا حق مجھ پر ہو تو بتا دے۔''

ایک شخص نے کہا کہ حضور ﷺ نے ایک مسکین کو مجھ سے تین درھم دلائے تھے وہ نہیں ملے۔ یہ درہم رسول اللہ ﷺ نے اسی وقت ادا کر دیئے۔

پھر بہت لوگوں کے حق میں دعائیں کیں۔

بیماری کے دنوں میں فرمایا: لوگو! لونڈی غلام کی بابت خدا کو یاد رکھو۔ ان کو خوب پہناؤ۔ خوب کھلاؤ۔ ان کے ساتھ ہمیشہ نرمی سے بات کرو''۔

نزع کی حالت میں فرمایا: ''نماز۔ نماز۔ لونڈی غلام کے حقوق'' آخری لفظ جو آسمان کی طرف آنکھ اٹھا کر فرمائے یہ تھے ''اللھم بالرفیق الاعلیٰ''۔

مذکورہ مواد ان کتب سیرت سے لیا گیا ہے: الرحیق المختوم از صفی الرحمان مبارکپوری، سیرت النبی ﷺ از شبلی نعمانی، سیرت سید البشر ﷺ از پروفیسر غلام رسول چیمہ، رحمۃ للعالمین از سلیمان منصور پوری، اسوہ کامل از ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر، سیرت سرور عالم از ابوالاعلیٰ مودودی رحمہ اللہ، سیرت المصطفیٰ ﷺ از مولانا محمد ادریس کاندھلوی، الامین از محمد رفیق ڈوگر، سیرت ابن ہشام، ضیاء النبی ﷺ از محمد کرم شاہ الازہری، الروض الانف از ابوالقاسم عبدالرحمان بن عبداللہ السہیلی، اٹلس سیرت النبی ﷺ وغیرہ۔

Marfat.com

باب دوم

سیرت النبی ﷺ اور فکری وفقہی مسائل

(۱) الاسراء والمعراج (حقائق واسرار)

اللہ تعالیٰ نے دنیا میں کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام کو مبعوث فرمایا، ان انبیاء کرام کو ان کی قوم اور حالات زمانہ کے تقاضوں کے مطابق معجزات عنایت فرمائے، معجزہ اس مافوق الفطرت فعل کو کہتے ہیں جو خدا کی طرف سے کسی پیغمبر کے ہاتھوں اس کی تصدیق وتائید کے لیے صادر ہوتا ہے۔(۱) جیسے حضرت صالحؑ کو ایسی اونٹنی کا معجزہ دیا گیا جو پتھر سے نمودار ہوئی (۲) جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کے ہاتھ کا سفید ہونا (۳) عصا کا سانپ بننا (۴) پتھر سے بارہ چشموں کا نکلنا جیسے معجزات عنایت کیے گئے۔(۵) حضرت داوٗد علیہ السلام کے ہمراہ پہاڑ اور پرندے تسبیح کہتے (۶) اور آپؑ کے ہاتھوں میں لوہا نرم ہو جاتا تھا (۷) جنوں کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے مسخر کر دیا گیا (۸) وہ پرندوں کی زبان بھی سمجھتے تھے (۹) ہوا ان کے حکم کے مطابق اپنا رخ بدلتی تھی (۱۰) حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدائشی اندھے کو بینا کر دیتے اور برص کے مریض کو صحت یاب کر دیتے (۱۱) ہمارے پیغمبر خاتم الانبیاء محمد الرسول اللہ ﷺ کو سینکڑوں معجزات عنایت کیے گئے جن کا تفصیلی ذکر کتب حدیث اور کتب سیرت النبیؐ میں موجود ہے۔

علماء کرام نے اس موضوع پر مستقل کتابیں بھی تصنیف کی ہیں۔ آپؐ کے ان معجزات میں سے قرآن مجید بھی ایک عظیم الشان معجزہ ہے جس کا یہ چیلنج جنوں اور انسانوں کے لیے آج بھی موجود ہے:

﴿قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓی اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا﴾ (۱۲)

(کہہ دیجئے (اے رسول!) اگر جن وانسان قرآن جیسی عظیم کتاب کو لانے کے لیے جمع ہو جائیں تو قرآن جیسی کتاب بنا کر نہیں لا سکتے، اگرچہ ایک دوسرے کی امداد بھی کریں)۔

رسول اللہ ﷺ کے معجزات میں سے آپ کی انگلیوں سے پانی کا رواں ہونا (۱۳) حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے گھر معمولی کھانے کا صحابہ رضوان اللہ علیہم کے ایک جم غفیر کو کافی ہو جانا (۱۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق دودھ کے ایک پیالے کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کو سیراب کر دینا۔ (۱۵) انشقاق قمر (۱۶) ستون

Marfat.com

کا رونا (۱۷) بے دودھ بکری کا دودھ دینا (۱۸) حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھ کا شفایاب ہونا۔ (۱۹) اور اسی طرح کے کئی معجزات معروف ہیں، انہی معجزات میں سے ایک معجزہ اسراء و معراج بھی ہے، اسراء و معراج کا معجزہ شکوک وشبہات سے بالاتر ہے۔ قرآن مجید نے اسے بڑے اچھوتے اور نمایاں انداز میں بیان کیا ہے۔ اس کی روایات اس قدر متواتر ہیں کہ اسے پچیس سے زائد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بیان کیا ہے (۲۰) ہم اس کے متعلق جن مباحث کو بیان کرنا چاہتے ہیں ان کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ اسراء و معراج کی لغوی تشریح

۲۔ دونوں کا اطلاق

۳۔ سن وقوع اور اس کی تاریخ

۴۔ دونوں ایک ہی دفعہ ہوئے یا علیحدہ علیحدہ

۵۔ اسراء اور معراج جسمانی یا روحانی طور پر ہوئے یا خواب میں پیش آئے

۶۔ مقام کا تعین

۷۔ اسراء اور معراج میں پیش آمدہ واقعات کی تفصیل

۸۔ اسراء اور معراج کی حکمتیں

۹۔ اسراء و معراج کا پیغام

۱۔ اسراء و معراج کی لغوی تشریح:

اسراء کے لغوی معنی رات کو چلنے کے ہیں، چنانچہ مشہور لغوی ابن سکیت ''اسریٰ'' کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"یقال سریت من اللیل سریة وسریة وأسریتُ ایضاً" (۲۱)

(کہا جاتا ہے کہ میں رات کو چلا اس معنی کے لیے اسریت یعنی باب افعال بھی استعمال ہوتا ہے)

ابن منظور ''لسان العرب'' میں اس کی وضاحت کچھ ان الفاظ میں کرتے ہیں: سریت اور اسریت مجرد اور مزید فیہ دونوں کا ایک ہی معنی ہے اور دونوں کا اطلاق رات کے چلنے پر ہوتا ہے (۲۲)

نواب سید صدیق حسن خان قنوجی نے فتح البیان میں صراحت کی ہے کہ سَرَیٰ اور اَسرَیٰ (مجرد اور مزید فیہ) دونوں میں ہی لازم ہے۔ (۲۳)

ہمزہ تعدیہ کے لیے نہیں بلکہ اسے باء سے متعدی کرتے ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ﴾ (۲۴) نیز فرمایا ﴿فَأَسْرِ بِأَهْلِكَ﴾ (۲۵) قرآن مجید میں اس کی اور بھی بہت سی مثالیں موجود ہیں (۲۶) یہ واقعہ چونکہ رات کے وقت ظہور پذیر ہوا اس لیے اس کو لفظ ''اسراء'' سے ذکر کیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا﴾(۲۷)

(پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک لے گئی)

لفظ ''معراج'' عروج سے اسم آلہ ہے۔ عروج، عرج یعرج کا مصدر ہے۔ جس کے معنی ہیں چڑھنا(۲۸)۔ چنانچہ ابن حجر فرماتے ہیں "المعراجُ هو السلم" (معراج سیڑھی ہے) علامہ ابن ابی العز شارح عقیدہ طحاویہ فرماتے ہیں معراج عروج سے اسم آلہ ہے جو سیڑھی کے قائم مقام ہوتا ہے، اس کی کیفیت نامعلوم ہے، اس کی حیثیت دیگر مغیبات کی سی ہے، ہم اس پر ایمان لاتے ہیں اور اس کی کیفیت میں نہیں الجھتے (۲۹) رسول اللہ ﷺ نے خود یہ الفاظ ارشاد فرمائے ہیں: ﴿ثُمَّ عُرِجَ بِیْ اِلَی السَّمَآءِ﴾ (پھر مجھے آسمان کی طرف چڑھایا گیا) فتح الباری میں اس سے بھی واضح الفاظ ہیں:

﴿لما فرغت مما كان فی بيت المقدس اتی بالمعراج فلم أری شيئاً كان أحسن منه﴾(۳۰)

(جب میں بیت المقدس سے فارغ ہوا تو سیڑھی کو لایا گیا۔ میں نے اس سے خوبصورت کوئی چیز نہیں دیکھی)۔

۲۔ اسراء اور معراج کا اطلاق:

اسراء اور معراج علماء کے ہاں دو مختلف اصطلاحیں ہیں، مسجد حرام سے لے کر مسجد اقصیٰ تک کے زمینی سفر کو اسراء کہتے ہیں(۳۱) جب کہ معراج کا اطلاق آنحضرت ﷺ کے مسجد اقصیٰ سے لے کر ساتوں آسمانوں اور سدرۃ المنتہیٰ تک جانے پر کیا جاتا ہے۔ قرآن مجید نے اسراء کو سورۂ بنی اسرائیل میں اور معراج کو سورۂ نجم میں بیان فرمایا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح بخاری میں ہر دو کے الگ الگ باب باندھے ہیں (۳۲) ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری میں فرماتے ہیں:

﴿انما افرد كلا منهما بترجمة لان كلا منهما يشتمل على قصة مفرد وان كانا وقعا معا﴾(۳۳)

(امام بخاری نے ان میں سے ہر ایک کو الگ الگ تراجم میں ذکر کیا ہے۔ کیونکہ یہ الگ الگ قصہ پر مشتمل ہے اگرچہ دونوں کا وقوع اکٹھا ہوا ہے)۔

۳۔ سن وقوع اور اس کی تاریخ:

اس زمانے میں تاریخوں اور سالوں کو منضبط نہیں کیا جاتا تھا اور نہ کوئی خاص سن مروج تھا۔ کوئی

Marfat.com

بڑا واقعہ پیش آتا تو اس کی وجہ سے تاریخوں کا حساب کر لیتے تھے۔ جیسے عام الفیل اور حرب البسوس وغیرہ ہیں۔ ایسے حالات میں روایات کا اختلاف تعجب کا باعث نہیں ہے لیکن روایات کے اختلاف سے واقعہ کے وقوع کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔

قرآن مجید نے اس واقعہ کی تاریخ اس لیے بیان نہیں کی تھی کہ قرآن مجید تاریخ کی کتاب نہیں بلکہ وہ تو واقعات کو عبرت وموعظت کے لیے بیان کرتا ہے۔ قرآن مجید میں یہ واقعہ بیان ہوا ہے اس میں کسی شک کا ذرہ برابر بھی امکان نہیں ہے۔ اس واقعہ میں تاریخ کے اختلاف کا سبب یہ بھی ہے کہ صحابہ کرام ازخود کسی واقعہ کو شرعی تقریب نہ بناتے تھے جیسے عید اور حج وغیرہ۔ اس واقعہ کی تاریخ کی اس وقت ضرورت پڑی جب سیرت کی کتابوں کی تدوین ہونے لگی اور واقعات کو ترتیب سے بیان کرنا پڑا۔

قرآن مجید میں اس کی تاریخ کے متعلق کوئی صراحت نہیں ہے اور نہ احادیث نبوی ﷺ میں اس کے متعلق کوئی وضاحت ہے، اس وجہ سے علماء کرام کے اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں جن میں سے درج ذیل اقوال زیادہ معروف ہیں:

۱۔ ابن سعد نے واقدی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ واقعہ معراج ۱۷ر رمضان المبارک ۱۲ بعثت نبوی یعنی ہجرت سے ۱۸ ماہ پہلے پیش آیا (۳۴)۔

۲۔ ابن سعد ہی نے اسے ۱۷ر ربیع الاول ۱۲ بعثت نبوی ﷺ کا واقعہ قرار دیا ہے (۳۵)۔

۳۔ اسماعیل سدی سے بیہقی نے نقل کیا ہے کہ معراج کا واقعہ ہجرت سے ایک سال چار ماہ قبل شوال ۱۲ بعثت نبوی ﷺ میں پیش آیا (۳۶)۔

۴۔ مقاتل نے یہ واقعہ رجب میں ہجرت سے ایک سال قبل قرار دیا (۳۷)۔

۵۔ حربی نے اسے ۲۷ر ربیع الآخر ہجرت سے ایک سال قبل قرار دیا ہے (۳۸)۔

۶۔ قاضی عیاض نے بھی ایک سال پیشتر از ہجرت لکھا ہے (۳۹)۔

۷۔ ابن الجوزی نے ۲۷ر رجب ۱۲ بعثت نبوی کو اس کا وقوع پذیر ہونا قرار دیا ہے (۴۰)۔

۸۔ ابن عبدالبر اور ابن قتیبہ کے مطابق یہ واقعہ رجب ۱۲ بعثت نبوی کا ہے (۴۱)۔

۹۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس کے متعلق متعدد اقوال نقل کیے ہیں پھر حافظ عبدالغنی بن سرور مقدسی کی روایت نقل کی ہے جو کہ سنداً صحیح نہیں ہے کہ معراج ۲۷ر رجب کو ہوا (۴۲)۔

۱۰۔ حافظ ابن حجر نے اس کے متعلق دس سے زائد اقوال نقل کیے ہیں لیکن ان کی رائے کے مطابق رجب ۱۲ بعثت نبوی ہی راجح قول ہے (۴۳)۔

۱۱۔ جدید محققین میں سے قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری اور مولانا مودودی کی رائے کے مطابق بھی ۲۷ر رجب ۱۲ بعثت نبوی کو اسراء اور معراج ہوا (۴۴)۔

Marfat.com

مذکورۃ الصدر بیان کردہ دلائل سے یہی قول درست معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو اسراء اور معراج ۲۷ رجب ۱۲ بعثت نبوی ﷺ بمطابق ۵۲ ولادت نبوی کو ہوا۔

۴۔ دونوں ایک ہی دفعہ ہوئے یا علیحدہ علیحدہ:

قرآن مجید اور صحیح روایات کے مطابق اسراء اور معراج ایک ہی مرتبہ واقع ہوئے لیکن بعض علماء نے اس کے بارے میں اختلاف رائے کا اظہار کیا ہے۔ ان کا خیال یہ ہے کہ یہ دونوں علیحدہ علیحدہ واقع ہوئے۔ حالانکہ ان کی یہ رائے درست نہیں ہے۔

چنانچہ ابن کثیر "البدایہ والنہایہ" میں فرماتے ہیں کہ بعض نے اسراء کو بیداری میں اور معراج کو حالتِ نیند میں قرار دیا، مہلب ابن ابی صفرہ بخاری شریف کی شرح میں ایک گروہ سے نقل فرماتے ہیں کہ اسراء کا واقعہ دو دفعہ ہوا، ایک دفعہ نیند میں روح کے ساتھ اور دوسری دفعہ بیداری میں روح اور جسم کے ساتھ۔ حافظ ابوالقاسم سہیلی نے اپنے استاد ابوبکر ابن العربی الفقیہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ بعض علماء نے اسراء کو بیداری میں متعدد مرتبہ نقل کیا ہے یہاں تک کہ بعض نے اس کو چار مرتبہ ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ کچھ اسراء مکہ میں اور کچھ مدینہ منورہ میں واقع ہوئے اور شیخ ابوشامہ شہاب الدین نے روایات کے اس اختلاف کو جمع کرنے کی کوشش کی ہے اور ان کو تین اسراء قرار دیا ہے، ایک دفعہ براق پر صرف مکہ سے بیت المقدس اور دوسری دفعہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق بذریعہ براق مکہ سے آسمان تک اور تیسری دفعہ مکہ سے بیت المقدس اور پھر آسمانوں تک (۴۵)۔

حافظ ابن کثیر ہی نے اپنی تفسیر میں معراج اور اسراء کے متعدد ہونے کے متعلق یہ لکھا ہے:

﴿هذا بعيد جدا ولم ينقل هذا عن احدا من السلف ولو تعدد هذا التعدد لأخبر النبی ﷺ امته﴾ (۴۶)

(بعید از قیاس ہے اور سلف میں کسی سے یہ بات منقول نہیں، اگر یہ متعدد مرتبہ وقوع پذیر ہوتا تو حضور ﷺ اپنی امت کو ضرور بتاتے)۔

شارح عقیدہ طحاویہ مختلف اقوال نقل کر کے فرماتے ہیں:

﴿الذی علیه ائمة النقل ان الاسراء کان مرة واحدة بمکة﴾ (۴۷)

(ائمہ نقل، اسرا کو صرف ایک ہی مرتبہ مکہ میں قرار دیتے ہیں)۔

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے اس اختلاف کو نقل کر کے اس کے متعلق خوب تبصرہ فرمایا ہے:

﴿یا عجبا لهولاء الذین زعموا انه مرارا کیف ساغ لهم ان یظنوا انه فی کل مرة تفرض علیه الصلوة خمسین ثم یتردد بین ربه وبین موسی حتی

تصیر خمسا﴾ (۴۸)

(ان لوگوں پر تعجب ہے جو یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ واقعہ کئی دفعہ پیش آیا۔ یہ بات انھیں کیسے مناسب لگتی ہے وہ یہ خیال کریں کہ پیغمبر ﷺ پر ہر دفعہ پچاس نمازیں فرض کی جاتی تھیں پھر اپنے رب اور موسیٰ علیہ السلام کے درمیان پھر کر انھیں پانچ تک لے جاتے)۔

ان حقائق سے پتہ چلتا ہے کہ پیغمبر ﷺ کو اسراء اور معراج ایک ہی وقت میں اور ایک ہی دفعہ ہوئے۔

۵۔ اسراء و معراج جسمانی تھا یا روحانی یا محض خواب:

بعض نے اسراء اور معراج کو روحانی قرار دیا ہے، بعض نے اسے محض خواب گردانا ہے لیکن قرآن مجید اور احادیث سے یہ بات صراحتاً ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو اسراء اور معراج جسد اطہر کے ساتھ عالم بیداری میں ہوا جس کی تائید درج ذیل دلائل و براہین سے ہوتی ہے:

اولاً: قرآن مجید میں اسراء کے متعلق یہ الفاظ استعمال ہوئے ہیں ﴿ سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ﴾ عربی زبان میں سبحان کا لفظ کسی تعجب خیز معاملے پر استعمال ہوتا ہے، اگر یہ معاملہ عالم بیداری کا نہ ہوتا تو قرآن مجید جیسی فصیح و بلیغ کتاب میں اس واقعے کی ابتداء سبحان جیسے لفظ سے نہ کی جاتی۔

ثانیاً: اسی طرح قرآن مجید کا لفظ "عبد" بھی آپؐ کے جسمانی معراج پر دلالت کرتا ہے۔ لسان العرب میں ہے: العبد الانسان (۴۹) "عبد انسان ہوتا ہے" شرح عقیدہ طحاویہ میں ہے:

﴿العبد عبارة عن مجموعة الجسد والروح كما ان الانسان بمجموع الجسد والروح هذا هو المعروف عندالاطلاق وهو الصحيح فيكون الاسراء لهذا المجموع﴾ (۵۰)

("عبد" جسم اور روح کے مجموعے کا نام ہے، جس طرح انسان روح اور جسم کے مجموعے کا نام ہے یہی اطلاق کے لحاظ سے معروف ہے اور درست ہے کہ اسراء ان دونوں (جسم اور روح) کے مجموعہ سے ہوا۔)

ثالثاً: اگر یہ خواب کا واقعہ ہوتا یا محض روحانی ہوتا تو قریش کو اسے جھٹلانے کی ضرورت ہی نہ تھی۔

رابعاً: پیغمبر ﷺ سے جب بیت المقدس کے بارے میں قریش نے تفصیلات پوچھیں تو آپؐ بہت پریشان ہوئے۔ چنانچہ آپ ﷺ کے الفاظ:

﴿فكربت كربة ما كربت مثله﴾ (۵۱)

(مجھے اتنی پریشانی ہوئی کہ اتنی پریشانی کبھی نہ ہوئی تھی)۔

اگر یہ خواب کا واقعہ ہوتا تو حضور ﷺ کو پریشان ہونے کی کیا ضرورت تھی؟ آپ ﷺ صرف اتنا ارشاد

Marfat.com

فرمادیتے کہ خواب کا واقعہ ہے اور وہ مطمئن ہو جاتے۔

خامساً: خواب کا واقعہ قرار دینے کے لیے قرآن مجید کی آیت سے استدلال کیا جاتا ہے:

﴿وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِىْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ﴾ (۵۲)

(اور یہ رؤیا جو ہم نے آپ ﷺ کو دکھایا لوگوں کے لیے آزمائش ہے۔)

اس کی تفسیر کرتے ہوئے ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

﴿هی رويا عن اربها رسول الله ﷺ ليلة اسرى به﴾ (۵۳)

(اس رؤیا سے مراد پیغمبر ﷺ کا اسراء کی رات آنکھوں سے مشاہدہ ہے)۔

سادساً: موجودہ دور میں تو معراج جسمانی کی اور بھی تائید و تصدیق ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل دے کر اس سے جہاز تیار کروائے جن کے ذریعے وہ ایک ہی دن میں ہزاروں میل کی مسافت طے کر سکتا ہے پھر وہ اللہ جو زمانے کی ہر قید سے مُبرا ہے اپنے بندے کو بجسد عنصری حالت بیداری میں ایک ہی رات میں مکہ سے بیت المقدس اور پھر وہاں سے عالم بالا کی طرف عروج پر قادر کیوں نہیں ہے؟

سابعاً: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور محدثین عظام رحمۃ اللہ علیہم کی اکثریت رسول اللہ ﷺ کے جسمانی معراج کی نہ صرف قائل ہے بلکہ بڑے زوردار دلائل سے اس موقف کی تائید بھی کرتی ہے جن میں حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ، ابن حبان رضی اللہ عنہ، ابن حزم رحمہ اللہ، امام طحاوی رحمہ اللہ، خازن رحمہ اللہ، ابن کثیر رحمہ اللہ، ابن قیم رحمہ اللہ، شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ، نواب صدیق حسن خان رحمہ اللہ اور حافظ محمد ابراہیم میر رحمہ اللہ سیالکوٹی سرفہرست ہیں (۵۴)۔

۶۔ مقام کا تعین:

صحیحین کی روایات کے مطابق حضور ﷺ حطیم یا حجر میں استراحت فرماتھے (۵۵) صحیحین کی بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر ﷺ اپنے گھر میں تھے (۵۶) واقدی کی روایت کے مطابق آپ ﷺ شعب ابی طالب میں تھے (۵۷) مسند ابی یعلی اور معجم طبرانی کی روایت کے مطابق آپ ﷺ حضرت ام ہانیؓ کے گھر میں تھے (۵۸) لیکن حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ان تمام اقوال میں تطبیق یوں دیتے ہیں کہ آپ ﷺ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر میں استراحت فرماتھے جو کہ شعب ابی طالب میں ہے، آپ ﷺ کے گھر کی چھت کھولی گئی، گھر کی اضافت آپ کی طرف اس لیے ہے کہ آپ ﷺ وہاں قیام پذیر تھے، آپ ﷺ کا گھر وہاں تھا، فرشتہ آیا وہ آپ ﷺ کو گھر سے کعبہ میں لے گیا جبکہ آپ ﷺ غنودگی کی حالت میں تھے، وہاں سے جبرائیل علیہ السلام آپ ﷺ کو مسجد حرام کے دروازے کی طرف لائے اور براق پر سوار کر دیا (۵۹)۔

چنانچہ حافظ ابن حجر کی روایت ہی ہر لحاظ سے مناسب معلوم ہوتی ہے۔

Marfat.com

۷۔ اسراء اور معراج میں پیش آمدہ واقعات کی تفصیل:

قرآن مجید کی سورۂ بنی اسرائیل میں اسراء و معراج کا ذکر ان الفاظ میں ہے:

﴿سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ﴾ (۶۰)

(پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو رات کے وقت مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گئی تا کہ اسے اپنی آیات دکھائے بے شک وہی ہر چیز کو سنتا اور دیکھتا ہے)۔

اس سورۃ میں پھر بیان یوں ہے:

﴿وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِیْ أَرَیْنَاكَ إِلاَّ فِتْنَةً لِّلنَّاسِ﴾ (۶۱)

(جو منظر ہم نے آپ ﷺ کو دکھلایا وہ صرف اس لیے ہے تا کہ لوگوں کی آزمائش ہو جائے)۔

پھر اس کے بعد سورۂ النجم میں ہے:

﴿وَالنَّجْمِ إِذَا هَوٰى مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوٰى إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحٰى عَلَّمَهُ شَدِيدُ الْقُوٰى ذُو مِرَّةٍ فَاسْتَوٰى وَهُوَ بِالْأُفُقِ الْأَعْلٰى ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰى فَأَوْحٰى إِلٰى عَبْدِهِ مَا أَوْحٰى مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأٰى أَفَتُمَارُونَهُ عَلٰى مَا يَرٰى وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرٰى عِندَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى عِندَهَا جَنَّةُ الْمَأْوٰى إِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى لَقَدْ رَأٰى مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى﴾ (۶۲)

(قسم ہے ستارے کی جب وہ گرے تمھارا ساتھی بھٹکا ہے نہ بہکا، وہ اپنی خواہش سے بات نہیں کرتا، اس کی بات ایک پیغام ہے جو اس کو بھیجا جاتا ہے، اس کو سخت قوتوں والے (جبرائیل) نے سکھایا ہے پھر وہ سیدھا ہوا اور وہ اونچے کنارے پر تھا پھر وہ نزدیک ہوا اور مزید نزدیک ہوا اتنا کہ دو کمان یا اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا (جبرائیل اور آنحضرت ﷺ کے مابین) پھر اس نے اللہ کے بندے کو جو بتلانا تھا وہ بتلایا، رسولؐ اللہ کے دل نے جھٹلایا نہیں جو اس نے دیکھا کیا تم آپس میں اس کے متعلق جھگڑتے ہو جو اس نے دیکھا، اس نے اس کو ایک بار سدرۃ المنتہٰی کے پاس دیکھا اس کے پاس بہشت ہے جس وقت ڈھانک رکھا تھا بیری کو جس چیز نے ڈھانپ رکھا تھا نہ نظر بہکی نہ حد سے بڑھی بے شک

Marfat.com

پیغمبر نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں)۔
بیان کردہ آیات میں رؤیا سے مراد معراج کی رات آنحضرت ﷺ کا آنکھوں سے مشاہدہ ہے جیسا کہ ہم بروایت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ صحیح بخاری کے حوالے سے لکھ چکے ہیں (۶۳)۔
اب ﴿وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرَىٰ﴾ میں دوسری دفعہ دیکھنے سے مراد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اقوال کے مطابق حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں (۶۴)۔
کلمہ سبحان تنزیہ کے لیے آتا ہے، شروع کلام میں اس لیے آیا ہے کہ جن واقعات کا ذکر آئندہ آئے گا اللہ کی قدرت اور طاقت ان کو ظہور میں لانے سے عاجز نہیں ہے ﴿بَارَكْنَا حَوْلَهُ﴾ سے مراد اس کے قرب وجوار کے پھلدار درخت، رواں چشمے اور اس کے اردگرد انبیاء کرام پر وحی کا نازل ہونا اور ان سے معجزات کا صدور ہے۔
﴿مِنْ آيَاتِنَا﴾ سے مراد وہ نشانات ارضی ہیں جو بنی اسرائیل کے اقبال واد بار اور شرف و ذلت کی زندہ زبان ہیں اور وہ نشانات عظمیٰ بھی شامل ہیں جو آنحضرت ﷺ نے مسجد اقصیٰ سے عروج کے بعد ملکوت السموات والارض میں ملاحظہ فرمائے۔ ﴿لَقَدْ رَأَىٰ مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَىٰ﴾ کے تحت حضرت جبرائیل علیہ السلام کا خوبصورت اصل دیکھنا سدرۃ المنتہیٰ پر چھانے والے انوار قدسیہ کا بصورت تجلی یا جنت و دوزخ کا تفصیلی معائنہ ہے۔ ﴿مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَىٰ﴾ میں رسول اللہ ﷺ کے شوق دیدار اور مراعات حسن ادب کا ذکر ہے اور آنحضرت ﷺ کے ثبات و وقار اور تحمل واستعداد رویت کا ذکر ہے۔ ﴿مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَىٰ﴾ سے مراد آنحضرت ﷺ کے نظارہ پاک کو جملہ ظنون (جو آنکھ نے دیکھا) سے بالاتر سمجھنا ہے۔
حدیث میں اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ آنحضرت ﷺ گھر میں موجود تھے، جبرائیل علیہ السلام آپ ﷺ کو لے کر خانہ کعبہ میں آئے، آپ ﷺ کے سینۂ مبارک کو چاک کیا اور اسے زم زم کے پانی سے دھویا پھر اسے ایمان اور حکمت سے بھر کر بند کر دیا (۶۵)۔
پھر رسول اللہ ﷺ کو مسجد حرام سے باہر لائے اور آپ ﷺ کی سواری براق کو آپ ﷺ کے سامنے حاضر کیا گیا جو کہ گدھے سے بڑا اور خچر سے قدرے چھوٹا سفید رنگ کا جانور تھا جس کا ہر قدم حدِ نظر پر پڑتا تھا (۶۶) جب آپ ﷺ سوار ہونے لگے تو وہ تھوڑا بدکا، جبرائیل علیہ السلام نے اسے تھپکی دی اور مخاطب ہو کر کہا:
﴿الا تستحيى يابراق مما تصنع فوالله ماركبك عبدالله قبل محمد اكرم عليه منه قال فاستحى حتى ارفض عرقا﴾ (۶۷)
(اے براق! تو اپنی حرکت پر شرمسار نہیں ہوتا اللہ کی قسم محمد ﷺ رسول اللہ سے پہلے اللہ کے نزدیک اس سے زیادہ معزز تم پر سوار نہیں ہوا اس پر وہ شرمندہ ہو کر پسینے سے شرابور ہو گیا)۔
پھر آپ ﷺ اس پر سوار ہو کر حضرت جبرائیل علیہ السلام کی معیت میں روانہ ہوئے۔ آپ ﷺ کی پہلی منزل

مدینہ منورہ تھی جہاں آپ ﷺ نے سواری سے اتر کر نماز ادا کی، دوسری منزل مدین اور تیسری طورِ سینا تھی جہاں اللہ کریم حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہم کلام ہوئے تھے۔ چوتھی منزل بیت لحم تھی جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔ پانچویں منزل بیت المقدس تھی جہاں براق کا سفر ختم ہوا (۶۸)۔ اس سفر کے دوران کسی پکارنے والے نے پکارا کہ ادھر آؤ، آپ ﷺ نے توجہ نہ کی۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا وہ یہودیت کا داعی تھا۔ دوسری طرف سے آواز آئی کہ ادھر آؤ آپ ﷺ ادھر بھی متوجہ نہ ہوئے، جبرائیل علیہ السلام نے کہا یہ عیسائیت کا داعی تھا۔ اسی طرح نہایت ہی بنی سنوری عورت نظر آئی، آپ ﷺ نے اس کی طرف سے نظر پھیر لی۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا یہ دنیا تھی جو آپ ﷺ کو اپنی طرف مائل کرنا چاہتی تھی، اگر آپ ﷺ پہلے داعی کی طرف مائل ہو جاتے تو آپ ﷺ کی امت بھٹک جاتی، دوسرے کی طرف مائل ہوتے تو عیسائی ہو جاتی، تیسرے (دنیا) کی طرف جاتے تو آپ ﷺ کی امت کا رجحان دنیا کی طرف ہوتا (۶۹)۔

بیت المقدس میں اتر کر آپ ﷺ نے براق کو اسی جگہ باندھا جہاں کبھی دیگر انبیاء اپنی سواریاں باندھا کرتے تھے (۷۰)۔

پھر آپ ﷺ مسجد اقصیٰ میں داخل ہوئے جہاں وہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام بھی موجود تھے جو ابتدائے آفرینش سے اس وقت تک دنیا میں مبعوث ہوئے تھے۔ ان تمام کی امامت کے لیے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کو آگے بڑھایا تو آپ ﷺ نے امامت کے فرائض سرانجام دیئے (۷۱)۔ پھر آپ ﷺ کے سامنے پانی، دودھ اور شراب کے پیالے پیش کیے گئے آپ ﷺ نے دودھ کے پیالے کو پسند فرمایا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کو مبارک باد دی اور کہا کہ آپ ﷺ نے فطرت کو پسند کیا (۷۲) اس کے بعد ایک سیڑھی آپ ﷺ کے سامنے پیش کی گئی جس کے ذریعے حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ ﷺ کو آسمانوں کی طرف لے گئے (۷۳)۔

پہلے آسمان پر حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ علیک سلیک کے بعد آپ ﷺ نے کچھ لوگوں کو ان کے دائیں بائیں پایا، جب دائیں جانب نظر کرتے تو خوش ہوتے اور جب بائیں جانب دیکھتے تو روتے۔ آنحضرت ﷺ کے پوچھنے پر آپ ﷺ کو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ نسل آدم ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام نیک لوگوں کو دیکھ کر خوش ہوتے اور برے لوگوں کو دیکھ کر روتے تھے۔ (۷۴) پھر آپ ﷺ کو تفصیلی مشاہدہ کرنے کا موقع دیا گیا جس میں آپ ﷺ نے نیل اور فرات دونوں دریاؤں کو دیکھا اور آپ ﷺ کو حوضِ کوثر بھی دکھایا گیا (۷۵)۔ پھر آپ ﷺ نے دیکھا کہ کچھ لوگ کھیتی کاٹ رہے ہیں جتنی کاٹتے ہیں اتنی ہی بڑھتی جاتی ہے۔ آپ ﷺ کے استفسار پر بتایا گیا کہ یہ خدا کی راہ میں جہاد کرنے والے ہیں پھر آپ ﷺ نے دیکھا کہ کچھ لوگوں کے سر پتھروں سے کچلے جا رہے ہیں، پوچھنے پر آپ ﷺ کو اطلاع دی گئی کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کی سرگردانی انھیں نماز کے لیے اٹھنے نہ دیتی تھی۔ پھر آپ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ لکڑیوں کا گٹھا جمع کر کے

اٹھانے کی کوشش کرتا ہے اور وہ نہیں اٹھا سکتا تو اس میں اور لکڑیاں بڑھا لیتا ہے۔ آپ ﷺ نے پوچھا یہ کون احمق ہے؟ کہا گیا یہ وہ شخص ہے جس پر امانتوں اور ذمہ داریوں کا بوجھ اتنا تھا کہ اٹھا نہ سکتا تھا مگر ان کو کم کرنے کے بجائے اور زیادہ ذمے داریوں کا بار اپنے اوپر لادے جاتا تھا۔ پھر آپ ﷺ نے دیکھا کچھ لوگوں کی زبانیں اور ہونٹ قینچیوں سے کاٹے جارہے ہیں، پوچھنے پر بتایا گیا کہ یہ غیر ذمے دار مقرر ہیں جو بے تکلف زبان چلاتے اور فتنہ برپا کرتے ہیں اور خود بدعمل تھے ایک اور مقام پر کچھ لوگ تھے جو اپنا گوشت کاٹ کاٹ کر کھا رہے تھے۔ آپ ﷺ نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو دوسروں پر زبان طعن دراز کرتے تھے۔ ان لوگوں کے قریب کچھ اور لوگ تھے جن کے ناخن تانبے کے تھے اور وہ اپنے چہرے اور سینے نوچ رہے تھے۔ آپ ﷺ نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ آپ ﷺ کو بتایا گیا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کی پیٹھ پیچھے ان کی برائیاں کرتے تھے اور ان کی عزت پر حملے کرتے تھے۔ کچھ لوگوں کے ہونٹ اونٹوں کے مشابہ تھے اور وہ آگ نگل رہے تھے، جب آنحضور ﷺ نے ان کے بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ کو بتایا گیا کہ یہ وہ ظالم لوگ ہیں جو دنیا میں یتیموں کا مال کھاتے تھے پھر دیکھا کہ کچھ لوگ ہیں جن کے پیٹ بہت بڑے ہیں اور وہ سانپوں سے بھرے ہوئے ہیں، آنے جانے والے ان کو روندتے ہوئے گزرتے ہیں مگر وہ اپنی جگہ سے ہل نہ سکتے تھے۔ ان کے متعلق آپ ﷺ نے دریافت فرمایا تو آپ ﷺ کو بتایا گیا کہ یہ سود خور لوگ ہیں پھر کچھ اور لوگ نظر آئے جو ایک طرف بہترین گوشت چھوڑ کر دوسری طرف کا سڑا ہوا متعفن گوشت کھا رہے تھے پوچھنے پر بتایا گیا کہ وہ مرد اور عورتیں ہیں جنھوں نے اپنی حلال بیویوں اور شوہروں کے ہوتے ہوئے بھی حرام سے اپنی خواہشات نفس پوری کیں پھر دیکھا کہ کچھ عورتیں چھاتی کے بل لٹک رہی تھیں، پوچھا یہ کون ہیں؟ کہا گیا یہ وہ عورتیں ہیں جنھوں نے اپنے خاوندوں کے نام ایسے بچے منسوب کر دیئے جو ان کے نہ تھے(۷۶)۔ انہی مشاہدات کے دوران آپ ﷺ نے نہایت تُرش رُو فرشتے کو دیکھا جو آپ ﷺ کو دیکھ کر نہ ہنسا اور نہ مسکرایا۔ آپ ﷺ کے پوچھنے پر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ جہنم کا داروغہ مالک تھا پھر آپ ﷺ کو جہنم کا مشاہدہ کروایا گیا(۷۷) پھر دوسرے آسمان پر آپ ﷺ کی ملاقات حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ہوئی تیسرے آسمان پر حضرت یوسف علیہ السلام سے ملے چوتھے آسمان پر حضرت ادریس علیہ السلام اور پانچویں پر حضرت ہارونؑ، چھٹے پر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ساتویں پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملے جو ایک خوبصورت محل (بیت المعمور) کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بتایا کہ بیت المعمور میں روزانہ ۷۰ ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں جو ایک دفعہ عبادت کے لیے داخل ہوتے ہیں پھر وہ قیامت تک واپس نہیں لوٹتے، تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے ملاقات پر پہلے آسمان والے سوال وجواب اور علیک سلیک کا ذکر ہے(۷۸) پھر آپ ﷺ ساتوں آسمانوں کی سیر کے بعد سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے جس کے پتے ہاتھی کے کانوں جیسے تھے اور پھل ہجر کے مٹکوں جیسے تھے۔ یہ درخت رب العزت اور اس کی مخلوق کے درمیان حد فاصل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اسی مقام کے قریب آپ ﷺ

Marfat.com

کو جنت کا مشاہدہ کروایا گیا (۷۹)۔

سدرۃ المنتہیٰ پر حضرت جبرائیل علیہ السلام ٹھہر گئے، حضور ﷺ تنہا آگے بڑھے اور اللہ کریم کی ہم کلامی کا شرف حاصل کیا، وہاں جو باتیں ارشاد ہوئیں ان میں سے چند یہ ہیں:

۱۔ ہر روز پچاس (۵۰) نمازیں فرض کی گئیں۔

۲۔ سورۂ بقرہ کی آخری دو آیات عطا کی گئیں۔

۳۔ شرک کے سوا سب گناہوں کی بخشش کا امکان ظاہر کیا گیا۔

۴۔ جو شخص نیکی کا ارادہ کرتا ہے اس کے حق میں ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور جب وہ عمل کرتا ہے اس کے نامۂ اعمال میں دس نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں، برائی کے ارادے پر کچھ نہیں لکھا جاتا لیکن عمل کرنے پر صرف ایک ہی برائی لکھی جاتی ہے (۸۰)۔

پیشی خداوندی سے واپسی پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اصرار پر اللہ تعالیٰ سے نمازوں کی تعداد میں کمی کرنے کے متعلق کہا۔ آپ ﷺ بار بار اوپر جاتے رہے یہاں تک کہ پانچ نمازیں باقی رہ گئیں اور آخر میں حضور ﷺ نے فرمایا: ﴿استحییت من ربی﴾ (مجھے اپنے رب سے شرم آتی ہے) (۸۱)۔ ادھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد فرمایا گیا کہ وہ تعداد میں پانچ ہیں اور ثواب میں پچاس ہوں گی (۸۲)۔ اس کے بعد آپ ﷺ مکہ مکرمہ میں واپس تشریف لے آئے اور آپ ﷺ نے لوگوں کے سامنے اپنے مشاہدات بتائے تو قریش کے لوگوں نے آپ ﷺ کو یکسر جھٹلا دیا۔ بیت المقدس کے بارے میں پوچھنے پر اللہ تعالیٰ نے سارے پردے ہٹا کر بیت المقدس آپ ﷺ کی آنکھوں کے سامنے کر دیا۔ چنانچہ آپ ﷺ بیت المقدس کو دیکھ کر قریش کے سوالوں کے جوابات دیتے گئے (۸۳) اسی اثناء میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو آپ رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی من وعن تصدیق فرما کر صدیق کا لقب حاصل کیا (۸۴)۔

۸۔ اسراء اور معراج میں حکمتیں:

۱۔ اسراء اور معراج حضور ﷺ کی عزت افزائی کا باعث ہوا تاکہ طائف میں لگے ہوئے زخم مندمل ہو جائیں اور اس موقع پر ہونے والی توہین اور ناقدری کی تلافی ہو جائے جہاں حضور ﷺ نے اپنے عجز وانکسار کا اظہار اللہ کے سامنے ان الفاظ میں فرمایا تھا:

﴿اللهم اليك اشكو، ضعف قوتي وقلة حيلتي وهواني على الناس ياارحم الراحمين، أنت رَبُّ المستضعفين وانت ربي، الى من تكلني إلى بعيدٍ يَتَجهمني ام الى عَدُوٍّ ملكته أمرى ان لم يكن بك عَلَيَّ غضبٌ فلا أُبالي، ولكن عافيتك هي اوسَعُ لي، أعوذُ بنورِ وجهك الَّذِيْ أشرقَتْ له الظلمات

Marfat.com

وصلح علیه امرُ الدنیا والآخرۃ من ان تنزل بی غضبك اویحل علیّ سخطُك لك العتبی حتی ترضی ، ولاحول ولاقوۃ الابك﴾(۸۵)

(یاالٰہی! میں تجھ ہی سے اپنی کمزوری و بے بسی اور لوگوں کے نزدیک اپنی بے قدری کا شکوہ کرتا ہوں۔ یاارحم الراحمین! تو کمزوروں کا رب ہے اور تو ہی میرا بھی رب ہے۔ تو مجھے کس کے حوالے کر رہا ہے؟ کیا کسی بیگانے کے جو میرے ساتھ تندی سے پیش آئے یا کسی دشمن کے جس کو تو نے میرے معاملے کا مالک بنا دیا ہے؟ اگر مجھ پر تیرا غضب نہیں ہے تو مجھے کوئی پروا نہیں، لیکن تیری عافیت میرے لیے زیادہ کشادہ ہے میں تیرے چہرے کے اس نور کی پناہ چاہتا ہوں جس سے تاریکیاں روشن ہو گئیں اور جس پر دنیا اور آخرت کے معاملات درست ہوئے کہ تو مجھ پر اپنا غضب نازل کرے، یا تیرا عتاب مجھ پر وارد ہو۔ تیری ہی رضا مطلوب ہے یہاں تک کہ تو خوش ہو جائے اور تیرے بغیر کوئی زور اور طاقت نہیں)۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بات ثابت کی کہ آپ ﷺ بنی اسرائیل اور قریش کے بیک وقت نبی ہیں اور مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ کے امام ہیں۔

۳۔ آپ ﷺ کا تمام انبیاء علیہم السلام کو امامت کرانا آپ ﷺ کے پیغام کی آفاقیت، آپ ﷺ کی امامت کی ابدیت اور طبقہ انسانیت کے لیے اس کی تعلیمات کی ہمہ گیری کی واضح دلیل تھی۔

۴۔ آپ ﷺ کی امامت وقیادت کا بیان آپ ﷺ کی اس امت کے اصل مقام اور پیغام ودعوت اور مخصوص کردار کی پردہ کشائی کرتا ہے جو امتِ محمدیہ ﷺ کو اس دنیا اور عالمی برادری میں انجام دینا ہے۔

پرے ہے چرخ نیلی فام سے منزل مسلماں کی
ستارے جس کی گردراہ ہوں وہ کارواں تم ہو (۸۶)

۵۔ اللہ تعالیٰ کا رسول اللہ ﷺ کو آسمانوں کی براہِ راست سیر کرانے کی بجائے بیت المقدس لے جانا اس بات کی دلیل تھی کہ بنی اسرائیل اور بیت المقدس جو عرصہ دراز تک مہبط وحی رہے اب بنی اسرائیل کو ان کی کوتاہیوں کی وجہ سے اس انعام خداوندی سے محروم کر دیا گیا اور روحانی اور دنیاوی سیادت وقیادت (بنو اسحاق) بنی اسرائیل کے بجائے بنو اسماعیل کو منتقل ہو گئی جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے:

﴿اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ط وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾(۸۷)

(ابراہیم کے مقرب لوگوں میں وہ لوگ تھے جنھوں نے ان کی پیروی کی اور اب یہ نبی ﷺ اور اس کے ماننے والے ہیں، اللہ صرف انھیں کا حامی اور مددگار ہے جو مومن ہیں)۔

۶۔ انبیاء علیہم السلام کی امامت کرانا اس میثاق کی تکمیل تھی جس کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا:

Marfat.com

﴿وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِكُمْ اِصْرِیْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ﴾ (۸۸)

(جب اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے عہد لیا جو کتاب وحکمت کی باتیں میں نے تمھیں دی ہیں پھر تمھارے پاس کوئی رسول آئے جو تمھاری اس تعلیم کی تصدیق کرتا ہو جو تمھارے پاس ہے تو اس کی بات کو ضرور مان لینا اور اس کی تصدیق کرنا، یہ ارشاد فرما کر اللہ نے پوچھا کیا تم اقرار کرتے ہو؟ اور اس پر میری طرف سے عہد کی بھاری ذمے داری اٹھاتے ہو انھوں نے کہا ہم اقرار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم گواہ رہو اور میں بھی تمھارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں)۔

۷۔ یہ رسول اللہ ﷺ کی نبوت کی تکمیل اور ختم نبوت کی طرف بھی اشارہ تھا جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿ان مثلی ومثل الانبیاء من قبلی کمثل رجل بنی بیتا فاحسنه واجمله الا موضع لبنة من زاویة فجعل الناس یطوفون ویتعجبون له ویقولون هلا وضعت هذه اللبنة قال: فانا اللبنة وانا خاتم النبیین﴾ (۸۹)

(میری اور مجھ سے قبل انبیاء علیہم السلام کی مثال ایک آدمی جیسی ہے جس نے گھر بنایا ہو جو بڑا خوبصورت تھا لیکن اس کے ایک کونے میں ایک اینٹ کی کمی رہ گئی لوگ اس کے گرد پھرتے اور خوش ہوتے اور کہتے کاش یہ اینٹ لگ جائے پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں وہ اینٹ ہوں اور آخری نبی ہوں)۔

۸۔ فرات اور نیل کے مشاہدے کا مقصود یہ تھا کہ آپ ﷺ کی دعوت ان مقامات تک بھی پہنچے گی۔

۹۔ ہر نبی نے ملاقات پر حضور ﷺ کو مرحبا کہا اور محبت کے الفاظ کہے جس سے معلوم ہوا کہ انبیاء کی جماعت اس دنیوی بغض وحسد سے پاک ہوتی ہے اور ان کا آپس میں قرب ہوتا ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

﴿اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ﴾ (۹۰)

(پیغمبر اس چیز پر ایمان لایا جو اس کے رب کی طرف سے اس پر اتاری گئی اور ایمان لائے مومن، ہر ایک ایمان لایا اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور رسولوں پر، ہم رسولوں میں سے کسی پیغمبر میں فرق نہیں کرتے)۔

۱۰۔ آپ ﷺ کے دودھ کے پسند کرنے سے اسلام کا دین فطرت ہونا معلوم ہوا، صحیح ابن حبان کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

Marfat.com

﴿هذه الفطرة التی انت علیها و امتك﴾(۹۱)
(یہ وہ فطرت ہے جس پر آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی امت ہے)۔

۱۱۔ معراج کے ذریعے آپ ﷺ کی عظمت کا تمام کائنات سے اعتراف کرانا مقصود تھا۔

۱۲۔ معراج کے ذریعے آنحضرت ﷺ نے امت مسلمہ کو جدید علوم وافکار کے حصول کی رہنمائی کے اشارات دیئے بقول اقبال:

سبق ملا یہ ہے معراجِ مصطفیٰ سے مجھے
کہ عالمِ بشریت کی زد میں ہے گردوں (۹۲)

۱۳۔ معراج کے واقعہ سے یہ مستنبط ہوتا ہے کہ تمام انبیاء ورسل بارگاہِ رب العزت میں بہت مؤدب اوراطاعت شعار ہوتے ہیں جیسا کہ حضور ﷺ کے الفاظ: "استحییت من ربی" سے اندازہ ہوتا ہے:

ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں (۹۳)

۱۴۔ آنحضرت ﷺ کے بیت المقدس تشریف لے جانے سے بیت المقدس کی اسلام میں اہمیت کا پتہ چلتا ہے، وہ قبلہ اول بھی ہے اس لیے اس کے حصول کے لیے ہر قربانی دینا مسلمانوں کا فرض ہے۔

۱۵۔ عقل انسانی معجزات انبیاء کے مقابلے میں زیادہ درماندہ اور کوتاہ ہے، مغیبات خداوندی، اسرارِ الٰہی، وحی کے اعجاز اور معجزات اس کے تابع نہیں ہیں اور نہ تنہا عقل ان کا احاطہ کرسکتی ہے اس لیے عقل کے مشورہ کے بغیر ان پر ایمان لانا چاہیے۔

بقول اقبال:

اچھا ہے دل کے ساتھ رہے پاسبانِ عقل
لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ دے (۹۴)

بلکہ

گزر جا عقل سے آگے کہ یہ نور
چراغِ راہ ہے منزل نہیں ہے (۹۵)

عقل کی قرآن وسنت نے تعریف کی ہے، تمام کاموں میں عقل وشعور سے کام لینا چاہیے۔ عقل سے سائنس کی بے شمار ایجادات ظہور پذیر ہوتی ہیں لیکن یہ بات مسلّم ہے کہ عقل مخلوق ہے اور نہ ہی اس کا میدان اتنا وسیع ہے کہ وہ وحی کے معاملات کا احاطہ کرسکے۔ قرآن وحدیث سے ثابت شدہ چیزوں کو ماننا ہی عقل مندی اور دانائی ہے بلکہ معجزات اور واردات وحی کے بارے میں تو عقل کی رہنمائی سے کنارہ کرکے فرمودات الٰہی پر کاربند ہونا ہی دانش مندی ہے۔

Marfat.com

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے محوِ تماشۂ لبِ بام ابھی (۹۶)

اگر عقل کے پیچھے لگ کر معجزات سے انکار کر دیا جائے تو ایمان ضائع ہو جائے گا۔ اقبال نے درست فرمایا تھا:

خرد سے راہرو روشن بصر ہے
خرد کیا ہے؟ چراغِ راہ گزر ہے
درونِ خانہ ہنگامے ہیں کیا کیا
چراغِ راہ گزر کو کیا خبر ہے (۹۷)

درون خانہ ہنگامے ہی دراصل اخبارِ غیب، اسرارِ الٰہی اور معجزات ہیں۔ ان اندرون خانہ ہنگاموں سے وحی کے ذریعے آگاہی ہوتی ہے اور وحی قرآن مجید ہے اور حدیث رسول ﷺ ہے، ان اندرون خانہ ہنگاموں کو سمجھنے کے لیے عقل سے کام لیں گے تو گمراہی مقدر ہوگی، محض عقل ابوجہل بناتی ہے اور عقل کے ساتھ محبت اور جنون صدیق رضی اللہ عنہ بناتے ہیں۔ اخبارِ وحی میں جہاں عقل متردد ہوتی ہے وہاں عشق اور محبت کام آتے ہیں۔ محبت کا تقاضا ہے کہ محبوب کی ہر ادا پر جان قربان کرے، اس کے ہر حکم پر عقل سے مشورہ کے بغیر قربان ہو جائے۔ قرآن کے اس ارشاد کا یہی مطلب ہے:

﴿وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ﴾ (۹۸)

(وہ لوگ جو صحیح معنوں میں مومن ہیں انھیں شدید ترین محبت اللہ کے ساتھ ہوتی ہے)۔

۱۶۔ اللہ کی راہ میں مصائب و آلام کو برداشت کرنا ہر ایک کو نصیب نہیں ہوتا۔ اس کی راہ میں عاجزی اور بے بسی ہی دراصل کامیابی اور عروج کا زینہ ہے۔

۱۷۔ آنحضور ﷺ کو وہ چیزیں دِکھائیں جن کی وہ دعوت دیتے تھے۔ جنت پر ایمان لانے کی دعوت دیتے تھے۔ چنانچہ جنت کا مشاہدہ کرایا گیا۔ رسولوں پر ایمان لانے کی دعوت دیتے تھے اللہ تعالیٰ نے سابقہ انبیاء سے ملاقات کا اہتمام فرما دیا۔ فرشتوں پر ایمان کی دعوت دیتے تھے، لہٰذا اس موقع پر ملائکہ کے فرائض اور اس کائنات میں ان کے مقام سے آگاہ فرمایا۔ اللہ پر ایمان کی دعوت دیتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اپنی تجلیات اور قدرت کے نشان دکھائے۔ جیسا کہ فرمایا:

﴿لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا﴾ (۹۹)

(تاکہ اسے اپنی نشانیاں دکھائیں)

۱۸۔ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو اپنی قدرت کے لیے مظاہر دِکھاتا ہے جو ان کے دلوں کو مضبوط بنا دیتے ہیں اور ان کے دلوں میں پورا اعتماد اور اللہ تعالیٰ پر استناد پیدا کر دیتے ہیں۔ کیونکہ انھیں کافروں اور

سلاطین کی قوت کا مقابلہ کرنا ہوتا ہے۔
آنحضرت ﷺ کو اسلام کے جدید مرحلے کے لیے تیار کیا گیا۔ یہ مرحلہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملتا جلتا ہے جس میں موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کی بڑی نشانیاں دیکھیں۔ وہ فرعون سے مقابلے کا مرحلہ تھا، چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

﴿وَمَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ يٰمُوْسٰى قَالَ هِيَ عَصَايَ اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِيْ وَلِيَ فِيْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰى قَالَ اَلْقِهَا يٰمُوْسٰى فَاَلْقٰهَا فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ سَنُعِيْدُهَا سِيْرَتَهَا الْاُوْلٰى وَاضْمُمْ يَدَكَ اِلٰى جَنَاحِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ اٰيَةً اُخْرٰى لِنُرِيَكَ مِنْ اٰيٰتِنَا الْكُبْرٰى﴾ (۱۰۰)

(اور یہ کیا ہے تیرے داہنے ہاتھ میں اے موسیٰ، بولا یہ میری لاٹھی ہے۔ اس پر ٹیک لگاتا ہوں اور پتے جھاڑتا ہوں اپنی بکریوں کے لیے اور بھی بہت سے کام ہیں جو اس سے لیتا ہوں۔ فرمایا پھینک دے اس کو موسیٰ (علیہ السلام) اس نے اسے پھینک دیا تھا اور وہ ایک سانپ تھا جو دوڑ رہا تھا۔ فرمایا پکڑ لے اس کو اور ڈر نہیں۔ ہم اسے پھر ویسا ہی کر دیں گے جیسی یہ تھی اور ذرا اپنا ہاتھ اپنی بغل میں دبا۔ چمکتا ہوا نکلے گا بغیر کسی تکلیف کے، یہ دوسری نشانی ہے۔ اس لیے کہ ہم تجھے اپنی بڑی نشانیاں دکھانے والے ہیں)۔

اور جب ان کا دل اس نظارے کے دیکھنے سے تعجب سے بھر گیا تو ارشاد فرمایا کہ:

﴿اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى﴾ (۱۰۱)

(اب تو فرعون کے پاس جا وہ سرکش ہو گیا ہے)۔

اس رؤیت کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون جیسے جابر کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ صرف اس کا ہی نہیں زمین کی ہر سرکش قوت کا مقابلہ کرنے کے لیے مستعد ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ بھی معراج کے بعد ہجرت اور پھر اس کے بعد ہر قسم کی طاقت کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار تھے۔ آیات کبریٰ کی رویت دراصل اس بات کی تمہید تھی کہ آپ ﷺ اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین کی قلیل تعداد کے ساتھ پوری دنیا کا مقابلہ کریں گے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے سورۂ نجم کی ابتداء میں فرمایا:

﴿لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى﴾ (۱۰۲)

(انھوں نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں۔)

اسریٰ اور معراج سے مطلوب حضور ﷺ کو قدرت کے نظارے دکھانا تھا البتہ حضرت محمد ﷺ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام میں یہ فرق تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کو شروع سے قدرت کا نظارہ دکھایا اور حضور ﷺ کو بارہ سال بعد

Marfat.com

۔اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلے پیغمبروں کو معجزات اس لیے دیئے جاتے تھے کہ دشمنوں کے اعتراضات کی صورت میں ان کے لیے مددگار ثابت ہوں لیکن حضور ﷺ کی سیرت طیبہ اس سے بالاتر ہے کیونکہ قرآن مجید نے شروع ہی سے دشمنوں کو قائل کرنے کی کوشش کی اور معجزات تو صرف حضور ﷺ کی تکریم کے لیے دیئے گئے۔

۱۹۔ واقعہ اسراء کو لفظ سبحان سے اس لیے شروع فرمایا کہ کوئی کوتاہ نظر اس کو ناممکن اور محال نہ سمجھے۔ اللہ تعالیٰ ہر ضعف اور عجز سے پاک اور مبرا ہے۔ ہماری ناقص عقلیں اگرچہ کسی شے کو مستبعد اور عجیب خیال کریں مگر خدا کی لامحدود قدرت اور مشیت کے سامنے کوئی امر مشکل نہیں۔

۲۰۔ اللہ تعالیٰ کے اس لفظ سبحان سے ابتدا فرمانے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی معمولی واقعہ نہیں بلکہ تاریخ کا ایک عظیم الشان واقعہ اور بہت بڑا معجزہ ہے۔

۲۱۔ اس مقام پر عبدہ کا لفظ آپ ﷺ کی شان عبدیت کا اظہار کرتا ہے۔ شان نبوت ورسالت کا ذکر نہیں ہے ﴿أَسْرٰی بِعَبْدِہٖ ﴾ فرمایا۔ ﴿اسری بنبیه ورسوله﴾ نہیں فرمایا۔ اس لیے کہ سیر الی اللہ کے لیے وصف عبدیت ہی مناسب ہے۔ بندہ سب کو چھوڑ کر اللہ کی طرف جا رہا ہے اور نبوت اور رسالت خدا کی طرف سے بندوں کی طرف آنے کو کہتے ہیں۔

۲۲۔ عبد کا لفظ اس لیے بھی استعمال فرمایا کہ معراج آسمانی کی وجہ سے نصاریٰ کی طرح ہم بھی آپ کو خدا نہ سمجھ بیٹھیں۔

۲۳۔ رات کو لے جانا اس لیے پسند کیا کہ رات تنہائی اور خلوت کا وقت ہوتا ہے اور اس وقت بلانا مزید تقرب اور اختصاصِ خاص کی دلیل ہے۔ اس وجہ سے قیام اللیل اور تہجد کی فضیلت قرآن مجید اور احادیث میں آتی ہے:

﴿وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ عَسٰى أَن يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَاماً مَّحْمُوْدًا﴾ (۱۰۳)

(اور کچھ رات جاگتا رہ قرآن کے ساتھ، یہ زیادتی ہے تیرے لیے قریب ہے کہ کھڑا کر دے تجھ کو تیرا رب مقامِ محمود میں)۔

﴿اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْاً وَّاَقْوَمُ قِيْلاً ﴾ (۱۰۴)

(درحقیقت رات کا اٹھنا نفس پر قابو پانے کے لیے بہت کارگر اور قرآن ٹھیک پڑھنے کے لیے زیادہ موزوں ہے)۔

﴿ كَانُوْا قَلِيْلاً مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ﴾ (۱۰۵)

(راتوں کو کم ہی سوتے تھے۔ پھر وہی رات کے پچھلے پہروں میں معافی مانگتے تھے)۔

Marfat.com

﴿وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا﴾ (۱۰۶)

(جو اپنے رب کے حضور سجدے اور قیام میں راتیں گزارتے ہیں)۔

﴿يَآ اَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ اللَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا﴾ (۱۰۷)

(اے چادر لپیٹ کر سونے والے رات کو نماز میں کھڑے رہا کرو مگر کم)۔

۲۴۔ انبیاء کرام سے ملاقات میں کئی اسرار تھے۔بعض نے کہا ہے مختلف آسمانوں میں اختصاص درجات کی بنا پر ملاقات کی، اور پھر بعض انبیاء کرام کے واقعات آنحضرت ﷺ سے ملتے جلتے تھے۔

پہلے آسمان میں حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔آپ اول الانبیاء اور ابوالبشر تھے۔ان سے پہلے ہی ملاقات آپ ﷺ کی ہجرت کی طرف اشارہ تھا۔حضرت آدم علیہ السلام نے ایک دشمن کی وجہ سے جنت سے ہجرت کی۔اسی طرح آنحضرت ﷺ بھی دشمنوں کی وجہ سے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائیں گے، دونوں کو اپنا اصل چھوڑنے میں مشقت اور کراہت تھی اور آخر میں دونوں نے اپنے اصل کی طرف لوٹ جانا تھا۔

دوسرے آسمان پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام آنحضرت ﷺ سے ملیں گے اور شفاعت کبریٰ کی سفارش کریں گے۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خالہ زاد بھائی تھے، ان دونوں کو یہود نے تکالیف پہنچائیں۔آنحضرت ﷺ کو بھی یہود کے ہاتھوں دکھ سہنے پڑے۔آپ ﷺ کے قتل کے درپے ہوئے اور آپ ﷺ کو زہر آلود بکری کا گوشت کھلایا۔آنحضرت ﷺ پر چٹان گرانا چاہتے تھے (۱۰۸) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ان کے شر سے بچایا اور اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو بھی اسی طرح بچائے گا۔

تیسرے آسمان پر حضرت یوسف علیہ السلام سے ملاقات کی۔کیونکہ آپ علیہ السلام کی امت انہی کی صورت میں جنت میں داخل ہوگی۔یوسف علیہ السلام سے ملاقات میں یہ بھی حکمت تھی کہ جس طرح ان کو ان کے بھائیوں نے تکالیف پہنچائیں، آپ ﷺ کو بھی آپؐ کے رشتے دار اور قریبی لوگ تکلیف پہنچائیں گے اور مکہ مکرمہ سے نکالیں گے جیسے ان کے بھائیوں نے ان کو نکالا تھا۔اور انجام کار آپ ﷺ بھی غالب آجائیں گے جس طرح یوسف علیہ السلام غالب آ گئے تھے۔

فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ نے وہی بات کہی جو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہی تھی:

﴿لاتثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم وھو ارحم الراحمین اذھبوا فانتم الطلقاء ای العتقاء﴾

(آج تم پر کوئی زیادتی نہیں ہوگی اللہ آپ کو معاف کرنے والا والا بڑا رحیم ہے جاؤ آج تم آزاد ہو)۔

اس سے پہلے جنگ بدر میں آنحضرت ﷺ نے اپنے اقارب کو قیدی بنایا۔بعض کو خود چھوڑا بعض کو فدیہ قبول فرما کر رہائی دی۔

چوتھے آسمان میں حضرت ادریس علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ حضرت ادریس علیہ السلام کی منزل اللہ کے ہاں بہت بلند تھی۔ قرآن مجید میں ﴿ وَرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ﴾ (۱۰۹) آیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان سے ملاقات میں یہ حکمت تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ملوک وسلاطین کو دعوتِ اسلام کے خطوط روانہ فرمائیں گے۔ کیونکہ خط وکتابت کے اول موجد ادریس علیہ السلام تھے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی قیصرِ روم اور کسریٰ وغیرہ سب کو خطوط بھیجے۔ پھر ان میں سے بعض کو اللہ تعالیٰ نے اسلام قبول کرنے کی توفیق دے دی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اتنا رعب تھا کہ کسریٰ وقیصر کی حکومتیں کانپتی تھیں۔

پانچویں آسمان پر حضرت ہارون علیہ السلام سے ملاقات ہوئی جس طرح ان کے احکام وارشادات پر عمل نہ کرے گا اور سامری پرستوں نے ارتداد کی وجہ سے قتل کی سزا پائی، اسی طرح کفارِ قریش میں سے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کر کے بدر میں ستر سردار قتل ہوئے اور ستر قید ہوئے اور آخر میں حضرت ہارون علیہ السلام کی قوم بھی ان سے محبت کرنے لگی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ان کی قوم محبت کرنے لگی۔ یہ موسیٰ علیہ السلام سے درجہ میں نیچے تھے اس لیے ان سے نچلے آسمان پر ملاقات کی۔

چھٹے آسمان میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، ان کو بھی ان کی قوم نے بہت ایذائیں دیں جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی قوم نے ایذائیں دیں، وہ بھی ایک جابر کا مقابلہ کرتے رہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی جابروں سے مقابلہ ہوا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام فاتح کی حیثیت سے اپنے ملک میں داخل ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے مولد مکہ میں فاتحانہ شان سے داخل ہوئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ملک شام میں جابر لوگوں سے قتال کیا اور اللہ نے ان کو فتح دی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک میں تشریف لے گئے دومۃ الجندل کے رئیس جریر نے جزیہ دے کر صلح کر لی اور ملک شام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد حضرت یوشع علیہ السلام کے ہاتھ فتح ہوا۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں پورا شام فتح ہوا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ساتویں آسمان پر ملاقات کی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جدِ اعلیٰ تھے۔ اللہ کے قرب سے قبل ان کا قرب ضروری تھا۔ خلیل کا مقام بھی کافی بلند ہے۔ پھر حبیب کا مقام خلیل سے بھی بڑھ کر ہوتا ہے۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے بھی آگے گئے۔ ان کے ساتھ ساتویں آسمان پر ملاقات میں ایک لطیف اشارہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سات ہجری میں بیت اللہ کی زیارت کرنے کا تھا اور اس آخری ملاقات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حجۃ الوداع کا بھی اشارہ تھا (۱۱۰)۔

۲۵۔ تمام انبیاء ورسل کی ملاقات میں یہ حکمت بھی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسماعیل علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام، اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی تعلیمات کے حامل بھی ہیں اور ان کو نشر کرنے والے بھی ہیں۔

Marfat.com

۲۶۔ مسجد اقصیٰ میں آپ ﷺ کا جانا اس وجہ سے تھا کہ وہ بہت سے نبیوں کا مستقر اور قبلہ تھا، گویا عالم ملکوت کی طرف رجحان کا ایک درجہ تھا۔ آنحضرت ﷺ کی نبیوں سے ملاقات میں ایک حکمت اللہ کے لحاظ سے ان کا ایک رابطہ بھی تھا۔

۲۷۔ واقعۂ معراج سے یہ بھی معلوم ہوا کہ انبیاء میں بالکل ہی اختلاف نہیں ہوتا جو اختلاف بعد میں رونما ہوا وہ سب محرفین کا ایجاد کردہ اور خود ساختہ ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام تعلیم الٰہی سے سرمو انحراف نہیں کرتے۔ وحی کے ادیان میں بتوں کی پوجا نہیں کی جاتی۔ بت پرستی، قبر پرستی اور شخصیت پرستی ایجاد بندہ ہیں۔ بعض محدثات جو استعمار نے اپنے مقاصد کے لیے پیدا کیں جیسے بہائیت اور قادیانیت کا دین سے کوئی تعلق نہیں۔

۲۸۔ نماز کا آسمانوں پر فرض کیا جانا معراج کی مانند ہے جو انسان کو بلندی تک لے جاتی ہے۔ جس طرح خواہشات انسانوں کو تباہ کر کے قعر مذلت میں گراتی ہیں۔ اگر نماز انسان کو بلند نہیں کرتی تو وہ نماز ہی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس عبادت کو زمین پر فرض نہیں کیا بلکہ آسمانوں پر بلا کر اس فریضے کی ذمے داری براہِ راست سونپی۔ جس سے نماز کی اہمیت کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

۲۹۔ نظامِ کائنات اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ جب چاہے اس کو معطل فرما سکتا ہے۔ اور معراج کے معاملے میں یہ بات بھی ممکنات میں سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس وقت اپنے معزز مہمان کی خاطر کائنات کے نظام کو بدل دیا ہو، ہزاروں برسوں کا فاصلہ قدرت کاملہ سے آن واحد میں طے کرا دیا ہو جس طرح حکومتیں اپنے معزز مہمانوں کی خاطر ان کی آمد پر تعطیل کر دیتی ہیں۔ کیا اللہ احکم الحاکمین اس بات کا اختیار نہیں رکھتا؟

۳۰۔ معراج کی حکمتوں میں یہ بھی شامل ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بعض خاص رموز سے آگاہ فرمانا چاہتے تھے۔ جس طرح بادشاہ یا دنیاوی حکمران اپنے خاص مشیروں کو بعض اہم امور سے آگاہ کرتے رہتے ہیں۔ عام حکمران یا عام گورنر تو محض دنیا کے انتظام کے لیے ہوتے ہیں جبکہ نبی تو انسانوں کو صحیح اخلاق، تہذیب اور علم و عمل کے اصول سکھانے آتے ہیں۔ اس لیے ان کو اللہ تعالیٰ خاص اوقات میں بڑے اہتمام کے ساتھ ان رموز سے آگاہ فرماتے ہیں۔

اس کا ظہور دیگر نبیوں سے بھی ہوا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

﴿وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ﴾ (۱۱۱)

(اور اسی طرح ہم ابراہیم علیہ السلام کو عجائبات آسمانوں اور زمین کے دکھانے لگے تا کہ اس کو یقین آجائے)۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کوہِ طور پر جلوہ دکھایا اس طرح آنحضرت ﷺ کو بھی اپنی قدرت کے عظیم الشان نشان دکھائے اور حکیمانہ انتظامات کے عجیب نمونے دکھائے۔

Marfat.com

اسراء ومعراج شاہ ولی اللہ کی نظر میں:

شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں:

معراج میں آپ ﷺ کو مسجد اقصیٰ لے جایا گیا۔ پھر سدرۃ المنتہیٰ اور جہاں خدانے چاہا۔ یہ سب کچھ جسم مبارک کے ساتھ بیداری کی حالت میں ہوا لیکن اس مقام میں جو عالم مثال اور عالم ظاہر کے درمیان اور دونوں عالموں کے احکام کا جامع ہے۔ اس لیے جسم پر روح کے احکام ظاہر ہوئے اور روح پر معاملات روحانی جسم کی صورت میں نمایاں ہوئے۔ ان واقعات میں سے ہر واقعے کی ایک تعبیر ہے۔

۱۔ سینہ چیرنے اور ایمان سے بھرنے کی حقیقت یہ ہے کہ ملکیت کے انوار کا غلبہ ہوا اور طبیعت بشری کا شعلہ بجھ گیا اور طبیعت اس قابل ہوگئی کہ جن علوم کا حظیرۃ القدس سے اضافہ کیا جائے ان کو مطیعانہ اخذ کر سکے۔

۲۔ براق پر سوار ہونے کی حقیقت یہ ہے کہ آپ ﷺ کے نفس ناطقہ نے اس روح حیوانی پر استیلاء (غلبہ) حاصل کر لیا جو کمال بشری ہے۔ براق پر مضبوط ہو کر سوار ہوئے جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کی روحِ بشری کے احکام روح حیوانی پر غالب آگئے۔

۳۔ مسجد اقصیٰ اس لیے لے جائے گئے کہ یہ مقام شعائر الٰہی کا مظہر، ملا اعلیٰ کے ارادوں کی تعلق گاہ اور انبیاء علیہم السلام کی نظر گاہ ہے گویا وہ ملا اعلیٰ کی طرف ایک روشن دان ہے جہاں سے روشنی چھن چھن کر کرۂ انسانی پر جلوہ گر ہوتی ہے۔

۴۔ انبیاء علیہم السلام سے ملاقات اور امامت کی حقیقت یہ ہے کہ وہ سب ایک ہی رشتے میں حظیرۃ القدس سے مربوط ہیں اور آپ ﷺ کی ان حیثیات کمال کا ظہور ہے جو ان تمام پیغمبروں میں آپ ﷺ کی ذات سے مخصوص تھیں۔ اس سے آپ ﷺ کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔

۵۔ آسمانوں پر درجہ بدرجہ چڑھنے کی حقیقت یہ ہے کہ خاص قرار گاہ جلالت اور الوہیت تک آپ ﷺ نے منزل بمنزل ترقی کی۔ ہر آسمان پر جو فرشتے متعین ہیں اور کامل انسانوں میں سے جو جس درجے پر پہنچ کر ان سے مل گیا ہے، ان کے حالات سے، نیز اس تدبیر سے جو ہر آسمان میں خدانے وحی کی اور اس مباحثے سے جو آسمان میں فرشتوں کی جماعت میں ہوتا ہے اس سے آگاہی حاصل ہو۔

۶۔ سدرۃ المنتہیٰ سے مراد وجود کا درخت ہے اس کا ایک دوسرے پر مرتب ہونا پھر تدبیر واحد میں مجتمع ہونا ہے۔ جس طرح درخت شاخوں کے اختلاف کے باوجود کہ ایک وجود دوسرے پر مرتب ہے پھر سب کا سب قوت غاذیہ اور قوت نامیہ کی تدبیر میں متحد و مجتمع ہوتا ہے۔ اور اس حالت کو جس میں مجموعی اور اجمالی تدبیر کی طرف اشارہ ہوا اور اس کے تمام افراد میں عموم اور کلیت ہو زیادہ تر مشابہت درخت سے ہے نہ حیوان سے اور ارادہ حیوانی طبیعت کے قوانین کو مصرح اور ظاہری حالت میں کر دیا کرتا ہے۔

Marfat.com

۷۔ جوانوار اس درخت کو ڈھانکے ہوئے تھے وہ انتظامات الٰہیہ اور تدبیرات رحمانیہ ہیں جو اس عالم ظاہر میں وہاں چمکتی ہیں جہاں ان کے قبول کی استعداد ہوتی ہے۔

۸۔ نہروں کا سوتوں میں وہاں نظر آنا رحمت، حیات اور نشوونما کا منبع ہے جو عالم سکوت میں اسی طرح جاری ہے، جس طرح عالم ظاہر میں۔

۹۔ بیت معمور کی حقیقت وہ تجلی الٰہی ہے جس کی طرف انسانوں کے تمام سجدے اور بندگیاں متوجہ ہوتی ہیں۔ وہ گھر کی صورت میں اس لیے نمایاں ہوا کہ ان قبلوں کی طرح ہو جو انسانوں کے درمیان کعبہ اور بیت المقدس کی صورت میں ہیں (۱۱۲)۔

معراج اسلاف کی نظر میں:

آخر میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ''سیرت ابن ہشام'' سے عقیدہ سلف نقل کر دیا جائے۔ سیرت ابن ہشام میں ہے:

﴿وكان في مسراه وما ذكر عنه بلاء وتمحيص وأمر من أمر الله في قدرته وسلطانه، فيه عبرة لاولي الالباب وهدى ورحمة وثبات لمن امن وصدق وكان من امر الله سبحانه وتعالیٰ علي يقين فاسرى به كيف شاء ليريه من اياته ماارادحتى عاين ما عاين من امره وسلطانه العظيم وقدرته التي يصنع بها مايريد﴾(۱۱۳)

(آپ ﷺ کے اس سفر شبانہ اور جو کچھ اس کے متعلق بیان کیا گیا ہے میں آزمائش اور کافر و مومن کی تمیز ہے اور خدا کی قدرت اور سلطنت میں سے کوئی ایسی شان ہے۔ اور اس میں اہل عقل کے لیے عبرت ہے اور جو اللہ پر ایمان لایا اور تصدیق کی اور خدا کے کاموں پر یقین رکھا اس کے لیے ہدایت، رحمت اور ثابت قدمی ہے۔ پس اللہ سبحانہ تعالیٰ اپنے بندہ کو رات کے وقت لے گیا جس طرح چاہا تا کہ وہ اس کو اپنی نشانیوں میں سے جو چاہے دکھائے یہاں تک کہ اس کی شان اور اس کی عظیم الشان قدرت کے مناظر دیکھے جو کچھ دیکھے اور اس قدرت کو دیکھا جس سے وہ جو کچھ چاہتا ہے کرتا ہے۔)

معراج النبی ﷺ کا پیغام:

معراج النبی ﷺ کے معجزہ کا عام لوگوں کو فائدہ اس کے پیغام، بشارتوں اور انعامات میں مضمر ہے۔ اس سلسلے میں خود کچھ لکھنے کے بجائے سید سلیمان ندوی کی تحریر زیادہ مناسب معلوم ہوتی ہے۔ اس میں کچھ باتوں کا اعادہ کیا گیا ہے لیکن ہم نے مولانا کی مکمل تحریر کو لکھنا ہی زیادہ مناسب خیال کیا ہے۔

Marfat.com

قرآن مجید اور معراج

معراج کے اسرار، اعلانات، احکام، بشارتیں اور انعامات

عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ قرآن مجید میں معراج کا بیان سورہ اسراء (جس کو سورہ بنی اسرائیل بھی کہتے ہیں) کی ابتدائی تین چار آیتوں میں ہے، یعنی:

﴿سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَاط اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ﴾ (۱۱۴)

(پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندہ کو رات کے وقت مسجد حرام (کعبہ) سے اس مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) تک لے گیا، جس کے گرداگرد ہم نے برکت نازل کی ہے تاکہ ہم اپنے بندہ کو اپنی نشانیاں دکھائیں، وہی سننے والا اور دیکھنے والا ہے)۔

لیکن ہم نے اس سورہ کو شروع سے اخیر تک بار بار پڑھا اور ہر بار اس یقین کے ساتھ ختم کیا کہ یہ پوری سورہ معراج کے اسرار و حقائق، نتائج و عبر اور احکام و اعلانات سے معمور ہے۔ سب سے پہلے ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اس سورہ کے جلی عنوانات کیا ہیں:

۱۔ یہ اعلان کہ رسول اللہ ﷺ نبی القبلتین (یعنی کعبہ اور بیت المقدس دونوں کے پیغمبر) ہیں۔

۲۔ یہود جواب تک بیت المقدس کے اصلی وارث اور اس کے نگہبان وکلید بردار بنائے گئے تھے ان کی تولیت اور نگہبانی کی مدت حسب وعدۂ الٰہی ختم کی جاتی ہے اور آلِ اسماعیلؑ کو ہمیشہ کے لیے اس کی خدمت گزاری سپرد کی جاتی ہے۔

۳۔ کفارِ قریش کو اعلان کہ تمھارے پند و موعظت کا عہد گزر گیا۔ فیصلہ حق کے ثبوت کے لیے جس عذاب کو تم مانگتے تھے اب وہ آتا ہے کہ رسول اب ہجرت کرتے ہیں۔

۴۔ رسولوں کی سنت کے مطابق اب آنحضرت ﷺ کو ہجرت کا اذن دیا جائے گا، جس کے بعد نافرمان قوم پر عذاب آئے گا۔

۵۔ معراج کے احکام شرائع۔

Marfat.com

۶۔ نمازِ پنجگانہ کی فرضیت۔

۷۔ نبوت، قرآن، قیامت اور معجزات پر اعتراضات کے جوابات۔

۸۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حالات اور واقعات سے استشہاد۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نبیِ قبلتین ہونا:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھرانے کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کی سعادتوں اور برکتوں کا کلید بردار بنایا تھا اور ان کو ارض مقدس کی تولیت کا منصب عطا کیا تھا جس کے حدود خدا نے خواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دکھائے تھے، لیکن اسی کے ساتھ تورات میں بار بار اعلان کر کے یہ بھی ان کو سنا دیا گیا تھا کہ اگر انھوں نے خدا کے احکام کی اطاعت اور پیغمبروں کی تصدیق نہ کی تو یہ منصب ان سے چھین لیا جائے گا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اسماعیل علیہ السلام اور اسحاق علیہ السلام دو بیٹے عطا ہوئے تھے اور ارض مقدس کو ان دونوں بیٹوں کے درمیان تقسیم کر دیا گیا تھا یعنی شام کا ملک حضرت اسحاقؑ کو اور عرب کا ملک حضرت اسماعیلؑ کو ملا تھا۔ شام میں بیت المقدس اور عرب میں کعبہ واقع تھا۔ حضرت اسحاقؑ کے فرزندوں کو جن کا مشہور نام بنی اسرائیل ہے (اسرائیل حضرت اسحاقؑ کے بیٹے یعقوب کا لقب تھا) بیت المقدس کی تولیت عطا ہوئی تھی اور بنو اسمٰعیل کو کعبہ کا متولی بنایا گیا تھا۔ حضرت ابراہیمؑ کی اولاد میں جس قدر پیغمبر پیدا ہوئے ان میں سے بنو اسرائیل کا قبلہ بیت المقدس اور بنی اسماعیل کا قبلہ کعبہ تھا، گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جس قدر انبیاء عرب یا شام میں مبعوث ہوئے تھے وہ ان دونوں قبلوں میں سے صرف ایک کے متولی تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے جس طرح تمام دوسرے پیغمبروں کے متفرق اوصاف و خصوصیات کا جامع اور برزخ بنایا تھا، اسی طرح حضرت اسحاقؑ و اسماعیلؑ دونوں کی برکتوں اور سعادتوں کا گنجینہ بھی ذات محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو قرار دیا یعنی حضرت ابراہیمؑ کی وراثت جو صدیوں سے دو بیٹوں میں بٹی چلی آتی تھی وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پھر ایک جگہ جمع ہو گئی اور گویا وہ ''حقیقت ابراہیمیہ'' جو خاندانوں اور نسلوں میں منقسم ہو گئی تھی، ذاتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں پھر یکجا ہو گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دونوں قبلوں کی تولیت تفویض ہوئی اور نبی القبلتین کا منصب عطا ہوا۔ یہی نکتہ تھا جس کے سبب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کعبہ اور بیت المقدس دونوں طرف رُخ کرنے کا حکم دیا گیا اور اسی لیے معراج میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد حرام (کعبہ) سے مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) تک لے جایا گیا اور مسجد اقصیٰ میں تمام انبیاء کی صف میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو امامت پر مامور کیا گیا تا کہ آج اس مقدس دربار میں اس کا اعلان عام ہو جائے کہ دونوں قبلوں کی تولیت سرکار محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوتی ہے اور نبی قبلتین نامزد ہوتے ہیں اور قرآن مجید میں سورہ اسراء کی ابتداء اور واقعہ معراج کا آغاز اسی حقیقت کے اظہار سے ہوتا ہے۔

Marfat.com

بنی اسرائیل کی مدت تولیت کا اختتام:

بنواسرائیل کوارض مقدس کی تولیت کا شرف بہت سی شرائط اور معاہدوں کے ساتھ عطا ہوا تھا اور یہ کہہ دیا گیا تھا کہ جب وہ غیر معبودوں کی طرف جھکیں گے اور احکام الٰہی کی عدم پیروی کے ملزم ہوں گے تو یہ منصب ان سے چھین لیا جائے گا اور محکومی اور غلامی کی زنجیر ان کی گردنوں میں ڈال دی جائے گی، حضرت داوٗدؑ، وسلیمانؑ کے عہد میں ان کو جو نیابت اور وراثت عطا کی گئی تھی عدم ایفائے عہد کی پاداش میں بابل کے بادشاہ بخت نصر (بنوخذ نذر) کے ہاتھوں ان سے چھین لی گئی۔ ارض مقدس سے وہ جلاوطن کر دیئے گئے۔ شہر یروشلم کھنڈر کر دیا گیا۔ بیت المقدس کی ایک ایک اینٹ چور چور کر دی گئی اور توراۃ کے پرزے پرزے اڑا دیئے گئے۔

اس پُرغم سانحہ پر انبیائے بنی اسرائیل نے ماتم کیا، خدا کے سامنے دست تضرع دراز کیا، بنی اسرائیل کو توبہ وانابت کی دعوت دی تو پھر ان کو معاف کیا گیا اور ایرانیوں کے عہد میں ارض مقدس کی دوبارہ تولیت سے وہ سرفراز ہوئے، لیکن اس کے بعد پھر وہ اپنے عہد پر قائم نہ رہے، بتوں کو سجدے کیے، توراۃ کے احکام سے روگردانی کی تو ان پر یونانیوں اور رومیوں کو مسلط کیا گیا۔ جنھوں نے بیت المقدس کو جلا کر خاکستر کر دیا، یہودیوں کا قتل عام کیا۔ قربان گاہ کے مقدس ظروف توڑ پھوڑ دیئے۔ اب اس کے بعد آنحضرت ﷺ کی بعثت ہوتی ہے اور بنواسرائیل کو توبہ وانابت کا آخری موقع دیا جاتا ہے۔ اگر انھوں نے حق پسندی کو راہ دیا تو خدا ان پر رحم فرمائے گا ورنہ ہمیشہ کے لیے اس منصب سے وہ محروم کر دیئے جائیں گے۔

چنانچہ آیات بالا کے بعد ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَآتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَجَعَلْنَاهُ هُدًى لِّبَنِي إِسْرَائِيلَ أَلَّا تَتَّخِذُوا مِن دُونِي وَكِيلًا ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ إِنَّهُ كَانَ عَبْدًا شَكُورًا وَقَضَيْنَا إِلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ فِي الْكِتَابِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْأَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيرًا فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ أُولَاهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَا أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ فَجَاسُوا خِلَالَ الدِّيَارِ وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُولًا ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَأَمْدَدْنَاكُم بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَجَعَلْنَاكُمْ أَكْثَرَ نَفِيرًا إِنْ أَحْسَنتُمْ أَحْسَنتُمْ لِأَنفُسِكُمْ وَإِنْ أَسَأْتُمْ فَلَهَا فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ الْآخِرَةِ لِيَسُوءُوا وُجُوهَكُمْ وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوهُ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَلِيُتَبِّرُوا مَا عَلَوْا تَتْبِيرًا عَسَى رَبُّكُمْ أَن يَرْحَمَكُمْ وَإِنْ عُدتُّمْ عُدْنَا وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكَافِرِينَ حَصِيرًا﴾ (۱۱۵)

(اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور اس کو بنی اسرائیل کے لیے ہدایت نامہ ٹھہرایا کہ

Marfat.com

ہمارے سوا وہ کسی کو کارساز نہ بنائیں۔ اے ان لوگوں کی اولادو! جن کو ہم نے نوحؑ کے ساتھ کشتی پر سوار کیا تھا، دیکھو کہ ان کا جنھوں نے اپنا کارساز دوسروں کو بنالیا تھا کیا حشر ہوا؟ تم کو اس احسان کا شکر ادا کرنا چاہیے تھا کیونکہ تمھارا باپ نوحؑ شکر گزار بندہ تھا اور ہم نے کتاب میں بنی اسرائیل کے متعلق فیصلہ کر دیا تھا کہ تم دو دفعہ زمین میں فساد کرو گے اور بڑی زیادتیاں کرو گے، جب ان میں سے پہلے فساد کا وقت آیا تو ہم نے تم پر ایسے بندوں کو کھڑا کر دیا جو بڑے سخت گیر تھے، وہ تمھارے شہروں کے اندر پھیل گئے اور خدا کا وعدہ پورا ہوا پر ہم نے تمھارے دن پھیرے اور تم کو مال و اولاد سے مدد دی اور تمھاری تعداد بہت بڑھا دی (اور کہہ دیا کہ) اگر تم نے اچھے کام کیے تو اپنے ہی لیے اور برے کام کیے تو اپنے لیے پھر جب (تمھارے) دوسرے فساد کا وقت آیا (تو پھر ہم نے اپنے دوسرے بندوں کو کھڑا کر دیا) کہ وہ تمھارے چہروں کو خراب کر دیں اور یہ بھی بیت المقدس میں اسی طرح گھس جائیں جس طرح تمھارے پہلے دشمن گھسے تھے اور جس چیز پر وہ قابو پائیں اس کو توڑ پھوڑ ڈالیں (اب محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے بعد) ممکن ہے کہ تمھارا پروردگار تم پر رحم کرے اور اگر تم نے پھر ویسا ہی کیا تو ہم بھی ویسا ہی کریں گے اور حق کے منکروں کے لیے ہم نے جہنم کا احاطہ بنا رکھا ہے)۔

یہ سورہ مکہ میں نازل ہوئی تھی، وہاں بنی اسرائیل سے تعلقات استوار نہ تھے، اسی لیے مکی سورتوں میں بنو اسرائیل کو عموماً مخاطب نہیں کیا گیا ہے، یہ پہلا موقع ہے کہ بنو اسرائیل کو مخاطب کیا جا رہا ہے، کیونکہ اب اسلام کے نئے دور کا آغاز ہونے والا ہے اور آپ ﷺ کو مدینہ کی طرف ہجرت کی اجازت ملنے والی ہے جہاں ان سے تعلقات کا آغاز ہوگا اور از سرِ نو خدا کے سامنے اپنی شرمساری کے اظہار کا موقع ملے گا اور خدا ان پر اپنی رحمت کا دروازہ کھولے گا لیکن اگر انھوں نے قبولِ حق سے انکار کیا تو ان کے لیے پھر وہی سزا ہے جو ان کو اس سے پہلے دو دفعہ مل چکی ہے لیکن افسوس ہے کہ انھوں نے عملاً اس موقع سے فائدہ نہیں اٹھایا اور حق کو قبول نہیں کیا، حالانکہ خدا نے ان سے کہا:

﴿وَاَوْفُوْا بِعَهْدِیْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ﴾ (۱۱۶)

(تم میرا عہد پورا کرو تو میں تمھارا عہد پورا کروں گا)۔

اس لیے خدا نے ان پر رحمت کا دروازہ نہیں کھولا اور ان کو تیسری دفعہ بھی وہی سزا ملی اور وہ مدینہ، اطرافِ مدینہ کے باغات وغیرہ سے بے دخل کر دیئے گئے اور بیت المقدس کی تولیت مسلمانوں کے سپرد کی گئی۔

Marfat.com

کفار مکہ کے نام آخری اعلان:

آج کفار مکہ کے نام آخری اعلان ہے، ان کا مطالبہ تھا کہ اگر اسلام سچا دین ہے اور ہمارا مذہب باطل ہے تو ہم پر عذاب کیوں نہیں آتا؟ وہ کہتے ہیں کہ ہم پر عذاب آئے۔ ان کو یہ سنت الٰہی بتاتی گئی کہ قوم پر اس وقت تک عذاب نہیں آتا جب تک اس میں مبلغ الٰہی مبعوث نہیں ہو لیتا اور اس کو بالکل اس کی طرف سے مایوسی نہیں ہو جاتی، اس وقت قوم کا دولت مند اور مغرور طبقہ اس کی بیخ کنی کے لیے آگے بڑھتا ہے، بہت سے دوسرے لوگ جن کو ان کی قوت پر بھروسہ ہوتا ہے ان کا ساتھ دیتے ہیں۔ مومنوں کا طبقہ جو بظاہر کمزور وضعیف ہوتا ہے اس حق کو قبول کر لیتا ہے۔ ایک دنیا کے نفع عاجل کا طالب ہے اور دوسرا آخرت کے نفع جاوید کو ترجیح دیتا ہے۔ دنیا میں بظاہر دونوں کو برابر زندگی کی نعمتیں ملتی ہیں، مگر ایک دن آتا ہے جب رات اور دن کی روشنی الگ ہو جاتی ہے، دنیا میں کوئی ایک دوسرے کا ذمہ دار نہیں، مصلح اور ہادی اپنا فرض ادا کر دیتے ہیں۔ ایمان وکفر کے وہ ذمہ دار نہیں، اس دنیا میں ہر شخص اپنا آپ ضامن ہے، اسی انکار وکفر کی بدولت قریش مکہ بھی تولیت کعبہ سے معزول کیے جاتے ہیں اور مسلمانوں کو فتح مکہ کی خوشخبری سنائی جاتی ہے:

﴿إِنَّ هَـٰذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ أَجْرًا كَبِيرًا وَأَنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا وَيَدْعُ الْإِنسَانُ بِالشَّرِّ دُعَاءَهُ بِالْخَيْرِ وَكَانَ الْإِنسَانُ عَجُولًا وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ آيَتَيْنِ فَمَحَوْنَا آيَةَ اللَّيْلِ وَجَعَلْنَا آيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوا فَضْلًا مِّن رَّبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُوا عَدَدَ السِّنِينَ وَالْحِسَابَ وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنَاهُ تَفْصِيلًا وَكُلَّ إِنسَانٍ أَلْزَمْنَاهُ طَائِرَهُ فِي عُنُقِهِ وَنُخْرِجُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كِتَابًا يَلْقَاهُ مَنشُورًا اقْرَأْ كِتَابَكَ كَفَىٰ بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيبًا مَّنِ اهْتَدَىٰ فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ وَمَن ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا وَإِذَا أَرَدْنَا أَن نُّهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا فَفَسَقُوا فِيهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنَاهَا تَدْمِيرًا وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُونِ مِن بَعْدِ نُوحٍ وَكَفَىٰ بِرَبِّكَ بِذُنُوبِ عِبَادِهِ خَبِيرًا بَصِيرًا مَّن كَانَ يُرِيدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهُ فِيهَا مَا نَشَاءُ لِمَن نُّرِيدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهُ جَهَنَّمَ يَصْلَاهَا مَذْمُومًا مَّدْحُورًا وَمَنْ أَرَادَ الْآخِرَةَ وَسَعَىٰ لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَـٰئِكَ كَانَ سَعْيُهُم مَّشْكُورًا كُلًّا نُّمِدُّ هَـٰؤُلَاءِ وَهَـٰؤُلَاءِ مِنْ عَطَاءِ رَبِّكَ وَمَا كَانَ

Marfat.com

عَطَاءَ رَبِّكَ مَحْظُوراً اُنْظُرْ كَيفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَلَلْآخِرَةُ أَكْبَرُ دَرَجَاتٍ وَأَكْبَرُ تَفْضِيلاً ﴾(۱۱۷)

(یہ قرآن وہ راستہ بتاتا ہے جوسب سے زیادہ سیدھا ہے اوران مومنوں کو جونیک کام کرتے ہیں یہ بشارت دیتا ہے کہ ان کے لیے بڑی مزدوری ہے اور یہ بتاتا ہے کہ وہ لوگ جن کو آخرت پر ایمان نہیں ہم نے ان کے لیے دردناک عذاب تیار کیا ہے، انسان کبھی برائی (عذاب) کو بھی اس طرح چاہتا ہے جس طرح بھلائی کو، انسان بڑا ہی عجلت پسند واقع ہوا ہے۔ ہم نے دن اور رات کو دونشانیاں بنایا ہے، نشان شب کو ہم مٹادیتے ہیں اور نشان روز کو روشن کردیتے ہیں کہ اس روشنی میں اپنے خدا کی مہربانی کو ڈھونڈو اور ماہ وسال کا شمار اور حساب جانو، ہم نے ہر چیز کھول کر بیان کردی اور ہر انسان کے نیک و بد کو اسی کی گردن میں ڈال دیا ہے، قیامت کے دن ہم اس کے اعمال نامہ کو نکالیں گے جس کو وہ کھلا ہوا پائے گا اور اس وقت ہم اس سے کہیں گے کہ لو اپنا اعمال نامہ پڑھو! آج تم ہی اپنا حساب آپ لے لو تو جو ہدایت کو قبول کرتا ہے وہ خود اپنے لیے کرتا ہے اور جو گمراہ ہوتا ہے وہ اپنے لیے، کوئی ایک دوسرے کے بوجھ کو نہیں اٹھاتا اور ہم اس وقت تک عذاب نازل نہیں کرتے جب تک ایک پیغمبر نہ بھیج لیں اور جب کسی آبادی کو ہلاک کرنا ہوتا ہے تو ہم وہاں کے دولت مندوں کو حکم دیتے ہیں تو وہ اس میں فسق وفجور کرتے ہیں (تو اس پر قانون الٰہی کے مطابق) سزاوا جب ہوجاتی ہے تو ہم اس آبادی کو تباہ وبرباد کردیتے ہیں اور یاد کرو نوحؑ کے بعد ہم کتنی قوموں کو ہلاک کر چکے ہیں، تیرا پروردگار اپنے بندوں کے گناہوں کی خبر رکھتا ہے اور دیکھتا ہے جو اس دنیا کا نفع عاجل چاہتے ہیں تو ان میں سے جس کے لیے ہم چاہتے ہیں (اسی دنیا کا نفع) عاجل اس کو دے دیتے ہیں پھر دوزخ کو اس کا ٹھکانہ بناتے ہیں جس میں وہ ہر طرح برا ٹھہر کر راندۂ درگاہ بن کر داخل ہوگا اور جو آخرت کو چاہے گا اور آخرت کے لیے کوشش کرے گا اور وہ مومن ہوگا تو اس کی کوشش خدا کے یہاں مشکور ہوگی، ہم نیک و بد ہر ایک کو تیرے پروردگار کے عطیہ سے دیتے ہیں، تیرے پروردگار کا عطیہ محدود نہیں ہے۔ دیکھ! ہم نے کیوں کر دنیا میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے لیکن سب سے بڑا درجہ اور مرتبہ آخرت کا درجہ اور مرتبہ ہے)۔

معراج کے احکام ووصایا:

یہود اور قریش کی معزولی کے بعد بیت المقدس اور خانہ کعبہ دونوں کی تولیت کا منصب عطا کرنے کے

Marfat.com

لیے شہنشاہِ عالم اپنے بندۂ خاص کو اپنے حضور میں طلب کرتا ہے اور اس روحانی حکومت کے شرائط واحکام کا ایک نسخہ عطا کرتا ہے، جیسا کہ اس موقع پر حضرت موسیٰ اور دوسرے پیغمبروں کو عطا ہوا تھا:

﴿ لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ إِلٰهاً آخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوماً مَّخْذُولاً وَقَضَى رَبُّكَ أَلاَّ تَعْبُدُواْ إِلاَّ إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَاناً إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِندَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلاَهُمَا فَلاَ تَقُل لَّهُمَا أُفٍّ وَلاَ تَنْهَرْهُمَا وَقُل لَّهُمَا قَوْلاً كَرِيماً وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُل رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيراً رَّبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَا فِي نُفُوسِكُمْ إِن تَكُونُواْ صَالِحِينَ فَإِنَّهُ كَانَ لِلأَوَّابِينَ غَفُوراً وَآتِ ذَا الْقُرْبَى حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَلاَ تُبَذِّرْ تَبْذِيراً إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُواْ إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهِ كَفُوراً وَإِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَاءَ رَحْمَةٍ مِّن رَّبِّكَ تَرْجُوهَا فَقُل لَّهُمْ قَوْلاً مَّيْسُوراً وَلاَ تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَى عُنُقِكَ وَلاَ تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوماً مَّحْسُوراً إِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ وَيَقْدِرُ إِنَّهُ كَانَ بِعِبَادِهِ خَبِيراً بَصِيراً وَلاَ تَقْتُلُواْ أَوْلادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلاقٍ نَّحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُم إِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْءاً كَبِيراً وَلاَ تَقْرَبُواْ الزِّنَى إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلاً وَلاَ تَقْتُلُواْ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ إِلاَّ بِالحَقِّ وَمَن قُتِلَ مَظْلُوماً فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهِ سُلْطَاناً فَلاَ يُسْرِف فِّي الْقَتْلِ إِنَّهُ كَانَ مَنْصُوراً وَلاَ تَقْرَبُواْ مَالَ الْيَتِيمِ إِلاَّ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ حَتَّى يَبْلُغَ أَشُدَّهُ وَأَوْفُواْ بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْؤُولاً وَأَوْفُوا الْكَيْلَ إِذا كِلْتُمْ وَزِنُواْ بِالقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيمِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلاً وَلاَ تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولـٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْؤُولاً وَلاَ تَمْشِ فِي الأَرْضِ مَرَحاً إِنَّكَ لَن تَخْرِقَ الأَرْضَ وَلَن تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُولاً كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهُ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوهاً ذٰلِكَ مِمَّا أَوْحَى إِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ وَلاَ تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ إِلٰهاً آخَرَ فَتُلْقَى فِي جَهَنَّمَ مَلُوماً مَّدْحُوراً ﴾(۱۱۸)

(خدا کے سوا کسی اور کو خدا نہ بنانا ورنہ تو برا ٹھہرے گا اور بے یار و مددگار رہ جائے گا اور تیرے پروردگار نے حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی اور کو نہ پوجنا اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا، اگر ان میں ایک یا دونوں تیرے سامنے بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کی بات میں

Marfat.com

اُف تک نہ کرنا اور ان کو نہ جھڑکنا ان سے ادب کے ساتھ بات کرنا اور ان کے ساتھ نرم دلی سے اطاعت کا بازو جھکا دینا اور ان کے حق میں یہ دعا مانگنا کہ پروردگار میرے والدین پر اسی طرح رحم فرما جس طرح انھوں نے جب میں چھوٹا تھا مجھ پر رحم کیا تھا، تمھارا پروردگار تمھارے دلوں کے راز سے خوب واقف ہے، اگر تم نیک ہو تو وہ توبہ کرنے والوں پر بخشش کرتا ہے اور قرابت دار کو اس کا حق ادا کر اور غریب و مسافر کا حق بھی دے اور فضول خرچی نہ کیا کر، فضول خرچ شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے آقا کا بڑا ہی ناشکر گزار ہے، اگر اپنے پروردگار کے فضل کے انتظار میں جس کی تجھ کو توقع ہو ان مستحقین میں سے کسی سے تجھ کو منہ موڑنا پڑے تو ان کو نرمی سے سمجھا دے اور اپنا ہاتھ نہ اتنا سکیڑ لے کہ گویا گردن میں بندھا ہے اور نہ اتنا پھیلا ہی دے کہ ہر طرف سے لوگ تجھ کو ملامت کریں اور تو تہی دست ہو جائے، تیرا پروردگار جس کی روزی چاہتا ہے کم کر دیتا ہے اور وہ اپنے بندوں کے حال کا دانا و بینا ہے اور تم افلاس کے ڈر سے اپنے بچوں کو قتل نہ کرو، ہم ہیں جو ان کو اور تم دونوں کو روزی دیتے ہیں، ان کا قتل کرنا درحقیقت بڑا گناہ ہے اور زنا کے پاس بھی نہ جا کہ وہ بے حیائی اور بری راہ ہے اور جس جان کا مارنا اللہ نے حرام کیا ہے ان کو ناحق قتل نہ کرنا اور جو شخص ظلم سے مارا جائے تو اس کے والی وارث کو قصاص کا حق ہم نے دیا ہے تو چاہیے کہ وہ اس میں زیادتی نہ کرے کیونکہ اس میں اس کی جیت ہے اور یتیم جب تک اپنی عقل و شعور و جوانی کو نہ پہنچ جائے اس کے مال و جائیداد کے قریب بھی نہ جانا لیکن اس طریقہ سے جا سکتے ہو جو ان کے حق میں بہتر ہو، عہد کو پورا کیا کرو اس کی باز پرس ہو گی اور جب ناپ تول کرو تو پورا کرو۔ تول کرو تو سیدھی ترازو سے تول کر دو، یہ طریقہ اچھا ہے اور اس کا انجام بھی بہتر ہے اور جس بات کا تجھ کو علم نہ ہو اس کے پیچھے نہ ہو لے، کیونکہ کان، آنکھ، دل سب سے مواخذہ ہو گا اور زمین میں اکڑ اکڑ کر نہ چل کہ تو اس چال سے نہ زمین کو چیر ڈالے گا اور نہ پہاڑوں کے برابر اونچا ہو جائے گا، ان تمام باتوں کی برائی تیرے پروردگار کے نزدیک ناپسندیدہ ہے، یہ تمام احکام دانش مندی کی ان باتوں میں سے ہیں جو خدا نے تجھ پر وحی کیے ہیں اور خدا کے ساتھ کوئی اور دوسرا خدا نہ بنائیے ورنہ تو ملامت زدہ اور راندۂ درگاہ ہو کر دوزخ میں ڈال دیا جائے گا)۔

ان احکام کی تفصیل کے بعد آخر میں خدا فرماتا ہے:

﴿ذٰلِكَ مِمَّاۤ اَوْحٰۤى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ﴾ (۱۱۹)

(یہ تمام باتیں دانش مندی کی ان باتوں میں سے ہیں جو خدا نے تم پر وحی کی ہیں)۔

Marfat.com

معراج کے روحانی احوال کی تشریح کے ضمن میں خدا نے جو یہ فرمایا ہے:

﴿ فَاَوْحیٰ اِلَی عَبْدِهِ مَآاَوْحیٰ ﴾ (۱۲۰)

(پھر خدا نے اپنے بندہ کی طرف وحی کی کہ جو کچھ کہ وحی کی)۔

اس اجمال اور ابہام کے اندر جس قدر احکام و شرائع کا حصہ تھا شاید وہ یہی ہیں جن کی اس مقام پر تفصیل کی گئی ہے۔

ان آیتوں میں جو احکام وارد ہوئے وہ تعداد میں بارہ ہیں اور یہی احکام دوازدہ گانہ درحقیقت دنیا کے تمام خیر و شر کی بنیاد و اساس ہیں، کوئی اخلاق کی تفصیل پر دفتر کے دفتر سیاہ کر ڈالے تاہم ان احکام دوازدہ گانہ کے حلقہ سے باہر نہ نکل سکے گا، مختصر اور سادہ عبارت میں یہ احکام حسب ذیل ہیں:

۱۔ شرک نہ کرنا۔

۲۔ ماں باپ کی عزت و اطاعت کرنا۔

۳۔ حق والوں کا حق ادا کرنا۔

۴۔ اسراف نہ کر اور افراط و تفریط کے بیچ میں اعتدال اور میانہ روی کی راہ چل۔

۵۔ اپنی اولاد کو قتل نہ کر۔

۶۔ زنا کے قریب نہ جا۔

۷۔ ناحق کسی کی جان نہ مارنا۔

۸۔ یتیم سے بہتر سلوک کر۔

۹۔ اپنا عہد پورا کر کہ تجھ سے اس کی پوچھ گچھ ہوگی۔

۱۰۔ ناپ تول میں پیمانہ اور ترازو کو بھرپور رکھ۔

۱۱۔ نامعلوم بات کی پیروی نہ کر۔

۱۲۔ زمین پر مغرور نہ بن۔

یہ انہی احکام عشرہ کا نقش ثانی اور تکملہ ہے جو حضرت موسیٰؑ کو کوہِ طور کی معراج میں عطا ہوئے تھے۔
(توراۃ سفر استثناء: ۵،۶)

۱۔ میرے آگے تیرا کوئی دوسرا خدا نہ ہو۔

۲۔ تو خداوند اپنے خدا کا نام بے سبب نہ لے (یعنی جھوٹی قسم نہ کھا)۔

۳۔ سبت کے دن کی یاد کر۔

۴۔ اپنے باپ اور اپنی ماں کو عزت دے۔

۵۔ تو خون مت کر۔

Marfat.com

۶۔ تو زنا نہ کر۔

۷۔ تو چوری نہ کر۔

۸۔ تو اپنے ہمسایہ کی جورو کومت چاہ۔

۹۔ تو اپنے ہمسایہ کے کسی مال کا لالچ نہ کر۔

سورۃ کے آخر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جو یہ احکام عشرہ ملے تھے ان کی طرف اشارہ آئے گا۔

ہجرت اور عذاب:

جس طرح اللہ تعالیٰ نے اس عالم مادی میں کچھ طبعی وفطری قوانین مقرر کر دیئے ہیں جن میں عموماً تخلف نہیں ہوا کرتا، اسی طرح عالم روحانی میں بھی اس نے کچھ اصول وقوانین بنا دیئے ہیں جن کے خلاف نہیں ہوا کرتا۔ منجملہ ان اصول وقوانین کے ایک یہ ہے کہ جب کسی قوم میں کوئی پیغمبر مبعوث ہوتا ہے تو ہر طرح اس قوم کو سمجھایا جاتا ہے، تبلیغ کا ہر فرض اس کے سامنے ادا کیا جاتا ہے، شریر قوم معجزات طلب کرتی ہے، بالآخر اس کے سامنے معجزے پیش کیے جاتے ہیں اور جب اس پر بھی وہ ایمان نہیں لاتی تو پیغمبر کو ہجرت کا حکم ہوتا ہے۔ پیغمبر کے جانے کے بعد اس بدبخت قوم پر خدا کا عذاب نازل ہوتا ہے۔ چنانچہ انبیاء کرام کی سیرتیں اس اصول کی بہترین تشریح ہیں۔

آج اسی قاعدہ کی تعمیل کا آنحضرت ﷺ کو حکم ہوتا ہے۔ آپ ﷺ کو ان کی سب سے بڑی نشانی عطا کی گئی مگر اس کو بھی وہ جھٹلاتے ہیں:

﴿ وَإِنْ مَّنْ قَرْيَةٍ إِلاَّ نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ أَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَاباً شَدِيْداً كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتَابِ مَسْطُوْراً وَمَا مَنَعَنَا أَنْ نُّرْسِلَ بِالْآيَاتِ إِلاَّ أَنْ كَذَّبَ بِهَا الْأَوَّلُوْنَ وَآتَيْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُواْ بِهَا وَمَا نُرْسِلُ بِالْآيَاتِ إِلاَّ تَخْوِيْفاً وَإِذْ قُلْنَا لَكَ إِنَّ رَبَّكَ أَحَاطَ بِالنَّاسِ وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلاَّ فِتْنَةً لِّلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِي الْقُرْآنِ وَنُخَوِّفُهُمْ فَمَا يَزِيْدُهُمْ إِلاَّ طُغْيَاناً كَبِيْراً﴾ (۱۲۱)

(دنیا میں نافرمانوں کی) کوئی آبادی ایسی نہیں ہے جس کو ہم قیامت سے پہلے ہلاک نہ کر ڈالیں، اس پر سخت عذاب نہ نازل کریں، یہ کتاب میں لکھا ہوا ہے اور ہم کو (فرمائشی) معجزات کے بھیجنے سے سوا اس کے کوئی امر مانع نہیں ہے کہ اگلوں نے بھی ان نشانیوں کی فرمائش کی اور جب ہم نے ان کو بھیجا تو انھوں نے جھٹلا دیا۔ ہم نے ثمود کو ناقہ کی سوجھانے والی نشانی دی تو انھوں نے اس پر ظلم کیا اور ہم ان نشانیوں کو ڈرانے کے لیے بھیجتے ہیں یاد

کروائے پیغمبر (کہ یہ کفار تیری ایذا بلکہ قتل کے درپے ہیں لیکن) ہم نے تم سے کہہ دیا کہ تیرا رب لوگوں سے تیری حفاظت کیے ہوئے ہے اور ہم نے (معراج کی جو) رویا تجھ کو دکھائی تو وہ لوگوں کے لیے آزمائش ہے اور اسی طرح اس درخت کا ذکر جس پر قرآن میں لعنت کی گئی ہے وہ بھی لوگوں کے لیے آزمائش ہے اور ہم ان کو آئندہ عذاب سے ڈراتے ہیں لیکن اس سے ان کی سرکشی میں اور ترقی ہوتی جاتی ہے۔)

اس لیے حضرت آدم علیہ السلام اور شیطان کے قصے سے اس واقعے پر استدلال ہے، پھر ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَإِنْ كَادُواْ لَيَفْتِنُوْنَكَ عَنِ الَّذِىْ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ لِتفْتَرِىَ عَلَيْنَا غَيْرَهُ وَإِذاً لاَّتَّخَذُوْكَ خَلِيْلاً وَلَوْلاَ أَنْ ثَبَّتْنَاكَ لَقَدْ كِدتَّ تَرْكَنُ إِلَيْهِمْ شَيْئاً قَلِيْلاً إِذاً لَّأَذَقْنَاكَ ضِعْفَ الْحَيَاةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لاَ تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيْراً وَإِن كَادُواْ لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ الأَرْضِ لِيُخْرِجُوْكَ مِنْهَا وَإِذاً لاَّ يَلْبَثُوْنَ خِلاَفَكَ إِلاَّ قَلِيْلاً سُنَّةَ مَنْ قَدْ أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَا وَلاَ تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيْلاً﴾ (۱۲۲)

(ہم نے جو تم پر وحی کے ذریعہ سے نازل کیا ہے قریب تھا کہ لوگ تم کو اس سے آزمائش میں ڈال دیں کہ اس وحی کے علاوہ تم کوئی اور وحی بنا کر ہماری طرف جھوٹ منسوب کر دو اور اس وقت وہ تم کو اپنا دوست بنا لیتے اور اگر ہم تم کو ثابت قدم نہ رکھتے تو کچھ ان کی طرف تم جھک چلے جاتے اگر تم ایسا کرتے تو ہم تم کو زندگی اور موت کے دگنا عذاب کا مزہ چکھادیتے اور پھر تم کو میرے مقابلے میں اپنے لیے کوئی مددگار بھی نہ ملتا اور وہ تم کو اس سرزمین (مکہ) سے قریب ہے کہ دل برداشتہ کردیں تاکہ تم کو یہاں سے نکال دیں اگر ایسا ہوا تو پھر وہ تمھارے چلے جانے کے بعد اطمینان سے بہت کم رہ سکیں گے، تم سے پہلے جتنے رسول ہم نے بھیجے ہیں سب کے ساتھ یہی دستور رہا ہے اور تم ہمارے دستور میں ردو بدل نہ پاؤ گے۔)

اس بیان سے یہ بھی واضح ہوگا کہ معراج ہجرت سے کچھ ہی پہلے کا واقعہ ہے اور یہ ثابت ہوتا ہے کہ معراج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے خدا کی وہ نشانی تھی جس کے نہ تسلیم کرنے پر عذاب الٰہی کا نزول ہوتا ہے۔

نمازِ پنج گانہ کی فرضیت:

اوپر گزر چکا ہے کہ نماز پنج گانہ اسی معراج میں فرض ہوئی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

Marfat.com

﴿أَقِمِ الصَّلاةَ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ إِلَىٰ غَسَقِ اللَّيْلِ وَقُرْآنَ الْفَجْرِ إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَّكَ عَسَىٰ أَن يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَاماً مَّحْمُوداً﴾ (۱۲۳)

(آفتاب کے ڈھلنے کے وقت (ظہر، عصر، مغرب) سے لے کر رات کے اندھیرے (عشاء) تک نمازیں پڑھا کرو اور صبح کی نماز میں حضورِ قلب خوب ہوتا ہے اور رات کے وقت ایک حصے میں تہجد پڑھ لیا کرو، تمھارے لیے نفل ہے، عجب نہیں کہ تمھارا پروردگار تم کو مقامِ محمود میں پہنچادے)۔

دلوک الشمس (آفتاب کے ڈھلنے کے وقت) میں ظہر، عصر اور مغرب، نمازوں کے تین اوقات کی تعیین کی طرف لطیف اشارہ ہے، یہ معلوم ہے کہ دینِ محمدی ملتِ ابراہیمی کا نقشِ ثانی ہے، حضرت ابراہیمؑ کے زمانہ میں آفتاب پرستی اور ستارہ پرستی عام تھی اور جس کی رسمِ کہن دنیا میں آج بھی قائم ہے۔ اس مذہب میں آفتاب کی پرستش کے وہ اوقات تھے جن میں اس کی روشنی کا ظہور یا کمال ہوتا ہے اور اسی لیے طلوع سے لے کر نصف النہار تک اس کی پرستش کی جاتی ہے، امتِ ابراہیمی نے اس کے برخلاف اپنے لیے وہ اوقات متعین کیے جو آفتاب کے زوال کے ہیں۔ یعنی سورج ڈھلنے سے لے کر آفتاب کے غروب تک کہ یہ تمام اوقات اس کے انحطاط اور زوال کے ہیں۔ آفتاب کے انحطاط اور زوال کی تین منزلیں ہیں، ایک وہ جب سمت راس (سر) سے ڈھلتا ہے (یہ ظہر کا وقت ہے) اور دوسری منزل وہ ہے جب وہ برابر کی نگاہ سے نیچے گر جاتا ہے اور یہ مغرب کا وقت ہے، چوتھی نماز کا وقت رات کی تاریکی کا مقرر کیا ہے، جب آفتاب کے بقیہ وجود کی سرخ نشانی جس کو عرفِ عام میں شفق کہتے ہیں وہ بھی مٹ جاتی ہے اور صبح کی نماز ادبار النجوم یعنی ستاروں کی روشنی کے ماند ہونے کے بعد ہے۔ غرض آیاتِ بالا میں پنج گانہ نماز کی فرضیت نہایت لطیف اور خوبی سے ادا کی گئی ہے (یہ نکتہ مخدومی مولانا حمید الدین صاحب (فراہی) مفسر القرآن کا افادہ ہے)۔

ہجرت کی دعا:

اس کے بعد ہجرت کے لیے دعا بتائی جاتی ہے اور اس کے بعد فتح مکہ کی فوراً بشارت بھی سنائی جاتی ہے کہ نماز کے بعد فوراً قبلہ کا خیال آتا ہے جہاں اس وقت تین سو ساٹھ بت پوجے جا رہے تھے:

﴿وَقُل رَّبِّ أَدْخِلْنِي مُدْخَلَ صِدْقٍ وَأَخْرِجْنِي مُخْرَجَ صِدْقٍ وَاجْعَل لِّي مِن لَّدُنكَ سُلْطَاناً نَّصِيراً وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقاً﴾ (۱۲۴)

(اے پیغمبرؐ! یہ دعا مانگو کہ خداوندا! مجھے اچھی جگہ پہنچائیو اور یہاں سے اچھی طرح نکالیو

اور دشمنوں پر اپنی طرف سے فتح ونصرت دیجیو اور اے پیغمبر! اعلان کردے کہ حق آ گیا اور باطل مٹ گیا، اور باطل کو مٹ ہی جانا تھا)۔

یہ آخری الفاظ اسلام کے ایک نئے دور کی بشارت اور فتح مکہ کی نوید ہیں۔ اس لیے فتح مکہ کے دن جب خلیل بت شکن کا گھر بتوں سے پاک کیا جارہا تھا، آنحضرت ﷺ کی زبان مبارک پر یہی آیت جاری تھی۔

نبوت، قرآن، قیامت، معراج اور معجزات پر اعتراض:

کفارِ مکہ کو ان مسائل پر جو معاندانہ اعتراضات تھے، اس موقع پر جب پیغمبر کی ہجرت اور ان کے لیے عذابِ الٰہی کا وقت قریب آرہا ہے، ان کے جوابات دیئے جارہے ہیں کہ اب بھی ان کی تشفی ہوجائے تو یہ بلائے آسمانی جو پیغمبر کے ہجرت کرتے ہی ان پر نازل ہونا شروع ہوجائے گی وہ رک جائے گی۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِذَا أَنْعَمْنَا عَلَى الْإِنسَانِ أَعْرَضَ وَنَأَىٰ بِجَانِبِهِ وَإِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَؤُوسًا قُلْ كُلٌّ يَعْمَلُ عَلَىٰ شَاكِلَتِهِ فَرَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ أَهْدَىٰ سَبِيلًا وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَا أُوتِيتُم مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا وَلَئِن شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهِ عَلَيْنَا وَكِيلًا إِلَّا رَحْمَةً مِّن رَّبِّكَ إِنَّ فَضْلَهُ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيرًا قُل لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنسُ وَالْجِنُّ عَلَىٰ أَن يَأْتُوا بِمِثْلِ هَٰذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِي هَٰذَا الْقُرْآنِ مِن كُلِّ مَثَلٍ فَأَبَىٰ أَكْثَرُ النَّاسِ إِلَّا كُفُورًا وَقَالُوا لَن نُّؤْمِنَ لَكَ حَتَّىٰ تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْأَرْضِ يَنبُوعًا أَوْ تَكُونَ لَكَ جَنَّةٌ مِّن نَّخِيلٍ وَعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْأَنْهَارَ خِلَالَهَا تَفْجِيرًا أَوْ تُسْقِطَ السَّمَاءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا أَوْ تَأْتِيَ بِاللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ قَبِيلًا أَوْ يَكُونَ لَكَ بَيْتٌ مِّن زُخْرُفٍ أَوْ تَرْقَىٰ فِي السَّمَاءِ وَلَن نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتَّىٰ تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتَابًا نَّقْرَؤُهُ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّي هَلْ كُنتُ إِلَّا بَشَرًا رَّسُولًا وَمَا مَنَعَ النَّاسَ أَن يُؤْمِنُوا إِذْ جَاءَهُمُ الْهُدَىٰ إِلَّا أَن قَالُوا أَبَعَثَ اللَّهُ بَشَرًا رَّسُولًا قُل لَّوْ كَانَ فِي الْأَرْضِ مَلَائِكَةٌ يَمْشُونَ مُطْمَئِنِّينَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِم مِّنَ السَّمَاءِ مَلَكًا رَّسُولًا قُلْ كَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ إِنَّهُ كَانَ بِعِبَادِهِ خَبِيرًا بَصِيرًا وَمَن يَهْدِ اللَّهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ وَمَن يُضْلِلْ فَلَن تَجِدَ لَهُمْ أَوْلِيَاءَ مِن دُونِهِ

Marfat.com

وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ عُمْيًا وَبُكْمًا وَصُمًّا مَّأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنَاهُمْ سَعِيرًا ذَٰلِكَ جَزَاؤُهُم بِأَنَّهُمْ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا وَقَالُوا أَإِذَا كُنَّا عِظَامًا وَرُفَاتًا أَإِنَّا لَمَبْعُوثُونَ خَلْقًا جَدِيدًا أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ قَادِرٌ عَلَىٰ أَن يَخْلُقَ مِثْلَهُمْ وَجَعَلَ لَهُمْ أَجَلًا لَّا رَيْبَ فِيهِ فَأَبَى الظَّالِمُونَ إِلَّا كُفُورًا قُل لَّوْ أَنتُمْ تَمْلِكُونَ خَزَائِنَ رَحْمَةِ رَبِّي إِذًا لَّأَمْسَكْتُمْ خَشْيَةَ الْإِنفَاقِ وَكَانَ الْإِنسَانُ قَتُورًا ﴾(۱۲۵)

(یہ کفارِ قریش اپنے مال ودولت پر بھولے ہوئے ہیں) انسان کا حال یہ ہے کہ جب ہم اس پر انعام کرتے ہیں تو الٹا ہم سے منہ پھیر لیتا ہے اور پہلو تہی کرتا ہے اور جب اس کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو آس توڑ بیٹھتا ہے، اے پیغمبرؐ! ان سے کہہ دے کہ اپنے اپنے طور پر عمل کیے جاؤ، تمھارا پروردگار ان کو خوب جانتا ہے جو زیادہ سیدھے راستے پر ہیں، وہ تم سے روح کی حقیقت دریافت کرتے ہیں کہہ دے کہ وہ میرے پروردگار کی ایک بات ہے اور تم کو علم نہیں دیا گیا ہے لیکن بہت تھوڑا، اسی وحی کے معجزۂ صداقت کے لیے یہ بات کیا کم ہے کہ باوجود امی ہونے کے وہ لفظ بہ لفظ تم کو یاد ہے اگر ہم چاہیں تو جو کچھ ہم نے تم پر وحی کی وہ سب تمھارے سینہ سے لے جائیں پھر تم کو اس کے لیے ہمارے مقابل کوئی حمایتی بھی نہ ملے لیکن یہ تیرے پروردگار کی رحمت ہے (کہ اس کا لفظ لفظ تم کو محفوظ ہے) بے شک اس کی تم پر بڑی مہربانی ہے (ان شک کرنے والوں سے) کہہ دو کہ اگر تمام جن وانس بھی اکٹھے ہو کر چاہیں کہ اس قرآن کی طرح کا کوئی اور کلام بنا لائیں تو یہ ناممکن ہے اگرچہ وہ ایک دوسرے کی پشت پر کیوں نہ ہوں، باجودیکہ ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے سمجھنے کے لیے سبھی قسم کی مثالیں طرح طرح سے بدل بدل کر بیان کیں، مگر اکثر لوگ انکار کیے بدون نہ رہے اور یہ کفار مکہ کہتے ہیں کہ ہم تو اس وقت تک تم پر ایمان نہ لائیں گے جب تک تم ہمارے لیے زمین سے کوئی چشمہ نہ بہادو یا کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ تمھارے لیے ہو جائے اور تم اس میں نہریں بہادو یا یہ کہ جیسا تم کہتے ہو کہ ہم ایمان نہ لائیں گے تو ہم پر آسمان ٹوٹ پڑے گا تو ہم پر آسمان کے ٹکڑے لا گراؤ یا خدا اور فرشتوں کو ہمارے سامنے کھڑا کر دو یا یہ کہ تمھارے رہنے کے لیے ایک سونے کا گھر بن جائے یا آسمان پر چڑھ جاؤ اور ہاں تمھارے آسمان پر چڑھنے کو بھی ہم اس وقت تک باور نہیں کریں گے جب تک وہاں سے ہم پر کوئی ایسی کتاب اتار نہ لاؤ جس کو ہم پڑھیں،

Marfat.com

کہہ دے اے پیغمبر! سبحان اللہ! میں تو خدا کا ایک قاصد بندہ ہوں، ہدایت آجانے کے بعد لوگوں کو اس کے قبول سے بجز اس کے کوئی امر مانع نہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ خدا نے ایک بشر کو اپنا قاصد بنایا ہے، کہہ دو کہ اگر زمین پر فرشتے بستے ہوتے تو البتہ ہم آسمان سے کسی فرشتہ کو ہی ان کے پاس قاصد بنا کر بھیجتے، کہہ دو کہ اب دلیلوں اور حجتوں کا وقت گزر گیا، اب میرے اور تمھارے درمیان فیصلہ کے لیے بس خدا ہے، وہ اپنے بندوں کے حال کا دانا اور بینا ہے جس کو وہ راستہ دکھائے وہی راہ راست پر ہے اور جن کو وہ گمراہ کرے تو اس کے سوا ان کا کوئی یار و مددگار نہیں پھر ہم انھیں قیامت کے دن اوندھے منہ اندھے اور بہرے کر کے اٹھائیں گے کہ وہ اس دنیا میں حق کے دیکھنے اور سننے سے اندھے اور بہرے تھے اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا جب وہ بجھنے کو ہوگی تو ہم پھر اس کو بھڑکا دیں گے، یہ ہماری نشانیوں کے انکار کا بدلہ ہوگا اور وہ کہتے ہیں کہ کیا جب ہم مر کر ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو کیا ہم پھر از سرِ نو پیدا کر کے اٹھائے جائیں گے، کیا یہ ممکن ہے؟ کیا وہ نہیں سمجھتے کہ وہ خدا جس نے آسمان و زمین کو پیدا کیا وہ بے شک اس پر قادر ہے کہ وہ ان جیسے آدمی پیدا کر دے اور اس نے ان کے لیے ایک میعاد مقرر کر رکھی ہو، جس میں کوئی شک نہیں لیکن یہ ظالم انکار کیے بدوں نہ رہے، اے پیغمبر! یہ کفار مکہ حسد سے تم پر ایمان نہ لائے کہ تم کو اور تمھارے خاندان کو یہ شرف کیوں عطا ہوا ہے، ان سے کہہ دو کہ اگر میرے پروردگار کی رحمت کا خزانہ تمھارے قبضہ میں ہوتا تو بے شک تم اس کے خرچ ہو جانے کے ڈر سے اس کو روکے رہتے، سچ یہ ہے کہ انسان بڑا ہی تنگ دل ہے)۔

ان آیتوں میں یہ بتایا گیا ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ کے آسمان پر تشریف لے جانے پر بھی یقین نہیں رکھتے ہیں یعنی واقعۂ معراج کو تسلیم نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ اس واقعہ کو ہم اس وقت تک تسلیم نہیں کریں گے جب تک آپ ﷺ ہمارے سامنے آسمان پر نہ چڑھ جائیں اور وہاں سے پورا قرآن مکمل لکھا ہوا لا کر ہمارے ہاتھ میں نہ دے دیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعات اور حالات سے استشہاد:

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آنحضرت ﷺ کے واقعات زندگی میں متعدد حیثیتوں سے مماثلت ہے اور خود قرآن مجید نے اس مماثلت کو ظاہر کر دیا ہے:

﴿إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَيْكُمْ رَسُولاً شَاهِداً عَلَيْكُمْ كَمَا أَرْسَلْنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ رَسُولاً﴾ (۱۲۶)

(لوگو! ہم نے جس طرح فرعون کی طرف ایک رسول بھیجا تھا اسی طرح تمھاری طرف بھی ایک رسول بھیجا ہے جو تم پر گواہ ہے)۔

اسی سبب سے قرآن مجید میں بار بار حضرت موسیٰ کے قصہ کو دہرایا گیا ہے جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے دشمنوں کے اندر زندگی بسر کی، یہی حال آنحضرت ﷺ کا تھا، جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون اور اس کے اہل دربار کو ہر طرح سمجھایا مگر وہ ایمان نہ لائے اور بالآخر حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے ہجرت کرنا پڑی۔ اسی طرح صنادید قریش بھی آپ ﷺ پر ایمان نہ لائے اور بالآخر آنحضرت ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو لے کر مکہ سے ہجرت فرمائی، جس طرح ہجرت سے کچھ پہلے موسیٰ علیہ السلام کو کوہِ طور پر خدا کی ہم کلامی نصیب ہوئی اور احکام عشرہ عطا ہوئے، اسی طرح آنحضرت ﷺ کو بھی ہجرت سے تقریباً ایک سال پہلے معراج ہوئی اور احکام دوازدگانہ عطا ہوئے، جس طرح حضرت محمد ﷺ کی ہجرت کے بعد صنادید قریش پر بدر کے میدان میں عذاب آیا اور جس طرح فرعون کی شاہی مملکت پر بھی بنی اسرائیل قابض ہو گئے، اسی طرح مکہ مکرمہ کی حکومت بھی ہجرت کے بعد آپ ﷺ کو عطا کی گئی۔

ان امور کو پیش نظر رکھ کر قریش کو معلوم ہونا چاہیے کہ قانون الٰہی معراج کے بعد ہجرت کا حکم دے گا اور اس کے بعد ان پر عذاب الیم کا نزول ہوگا، چنانچہ سورہ اسراء کے آخر میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿ وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَىٰ تِسْعَ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ فَاسْأَلْ بَنِي إِسْرَائِيلَ إِذْ جَاءَهُمْ فَقَالَ لَهُ فِرْعَوْنُ إِنِّي لَأَظُنُّكَ يَا مُوسَىٰ مَسْحُورًا قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا أَنزَلَ هَٰؤُلَاءِ إِلَّا رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ بَصَائِرَ وَإِنِّي لَأَظُنُّكَ يَا فِرْعَوْنُ مَثْبُورًا فَأَرَادَ أَن يَسْتَفِزَّهُم مِّنَ الْأَرْضِ فَأَغْرَقْنَاهُ وَمَن مَّعَهُ جَمِيعًا وَقُلْنَا مِن بَعْدِهِ لِبَنِي إِسْرَائِيلَ اسْكُنُوا الْأَرْضَ فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ الْآخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِيفًا ﴾ (۱۲۷)

(اور ہم نے 'کوہ طور پر' موسیٰ کو واضح احکام دیئے 'جس طرح محمد ﷺ کو معراج میں عطا کیے') تو پوچھ لو بنی اسرائیل سے کہ جب موسیٰ بنی اسرائیل کے پاس آئے تو فرعون نے اس سے کہا کہ اے موسیٰ! میں سمجھتا ہوں کہ تم پر کسی نے جادو کر دیا ہے 'تمھاری عقل کھو دی ہے' موسیٰ نے کہا اے فرعون! تجھ کو اچھی طرح معلوم ہے کہ ان حکموں کو آسمان اور زمین کے مالک کے سوا کسی اور نے ان کو دانائی بنا کر نہیں اتارا ہے اور اے فرعون! میں سمجھتا ہوں کہ تم اب ہلاک اور برباد ہو جاؤ گے، فرعون نے چاہا کہ بنی اسرائیل کو ملک سے نکال دے تو ہم نے اس کو اور اس کے ساتھیوں، سب کو غرق کر دیا اور اس کے بعد ہم نے بنی اسرائیل سے کہا کہ اب تم ملک میں رہو جب قیامت کا وعدہ پورا ہوگا تو سب کو سمیٹ کر

ہم اپنے حضور میں لائیں گے)۔

ان آیتوں کے آغاز میں جن نو نشانیوں کے دیئے جانے کا حکم ہے بعض مفسرین نے اس سے حضرت موسیٰ کے نو معجزات مراد لیے ہیں۔مگر بعض احادیث میں مذکور ہے ایک دفعہ آنحضرت ﷺ تشریف فرما تھے، سامنے سے دو یہودی گزرے۔ایک نے دوسرے سے کہا کہ چلو اس پیغمبر سے کچھ سوال کریں، دوسرے نے کہا کہ پیغمبر نہ کہو، سن لے گا تو اس کی چار آنکھیں ہو جائیں گی (یعنی خوش ہوگا) اس کے بعد وہ آپ ﷺ کی خدمت میں آئے اور دریافت کیا کہ موسیٰ کو نو آیتیں کون سی دی گئیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا وہ یہ ہیں، کسی کو خدا کا شریک نہ بناؤ، زنا نہ کرو، کسی بے گناہ کو قتل نہ کرو، چوری نہ کرو، کسی حاکم کے پاس بے جرم چغلی نہ کھاؤ، سود نہ کھاؤ، کسی پاک دامن پر تہمت نہ لگاؤ اور میدان جہاد سے نہ بھاگو (اس نویں حکم میں راوی کو شک ہے) اور خاص تمھارے لیے اے یہود! یہ دسواں حکم ہے کہ ''سبت کے دن زیادتی نہ کرو''۔یہ سن کر دونوں یہودیوں نے آپ ﷺ کے دست و پا کو بوسہ دیا۔

یہ حدیث سنن ترمذی، مسند احمد، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ، تفسیر ابن جریر میں ہے۔امام ترمذی نے اس حدیث کو دو جگہ نقل کیا ہے، ایک تفسیر بنی اسرائیل میں اور دوسرے باب ماجاء فی قبلۃ الید والرجل میں اور دونوں جگہ کہا ہے کہ ''حدیث حسن صحیح ہے۔''(۱۲۸)

اس حدیث میں جن دس احکام کی تفصیل ہے اور موجودہ ترجمہ توراۃ میں یہ احکام جن الفاظ میں مذکور ہیں ان میں کسی قدر فرق ہے۔خصوصاً حدیث کا نواں حکم جس کے متعلق شبہ کا راوی خود اقرار کرتے ہیں کہ اس کو یہ نویں بات اچھی طرح یاد نہیں۔یہ نواں حکم دراصل ماں باپ کی اطاعت اور عزت ہے، باقی احکام وہی ہیں جو توراۃ میں مذکور ہیں، صرف طریقۂ ادا اور تعبیر کا فرق ہے، توراۃ کے موجودہ تراجم لفظی تو ہیں نہیں۔علاوہ ازیں اس حدیث کے ایک راوی عبداللہ بن سلمہ کا حافظہ اچھا نہ تھا۔ابن کثیر نے اس آیت کی تفسیر میں اس کی تصریح کی ہے۔بہر حال اس تشریح سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ کے ان احکام عشرہ اور آنحضرت ﷺ کے احکام دوازدگانہ میں ایک وجہ مماثلت ہے، اس لیے ان دونوں کے منکروں کا ایک ہی حال ہوگا۔

معراج کے انعامات:

ان احکامات، بشارات اور نماز پنجگانہ کے علاوہ آنحضرت ﷺ کو دو اور خاص انعام عنایت ہوئے۔

ایک یہ بشارت کہ امت محمدیہ ﷺ میں سے جو شرک کا مرتکب نہ ہوگا، دامن مغفرت کے سایہ میں اس کو پناہ مل سکے گی۔دوسرے سورہ بقرہ کا اختتامی رکوع اسی بارگاہ میں فرمان خاص کے طور پر مرحمت ہوا۔اس رکوع میں پہلی مرتبہ ایمان کی تکمیل کے اصول اور عفو و مغفرت کے سبق انسانوں کو سکھائے گئے ہیں۔اسی سے یہ بھی معلوم ہوگا کہ پہلے عطیہ کی بشارت بھی درحقیقت انہی آیات میں مذکور ہے:

Marfat.com

﴿آمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ أُنزِلَ إِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ كُلٌّ آمَنَ بِاللَّهِ وَمَلآئِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ لاَ نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهِ وَقَالُواْ سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ لاَ يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْساً إِلاَّ وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ رَبَّنَا لاَ تُؤَاخِذْنَا إِن نَّسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا رَبَّنَا وَلاَ تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْراً كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلاَ تُحَمِّلْنَا مَا لاَ طَاقَةَ لَنَا بِهِ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا أَنتَ مَوْلاَنَا فَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِيْنَ﴾ (۱۲۹)

(پیغمبر اس پر ایمان لایا جو اس پر اترا اور تمام مسلمان بھی اس پر ایمان لائے، یہ سب کے سب خدا پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر اور اس کے پیغمبروں پر ایمان لائے اور کہتے ہیں کہ ہم خدا کے پیغمبروں میں یہ تفریق نہیں کرتے کہ بعض کو مانیں اور بعض کو نہ مانیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے خدا کے احکام کو سنا اور ان کی اطاعت کی تو اے ہمارے پروردگار! مجھ پر بخشش فرما اور تیری ہی طرف آخر لوٹ کر جانا ہے، خدا کسی شخص پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا۔ جس نے اچھے کام کیے، اپنے ہی لیے کیے اور برے کام کیے تو اس کا نقصان بھی وہی اٹھائے گا۔ اے ہمارے پروردگار! اگر ہم بھول جائیں تو اس کی باز پرس ہم سے نہ کر، اے ہمارے پروردگار! ہم پر اتنا بوجھ نہ ڈال جس طرح ہم سے پہلوں پر تو نے ڈالا ہے، اے ہمارے پروردگار! اور اتنا بوجھ جس کے اٹھانے کی ہم میں طاقت نہیں ہم سے نہ اٹھوا اور ہمارے قصوروں سے درگزر فرما، ہمارے قصوروں کو معاف کر اور ہم پر رحم فرما، تو ہی ہمارا پروردگار ہے تو ان لوگوں کے مقابلہ میں جو تیرے منکر ہیں ہماری مدد فرما)۔

معراج کا پُر اسرار منظر:

سورہ اسراء کے آغاز میں اللہ تعالیٰ نے معراج کے روحانی مناظر کا بیان صرف دو لفظوں میں ختم کر دیا ہے:

﴿لِنُرِيَهُ مِنْ آيَاتِنَا﴾ (۱۳۰)

(ہم نے اپنے بندہ کو یہ سیر اس لیے کرائی کہ ہم اپنی کچھ نشانیاں اس کو دکھائیں)۔

یہ ''نشانیاں'' کیا تھیں؟ کیا ان کی تفصیل کے لیے عاجز و درماندہ انسان کی زبان میں کچھ الفاظ ہیں؟ ہاں ہیں، مگر ناتمام، ہماری فہم، ہمارا علم، ہمارا خیال، ہمارا قیاس، غرض جو کچھ ہمارے پاس ہے، اس کا دائرہ ہمارے محسوسات

Marfat.com

اور ہمارے تعلقات سے آگے نہیں بڑھ سکتا اور ہمارے ذخیرۂ لغت میں صرف ان ہی کے لیے کچھ الفاظ ہیں۔ اس بنا پر وہ معانی جو نہ عام محسوسات انسانی کی حدود میں داخل ہیں اور نہ تعقل وتصور کے احاطہ کے اندر ہیں وہ الفاظ وکلمات میں کیوں کہ سما سکتے ہیں اور اگر اللہ تعالیٰ اپنے کمال قدرت سے ان کو حروف وکلمات کا جامہ پہنا بھی دے تو دماغ انسانی ان کی فہم وتحمل کی قدرت کہاں سے لائے گا؟

﴿وَمَا اُوْتِیْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلاً﴾ (۱۳۱)

(اے انسانو! تم کو علم کا بہت تھوڑا سا حصہ عطا کیا گیا ہے)۔

اسی لیے سورۂ نجم میں جہاں ان اسرار کے چہرے سے کچھ پردہ ہٹایا گیا ہے ایسی تفصیل ہے جو تمام تر اجمال ہے اور ایسی توضیح ہے جو سرتا پا ابہام ہے، دو دو لفظ کے فقرے ہیں، ضمیریں محذوف ہیں، فاعل کا ذکر ہے تو مفعول کا نہیں، مفعول بیان ہوا ہے تو فاعل نہیں، متعلقات فعل کی تشریح نہیں۔ ضمائر کے مرجعوں کی تعیین نہیں کیوں؟ اس لیے کہ اس مقام کا مقتضا یہی ہے:

﴿وَالنَّجْمِ إِذَا هَوٰى مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوٰى إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحٰى عَلَّمَهُ شَدِيْدُ الْقُوٰى ذُو مِرَّةٍ فَاسْتَوٰى وَهُوَ بِالْأُفُقِ الْأَعْلٰى ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰى فَأَوْحٰى إِلٰى عَبْدِهِ مَا أَوْحٰى مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأٰى أَفَتُمَارُوْنَهُ عَلٰى مَا يَرٰى وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرٰى عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَأْوٰى إِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى لَقَدْ رَأٰى مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى﴾ (۱۳۲)

(قسم ہے ستارہ کی جب وہ گرے کہ تمھارا رفیق (محمد ﷺ) نہ تو بھٹکا ہے اور نہ بہکا ہے اور نہ وہ یہ باتیں اپنے دل سے بنا کر کہتا ہے بلکہ وہ تو وہی ہے جو اس کو بتایا جاتا ہے اس کو تو بڑی طاقتوں والا اور بڑی عقل والا تعلیم دیتا ہے، وہ آسمان کے اونچے کنارے میں سیدھا ہو کر نمودار ہوا، پھر قریب ہوا اور جھکا تو دو کمانوں کا فیصلہ رہ گیا، بلکہ اس سے بھی کم، پھر اس کے بندہ سے جو باتیں کیں، دل نے جو دیکھا اس نے جھوٹ بیان نہیں کیا، اے لوگو! کیا وہ جو دیکھتا ہے اس پر تم اس سے نزاع اور مناظرہ کرتے ہو، اس نے یقیناً دوبارہ اس کو اترتے دیکھا، انتہا کے درخت کے پاس جس کے قریب (نیک بندوں کے) رہنے کی بہشت ہے، جب بیری کے درخت پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا نہ نظر بہکی نہ اچٹی، اس نے یقیناً اپنے پروردگار کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں)۔

حضور ﷺ نے جب معراج کے روحانی مشاہدات ومناظر اور ملکوتی آیات ومظاہر کا قریش سے تذکرہ

Marfat.com

کیا تو انھوں نے کہا کہ یہ راہِ حق سے دیدہ ودانستہ (غوایت) یا نادانستہ (ضلالت) بھٹک گیا ہے یا اپنے دل سے بنا کر یہ جھوٹی باتیں بیان کرتا ہے۔ یہ انھوں نے کیوں کہا؟ اس لیے کہ روحانی جلوؤں کے دیکھنے کی طاقت نہ تھی، اسرارِ ملکوتی کے سمجھنے کے لیے ان کے سینوں میں دل نہ تھے۔ خدا نے کہا یہ جو کچھ تھا اور جو کچھ معلوم ہوا یہ بڑی طاقت وقدرت اور علم وعقل والی ہستی کی جلوہ انگیزیاں تھیں، وہ کبھی اتنا دور تھا کہ آسمان کے کناروں میں نظر آیا اور کبھی اتنا قریب کہ دو کمانوں کے فاصلہ سے بھی قریب تر تھا۔ کون جھکا؟ کون قریب آیا؟ کون دو کمانوں کے فاصلہ تک آ کر رہ گیا؟ کیا خدا؟ نہیں! کیا جلوہ خدا؟ شاید! کس نے باتیں کیں؟ معلوم نہیں کیا باتیں کیں؟ بتائی نہیں! سدرۃ المنتہیٰ کیا ہے؟ انسانی فہم وادراک کی سرحد کے اخیر پر ایک درخت۔ کیا اس کو جلوۂ الٰہی کی نیرنگی نے ڈھانک لیا؟ کیا انسانی فہم وادراک کی اخیر سرحد کا درخت صرف صفات کی نیرنگی کا مظہر ہے؟ کیا یہاں پہنچ کر کون ومکان اور وجوب وامکان کا عقدۂ مشکل حل ہو گیا؟ کیا دل بھی دیکھتا ہے؟ حضور ﷺ نے دل کی آنکھوں سے کیا دیکھا؟ دیدۂ چشم سے کیا نظر آیا؟ آپ ﷺ کو اس سفر میں آیات ربانی دکھائی گئیں، مگر کیا دیکھا؟ دیدہ چشم سے کیا نظر آیا؟ آپ ﷺ کو اس سفر میں آیات ربانی دکھائی گئیں مگر یہ مشاہدۂ قلب تھا یا معائنہ چشم؟

راز ایں پردۂ نہاں است ونہاں خواہد بود

Marfat.com

حوالہ جات

۱۔ نعمانی، شبلی، سیرت النبی ﷺ (الفیصل ناشران وتاجران کتب اردو بازار، لاہور) ۳/۳۵۔

۲۔ الاعراف، (۷) ۷۳۔

۳۔ الشعرا (۲۶) ۳۳۔

۴۔ الاعراف (۷) ۱۰۷۔

۵۔ الاعراف (۷) ۱۶۰۔

۶۔ الانبیاء (۲۱) ۷۹۔

۷۔ سبا (۳۴) ۱۰۔

۸۔ ایضاً، ۱۲۔

۹۔ النمل (۲۷) ۱۶۔

۱۰۔ سبا (۳۴) ۱۲۔

۱۱۔ المائدہ (۵) ۱۱۰۔

۱۲۔ الاسراء (۱۷) ۸۸۔

۱۳۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، (دارالسلام، الریاض، ۱۹۹۹ء) ص: ۵۹۹، حدیث نمبر: ۳۵۷۲۔

۱۴۔ بخاری، الجامع الصحیح، ص: ۶۹۴، حدیث نمبر: ۴۱۰۱۔

۱۵۔ بیہقی، احمد بن حسین، دلائل النبوۃ (دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۸۵) ۶/۱۰۱۔۱۰۲۔

۱۶۔ القمر (۵۴) /۱۔

۱۷۔ بخاری، الجامع الصحیح، ص: ۶۰۱، حدیث نمبر: ۳۵۸۳۔

۱۸۔ بیہقی، دلائل النبوۃ، ۱/۲۷۸

۱۹۔ بخاری، الجامع الصحیح، ص: ۷۱۵، حدیث نمبر: ۴۲۱۰۔

۲۰۔ ابن کثیر، اسماعیل عمادالدین، تفسیر القرآن العظیم (دارالسلام، الریاض، ۱۹۹۴) ۳/۳۶۔

۲۱۔ عبکری، عبداللہ بن الحسین، ابوالبقاء، المشوف المعلم فی ترتیب الاصلاح علی الحروف المعجم (جامعۃ ام القریٰ، المکۃ المکرمہ) ۱/۳۹۵۔

۲۲۔ ابن منظور، محمد بن مکرم، لسان العرب (دارالفکر، بیروت) ۵/۳۸۱۔

Marfat.com

۲۳۔ نواب صدیق حسن خاں، فتح البیان فی مقاصد القرآن (مطبعہ صدیقی بھوپال ۱۲۹۱ھ) ۲/۷۵۶۔

۲۴۔ الاسراء (۱۷) ۱۔

۲۵۔ ہود (۱۱) ۸۱۔

۲۶۔ الحجر (۱۵) ۶۵، طٰہٰ (۲۰) ۷۷، الشعرا (۲۶) ۵۲، الدخان (۴۴) ۲۳۔

۲۷۔ الاسراء (۱۷) ۱

۲۸۔ فیومی، احمد بن محمد بن علی، المصباح المنیر (دار الفکر، القاہرہ) ۴۰۱۔

۲۹۔ ابن ابی العز الحنفی، محمد بن علاء الدین علی، شرح عقیدہ طحاویہ (المکتب الاسلامی، بیروت، دمشق ۱۹۸۴ء) ص: ۲۲۳۔

۳۰۔ ابن حجر عسقلانی، احمد بن علی، فتح الباری (دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور) ۷/۲۰۵۔

۳۱۔ ابن ابی العز الحنفی، شرح عقیدہ طحاویہ، ص: ۲۲۴۔

۳۲۔ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۷/ ۱۹۶، ۲۰۱۔

۳۳۔ ایضاً، ۷/ ۱۹۶۔

۳۴۔ ابن سعد، محمد بن سعد، الطبقات الکبریٰ (دار صادر، بیروت) ۱/ ۲۱۳۔

۳۵۔ ایضاً، ۱/ ۲۱۴۔

۳۶۔ بیہقی، دلائل النبوۃ، ۲/ ۳۵۵۔

۳۷۔ البغوی، حسین بن مسعود، تفسیر معالم التنزیل (دار الفکر، القاہرہ) ۴/ ۱۲۷۔

۳۸۔ خازن، علی بن محمد، ابوالحسن علاؤ الدین، تفسیر الخازن (دار الفکر، قاہرہ ۱۹۷۹ء) ۴/ ۱۳۴۔

۳۹۔ قاضی عیاض، الشفاء، بتعریف حقوق المصطفیٰ (دار الکتب العلمیہ، بیروت) ۱/ ۱۸۰۔

۴۰۔ ابن الجوزی، عبدالرحمٰن، ابوالفرج، الوفا باحوال دار المصطفیٰ (المکتبہ النوریہ الرضویہ، لاہور) ۱/ ۲۱۹۔

۴۱۔ مودودی، ابوالاعلیٰ، سیرت سرور عالم ﷺ (ادارہ ترجمان القران، لاہور) ۲/ ۶۴۴۔

۴۲۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (دار الفکر، بیروت، ۱۹۷۸) ۳/ ۱۰۸، ۱۰۹۔

۴۳۔ ابن حجر، فتح الباری، ۷/ ۲۰۳۔

۴۴۔ منصور پوری، قاضی محمد سلیمان سلمان، رحمۃ للعالمینؐ (الفیصل ناشران وتاجران کتب لاہور) ۳/ ۱۲۶، مولانا مودودی، سیرت سرور عالم، ۲/ ۶۴۴۔

۴۵۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ ۳/ ۱۱۵۔

۴۶۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۳/ ۳۴۔

۴۷۔ ابن ابی العز، الحنفی، شرح عقیدہ طحاویہ، ۲۲۴۔

۴۸۔ ابن القیم، محمد بن ابی بکر، زاد المعاد فی ھدی خیر العباد (دار الفکر، القاہرہ، طبعۃ ثالثۃ ۱۹۷۳) ۲/ ۴۹۔

۴۹۔ ابن منظور، لسان العرب، ۳/ ۲۳۰۔

۵۰۔ زبیدی، محمد مرتضیٰ، تاج العروس (مکتبہ عیسیٰ حلبی، القاہرہ) ۲/۴۰۹۔
۵۱۔ مسلم، مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح (دار السلام، الریاض ۲۰۰۰ء) ص: ۸۹، حدیث نمبر: ۴۳۰۔
۵۲۔ الاسراء (۱۷) ۶۰۔
۵۳۔ بخاری، الجامع الصحیح، ص: ۸۱۶، حدیث نمبر: ۴۷۱۶۔
۵۴۔ ابن القیم الجوزیہ، زاد المعاد، ۲/ ۴۷۔
۵۵۔ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۷/ ۲۰۱۔
۵۶۔ بخاری، الجامع الصحیح، ص: ۶۲، حدیث نمبر: ۳۴۹۔
۵۷۔ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۷/ ۲۰۴۔
۵۸۔ ایضاً، شبلی نعمانی، سیرت النبیؐ، ۳/ ۲۳۰۔
۵۹۔ ابن حجر، فتح الباری، ۷/ ۲۰۴۔
۶۰۔ الاسراء (۱۷) ۱۔
۶۱۔ ایضاً ۶۰۔
۶۲۔ النجم (۵۳) ۱-۱۸۔
۶۳۔ بخاری، الجامع الصحیح، ص: ۶۸۶، حدیث نمبر: ۶۲۳۔
۶۴۔ مسلم، الجامع الصحیح، ص: ۹۰، حدیث نمبر: ۴۳۷۔
۶۵۔ ایضاً، ص: ۹۰، حدیث نمبر: ۴۳۹۔
۶۶۔ ایضاً، ص: ۸۲، حدیث نمبر: ۴۱۱۔
۶۷۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۳/ ۱۱۰۔
۶۸۔ بیہقی، دلائل النبوۃ ۲/ ۳۵۶۔
۶۹۔ السہیلی، عبدالرحمن بن عبداللہ، ابوالقاسم، الروض الانف شرح السیرۃ النبویۃ، ۲/ ۲۹۰، ۲۹۱۔
۷۰۔ مسلم، الجامع الصحیح، ص: ۸۲، حدیث نمبر: ۴۱۱۔
۷۱۔ بیہقی، دلائل النبوۃ، ۲/ ۳۶۲، ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۳/ ۱۰۹۔
۷۲۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۳/ ۱۰۹۔
۷۳۔ ابن حجر، فتح الباری، ۷/ ۲۰۸۔
۷۴۔ تفسیر ابن کثیر، ۳/ ۱۵/ ۱۸، بیہقی، دلائل النبوۃ، ۲/ ۳۸۰۔
۷۵۔ بخاری، الجامع الصحیح، ص: ۷۹۶، حدیث نمبر: ۶۸۹۳۔
۷۶۔ بیہقی، دلائل النبوۃ، ۲/ ۳۹۲ تا ۳۹۶، مودودی، سیرت سرورِ عالمؐ، ۲/ ۲۵۴، ۲۵۶۔
۷۷۔ السہیلی، الروض الانف شرح السیرۃ النبویۃ، ۲/ ۱۵۴۔

Marfat.com

۷۸۔ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۷/۲۰۱،۲۰۳۔

۷۹۔ بخاری، الجامع الصحیح، ص:۶۲، حدیث نمبر:۳۴۹۔

۸۰۔ مسلم، الجامع الصحیح، ص:۸۳، حدیث نمبر:۴۱۱۔

۸۱۔ بخاری، الجامع الصحیح، ص:۶۲، حدیث نمبر:۳۴۹۔

۸۲۔ مسلم، الجامع الصحیح، ص:۸۳، حدیث نمبر:۴۱۱۔

۸۳۔ ایضاً، ص:۸۹، حدیث نمبر:۴۳۰۔

۸۴۔ بیہقی، دلائل النبوۃ، ۲/۳۶۰۔

۸۵۔ السہیلی، الروض الانف شرح السیرۃ النبوۃ، ۲/۱۷۲۔۱۷۳۔

۸۶۔ محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، بانگ درا، (غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ۱۹۶۹) ص:۳۰۶۔

۸۷۔ آلِ عمران (۳) ۶۸۔

۸۸۔ ایضاً، ۸۱۔

۸۹۔ بخاری، الجامع الصحیح، ص:۵۹۵، حدیث نمبر:۳۵۳۴۔

۹۰۔ البقرہ (۲) ۲۸۵۔

۹۱۔ ابن حبان، ابوحاتم محمد البستی، الصحیح، (مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۹۸۹ء) ۱/۲۱۳۔

۹۲۔ محمد اقبال، علامہ، بال جبریل (غلام علی اینڈ سنز، لاہور) ص:۲۷۔

۹۳۔ محمد اقبال، بانگ درا، ص:۱۰۵۔

۹۴۔ ایضاً، ص:۱۰۸۔

۹۵۔ محمد اقبال، علامہ، کلیاتِ اقبال (غلام علی اینڈ سنز لاہور) ص:۳۷۶۔

۹۶۔ محمد اقبال، کلیات اقبال، ص:۲۷۸۔

۹۷۔ محمد اقبال، کلیات اقبال، ص:۳۷۷۔

۹۸۔ البقرہ (۲) ۱۶۵۔

۹۹۔ الاسراء (۱۷) ۱۔

۱۰۰۔ طٰہٰ (۲۰) ۱۷۔۲۳۔

۱۰۱۔ ایضاً، ۲۴۔

۱۰۲۔ النجم (۵۳) ۱۸۔

۱۰۳۔ الاسراء (۱۷) ۷۹۔

۱۰۴۔ المزمل (۷۳) ۶۔

۱۰۵۔ الذاریات (۵۱) ۱۷۔۱۸۔

Marfat.com

۱۰۶۔ الفرقان (۲۵) ۶۴۔

۱۰۷۔ المزمل (۷۳) ۱۔۲۔

۱۰۸۔ السہیلی، الروض الانف، ۲/ ۱۵۷۔

۱۰۹۔ مریم (۱۹) ۵۷۔

۱۱۰۔ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۷/ ۲۱۰۔۲۱۲۔

۱۱۱۔ الانعام (۶) ۷۵۔

۱۱۲۔ دہلوی، شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغہ (المکتبہ السلفیہ، لاہور، ۱۹۷۴ء) ۲۰۶۔۲۰۷۔

۱۱۳۔ السہیلی، الروض الانف، ۲/ ۱۴۱۔

۱۱۴۔ الاسراء (۱۷) ۱۔

۱۱۵۔ الاسراء: (۱۷) تا ۸۔

۱۱۶۔ البقرہ (۲) ۴۰۔

۱۱۷۔ الاسراء (۱۷) ۹۔۲۔۱

۱۱۸۔ ایضاً، ۲۲۔۳۹۔

۱۱۹۔ ایضاً۔۳۹۔

۱۲۰۔ النجم (۵۳) ۱۰۔

۱۲۱۔ الاسراء (۱۷) ۵۸۔۶۰۔

۱۲۲۔ ایضاً، ۷۳۔۷۷۔

۱۲۳۔ ایضاً، ۷۸۔۷۹۔

۱۲۴۔ ایضاً، ۸۰۔۸۱۔

۱۲۵۔ ایضاً، ۸۳۔۱۰۰۔

۱۲۶۔ المزمل (۷۳) ۱۵۔

۱۲۷۔ الاسراء (۱۷) ۱۰۱۔۱۰۴۔

۱۲۸۔ ترمذی، محمد بن عیسیٰ، ابو عیسیٰ، السنن (دار السلام، الریاض، ۱۹۹۹ء) ص: ۷۰۹، حدیث نمبر: ۳۱۴۴۔

۱۲۹۔ البقرہ (۲) ۲۸۵۔۲۸۶۔

۱۳۰۔ الاسراء (۱۷) ۱۔

۱۳۱۔ ایضاً، ۵۸۔

۱۳۲۔ النجم (۵۳) ۱۔۱۸۔

Marfat.com

(۲) معراج النبی ﷺ پر اعتراضات اور ان کا تحقیقی جائزہ

معراج النبی ﷺ پر اعتراضات کرنے والے لوگوں کو دو قسموں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلا گروہ ان غیر مسلم اور ملحدین کا ہے جو دیگر معجزات کے ساتھ واقعہ معراج کا سرے سے ہی انکار کرتے ہیں۔

دوسرا گروہ ان نام نہاد مسلمانوں کا ہے جو قرآن مجید اور احادیث و روایات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے معراج النبی ﷺ پر اعتراض کرتے ہیں۔ پہلے گروہ کو قائل کرنا ناممکنات میں سے ہے۔ ﴿خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ﴾ (۱) کے مصداق یہی لوگ ہیں۔ میرے مخاطب دوسرے گروہ کے لوگ ہیں۔

معراج النبی ﷺ پر جو مختلف قسم کے اعتراضات کیے جاتے ہیں میں نے ان میں سے بعض کو اس مقالے میں سلسلے وار لکھا ہے پھر ان کے جواب اسی ترتیب سے دیئے ہیں۔

اعتراضات سے قبل چند اہم نکات:

اعتراضات اور ان کے جوابات قلمبند کرنے سے قبل چند اہم نکات پیش کرنا ضروری سمجھتا ہوں:

۱۔ وحی کی کئی قسمیں ہیں: وحی کی ایک قسم وہ ہے جس کے الفاظ اور معانی دونوں ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتے ہیں۔ اس کا نام وحی متلو یا قرآن مجید ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ﴾ (۲)

(بے شک اس ذکر (قرآن) کو ہم نے نازل کیا اور ہم خود اس کے نگہبان ہیں)۔

وحی کی دوسری قسم وہ ہے جس کے معنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتے ہیں لیکن رسول اللہ ﷺ ان معانی الٰہی کو اپنے الفاظ کا جامہ پہنا دیتے ہیں۔ اس وحی کو وحی غیر متلو یا حدیث رسول ﷺ کہتے ہیں۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى﴾ (۳)

(اور نہ وہ اپنی نفسانی خواہش سے باتیں بناتے ہیں وہ تو تمام تر وحی ہی ہے جو ان پر بھیجی جاتی ہے)۔

۲۔ قرآن فہمی کے لیے ضروری ہے کہ عربی زبان پر مکمل عبور ہو۔ قرآن مجید کے سیاق و سباق کا علم ہو

Marfat.com

کیونکہ "القرآن یفسر بعضہ بعضا" (قرآن کے الفاظ ہی اس کی شرح کرتے ہیں) پھر احادیث رسول ﷺ پر نظر ہو، آثار صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین کا جاننا بھی ضروری ہے۔ قدیم تفاسیر میں سے تفسیر ابن جریر، تفسیر ابن کثیر، تفسیر قرطبی، تفسیر فتح القدیر، تفسیر خازن، تفسیر روح المعانی، معالم التنزیل، فتح البیان اور مستند کتب تاریخ میں سے تاریخ طبری، البدایہ والنہایہ وغیرہ اور کتب سیرت نبوی ﷺ کو مدّ نظر رکھا جائے۔ اردو دان حضرات کے لیے تفسیر ثنائی، تفسیر بیان القرآن، تدبر قرآن، تفہیم القرآن اور معارف القرآن بہت مفید ہیں۔ قرآن مجید کو سمجھنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی کتاب سے لَو لگانا بھی بہت ضروری ہے۔

بقول اقبال:

تیرے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزولِ کتاب
گرہ کشا ہے نہ رازی نہ صاحبِ کشاف (۴)

۳۔ قرآن مجید کے کلام خدا ہونے کا علم ہمیں زبان رسول ﷺ سے ہوا ہے۔ احادیث رسولؐ کو، الگ کر کے قرآن مجید سمجھ میں نہیں آ سکتا۔ صلوٰۃ، صوم، زکوٰۃ اور دیگر کئی اصطلاحاتِ قرآن کی تشریح بھی احادیث کے بغیر ناممکن ہے۔

قرآن مجید نے حدیث رسول ﷺ کی ضرورت پر بہت زیادہ زور دیا ہے۔ آیاتِ قرآنی ملاحظہ ہوں:

﴿وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ﴾ (۵)

(ہم نے آپ ﷺ پر نصیحت نامہ کو اتارا ہے تا کہ آپ ﷺ لوگوں پر ظاہر کر دیں جو کچھ ان کے پاس بھیجا گیا ہے)۔

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (۶)

(تمھارے لیے رسولؐ اللہ کی ذات میں ایک عمدہ نمونہ موجود ہے)

﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا﴾ (۷)

(رسول ﷺ جو کچھ تمھیں دیں لے لیا کرو اور جس سے وہ تمھیں روکیں رُک جایا کرو)۔

نزول قرآن مجید کے زمانہ میں لفظ "ظلم" کے معنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سمجھ میں نہیں آئے تھے۔ آنحضرت ﷺ کے بتانے پر انھیں معلوم ہوا کہ یہاں پر خدا تعالیٰ نے ظلم سے شرک مراد لیا ہے (۸)۔ جب کوئی آدمی خدا تعالیٰ کے کلام کی شرح اپنی مرضی سے کرنا چاہتا ہے تو ہدایت کی بجائے گمراہی پھیلتی ہے۔ جب حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ایک درخت کے قریب جانے سے روک دیا تو شیطان نے اس کلام الٰہی کی اپنی طرف سے یہ تفسیر بیان کی:

﴿وَقَالَ مَا نَهَاكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هَٰذِهِ الشَّجَرَةِ إِلَّا أَنْ تَكُونَا مَلَكَيْنِ أَوْ تَكُونَا مِنَ الْخَالِدِينَ﴾ (۹)

Marfat.com

(شیطان) کہنے لگا تمھارے رب نے تم کو اس درخت سے تو صرف اس لیے روکا تھا کہ کہیں تم دونوں فرشتے (نہ) بن جاؤ یا کہیں ہمیشہ زندہ رہنے والوں میں سے نہ ہو جاؤ)

پھر جو کچھ ہوا ہمارے سامنے ہے۔

حلت وحرمت کا معاملہ بھی حدیث رسولؐ سے ہی سمجھ میں آ سکتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ﴾ (۱۰)

(تم پر حرام کیے گئے ہیں مُردار اور خون اور سور کا گوشت اور جو جانور غیر اللہ کے لیے نامزد کر دیا گیا ہو)۔

اس قرآنی آیت کو سامنے رکھ کر اگر کوئی مکڑی اور مچھلی کو حرام قرار دے دے تو پوری امت کی رائے اس کے خلاف ہوگی کیونکہ آنحضرت ﷺ نے اس عام حکم کو مخصوص فرما دیا۔ فرمایا:

﴿احلت لنا ميتتان ودمان، فاما الميتتان فالحوت والجراد و واما الدمان فالكبد والطحال﴾ (۱۱)

(ہمارے لیے مردار اور دو خون حلال کیے گئے ہیں مردار میں مچھلی اور مکڑی، خون میں کلیجی اور تلی ہے)۔

نکاح میں لی جانے والی عورتوں کی حرمت کا جس مقام پر قرآن مجید میں ذکر ہے۔ اس کے علاوہ آنحضرت ﷺ نے بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرمایا:

﴿لا يجمع بين المرأة وعمتها ولا بين المرأة وخالتها﴾ (۱۲)

(عورت کو اس کی پھوپھی کے ساتھ نکاح میں اکٹھا نہ رکھا جائے اور نہ ہی خالہ اور بھانجی کو اکٹھا رکھا جائے)۔

ان مثالوں کے علاوہ کئی معاملات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید اور احادیث رسولؐ لازم وملزوم ہیں۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے:

﴿لو لا السنة ما فهم احد منا القرآن﴾ (۱۳)

(ہم میں کوئی قرآن مجید نہ سمجھ سکتا اگر سنت رسول ﷺ نہ ہوتی)۔

احادیث رسول کی حیثیت عام کتب تاریخ کی نہیں بلکہ یہ بھی قرآن مجید کی طرح محفوظ ومصوّن ہیں۔ کتابت حدیث آنحضرت ﷺ کے زریں دور سے ہی شروع ہو گئی تھی۔ چنانچہ ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ کے پوچھنے پر جو بھول جاتا تھا آپؐ نے ارشاد فرمایا:

﴿استعن بيمينك وأومأ بيده الخط﴾ (۱۴)

(اپنے دائیں ہاتھ سے مدد لو اور آپؐ نے ہاتھ سے لکھنے کا اشارہ کیا)۔

Marfat.com

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو قریش نے آنحضرت ﷺ کی ہر بات لکھنے سے منع کیا کہ بعض اوقات آنحضرت ﷺ غصے کی حالت میں ہوتے ہیں۔ انھوں نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا تو آپؐ نے اپنی زبان مبارک کی طرف اشارہ کر کے فرمایا:

﴿اکتب فوالذی نفسی بیده ما یخرج منه الا حق﴾ (۱۵)

(لکھو اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اس سے حق ہی نکلتا ہے)۔

اس طرح سے حرم کی حرمت کے متعلق آنحضرت ﷺ نے خطبہ دیا تو یمن کے ایک شخص نے عرض کیا کہ مجھے یہ خطبے لکھ دیں تو آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: ﴿اکتبوا لابی شاه﴾ (۱۶) (ابوشاہ کو لکھ دو) اس سے معلوم ہوا کہ تمام احادیث رسولؐ کو آنحضرت ﷺ سے صحابہ کرام لکھ لیتے تھے بلکہ ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں لکھ کر آنحضرت ﷺ سے نظر ثانی بھی کرا لیتا تھا (۱۷)۔

آنحضرت ﷺ کے بعد صحابہ کرام پوری تحقیق سے بیان کرتے۔ پھر محدثین نے جہاں سے احادیث کو درج کیا وہاں سے آنحضرت ﷺ تک راویوں کی پوری سند چھان پھٹک کر لکھی۔ ان کے حالات زندگی لکھے گئے سند کے بغیر کسی چیز کو قبول نہیں کیا۔ امام سفیان ثوری کا قول ہے:

﴿الاسناد سلاح المومن فاذا لم یکن معه سلاح فبای شئی یقاتل﴾ (۱۸)

(سند مومن کا ہتھیار ہے، اگر ہتھیار ساتھ نہ ہو تو وہ کس چیز سے لڑے گا)۔

امام عبداللہ بن مبارک کا قول ہے:

﴿الاسناد من الدین ولو لا الاسناد لقال من شاء ما شاء﴾ (۱۹)

(اسناد دین کا حصہ ہیں، اگر سندیں نہ ہوتیں تو جس شخص کی جو مرضی ہوتی کہتا رہتا)۔

سند کی تعریف یہ ہے:

﴿الاسناد: حکایة طریق المتن﴾ (۲۰)

(اسناد متن کے راستہ کے بیان کو کہتے ہیں)۔

محدثین کی مساعی جمیلہ اور علمائے امت کی محنت شاقہ کی وجہ سے آنحضرت ﷺ کی زندگی کے شب و روز ہمارے سامنے اظہر من الشمس ہیں۔

محدثین نے علم جرح و تعدیل پر مبسوط کتابیں قلم بند کیں جن کی گواہی غیر مسلم بھی دیتے ہیں۔ کتاب الثقات، الجرح والتعدیل، تذکرۃ الحفاظ، میزان الاعتدال، لسان المیزان، تقریب التهذیب اور تہذیب التهذیب مشتِ نمونہ از خروارے ہیں۔

مولانا حالی نے ان لوگوں کو یوں خراج عقیدت پیش کیا ہے:

گروہ وہ ایک جویا تھا علم نبیؐ کا
لگایا پتہ جس نے ہر مفتری کا
نہ چھوڑا کوئی رخنہ کذب خفی کا
کیا قافیہ تنگ ہر مدعی کا
کیے جرح و تعدیل کے وضع قانوں
نہ چلنے دیا کوئی باطل کا افسوں
اس دھن میں آساں کیا ہر سفر کو
اسی شوق میں طے کیا بحر و برکو
سنا خازن علم و دیں جس بشر کو
لیا اس سے جا کر خبر اور اثر کو
پھر آپ اس کو پرکھا کسوٹی پہ رکھ کر
دیا اور کو مزہ خود اس کا چکھ کر
کیا فاش راوی میں جو عیب پایا
مناقب کو چھانا، مثالب کو تایا
مشائخ میں جو قبح نکلا جتایا
ائمہ میں جو داغ دیکھا بتایا
طلسمِ ورع ہر مقدس کا توڑا
نہ مُلّا کو چھوڑا نہ صوفی کو چھوڑا
رجال اور اسانید کے جو ہیں دفتر
گواہ ان کی آزادگی کے ہیں پیکر
نہ تھا ان کا احساں یہ اک اہلِ دیں پر
وہ تھے اس میں ہر قوم و ملت کے رہبر (۲۱)

جب تک مندرجہ بالا چیزوں پر پوری نظر نہ ہو۔ احادیث رسول ﷺ پر قلم اٹھا کر ٹھوکریں کھانے کے علاوہ کچھ حاصل نہ ہوگا۔

۴۔ محدثین نے کتب احادیث کی درجہ بندی کی ہے۔ جس طرح دیگر علوم میں ماہرین کے درجات ہوتے ہیں اسی طرح محدثین بھی اپنے علم، فہم حدیث اور ورع و تقویٰ کے لحاظ سے مختلف مقام رکھتے ہیں۔ ان کی درجہ بندی شروط تحدیث کو اپنانے پر منحصر ہے۔ شاہ ولی اللہ اور دیگر محدثین نے کتب احادیث کے پانچ

Marfat.com

طبقات شمار کیے ہیں۔ پہلے نمبر پر صحیح بخاری و صحیح مسلم ہیں: پھر دوسرے نمبر پر دیگر کتب صحاح ستہ ہیں۔ اسی طرح پھر تیسرا چوتھا اور پانچواں طبقہ ہے (۲۲) کسی بھی حدیث کو دیکھنے کے لیے اس ترتیب کو مدّ نظر رکھنا ضروری ہے۔ پھر ان کتابوں میں بھی حدیث کے سیاق و سباق کو مدّ نظر رکھ کر پڑھنا ضروری ہے۔ احادیث کو سیاق و سباق سے الگ پڑھنے کی وہی کیفیت ہوگی جو قرآن مجید کی آیت ﴿ لَا تَقْرَبُواْ الصَّلاَةَ ﴾ (اے ایمان والو! نماز کے قریب نہ جاؤ) کو ﴿وَأَنتُمْ سُكَارَىٰ﴾ (۲۳) (اس حال میں کہ تم نشہ میں ہو) سے الگ کر کے پڑھنے سے ہوگی اور اس کے ساتھ ہی شراب کی حرمت کی آیات کو مدّ نظر رکھنا ہوگا۔

۵۔ قرآن مجید کے حقائق یا احادیث رسولؐ کی تصدیق اگر کسی پہلی کتاب سے ہو جائے تو اس سے ان کی صداقت کی شہادت ملتی ہے نہ کہ ان کی تکذیب کا باعث ہے۔ توراۃ اور انجیل کی تحریف کے باوجود ان میں آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صفات کا ذکر موجود ہے۔ ارشاد ربانی ہے: ﴿ذَٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِى التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِى الْإِنجِيلِ﴾ (۲۴) (یہ ان کے اوصاف توراۃ اور انجیل میں ہیں) ان کتابوں میں ذکر ہونے والی کوئی چیز قرآن و حدیث میں ہو تو ہم اس کا انکار نہیں کریں گے بلکہ اس کی مزید تصدیق ہوگی کیونکہ قرآن مجید تو مهيمنا عليه (۲۵) (ان پر محافظ ہے) اس طرح آنحضورؐ کے متعلق ارشاد خداوندی ہے: ﴿ يَآ أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيراً مِّمَّا كُنتُمْ تُخْفُونَ مِنَ الْكِتَابِ﴾ (۲۶) (اے اہل کتاب تمھارے پاس ہمارے 'یہ' رسول آئے ہیں، یہ تمھارے سامنے کتاب الٰہی کے ایسے اکثر مضامین کھول دیتے ہیں جنھیں تم چھپاتے رہے ہو)۔ آنحضرت ﷺ کی فوقیت اور قرآن مجید کی حیثیت تو مسلّم ہے۔

۶۔ قرآن مجید کتاب ہدایت ہے۔ اس کا مقصد واقعات کو تسلسل کے ساتھ بیان کرنا نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ایک چیز کو مختلف مقامات پر مختلف انداز میں بیان کیا گیا ہے لیکن ہر جگہ ہدایت کا نیا نکتہ مقصود ہوتا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کا ذکر قرآن مجید میں کئی جگہ ہے۔ لیکن ہر جگہ پر انداز الگ ہے۔ نماز کا ذکر کئی جگہ آتا ہے کہیں ﴿وَيُقِيمُونَ الصَّلاَةَ﴾ (۲۷) (نماز قائم کرتے ہیں) کہیں ﴿وَالْمُقِيمِينَ الصَّلاَةَ﴾ (۲۸) نماز کے پابند ہیں) کہیں ﴿ وَأَقَامُواْ الصَّلاَةَ ﴾ (۲۹) (انھوں نے نماز کی پابندی کی) کہیں ﴿وَأَقِيمُواْ الصَّلاَةَ﴾ (۳۰) (اور نماز کے پابند رہو) کہیں پر ﴿ حَافِظُواْ عَلَى الصَّلَوَاتِ﴾ (۳۱) نمازوں کی حفاظت کرو) کہیں ﴿ هُمْ فِى صَلاَتِهِمْ خَاشِعُونَ﴾ (۳۲) (وہ اپنی نمازوں میں خشوع رکھنے والے ہیں) کے الفاظ ہیں، نماز سے متعلق دیگر چیزوں کا ذکر دوسری مختلف جگہوں پر ہے۔ اسی طرح زکوٰۃ، حج اور دیگر چیزوں کے احکام ایک جگہ پر مکمل نہیں۔ بعض مقامات پر واقعات مجمل ہیں تو بعض پر مفصل۔ ﴿وَلَقَدْ جَاءَكُمْ يُوسُفُ مِن قَبْلُ﴾ (۳۳) (تمھارے پاس پہلے یوسفؑ آئے تھے) میں ذہن خود بخود سورۃ یوسف کی طرف گھوم جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ کسی کا پابند نہیں ہے کہ وہ ایک ہی جگہ پر سب کچھ بیان کرتا مختلف سورتوں کی مختلف

Marfat.com

یتیں مختلف مواقع پر نازل ہوئیں۔ آنحضرت ﷺ کاتبین وحی کو بتلاتے کہ ان آیتوں کو فلاں سورہ میں ان یتوں کے بعد درج کرو۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بعض اوقات متعدد سورتوں کی آیات بیک وقت زل ہوتیں تو آنحضرت ﷺ کاتبین وحی کو بلا کر فرماتے:

﴿ضعوا هولاء الايات فى السورة التى يذكر فيها كذا﴾ (۳۴)

(ان آیات کو فلاں فلاں سورۃ میں فلاں فلاں جگہ لکھو)۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضور ﷺ فرماتے ہیں:

﴿ضعوا هذه السورة فى الموضع الذى يذكر فيه كذا وكذا﴾ (۳۵)

(اس سورۃ کو اس جگہ لکھو جہاں اس طرح سے ذکر ہے)۔

مسند امام احمد میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ابن ابی العاص سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

اتانی جبریل فامرنی ان اضع هذه الاية بهذا الموضع من هذه السورة------ إِنَّ اللّٰهَ مُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ﴾ (۳۶) (میرے پاس جبرائیل آئے اور انھوں نے مجھ سے کہا کہ اس آیت کو جو ں موضوع سے متعلق ہے اس سورۃ میں رکھو یعنی آیت ﴿إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ﴾ کو)۔

بعض سورتیں مکی ہیں۔ لیکن ان کی بعض آیات مدنی ہیں۔ مثلاً سورۃ اعراف مکی ہے لیکن آیت وَاسْأَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِي كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ﴾ مدنی ہے اسی طرح بعض مدنی سورتوں کی کچھ یات مکی ہیں: سورۃ الحج مدنی ہے لیکن چار آیات ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ﴾ سے لے کر ﴿عَذَابُ يَوْمٍ عَقِيمٍ﴾ تک مکی ہے (۳۷)۔ اسی طرح مکی سورۃ اسراء ہی کی آیات نمبر ۷۶ تا ۸۰ نی ہیں۔ اسی طرح واقعات کا اجمال اور تفصیل بھی خلاف عقل نہیں۔ ہم عام زندگی میں بعض اوقات واقعات و بیان کرتے ہوئے ان کی جزئیات کو حذف کر دیتے ہیں اور بعض اوقات شرح وبسط سے بیان کرتے ہیں۔

۔ قرآن مجید کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صریحاً نبی کریم کو ایسے احکام بھی دیئے یں جو قرآن کے علاوہ ہیں چنانچہ سورہ اعراف میں ہے:

﴿يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ﴾ (۳۸)

(وہ ان کو معروف کا حکم دیتا ہے اور منکر سے ان کو روکتا ہے اور ان کے لیے پاک چیزوں کو حلال کرتا ہے۔ اور ان پر ناپاک چیزوں کو حرام کرتا ہے اور ان سے وہ بوجھ اور بندھن اتار دیتا ہے جو ان پر چڑھے ہوئے تھے)۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ قرآن کا حلال یا حرام کردہ ہی حلال و حرام نہیں بلکہ جس چیز کو آنحضرت ﷺ

Marfat.com

نے حرام یا حلال قرار دیا یا منع کیا یا حکم دیا ہے وہ بھی قانون خداوندی ہے۔ اس کی مثال مکڑی اور مچھلی کی حلت اور پھوپھی اور بھتیجی یا خالہ اور بھانجی کو ایک ہی وقت میں نکاح میں جمع کرنے کی ممانعت ہے۔ جس کے متعلق حدیث نبوی کی طرف ہی رجوع کرنا پڑتا ہے۔ خود آنحضرت ﷺ نے بھی ارشاد فرمایا:

﴿الا انی اوتیت القرآن ومثله معه﴾ (۳۹)

(خبردار مجھے قرآن مجید اور اس کی مثل اس کے ساتھ دیا گیا ہے)۔

سورۃ الحشر میں اس کی صراحت یوں کی گئی:

﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾ (۴۰)

(جو کچھ رسول ﷺ تمھیں دے اسے لے لو اور جن چیزوں سے منع کرے اس سے رُک جاؤ اور اللہ سے ڈرو (کہ) اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔

ان دونوں آیتوں میں کسی تاویل کی ضرورت نہیں۔ یہاں امر و نہی کو رسولؐ کا فعل قرار دیا گیا ہے۔ خود قرآن مجید کو پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ پر قرآن مجید کے علاوہ بھی وحی نازل ہوئی تھی۔ یہاں پر وہ آیات درج کی جاتی ہیں جن سے اس بات کی دلیل ملتی ہے۔

حجیت حدیث کا ثبوت:

۱۔ ﴿وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِىْ كُنْتَ عَلَيْهَا إِلاَّ لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ﴾ (۴۱)

(ہم نے وہ قبلہ جس پر اب تک تم تھے اس لیے مقرر کیا تھا تاکہ یہ دیکھیں کہ کون رسولؐ کی پیروی کرتا ہے اور کون الٹے پاؤں پھر جاتا ہے)۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلا قبلہ بھی خدا کا مقرر کیا ہوا تھا لیکن قرآن مجید میں وہ آیت کسی جگہ نہیں جس میں اس قبلے کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا ابتدائی حکم دیا گیا ہے۔ یہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ حضور ﷺ کو ایسے احکام بھی ملتے ہیں جو قرآن مجید میں نہیں ہیں:

۲۔ ﴿وَإِذْ أَسَرَّ النَّبِىُّ إِلٰى بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَدِيْثاً فَلَمَّا نَبَّأَتْ بِهِ وَأَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهُ وَأَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ فَلَمَّا نَبَّأَهَا بِهِ قَالَتْ مَنْ أَنبَأَكَ هٰذَا قَالَ نَبَّأَنِىَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ﴾ (۴۲)

(اور جب نبیؐ نے اپنی ایک بیوی سے راز میں ایک بات کہہ دی اور اس بیوی نے اس کی دوسروں کو خبر دے دی۔ اللہ نے نبیؐ کو اس پر مطلع کر دیا تو نبیؐ نے اس بیوی کو اس کے قصور کا ایک حصہ تو جتا دیا

Marfat.com

اور دوسرے حصے سے درگزر فرمایا، پس جب نبیؐ نے اس بیوی کو اس کا قصور بتایا تو اس نے پوچھا: آپ ﷺ کو کس نے اس کی خبر دی، نبیؐ نے کہا مجھے علیم وخبیر خدا نے بتایا)۔

قرآن مجید کی کسی آیت میں نہیں ہے۔ جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو یہ اطلاع دی تھی کہ تمھاری بیوی نے تمھارے راز کی بات دوسروں سے کہہ دی۔ ثابت ہوا کہ قرآن کے علاوہ بھی آنحضرت ﷺ پر خدا کے پیغام آتے تھے۔

۳۔ نبیؐ نے اپنے منہ بولے بیٹے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی مطلقہ بیوی سے نکاح کیا تو منافقین اور مخالفین نے پروپیگنڈہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا: نبی نے یہ نکاح خود نہیں کیا بلکہ ہمارے حکم سے کیا ہے:

﴿فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاكَهَا لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْ أَزْوَاجِ أَدْعِيَائِهِمْ إِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا﴾ (۴۳)

(پھر جب زید رضی اللہ عنہ کا جی اس سے بھر گیا تو ہم نے اس کا نکاح تم سے کر دیا تاکہ اہل ایمان کے لیے اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں سے نکاح کرنے میں کوئی حرج نہ ہو جبکہ وہ ان سے جی بھر چکے ہوں) یعنی طلاق دے چکے ہوں)۔

مذکورہ واقعہ ہو چکنے کے بعد یہ آیت اتری۔ اس سے پہلے نبیؐ کو جو حکم دیا گیا تھا کہ تم زید رضی اللہ عنہ کی مطلقہ بیوی سے نکاح کر لو قرآن میں کہیں نہیں ہے۔

٤۔ ﴿وَإِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ أَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ أَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَيُرِيْدُ اللّٰهُ أَن يُحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكَافِرِيْنَ﴾ (۴۴)

(اور جب اللہ تم سے وعدہ فرما رہا تھا کہ دو گروہوں (تجارتی قافلے اور لشکرِ قریش) میں سے ایک تمھارے ہاتھ آئے گا اور تم چاہتے تھے کہ بے زور گروہ تمھیں ملے حالانکہ اللہ تعالیٰ چاہتا تھا کہ وہ اپنے کلمات سے حق کو حق کر دکھائے اور کافروں کی کمر توڑ دے)۔

قرآن مجید میں کوئی اس وعدے کی آیت نہیں دکھا سکتا جس میں فرمایا گیا ہو کہ اے مسلمانو! دو گروہوں میں سے ایک تم کو ملے گا، معلوم ہوا وہ چیز قرآن کے علاوہ کچھ اور ہے۔ جس میں دو میں سے ایک گروہ کے حصول کا وعدہ تھا اور اسی کو حدیث یا وحی غیر متلو کہا جاتا ہے۔

۵۔ ﴿مَا قَطَعْتُم مِّن لِّيْنَةٍ أَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَائِمَةً عَلٰى أُصُوْلِهَا فَبِإِذْنِ اللّٰهِ﴾ (۴۵)

(تم نے جو تنے 'کھجور کے' کاٹ دیے ہیں یا ان کو اپنی جڑوں پر کھڑا چھوڑ دیا تو یہ سب خدا کے حکم سے تھا)۔

جب اسلامی لشکر نے یہود کے قبیلہ بنو نضیر کے درخت کاٹ ڈالے یہ کام انھوں نے جنگی تدبیر کی بنا پر کیا تھا تو یہود نے یہ صورت حال دیکھ کر محمد ﷺ کو آواز دی اور کہا آپؐ اللہ کے نبی ہیں اور اصلاح کے مدعی ہیں

کیا درختوں کو کاٹنا اور جلانا بھی اصلاح ہے۔ اس کے جواب میں یہ آیت اتری۔ اس آیت سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو قرآن مجید کے علاوہ بھی احکام دیئے گئے ہیں۔ کیونکہ یہاں جس چیز کے متعلق فرمایا ہے کہ انھوں نے اللہ کے حکم سے کیا ہے، یہ قرآن میں نہیں ہے بلکہ یہ اذن اس وحی کے ذریعے سے دیا گیا ہے جسے حدیث کہا جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وحی صرف قرآن تک ہی محدود نہیں ہے۔

۶۔ اسی طرح جنگ بدر پر تبصرہ کرتے ہوئے ارشاد الٰہی ہے:

﴿إِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّىْ مُمِدُّكُم بِأَلْفٍ مِّنَ الْمَلَآئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ﴾ (۴۶)

(جبکہ تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے تو اس نے تمھاری فریاد کے جواب میں فرمایا میں تمھاری مدد کے لیے لگاتار ایک ہزار فرشتے بھیجنے والا ہوں)۔

قرآن مجید میں وہ آیت کسی جگہ نہیں جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کی فریاد کا جواب دیا گیا ہو۔ ان آیات قرآنیہ سے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ پر قرآن مجید کے علاوہ بھی وحی آتی تھی۔ جس میں اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر کی رہنمائی فرماتے تھے۔

یہ تمام آیاتِ قرآنی بول بول کر کہہ رہی ہیں کہ آنحضرت ﷺ پر قرآن مجید کے علاوہ بھی وحی آتی تھی۔ وہ آنحضرت ﷺ کے اقوال افعال اور احوال ہیں جو ہمارے پاس احادیث کی مدون اور مستند کتابوں کی صورت میں موجود ہیں۔

۸۔ آنحضرت ﷺ پیغمبر ہونے کے ساتھ ساتھ انسان بھی تھے۔ ﴿مِّنْ أَنفُسِكُمْ﴾ (۴۷) (تم میں سے) ﴿مِّنْ أَنفُسِهِمْ﴾ (۴۸) (انھی میں سے) اور مِّنْهُمْ (۴۹) (انہی میں) کے الفاظ قرآن مجید میں ہیں۔ ایک جگہ اس طرح ارشاد ہے:

﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلاَّ رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِن مَّاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى أَعْقَابِكُمْ﴾ (۵۰)

(اور محمدؐ تو بس ایک رسول ہی ہیں۔ ان سے قبل اور بھی رسول گزر چکے ہیں۔ سو اگر وہ وفات پا جائیں یا قتل ہو جائیں تو کیا تم الٹے پاؤں واپس چلے جاؤ گے)۔

ایک مقام پر یہ الفاظ ہیں:

﴿وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ أَفَإِن مِّتَّ فَهُمُ الْخَالِدُوْنَ﴾ (۵۱)

(ہم نے آپ ﷺ سے قبل بھی کسی بشر کو ہمیشگی کے لیے نہیں بنایا تھا۔ سو کیا اگر آپ ﷺ کی وفات ہو جائے تو وہ ہمیشہ رہیں گے)۔

آنحضرت ﷺ نے خود ارشاد فرمایا:

Marfat.com

﴿انما انا بشر مثلکم انسی کما تنسون﴾(۵۲)

(سوائے اس کے کچھ نہیں کہ میں بھی تمھاری طرح انسان ہوں جس طرح تم بھولتے ہو میں بھی بھول جاتا ہوں)

نماز میں بھولنے کے علاوہ کھجوروں کے پیوند سے روکا تو اس سال کم پھل پیدا ہوا، شکایت پر ارشاد فرمایا:

﴿انتم اعلم با موردنیاکم﴾(۵۳)

(اپنے دنیا کے معاملات تم زیادہ بہتر سمجھتے ہو)۔

مشورہ کرنے کا اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو حکم دیا ہے:

﴿وَشَاوِرْهُمْ فِي الأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّهِ﴾(۵۴)

(ان (صحابہ رضی اللہ عنہم) سے معاملات میں مشورہ کیجئے جب آپ عزم کرلیں تو خدا تعالیٰ پر توکل کریں)

اس میں آنحضرت ﷺ کی توہین نہیں: انسان ہونے کی حیثیت سے اگر کوئی بات ہو جاتی تو خدا تعالیٰ کی طرف سے راہنمائی ہو جاتی، یہ آپ ﷺ کا طریقہ تھا۔ قرآن مجید کے نزول کے ساتھ ساتھ مزید راہنمائی ہوتی رہی۔ آیات ملاحظہ ہوں:

﴿مَا كُنتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ﴾(۵۵)

(آپ ﷺ کو نہ یہ خبر تھی کہ کتاب کیا ہے اور نہ یہ کہ ایمان کیا ہے)۔

﴿أَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ﴾(۵۶)

(کیا ہم نے آپ ﷺ کی خاطر آپ ﷺ کا سینہ کشادہ نہیں کر دیا)۔

﴿وَوَجَدَكَ ضَالاً فَهَدَى﴾(۵۷)

(اور آپ ﷺ کو بے خبر پایا سو راستہ بتا دیا)

﴿وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ﴾(۵۸)

(اور آپ ﷺ کو وہ سکھایا جس کا علم آپ ﷺ کو نہیں ملا)۔

اعتراضات:

اب میں ان اعتراضات کو لکھتا ہوں جو معراج النبیؐ پر کیے جاتے ہیں:

۱۔ معراج کا ذکر سورہ بنی اسرائیل میں اسراء کے ساتھ نہیں ہے۔ اگر معراج ہوا ہوتا تو اس مقام پر اس کا ذکر ضرور ہوتا۔ لہٰذا قرآن مجید سے معلوم ہوا کہ آسمانی معراج کا پورا واقعہ ایک افسانہ ہے۔

۲۔ معراج جیسے غیر معمولی واقعہ کا ذکر قرآن مجید میں لازماً ہونا چاہیے تھا، اس کی تفصیلات و جزئیات نہ سہی اہم نکات ہی درج ہوتے لیکن ایسا نہیں ہے بلکہ کلام پاک میں لفظ معراج ہی نہیں ہے لہٰذا معراج کی

Marfat.com

کوئی حقیقت نہیں ہے۔

۳۔ بیت المقدس تک کا سفر بھی ایک روحانی سفر تھا۔ جسمانی نہیں جیسا کہ اسی سورہ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۶۰:

﴿وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلاَّ فِتْنَةً لِّلنَّاسِ﴾ (۵۹)

(اور ہم نے جو منظر آپ کو دکھایا تھا اسے ہم نے لوگوں کے لیے آزمائش کا سبب بنا دیا) سے معلوم ہوتا ہے۔

۴۔ آسمانی سفر کا ذکر آنحضرت ﷺ کی وفات کے تقریباً ۱۰۰ سال بعد سیرت ابن اسحاق میں ملتا ہے۔ بعد ازاں ۲۰۰ یا ۳۰۰ سال بعد مدون ہونے والی کتب احادیث میں ہے۔ سیرت ابن اسحاق میں اس واقعہ کو وضعی ثابت کرنے والی ایک روایت زیاد بن عبداللہ سے مروی ہے کہ جب آنحضرت ﷺ بیت اللہ سے بیت المقدس گئے تو اس وقت قبیلہ قریش اور دیگر قبائل میں اسلام پھیل چکا تھا حالانکہ ایسا نہیں تھا۔

۵۔ روایات میں آنحضرت ﷺ کو فرشتے کا ٹھوکر مار کر اٹھانا نہایت ہتک آمیز ہے۔ جس کا تصور ہی محال ہے۔ معلوم ہوا معراج کی روایات وضعی ہیں۔

۶۔ تاریخ معراج میں اختلاف ہے، بعض اس کو ۲۷ رجب بتاتے ہیں بعض اسراء اور معراج کو دو الگ الگ واقعات بتاتے ہیں۔ پہلا ۱۷ ربیع الاول کو اور دوسرا ۱۷ رمضان المبارک کو جبکہ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ معراج کئی دفعہ ہوا یہ مختلف فیہ روایات اس بات کی شاہد ہیں کہ یہ واقعہ ہی سرے سے من گھڑت ہے۔

۷۔ آنحضرت ﷺ کے مقام اسراء اور وقت اسراء میں بھی اختلاف ہے بعض روایات میں ہے آپ ﷺ بستر میں تشریف فرما تھے۔ بعض میں ہے آپ صحن کعبہ میں تھے، بعض میں ہے کہ کعبہ کی دیوار پر تھے۔

۸۔ آنحضرت ﷺ کا شق صدر مشکوۃ المصابیح کے مطابق اسراء سے تھوڑی دیر قبل کا واقعہ ہے جبکہ دیگر روایات شق صدر کو بچپن کا واقعہ بتاتی ہیں۔

۹۔ مسجد اقصیٰ کے اصل مقام کا کسی کو علم نہیں، اس نام کی مسجد معراج کے وقت یروشلم میں موجود نہیں تھی۔ اس مسجد کو آنحضرت ﷺ کی وفات کے ۸ سال بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تعمیر کیا تھا۔ بعض مسجد اقصیٰ کا مقام جنت قرار دیتے ہیں، اس صورت میں یروشلم تک کے جسمانی سفر کی کوئی حقیقت نہیں بلکہ سیدھا آسمانی سفر ہوا اور وہ بھی روحانی طور پر۔

۱۰۔ احادیث رسولؐ سے واقعۂ معراج کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم سے ملاقات ہوئی۔ سات ہزار فرشتے اڑتے اور غائب ہوتے ہوئے نظر آئے۔ خدا تعالیٰ نے آپ ﷺ سے تقریباً ۷۰ ہزار باتیں کیں، ان باتوں میں پانچ نمازوں تک پچاس کو محدود کر کے ایک دن میں ادا

Marfat.com

کرنا مذکور ہے۔ آنحضرت ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا پانچ یا پچاس برابر ہیں۔ خدا تعالیٰ جو ایک دفعہ کہہ دے وہ بدلتا نہیں ہے۔

معراج النبیؐ کو خواب کا واقعہ ثابت کرنے کے لیے دو احادیث سے استشہاد کیا جاتا ہے۔

(۱) بخاری شریف میں ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا: کوئی ایسی چیز نہیں جو میں نے نماز میں اس جگہ نہ دیکھی ہو یہاں تک کہ جنت اور دوزخ بھی دیکھے۔

(۲) ترمذی شریف میں ہے میں رات کو جاگا نماز پڑھی پھر غیر متوقع طور پر اللہ تعالیٰ کو خوبصورت شکل میں دیکھا۔ اس کی انگلیوں کا احساس میرے کندھوں کے درمیان ہوا اور اس کے چھونے کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں محسوس کی۔

۱۱۔ آسمانی معراج کی روایات کے مطابق آنحضرت ﷺ نے ایک عام آدمی کی سمجھ سے بھی کام نہ لیا کہ ایک دن میں پچاس نمازوں پر کیسے ہاں کر لی۔ جبکہ ایک نماز پر کم از کم ۲۰ منٹ صرف ہوتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مشورہ پر کان دھرنے کی کیا ضرورت تھی۔ اس طرح تو ثابت ہوتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام آپ سے زیادہ سوجھ بوجھ کے مالک تھے۔

۱۲۔ قرآن مجید میں کسی نماز کے وقت کے تعین کا ذکر نہیں ہے صرف سورج کے طلوع وغروب سے اشارہ کیا گیا اور وہ بھی سورہ اسراء کی بجائے دیگر سورتوں میں ہے۔ نماز کا تعلق واقعہ معراج سے ہوتا تو سورہ اسرائیل میں اس کا تذکرہ ہوتا۔

۱۴۔ پورا واقعہ معراج یہود کی اختراع ہے۔ وہ آنحضرت ﷺ کو یہودی پیغمبر کا محتاج ثابت کرنا چاہتے تھے اور ان کے مشن کا مذاق اڑا کر اس کی نفی کرنا چاہتے تھے اور یہ مقصد انھوں نے معراج جیسے واقعہ کو گھڑ کر حاصل کر لیا۔

مندرجہ بالا اعتراضات کو مدنظر رکھ کر اب ان اعتراضات کا جواب لکھتے ہیں:

اعتراض نمبر ۱ اور اس کا جواب:

جواب: قرآن مجید عام قصوں اور کہانیوں کی کتاب نہیں کہ اس میں واقعات کو دلچسپی قائم رکھنے کے لیے تسلسل سے بیان کیا جاتا ہے۔ بیت المقدس کے سفر کے ساتھ آسمانوں کے سفر کا ذکر نہیں ہوا تو اس میں کیا تعجب کی بات ہے۔ اس کا ذکر دوسری جگہ سورۃ النجم میں صاف طور پر موجود ہے۔ یہ زیادہ مناسب ہے کہ یہاں پر پورے سفر سے متعلقہ آیات کو مع مختصر تفسیر ماثور بیان کر دیا جائے۔ سورہ اسراء میں فرمایا:

﴿سُبْحَانَ الَّذِیْ أَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلاً مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَی الْمَسْجِدِ الأَقْصَی الَّذِیْ بَارَکْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ آیَاتِنَا إِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ﴾ (۶۰)

(پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو رات کے وقت مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گئی

Marfat.com

جس کے ارد گرد کو ہم نے برکت دی ہے تا کہ اپنے بندے کو اپنی آیات دکھائیں۔ بے شک وہی خدا ہر چیز کو سنتا اور دیکھتا ہے)۔

اور پھر اسی سورہ میں فرمایا:

﴿وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلاَّ فِتْنَةً لِّلنَّاسِ﴾ (۶۱)

(جو منظر ہم نے آپ ﷺ کو دکھلایا وہ صرف اس لیے کہ لوگوں کی آزمائش ہو)۔

سورۃ النجم میں ہے:

﴿وَالنَّجْمِ إِذَا هَوٰى مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ٥وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوٰى ٥ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحٰى ٥عَلَّمَهُ شَدِيْدُ الْقُوٰى ٥ذُو مِرَّةٍ فَاسْتَوٰى ٥وَهُوَ بِالْأُفُقِ الْأَعْلٰى ٥ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ٥فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰى ٥فَأَوْحٰى إِلٰى عَبْدِهِ مَا أَوْحٰى ٥مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأٰى ٥ أَفَتُمَارُوْنَهُ عَلٰى مَا يَرٰى ٥وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرٰى ٥عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ٥ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَأْوٰى ٥إِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ٥مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ٥لَقَدْ رَأٰى مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى﴾ (۶۲)

(قسم ہے ستارے کی جب وہ گرے تمھارا ساتھی بھٹکا ہے نہ بہکا ہے، وہ اپنی خواہش سے بات نہیں کرتا۔ اس کی بات ایک پیغام ہے جو اس کو بھیجا جاتا ہے، اس کو سخت قوتوں والے 'جبریل فرشتے' نے سکھایا ہے پھر وہ سیدھا ہوا اور وہ اونچے کنارے پر تھا۔ پھر وہ نزدیک ہوا اور نزدیک ہوا اتنا کہ دوکمان یا اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا (جبرائیل اور آنحضرت ﷺ) پھر اس نے اللہ کے بندے کو جو بتلانا تھا وہ بتلایا رسول ﷺ کے دل نے جھوٹ نہیں کہا۔ جو اس نے دیکھا، کیا تم آپس میں اس کے متعلق جھگڑتے ہو جو اس نے دیکھا؟ اس نے اس کو ایک بار سدرۃ المنتھیٰ کے پاس دیکھا، اس کے پاس بہشت ہے جس وقت ڈھانک رکھا تھا بیری کو جس چیز نے ڈھانک رکھا تھا نہ نظر بہکی نہ حد سے بڑھی، بے شک پیغمبرؑ نے اپنے رب کی بڑی نشانیاں دیکھیں)۔

سورۃ بنی اسرائیل کی پہلی آیت میں بیت المقدس تک کے سفر کا ذکر ہے۔ لیکن ﴿لِنُرِيَهُ مِنْ آيَاتِنَا﴾ کی تفسیر میں تفسیر روح المعانی میں لکھا ہے بیت اللہ اور بیت المقدس کے ارد گرد کی برکات کے علاوہ اس سے مراد آپ ﷺ کا آسمان کی طرف اٹھایا جانا اور خدا تعالیٰ سے ہم کلام ہونا ہے(۶۳) اسی تفسیر میں ہے کہ صرف بیت المقدس کا ذکر اس لیے کیا گیا ہے کہ یہ حکمت کا تقاضا تھا کہ اس پر ایمان لائیں پھر آسمانی سفر کا ذکر ہے، تفسیر روح المعانی میں، ہی آیت نمبر ۶۰ کی شرح میں رؤیا سے مراد وہ عجیب چیزیں ہیں جو آنحضرتؐ نے "لیلۃ الاسراء"

میں آسمان وزمین کی دیکھیں (۶۴) تفسیر بیضاوی، تفسیر معالم التنزیل اور خازن میں بھی یہی ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں: ﴿واسری به الی المسجد الاقصی ثم الی سدرة المنتهی والی ما شاء الله وکل ذالك لجسده ﷺ فی الیقظة﴾ (۶۵) (آنحضرت ﷺ مسجد اقصیٰ رات کوتشریف لے گئے پھر وہاں سے سدرۃ المنتہیٰ اور جہاں تک خدا تعالیٰ نے چاہا یہ سب کچھ عالم بیداری میں جسد اطہر کے ساتھ ہوا)۔

رؤیا کو اگر خواب کے معنی میں لیا جائے تو یہ لوگوں کے لیے آزمائش کا سبب نہیں بن سکتا جبکہ کلام الٰہی سے معلوم ہو چکا ہے کہ یہ رؤیا آزمائش کا سبب تھا خواب میں انسان ہر قسم کی عجیب وغریب چیزیں دیکھ سکتا ہے جس کا معترضین کو بھی اعتراف ہے۔ اگر آنحضرت ﷺ اس رؤیا کو خواب سے تعبیر فرماتے تو لوگوں کو مذاق اڑانے اور تعجب کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ یہ لوگوں کی آزمائش اسی صورت میں ہوسکتا ہے جبکہ یہ بیداری کا سفر تصور کیا جائے، رؤیا عربی زبان میں صرف خواب کے لیے نہیں آتا بلکہ رؤیا اور رؤیت (دیکھنا) دونوں ہم معنی ہیں اور ایک دوسرے کی جگہ استعمال ہوتے ہیں جیسے قربیٰ اور قربت ہم معنی ہیں۔

اکثر مفسرین رؤیا اور رؤیت میں لغوی لحاظ سے فرق نہیں سمجھتے۔ کہا جاتا ہے کہ:

"رایت بعینی رؤیة و رؤیا" (۶۶)

(میں نے آنکھوں سے دیکھا)۔

اسی آیت کی تفسیر مفسر قرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے اس طرح مروی ہے:

﴿هی رؤیا عین اریها رسول الله ﷺ لیلة اسری به﴾ (۶۷)

(وہ آنکھ کا دیدار تھا جو آنحضرت ﷺ کو شب معراج کے موقع پر کرایا گیا)۔

تفسیر فتح القدیر میں ہے رؤیا سے مراد خواب نہیں بلکہ حقیقت ہے، اگر محض خواب ہوتا تو لوگوں کے امتحان کی کیا صورت ہوسکتی تھی (۶۸)۔ تفسیر قرطبی اور دیگر تفاسیر متداولہ میں بھی یہی معنی بتائے گئے ہیں۔ سورۃ بنی اسرائیل کی دونوں آیتوں کی تفسیر میں علماء سلف نے یہی لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ مکہ سے بیت المقدس تشریف لے گئے۔ وہاں انبیاء کی جماعت کرائی اور پھر آسمان کی سیر کی قدرت خداوندی کے مختلف مناظر دیکھے۔ آسمانی سفر کے مشاہدات کی پوری تفصیل سورۃ النجم میں ہے:

﴿وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰی عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰی﴾ (۶۹)

(اس کو دوسری مرتبہ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دیکھا)

حضرت مسروق رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس آیت کے متعلق پوچھا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

"انماهو جبرائیل"۔

Marfat.com

(یہ جبرائیل تھے)(۷۰)

آنحضورؐ نے جبرائیل کو اس کی اصلی شکل میں دو مرتبہ دیکھا۔ (۷۱)

﴿فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ أَوْ أَدْنٰی﴾(۷۲)

(دو کمانوں کے برابر یا اس کے قریب)

ایک حدیث میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

﴿انه رای جبرائیل له ست مأة جناح﴾(۷۳)

(آنحضرت ﷺ نے جبرائیل کو دیکھا اس کے چھ سو پَر تھے)۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں آنحضرت ﷺ نے دو مرتبہ جبرائیل کو ان کی اصل شکل میں دیکھا یعنی ایک مرتبہ ابتدائے نبوت میں (جس کی طرف ﴿وَھُوَ بِالْأُفُقِ الْأَعْلٰی﴾ میں اشارہ ہے) اور دوسری مرتبہ معراج کے وقت (جس کا ذکر سورۃ نجم کی آیت نمبر ۱۳ میں ہے)(۷۴)

پہلی مرتبہ دیکھنے کا ذکر حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ہے کہ آپ ﷺ نے سورہ مدثر کے نزول کے وقت جبرائیل کو دیکھا: ﴿فاذا الملك الذی جاء نی بحراء جالساً علی کرسی بین السماء والارض﴾(۷۵)

(وہ فرشتہ جو غارِ حرا میں میرے پاس آیا تھا آسمان اور زمین کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا) ان آیات اور مستند روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اصل شکل میں ایک مرتبہ جبرائیل کو ابتدائے نبوت میں دیکھا اور دوسری مرتبہ آسمانوں پر دیکھا۔

﴿مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأٰی﴾(۷۶)

(قلب نے دیکھی ہوئی چیز میں کوئی غلطی نہیں نکالی)

مولانا سلیمان منصور پوری لکھتے ہیں: بعض اوقات آنکھ کسی چیز کو دیکھتی ہے تو دل اس کو جھٹلا دیتا ہے مثلاً سورج کو صبح کے وقت قد و قامت میں مشرقی جانب سے چھوٹا سا دیکھتے ہیں لیکن دل اس بات کا انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ ایسا نہیں ہے اس طرح سے پانی میں گری ہوئی چیز کو ابھرا ہوا دیکھتے ہیں لیکن دراصل آنکھ کا ایسا دیکھنا غلط ہوتا ہے۔ جب دیدہ و دل میں اختلاف ہو تب یہ سمجھنا کہ آنکھ حقیقت اصلیہ کو دیکھ رہی ہے غلط ہوتا ہے لیکن حقائق کی اصلیت اور انکشافات کی حقیقت پر جب دیدہ و دل کا یقین اور وثوق اور اعتبار مجتمع ہو جائے تو شک نہیں رہتا کہ نظارہ بصیرت افروز اور بصارت افزاء ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہی مقصد ہے کہ آپ ﷺ نے یہ نظارہ شکوک و شبہات سے بالاتر ہو کر پورے یقین سے کیا۔ (۷۷)

مولانا عبدالماجد دریابادی نے لکھا ہے فواد اور رؤیت دونوں کے اجتماع سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے چشمِ دل سے بھی دیکھا اور چشم جسم سے بھی، آنکھ سے بھی صحیح دیکھا اور دل نے بھی تصدیق کی، بصارت اور بصیرت دونوں اس مشاہدہ یا نظارہ پر متفق رہے۔

﴿أَفَتُمَارُونَهُ عَلَىٰ مَا يَرَىٰ﴾ (۷۸)

(کیا ان 'پیغمبر' سے ان چیزوں میں نزاع کرتے ہو جو اُن کی دیکھی ہوئی ہیں)۔

مولانا دریابادی فرماتے ہیں: ''کیسے غضب کی بات ہے تم نبیؐ سے نزاع اس چیز میں کر رہے ہو جو اس کی سنی ہوئی یا خیال و گمان کی ہوئی نہیں۔ خوب اچھی طرح دیکھی بھالی، جانچی پڑتالی ہوئی اور تخیلات و معقولات و مسموعات کے عالم سے کہیں گزر کر اس کے لیے دائرۂ مشاہدات میں آچکی ہیں (۷۹)۔

﴿مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَىٰ﴾ (۸۰) (ان کی نگاہ نہ تو ہٹی اور نہ بڑھی) میں آپ ﷺ کے ذوق دیدار اور حسن ادب کا ذکر ہے: ﴿لَقَدْ رَأَىٰ مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَىٰ﴾ (۸۱) (انھوں نے اپنے پروردگار کے بڑے بڑے عجائبات دیکھے)۔ اس آیت میں جبرائیل کا اس کی اصلی شکل میں نظر آنا، آسمانوں کی سیر، سدرۃ المنتھیٰ کا دیکھنا، فرشتوں کا نظر آنا۔ انبیاء سے ملاقات اور جنت دوزخ کا مشاہدہ شامل ہے۔

ان دونوں سورتوں (بنی اسرائیل اور النجم) کی تفاسیر پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جسم کے ساتھ بیداری کی حالت میں مکہ سے بیت المقدس اور پھر آسمانوں کا مشاہدہ کیا۔ پہلی سورہ میں مختصر اشارہ ہے مگر النجم میں آسمانی سفر کی پوری تفصیل آ گئی ہے۔ ایسا ہونا خلافِ عقل نہیں۔ ہم واقعات کو خود بھی حالات کے مطابق تفصیل و اختصار سے بیان کرتے رہتے ہیں۔

اعتراض نمبر۲ اور اس کا جواب:

قرآن مجید سے معراج کا ثبوت پورے دلائل کے ساتھ واضح ہو چکا ہے۔ لفظ معراج کے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ معراج کے لفظ کا ذکر نہیں آیا تو اس کا نہ ہونا کیسے ثابت ہو گیا۔ معراج کے علاوہ کئی اور چیزیں مسلّم ہیں جن کے الفاظ کا ذکر قرآن مجید میں نہیں ہے۔ پانچوں نمازوں کے الگ الگ نام قرآن مجید میں مذکور نہیں ہیں۔ اسی طرح حضرت زید رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی صحابی کا نام قرآن مجید میں نہیں ہے۔ کیا ان کے نام کے نہ ہونے سے ان کے ہونے کا انکار کر دیا جائے۔ ایں چہ بوالعجبی ست؟

عقل مند کو تو اشارہ ہی کافی ہوتا ہے لیکن یہاں تو پوری طرح سے ہر قسم کی تفصیل بیان ہوئی ہے۔

قرآن میں ہو غوطہ زن اے مرد مسلماں
اللہ کرے ہو تجھ کو عطا جدتِ کردار

اعتراض نمبر۳ اور اس کا جواب:

رؤیا کے معنی مفسرین نے آنکھ سے دیکھنے کے کیے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس سے آنحضرت ﷺ کا آنکھ سے دیکھنا مراد ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ایک قول یہ بھی ہے کہ میرا ایمان ہے کہ نبی ﷺ کو معراج بیداری اور جسم کے ساتھ ہوا تھا (۸۲) قریش نے اسی وجہ سے تکذیب کی تھی کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ میں نے جا کر

Marfat.com

دیکھا ہے۔ اگر خواب کا معاملہ ہوتا تو نہ قریش تکذیب کرتے اور نہ آپ ﷺ ان کو جواب ہی دیتے۔ چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

﴿لما کذبتنی قریش قمت فی الحجر فجلی الله لی بیت المقدس فطفقت اخبرھم عن آیاته وانا انظر الیه﴾(۸۳)

(جب قریش نے مجھے جھٹلایا تو میں حجر'بیت اللہ' کے حصے میں کھڑا ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے میرے سامنے بیت المقدس کو ظاہر کر دیا۔ میں اسے دیکھ کر انھیں اس کی نشانیاں بتاتا تھا)۔

مسلم کی شرح میں امام نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

"اسریٰ بجسده"(۸۴)

(آنحضرت ﷺ رات کو جسم کے ساتھ 'معراج پر' گئے)۔

قرآن وحدیث پر غور کرنے کے بعد آنحضرت ﷺ کے جسمانی معراج کے دلائل درج ذیل ہیں:

(۱) سورہ اسراء کے شروع میں لفظ سبحان میں یہ لطیف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طاقت اور قدرت بعد کے واقعہ کو ظہور میں لانے سے قاصر نہیں ہے۔ اگر محض خواب کی بات ہوتی تو یہ لفظ لانے کی خدا تعالیٰ کو ضرورت نہیں تھی۔

(۲) عبد کا لفظ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آنحضرت ﷺ جسم کے ساتھ تشریف لے گئے کیونکہ روح اور جسم دونوں کے مجموعے کا نام عبد ہے۔ لسان العرب میں عبد کے متعلق لکھا ہے "الانسان"(۸۵) تاج العروس میں "الانسان حرا کان او رقیقا" (۸۶)(انسان خواہ آزاد ہو یا غلام) اکیلی روح کو انسان نہیں کہتے۔

(۳) خدا تعالیٰ نے جب خود اپنے کلام میں اس کو خواب کا واقعہ قرار نہیں دیا تو کسی اور کو اٹکل پچو لگا کر خواب قرار دینے کی کیا ضرورت ہے۔ اس کو خواب کا واقعہ قرار دینے سے ادب کی بجائے بے ادبی کا پہلو نکلتا ہے کہ خدا تعالیٰ فرمائیں کہ میں نے اپنے بندے کو رات کے وقت یہ سفر کرایا لیکن ہم کہیں کہ ہم نہیں مانتے۔

(۴) صحیح احادیث میں یہ بیان ہے کہ آپ ﷺ براق پر سوار ہوئے آپ ﷺ نے انبیاء کی بیت المقدس میں جماعت کرائی۔ آپ ﷺ کو دودھ کا پیالہ پیش کیا گیا جسے آپ ﷺ نے نوش فرمایا۔ یہ تمام جسمانی خواص ہیں۔

(۵) واقعۂ معراج خواب میں ہوتا تو کفار کو تکذیب کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ آنحضرت ﷺ نے بیداری میں اس کا پیش آنا بیان فرمایا تو کفار نے جھٹلایا۔

(۶) رؤیا بمعنی رؤیت ہے جس کے معنی آنکھ سے دیکھنا ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور قدماء

Marfat.com

مفسرین نے بیان کیا ہے۔

(۷) تفسیر قرطبی میں ہے کہ اسراء سے متعلقہ احادیث متواتر ہیں (۸۷) حدیث متواتر کی ایک شرط یہ ہوتی ہے کہ محدث سے آنحضرت ﷺ تک اس کی اتنی سندیں ہوں کہ عادتاً ان لوگوں کا عملاً یا اتفاقاً جھوٹ پر متفق ہونا محال ہو (۸۸)۔ حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں پوری جرح و تعدیل کے ساتھ ان تمام روایات کو نقل کیا ہے پھر پچیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اسمائے گرامی نقل کیے ہیں جن سے یہ روایات منقول ہیں ان کے اسماء یہ ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ، حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمٰن بن قرض رضی اللہ عنہ، حضرت ابو دحیہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابو یعلیٰ رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ، حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ، حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ، حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ، حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ، حضرت ابو الحمراء رضی اللہ عنہ، حضرت صہیب رومی، حضرت اُم ہانی رضی اللہ عنہا، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا اس کے بعد ابن کثیر نے لکھا ہے:

﴿فحديث الاسراء اجمع عليه المسلمون واعرض عنه الزنادقة والملحدون﴾ (۸۹)

(اسراء کی احادیث پر مسلمانوں کا اجماع ہے، زندیق اور بے دین ان کو تسلیم نہیں کرتے)۔

بعدازاں یہ آیت لکھی ہے:

﴿يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِؤُوا نُورَ اللّٰهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْكَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ﴾ (۹۰)

(یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے بجھا دیں حالانکہ اللہ اپنے نور کو کمال تک پہنچا کر رہے گا خواہ کافر لوگ اس کو کتنا ہی گراں سمجھیں)۔

گویا ان کا مقصد یہ ہے کہ مسلمان ہو کر معراج کا انکار نہیں کیا جا سکتا، ہاں اپنے غیر مسلم ہونے کا اعلان کرنے کے بعد پھر کوئی پابندی نہیں ہوگی۔ شتر بے مہار ہو کر خواہ احادیث چھوڑ کر قرآن کا بھی انکار کر دیا جائے تو کچھ مضائقہ نہیں ہوگا۔

(۸) دیگر انبیاء کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے عجائبات دکھائے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سامنے مُردوں کو زندہ کیا اور فرمایا:

﴿وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾ (۹۱)

(یقین رکھیے کہ اللہ بڑا زبردست، بڑا حکمت والا ہے)۔

Marfat.com

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

﴿وَكَذٰلِكَ نُرِیْٓ إِبْرَاهِیْمَ مَلَكُوْتَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾(۹۲)

(اور اسی طرح دکھا دی ہم نے ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کی حکومت)۔

اسی طرح انوار الٰہی کی تجلیات موسیٰ علیہ السلام کو کوہ طور پر دکھائیں جوان سے برداشت نہ ہو سکیں بلکہ

﴿وَخَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا﴾(۹۳)

(اور موسیٰ بیہوش ہو کر گر پڑے)۔

اسی طرح حضرت یعقوب علیہ السلام کے متعلق تورات میں ذکر ہے(۹۴) اور دیگر انبیاء سے بڑھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کی سیر کرائی اور پھر شرف ہم کلامی بخش کر نماز، خواتیم سورۃ بقرہ اور شرک نہ کرنے پر امت محمدیہ کے لیے مغفرت کا تحفہ عنایت فرمایا(۹۵)۔

اعتراض نمبر۴ اور اس کا جواب:

آسمانی سفر کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے ۱۰۰ سال بعد سیرت ابن اسحاق میں درج نہیں کیا گیا بلکہ اس کی تفصیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں سورۃ النجم میں نازل ہوئی پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر اپنے پاس موجود مصاحف میں درج کیا جیسا کہ پہلے مقدمہ کے نمبر۳ میں بیان ہو چکا ہے۔ کوئی بات اس سلسلے میں ہمارے پاس بے سند نہیں پہنچی بلکہ پوری جانچ پڑتال سے احادیث ملی ہیں۔ جہاں تک اسلام کے قبیلہ قریش اور دیگر قبائل میں پھیلنے کا تعلق ہے، اس روایت میں قبول اسلام کا ذکر نہیں بلکہ پھیلنے کا ہے۔ اصل الفاظ یہ ہیں:

﴿ثم اسری برسول اللہ من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ وھو بیت المقدس من ایلیاء وقد فشا الاسلام بمکۃ فی قریش وفی القبائل کلھا﴾(۹۶)

(پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد حرام سے بیت المقدس رات کے وقت لے جایا گیا۔ اسلام مکہ میں قبیلہ قریش اور تمام قبائل میں پھیل چکا تھا)۔

اس روایت کو واقعہ معراج کے غلط ثابت کرنے کے لیے دلیل کے طور پر بیان کیا جاتا ہے۔ حالانکہ اس میں کیا قباحت ہے کہ قریش کے اہم آدمی اسلام قبول کر چکے تھے اور تمام قبائل کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کا علم تھا۔ شعب ابی طالب میں محصور ہونے کا تین سالہ دور گزر چکا تھا اور مسلمانوں کو کفار اذیتیں پہنچاتے رہے تو اسلام کب لوگوں سے چھپا ہوا تھا۔ سمجھ میں نہیں آتا اس روایت کو معراج کے جھوٹا ہونے کے لیے دلیل کے طور پر کیسے پیش کیا جاتا ہے؟

اعتراض نمبر۵ اور اس کا جواب:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ٹھوکر مار کر جگانا نہایت ہتک آمیز ہے لیکن یہ حدیث صحاح ستہ میں کسی جگہ نہیں

Marfat.com

ہے۔ مشکوۃ شریف میں بھی نہیں ہے۔ سیرت ابن ہشام میں یہ روایت ہے لیکن ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے کہ یہ روایت منقطع ہے۔ اس کو حسن بصری آنحضرت ﷺ سے بیان کرتے ہیں جبکہ ان کی ملاقات آنحضرت ﷺ سے ثابت نہیں ہے کیونکہ وہ تابعی ہیں (۹۷)۔ محدثین خود ہی اس روایت کو صحیح نہیں مانتے تو اس کو دلیل کے طور پر پیش کرنے کا کوئی مطلب ہی نہیں۔ معترضین پر حیرت ہے کہ حدیث کی حیثیت کو ویسے ہی تسلیم نہیں کرتے لیکن اپنا مطلب نکالنے کے لیے ان روایات کو پیش کرتے ہیں جن پر محدثین خود تنقید کرتے ہیں اور ان کی کوئی حیثیت تسلیم نہیں کرتے۔ صحیح روایات کے مطابق انہی اسراء کی احادیث میں موجود ہے کہ حضرت جبرائیل براق کے حرکت کرنے پر اسے بتاتے ہیں:

﴿ابمحمد تفعل هذا فما ركبك احدا كرم على الله منه﴾(۹۸)

(کیا محمدؐ سے ایسے کرتے ہو اللہ کے نزدیک حضرت محمدؐ سے مکرم و معزز تم پر پہلے سوار نہیں ہوا)

گویا جبرائیل ہر مقام پر مؤدب نظر آتے ہیں۔

اعتراض نمبر ۶ اور اس کا جواب:

صحیح اور مستند روایات کے مطابق اور جمہور علماء کے موافق معراج کا واقعہ ایک مرتبہ ہی پیش آیا جب آنحضرت ﷺ بیت المقدس اور پھر آسمانوں تک گئے۔ روایات کی جزئیات میں اختلاف کو رفع کرنے کے لیے بعض لوگوں نے متعدد دفعہ معراج کا ذکر کیا ہے حالانکہ مستند روایات میں اس کا اشارہ بھی نہیں ہے (۹۹) اسراء اور معراج کے الگ الگ ہونے کے متعلق اقوال شاذ ہیں۔ لیکن صحابہ کرام محدثین، علماء امت اور متکلمین کی عظیم اکثریت اس بات پر متفق ہے کہ بیت اللہ سے بیت المقدس اور پھر آسمانوں تک آپ ﷺ ایک ہی رات میں تشریف لے گئے، کسی بھی واقعہ کے متعلق جزئیات میں معمولی اختلاف ہو یا کسی واقعہ کو مختلف راوی مختلف مواقع پر خود بیان کریں تو ترتیب واقعات اور دیگر جزئی امور میں کئی قسم کے اختلافات عام مشاہدے کی بات ہے لیکن اس کے باوجود اس کے اہم اجزاء کے وقوع میں شک نہیں ہوسکتا۔

یہی چیز واقعۂ معراج کے متعلق ہے۔ واقعہ معراج کے تعدد کے متعلق حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے:

﴿هذا بعيد جدا ولم ينقل هذا عن احد من السلف ولو تعدد هذا التعدد لا خبر النبیؐ به امة ولنقله الناس على التعدد والتكرر﴾(۱۰۰)

(یہ بہت بعید از قیاس بات ہے سلف میں سے کسی نے یہ نقل نہیں کیا اگر واقعہ معراج کئی دفعہ پیش آتا تو آنحضرت ﷺ اپنی امت کو بتاتے، لوگ بھی اس کو کئی بار نقل کرتے)۔

معراج النبیؐ کی تاریخ میں دشواری کا سبب یہ ہے کہ ہجرت سے قبل سن اور تاریخ نہیں تھے۔ قرآن مجید میں لیلا کا لفظ ہے۔ گویا رات کو ہونے میں کوئی شک نہیں اور یہ بھی مسلمہ حقیقت ہے کہ ہجرت سے قبل یہ واقعہ مکہ مکرمہ میں پیش آیا۔ قاضی سلیمان منصور پوری ؒ نے آنحضرت ﷺ کی ۲۳ سالہ سیرت مبارکہ کی

Marfat.com

جنتری تیار کی ہے۔ جس کے مطابق ۵۲ ولادت نبوی ۲۷ ر رجب کو شب معراج ہوئی۔ ۲۷ رجب کے بعد طلوع ہونے والا دن بدھ تھا۔ اسلامی نقطۂ نظر سے بدھ کی شب ۲۷ ر رجب ۵۲ ولادت نبوی کو شب معراج ہوئی (۱۰۱)۔ اس دور میں لوگ اس قسم کے دنوں کو مناتے نہیں تھے کہ ان کو ذہن میں رکھتے بلکہ اصل تحفہ جو اس رات ملا اس کو کسی نے نہ چھوڑا یعنی نماز۔ ایک اور چیز جس کا ذکر ضروری ہے وہ یہ ہے کہ کسی چیز کے وقوع میں اختلاف سے یہ نتیجہ نہیں نکالا جا سکتا کہ سرے سے اس چیز کا ہی انکار کر دیا جائے حالانکہ اگر مختلف لوگ مختلف انداز میں کسی چیز کے متعلق بات کریں تو یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ اصل چیز ہے جس کے متعلق اختلاف ہوا ہے ورنہ اگر اصل ہی نہ ہوتی تو تاریخ میں اختلاف کیسا اور اگر تاریخ میں اختلاف کی بنا پر اصل کا انکار ہو سکتا ہے تو نہ آنحضرت ﷺ کی ولادت ثابت ہو گی اور نہ ہجرت گویا معترضین کو اپنے قلم اور زبانیں ولادت نبویؐ کی طرف موڑنا چاہئیں تھیں کہ گویا آپ ﷺ کی پیدائش ہی نہیں ہوئی اور پھر یہ قرآن میں بھی موجود نہیں ہے۔ روایات میں اختلاف ہے لہٰذا صاف انکار کر دیا جاتا۔ ہمارے ملک میں علامہ اقبال کی تاریخ پیدائش کے متعلق کئی سالوں بعد اب یہ تحقیق ہوئی ہے کہ وہ ۹ ر نومبر ۱۸۷۷ء ہے۔ پہلے کوئی اور تاریخ تھی لیکن معراج کے معترضین علامہ اقبال کی پیدائش کا انکار نہیں کرتے۔ معراج کی تاریخ کی بجائے مقاصد پر غور کریں:

الفاظ کے پیچوں میں الجھتے نہیں دانا
غواص کو مطلب ہے صدف سے کہ گہر سے

اعتراض نمبر ۷ اور اس کا جواب:

آنحضرت ﷺ معراج کے وقت کس جگہ سکون پذیر تھے یہ بھی کوئی ایسی سوچنے کی بات نہیں۔ اصل مقصد تو آپ ﷺ کا تشریف لے جانا ہے، بلاشبہ آپ ﷺ تشریف لے گئے۔ صحیحین کی روایات کے مطابق آپ ﷺ کعبہ میں محو استراحت تھے (۱۰۲)۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم کی ایک روایت حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا میں مکہ میں تھا۔ میرے گھر کی چھت کھولی گئی اور جبرائیل علیہ السلام آئے (۱۰۳)۔ مولانا سلیمان ندوی رحمہ اللہ اس کے متعلق فرماتے ہیں: ''ہمارے نزدیک اس کی صحیح تعبیر یہ ہے کہ آپ ﷺ خانہ کعبہ میں آرام فرما تھے لیکن آپ ﷺ کو مشاہدہ یہ کرایا گیا کہ آپ ﷺ اپنے گھر میں ہیں۔ اس کی چھت کھلی، جبرائیل علیہ السلام آئے (۱۰۴) اگر گھر کو بھی تسلیم کر لیا جائے تو یہ خلاف حدیث نہیں کہ گھر سے جبرائیل علیہ السلام آنحضرت ﷺ کو خانہ کعبہ میں لے گئے وہاں شق صدر ہوا اور پھر عالم بیداری میں آپؐ نے بیت المقدس اور آسمانوں کو دیکھا۔ اس سے بھی واقعۂ معراج کا انکار ثابت نہیں ہوتا جزئیات میں اختلاف کی بنا پر اصل چیز کو کالعدم قرار نہیں دیا جا سکتا۔

اعتراض نمبر ۸ اور اس کا جواب:

صحیحین کی روایات اور دیگر مستند احادیث کے مطابق آنحضرت ﷺ کا شق صدر دو دفعہ ہوا، ایک دفعہ

معراج سے قبل اور دوسری دفعہ بچپن میں، معراج میں اگر ایسا ہوگیا تو اس سے پہلے واقعہ کا انکار ثابت نہیں ہوتا، چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جبرائیل آئے جبکہ آپ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پکڑ کر لٹایا، سینہ شق کیا اور دل نکالا۔ اس سے خون کا لوتھڑا نکالا اور کہا: ﴿هذا حظ الشيطان منك﴾ (یہ آپ سے شیطان کا حصہ ہے) پھر سونے کے تھال میں زمزم کے پانی سے دھویا پھر زخم کو درست کر کے اس کی جگہ پر رکھ دیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے سینے کے زخم کا نشان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک میں دیکھا۔ بچوں نے یہ واقعہ جا کر اپنی ماں (دایہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا) کو بتایا، وہ آئیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ تبدیل تھا (۱۰۵)۔

دوسری طرف روایت اس طرح سے ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جبرائیل علیہ السلام نے میرے پاس آ کر سینے میں شگاف کیا پھر اس کو زمزم کے پانی سے دھویا پھر سونے کے ایک تھال کو جو حکمت اور ایمان سے بھرا ہوا تھا میرے سینے پر ڈال دیا (۱۰۶) یہ واقعہ دو دفعہ ہوا، اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ آپ بچپن میں شیطان کے ہر حملہ سے محفوظ کر دیئے گئے اور پھر معراج کی رات سینۂ مبارک کو علم و حکمت سے بھر دیا گیا۔ آپ کا دل صرف اللہ کا مقام بن گیا۔ غیر اللہ کا خیال پہلے ہی نہ تھا لیکن اب تصور بھی نہ رہا:

تا خانہ دل خالی از اغیار نیابی بام و در ایں خانہ پر از یار نیابی

اعتراض نمبر ۹ اور اس کا جواب:

مسجد اقصیٰ کا وجود قرآن مجید سے ثابت ہے جس پر بحث کی کوئی ضرورت نہیں۔ محدثین کی صحیح روایات کے مطابق یہ یروشلم میں واقع ہے۔ معراج کے وقت مسجد نبوی کا وجود ہی نہیں تھا تو اس کے ذکر کرنے کی ضرورت ہی نہ تھی اور بعد میں بھی کبھی مسجد نبوی کو مسجد اقصیٰ نہ کہا گیا بلکہ صحیح روایات میں جن تین جگہوں کا ذکر ہے جن پر ثواب زیادہ ملتا ہے ان میں مسجد نبوی کے ساتھ مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ کا ذکر ہے (۱۰۷)۔

جہاں تک اس کے منہدم ہونے اور معراج النبی کے وقت موجود نہ ہونے کا تعلق ہے اس کے متعلق مولانا عبدالحق محدث دہلوی نے اپنی تفسیر میں بڑی تحقیق سے بیت المقدس کی پوری تاریخ لکھی ہے اور حاشیہ پر یہ لکھا ہے کہ مسجد اقصیٰ یعنی بیت المقدس یہ انبیاء سابقین کا قبلہ ہے، یہ مسجد جس کو اہل کتاب ہیکل کہتے ہیں ملک فلسطین کے شہر یروشلم میں حضرت سلیمان نے حضرت موسیٰ سے تخمیناً پانچ سو برس بعد تعمیر کی تھی۔ اس پر بنی اسرائیل کی شرارت اور بدکاری سے کئی بار صدمے آئے، گرائی گئی اور پھر بنی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں شہزادۂ روم طیطس (Titus) کی گرائی ہوئی اس مسجد کا ایک ڈھیر پڑا تھا مسجد اسی جگہ کا نام ہے نہ کہ عمارت کا۔ کیونکہ عمارت بدلتی رہتی ہے۔ مسجد نہیں بدلتی مگر اس کے پاس عیسائیوں نے مذہبی عمارت تعمیر کرا رکھی تھی۔ اس زمانہ میں اس کو بیت المقدس اور مسجد اقصیٰ کہتے تھے۔ جس کے نشان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے پوچھنے پر بتائے (۱۰۸) پورے مکہ کو بھی مسجد حرام کہا جاتا ہے جیسا کہ جامع البیان

Marfat.com

میں ہے:

﴿ويطلق على مكة كلها المسجد الحرام﴾(۱۰۹)

(پورے مکہ پر بھی مسجد حرام کا اطلاق ہوتا ہے)۔

اگر پورے مکہ کو مسجد حرام کہہ سکتے ہیں تو عیسائیوں کے اس دور میں موجود اس مقام پر مذہبی عمارت کو مسجد اقصیٰ کیوں نہیں کہا جا سکتا اور نہ کسی صحیح روایت میں مسجد اقصیٰ کا مقام جنت میں بتایا گیا ہے۔ معترضینِ معراج ہر گری پڑی چیز کو اٹھا کر محدثین کے نام تھوپنے میں مہارت تامہ اور یدِ طولیٰ رکھتے ہیں۔

اعتراض نمبر ۱۰ اور اس کا جواب:

معترضین حدیث کے ترجمہ میں غلطی کرتے ہیں۔ "سبعون الف" ملک کا ترجمہ سات ہزار فرشتے کیا جاتا ہے جبکہ یہ ستر ہزار ہیں۔ کتب احادیث میں الفاظ دیکھے جا سکتے ہیں۔ صحیح مسلم میں ہے:

﴿واذا هو يدخله كل يوم سبعون الف لا يعودون اليه﴾(۱۱۰)

(اس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں پھر اس کی طرف لوٹتے نہیں یعنی ان کی باری پھر نہیں آتی)۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ سے ستر ہزار باتیں کرنے کا لکھا جاتا ہے حالانکہ یہ کسی حدیث کی کتاب میں نہیں بلکہ وضعی جملہ ہے، اس کا وجود کسی حدیث کی کتاب میں نہیں ہے۔ آنحضرت ﷺ کے نام جھوٹی بات منسوب کرنے پر آنحضرت ﷺ نے بہت سخت وعید سنائی ہے۔

﴿من كذب على متعمدا فليتبوأ مقعده من النار﴾(۱۱۱)

(جو آدمی مجھ پر عمداً جھوٹ باندھتا ہے وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں تیار کرتا ہے)

پھر اس مقام پر حدیث کا ترجمہ بالکل غلط لکھا جاتا ہے۔ معترضین پانچ یا پچاس برابر ہیں لکھتے ہیں حالانکہ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

﴿هي خمس وهي خمسون﴾(۱۱۲)

(کہ وہ پانچ ہیں اور 'ثواب میں' پچاس ہیں)۔

دوسری حدیث میں اس کی وضاحت اس طرح سے ہے کہ ایک نیکی دس کے برابر لہٰذا پانچ نمازیں ثواب میں پچاس کے برابر ہوں گی۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے معراج کی پوری روایت مروی ہے پھر بعد ازاں جب تخفیف کر کے پانچ کر دی گئیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يا محمد انهن خمس صلوت كل يوم وليلة لكل صلوٰة عشر فذلك خمسون صلوٰة ومن هم بحسنة فلم يعملها كتبت له حسنة فان عملها كتبت عشراً﴾(۱۱۳)

(اے محمدؐ یہ دن رات میں پانچ نمازیں ہیں، ہر نماز کا ثواب دس کے برابر ہے، اس طرح سے پچاس تصور ہوں گی اور جو نیکی کا ارادہ کرے لیکن نہ کر سکے تو اس کو ایک نیکی کا ثواب ملے گا اور اگر نیکی کر لی تو دس لکھی جائیں گی)۔

مطلب صاف واضح ہے، فرشتوں کے متعلق وضاحت صحیح مسلم میں ہی موجود ہے۔ حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ثم رفع لی البیت المعمور فقلت یا جبرائیل ما هذا قال هذا البیت المعمور یدخله کل یوم سبعون الف ملك اذا خرجوا منه لم یعودوا فیه آخر ما علیهم﴾ (۱۱۴)

(پھر میرے سامنے بیت المعمور بلند ہوا، میں نے کہا جبرائیل علیہ السلام یہ کیا ہے۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا یہ بیت المعمور ہے۔ اس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں، جب وہ نکل جاتے ہیں تو پھر آخر تک واپس نہیں آتے یعنی ان کی باری نہیں آتی)۔

اعتراض نمبر ۱۱ اور اس کا جواب:

فہم حدیث کے لیے سیاق وسباق کو مدنظر رکھنا ضروری ہے، لیکن یہاں پر اس بات کو بالکل نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ بخاری شریف کی پہلی روایت میں امام بخاری نے جس جگہ اس کو درج کیا ہے وہاں اس طرح سے باب باندھا گیا ہے:

﴿باب صلاة النساء مع الرجال فی الکسوف﴾

(کسوف میں عورتوں کی مردوں کے ساتھ نماز)

حدیث میں ہے سورج گرہن کی نماز پڑھا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا: میں نے جنت اور دوزخ کو اس جگہ دیکھا۔

﴿ما من شئی کنت لم اره الا وقد رأیته فی مقامی هذا حتی الجنة والنار﴾ (۱۱۵)

(کوئی چیز نہیں جو میں نے اس جگہ نہ دیکھی ہو یہاں تک کہ جنت اور دوزخ بھی)۔

یہ روایت نماز کسوف کی ہے، اس میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مذکورۃ الصدر منظر دکھایا، اس میں معراج کا کوئی ذکر نہیں نہ خواب کا ذکر ہے لیکن معراج النبی کو خواب یا افسانہ ثابت کرنے کے لیے اس کو بھی بیان کیا جاتا ہے۔ حالانکہ اہل علم جانتے ہیں کہ اس چیز کا استدلال کسی صورت میں نہیں ہو سکتا۔

جامع ترمذی کی روایت میں صاف طور پر "المنام" (نیند میں) کے لفظ ہیں (۱۱۶) معترض کی طرف سے بیان کردہ روایت اور یہ روایت دونوں ہی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں لیکن حدیث کو سمجھے بغیر یا اپنی مرضی سے تجاہل عارفانہ سے کام لے کر دوسری طرف نظر ہی نہیں کرتے اور پھر دوسری جگہ جامع ترمذی میں

Marfat.com

ہی حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"فنعست"(۱۱۷)

(مجھے اونگھ آئی)

پھر ایک اور روایت مسند احمد میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے بیان کی گئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿فنعست فی صلوتی حتی استیقظت﴾(۱۱۸)

(مجھے نماز میں اونگھ آ گئی یہاں تک کہ میں بیدار ہوا)

گویا خواب میں اللہ تعالیٰ کی زیارت ہوئی، ان تمام روایات کو سیاق وسباق سے ملا کر پڑھنے سے اس معاملے میں ذہن میں ذرہ برابر بھی الجھن نہیں رہتی کہ یہ واقعہ خواب کا ہے۔

معترضین کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جاگنا معلوم ہوتا ہے لیکن دوبارہ اونگھنا نظر نہیں آتا، واقعۂ معراج مشاہدہ سے تعلق رکھتا ہے اور اس روایت میں خواب کا واقعہ ہے ان کا آپس میں کوئی تعلق نہیں اور ان دونوں حدیثوں سے معراج کا خواب کا واقعہ یا خیالی واقعہ ہونا کسی طرح سے بھی ثابت نہیں ہوتا۔ اور پھر ان دونوں حدیثوں کو کسی محدث نے بھی معراج کے ساتھ بیان نہیں کیا حالانکہ محدثین عظام ان حضرات سے بہرحال زیادہ فہم حدیث رکھتے ہیں۔

اعتراض نمبر۱۲ اور اس کا جواب:

پچاس نمازوں پر ہاں کرنے سے رسول اللہ نے عام آدمی کی سمجھ سے کام نہ لیا یہ اعتراض بجائے احادیث کو غلط ثابت کرنے کے خدا تعالیٰ کی ذات پر کرنا چاہیے تھا کہ اللہ تعالیٰ کو علم نہیں تھا کہ اس طرح سے ایک دن میں پچاس ادا نہ ہوں گی اور پھر بھی حکم دے دیا: ﴿فما جوابکم فھو جوابنا﴾۔

حضرت موسیٰ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے راہنمائی حاصل کی تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں، حضرت موسیٰ پہلے ان چیزوں کے تجربات کر چکے تھے، چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لفظ یہ ہیں:

﴿ارجع الی ربک فاسئله التخفیف فان امتك لا یطیقون ذلك فانی قد بلوت بنی اسرائیل وخبرتھم﴾(۱۱۹)

(اپنے رب کے پاس لوٹ جائیں اور تخفیف کا سوال کریں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت اس کی طاقت نہیں رکھتی۔ بلاشبہ میں نے بنی اسرائیل کو آزمایا ہے اور ان پر تجربہ کیا ہے)

کسی معاملے میں کسی اور سے راہنمائی حاصل کرنا عیب نہیں ہوتا اور نہ انسان کی توہین ہوتی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ لیتے تھے جیسا کہ مقدمہ نمبر۸ میں گزر چکا ہے۔ جنگ بدر کے قیدیوں کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مشورہ لیا(۱۲۰) اسی طرح جنگ خندق میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق مدینہ کے اردگرد خندق کھودی گئی(۱۲۱)۔ کئی معاملات پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ

Marfat.com

فرماتے تھے۔ اس طرح صحابہ کرام آنحضرت ﷺ سے زیادہ سمجھدار ثابت نہیں ہوتے اور نہ ہی کوئی مسلمان ایسی بات سوچ سکتا ہے۔ قرآن مجید سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ بعض معاملات حضرت موسیٰ کی سمجھ میں نہ آئے آپ ﷺ کے پوچھنے پر آخر میں اس صالح شخص نے کہا:

﴿ذٰلِكَ تَأْوِيلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَلَيْهِ صَبْرًا﴾ (۱۲۲)

(یہ اس چیز کی اصل حقیقت ہے جس پر آپ صبر نہ کرسکے)۔

اس طرح اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ صالح شخص موسیٰ علیہ السلام پر بازی لے گیا۔ اسی طرح بعض جزئی معاملات میں ایک نبی کو دوسرے نبی پر فوقیت حاصل ہوتی ہے لیکن بحیثیت مجموعی حضرت محمد ﷺ تمام انبیاء سے برتر نظر آتے ہیں اس کی مثال اس طرح سے ہے جیسے طالب علم شہباز طاہر نے ۱۰۰۰ میں سے ۶۵۰ نمبر حاصل کیے جبکہ عبدالغفور نے ۱۰۰۰ میں سے ۵۸۰ نمبر حاصل کیے۔ لیکن انگریزی میں عبدالغفور کے نمبر شہباز سے زیادہ ہیں تو فضیلت عبدالغفور کی نہیں بلکہ شہبار کی ہے کیونکہ مجموعی طور پر شہباز کے نمبر زیادہ ہیں۔

حضرت موسیٰ نے اپنی الفت ومحبت کی بنا پر اپنے تجربہ کو سامنے رکھ کر آنحضرت ﷺ کو نمازوں میں تخفیف کرانے کا مشورہ دیا تو اس نے آنحضرت ﷺ کی تحقیر کیسے ہوگئی۔ قرآن وحدیث میں کئی واقعات ایسے ہیں جن میں حضرت محمد ﷺ سے سہو اور نسیان ہوا اور آپ ﷺ کا پریشان ہونا ثابت ہے اور آپ ﷺ کو بعد میں خدا تعالیٰ کے بتانے پر یا کسی کے کہنے پر پتہ چلا۔ آنحضرت ﷺ واقعۂ افک کے بارے میں کئی دن پریشان رہے (۱۲۳) پھر یہ وحی نازل ہوئی ﴿إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنكُمْ﴾ (۱۲۴) (بے شک وہ لوگ جنھوں نے طوفان برپا کیا ہے وہ تم میں سے ایک چھوٹا گروہ ہے) تو آنحضرت ﷺ کو اطمینان ہوا اور پریشانی دور ہوئی، اس طرح نماز میں سہو کے واقعات ہیں چنانچہ ایک مرتبہ عصر کی نماز کی دو رکعتیں پڑھائیں۔ ایک صحابی نے جا کر پوچھا: "﴿اقصرت الصلوة یا رسول الله ام نسیت؟﴾ (نماز کم ہوگئی یا آپؐ بھول گئے اے اللہ کے رسولؐ؟) آپؐ نے فرمایا: ﴿کل ذالك لم یکن﴾ (ان دونوں میں سے کوئی بات نہیں ہوئی) تو انھوں نے کہا کہ کوئی بات ہوئی تو ہے پھر آنحضرت ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھ کر باقی نماز پڑھائی اور سہو کے دو سجدے کیے (۱۲۵)۔ یہ آنحضرت ﷺ کی انسانی حیثیات ہیں۔ ان سے ان کی عظمت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اسی طرح سے حدیث شفاعت میں یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ ریز ہو جائیں گے پھر اس حالت میں جو ہوگا اس کا بیان یوں فرمایا:

﴿ثم یفتح الله علی من محامده وحسن الثناء علیه شیئا لم یفتحه علی احد قبلی﴾ (۱۲۶)

(پھر اللہ تعالیٰ اپنے محامد اور بہترین تعریفیں مجھ پر واضح کر دیں گے جو مجھ سے پہلے کسی پر واضح ہوئی نہ ہوں گی)

Marfat.com

گویا اس سے پہلے آپ ﷺ کو بھی ان کا علم نہ ہوگا بلکہ خاص عنایت الٰہی سے اس وقت ہی وہ بیان ہوگا، اسی طرح اور کئی باتیں ہیں۔ اب اس حدیث شفاعت کو جس میں سرکار دوعالم ﷺ کی تمام انبیاء کرام اور پوری کائنات پر فوقیت مسلم ہے۔ کوئی توہین اور تحقیر تصور کرے تو ایسی عقل و دانش کا ماتم ہی کیا جا سکتا ہے۔ اس حدیث میں اس مقام پر اصل چیز توحید الٰہی ہے کہ وہ چیز رسالت سے الگ نظر آتی رہے لیکن بقول اقبال:

بیاں میں نکتۂ توحید آ تو سکتا ہے
تیرے دماغ میں بُت خانہ ہو تو کیا کہیے؟
وہ رمز شوق جو پوشیدہ لا اِلٰہ میں ہے
طریق شیخ فقیہانہ ہو تو کیا کہیے؟

غور کرنے سے ایک اور بات معلوم ہوتی ہے کہ پانچ نمازوں کے متعلق آنحضرت ﷺ نے خود تخفیف کا اس وجہ سے سوال نہ کیا کہ خدا تعالیٰ کی ذات کا ادب مانع تھا، یہ بات کچھ وزن دار بھی ہے۔ چنانچہ اسی حدیث میں ہے جب بار بار آنحضرت ﷺ کو حضرت موسیٰ واپس اللہ تعالیٰ کے پاس بھیجتے رہے تو پانچ نمازوں کے رہ جانے پر آپؐ نے فرمایا:

﴿استحییت من ربی﴾ (۱۲۷)

(مجھے اپنے رب سے حیاء آتی ہے)

انبیاء ہمیشہ با ادب ہوتے ہیں اور اپنی اپنی امتوں کو آداب سکھانے کے لیے مبعوث ہوتے ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن حضرت عیسیٰ سے فرمائیں گے:

﴿يَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ أَأَنتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِيْ وَأُمِّيَ إِلٰهَيْنِ مِن دُوْنِ اللّٰهِ﴾ (۱۲۸)

(اے عیسیٰ بن مریم کیا تم نے لوگوں سے یہ کہہ دیا تھا کہ خدا کے علاوہ مجھے اور میری والدہ کو بھی معبود بنالو)

تو حضرت عیسیٰ کا جواب قرآن مجید نے اس طرح درج نہیں کیا کہ میں نے ایسا نہیں کیا بلکہ ادب سے جواب دیا:

﴿"سُبْحَانَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْ أَنْ أَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقٍّ إِنْ كُنْتُ قُلْتُهُ فَقَدْ عَلِمْتَهُ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَا أَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ﴾ ﴿مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَا اَمَرْتَنِيْ بِهٖ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ﴾ (۱۲۹)

(تو پاک ہے میرے لیے یہ کسی طرح بھی ممکن نہیں تھا کہ میں ایسی بات کہہ دیتا جس کا مجھے کوئی حق ہی نہ تھا۔ اگر میں نے کہا ہوتا تو یقیناً تجھے اس کا علم ہوتا تو جانتا ہے جو کچھ میرے دل میں ہے اور میں نہیں جانتا جو کچھ تیرے دل میں ہے بے شک تو ہی تو ہے پوشیدہ چیزوں کا خوب جاننے والا میں نے تو ان سے کچھ

بھی نہیں کہا تھا بجز اس کے جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا یہ کہ میرے اور اپنے پروردگار کی پرستش کیا کرو)
یہاں حضرت عیسیٰؑ نے ادب کے پہلو کا خیال رکھا ہے اسی طرح حضرت ایوبؑ کی اٹھارہ سالہ بیماری کے بعد یہ دعا ہے:

﴿وَأَيُّوْبَ إِذْ نَادٰى رَبَّهُ أَنِّىْ مَسَّنِىَ الضُّرُّ وَأَنْتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ﴾ (۱۳۰)

(اور ایوبؑ جبکہ انھوں نے اپنے پروردگار کو پکارا مجھ کو تکلیف پہنچ رہی ہے اور تو سب مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ہے)

یہاں یہ نہیں فرمایا کہ مجھ کو فوراً شفا دے نہ ہی کوئی جزع فزع کی بلکہ ادب سے درخواست کی۔
حضرت یونسؑ جب مچھلی کے پیٹ میں گئے تو ان کی ہم کلامی کے الفاظ یہ ہیں:

﴿لَآ إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِيْنَ﴾ (۱۳۱)

(تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو ہی 'نقائص سے' پاک ہے۔ بے شک میں ہی قصوروار ہوں)۔

یہاں انھوں نے اپنے باہر نکلنے کا سوال نہیں کیا۔ انبیاء کرام بارگاہ الٰہی کے آداب ہم سے ہر لحاظ سے بہتر جانتے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے ادب کے اس پہلو کو مدّ نظر رکھ کر خود پہلے سوال نہ کیا ہو تو کیا بعید ہے اور بعد ازاں حضرت موسیٰؑ کی ترغیب سے اس معاملے میں بارگاہِ الٰہی میں سوال کیا ہو؟

ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں

اعتراض نمبر ۱۳ اور اس کا جواب:

مقدمے میں یہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ حدیث رسولؐ کے بغیر قرآن مجید کسی صورت میں سمجھ میں نہیں آ سکتا۔ آنحضرت ﷺ نے اپنی زندگی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نماز کی باقاعدہ جماعت کرائی۔ ان کے اوقات کے تعین کا پورا نقشہ احادیث نبویہ میں موجود ہے جن کا انکار کوئی آدمی مسلمان کہلا کر نہیں کر سکتا تاہم چونکہ یہ ایک اعتراض ہے کہ نماز کے تعین اوقات کے بارے میں قرآن مجید میں کچھ نہیں ہے اس لیے بیان کیا جاتا ہے کہ بہت کچھ موجود ہے حالانکہ اگر نہ ہوتا تو احادیث ہی اہل ایمان کے لیے کافی تھیں۔ لیکن خدا تعالیٰ نے ان اوقات کا بیان بھی فرمایا ہے چنانچہ ارشاد فرمایا ہے:

﴿إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتَابًا مَّوْقُوْتًا﴾ (۱۳۲)

(بے شک نماز ایمان والوں کے لیے پابندی وقت کے ساتھ فرض ہے)۔

اگر قرآن مجید میں پورا تعین وقت نہیں تو اس آیت کے لحاظ سے پابندی وقت کیسے ہوگی؟ وہ حدیث رسولؐ ہی ہے جو اس پابندی وقت کے متعلق آنحضرت ﷺ کی نمازوں کی صراحت کرتی ہے۔ محدثین نے رسول اللہ ﷺ کی ہر نماز کے وقت کے متعلق بیان کیا ہے۔ نمازوں کے اوقات کا ذکر قرآن مجید میں ہے بلکہ سورۃ اسراء میں ہی موجود ہے جو کہ معترضین کو نظر نہیں آتا، ملاحظہ ہو:

﴿أَقِمِ الصَّلَاةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ إِلىٰ غَسَقِ اللَّيْلِ وَقُرْآنَ الْفَجْرِ إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا﴾ (۱۳۳)

(نماز ادا کیجئے آفتاب ڈھلنے سے رات کے اندھیرے ہونے تک اور صبح کی نماز بھی، بے شک صبح کی نماز حضوری کا وقت ہے)۔

لفظ ''دلوک'' کے معنی جھکنے اور مائل ہونے کے ہیں (۱۳۴) ''لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ'' کے معنی وہی درست ہیں جو عرب لوگوں نے بیان کیے ہیں کیونکہ وہ اہل زبان ہیں۔ اس لفظ کا اطلاق تین اوقات یا آفتاب کی تین حالتوں پر ہوتا ہے، زوال پر، مقابل نقطہ نگاہ سے ہٹ جانے پر اور غروب آفتاب پر، آیت قرآنی یہ ہے کہ دلوک (جھکاؤ) پہ نماز پڑھو تو اس سے تینوں دلوکات پر ایک ایک نماز لازم آتی ہے پہلا ظہر کا وقت ہے دوسرا عصر کا وقت اور تیسرا مغرب کا وقت ہے، سورج کے ہر جھکاؤ پر (لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ) اس (سورج) کی خدائی کی نفی اور اللہ تعالیٰ کے اقرار کے لیے ایک ایک نماز رکھی گئی ہے۔

لفظ ''لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ'' میں پہلی تینوں نمازوں کے اوقات بتائے گئے ہیں چوتھی نماز ﴿غَسَقِ اللَّيْلِ﴾ (رات کی تاریکی) عشاء کی ہے۔ پانچویں نماز قرآن الفجر یہ صبح کی نماز ہے۔

دلوك کے لفظ کی تشریح لغت عرب سے بیان کرنا مناسب ہے۔ ابن منظور نے لکھا ہے: ﴿دلكت الشمس تدلك دلوكا غربت وقيل اصفرت ومالت للغروب﴾ (۱۳۵) (آفتاب کا دلوک یعنی وہ غروب ہوا اور کہا گیا ہے کہ وہ زرد ہو گیا اور غروب کے لیے جھک گیا) اسی جگہ وہ مزید فرماتے ہیں: ﴿وروى ابن هانى عن الاخفش انه قال دلوك الشمس من زوالها الى غروبها﴾ (ابن ہانی نے اخفش سے روایت کیا ہے اس نے کہا دلوک الشمس زوال سے غروب تک ہے) لغت عرب سے معلوم ہوا آفتاب کے زوال سے غروب تک تین دلوک ہیں، ایک شاعر نے کہا ہے:

هـذا مـقـام قدمـى ربـاح
ذبـب حتـى دلـكـت بـراح (۱۳۶)

(یہ وہ جگہ ہے جہاں لڑائی میں رباح کے دونوں قدم جمے تھے، اس نے دشمنوں سے اپنی عزت کی حفاظت کی یہاں تک سورج ہتھیلی سے جھک گیا) معلوم ہوا کہ جاہلی شعراء نے بھی اس کو جھکنے کے معنوں میں استعمال کیا ہے۔ ایک اور آیت تعین وقت کے متعلق ہے:

﴿وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا وَمِنْ آنَاءِ اللَّيْلِ فَسَبِّحْ وَأَطْرَافَ النَّهَارِ﴾ (۱۳۷)

(اور اپنے پروردگار کی تسبیح کرتے رہیے حمد کے ساتھ، آفتاب کے طلوع سے قبل اور اس کے غروب سے قبل اور اوقات شب میں بھی تسبیح کیجئے۔ اور دن کے اول و آخر میں)

Marfat.com

آفتاب نکلنے سے قبل صبح کی نماز، غروب سے قبل عصر کی نماز رات کے کچھ حصہ میں عشاء، دن کے کناروں میں ظہر اور مغرب مراد ہیں۔ اطراف کا لفظ جمع ہے، اس بنا پر دن کے کم از کم تین کنارے ہونے چاہئیں کیونکہ دو کے لیے عربی زبان میں تثنیہ کا صیغہ ہوتا ہے دن کے یا دو کنارے ہیں صبح و شام یا تین اگر درمیان کا اعتبار کیا جائے، یعنی صبح، دوپہر اور شام، پہلی شق لی جائے تو صبح کا ذکر دوبار ہوگا اور ظہر غائب، دوسری لی جائے تو ظہر آ جاتی ہے لیکن صبح دوبار، دن کے دو حصے ممتاز ہوتے ہیں ایک صبح سے دوپہر تک دوسرا دوپہر سے شام تک۔ اطراف سے ان ہی دونوں حصّوں کے آخری کنارے یہاں مراد ہیں۔ پہلے کا آخری حصہ ظہر اور دوسرے کا آخری حصہ مغرب ہے، گویا اس آیت میں بھی پانچوں نمازوں کا ذکر ہے۔ ان دو آیتوں کے علاوہ قرآن مجید کی اور آیتیں بھی ہیں جن سے نمازوں کی تعین ہوتا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے قرآن کی روشنی میں نماز پڑھائی اور پھر اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عمل کیا اور آج تک مسلمان اس انداز سے پڑھتے چلے آ رہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا ہر فعل قرآن کی روشنی کے مطابق ہے اور آپ ﷺ کا ہر ارشاد قرآن مجید کی وضاحت ہے۔

اعتراض نمبر ۱۱۴ اور اس کا جواب:

یہ کہا جاتا ہے کہ واقعہ معراج یہود کی اختراع ہے، ہم اس بات کو دلائل سے ثابت کر چکے ہیں کہ آپؐ کی معراج ایک مسلمہ حقیقت ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے کیا اور آنحضرت ﷺ کی صحیح احادیث میں ہے یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ آنحضرت ﷺ کے معراج کو جسمانی ثابت کرنے سے مذہب یہود کو تقویت کیسے ملتی ہے جبکہ ان کے پیغمبر حضرت موسیٰ کو یہ مقام نصیب نہ ہوا۔ محدثین نے پوری چھان بین سے احادیث درج کی ہیں۔ اگر کہیں خامی نظر آئی تو اس کو صاف بیان کر دیا اور احادیث معراج میں ایسی کوئی کمی نہیں تھی کہ وہ اس کا انکار کرتے، صحیحین اور دیگر کتب اربعہ میں کون سے راوی یہودی ہیں جن کی طرف معترضین توجہ دلاتے ہیں۔ واقعۂ معراج ۲۵/۳۰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کتب صحاح ستہ میں اور دیگر کتب احادیث میں مروی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے آگے یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہا گویا متواتر ہے۔ پھر ان تمام راویوں کے حالات زندگی اسماء الرجال کی مستند کتابوں میں موجود ہیں۔ جہاں تک ان کتابوں میں ان کے انبیاء کے متعلق زینہ کا ذکر ہے تو قرآن و حدیث میں کئی ایسی باتیں ہیں جن کی تصدیق ان کی کتابوں سے ہوتی ہے، کوئی چیز ہمارے مذہب میں (یعنی احادیث نبویؐ میں) ان کی نقل کی وجہ سے نہیں آئی بلکہ براہِ راست وحی الٰہی سے ہمیں ملی ہے۔ اگر کوئی چیز قرآن مجید یا حدیث رسولؐ میں ہو اور اس کی تصدیق یہود و نصاریٰ کی تحریف شدہ کتابوں میں مل جائے تو یہ مذہب اسلام کی مزید حقانیت ثابت کرتی ہے۔ اہل کتاب میں اور مسلمانوں میں کئی چیزیں مشترک ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ ان کی اصل کتابوں میں تحریف ہو گئی ہے پھر بھی کئی چیزیں اپنی اصلی حالت میں موجود ہیں۔ توحید، رسالت اور آخرت کے تصورات ان کتابوں میں موجود ہیں۔ اگرچہ ان کی اصل شکل توراۃ اور انجیل میں ناپید ہے تاہم اشارے ملتے ہیں اسی طرح آنحضور ﷺ کی صفات توراۃ میں موجود ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

﴿يَعْرِفُوْنَهُ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَاءَ هُمْ﴾ (۱۳۸)

(وہ رسول اللہ ﷺ کو ایسے پہچانتے ہیں جیسے اپنی اولاد کو)

حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب ان سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کہ آنحضرت ﷺ کی صفت تورات میں آپ نے کیسے پائی ہے؟ تو کعب رضی اللہ عنہ نے کہا:

﴿نجده محمد بن عبدالله يولد بمكة يهاجر الى طيبة ويكون ملكه بالشام وليس بفحاش ولا صخاب فى الاسواق﴾ (۱۳۹)

(ہم پاتے ہیں محمد بن عبداللہ مکہ میں پیدا ہوں گے طیبہ کی طرف ہجرت کریں گے ان کی حکومت شام تک ہوگی نہ فحش کلام کریں گے نہ گلیوں میں شور مچائیں گے)

یہ بھی حدیث ہے۔

اب اس کا مطلب یہ نہیں کہ چونکہ یہ صفتیں پہلی کتابوں میں موجود ہیں ہم ان کا انکار کر دیں بلکہ قرآن مجید نے بعض معاملات کے متعلق آنحضرت ﷺ کی تصدیق کے لیے مشرکین عرب سے کہا:

﴿فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ (۱۴۰)

(اگر تم کو علم نہیں تو اہل علم سے پوچھ لو)

اہل علم کے متعلق یہ ہے:

﴿اهل الكتاب من اليهود والنصارى﴾ (۱۴۱)

(یہود و نصاریٰ میں سے اہل کتاب مراد ہیں)۔

جہاں تک رسول اللہ ﷺ کا حضرت موسیٰؑ کی طرف محتاج ہونا بیان کا جاتا ہے اس شبہ کا جواب ان ہی احادیث میں موجود ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے بیت المقدس میں انبیاء کی جماعت کرائی حضرت موسیٰؑ بھی مقتدیوں میں موجود تھے پھر چھٹے آسمان پر رسول اللہ ﷺ کو دیکھ کر حضرت موسیٰؑ رونے لگے، پوچھنے پر انھوں نے فرمایا:

﴿لان غلاما بعث بعدى يدخل الجنة من امته اكثر ممن يدخلها من امتى﴾ (۱۴۲)

یہ لڑکا میرے بعد مبعوث ہوا ہے لیکن اس کی امت میری امت سے زیادہ جنت میں داخل ہوگی)۔

ہم بطور جدل یہ جواب دیتے ہیں کہ ان احادیث سے اگر آنحضرت ﷺ حضرت موسیٰؑ سے کم تر ثابت ہوتے ہیں تو حضرت محمدؐ تو ان کو چھٹے آسمان پر چھوڑ کر اس سے بھی آگے بڑھ گئے۔ اس سے کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ آنحضرت ﷺ بلاشبہ تمام انبیاء سے بڑھ کر ہیں۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا: مجھے پانچ چیزیں ایسی ملی ہیں جو کسی اور نبی کو نہیں ملیں۔ مجھے ایک ماہ کی مسافت سے

Marfat.com

رعب کے ساتھ مدد دی گئی۔ رُوئے زمین کو ہمارے لیے مسجد اور طہارت کا سبب بنایا گیا۔ جہاں بھی میری امت میں سے کسی آدمی کو نماز کا وقت ہو جائے نماز پڑھ لے۔ مال غنیمت میرے لیے حلال کیا گیا۔ ہر نبی کو خاص کر اس کی امت کی طرف بھیجا جاتا تھا اور مجھے تمام مخلوق کی طرف بھیجا گیا ہے اور مجھے شفاعت کرنے کی اجازت عنایت فرمائی جائے گی (۱۴۳) دوسری حدیث میں شفاعت کی تشریح ہے جو حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ حضرت آدمؑ، حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ جواب دے دیں گے تو حضرت محمدؐ شفاعت کریں گے۔ آپ سجدہ میں گریں گے اللہ تعالیٰ فرمائیں گے:

﴿ ارفع راسك يا محمد وسل تعط واشفع تشفع وقل تسمع لقولك ﴾ (۱۴۴)

(اپنے سر کو اٹھائیں سوال کریں پورا دیا جائے گا شفاعت کریں قبول کی جائے گی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سنی جائے گی)۔

کیا یہ مقام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ بھی کسی کو حاصل ہوگا کہ ان کی ہر بات کو خالق کائنات قیامت کے روز مانے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے لے کر تمام انبیاء اس سے محروم ہوں گے۔ یہ صرف جواب کے طور پر عرض کر رہا ہوں ورنہ ہر نبی کو اللہ تعالیٰ نے جو مقام دیا ہے، ہم اس کے قائل ہیں۔ ؏

چہ نسبت خاک را با عالم بالا

کئی احادیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دیگر انبیاء پر فضیلت کا ذکر ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انتظار میں بیٹھے دیگر تمام انبیاء کرام کے فضائل کا ذکر کر رہے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تائید کی اور فرمایا:

﴿ الا وانا حبيب الله ولا فخر و انا حامل لواء الحمد يوم القيامة ولا فخر ﴾ (۱۴۵)

(خبردار میں اللہ کا حبیب ہوں اور یہ کوئی فخر کی بات نہیں 'اللہ کی' حمد کا جھنڈا یوم حشر کو میرے ہاتھ میں ہوگا اور یہ کوئی فخر کی بات نہیں ہے)

معراج کی حدیث کے ساتھ اس حدیث پر بھی غور کر لیا جائے:

سنن الدارمی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو انبیاء پر اور اہل آسمان پر فضیلت دی۔ دیگر لوگوں نے پوچھا اے ابن عباس رضی اللہ عنہ اہل آسمان پر کس چیز سے فضیلت دی؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اہل آسمان کو فرمایا:

﴿ وَمَن يَقُلْ مِنْهُمْ إِنِّىٓ إِلَٰهٌ مِّن دُونِهِۦ فَذَٰلِكَ نَجْزِيهِ جَهَنَّمَ كَذَٰلِكَ نَجْزِى الظَّٰلِمِينَ ﴾ (۱۴۶)

(اور جو کوئی ان میں سے یہ کہہ بھی دے کہ میں 'بھی' معبود ہوں اللہ کے سوا سوا سے جہنم کی سزا دیں گے، ہم ظالموں کو ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں)

Marfat.com

جبکہ محمد ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحاً مُّبِيناً لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ﴾ (۱۴۷)

(بے شک ہم نے آپؐ کو ایک کھلم کھلا فتح دی تاکہ اللہ آپؐ کی (سب) اگلی پچھلی خطائیں معاف کردے)

پھر انھوں نے پوچھا انبیاء پر کیسے فضیلت تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ إِلاَّ بِلِسَانِ قَوْمِهِ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ﴾ (۱۴۸)

(اور ہم نے ہر رسول کو اس کی قوم کی طرف بھیجا اس کی زبان میں تاکہ وہ ان لوگوں پر 'تعلیمات' کھول کر بیان کریں)

اور اللہ تعالیٰ نے حضرت محمدؐ کے لیے فرمایا:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ﴾ (۱۴۹)

(اور ہم نے تو آپ ﷺ کو سارے ہی انسانوں کے لیے 'پیغمبر بنا کر' بھیجا ہے)۔

آپؐ کو جنوں اور انسانوں کی طرف بھیجا گیا ہے (۱۵۰)۔ مندرجہ ذیل حدیث میں بھی آنحضرت ﷺ کے مقام کا ذکر ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تورات کا ایک ورق لے کر آنحضرت ﷺ کے پاس آئے اور آپؐ کو بتا کر اس کو پڑھنے لگے۔ آنحضرت ﷺ کا چہرۂ اقدس متغیر ہو گیا اور آپؐ نے فرمایا:

﴿ والذی نفس محمد بیده لو بدا لكم موسیٰ فاتبعتموه وتركتمونی لضللتم عن سواء السبیل، ولو كان موسیٰ حیًّا وادرك نبوتی لا تبعنی﴾ (۱۵۱)

(اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے۔ اگر آپ کے پاس موسیٰؑ آ جائیں اور آپ مجھ کو چھوڑ کر ان کی اتباع کریں تو سیدھے راستے سے بھٹک جاؤ گے، اگر وہ زندہ ہوتے اور میری نبوت کو پا لیتے تو ضرور میری اتباع کرتے)۔

اگر معراج کی احادیث کے ساتھ ان کو بھی ملا کر پڑھ لیا جائے تو ہر قسم کے شکوک و شبہات دور ہو جائیں گے۔ آخر میں قرآن مجید کی آیت لکھی جاتی ہے جس میں تمام انبیاء سے آنحضرت ﷺ کی نبوت کا عہد عالم ارواح میں لیا گیا ہے۔ اس لحاظ سے ﷺ کی عظمت و مقام پر غور کیا جا سکتا ہے۔:

﴿وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُم مِّنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ

Marfat.com

وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ إِصْرِي قَالُوا أَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُم مِّنَ الشَّاهِدِينَ﴾(۱۵۲)

(اور وہ وقت یاد کرو، جب اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے عہد لیا کہ جو کچھ میں تمھیں کتاب و حکمت سے دے دوں پھر تمھارے پاس کوئی رسول اس کی تصدیق کرنے والا آئے جو تمھارے پاس ہے تو تم ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور اس کی نصرت کرنا، فرمایا کیا تم اقرار کرتے ہو اور اس پر میرا عہد قبول کرتے ہو؟ انھوں نے کہا ہاں ہم اقرار کرتے ہیں، اللہ نے، فرمایا تم گواہ رہنا اور میں بھی تمھارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں)۔

حوالہ جات

۱۔ البقرہ(۲) ۷۔

۲۔ الحجر(۱۵)۹۔

۳۔ النجم(۵۳)۳-۴۔

۴۔ اقبال، علامہ، بالِ جبریل (غلام علی اینڈ سنز، لاہور) ص:۷۸۔

۵۔ النحل(۱۶)۴۴۔

۶۔ الاحزاب(۳۳)۲۱۔

۷۔ الحشر(۵۹)۷۔

۸۔ البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح (مکتبہ دارالسلام، الریاض، ۱۹۹۹ء) ص:۸۳۹، حدیث نمبر:۴۷۷۶۔

۹۔ الاعراف(۷)۲۰۔

۱۰۔ المائدہ(۵)۳۔

۱۱۔ ابن ماجہ، محمد بن یزید، السنن (دارالسلام، الریاض۱۹۹۹ء) ص:۴۸۰، حدیث نمبر:۳۳۱۴۔

۱۲۔ البخاری، الجامع الصحیح ص:۹۱۴، حدیث نمبر:۵۱۰۹۔

۱۳۔ القاسمی، جمال الدین، قواعد التحدیث من فنون مصطلح الحدیث (دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۷۹ء) ص:۵۲۔

۱۴۔ ترمذی، محمد بن عیسٰی، جامع ترمذی (دارالسلام، الریاض، ۱۹۹۹ء) ص:۶۰۵، حدیث نمبر:۲۶۶۶۔

۱۵۔ ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، السنن (دارالسلام، الریاض، ۱۹۹۹ء) ص:۵۲۴، حدیث نمبر:۳۲۴۶۔

۱۶۔ مسلم، مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح (دارالسلام، الریاض، ۲۰۰۰ء) ص:۵۷۱، حدیث نمبر:۳۳۰۵۔

۱۷۔ غزنوی، ابوبکر، کتابت حدیث عہد نبویؐ میں (مکتبہ غزنویہ، لاہور) ص:۱۸۔

۱۸۔ حاکم، نیشاپوری، امام، معرفۃ علوم الحدیث (دار آفاق الجدیدہ، بیروت، الطبعہ الرابعہ ۱۹۸۰ء) ص:۵۔

۱۹۔ مسلم، الجامع الصحیح، ص:۱۱۔

۲۰۔ ابن حجر، احمد بن علی، شرح نخبۃ الفکر (فاروقی کتب خانہ، ملتان) ص:۹۔

۲۱۔ حالی، الطاف حسین، مسدس حالی (غلام علی اینڈ سنز، لاہور) ص:۳۲۔

۲۲۔ شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغہ: (المکتبۃ السلفیہ، لاہور، ۱۹۷۵ء) ۱/۱۳۳۔

Marfat.com

۲۳۔ النساء(۴)۴۳۔
۲۴۔ الفتح(۴۸)۲۹۔
۲۵۔ المائدہ(۵)۴۸۔
۲۶۔ المائدہ(۵)۱۵۔
۲۷۔ البقرہ(۲)۳۔
۲۸۔ النساء(۴)۱۶۲۔
۲۹۔ البقرہ(۲)۲۷۷۔
۳۰۔ البقرہ(۲)۱۱۰۔
۳۱۔ البقرہ(۲)۲۳۸۔
۳۲۔ المومنون(۲۳)۲۔
۳۳۔ المومن(۴۰)۳۴۔
۳۴۔ الفلاح، محمد عبدہ، تاریخ القرآن (مکتبہ دار الحدیث راجووال، اوکاڑہ) ص:۴۴۔
۳۵۔ زرقانی، محمد عبد العظیم، مناہل العرفان فی علوم القرآن (دار احیاء الکتب العربیہ، القاہرہ)۱/۲۰۵۔
۳۶۔ احمد بن حنبل، المسند (دار الفکر، القاہرہ)۴/۲۱۸۔
۳۷۔ زرقانی، مناہل العرفان فی علوم القرآن:۱/۱۶۹۔
۳۸۔ الاعراف(۷)۱۵۷۔
۳۹۔ زرقانی، مناہل العرفان فی علوم القرآن، ۱/۲۴۴۔
۴۰۔ الحشر(۵۹)۷۔
۴۱۔ البقرہ(۲)۱۴۳۔
۴۲۔ التحریم(۶۶)۳۔
۴۳۔ الاحزاب(۳۳)۳۷۔
۴۴۔ الانفال(۸)۷۔
۴۵۔ الحشر(۵۹)۵۔
۴۶۔ الانفال(۸)۹۔
۴۷۔ التوبہ(۹)۱۲۸۔
۴۸۔ آل عمران(۳)۱۶۴۔
۴۹۔ الجمعہ(۶۲)۲۔

Marfat.com

۵۰۔ آل عمران (۳) ۱۴۴۔

۵۱۔ الانبیاء (۲۱) ۳۴۔

۵۲۔ مسلم، الجامع الصحیح ص: ۲۳۱، حدیث نمبر: ۱۲۸۳۔

۵۳۔ ایضاً ص: ۱۰۳۹، حدیث نمبر: ۶۱۲۸۔

۵۴۔ آل عمران (۳) ۱۵۹۔

۵۵۔ الشوریٰ (۴۲) ۵۲۔

۵۶۔ الم نشرح (۹۴) ۱۔

۵۷۔ الضحیٰ (۹۳) ۷۔

۵۸۔ النساء (۴) ۱۱۳۔

۵۹۔ بنی اسرائیل (۱۷) ۱۔

۶۰۔ بنی اسرائیل (۱۷) ۶۰۔

۶۱۔ النجم (۵۳) ۱ تا ۱۸۔

۶۲۔ آلوسی، محمود، شہاب الدین، تفسیر روح المعانی (دار الکتب العربیہ، بیروت) ۱۵/۱۲۔

۶۳۔ ایضاً، ۱۵/۱۰۵۔

۶۴۔ شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغہ، ۲/۲۰۶۔

۶۵۔ رازی، فخر الدین، مفاتیح الغیب المعروف تفسیر الکبیر (مکتبہ الجامع الازہر، قاہرہ) ۲۰/۲۳۷۔

۶۶۔ بخاری، الجامع الصحیح ص: ۸۱۶، حدیث نمبر: ۴۷۱۶۔

۶۷۔ شوکانی، محمد بن علی، فتح القدیر (مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر) ۳/۲۰۰۔

۶۸۔ النجم (۵۳) ۱۲-۱۳۔

۶۹۔ ایضاً (۵۳) ۹۔

۷۰۔ مسلم، الجامع الصحیح ص: ۹۱، حدیث نمبر: ۴۳۹۔

۷۱۔ بخاری، الجامع الصحیح ص: ۸۶۰، حدیث نمبر: ۴۸۵۶۔

۷۲۔ النجم (۵۳) ۹۔

۷۳۔ بخاری، الجامع الصحیح ص: ۲، حدیث نمبر: ۴۔

۷۴۔ ابن کثیر، اسماعیل عماد الدین، تفسیر القرآن العظیم (دار السلام، الریاض، ۱۹۹۴ء) ۴/۳۱۶-۳۱۷۔

۷۵۔ مسلم، الجامع الصحیح ص: ۸۱، حدیث نمبر: ۴۰۶۔

۷۶۔ النجم (۵۳) ۱۱۔

۷۷۔ منصور پوری، محمد سلیمان، رحمۃ للعالمینؐ (الفیصل ناشران وتاجران کتب، لاہور) ۳/ ۱۳۵۔
۷۸۔ النجم (۵۳) ۱۱۔
۷۹۔ دریابادی، عبدالماجد، تفسیر ماجدی (تاج کمپنی لمیٹڈ، لاہور، ۱۹۷۵ء) ص: 1052۔
۸۰۔ النجم (۵۳) ۱۲۔
۸۱۔ النجم (۵۳) ۱۷۔
۸۲۔ منصور پوری، رحمۃ للعالمینؐ، ۳/ ۱۳۷۔
۸۳۔ بخاری، الجامع الصحیح، ص: ۸۱۶، حدیث نمبر: ۴۷۱۰۔
۸۴۔ نووی، یحییٰ بن شرف الدین، شرح صحیح مسلم (نور محمد کتب خانہ، کراچی) ۱/ ۱۱۱۔
۸۵۔ ابن منظور، محمد بن مکرم، لسان العرب (دار الفکر بیروت، ۱۹۹۰ء) ۳/ ۲۳۰۔
۸۶۔ زبیدی، محمد مرتضیٰ، تاج العروس من جواہر القاموس (مکتبہ عیسیٰ الحلبی، القاہرہ) ۲/ ۴۰۹۔
۸۷۔ قرطبی، تفسیر قرطبی (داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۹۶۶ء) ۱۰/ ۲۰۵ تا ۲۰۸۔
۸۸۔ ابن حجر، شرح نخبۃ الفکر، ص: ۱۷۔
۸۹۔ ابن کثیر، تفسیر ابن کثیر، ۳/ ۳۶۔
۹۰۔ الصف (۶۱) ۸۔
۹۱۔ البقرہ (۲) ۲۶۰۔
۹۲۔ الانعام (۶) ۷۵۔
۹۳۔ الاعراف (۷) ۱۴۳۔
۹۴۔ نعمانی، شبلی، سیرت النبیؐ (الفیصل ناشران وتاجران کتب، لاہور) ۳/ ۳۵۲۔
۹۵۔ مسلم الجامع الصحیح، ص: ۸۹، حدیث نمبر: ۴۳۱۔
۹۶۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، ۲/ ۳۶-۳۷۔
۹۷۔ ایضاً، ۲/ ۳۸۔
۹۸۔ ترمذی، السنن، ص ۷۰۷، حدیث نمبر ۳۱۳۱۔
۹۹۔ شبلی، سیرت النبیؐ، ۳/ ۲۲۳۔
۱۰۰۔ ابن کثیر، تفسیر ابن کثیر، ۳/ ۲۲۔
۱۰۱۔ منصور پوری، رحمۃ للعالمینؐ، ۲/ ۱۲۶۔
۱۰۲۔ مسلم، الجامع الصحیح، ص: ۸۴، حدیث نمبر: ۴۱۵۔
۱۰۳۔ ایضاً۔

۱۰۴۔ شبلی، سیرت النبیؐ،۳/۲۲۹۔
۱۰۵۔ مسلم، الجامع الصحیح، ص: ۸۳، حدیث نمبر: ۴۱۳۔
۱۰۶۔ ایضاً، ص: ۸۴، حدیث نمبر: ۴۱۵۔
۱۰۷۔ ابن ماجہ، سنن، ص: ۱۰۷، حدیث نمبر: ۷۵۲۔
۱۰۸۔ حقانی، عبدالحق، تفسیر حقانی (مکتبہ الحسن، لاہور)۵/۴۵۔
۱۰۹۔ معین الدین محمد بن عبدالرحمٰن الحسنی، جامع البیان (دار الکتب الاسلامیہ، گوجرانوالہ)۱/۳۹۲۔
۱۱۰۔ مسلم، الجامع الصحیح، ص: ۸۶، حدیث نمبر: ۴۱۶۔
۱۱۱۔ بخاری، الجامع الصحیح، ص: ۲۴، حدیث نمبر: ۱۰۷۔
۱۱۲۔ مسلم، الجامع الصحیح، ص: ۸۵، حدیث نمبر: ۴۱۱۔
۱۱۳۔ ایضاً، ص: ۸۳، حدیث نمبر: ۴۱۱۔
۱۱۴۔ ایضاً، ص: ۸۶، حدیث نمبر: ۴۱۶۔
۱۱۵۔ بخاری، الجامع الصحیح، ص: ۱۷۰، حدیث نمبر: ۱۰۵۳۔
۱۱۶۔ ترمذی، السنن، ص: ۷۳۴، حدیث نمبر: ۳۲۳۳۔
۱۱۷۔ ایضاً ص: ۷۳۵، حدیث نمبر: ۳۲۳۵۔
۱۱۸۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵/۲۴۳۔
۱۱۹۔ مسلم، الجامع الصحیح، ص: ۸۳، حدیث نمبر: ۴۱۱۔
۱۲۰۔ ابن کثیر، تفسیر ابن کثیر، ۲/۳۲۵۔
۱۲۱۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (دار الفکر، بیروت)۴/۹۵۔
۱۲۲۔ الکہف (۱۸)۸۲۔
۱۲۳۔ بخاری، الجامع الصحیح، ص: ۸۲۹-۸۳۱، حدیث نمبر: ۴۷۵۰۔
۱۲۴۔ النور (۲۴)۱۱۔
۱۲۵۔ مسلم، الجامع الصحیح، ص: ۲۳۳، حدیث نمبر: ۱۲۹۰۔
۱۲۶۔ بخاری، الجامع الصحیح، ص: ۸۱۶، حدیث نمبر: ۴۷۱۲۔
۱۲۷۔ مسلم، الجامع الصحیح، ص: ۸۳، حدیث نمبر: ۴۱۱۔
۱۲۸۔ المائدہ (۵)۱۱۶-۱۱۷۔
۱۲۹۔ ایضاً ۱۱۷۔
۱۳۰۔ الانبیاء (۲۱)۸۳۔

۱۳۱۔ الانبیاء(۲۱)۸۷۔
۱۳۲۔ النساء(۴)۱۰۳۔
۱۳۳۔ بنی اسرائیل(۷)۷۸۔
۱۳۴۔ ابن منظور، لسان العرب، ۱۰/ ۴۲۸۔
۱۳۵۔ ایضاً، ۱۰/ ۲۷۔
۱۳۶۔ ایضاً۔
۱۳۷۔ طٰہٰ(۲۰)۱۳۰۔
۱۳۸۔ الانعام(۶)۲۰۔
۱۳۹۔ الدارمی، عبداللہ بن عبدالرحمن، ابومحمد، السنن (شرکۃ الطباعۃ الفنیۃ، المتحدۃ)۵/۱۴۔
۱۴۰۔ النحل(۱۶)۴۳۔
۱۴۱۔ طبری، محمد بن جریر، جامع البیان المعروف تفسیر طبری (المکتبہ التجاریۃ، القاہرہ)۱۴/ ۱۰۹
۱۴۲۔ بخاری، الجامع الصحیح، ص:۶۵۳، حدیث نمبر: ۳۸۸۷۔
۱۴۳۔ ترمذی، السنن، ص: ۳۷۷، حدیث نمبر: ۱۵۵۳۔
۱۴۴۔ ایضاً ص: ۱۱۷، حدیث نمبر: ۳۱۴۸۔
۱۴۵۔ ایضاً ص: ۸۲۴، حدیث نمبر: ۳۶۱۶۔
۱۴۶۔ الانبیاء(۲۱)۲۹۔
۱۴۷۔ الفتح(۴۸)۱/۲۔
۱۴۸۔ ابراہیم(۱۴)۴۔
۱۴۹۔ السباء(۳۴)۲۸۔
۱۵۰۔ الدارمی، السنن (نشر السنہ، ملتان)۱/۳۰۔
۱۵۱۔ ایضاً، ۱/۹۵۔
۱۵۲۔ آل عمران(۳)۸۱۔

Marfat.com

(۳) مسئلہ قربانی اور سیرت النبی ﷺ

﴿اعتراضات کے جوابات﴾

پاکستان ایک نظریاتی مملکت ہے جس کی بنیاد صرف اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے رکھی گئی تھی۔ اگرچہ بوجوہ ابھی تک مکمل طور پر اسلامی نظام نافذ نہیں ہوا۔ تاہم اس سلسلے میں حوصلہ افزا پیش رفت ہوئی ہے اور ابھی تک یہ سفر جاری ہے۔ جہاں حکومت اور سیاست دانوں پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اسلامی نظام کا نفاذ کریں وہاں اہل علم کی بھی یہ ذمے داری ہے کہ وہ اس نظام کو قابل عمل ثابت کریں اور لوگوں کو بتائیں کہ اس نظام کے نفاذ سے ایک جدید فلاحی ریاست قائم ہوتی ہے، اس سلسلے میں علماء نے اپنے فرض کو کماحقہٗ ادا کیا ہے لیکن یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ دو قسم کے گروہ اس معاملے میں رکاوٹ بنے ہوئے ہیں۔ ایک گروہ مغرب زدہ لوگوں کا ہے۔ جو ہر چیز کو مغرب کی آنکھ سے دیکھتا ہے اور مغربی طرز حکومت کو ہی حرفِ آخر سمجھتا ہے اور اسلام کو ایک فرسودہ اور ناقابل عمل قسم کی چیز قرار دیتا ہے۔

دوسرا گروہ اسلامی حلقوں میں متجد دین کا ہے، اس کا کام اسلام کے متعلق شکوک وشبہات پیدا کرنا ہے اور مسلمانوں کے متفق علیہا مسائل میں اپنی حسب منشا جدتیں پیدا کر کے ذہنی انار کی پیدا کرنا اور انتشار پھیلانا ہے۔ تاکہ اُمت مسلمہ کا کسی چیز میں اتفاق نہ رہ سکے۔ اس گروہ کا خصوصی ہدف احادیث نبویہؐ ہیں۔ حالانکہ محدثین عظام نے احادیث نبویہ پر پوری تحقیق کی ہے اور ان کی جانچ پڑتال کرنے میں اپنی پوری زندگیاں وقف کر دیں۔ موجودہ دور میں ان کی تحقیق سے فائدہ اُٹھایا جاسکتا ہے، ان کی تحقیق کو رَد کر کے اپنی مرضی سے احادیث کو ضعیف یا موضوع قرار دینے سے انسان کی اپنی لاعلمی کا پتہ چلتا ہے۔ محدثین نے احادیث کی درجہ بندی (متواتر، صحیح، حسن، مرفوع، موقوف، مرسل، منقطع، مشہور، عزیز، غریب، احاد، ضعیف، موضوع وغیرہ) کر کے اُمت کو ایسے واضح اصول دے دیئے ہیں جو کسی شک وشبہ کی گنجائش ہی نہیں چھوڑتے۔ بلکہ بعد کے محدثین نے قرونِ سابقہ کے محدثین کی کتب احادیث کی بھی درجہ بندی کی ہے، اصول حدیث کے ہوتے ہوئے اگر کوئی شخص احادیث کے معاملے میں محدثین سے الگ اپنی رائے رکھتا ہے تو اس کے رویے کو دین میں تلعب کے سوا کوئی نام نہیں دیا جاسکتا اور ایسے شخص کا ''دینی علم'' اور ''اخلاص'' سو فیصد محل نظر ہوگا۔

یہ بات مسلمہ ہے کہ حدیث رسول قرآن مجید کے بعد دوسرا ماٗخذ شریعت ہے۔ یہ بات جذباتی نہیں

Marfat.com

بلکہ علمی لحاظ سے ثابت شدہ ہے اور یہی وجہ ہے کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں قرآن کے ساتھ سنت کو قانون کے بنیادی ماخذ کے طور پر تسلیم کیا گیا ہے۔

ایسے لوگوں کو، جو مجدد کا جامہ پہن کر اپنی کمین گاہوں میں بیٹھ کر احادیث رسول ﷺ پر حملہ آور ہوتے رہتے ہیں، اسلامی جمہوریہ پاکستان میں اس قسم کے مضامین لکھنے کی اجازت نہیں ہونی چاہیے جن سے ذہنی انتشار پیدا ہو۔ اس سلسلے کی ایک کڑی پروفیسر رفیع اللہ صاحب شہاب ہیں جو اُمت کے متفق علیہا اور مسلم الثبوت مسائل میں جدتیں پیدا کر کے ان پر تبصرہ کرتے رہتے ہیں۔ ان کا مقصد محض لوگوں کی توجہ اپنی طرف مبذول کرانا ہے۔ اس قسم کا طرزِ عمل صحافت کی زبان میں تو اپنایا جاسکتا ہے جس میں واقعات کے بیان میں سنسنی خیزی کے ذریعے اخبار کی اشاعت کو بڑھانا مقصود ہوتا ہے، لیکن اہلِ علم کے نزدیک اس کی کوئی وُقعت نہیں ہوتی، بلکہ یہ ایک ناپسندیدہ فعل ہے۔ اس ضمن میں پروفیسر صاحب کا ایک شاہکار مسئلہ قربانی پر ان کے ''ارشادات'' ہیں۔ ہمارے اس مضمون کا مقصد اس ضمن میں پروفیسر صاحب کے تحریر کردہ ''مسئلۂ قربانی'' پر ان کے مزعومہ خیالات کی تنقیح ہے جس کے لیے مناسب ہے کہ پہلے موصوف کے مذکورہ مضمون کے مندرجات کا خلاصہ پیش کر دیا جائے۔ ان کا یہ مضمون مورخہ ۱۶ ر ستمبر ۱۹۸۲ء بمطابق ذیقعدہ ۱۴۰۲ھ کے ''دی پاکستان ٹائمز'' میں بعنوان ''صحابہ کرام اور عید الاضحیٰ'' شائع ہوا۔ ان کے مضمون کے اہم نکات درج ذیل ہیں:

ا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پیروی:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد جب خلافت کی جگہ ملوکیت نے لے لی تو اس ادارہ نے اپنے خفیہ مقاصد کے تحت احادیث نبویؐ وضع کیں۔ محدثین نے ان احادیث کو جانچنے کے لیے ایک معیار صحابہ کرام کا عمل ٹھہرایا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے کئی مرتبہ فرمایا تھا: ''میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں، ان کی پیروی درست راستے کی طرف ہوگی'' (موصوف نے حدیث کا ترجمہ اسی طرح سے کیا ہے)۔ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو خود دیکھا اور ہر وہ کام کرنے کی کوشش کی جو رسول اللہ ﷺ نے کیا۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ جیسے صحابی تو رسول اللہ ﷺ کی سنت کے اتنے گرویدہ تھے کہ رسول اللہ ﷺ جن راستوں پر چلے تھے وہ ان پر چلے، اور جن جگہوں پر رسول اللہ ﷺ نے نمازیں پڑھی تھیں، انھوں نے انھی جگہ پر نمازیں پڑھیں۔ سنت نبویہ ﷺ کی اتباع کی وجہ سے صحابہ کرام کا عمل بھی اسلام میں قابلِ عمل حکم کی حیثیت رکھتا ہے۔ لیکن بعد کے ادوار میں اس طرف کم توجہ دی گئی اور لوگوں کو اس سے بے خبر رکھا گیا اور ان کو بتایا ہی نہیں گیا۔ مثال کے طور پر بقول امام مالک رحمہ اللہ اعتکاف جیسی عبادت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے بھی نہیں کی بلکہ صیام وصال کی مانند یہ رسول اللہ ﷺ کا خاصہ تھی۔ اس بات سے آج تک لوگ بے خبر ہیں۔

Marfat.com

۲۔ نفلی عبادات:

عیدالاضحیٰ کے موقع پر جانور کی قربانی کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اکثریت نفل قرار دیتی تھی جس کا کرنا اور نہ کرنا برابر ہے یہاں تک کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسے صحابی قربانی نہیں کرتے تھے۔ حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ ہزاروں بکریوں کے مالک تھے۔ لیکن انھوں نے کبھی قربانی نہیں کی۔ عید کے دن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام عکرمہ کو بلا کر دو درہم دیئے اور کہا ان کا گوشت لاؤ۔ اور کہا یہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی قربانی ہے۔ ان تمام باتوں سے معلوم ہوتا ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قربانی کو ضروری نہیں سمجھتے تھے۔

۳۔ پرندے کی قربانی اور ضرورت مند کی حاجت براری:

حضرت بلالِ حبشی رضی اللہ عنہ نے اس مبارک دن کو ایک مرغ کی قربانی کی۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے اس عمل کی وجہ سے امام ابن حزم پرندوں کی قربانی کو بھی جائز قرار دیتے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد تابعین میں سے مشہور تابعی سعید بن مسیب اور امام شعبی قربانی کرنے کے بجائے ضرورت مند مسلمانوں میں رقم تقسیم کرنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے اسی طرح مروی ہے۔ قربانی کے متعلق احادیث ضعیف ہیں، زیادہ صحیح وہ حدیث ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اور اپنی تمام اُمت کی طرف سے ایک ایک مینڈھا قربان کیا۔ اس بناء پر الجیریا کے صدر احمد بن بلا نے ایک محلّہ کے لیے ایک قربانی کو کافی قرار دینے کا حکم جاری کیا تھا۔ اور یہ اسلام کے حکم کی شرط کو پورا کرتا ہے۔ گویا ان کے نزدیک ایک محلّہ کی طرف سے ایک قربانی کر دی جائے تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا اور اگر قربانی کے عوض کسی ضرورت مند کو پیسے دے دیئے جائیں تو یہ بھی درست ہے۔ اب ہم مندرجہ بالا مضمون پر تبصرہ کرتے ہیں۔

شاید اسی کا نام ہے توہینِ جستجو
منزل کی ہو تلاش تیرے نقشِ پا کے بعد

ا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طرزِ عمل:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد عالیہ کو ہمیشہ سامنے رکھتے تھے:

﴿ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بهما کتاب الله وسنة رسوله﴾(۱)

(میں تم میں دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں جب تک ان پر مضبوطی سے عمل کرو گے گمراہ نہیں ہوگے۔ وہ دو چیزیں ہیں اللہ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی سنت)۔

کتاب وسنت میں اگر کوئی چیز ان کو نہ ملتی ہو تو وہ ان دونوں کی روشنی میں اجتہاد کرتے جیسا کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان دونوں میں کوئی چیز نہ ملنے کی صورت میں بتایا تھا جب انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یمن

کا گورنر مقرر کر کے بھیجنے لگے تھے:

﴿اجتهد رأيي ولا آلو﴾(۲)

(میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور کوئی کمی نہیں کروں گا)۔

رسول اللہ ﷺ ان کی یہ بات سن کر بہت خوش ہوئے۔ اطاعت رسول ﷺ کے سلسلے میں اگر کبھی کمی نظر آتی تو رسول اللہ ﷺ ان کو اس کے متعلق رہنمائی فرمادیتے۔ چنانچہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تورات کے ایک ورق کی تلاوت کررہے تھے، رسول اللہ ﷺ غصے میں آگئے اور فرمایا:

﴿والذی نفسی محمد بیدہٖ لوبدأ لکم موسیٰ فاتبعتموہ وترکتمونی لضللتم عن سواء السبیل ولو کان حیًّاو ادرك نبوتی لاتبعنی﴾(۳)

(اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں محمد ﷺ کی جان ہے اگر تمھارے پاس موسیٰ علیہ السلام آجائیں اور تم مجھے چھوڑ کر ان کی اتباع کرو تو سیدھے راستے سے بھٹک جاؤ گے اور اگر وہ زندہ ہوتے اور میری نبوت کو پالیتے تو ضرور میری اتباع کرتے)۔

اگر خود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں کسی معاملے میں اختلاف ہوتا تو اس کو قرآن وسنت سے حل کرنے کی کوشش کرتے۔ چنانچہ خلافت کے مسئلے پر اختلاف ہوا تو رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد کی وجہ سے ختم ہوا:

"قریش ولاة هذا الامر"(۴)

(قریش اس معاملے کے مالک ہیں)۔

ان کو قرآن مجید سے بھی یہی تعلیم ملی تھی کہ:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ أَطِيْعُواْ اللّٰهَ وَأَطِيْعُواْ الرَّسُوْلَ وَأُوْلِي الْأَمْرِ مِنكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ﴾(۵)

"اے ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو اور رسول ﷺ کی اور اپنے میں سے اہل اختیار کی پھر اگر کسی چیز کے بارے میں تم میں اختلاف ہوجائے تو اس کو اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف لوٹایا کرو۔"

صحابہ کرام کو اپنی رائے کے خلاف اگر حدیث رسول ﷺ مل جاتی تو فوراً اپنی رائے سے رجوع کر لیتے چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ زنا کے جرم میں ایک پاگل عورت کو سنگسار کرنے کا ارادہ کیا لیکن جب انھیں رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد پہنچا کہ تین شخص مرفوع القلم ہیں؛ نابالغ، پاگل اور سویا ہوا شخص۔ تو انھوں نے فوراً یہ ارادہ ترک کردیا(۶)۔ اگر کبھی کسی معاملے میں ان کو کتاب وسنت کے مسئلے کا علم نہ ہوتا تو صاف بتادیتے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس دادی وراثت کا مطالبہ لے کر آئی، آپ نے فرمایا مجھے کتاب وسنت میں آپ کے حصے کا علم نہیں، میں پوچھ کر بتاؤں گا۔ انھیں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے

Marfat.com

وراثت میں دادی کو چھٹا حصّہ دیا تھا۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کی تصدیق کی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ الفاظ ہیں:

﴿فانفذه لها﴾ (۷)

(انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم کو نافذ کر دیا)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات عالیہ کے مقابلے میں کوئی صحابی کسی بڑے سے بڑے صحابی کے قول کو کوئی وقعت نہیں دیتا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جن کے سنت نبوی کا گرویدہ ہونے کی شہادت پروفیسر موصوف نے بھی اپنے مضمون میں دی ہے، کے سامنے ایک شامی شخص نے حج تمتع کے متعلق پوچھا تو فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو درست کہا ہے تو اس شخص نے کہا:

﴿ان أباك قدنهٰی عنها﴾

(آپ کے باپ نے اس سے روکا)۔

اس شخص کو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے جو جواب دیا وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ چنانچہ فرمایا:

﴿ارأيت ان كان ابی نهٰی عنها وصنعها رسول الله، أمر أَبِي يتبع أمْ أمرَ رسول الله﴾

(آپ کا کیا خیال ہے اگر میرے باپ نے منع کیا جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہو تو میرے باپ کے حکم کی اطاعت کی جائے گی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی؟)

تو اس شخص نے کہا بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی اطاعت کی جائے گی، تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

﴿لقد صنعها رسول الله﴾ (۸)

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا)۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ انھیں کسی نے کہا کہ سفر کی نماز قرآن مجید میں نہیں ہے تو انھوں نے فرمایا:

﴿ان الله بعث محمدً او لانعلم شيئًا وانما نفعل كمارأينا يفعل﴾

(اللہ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا اور ہم کچھ نہیں جانتے تھے، ہم اس طرح کریں گے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے دیکھا ہے)۔

دوسری روایت میں ہے:

﴿بهذا ضللتم احد ثكم عن رسول الله وتحدثونی عن ابی بكرؓ وعمرؓ﴾ (۹)

"تمھاری گمراہی کی یہی وجہ ہے کہ میں تمھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین بتاتا ہوں اور تم مجھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی باتیں سناتے ہو۔"

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر فعل پر عمل ضروری سمجھتے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک

Marfat.com

دفعہ حجر اسود کو چومنے کے موقع پر اسے مخاطب ہو کر فرمایا:

﴿انی لاعلم انك حجر لا تضر ولا تنفع ولولا انی رأیت رسول اللہ یقبّلك ما قبلتك﴾(۱۰)

''میں خوب جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے جو نہ نقصان دے سکتا ہے اور نہ نفع پہنچا سکتا ہے، اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو تجھے چومتے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے کبھی نہ چومتا۔''

رسول اللہ ﷺ کی کسی بات کی ذرا سی مخالفت بھی ان کے لیے ناقابلِ برداشت تھی، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے عورتوں کو مسجدوں میں آنے سے نہ روکو تو ان کے بیٹے نے کہا:

''واللہ لنمنعھن۔''

(خدا کی قسم ہم روکیں گے)

تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بہت غصے میں آگئے اور فرمانے لگے:

﴿احدثك عن رسول اللہ وتقول﴾(۱۱)

(میں تمھیں رسول اللہ ﷺ کی بات سناتا ہوں اور تم انکار کرتے ہو)

تابعین اور دیگر ائمہ کا طرز عمل:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد اُمت مسلمہ میں تابعین کا درجہ ہے۔ سید التابعین حضرت امام شعبی رحمہ اللہ جن کی تعریف میں خود شہاب صاحب رطب اللّسان ہیں اور جنھوں نے ۵۰۰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ملاقات کی ہے نے فرمایا:

﴿ماحد ثوك عن رسول اللہ فخذبه وما قالوا برائهم فالقه فی الحش﴾(۱۲)

(یہ جو کچھ رسول اللہ ﷺ سے بیان کریں اس کو لے لو لیکن جو بات یہ لوگ اپنی مرضی سے کہیں اس کو غلاظت میں پھینک دو)۔

امام اہل المدینہ مالک رحمہ اللہ بن انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

﴿مامن احد الا وماخوذمن کلامه ومردود علیه الا رسول اللہ﴾(۱۳)

(رسول اللہ ﷺ کے علاوہ ہر شخص کی کچھ باتیں لی جاسکتی ہیں اور کچھ رد کی جاسکتی ہیں۔)

حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا:

﴿لولا سنة مافهم احد منا القرآن﴾(۱۴)

(اگر سنت نبوی نہ ہوتی تو ہم میں سے کوئی قرآن مجید ہی نہ سمجھ سکتا)

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا:

Marfat.com

﴿اجمع المسلمون علی ان من استبان له سنة عن رسول الله لا یحل له ان یدعها بقول احد﴾(۱۵)

(تمام مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کی سنت کا پتہ چل جائے تو پھر اس بات کی گنجائش باقی نہیں رہتی کہ کسی کے قول کی بنا پر اسے ترک کر دیا جائے)

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ کا یہ قول ہے:

﴿من رد حدیث رسول الله فهو علی شفا هلکة﴾(۱۶)

(جس نے رسول اللہ ﷺ کی حدیث رد کی وہ ہلاکت وتباہی کے کنارے پہنچ گیا)۔

ان قرآنی آیات، احادیث نبویہ، اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین اور اقوال ائمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان سنت پر عمل کرنے سے ہی دین پر صحیح طور پر عمل کر سکتا ہے، اور حدیث نبویؐ کو چھوڑ کر کوئی کامیابی نہیں ہو سکتی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہر کام میں رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی پیروی کی انتہائی کوشش کرتے تھے لیکن اگر بفرضِ محال کسی عمل میں ان کا کوئی کام ہمیں حدیث نبویؐ کے مطابق نظر نہ آئے تو ہم سُوئے فہم کی وجہ سے انھیں مطعون نہیں کر سکتے۔ البتہ ایسے امور میں خود ان کی پیروی کرنے کے پابند نہیں ہیں کیونکہ یہ صرف رسول اللہ ﷺ کا مقام ہے کہ ان کی ہر بات سند کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ بات نہ اس اَمر کی دلیل ہے کہ صحابہ کا عمل بعد میں معیارِ حق نہ رہا (جیسا کہ صاحبِ مضمون نے لکھا ہے) اور نہ اس سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ بعض صحابہ کے بعض اعمال کی پیروی نہ کرنا دین میں کسی نقص کا سبب ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی قبر کی طرف اشارہ کر کے کسی شاعر نے ٹھیک کہا تھا:

ادب گاهیست زیر آسماں ازعرش نازک تر
نفس گُم کرده می آید جنید و بایزید اینجا

موضوع حدیث سے استدلال:

احادیث نبویہ ﷺ پر اعتراض کرنے والوں کی عجیب حالت ہے کہ جب احادیث کو رد کرنا ہو تو تمام مسلمانوں کی رائے کے خلاف صحیح احادیث کو ضعیف اور موضوع قرار دے دیتے ہیں، لیکن جب اپنا مطلب نکالنا چاہتے ہیں تو موضوع اور ضعیف احادیث کو دلیل کے طور پر پیش کرنے سے نہیں چوکتے۔ بلکہ سنت نبوی ﷺ کے مقابلے میں بھی ضعیف اقوال کو پیش کر دیتے ہیں۔ یہی کردار اس مضمون میں ادا کیا گیا ہے، قربانی کی صحیح احادیث کو ضعیف قرار دے کر ان کے مقابلے میں کمزور اقوال کو بنیاد بنایا گیا ہے اور اپنا مطلب نکالنے کے لیے امام مالک رحمۃ اللہ کی مؤطا کو چھوڑ کر ان کے قول کا ''نیل الاوطار'' سے حوالہ دیتے ہیں جو کہ درجہ بندی کے لحاظ سے مؤطا امام مالک رحمۃ اللہ سے بہت ہی نچلے درجے کی کتاب ہے۔ انھوں نے اپنے مضمون کی ابتداء

Marfat.com

ایک موضوع حدیث سے کی ہے اور اسی کو بنیاد بنا کر احادیث نبویہ کو موضوع قرار دے کر عمل صحابہ رضی اللہ عنہم کو احادیث نبویہ ﷺ کے جانچنے کا معیار قرار دیا ہے۔ یہ حدیث ملاحظہ ہو: ”میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے ہر ایک کی پیروی درست راستہ کی طرف ہوگی“۔

(پروفیسر صاحب نے ترجمہ اس طرح کیا ہے) یہ حدیث مختلف چھ روایات سے وارد ہے لیکن یہ کسی لحاظ سے بھی محدثین کے معیار پر پوری نہیں اُترتی۔ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے لکھا ہے یہ کلام نبیؐ سے صحیح ثابت نہیں (۱۷)۔

ملا علی القاری رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

﴿وقد ذكره ابن حجر ذكرانه ضعيف واهٍ بل ذكر عن ابن حزم انه موضوع باطل﴾ (۱۸)

(ابن حجر نے اس کو ذکر کر کے بہت ضعیف قرار دیا ہے، ابن حزم سے روایت کیا گیا ہے کہ یہ موضوع ہے اور باطل ہے)۔

امام ذہبی رحمہ اللہ نے بھی اس کے رجال پر تنقید کی ہے (۱۹)۔

اس حدیث کو محدثین نے موضوعات کی کتابوں میں درج کیا ہے۔ ابن عراقی رحمہ اللہ نے اس کو اپنی کتاب ﴿تنزيهة الشريعة المعروفة عن اخبار الشنيعة﴾ جلد اص ۴۱۹ پر درج کیا ہے، امام سیوطی نے اس کو "اللآلی المصنوعة فی الاحاديث الموضوعة" ص ۲۰۸ پر درج کیا ہے، ابن عبدالبر نے اس روایت کو دوسری سند سے یوں بیان کیا ہے۔ سلام بن سلیم، حارث بن غصین، اعمش اور ابوسفیان اور آگے حضرت جابر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے مرفوعا روایت کرتے ہیں:

﴿اصحابی كالنجوم بايهم اقتديتم اهتديتم﴾ (۲۰)

(میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے جن کی اقتداء (پیروی) کرو گے ہدایت پا جاؤ گے)۔

ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے آگے خود اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا ہے:

اس سند سے دلیل نہیں لی جا سکتی کیونکہ حارث بن غصین مجہول ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے "تهذيب التهذيب" جلد ۴، ص ۲۸۱ پر سلام بن سلیم پر بحث کی ہے کہ محدثین کے نزدیک یہ راوی متروک ہے، دیگر تمام اسناد سے بھی یہ روایت مجروح ہے، دور جدید کے عظیم محدث ناصر الدین البانی نے اس حدیث کو موضوع قرار دیا ہے (۲۱)۔ جب اس موضوع حدیث سے استشہاد کرنا ہی درست نہ ہو تو استدلال کی پوری عمارت از خود زمین پر آ گرتی ہے۔ لیکن صاحب مضمون اپنی مطلب براری کے لیے اس کو پیش کرتے ہیں۔

Marfat.com

مسئلہ اعتکاف کی حقیقت:

جہاں تک امام مالک رحمۃ اللہ کے اس قول کا تعلق ہے کہ:

''اعتکاف رسول اللہ ﷺ کا خاصہ تھا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے بھی اعتکاف نہیں کیا''

اس کا غلط ہونا قرآن مجید سے ثابت ہے:

﴿وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَأَنْتُمْ عَاكِفُوْنَ فِي الْمَسَاجِدِ﴾ (۲۲)

(تم ان 'عورتوں' سے مباشرت نہ کرو جبکہ مسجدوں میں اعتکاف کی حالت میں ہو)۔

اگر یہ رسول اللہ ﷺ کا خاصہ ہوتا تو یہاں پر خدا تعالیٰ کو جمع کا صیغہ استعمال کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ قرآن مجید کی اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اعتکاف کرتے تھے کیونکہ قرآن مجید کے اوّلین مخاطب وہی تھے، صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں اعتکاف کرتے رہے اور بعد میں بھی انھوں نے اعتکاف کیا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

﴿اعتكفنا مع النبيّ صلى الله عليه وسلم﴾ (۲۳)

(ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اعتکاف کیا)

اسی طرح اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ ﷺ سے اعتکاف کرنے کی روایت ہے، وہ بیان کرکے فرماتی ہیں:

﴿حتى توفاه الله ثم اعتكف ازواجهٗ من بعده﴾ (۲۴)

(یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے انتقال فرمایا تو پھر آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے اعتکاف کیا)۔

اس روایت سے نہ صرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بلکہ صحابیات کا اعتکاف بھی رسول اللہ ﷺ کے بعد ثابت ہوا۔ صحیح بخاری جیسی معتبر کتاب میں یہ روایات موجود ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اعتکاف کیا کرتے تھے، لیکن پروفیسر صاحب موصوف کی تحقیق کو ''داد'' دیجیے کہ انھوں نے کس قدر جرأت سے لکھ دیا کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی صحابی نے اعتکاف نہیں کیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اعتکاف بیٹھنے اور پھر ایک مسلمان بھائی کی حاجت براری کے لیے مسجد سے باہر نکلنے کا ذکر طبرانی، بیہقی اور مستدرک حاکم جیسی احادیث کی کتابوں میں موجود ہے۔ خود امام مالک رحمۃ اللہ نے اپنی کتاب مؤطا میں اعتکاف سے متعلق احادیث درج کی ہیں، ان میں سے ایک حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اعتکاف کے متعلق بھی ہے (۲۵)۔ مؤطا ہی میں ہے کہ انھوں (امام مالک رحمۃ اللہ) نے امام ابن شہاب زہریؒ

Marfat.com

سے سوال کیا کہ کیا معتکف کسی خاص حاجت کے لیے کسی چھت کے نیچے جا سکتا ہے؟ تو انھوں نے فرمایا:

﴿لا بأس بذلك﴾(۲۶)

(اس میں کوئی حرج نہیں)۔

امام مالک رحمۃ اللہ کے اس مسئلہ پوچھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خود اعتکاف کے قائل تھے، اگر وہ اس کو رسول اللہ ﷺ کا خاصہ سمجھتے تو انھیں سوال کرنے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ امام نووی رحمۃ اللہ نے صحیح مسلم کی احادیث کے بعد ان پر اس طرح سے تبصرہ کیا ہے:

﴿معنی هذه الاحادیث ان الاعتکاف لا یصح الا فی المسجد لان النبی صلی الله علیه وسلم وازواجهٗ واصحابهٗ انّما اعتکفوا فی المسجد﴾(۲۷)

(ان احادیث کا مطلب یہ ہے کہ اعتکاف مسجد کے علاوہ درست نہ ہوگا کیونکہ رسول اللہ ﷺ، آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مسجد میں اعتکاف بیٹھتے تھے)۔

اعتکاف کا مسئلہ کتب احادیث میں ضمنی طور پر بیان نہیں ہوا بلکہ اس کے متعلق الگ باب قائم کیے گئے ہیں، جن میں اس مسئلے کی پوری وضاحت اور صراحت موجود ہے۔ بخاری اور مؤطا امام مالک سے پیش کی گئی مندرجہ بالا احادیث پر کوئی اعتراض ہو تو پیش کیا جائے وگرنہ ان معتبر روایات کی موجودگی میں ''نیل الاوطار'' میں سے پیش کیے گئے امام مالک رحمۃ اللہ کے قول سے ان احادیث کے خلاف استدلال کرنا محض لاعلمی کی دلیل ہے۔

اعتکاف کے خاصہ نبویؐ ہونے کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے خود کوئی ارشاد نہیں فرمایا جب کہ صیام وصال کے متعلق آپ ﷺ نے خود فرمایا:

﴿انی لست کهیئتکم انی یطعمنی ربی ویسقینی﴾(۲۸)

(میں تم لوگوں کی مانند نہیں ہوں میرا ربّ مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے)۔

یہ حدیث صیام وصال کے خاصہ نبویؐ ہونے کی صریح دلیل ہے، جبکہ اعتکاف کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے کبھی ایسا نہیں فرمایا۔ مؤلفِ مضمون صحابہؓ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل کو شریعت میں ضروری قرار دیتے ہیں لیکن عقیقہ کے مسئلے میں ان کی نظر اس طرف نہیں گئی جیسا کہ ۲ نومبر ۱۹۸۲ء کے روزنامہ ''جنگ'' میں ان کے مضمون سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس مضمون میں رفیع اللہ شہاب صاحب نے عقیقہ کے امت کے مسلمہ مسئلہ پر خامہ فرسائی کی ہے۔ حالانکہ جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور عروہ رحمۃ اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ تابعی اپنی اولاد کا عقیقہ کرتے تھے(۲۹)۔ تعلیق الممجد حاشیہ مؤطا امام محمد رضی اللہ عنہ میں لکھا ہے کہ:

''رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم عقیقہ کرتے تھے(۳۰)۔ رفیع اللہ شہاب کے ممدوح امام ابن حزم رحمۃ اللہ عقیقہ کو فرض قرار دیتے ہیں(۳۱)۔

Marfat.com

قربانی کی شرعی حیثیت:

قربانی کی اصل حقیقت متعین کرنے کے لیے ضروری ہے کہ پہلے قرآن مجید پھر حدیث رسول ﷺ اور اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم اور ارشادات ائمہ پر غور کریں، اور پھر تاریخ اسلام پر نظر ڈالیں، اس سے قربانی کے متعلق منشاء الٰہی، اسوۂ حسنہ اور عمل صحابہ رضی اللہ عنہم کا علم ہوگا اور اس کی اہمیت کا بھی اندازہ ہوگا۔

قرآن مجید اور قربانی:

۱- ﴿وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا لِيَذْكُرُوا اسْمَ اللهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ﴾ (۳۲)

(اور ہم نے ہر ایک اُمت کے لیے قربانی مقرر کر دی تا کہ وہ لوگ اللہ کا نام لیں ان جانوروں پر جو اللہ نے ان کو عطا کیے ہیں)

۲- ﴿وَالْبُدْنَ جَعَلْنَاهَا لَكُم مِّنْ شَعَائِرِ اللهِ لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ﴾ (۳۳)

"قربانی کے جانوروں کو ہم نے تمھارے لیے اللہ (کے دین) کی یادگار بنایا ہے، تمھارے حق میں ان کے اندر بھلائی رکھ دی گئی ہے۔"

اور پھر شعائر کی عظمت کے لیے درج ذیل آیت ملاحظہ ہو:

۳- ﴿وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ﴾ (۳۴)

(جو کوئی خدا (کے دین) کی یادگاروں کا ادب کرے گا تو یہ دلوں کی پرہیزگاری میں سے ہے)۔

مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور معروف تابعی مجاہد رحمہ اللہ اس کا مفہوم اس طرح بتاتے ہیں:

﴿استعظامها واستحسانها واستسمانها﴾ (۳۵)

(اس کی عظمت کا خیال رکھنا موٹا تازہ لینا اور اچھا لینا)

٤- ﴿قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ (۳۶)

(کہہ دیجیے کہ میری نماز میری قربانی میری زندگی اور میری موت جہانوں کے پروردگار کے لیے ہیں)

۵- ﴿لَن يَنَالَ اللهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلَٰكِن يَنَالُهُ التَّقْوَىٰ مِنكُمْ﴾ (۳۷)

(اللہ کے پاس نہ ان کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ ان کا خون البتہ اس کے پاس تمھارا تقویٰ پہنچتا ہے)۔

٦- ﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ﴾ (۳۸)

(آپ ﷺ اپنے ربّ کی نماز پڑھیے اور قربانی کیجیے)۔

Marfat.com

بعض نے "نَحْرْ" کے معنیٰ نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنے کے کیے ہیں لیکن یہاں دراصل "نَحْرْ" قربانی کے معنی میں ہے اور یہی درست ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے یہی معنی مروی ہیں (۳۹)۔

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ قربانی پہلی اُمتوں میں بھی تھی، اور یہ دین الٰہی کی یادگاروں میں سے ایک ہے جن کی تعظیم اہل ایمان کا کام ہے، خدا تعالیٰ تو تقویٰ کو دیکھتا ہے جس کا مقام دل ہے، خیر کا لفظ فرما کر قرآن مجید نے دنیا و آخرت کی بھلائیوں کی طرف اشارہ کیا ہے کہ غرباء، خوش ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی بھی اسی میں ہے۔

قرآن مجید کے تمام مترجمین، شاہ ولی اللہ، شاہ عبدالقادر، شاہ رفیع الدین، مولانا محمود حسن، مولانا اشرف علی تھانوی، ڈپٹی نذیر احمد، مولانا مودودی، مولانا عبدالماجد دریا بادی، مولانا ثناء اللہ امرتسری اور مولانا عبدالستار وغیرہ نے بالاتفاق "وَانْـحَـرْ" کے معنی قربانی کرنے کے کیے ہیں۔ جانور کی قربانی لے کر اللہ تعالیٰ انسان کو دوسری ہر قسم کی قربانی کے لیے تیار کرنا چاہتے ہیں۔ اس میں وقت، مال، اولاد اور پھر اپنی جان کی قربانی بھی شامل ہے۔

قربانی اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم:

قربانی کے مسئلے پر جو اعتراضات ہوئے ہیں ان میں سے ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ قربانی کا تعلق حج ہی سے ہے اور صرف حجاج کرام ہی قربانی کر سکتے ہیں۔ لیکن اس مضمون میں فی نفسہٖ قربانی کی نفی کر کے اس کے بجائے صدقہ کرنے کو ترجیح دے کر ایک نیا شوشہ چھوڑا گیا ہے جسے دیکھ کر حیرت ہوئی۔ ہم ایسی احادیث درج کرتے ہیں جن میں ان دونوں اعتراضات کا مکمل جواب ہوگا:

۱۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے پہلا کام جس سے ہم آج کے دن (یوم اضحیٰ) کی ابتدا کرتے ہیں یہ ہے کہ ہم نماز پڑھتے ہیں اور پھر قربانی کرتے ہیں جس نے اس پر عمل کیا اس نے ہمارے طریقے کو پالیا اور جس نے نماز سے پہلے ذبح کر لیا تو اس کا شمار قربانی میں نہیں بلکہ وہ گوشت ہے جو اس نے اپنے گھر والوں کے لیے مہیا کیا (۴۰)۔

۲۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دو مینڈھوں کی قربانی کرتے تھے اور میں بھی دو مینڈھوں کی قربانی کرتا ہوں (۴۱)۔

۳۔ حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید گاہ میں قربانی کیا کرتے تھے، حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بھی عید گاہ میں ہی قربانی کیا کرتے تھے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانی کی جگہ پر (۴۲)۔

۴۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم مدینہ میں قربانی کے گوشت کو نمک لگا کر رکھ دیا کرتے تھے اور

Marfat.com

پھر اس کو نبی ﷺ کی خدمت میں پیش کرتے تھے (۴۳)۔

۵۔ یحییٰ بن سعید رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے ابوامامہ رضی اللہ عنہ بن سہل انصاری سے سُنا، وہ کہتے تھے کہ ہم مدینہ میں قربانی کے جانور کو خوب کھلا پلا کر موٹا کرتے تھے اور عام مسلمانوں کا یہی طریقہ تھا (۴۴)۔

۶۔ (مشہور تابعی) ابوعبید رحمہ اللہ مولیٰ ابن ازھر سے روایت ہے کہ انھوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ عید الاضحیٰ کے روز نماز (عید) پڑھی، آپ رضی اللہ عنہ نے پہلے نماز پڑھائی پھر خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے اور فرمایا: لوگو! رسول اللہ ﷺ نے تم کو ان دونوں عیدوں میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے، ان میں سے ایک عید تو روزوں سے افطار کا دن ہے، رہی دوسری عید تو اس میں تم قربانی کا گوشت کھاتے ہو (۴۵)۔

۷۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹیوں کو حکم دیا کہ وہ اپنی قربانی خود ذبح کریں (۴۶)۔

۸۔ حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں قربانیاں تقسیم کیں (۴۷)۔

۹۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ پہلے رسول اللہ ﷺ نے قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ رکھ کر کھانے سے منع فرمایا، پھر فرمایا کھاؤ اور جمع کرو (۴۸)۔

۱۰۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: صرف مسنۃ (دو دو دانت والا) ذبح کرو اگر مشکل پڑ جائے تو بھیڑ کا جذعہ ذبح کرو (۴۹)۔

۱۱۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ میں دس سال رہے اور ہمیشہ قربانی کرتے رہے (۵۰)۔

۱۲۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قربانی کے دن اللہ تعالیٰ کو انسان کے عملوں میں خون بہانے سے بڑھ کر کوئی عمل محبوب نہیں ہے، قربانی کا جانور قیامت کے روز اپنے سینگوں، بالوں اور کُھروں سمیت آئے گا۔ نیز قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ کے ہاں درجہ قبولیت حاصل کر لیتا ہے۔ لہٰذا قربانی خوشی سے کیا کرو (۵۱)۔

۱۳۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: ﴿فما لنا فیها یا رسول اللّٰه﴾ (اے اللہ کے رسول ہمارے لے قربانی میں کتنا ثواب ہے)؟ فرمایا: ﴿بکل شعرة حسنة﴾ ”ہر بال کے بدلے ایک نیکی ہے“۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دوبارہ پوچھا: اُون کے متعلق کیا خیال ہے؟ فرمایا: اُون کے بھی ہر بال کے بدلے ایک نیکی ہے (۵۲)۔

۱۴۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے دو مینڈھے ذبح کیے، حضرت حنش نے ان سے پوچھا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ ﷺ نے مجھے وصیت کی ہے کہ میں ان کی طرف سے قربانی کروں اس لیے میں ان کی طرف سے قربانی کرتا ہوں (۵۳)۔

Marfat.com

۱۵۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر میں تھے، عید قربانی آ گئی، ہم گائے میں سات اور اونٹ میں دس آدمی شریک ہوئے (۵۴)۔ایک روایت میں ہے اونٹ میں سات شریک ہوئے (ابوداؤد)۔

۱۶۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں آدمی اپنی اور اپنے اہل کی طرف سے ایک بکری ذبح کرتا تھا (۵۵)۔

۱۷۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص استطاعت رکھتا ہو پھر قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ میں نہ آئے۔

﴿من وجد سعة فلم يضح فلا يقربن مصلّانا﴾ (۵۶)

(جو قربانی کی استطاعت رکھنے کے باوجود قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ میں نہ آئے)۔

۱۸۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم کو رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے کہ ہم جانور کی آنکھوں اور کانوں کو غور سے دیکھ لیں، ہمیں اس جانور کی قربانی سے منع فرمایا جس کے کان کا اگلا حصّہ، پچھلا حصّہ کٹا ہوا یا کان پھٹا ہوا ہو یا جس کے کان میں سوراخ ہو (۵۷)۔

۱۹۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے چار قسم کے جانوروں کی قربانی سے منع فرمایا ہے: لنگڑا جس کا لنگڑا پن ظاہر ہو، کانا جس کا کانا پن ظاہر ہو، بیمار جس کی بیماری ظاہر ہو، کمزور جس کی ہڈیوں میں مغز باقی نہ رہا ہو (۵۸)۔

یہ احادیث صحاح ستہ اور دیگر معتبر کتب احادیث سے درج کی گئی ہیں۔ان تمام احادیث، اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم اور ان کے عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خود قربانی کی اور دیگر مسلمانوں کے لیے جو قربانی کی طاقت رکھتے ہوں اس کو ضروری قرار دیا اور قربانی کے دن خون بہانے کے عمل کو سب چیزوں سے بڑھ کر پسندیدہ بیان فرمایا۔رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اونٹ، گائے، بھیڑ اور بکری کی قربانی کی اور رسول اللہ ﷺ نے ان سب جانوروں کی عمر کے متعلق بھی ہدایات دیں۔ ان کو دیکھ بھال کر خریدنے کا حکم دیا اور نقص دار جانور کو ذبح کرنے سے منع فرمایا۔عورتوں کی قربانی ان کے اپنے ہاتھ سے ذبح کرنے کا ثبوت ملتا ہے، اور میّت کی طرف سے قربانی کرنا بھی درست ثابت ہوا۔اونٹ اور گائے میں حصے دار شامل ہو سکتے ہیں، قربانی کے گوشت کو تین دن سے زیادہ رکھنا بھی درست ہے، طاقت رکھنے کے باوجود جو لوگ قربانی نہ کریں وہ رسول اللہ ﷺ کی نگاہوں میں مبغوض ہیں، ایک آدمی جو ادنیٰ معرفت بھی رکھتا ہو وہ جانتا ہے کہ یہ ایسی احادیث ہیں جن پر انگشت نمائی نہیں کی جا سکتی، اگر محض اعتراض کرنا ہی مقصود ہو تو لوگ خدا تعالیٰ کی ذات پر بھی اعتراض کرتے ہیں۔ قرآن مجید کے منکر بھی موجود ہیں، احادیث رسول ﷺ کے قطعی منکر بھی مل سکتے ہیں، اہل علم نے ان تمام کے جوابات دیے ہیں۔

Marfat.com

قربانی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین اور دیگر ائمہ کرام

اوپر کی احادیث میں رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا قربانی کرنا ثابت ہو چکا بلکہ آپ ﷺ کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا قربانی کرنا بھی بیان ہوا، حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبے میں عیدالاضحیٰ کو قربانی کا گوشت کھانے کا دِن قرار دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں حضرتِ ابن عمر رضی اللہ عنہ، ابن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرتِ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی بیٹیوں کا خود قربانی کو ذبح کرنا معلوم ہوا۔ حضرت ابو امامہ بن سہل رضی اللہ عنہ نے دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل بھی قربانی کرنے کا بتایا ہے، تاہم اس سلسلے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دیگر اقوال، اعمال، تابعین اور ائمہ کی رائے درج کی جاتی ہے۔

۱۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''قربانی سنت نبویؐ ہے۔'' (۵۹)

۲۔ حضرت محمد بن سیرین رحمہ اللہ بہت مشہور تابعی ہیں، انھوں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا قربانی واجب ہے؟ تو انھوں نے ارشاد فرمایا:

﴿ضحی رسول اللہ والمسلمون من بعدہٖ وجرت بہ السنۃ﴾ (۶۰)

(سول اللہ ﷺ نے قربانی کی اور مسلمانوں نے بھی قربانی کی اور یہ سنت جاری ہوگئی)۔

ترمذی شریف میں بھی ایسی ہی ان سے ایک روایت ہے الفاظ کا آخر میں تھوڑا سا فرق ہے۔

۳۔ حضرت عطاء رحمہ اللہ سے روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے قربانی خریدی، وہ گم ہوگئی تو انھوں نے اور خریدی پھر پہلی بھی مل گئی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دونوں کو ذبح کر دیا اور فرمایا یہ بات اللہ تعالیٰ کے علم میں تھی کہ میں دونوں کی قربانی کروں گی (۶۱)۔

۴۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے پورے اہلِ خانہ کی طرف سے ایک قربانی کیا کرتے تھے (۶۲)۔

۵۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے چھوٹے بچوں کی طرف سے قربانی کیا کرتے تھے (۶۳)۔

۶۔ رسول اللہ ﷺ نے سو اُونٹ قربانی دیئے۔ تریسٹھ خود اپنے ہاتھ سے ذبح کیے باقی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا جو انھوں نے ذبح کیے (۶۴)۔

۷۔ معالم السنن میں امام خطابی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث کو مدِ نظر رکھ کر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ایک بکری کو ایک آدمی اور اس کے اہل خانہ کی طرف کافی سے سمجھتے تھے۔ امام مالک رحمہ اللہ، امام اوزاعی رحمہ اللہ، امام شافعی رحمہ اللہ، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور اسحاق بن راہویہؒ

Marfat.com

بھی اس کو جائز سمجھتے ہیں (۶۵)۔

۸۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت بلال رضی اللہ عنہ، حضرت ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ اس کو سنتِ مؤکدہ قرار دیتے ہیں۔ سید التابعین حضرت سعید بن مسیّب رحمہ اللہ، علقمہ رحمہ اللہ، اسود رحمہ اللہ اور عطاء رحمہ اللہ؛ چاروں مشہور ومعروف تابعی بھی اس کو سنتِ مؤکدہ قرار دیتے ہیں، حضرت امام مالک رحمہ اللہ، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ اس کو سنتِ مؤکدہ کہتے ہیں۔ حضرتِ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اس کے وجوب کے قائل ہیں (۶۶)۔

۹۔ امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا قربانی سنت، ہے میں کسی کے لیے اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ اس کی استطاعت رکھنے کے باوجود اسے چھوڑ دے (۶۷)۔

ان اقوال واعمال صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمۃ اللہ علیہم اور ائمہ متقدمین سے ثابت ہوا کہ قربانی سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور ان لوگوں نے سنت نبویؐ پر عمل کیا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ حضرت ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ اس کو سنت مؤکدّہ قرار دیتے ہیں۔ ان کی موجودگی میں قربانی نہ کرنے کے اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم کی کوئی وقعت ہی نہیں رہتی لیکن اصرار کیا بھی جائے تو اس میں تصریح موجود ہی ہے کہ لوگ فرض قرار نہ دے دیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں اس بات کا اظہار فرمایا ہے (۶۸)۔ امام سرخسی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ مالی تنگی کی حالت میں ایک دو سال قربانی نہیں کرتے تھے کہ لوگ اسے واجب نہ سمجھ لیں، دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے اقوال کے متعلق بھی یہی رائے ہے (۶۹)۔

شہاب صاحب کے استدلال کی اہم کتاب "نیل الاوطار" میں جہاں ان کی درج کردہ روایات کا ذکر ہے وہاں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت بلال رضی اللہ عنہ، حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ذکر کر کے لکھا گیا ہے:

﴿ولا حجة فی شیء من ذٰلك﴾ (۷۰)

(کہ یہ بات کہ یہ لوگ قربانی نہیں کرتے تھے قابلِ حجت نہیں ہے)۔

علمی دیانت کا تقاضا:

لیکن یہ بات ان کو نظر نہیں آئی حالانکہ علمی دیانت کا تقاضا تھا کہ اس کو بتا دیتے، ان تمام چیزوں کے باوجود قابل حجت قرآن وسنت ہیں۔ قربانی کے سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کی یہ بہت بڑی دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور سے آج تک مسلمان نسلاً بعد نسل اس پر عمل کرتے رہے ہیں۔ اگر یہ عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایجاد کیا گیا ہوتا تو اس کی تاریخ ایجاد کا لوگوں کو علم ہوتا؟ اس کے موجد کے متعلق مؤرخین اپنی کتب تاریخ میں ذکر کرتے جس نے تمام مسلمانوں میں اس کو رائج کیا ہو، اس کے اس انداز کے ساتھ مقام ایجاد کی نشاندہی کی

Marfat.com

جاتی لیکن ایسا نہیں ہے اور نہ ہی کسی محدث یا مؤرخ نے اس کو اس طریقہ پر ایجاد شدہ عمل قرار دیا ہے اور اگر ان تمام دلائل کے باوجود قربانی کے موضوع ہونے کا خیال ہے تو پھر یہ سلسلہ صرف قربانی پر ختم نہیں ہوگا بلکہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ بلکہ قرآن مجید بھی مشکوک ہو جائے گا۔ کیونکہ جن ذرائع سے ہمیں قربانی ملی ہے انھی ذرائع سے یہ چیزیں ہمیں ملی ہیں۔

پرندوں کی قربانی اور حاجت مند کی حاجت براری:

قرآن مجید میں قربانی کے متعلق جیسا کہ پہلے بیان ہوا یہ ارشاد ہے:

﴿وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَى مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ﴾ (۷۱)

(ہم نے ہر ایک امت کے لیے قربانی مقرر کر دی تا کہ وہ لوگ اللہ کا نام لیں ان جانوروں پر جو اللہ نے ان کو عطا کیے ہیں)

جن انعام (چوپایوں) کی قربانی کی جانی چاہیے ان کے متعلق قرآن مجید میں دوسرے مقام پر ذکر ہے:

﴿وَمِنَ الْأَنْعَامِ حَمُولَةً وَفَرْشًا كُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ ۝ ثَمَانِيَةَ أَزْوَاجٍ مِنَ الضَّأْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ قُلْ آلذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ أَمِ الْأُنْثَيَيْنِ أَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ أَرْحَامُ الْأُنْثَيَيْنِ نَبِّئُونِي بِعِلْمٍ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ وَمِنَ الْإِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ﴾ (۷۲)

(چوپایوں سے بڑے قد کے بھی ہیں اور چھوٹے قد کے بھی، اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو کچھ دے رکھا ہے اس میں سے کھاؤ اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو وہ تو تمھارا کھلا دشمن ہے۔ آٹھ جوڑے (پیدا کیے) دو قسمیں بھیڑ میں سے، دو قسمیں بکری میں سے (ان سے) آپ کہیے آیا دونوں نروں کو (اللہ نے حرام کیا ہے یا دونوں ماداؤں کو یا اس (بچہ) کو جس کو وہ مادائیں اپنے رحم میں لیے ہوئے ہیں، اگر تم سچے ہو تو مجھے دلیل کے ساتھ بتاؤ اس طرح اونٹ میں بھی دو قسمیں ہیں اور گائے میں بھی)۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حمولہ (بڑے قد کے یا بوجھ اٹھانے والے) سے مراد اونٹ اور گائے ہیں اور فرشاً (چھوٹے قد کے یا زمین سے لگے ہوئے) سے مراد بھیڑ اور بکری ہیں (۷۶)۔ عربی میں ''زوج'' کا لفظ مذکر اور مؤنث دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

تفسیر طبری میں ہے:

Marfat.com

﴿الذکر زوج الانثی والانثی زوج الذکر﴾(۷۳)
(مذکر مؤنث کا زوج اور مؤنث مذکر کا زوج ہے)
جن جانوروں کی قرآن مجید نے وضاحت کی ہے ان کے علاوہ کسی جانور کی قربانی رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں ہے۔لہٰذا کسی اور کی جائز نہ ہوئی جیسا کہ "مرعاۃ المفاتیح" میں یہ لکھا ہے:
﴿"لا یجزیء فی الاضحیة غیر بهیمة الانعام لقوله تعالیٰ لیذکروا اسم الله علی ما رزقهم من بهیمة الانعام۔ وهی الابل والبقر والغنم والغنم صنفان المعز والضان ولانه لم ینقل عن النبی ولا عن الصحابہؓ التضحیة بغیر الابل والبقر والغنم﴾(۷۴)
(بهیمة الانعام کے علاوہ قربانی نہیں ہوگی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہی ارشاد فرمایا ہے اور وہ اونٹ گائے اور غنم ہیں۔ غنم کی دو قسمیں ہیں؛ بکری اور بھیڑ کیونکہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام سے اونٹ گائے اور غنم کے علاوہ کسی جانور کی قربانی مروی نہیں ہے)۔
بعض علماء نے بھینس کو گائے کی قسم قرار دے کر اس کی قربانی کو جائز لکھا ہے جب کہ بعض بطور احتیاط اس کو بھی جائز نہیں سمجھتے (۷۵) مرغا تو ایک پرندہ ہے، یہ انعام میں شامل ہی نہیں ہے۔حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے جو مرفوعاً قربانی کرنے کی روایت ہے اس کے متعلق "نیل الاوطار" کی عبارت لکھی جا چکی ہے کہ وہ قول ضعف کی بنا پر قابل حجت نہیں، ویسے اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم کے خلاف اگر کسی صحابی کا منفرد قول ہو تو اس کو قبول نہیں کیا جا سکتا جب کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے عمل کی تو صحت ہی مشکوک ہے۔اس بات کے علاوہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسنہ (دودانت والا) کے علاوہ کوئی جانور ذبح نہ کرو اگر مشکل ہو تو بھیڑ کا جذعہ ذبح کرو۔
لسان العرب میں ہے اس گائے اور بکری پر مسنہ کا اطلاق ہوگا جو اپنے دودانت گرا دے (۷٦)۔
حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے بھی مسنہ کی یہی تعریف کی ہے (۷۷)۔
شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ لکھا ہے:
(وجہ تسمیہ بمسنہ آں است کہ دے می انداز دو دنداں پیش را کہ آں را ثنایا گویند دریں عمر) (۷۸)۔
"مسنہ کی وجہ تسمیہ یہ کہ اس عمر میں وہ اپنے اگلے دودانت گرا دیتا ہے جنھیں ثنایا کہتے ہیں۔"
جذعہ کے متعلق حافظ ابن حجر نے یہ لکھا ہے:
﴿جذعة من الضأن ما اکمل السنة﴾(۷۹)
بعض علماء نے اس سے کم بھی لکھا ہے۔
علامہ سیوطی نے لکھا ہے:
﴿والجذع ماله سنة وهو الاشهر عند اهل اللغة وغیرهم﴾(۸۰)

Marfat.com

(جذعہ وہ ہے جو ایک سال کا ہو، یہی بات اہل لغت اور دیگر علماء کے نزدیک مشہور ہے)

اس لغوی تشریح سے معلوم ہوا کہ دو دانت گرانے والا مسنہ ہوتا ہے اور اس سے کم جذعہ ہوتا ہے اور ان کا اطلاق صرف جانوروں پر ہی ہوسکتا ہے۔ دو دانت والے کی تاکید اور پھر کان سینگ لنگڑا نا وغیرہ جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے چوپایوں میں ہی ممکن ہیں، پرندوں میں ان کا پایا جانا خلافِ واقعہ اور محالِ محض ہے۔ اس لیے قربانی کے سلسلے میں پرندے صاف طور پر خارج از بحث ہیں، چنانچہ موصوف کا پرندے کی قربانی کے سلسلے میں امام ابن حزم کے قول سے استدلال باطل ہے۔ عید الاضحیٰ کے دن اللہ تعالیٰ کو انسانی اعمال میں سے خون بہانے کے عمل سے بڑھ کر کوئی چیز محبوب نہیں ہے۔

قرآن و حدیث کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ قربانی دراصل ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کی اطاعت خداوندی کا سبق یاد دلا کر ہمیں اس کے لیے تیار کرتی ہے کہ صرف جانور نہیں بلکہ اگر بیٹے کی گردن پر چھری چلانے کا حکم ملتا تو ہم اس کے لیے تیار ہیں اور اپنی جان بھی ہر قسم کی قربانی کے لیے حاضر ہے:

ہر که در اقلیم لا آباد شد
فارغ از بندزن و اولاد شد
مے کند از ما سوئ قطع نظر
مے نهد ساطور برحلق پسر

قربانی کے بدلے میں کوئی اور چیز درجہ قبولیت حاصل نہیں کرسکتی۔ مولانا عبداللہ مبارکپوری نے شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے کہ:

قربانی واجب ہو یا سنت اس کی قیمت صدقہ کرنا درست نہیں ہوسکتی کیونکہ کسی ضعیف سند سے بھی رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے خلفاء سے کبھی بھی یہ بات ثابت نہیں ہے کہ انھوں نے قربانی پر صدقہ کو ترجیح دی ہو۔ قربانی کی قیمت ادا کرنے سے شعائرِ اسلام سے بہت بڑا شعار ترک ہوتا ہے۔ ذبح کرنا اور خون بہانا صاحبِ وسعت پر لازم ہے (۸۱)۔

گیارھویں صدی ہجری کی فقہ حنفیہ کی مشہور کتاب درمختار میں ہے: ''قربانی کا رکن قربانی کے جانور کا خون بہانا واجب ہے (۸۲)۔

علامہ شامی اس قول کی تشریح میں فرماتے ہیں:

﴿والدليل على انها الاراقة لو تصدق بين الحيوان لم يجز﴾ (۸۳)

(خون بہانے کی دلیل یہ ہے کہ اگر کوئی شخص قربانی کے جانور کو ذبح کرنے کی بجائے زندہ حالت میں صدقہ کردے تو یہ امر ہرگز جائز نہیں ہے اور یہ صورت قربانی کی ادائیگی کی نہیں سمجھی جائے گی)۔

مذاہب عالم کے مشہور عالم دین مولانا ثناء اللہ امرتسری کے فتاویٰ میں ہے: ''قربانی کے عوض نقدی

دینا قرآن وحدیث سے ثابت نہیں ہے۔قرآن وحدیث کے اصل احکامات میں موشگافیاں کرنے کے بجائے ان کو ماننا ہی عبادت واطاعت کہلاتا ہے۔

آخری گزارش:

عیدالاضحیٰ کے دن قربانی ایک مسلم حقیقت اور مسلمانوں کا شعار ہے اور یہ مسئلہ قرآن مجید اور احادیث رسول ﷺ سے اس طرح واضح اور عیاں ہے کہ اس میں ذرہ برابر بھی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔اس کی یہی دلیل کافی ہے کہ قربانی کا حکم ملنے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اپنی پوری زندگی حضر یا سفر میں کبھی اس کو نہیں چھوڑا اور اس پر مزید یہ کہ آج تک اُمت کا اس پر تعامل ہے، اس پر اعتراض کرنے سے اس کی حقیقت پر کوئی اثر نہیں پڑتا، بلکہ اس امر کے قائل لوگ اُن لوگوں میں شامل ہوں گے جن کے متعلق قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضاً﴾ (۸۴)

(ان کے دلوں میں بیماری ہے اللہ نے ان کی بیماری کو اور بڑھا دیا)

اور فرمایا:

﴿یُخَادِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِیْنَ آمَنُوْا وَمَا یَخْدَعُوْنَ إِلاَّ أَنفُسَهُم وَمَا یَشْعُرُوْنَ﴾ (۸۵)

(اللہ کو اور ایمان والوں کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں حالانکہ دھوکہ اپنی ذات کے علاوہ کسی کو بھی نہیں دیتے اور اس کا احساس بھی نہیں رکھتے)۔

ایک مقام پر اس طرح سے ہے:

﴿فَأَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ﴾ (۸۶)

(وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے وہ اس کے پیچھے ہو لیتے ہیں جو متشابہ ہو، شورش کی تلاش میں)

قرآن مجید میں رسول اللہ ﷺ کے حکم کی مخالفت کی بنا پر سخت سزا کی وعید سنائی گئی ہے:

﴿فَلْیَحْذَرِ الَّذِیْنَ یُخَالِفُوْنَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِیْبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ یُصِیْبَهُمْ عَذَابٌ أَلِیْمٌ﴾ (۸۷)

(پس چاہیے کہ وہ لوگ ڈریں جو مخالفت کرتے ہیں اور اس (رسول اللہ ﷺ) کے حکم کی اس چیز سے کہ پہنچے ان کو فتنہ یا دردناک عذاب میں مبتلا ہو جائیں)۔

دوسری جگہ پر رسول اللہ ﷺ کے حکم سے انحراف اور اجماع امت سے بُعد کا نتیجہ یہ بتایا گیا ہے:

﴿وَمَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُ الْهُدٰی وَیَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ

نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا﴾(۸۸)

(اور جو کوئی اس کے بعد کہ اس پر راہ ہدایت کھل چکی رسول کی مخالفت کرے گا اور مومنوں کے راستے کے علاوہ (کسی راستے) کی پیروی کرے گا ہم اسے کرنے دیں گے جو کچھ وہ کرتا ہے اور پھر اسے جہنم میں داخل کریں گے جو کہ بُرا مقام ہے)۔

ہر مسلمان کے لیئے قابل غور ہے کہ اگر وہ مذہبی، معاشرتی، سیاسی، معاشی اور اخلاقی زندگی کے کسی زاویے میں بھی رسول اللہ ﷺ کے قول فعل اور تقریر کی مخالفت تو نہیں کر رہا۔ اگر کوئی کمی ہو تو جلد توبہ کر کے اپنی اصلاح کر لے ورنہ اسی حالت میں موت آ گئی تو انجام بُرا ہوگا، کیونکہ حشر کے روز پچھتانے سے کچھ حاصل نہ ہوگا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يَا لَيْتَنِى اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِىْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا﴾(۸۹)

(اور جس روز ظالم اپنے ہاتھ کاٹ کاٹ کر کھائے گا اور کہے گا کاش میں رسولؐ کے ساتھ راہ پر لگ جاتا ہائے میری شامت میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا)۔

قربانی کے مسئلے میں نقص نکالنے کی بجائے جانور کی قربانی کرتے وقت جس طرح اس کو دیکھتے ہیں کہ وہ کانا نہ ہو لنگڑا نہ ہو بلکہ بالکل صحیح سلامت ہو اسی طرح ہم بھی پورے مسلمان ہوں، آدھا تیتر اور آدھا بٹیر نہ ہوں۔ گویا قربانی آدمی کو پختہ مسلمان بننے کی تلقین کرتی ہے۔ ارشاد خداوندی شاہد عدل ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِى السِّلْمِ كَآفَّةً وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطَانِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ﴾(۹۰)

(اے ایمان والو! اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے نقشِ قدم پر نہ چلو وہ تو تمھارا کھلا دشمن ہے)۔

Marfat.com

حوالہ جات

۱۔ مالک بن انس، امام، مؤطا (داراحیاء العلوم، بیروت، ۱۹۹۴ء) ص: ۲۹۰، حدیث نمبر: ۱۲۶۸۔
تبریزی، محمد بن عبداللہ، ولی الدین، مشکوٰۃ المصابیح (نور محمد، اصح المطابع، کراچی) ص: ۳۱۔
۲۔ ترمذی، محمد بن عیسیٰ، السنن (دارالسلام، الریاض، ۱۹۹۹ء) ص: ۱۶، حدیث نمبر: ۳۵۹۲۔
۳۔ دارمی، عبداللہ بن عبدالرحمٰن، السنن (محب السنہ النبویہ وخادمھا السید عبداللہ ہاشم یمانی المدینہ المنورہ، ۱۹۶۶ء) ص: ۹۵، حدیث نمبر: ۴۲۱۔
۴۔ احمد بن حنبل، المسند (مؤسسۃ قرطبۃ، بیروت) ۱/ ۵، حدیث نمبر: ۱۸۔
۵۔ النساء (۴) ۵۹۔
۶۔ ابن حزم، علی بن احمد، الاحکام فی اصول الاحکام (دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۲۰۰۴ء) ۲/ ۱۹۰۔
۷۔ مالک بن انس، مؤطا ص: ۳۸۶، حدیث نمبر: ۱۱۰۰۔
۸۔ مبارکپوری، عبدالرحمان، تحفۃ الاحوذی (دارالکتاب العربی، بیروت) ۲/ ۸۲۔
۹۔ طحاوی، احمد بن محمد بن سلامہ، معانی الآثار (دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۳۹۹ھ) ۲/ ۱۸۹۔
۱۰۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح (دارالسلام، الریاض، ۱۹۹۹ء) ص: ۲۵۹، حدیث نمبر: ۱۵۹۷۔
۱۱۔ مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح (دارالسلام، الریاض، ۱۹۹۸ء) ص: ۱۸۷، حدیث نمبر: ۹۹۴۔
۱۲۔ دارمی، السنن، ص: ۶۰، حدیث نمبر: ۲۰۶۔
۱۳۔ دہلوی، شاہ ولی اللہ، عقد الجید فی الاحکام الاجتہاد والتقلید، ۱/ ۳۳۔
۱۴۔ قاسمی، جمال الدین، قواعد التحدیث من فنون مصطلح الحدیث (دارالکتب العلمیہ بیروت) ۱/ ۱۳۔
۱۵۔ ابن حزم، الاحکام فی اصول الاحکام، ۶/ ۱۳۵۔
۱۶۔ الذہبی، محمد بن احمد بن عثمان، ابوعبداللہ، تذکرۃ الحفاظ (مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۱۳ھ) ۱۱/ ۲۹۷۔
۱۷۔ ابن عبدالبر، احمد بن علی، جامع بیان العلم وفضلہ (دارالفکر، بیروت) ۳/ ۱۴۶، حدیث نمبر: ۱۰۸۰۔
۱۸۔ ملاعلی قاری، علی بن سلطان، مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ، ۱۷/ ۳۱۴۔
۱۹۔ ذہبی، محمد بن احمد، شمس الدین، تذکرۃ الحفاظ (دارالکتب العلمیۃ بیروت، ۱۹۹۹ء) ۸/ ۷۳۔
۲۰۔ ابن عبدالبر، جامع البیان العلم وفضلہ، ۳/ ۱۴۸، حدیث نمبر: ۱۰۸۲۔
۲۱۔ البانی، ناصرالدین، سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ والموضوعہ (المعارف، الریاض، ۱۹۹۲ء) ۱/ ۱۴۴۔

Marfat.com

۲۲۔ البقرۃ(۲)۱۸۷۔
۲۳۔ بخاری، الجامع الصحیح ص:۳۲۳، حدیث نمبر:۲۰۱۶۔
۲۴۔ ایضاً
۲۵۔ مالک بن انس، مؤطا ص:۲۴۳، حدیث نمبر:۶۹۴۔
۲۶۔ ایضاً۔ حدیث نمبر:۶۹۵۔
۲۷۔ نووی، یحییٰ بن شرف الدین، شرح الجامع الصحیح المسلم (نور محمد اصح المطابع وکارخانہ تجارت کتب، کراچی، ۱۹۵۶ء)۱/۳۷۱۔
۲۸۔ بخاری، الجامع الصحیح ص:۳۱۶، حدیث نمبر:۱۹۶۴۔
۲۹۔ مالک بن انس، مؤطا ص:۳۷۷، حدیث نمبر:۱۰۸۵۔۱۰۸۸۔
۳۰۔ لکھنوی، عبدالحیٔ، حاشیہ تعلیق الممجد علی مؤطا امام محمد ص:۲۹۱۔
۳۱۔ ابن حزم، المحلّی (دار آفاق الجدیدہ، بیروت)۷/۵۲۳۔
۳۲۔ الحج (۲۲)۳۴۔
۳۳۔ ایضاً(۲۲)۳۶۔
۳۴۔ ایضاً(۲۲)۳۲۔
۳۵۔ طبری، محمد بن جریر، ابوجعفر، جامع البیان (دار الفکر، بیروت، ۱۴۰۵ھ)۱۷/۱۳۳۔
۳۶۔ الانعام(۶)۱۶۲۔
۳۷۔ الحج (۲۲)۳۷۔
۳۸۔ الکوثر (۱۰۸)۲۔
۳۹۔ بخاری، الجامع الصحیح ص:۹۸۶، حدیث نمبر:۵۵۴۵۔
۴۰۔ ایضاً، ایضاً ص:۹۸۶، حدیث نمبر:۵۵۴۶۔
۴۱۔ ایضاً، ایضاً ص:۹۸۷، حدیث نمبر:۵۵۵۳۔
۴۲۔ ایضاً، ایضاً ص:۹۸۷، حدیث نمبر:۵۵۵۱۔
۴۳۔ ایضاً، ایضاً ص:۹۹۰، حدیث نمبر:۵۵۷۰۔
۴۴۔ ایضاً، ایضاً ص:۹۸۷، حدیث نمبر:۵۵۵۳۔
۴۵۔ ایضاً، ایضاً ص:۹۹۰، حدیث نمبر:۵۵۷۱۔
۴۶۔ ایضاً، ایضاً ص:۹۸۸، حدیث نمبر:۵۵۵۹۔
۴۷۔ مسلم، الجامع الصحیح ص:۸۷۷، حدیث نمبر:۵۰۸۴۔
۴۸۔ ایضاً، ایضاً ص:۸۸۰، حدیث نمبر:۵۱۰۴۔
۴۹۔ ایضاً ص:۸۷۶، حدیث نمبر:۵۰۷۲۔

Marfat.com

۵۰۔ ترمذی، السنن، ص:۳۶۶، حدیث نمبر:۱۵۰۷۔
۵۱۔ ایضاً ص:۳۶۳، حدیث نمبر:۱۴۹۳۔
۵۲۔ تبریزی، مشکوٰۃ المصابیح ص:۴۵۵، حدیث نمبر:۱۵۰۱۔
۵۳۔ عظیم آبادی، شمس الحق، عون المعبود شرح سنن ابی داوٗد، ۳/۵۰۔
۵۴۔ ترمذی، السنن، ص:۳۶۵، حدیث نمبر:۱۵۰۱۔
۵۵۔ ایضاً ص:۳۶۵، حدیث نمبر:۱۵۰۵۔
۵۶۔ ابن ماجہ، محمد بن یزید، السنن (دار السلام، الریاض، ۱۹۹۹ء) ص:۴۵۵، حدیث نمبر:۳۱۲۳۔
۵۷۔ عظیم آبادی، شمس الحق، عون المعبود شرح سنن ابی داوٗد، ۱/۵۵۔
۵۸۔ عظیم آبادی، شمس الحق، عون المعبود شرح سنن ابی داوٗد، ۲/۵۴۔
۵۹۔ ابن حزم، المحلی، ۷/۳۵۸۔
۶۰۔ ابن ماجہ، السنن، ص:۴۵۵، حدیث نمبر:۳۱۲۴۔
۶۱۔ ابن حجر، احمد بن علی، تلخیص الحبیر ۴/۱۴۶۔
۶۲۔ المتقی الہندی، علاء الدین علی، کنز العمال (مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۹۸۱ء) ۵/۱۱۸۔
۶۳۔ المتقی الہندی، کنز العمال، ۵/۱۱۸۔
۶۴۔ ابن حجر، تلخیص الحبیر ۴/۱۴۳۔
۶۵۔ مبارک پوری، مرعاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح ۲/۳۵۱۔
۶۶۔ مبارک پوری، مرعاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح ص:۳۴۹۔
۶۷۔ مالک بن انس، موطا ص:۳۶۵، حدیث نمبر:۱۰۵۳۔
۶۸۔ شافعی، محمد بن ادریس، کتاب الام (دار المعرفۃ، بیروت) ۲/۲۲۴۔
۶۹۔ مبارک پوری، المرعاۃ المفاتیح ۲/۳۵۰۔
۷۰۔ شوکانی، محمد بن علی بن محمد، نیل الاوطار (دار الجیل، بیروت، ۱۹۷۳ء) ۵/۱۹۹۔
۷۱۔ الحج (۲۲) ۳۴۔
۷۲۔ الانعام (۶) ۱۴۲-۱۴۴۔
۷۳۔ الطبری، جامع البیان فی تفسیر القرآن، ۶/۶۳۔
۷۴۔ الطبری، جامع البیان فی تفسیر القرآن، ۸/۶۵۔
۷۵۔ مبارک پوری، عبید اللہ، ابو الحسن، مرعاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح (۱۹۶۳ء) ۴/۳۵۳۔
۷۶۔ ابن منظور، جمال الدین، محمد بن مکرم، لسان العرب (دار الفکر، بیروت، ۱۹۹۰ء) ۱۳/۲۲۲۔
۷۷۔ ابن حجر عسقلانی، احمد بن علی، فتح الباری (دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور، ۱۹۸۱ء) ۱۰/۱۴۔

Marfat.com

۷۸۔ دہلوی، عبدالحق محدّث، اشعت اللمعات شرح مشکوٰۃ، ۱/ ۶۴۹۔
۷۹۔ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۱۰/ ۵۔
۸۰۔ سیوطی رحمہ اللہ، جلال الدین، انجاح الحاجہ حاشیہ سنن ابن ماجہ، ص ۳۳۰۔
۸۱۔ مبارک پوری، مرعاۃ المفاتیح، ۲/ ۳۵۰۔
۸۲۔ ابن عابدین حاشیہ در المختار علی رد المختار (مصطفیٰ البابی، الحلبی، ۱۹۶۶ء) ۶/ ۳۱۵۔
۸۳۔ ایضاً، ۶/ ۳۱۵، امرتسری، ثناء اللہ، فتاویٰ ثنائیہ (ادارہ ترجمان السنۃ، لاہور، ۱۹۷۲ء) ۱/ ۸۰۳۔
۸۴۔ البقرۃ: (۲) ۱۰۔
۸۵۔ البقرۃ (۲) ۹۔
۸۶۔ آل عمران (۳) ۷۔
۸۷۔ النور (۲۴) ۶۳۔
۸۸۔ النساء (۴) ۱۱۵۔
۸۹۔ الفرقان (۲۵) ۲۷-۲۸۔
۹۰۔ البقرۃ (۲) ۲۰۸۔

Marfat.com

(۴) سیرت النبی ﷺ اور اقلیتیں

اللہ تعالی نے اجتماعی زندگی گزارنے کے لیے ایسے قوانین نازل فرمائے جن کی حدود میں رہ کر انسانوں کا معاشرہ امن وسلامتی اور محبت واخوت کا گہوارہ بن سکتا ہے۔ انسان جب ان قوانین کی خلاف ورزی کرتے ہیں تو اس کے نتیجے میں بدامنی اور فساد کی فضا پیدا ہوتی ہے، اس بدامنی اور فساد کو ختم کرنے کے لیے حد اور تعزیر انسانوں کی اصلاح اور خرابیوں کے خاتمے کے لیے مقرر فرمائی، ان قوانین کا مقصد انسانوں پر ظلم و زیادتی کرنا نہیں ہے بلکہ اسلام میں حدود اور تعزیرات کا مقصد ظلم و تعدی اور فسادات کا خاتمہ کرنا اور معاشرے میں جرائم کے مرتکب افراد کی اصلاح کرنا ہوتا ہے۔ اس کی بہت سی مثالیں مسلمان معاشرے میں دیکھی جا سکتی ہیں جبکہ غیر مسلم معاشرہ نے دھوکے پر مبنی انسانی حقوق کے نعرے کے باوجود اس کی بدترین مثالیں قائم کی ہیں۔ اسلامی قوانین وضوابط میں اصلاح وفلاح غالب ہے ظلم و جبر نہیں۔ اللہ تعالیٰ جبر واکراہ کو پسند نہیں فرماتا۔ اسی لیے قرآن کریم میں ایک اصول ذکر فرمادیا کہ ﴿لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ﴾(۱) (دین میں جبر واکراہ نہیں) قوانین الٰہیہ میں کسی جگہ اگر بظاہر ہمیں شدت وسختی نظر آتی ہے تو وہ صرف دور سے دیکھنے سے سخت دکھائی دیتی ہے۔ اگر عقل وفکر اور دور اندیشی سے اس پر غور کیا جائے تو اس بظاہر سختی میں بھی زندگی کی روح نمایاں دکھائی دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اسی کی وضاحت میں فرمایا ﴿وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ﴾(۲)۔ قتل کے بدلے اگر قتل ہے تو یہ ناروا وظالمانہ سزا نہیں ہے بلکہ اس میں معاشرے کا تحفظ ہے۔ قتل وغارت گری کی روک تھام ہے۔ اسی طرح جو مرد وعورت اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ہتھیار اٹھالیں اس کے مقابلے کے لیے کھڑے ہونا اسے انجام تک پہنچانا اسے قید کر کے اس کی اصلاح کرنا یا اس کی باغیانہ اور مفسدانہ صلاحیت کو ختم کرنا عین امن قائم کرنا ہے۔

آج جبکہ انسانیت اپنی ارتقائی منازل طے کرتے کرتے اوج ثریا تک پہنچنے کی دعویدار ہے اور تہذیب نو کے معماران اس بات پر فخر کرتے نہیں تھکتے کہ ہم نے دنیا کو نئی روشنی سے آشنا کیا ہے اور خیالات کی گھٹن سے نکال کر روشن خیالی کی راہ پر ڈالنے کا کارنامہ انجام دیا ہے۔ تہذیب نو کی چمک سے متاثر ہونے والے جہان نو میں ہونے والے مظالم کی داستانوں سے لرزہ براندام ہونے کے بجائے الٹا مظلوموں کو ہی قصوروار ٹھہرا رہے ہیں۔

یہ تہذیبی تصادم کا دور ہے۔ مادی ترقی میں عروج کی وجہ سے مغربی تہذیب اپنے آپ کو غالب تصور

Marfat.com

کرتے ہوئے خاص طور پر مسلم تہذیب کو نشانہ بنا رہی ہے۔

محسن انسانیت ﷺ نے نسلی، قبائلی اور لسانی تعصبات کو یکسر ختم کر کے بنی نوع انسان کو ایک باپ کی اولاد قرار دیا اور تمام قسم کی تفریق کو مٹا دیا۔ حقوق انسانی کا وہ چارٹر دیا جس کی مثال رہتی دنیا تک نہیں مل سکتی۔ چنگیز خان اور ہلاکو خان کے مظالم کو دیکھا جائے یا ہٹلر کی سفاکی کی داستانیں ہوں یہ سب انسانیت کی تذلیل کی تمام حدیں پار کر گئیں۔ دنیا دو عالمگیر جنگوں کا سامنا کر چکی ہے اور اربوں انسان لقمۂ اجل بن چکے ہیں۔ سفید فام لوگوں کے نسلی تعصب کے خلاف نیلسن منڈیلا کامیاب تحریک چلا چکے، اقوام متحدہ میں دنیا کے نام نہاد انصاف پسند قوانین بھی پاس کر چکے۔ مگر اس دنیا میں تعصب کی فضا نہ چھٹ سکی، آج بھی مذہبی اور تہذیبی تعصب غالب نظر آتا ہے۔ اور اس تعصب ہی کی وجہ سے مسلم دنیا زیر عتاب ہے۔ مسلم دنیا کے وسائل پر للچائی ہوئی نظروں سے دیکھنے والوں کی سامراجی طاقتوں میں ساز باز کر کے تقسیم کرو اور حکومت کرو کی پالیسی اپنائے ہوئے بھوکے اژدھے کی طرح آہستہ آہستہ ہڑپ کرنے کی تگ و دو جاری ہے۔ مظلوموں کو بنیاد پرست، دہشت گرد اور انتہا پسند کا نام دے کر آتش و آہن کی بارش برساتے ہوئے ظلم و جبر کی داستانیں رقم کر رہے ہیں۔ ظلمت کے اس دور میں غیر مسلموں کے بارے میں اسوۂ رسول ﷺ سے رہنمائی لیتے ہوئے اس مضمون میں اسلامی ریاست میں اقلیتوں کے حقوق بیان کیے گئے ہیں۔ خلفاء راشدین اور خود آنحضور ﷺ کے دور میں اقلیتوں کے کیا حقوق تھے اور ان کو اسلامی ریاست نے کس طرح تحفظ فراہم کیا، اس کا ذکر ہے۔

حقوق کی اقسام

حقوق دو طرح کے ہوتے ہیں: حقوق اللہ جن میں اللہ تعالیٰ کے بندوں کے ذمہ حقوق ہیں مثلاً ایمان باللہ، توحید کا اقرار، شرک کا انکار اور اس کی عبادات شامل ہیں جس طرح کہ خود رسول اللہ ﷺ نے وضاحت فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو حقوق و فرائض کی تعلیم دی ہے۔ ایک وقت میں کچھ اعمال کسی ایک انسان کے حقوق اور دوسروں کے فرائض ہوتے ہیں اور ایک کے فرائض دوسروں کے حقوق کہلاتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد نبویؐ ہے:

﴿عن معاذ بن جبلؓ قال بينما: أنا رديف النبي ﷺ ليس بيني و بينه الا مؤخرة الرحل، فقال: يا معاذؓ، قلت: لبيك يارسول الله ﷺ وسعديك، ثم سار ساعة ثم قال: يا معاذ، قلت: لبيك يارسول الله ﷺ وسعديك، ثم سار ساعة ثمّ قال: يا معاذ قلت لبيك يارسول الله ﷺ وسعديك، قال: هل تدرى ما حق الله على عباده؟ قلت: الله و رسوله أعلم، قال: حق الله على عباده أن يعبدوه ولا يشركوا به شيأ، ثم سار ساعة ثم قال: يامعاذ بن جبل، قلت:

Marfat.com

لبيك يا رسول الله ﷺ وسعد يك، قال: هل تدري ما حق العباد على الله، اذا فعلوه؟ قلت: الله ورسوله أعلم، قال: حق العباد على الله أن لا يعذ بهم﴾ (۳)

(حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پیچھے سواری پر سوار تھا کہ آپ ﷺ نے آواز دی یا معاذ! میں نے جواب دیا لبیک وسعدیک یارسول اللہ ﷺ پھر کچھ چلے پھر آپ ﷺ نے فرمایا اے معاذ! میں نے عرض کیا لبیک یارسول اللہ وسعدیک پھر کچھ دیر چلنے کے بعد آپ نے فرمایا یا معاذ! میں نے کہا لبیک یارسول اللہ وسعدیک۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا تو جانتا ہے کہ اللہ کا حق بندوں پر کیا ہے؟ میں نے کہا اللہ اور اس کا رسول ﷺ زیادہ جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کا بندوں پر حق ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔ پھر کچھ دیر چلنے کے بعد فرمایا اے معاذ! میں نے کہا لبیک یارسول اللہ ﷺ وسعدیک۔ آپؐ نے فرمایا کیا تو جانتا ہے کہ بندوں کا اللہ پر کیا حق ہے؟ جب وہ اس حکم کی تعمیل کریں۔ میں نے کہا اللہ اور اس کا رسولؐ بہتر جانتے ہیں تو آپؐ نے فرمایا اللہ پر بندوں کا یہ حق ہے کہ وہ انھیں عذاب نہ دے)۔

دوسرے حقوق العباد ہیں جن میں بندوں پر بندوں کے حقوق کا تذکرہ ہوتا ہے مثلاً والدین کے حقوق اولاد پر اور اولاد کے والدین پر، ہمسائیوں کے حقوق، اساتذہ کے حقوق، قیدیوں کے حقوق وغیرہ، اسلام نے ان حقوق کی ادائیگی پر بڑا زور دیا ہے اور عدم ادائیگی پر سخت وعید سنائی ہے۔ اسلام میں حقوق کی اہمیت کا اندازہ اس حدیث مبارکہ سے ہوتا ہے:

﴿عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله ﷺ قال: أتدرون ما المفلس؟ قالوا: ألمفلس فينا من لا درهم له ولا متاع فقال: إن المفلس من أمتي من يأتي يوم القيامة بصلاة وصيام وزكاة ويأتى قد شتم هذا وقذف هذا وأكل مال هذا وسفك دم هذاو ضرب هذا فيعطى هذا من حسناته وهذا من حسناته فإن فنيت حسناته قبل أن يقضى ما عليه أخذ من خطايا هم فطرحت عليه ثم طرح في النار﴾ (۴)

(حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو مفلس کون ہے؟ تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے جواب دیا ہم میں سے مفلس وہ آدمی ہے جس کے پاس درھم اور مال ومتاع نہ ہو آپ ﷺ نے فرمایا میری امت کا مفلس وہ ہوگا جو نمازوں، روزوں اور زکوٰۃ کے ساتھ آئے گا مگر اس نے کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر تہمت لگائی ہوگی اور کسی کا مال کھایا، کسی کا خون بہایا اور کسی کو مارا پیٹا ہوگا۔ پھر ظالم کی نیکیاں مظلوم کو دی جائیں گی، اگر ظالم کے پاس نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو مظلوم کے گناہ ظالم کے کھاتے میں ڈال دیئے جائیں گے پھر اسے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا)۔

ایک اور حدیث میں ہے:

﴿عن أبي هريرةؓ أن رسول اللهﷺ قال: لتؤدن الحقوق إلى أهلها يوم القيامة﴾ (۵)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن تم حق داروں کا حق ضرور ادا کرو گے۔''

﴿عن أبي ذرؓ قال: قال رسول اللهﷺ فيمايروي عن ربه عزو جل فاني حرمت على نفسى الظلم وعلى عبادى فلا تظالموا﴾ (۶)

(حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے اپنے اوپر اور اپنے بندوں پر ظلم کو حرام کر دیا ہے، تم ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو)۔

ان احادیث مبارکہ میں حقوق کی اہمیت اور ان کی ادائیگی کی تلقین واضح ہوتی ہے۔

قبل از بعثت اقلیتوں کا مقام:

دور جاہلیت میں جنگ، لوٹ مار، قتل و غارت گری، ظلم و زیادتی، انتقام و تشدد، کمزوروں کو کچلنے، آبادیاں ویران کرنے اور عمارتیں ڈھانے، عورتوں کی بے حرمتی کرنے، بوڑھوں، بچوں اور بچیوں کے ساتھ سنگدلی سے پیش آنے، کھیتی باڑی تباہ و برباد کرنے، جانوروں کو ہلاک کرنے اور زمین میں تباہی و فساد مچانے کا نام تھی۔

عرب میں آئے دن کی لڑائیوں کی شدت اور وسعت سے مختلف قبائل میں شدید نفرت پائی جاتی تھی۔ اس لیے اسیران جنگ کو جب قتل کرتے تھے تو چھوٹے چھوٹے بچوں اور عورتوں کو بھی قتل کر دیتے تھے بلکہ ان کو آگ میں جلا دیتے تھے۔ عمرو بن ہند عرب کا ایک بادشاہ تھا، اس کے بھائی کو جب بنو تمیم نے قتل کر دیا تو اس نے منت مانی کہ ایک کے بدلے سو آدمیوں کو قتل کروں گا۔ چنانچہ بنو تمیم پر حملہ کیا تو وہ لوگ بھاگ گئے صرف ایک بڑھیا رہ گئی۔ جس کا نام حمراء تھا، اس کو گرفتار کر کے زندہ آگ میں ڈال دیا گیا۔ اتفاق سے ایک سوار جس کا نام عمار تھا آ نکلا، عمرو نے پوچھا کہ تو کیوں آیا ہے؟ اس نے کہا میں کچھ دنوں کا بھوکا تھا دھواں اٹھتے دیکھا تو سمجھا کھانا ہوگا، عمرو نے حکم دیا کہ اسے بھی آگ میں ڈال دیا جائے (۷)۔

داحس اور غبرا کی لڑائی میں قیس نے بنو ذبیان کے پاس اپنے بچے ضمانت کے طور پر رکھے۔ حذیفہ جو بنو ذبیان کا رئیس تھا ان بچوں کو وادی میں لے جا کر کھڑا کر دیتا اور ان کو نشانہ بنا کر تیر اندازی کرتا۔ اتفاق سے کوئی لڑکا نہ مرتا تو دوسرے دن پر اٹھا رکھا جاتا۔ چنانچہ دوسرے دن یہ تفریح انگیز چاند ماری پھر شروع ہوتی اور لوگ یہ تماشا دیکھتے (۸)۔

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ نے ظالمانہ سزاؤں کے بارے میں ارشاد فرمایا:

﴿عن خباب قال:أتينا رسول الله ﷺ و هو متوسد بردة في ظل الكعبة فشكونا إليه فقلنا:ألا تستنصر لنا؟ ألا تدعوا الله لنا؟ فجلس محمرا وجهه، فقال: قد كان من قبلكم يؤخذ الرجل فيحفر له في الارض ثم يؤتى بالمنشار فيجعل على رأسه فيجعل فرقتين مايصرفه ذالك عن دينه و يمشط بامشاط الحديد مادون عظمه من لحم و عصب﴾(۹)

(حضرت خباب رضی اللہ عنہ سے روایت کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے، آپ ﷺ کعبہ کے سایہ میں چادر کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ ہم نے عرض کیا آپؐ ہمارے لیے اللہ تعالیٰ سے مدد کیوں نہیں طلب کرتے اور ہمارے لیے دعا کیوں نہیں فرماتے؟ آپ ﷺ یہ بات سن کر سرخ چہرے کے ساتھ اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ تم سے پہلے لوگوں کے لیے زمین میں گڑھے کھودے جاتے پھر آری سے ان کے سر کے دو ٹکڑے کیے جاتے، یہ تکلیف انھیں اپنے دین سے نہ پھیرتی اور لوہے کی کنگھیوں کے ساتھ ان کی ہڈیوں سے گوشت بھی نوچا جاتا تھا)۔

قتل کا ایک طریقہ یہ تھا کہ ہاتھ پاؤں اور دیگر اعضاء کاٹ کر چھوڑ دیتے تھے کہ وہ تڑپ تڑپ کر مر جاتا تھا۔ عطفن اور عامر کی لڑائی میں اس خوف سے حکم بن الطفیل نے اپنے آپ کو خود گلا گھونٹ کر مار ڈالا تھا۔ مرنے والوں کے ہاتھ پاؤں کان ناک وغیرہ کاٹ لیے جاتے تھے جیسا کہ ہند نے جنگ احد میں اسی قسم کی رسم کے موافق حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور دیگر شہداء کے اعضاء کاٹ کر ہار بنایا اور گلے میں پہنا تھا۔

﴿وقعت هند بنت عتبة...... والنسوة اللاتى معهابمثلهن با لقتلى من اصحاب رسول الله ﷺ يجد عن اللآذان والآنف حتى اتخذت هند من آذان الرجال وانفهم خدما وقلائد...... وبقرت عن كبد حمزة فلا كتها فلم تستطع ان تسغيها فلفظها﴾(۱۰)

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو مشرکین مکہ نے قید کر کے سولی پر لٹکایا اور ان کے جسم پر تیر اندازی کی(۱۱)۔

مدنی ریاست میں غیر مسلموں سے برتاؤ:

عہد نبویؐ اور خلافت راشدہ کے دور میں کسی بھی شخص کو جبری طور پر مسلمان نہیں کیا گیا۔ قرآن مجید میں غیر مسلموں سے برتاؤ کے بارے میں ایک عجیب وغریب قانون ملتا ہے کہ ہر مذہب کو کامل داخلی خودمختاری دی جائے اور وہ نہ صرف عبادات اپنی طرز پر کر سکیں بلکہ اپنے ہی قانون اور اپنے ہی ججوں کے ذریعے سے اپنے مقدمات کا فیصلہ کروائیں، قرآن مجید میں ہے کہ:

Marfat.com

﴿وَلْيَحْكُمْ أَهْلُ الْإِنجِيلِ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فِيهِ وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ﴾ (۱۲)

انجیل والوں کو چاہیے کہ اس چیز کے مطابق عمل کریں جو اللہ نے انجیل میں نازل کی ہے اور قرآن مجید کے ان احکامات کی وجہ سے عہد نبوی ﷺ میں ساری آبادی کو قومی خود مختاری مل گئی تھی ،جس طرح مسلمان اپنی دینی عبادات ،قانونی معاملات اور دیگر امور میں مکمل طور پر آزاد تھے اسی طرح دوسری ملت کے لوگوں کو بھی آزادی دے رکھی تھی۔

عہد نبوی ﷺ میں مسلمانوں پر جنگ فرض کی جاتی ہے جبکہ دوسری طرف غیر مسلموں کو اس سے مستثنیٰ قرار دیا جاتا ہے۔اس کی وجہ یہ تھی کہ اگر مسلمان دین کی خاطر جنگ کریں تو غیر مسلموں کو اسلام کی خاطر جنگ کرنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا ،چونکہ مسلمان جنگ کر کے اور قربانی دے کر اسلامی ریاست اور اس کی حدود کی حفاظت کرتا ہے جبکہ وہاں رہنے والی غیر مسلم رعایا امن وامان سے متمتع ہوتی ہے۔لہٰذا فوجی ضروریات کے تحت ان پر ٹیکس عائد کیا جاتا ہے جو کہ جزیہ کہلاتا ہے اور یہ جزیہ اسلام کی ایجاد نہیں بلکہ اسلام سے پہلے روم و فارس میں بھی لیا جاتا تھا اور یہ جزیہ ان لوگوں سے لیا جاتا تھا کہ جو فوجی خدمات سرانجام نہ دے سکتے ہوں اور اسی چیز کو اسلام نے بھی قبول کیا۔غیر مسلم رعایا بہت ہی خفیف ٹیکس دے کر جو سال میں دس دن کی غذا کے مترادف تھا اسلامی سلطنت کی پوری حفاظتی قوتوں اور پولیس وغیرہ کی خدمات سے مستفید ہوتی ہے۔

عہد نبوی ﷺ میں کبھی محض دین کی بنا پر غیر مسلموں کے ساتھ کوئی امتیازی سلوک نہیں کیا جاتا تھا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ ۲ ھ میں جب مسلمانوں کو غزوۂ بدر میں فتح ہوئی تو مکہ والوں نے ایک وفد دوبارہ حبشہ بھیجا اور چاہا کہ وہاں کے جو مسلمان مہاجرین متمکن ہیں ان کو نجاشی سے کسی طرح واپس حاصل کر لیں اور ان کو تکالیف دیں۔اس کی اطلاع جب آنحضور ﷺ کو ملی تو تاریخ کے اوراق یہ بتاتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عمر بن امیہ کو اپنا سفیر بنا کر نجاشی کے پاس بھیجا تا کہ وہ مسلمانوں کی سفارش کرے اور ان کی حفاظت کے لیے حکمرانوں کو آمادہ کرے۔حالانکہ عمر بن امیہ ضمری اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے (۱۳) اور اسی طرح آپ ﷺ کے قرب وجوار میں یہودی بھی آباد تھے اور ان کے ساتھ آپ ﷺ کا رویہ بہت اچھا اور بے مثال تھا۔

قیدیوں سے حُسنِ سلوک:

اسلام نے فاران کی پہاڑیوں سے لے کر چین تک فتوحات حاصل کیں۔ان مختلف ممالک کی فتوحات کے دوران جو قیدی مسلمانوں کے قبضے میں آئے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا گیا ذیل میں ہم کچھ مثالیں پیش کریں گے:

جنگی قیدیوں کے متعلق امام الانبیاء ﷺ کا طریقہ کار دو طرح سے ملتا ہے۔

Marfat.com

الف۔ فدیہ لے کر آزاد کر دینا
ب۔ بغیر کسی فدیہ کے آزاد کرنا

سب سے پہلے غزوۂ بدر میں مسلمانوں کے ہاتھ قیدی آئے جو اہل مکہ تھے یہ وہ لوگ تھے جن کی دشمنی عیاں تھی۔

بدترین دشمنوں میں سے چند لوگ جب قیدی بن کر آئے تو ان کے خلاف نفرت کے بجائے جو حسن سلوک دیکھنے کو ملتا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔

آنحضور ﷺ نے یہ معاملہ صحابہ کے سامنے مشورے کے لیے پیش کیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے دو آراء سامنے آئیں۔

ایک طرف حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ جیسے عالی مرتبت صحابی تھے جن کی رائے فدیہ لے کر چھوڑ دینے کی تھی دوسری طرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی کی رائے قیدیوں کو قتل کرنے کی تھی۔ مشورے کے بعد محسن انسانیت ﷺ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے مشورے کو پسند فرمایا اور فدیہ لے کر قیدیوں کو رہا کر دیا (۱۴)۔

جن قیدیوں کے پاس زرِ فدیہ نہیں تھا ان میں سے پڑھے لکھے قیدیوں کا فدیہ دس مسلمان بچوں کو تعلیم دینا قرار پایا (۱۵)۔

وہ لوگ جتنے دن قید میں رہے اس دوران ان کے ساتھ جو سلوک کیا گیا وہ قیدی کی بجائے مہمان جیسا سلوک تھا۔ رہا ہونے والوں نے بیان کیا کہ اہل مدینہ اپنے بچوں سے زیادہ ان کی آسائش کا اہتمام کرتے تھے (۱۶)۔

علامہ شبلی نعمانی رحمہ اللہ نے اس کی تفصیل یوں بیان کی ہے:

اسیران جنگ بدر دو دو چار چار صحابہ کرام کو تقسیم کر دیئے گئے اور صحابہ کو حکم ہوا کہ انھیں آرام کے ساتھ رکھا جائے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم ان کو کھانا کھلاتے اور خود کھجور کھا کر گزارہ کرتے، ان قیدیوں میں ابوعزیز بھی تھے جو حضرت مصعب بن عمیر کے بھائی تھے، ان کا بیان ہے کہ مجھے انصاریوں نے اپنے گھر میں قید کر رکھا تھا۔ جب صبح و شام کا کھانا لاتے تو روٹی میرے سامنے رکھ دیتے اور خود کھجوریں اٹھا لیتے، مجھے شرم آتی اور میں روٹی ان کے ہاتھ میں دے دیتا لیکن وہ ہاتھ نہ لگاتے اور مجھے واپس کر دیتے۔ اور یہ کام اس وجہ سے کیا کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے تاکید کی تھی کہ قیدیوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے (۱۷)۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس دن بدری قیدی گرفتار ہو کر آئے تو رسول اللہ ﷺ کو اس رات نیند نہیں آئی۔ آپ ﷺ سے صحابہ نے پوچھا کیا وجہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا میرے چچا کی آہ و بکا کی آواز میرے کانوں میں آ رہی ہے۔ وہ باندھے ہوئے تھے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے سب قیدیوں کو کھول دیا۔ تب آپ ﷺ کو نیند آئی (۱۸)۔

Marfat.com

﴿عن جابر بن عبداللهؓ قال لما كان يوم بدر أتي باسارى وأتي بالعباس ولم يكن عليه ثوب فنظر النبيﷺ له قميصا فوجد وا قميص عبدالله بن أبيٍّ يقدر عليه فكساه النبيﷺ إياه﴾(۱۹)

(حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب بدر کے دن کافروں کے قیدی حاضر کیے گئے حضرت عباس رضی اللہ بھی لائے گئے، وہ ننگے بدن تھے۔ حضورؐ نے ان کے بدن کے موافق کوئی کرتہ تلاش کیا دیکھا تو عبداللہ بن ابی کا کرتہ ان کے بدن پر ٹھیک تھا آپؐ نے وہی کرتہ ان کو پہنا دیا)۔

قیدیوں میں ایک شخص سہیل بن عمرو بھی تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اشتعال انگیز تقریریں کیا کرتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تجویز پیش کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے اگلے دو دانت تڑوا دیجئے تاکہ آئندہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف گستاخانہ زبان استعمال نہ کر سکے، سزا دینے کا معقول جواز بھی موجود تھا اور کوئی رکاوٹ بھی نہ تھی لیکن رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تجویز مسترد فرما کر قیدیوں کے ساتھ حسنِ سلوک کی ایسی مثال پیش فرما دی جو رہتی دنیا تک اپنی مثال آپ رہے گی (۲۰)۔

غزوۂ بنو المصطلق میں سو سے زیادہ مرد و زن قیدی ہوئے مگر بلا کسی معاوضہ کے آزاد کر دیئے گئے اور ان میں سے ایک عورت حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا تھیں جنھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المومنین کا درجہ دیا (۲۱)۔

غزوۂ حنین میں چھ ہزار مرد و زن اسیر ہوئے جنھیں بغیر کسی شرط و جرمانہ کے آزاد فرمایا گیا بلکہ اکثر اسیروں کو خلعت وانعام دے کر رخصت فرمایا۔ دشمن قیدیوں کے بدلے اپنے قیدیوں کو چھڑانے کا ذکر بھی ملتا ہے:

﴿عن أياس بن سلمةؓ بن الأكوع عن أبيه قال:غزونا مع أبي بكرؓ هوازن على عهد رسول اللهﷺ فنفلني جارية من بنى فزارة من اجمل العرب عليها قشع لها فماكشفت لها عن ثوب حتى أتيت المدينة فلقيني النبيﷺ في السوق، فقال:لله أبوك هبها لي، فو هبتها له، فبعث بها ففادى بها أسارى من أسارى المسلمين، كانوا بمكة﴾(۲۲)

(حضرت ایاس بن سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوازن کے خلاف جہاد کیا، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مجھے انعام کے طور پر بنی فزارہ کی ایک لڑکی دی جو عرب میں سب سے خوبصورت تھی، وہ ایک پوستین پہنے ہوئے تھی، میں نے اس کا کپڑا بھی نہ کھولا حتی کہ میں مدینہ آیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بازار میں ملے اور فرمایا تیرا باپ بزرگ تھا، اس عورت کو مجھے ہبہ کردے، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کردی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کے بدلے کئی مسلمان قیدیوں کو چھڑایا جو کہ مکہ میں قید تھے)۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک تعلیم کا اثر تھا کہ خلفاء راشدین کے عہد میں عراق و شام، مصر، ایران و

خراسان کے سینکڑوں شہر فتح ہوئے مگر کسی جنگ میں بھی حملہ آور جنگ آزماؤں یا رعایا میں سے کسی کو لونڈی غلام بنانے کا ذکر نہیں ملتا۔

﴿عن علیؓ انه فرق بین جارية و ولدها فنهاه النبی ﷺ عن ذلك﴾ (۲۳)

(حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک قیدی عورت اور اس کے چھوٹے بچے کو الگ الگ کر دیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کر دیا)۔

﴿عن أبی هريرةؓ قال بعث النبی ﷺ خيلا قبل نجد فجاء ت برجل من بنی حنيفة يقال له ثمامة بن اثال فربطوه بسارية من سواری المسجد فخرج اليه النبی ﷺ فقال اطلقوا ثمامة، فانطلق الی نخل قريب من المسجد فاغتسل ثم دخل المسجد فقال أشهد ان لا اله الا الله وأن محمداً رّسول الله ﷺ﴾ (۲۴)

(حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند سواروں کو نجد کی طرف بھیجا۔ وہ بنی حنیفہ سے ایک شخص کو لے کر آئے جسے ثمامہ بن اثال کہتے تھے، اسے مسجد کے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس آئے۔ فرمایا ثمامہ کو چھوڑ دو اسے چھوڑ دیا گیا۔ وہ مسجد کے قریب باغ میں گئے غسل کیا مسجد میں داخل ہوئے اور کہا ﴿أشهدان لا إله إلاالله وأن محمداً رّسول الله﴾

﴿عن انس بن مالك ان ثمانين رجلا من أهل مكة هبطوا علی النبی ﷺ وأصحابه من جبل التنعيم عند صلاة الفجر ليقتلو هم فأخذهم رسول الله ﷺ سلما فأعتقهم رسول الله ﷺ﴾ (۲۵)

(حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جبل تنعیم کے مقام پر نماز فجر کے وقت اہل مکہ کے اسی (۸۰) آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے قتل کے لیے حملہ آور ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں صحیح سلامت گرفتار کر لیا اس کے بعد انھیں رہا کر دیا)۔

﴿عن أبی جحيفةؓ قال قلت لعلیؓ هل عند کم شئ من الوحی الامافی کتاب الله؟ قال لا والذی فلق الحبة و برأالنسمة ما أعلمه الا فهما يعطيه الله رجلا فی القرآن وما فی هذا الصحيفة قلت وما فی الصحيفة؟ قال العقل وفكاك الأسير﴾ (۲۶)

(حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا تمھارے پاس قرآن کے سوا اور بھی کچھ وحی کی باتیں ہیں؟ انھوں نے کہا قسم اس کی جس نے دانہ چیر کر اگایا اور جان کو

Marfat.com

بنایا مجھے تو کوئی ایسی وحی معلوم نہیں۔ البتہ فہم ہے جو اللہ تعالیٰ کسی بندے کو قرآن میں عطا فرمائے یا جو اس صحیفہ میں ہے۔ میں نے پوچھا اس صحیفہ میں کیا ہے۔ انھوں نے کہا دیت کے احکام اور قیدی کا چھڑانا)۔

﴿عن سالم عن أبيه قال: بعث النبیﷺ خالد بن الولید اِلی بنی جذیمة فدعاهم الی الاسلام فلم یحسنو ا أن یقولوا أسلمنا فجعلو ا یقولون صبانا صبانا فجعل خالد یقتل منهم و یاسر ودفع الی کل رجل منا أسیره حتی اذا کان یوم أمر خالد ان یقتل کل رجل منا أسیره فقلت والله لا أقتل أسیری ولا یقتل رجل من أصحابی أسیره حتی قدمنا علی النبیﷺ فذکرناه له فرفع النبیﷺ یدیه فقال أللهم إنی أبراء إلیك مما صنع خالد مرتین﴾ (۲۷)

(حضرت سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے خالدؓ بن ولید کو بنی جذیمہ کی طرف بھیجا۔ انھوں نے ان کو اسلام کی دعوت دی۔ وہ اچھی طرح نہ کہہ سکے کہ ہم اسلام لائے، کہنے لگے ہم نے اپنا دین بدل ڈالا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کچھ کو قتل کرنے اور کچھ کو قید کرنے لگے۔ ہر ایک مسلمان کا قیدی اس کے سپرد کیا۔ ایک دن حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے یہ حکم دیا کہ ہر مسلمان اپنے قیدی کو مار ڈالے۔ میں نے کہا خدا کی قسم میں تو اپنے قیدی کو نہیں ماروں گا نہ میرے ساتھیوں میں سے کوئی اپنا قیدی مارے گا حتی کہ ہم بھی رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے تو آپ ﷺ سے یہ قصہ بیان کیا۔ آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ اٹھائے اور دو دفعہ کہا یا اللہ میں خالد رضی اللہ عنہ کے کام سے بری ہوں)۔

﴿عن عمار بن شعیث بن عبیدالله بن الزبیب العنبری: حدثنی أبي قال سمعت جدی الزبیب یقول بعث رسول اللهﷺ جیشا اِلی بنی العنبر فأخذو هم برکبة من ناحیة الطائف فاستا قوهم إلی النبیﷺ فرکبت فسبقتهم إلی النبیﷺ فقلت ألسلام علیك یا نبی الله ورحمة الله و برکاة أتانا جندك فأخذونا و قد کنا أسلمنا خضر منا آذان النعم فلما قدم بنی العنبر قال لي نبي اللهﷺ هل لکم بینة علی أنکم أسلمتم قبل أن تؤخذوا فی هذا الأیام قلت نعم------ ثم نظر إلینا النبيﷺ قائمین فقال ما ترید باسیرك؟ فأرسلته من یدی فقام نبي اللهﷺ فقال للرجل رد علی هذا زربیة امه التی أخذت منها قال یا نبي الله إنها خرجت من یدی قال فختلع نبي اللهﷺ سیف الرجل فأعطانیه فقال للرجل إذهب فزده آصعا من طعام قال فزادنی آصعا من شعیر﴾ (۲۸)

Marfat.com

(رسول اللہ نے ایک لشکر بنی عنبر کی طرف بھیجا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے طائف کے علاقے برکتہ سے بنی عنبر کو گرفتار کرلیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے۔ حضرت زبیب کہتے ہیں میں سب سے پہلے سوار ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا سلام کیا اور میں نے کہا کہ آپ کا لشکر ہمارے پاس آیا اور انھوں نے ہمیں گرفتار کرلیا ہے۔ حالانکہ ہم مسلمان ہو چکے ہیں۔ ہم نے جانوروں کے کان کاٹ دیئے ہیں۔ جب بنی عنبر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپ نے فرمایا کہ گرفتاری سے پہلے آپ کے پاس مسلمان ہونے کی کوئی دلیل یا گواہی ہے؟ میں نے کہا ہاں۔۔۔۔ پھر آپؐ نے ہم دونوں کو کھڑا دیکھ کر فرمایا تو اپنے قیدی کے بارے میں کیا چاہتا ہے؟ میں نے کہا اسے چھوڑ دیا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور فرمایا اس کی ماں کی توشک دے دو جو تو نے لے لی ہے۔ وہ بولا اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم وہ تو میرے پاس سے جاتی رہی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تلوار مجھ کو دے دی اور اس شخص سے کہا جاؤ اور کئی صاع اناج کے اسے دے دو، اس شخص نے مجھے چند صاع جَو دے دیے)۔

﴿عن أبي موسیٰؓ قال :قال النبي ﷺ : فکوا العاني أي الأسیر﴾(۲۹)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیدی کو چھڑاؤ۔

ان واقعات سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قیدیوں سے حسن سلوک دنیا میں ایک مثالی عمل ثابت ہوتا ہے۔

اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کے حقوق:

اسلامی ریاست اور اسلامی معاشرہ میں غیر مسلموں کے جن حقوق کا تحفظ کرتے ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں:

جان کی حفاظت:

اسلامی ریاست ایک غیر مسلم شہری کو اسی طرح جان کا تحفظ فراہم کرتی ہے جس طرح مسلمان شہری کو جان کا تحفظ حاصل ہوگا۔ اسلامی ریاست میں غیر مسلم کا خون مسلمان کے خون کے برابر ہے۔ اگر کوئی غیر مسلم قتل ہو تو اس کے قصاص میں بلاتمیز مذہب قاتل کو قانون کے مطابق قتل کیا جائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک ذمّی کو قتل کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قاتل کو قانون کے مطابق قتل کرنے کا حکم صادر کرتے ہوئے فرمایا:

انا احق من وفیٰ بذمة(۳۰)

(اپنے ذمہ کو وفا کرنے کا سب سے زیادہ حق دار میں ہوں)۔

احادیث میں ذمّی کے قتل کے بارے میں بڑی سخت وعیدیں منقول ہیں۔ چنانچہ ارشاد مصطفویؐ ہے:

﴿عن عبداللہ بن عمرو عن النبي ﷺ قال: من قتل معاهداً لم یرح رائحة

Marfat.com

الجنة وأن ريحها يوجد من مسيرة أربعين عاماً﴾(۳۱)

(عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: جس نے کسی ذمّی کو قتل کر دیا وہ جنت کی خوشبو نہیں سونگھے گا حالانکہ جنت کی خوشبو چالیس سال کی دوری سے بھی محسوس ہوگی)۔

ایک دوسری حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یوں ارشاد ہے کہ:

﴿ألا من قتل نفسا معاهدا له ذمة الله وذمة رسوله فقد أخفر بذمة الله فلا يرح رائحة الجنة وان ريحها ليوجد من مسيرة سبعين خريفا﴾(۳۲)

(خبردار! جس نے بھی کسی معاہد کو قتل کیا کہ جسے اللہ اور اس کے رسولؐ کا ذمہ حاصل تھا تو اس نے اللہ کے ذمہ کو توڑ دیا۔ پس ایسا شخص جنت کی خوشبو بھی نہ پاسکے گا جبکہ اس کی خوشبو ستر سال کی مسافت سے بھی محسوس ہوتی ہے)۔

﴿عن إبن عمر أن النبيﷺ أدى ذميا دية المسلم﴾(۳۳)

(حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ذمّی کی دیت وہی ادا کی جو ایک مسلمان کی دیت ہوتی ہے)۔

اگر کوئی مسلمان کسی غیر مسلم کو جان بوجھ کر قتل کر دے تو کیا اس کا قصاص ہوگا؟ اس بارے میں فقہاء کے مذاہب میں تفصیل ہے۔ اگر تو کوئی غیر مسلم جسے کسی مسلمان نے عمداً قتل کر دیا ہے' حربی کافر تھا تو اس صورت میں بالاتفاق اس کا قصاص نہیں ہے۔ اور اگر کوئی غیر مسلم معاہد یا ذمی یا اہل امان میں سے تھا اور اسے کسی مسلمان نے قتل کر دیا تو اس کے قصاص کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ جمہور علماء مالکیہ، شافعیہ، حنابلہ، اہل الظاہر، محدثین اور اہل الحدیث کا کہنا یہ ہے کہ اس صورت میں مسلمان سے قصاص نہیں لیا جائے گا کیونکہ ایک مسلمان اور کافر کی جان برابر نہیں ہے۔ ہاں! البتہ مسلمان اس کی دیت یعنی ۱۰۰ اونٹ ادا کرے گا۔ حنفیہ کا مسلک یہ ہے کہ اس صورت میں مسلمان سے قصاص لیا جائے گا اِلَّا یہ کہ مقتول کے ورثاء معاف کر دیں۔ جمہور کی دلیل درج ذیل حدیث ہے:

﴿لا يقتل مسلم بكافر﴾(۳۴)

(کسی بھی مسلمان کو کسی بھی کافر کے بدلے میں قتل نہیں کیا جائے گا)۔

سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے زمانہ میں ایک مسلمان نے ایک ذمّی کو قتل کر دیا۔ قانونی کارروائی اور ثبوت مکمل ہونے پر آپ رضی اللہ عنہ نے قصاص کا حکم دے دیا۔ حکم کے نفاذ سے پہلے مقتول کے بھائی نے آ کر کہا کہ میں نے خون معاف کر دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا:

﴿لعلهم فزعوك او هددوك﴾

(شاید ان لوگوں نے تجھے ڈرایا دھمکایا ہے)۔

Marfat.com

اس نے کہا نہیں مجھے خون بہا مل چکا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اس کے قتل سے میرا بھائی واپس نہیں آجائے گا۔ اس پر آپ ﷺ نے قاتل کو رہا کیا اور فرمایا:

﴿من كان له ذمتنا فدمه كدمنا وديته كديتنا﴾(۳۵)

(جو کوئی بحیثیت ذمّی ہمارے پاس ہے تو اس کا خون ہمارے خون کی طرح ہے اور اس کی دیت ہماری دیت کی طرح ہے)۔

معاہد میں کون سے غیر مسلم داخل ہیں؟ اس بارے میں امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

﴿الكفار اما أهل حرب واما أهل عهد ثلاثة أصناف؛ أهل ذمة وأهل هدنة وأهل أمان﴾(۳۶)

(کفار یا تو حربی ہوتے ہیں یا پھر معاہد۔ پھر معاہد کی بھی تین قسمیں ہیں: ایک ذمی، دوسرا جن سے صلح ہوئی ہو اور تیسرے وہ کفار جنہیں امان دی گئی ہو)۔

ایک دوسری روایت کے مطابق آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿إنی قبلو عقدة الذمة لتكون أموالهم كاموالنا ودمائهم كدمائنا﴾(۳۷)

(انھوں نے عقدِ ذمہ کو قبول ہی اس لیے کیا کہ ان کے مال ہمارے مال کی طرح اور ان کے خون ہمارے خون کی طرح ہو جائیں)۔

عزت کی حفاظت:

جان کی حفاظت کی طرح عزت کی حفاظت میں بھی غیر مسلم برابر ہے۔ زبان یا ہاتھ پاؤں سے تکلیف پہنچانا، گالی دینا، مارنا پیٹنا یا اس کی غیبت کرنا اسی طرح ناجائز ہے جس طرح مسلمان کے حق میں ناجائز ہے۔ فقہاء نے اسے وضاحت سے لکھا ہے:

﴿ويجب كف الاذى عنه وتحرم غيبته كالمسلم﴾(۳۸)

(غیر مسلم کو اذیت پہنچانا اور اس کی غیبت کرنا ایسے ہی ناجائز ہے جیسے مسلمان کی ہے)۔

مال کی حفاظت:

غیر مسلم کے مال کی حفاظت بھی اسی طرح ضروری ہے جس طرح مسلمان کے مال کی۔ اس سلسلے میں دونوں کے حقوق یکساں ہیں۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ارشاد اموالهم كاموالنا (ان کے مال ہمارے مال کی طرح ہیں)(۳۹) سے یہی مستنبط ہوتا ہے۔ کسی شخص کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ غیر مسلم شہری کے مال کو ہڑپ کرے یا اسے نقصان پہنچائے۔

Marfat.com

ابو عبید قاسم بن سلامؒ نے قرن اول کے مسلمانوں کے بعض واقعات نقل کیے ہیں جن سے اہل ذمہ کے مال کی حفاظت کے سلسلے میں ان کے رویے کا پتہ چلتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

صعصعہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ ہم لوگ جب اہل ذمہ کی بستیوں سے گزرتے ہیں تو ان کی چیزوں میں سے کبھی کوئی چیز لے لیتے ہیں۔ انھوں نے پوچھا: بلا قیمت؟ میں نے کہا ہاں! بلا قیمت۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ تم اس بارے میں کیا کہتے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ ہم کہتے ہیں کہ اس میں کوئی حرج نہیں (یعنی معمولی بات ہے) انھوں نے فرمایا: کہ تم لوگ وہی بات کہتے ہو جو اہل کتاب کہتے ہیں:

﴿لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْأُمِّيِّيْنَ سَبِيْلٌ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ﴾ (۴۰)

(ہمارے لیے امیوں، غیر اہل کتاب کا مال کھا جانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور وہ اللہ پر جان بوجھ کر بہتان لگاتے ہیں)۔

معاشی حقوق کا تحفظ:

اسلامی ریاست کے غیر مسلم شہریوں کو معاشی سرگرمیوں کی اسی طرح آزادی ہے جس طرح مسلم شہریوں کو حاصل ہوگی اور ان پر ایسی کوئی پابندی نہیں لگائی جا سکے گی جو مسلمانوں کے لیے نہ ہو۔ معاشی میدان میں جدوجہد کا حق مسلم اور غیر مسلم دونوں کے لیے مساویانہ ہوگا۔ تجارت کے جو طریقے مسلمانوں کے لیے ممنوع ہوں گے وہی غیر مسلموں کے لیے بھی ممنوع ہوں گے۔ البتہ غیر مسلموں کو شراب اور سور کا استثنا حاصل ہوگا۔ وہ شراب بنانے، پینے اور بیچنے کا حق رکھتے ہیں۔ اگر کوئی مسلمان شراب یا اس کے سور کو نقصان پہنچائے تو اس پر تاوان لازم آئے گا۔ فقہاء نے اس کی وضاحت کی ہے:

﴿ويضمن المسلم قيمة خمره وخنزير إذا تلفه﴾ (۴۱)

مسلمان (غیر مسلم) شراب اور خنزیر کی قیمت دے گا اگر اس کو ضائع کر رہا ہو)۔

شخصی معاملات:

غیر مسلموں کے شخصی معاملات ان کی اپنی ملت کے قانون کے مطابق طے ہوں گے۔ مسلمانوں کے شخصی معاملات میں جو کچھ ناجائز ہے وہ ان پر نافذ نہیں کیا جائے گا بلکہ ان معاملات میں ان کے مذہبی وقومی قانون کا خیال رکھا جائے گا اور اسلامی عدالت انہی کے قوانین کے مطابق فیصلے کرے گی۔ مثلاً بغیر گواہوں کے نکاح یا بلا مہر نکاح یا زمانۂ عدت کے اندر نکاح ثانی یا محرمات کے ساتھ نکاح اگر ان کے ہاں جائز ہوں تو انھیں جائز قرار دیا جائے گا۔ خلفاء راشدینؓ اور ان کے بعد کے تمام ادوار میں اسلامی حکومتوں کا اس پر عمل رہا ہے۔

Marfat.com

عمر بن عبدالعزیز ؒ نے اس معاملے میں حسن بصری ؒ سے فتویٰ طلب کرتے ہوئے لکھا تھا:

﴿ما بال الخلفاء الراشدين تركوا أهل الذمة وما هم عليه من نكاح المحارم واقتناء الخمور والخنازير﴾

(کیا بات ہے کہ خلفاء راشدین نے ذمیوں کو محرمات کے ساتھ نکاح اور شراب اور سور کے معاملے میں آزاد چھوڑ دیا؟)

امام ابو یوسف نے مجوسیوں کے سلسلے میں عمر بن عبدالعزیز ؒ کا خط نقل کیا ہے جس کا مفہوم اس سے ملتا جلتا ہے۔(۴۲)

اہل کتاب عورتوں سے نکاح:

اسلام نے مشرک مردوں اور عورتوں سے نکاح کو ناجائز قرار دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا﴾ (۴۳)

(اور تم اپنی عورتوں کا مشرک مردوں سے نکاح نہ کرو یہاں تک وہ ایمان لے آئیں)۔

جہاں تک مسلمان مرد کا کسی غیر مسلم عورت سے نکاح کرنے کا معاملہ ہے تو جو عورتیں مرتد اور مشرک ہوں تو ان کے ساتھ تو کسی قسم کا نکاح جائز نہیں ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ﴾ (۴۴)

(اور تم مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں)۔

جبکہ اہل کتاب عورتوں سے نکاح کو جائز قرار دیا ہے۔ چنانچہ سورہ مائدہ میں ارشاد ہے:

﴿وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِيْنَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ إِذَا آتَيْتُمُوْهُنَّ أُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسَافِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْ أَخْدَانٍ وَمَنْ يَكْفُرْ بِالْإِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ﴾ (۴۵)

(تمھارے لیے حلال ہیں) اہل ایمان کی پاک دامن عورتیں اور جنھیں تم سے پہلے کتاب دی گئی، جب کہ تم انھیں ان کے مہر ادا کرو، انھیں قید نکاح میں لاؤ، بدکاری نہ کرو اور چوری چھپے دوستی نہ کرو۔ یاد رکھو جو شخص ایمان کا انکار کردے اس کا عمل رائیگاں گیا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والا ہوگا۔

اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ ایک مسلمان جس طرح شریف مسلمان عورت سے نکاح کرسکتا ہے اسی طرح شریف کتابیہ سے بھی نکاح کرنا اس کے لیے جائز ہے۔ اس کی وجہ بظاہر یہ ہے کہ مسلمانوں اور اہلِ کتاب

Marfat.com

کے درمیان عقائد کا بڑی حد تک اشتراک پایا جاتا ہے۔ وہ خدا کو مانتے ہیں، اصولاً توحید کے بھی قائل ہیں۔ وحی و رسالت کو تسلیم کرتے ہیں، آخرت اور وہاں کی جزا و سزا کا بھی تصور رکھتے ہیں۔ ان کے عقائد میں انحراف بھی ہے لیکن اس کے باوجود ان کی کوئی عورت کسی مسلمان کے حبالۂ عقد میں آئے تو اس طرح کی دوری نہیں محسوس کریں گے جس طرح کی دوری کسی مشرک عورت سے مسلمان کے نکاح کی صورت میں پائی جاسکتی ہے۔

سوال یہ ہے کہ کیا اہل کتاب مشرکین کے زُمرے میں نہیں آتے؟ کیا ان کے اندر کسی نہ کسی نوعیت کا شرک نہیں پایا جاتا یا یہ کہ وہ ہر طرح کے شرک سے پاک ہیں؟ اگر ان میں بھی شرک ہے تو پھر سورہ مائدہ کے حکم کی نوعیت کیا ہے؟

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پہلے سورۂ بقرہ میں مشرکات سے نکاح کی ممانعت کی گئی پھر سورہ مائدہ کی آیت کے ذریعے اہل کتاب کو اس سے مستثنیٰ کیا گیا۔

یہی بات متعدد تابعین نے بھی کہی ہے۔ علامہ ابن جریر طبری ان آراء کے نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ سورۂ بقرہ میں جن مشرکات کا ذکر ہے اس میں اہل کتاب کی عورتیں نہیں آتیں۔ ان سے نکاح کو اللہ تعالیٰ نے جائز قرار دیا ہے۔ یہی حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے منقول ہے اور اسی کو ترجیح حاصل ہے (۴۶)۔

قرآن مجید نے اہلِ کتاب عورتوں سے نکاح کی اجازت دی ہے۔ اس کی اجازت نہیں دی ہے کہ کوئی مسلمان عورت اہلِ کتاب میں سے کسی کے عقد میں چلی جائے۔ یہ ہر حال میں ناجائز ہے۔

اس سلسلے میں ایک مرفوع حدیث بھی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿نتزوج نساء أهل الكتب ولا يتزوجون نساء نا﴾ (۴۷)

(ہم اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کریں گے لیکن ہماری عورتوں سے نکاح کی اجازت نہ ہوگی)۔

ان دلائل کی بناء پر جمہور کے نزدیک کتابیہ سے نکاح جائز ہے بلکہ بعض اصحابِ علم نے تو لکھا ہے کہ اس کے جواز پر امت کا اجماع ہے۔ علامہ ابن قدامہ حنبلی کہتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور اس کا شکر ہے کہ اہلِ علم کے درمیان اہل کتاب کی آزاد عورتوں سے نکاح کے جواز میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ جن اصحاب سے اس کا جواز منقول ہے ان میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ، حضرت سلمان رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ وغیرہ شامل ہیں۔ علامہ ابن المنذر فرماتے ہیں کہ امت کے ابتدائی دور کے اصحاب میں سے کسی سے بھی اس کی حرمت منقول نہیں ہے۔ خلال کی روایت ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، جارود بن المعلیٰ اور اذنیۃ العبدی نے اہلِ کتاب کی عورتوں سے نکاح کیا ہے۔ یہی بات تمام اہلِ علم نے کہی ہے۔ البتہ شیعہ میں فرقہ امامیہ نے اسے حرام قرار دیا ہے اور سورہ بقرہ اور سورہ ممتحنہ کی آیات سے اس پر استدلال کیا ہے (۴۸)۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق آتا ہے کہ وہ اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح

Marfat.com

کو صحیح نہیں سمجھتے تھے۔ اس لیے کہ ان کے نزدیک وہ بھی مشرکین میں شامل ہیں۔ چنانچہ جب ان سے یہودیہ یا نصرانیہ سے نکاح کے متعلق دریافت کیا جاتا تو جواب دیتے:

﴿إن الله حرم المشركات على المؤمنين ولا أعلم من الاشراك شيئًا أكبر من أن تقول المرأة ربها عيسىٰ وهو عبد من عباد الله﴾ (۴۹)

(اللہ تعالیٰ نے مشرکات کو مومنین کے لیے حرام ٹھہرایا ہے میں نہیں جانتا کہ اس سے بڑا شرک کوئی اور ہوسکتا ہے کہ عورت کہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اس کے رب ہیں۔ حالانکہ وہ اللہ کے بندوں میں سے ایک ہیں۔

احتیاط پسندیدہ ہے:

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ کتابیات سے نکاح پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سخت برہمی کا اظہار کیا۔ چنانچہ مشہور تابعی حضرت شقیق کی (صحیح سند کے ساتھ) روایت ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ایک یہودیہ سے شادی کی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لکھا کہ اسے وہ طلاق دے دیں، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے جواب میں لکھا کہ اگر آپ اسے حرام سمجھتے ہیں تو بتائیں میں اسے چھوڑ دوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب میں لکھا:

﴿لا أزعم أنها حرام ولكن أخاف أن تعاطوا المومسات منهن﴾ (۵۰)

(میں نہیں کہتا کہ وہ حرام ہے لیکن مجھے ڈر ہے کہ تم ان کی بدکار عورتوں سے نکاح نہ کرنے لگو)۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس بات کے تو قائل تھے کہ کتابیات سے نکاح جائز ہے لیکن انھیں اندیشہ تھا کہ اس پر عمل کا سلسلہ چل نکلا تو ان کی صالح عورتیں ہی نہیں ان کی غلط کار عورتیں بھی مسلمانوں کے گھروں میں پہنچنے لگیں گی۔ اس اندیشے کی بنیادیں غالباً دو تھیں۔ ایک یہ کہ اس وقت یہود و نصاریٰ انتہائی اخلاقی گراوٹ میں مبتلا تھے۔ اس حالت میں ان سے ازدواجی رشتے مسلمانوں کے اخلاقی زوال کا سبب بن سکتے تھے۔ دوسرے یہ کہ قرآن مجید نے عفیف اور پاک دامن عورتوں سے نکاح کی اجازت دی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ شاید یہ محسوس فرمارہے تھے کہ اس کی معلومات کا کوئی اطمینان بخش ذریعہ نہیں ہے۔ بہرحال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہی بات صحیح ہے کہ وہ اصولاً کتابیات سے نکاح کے جواز کے قائل تھے لیکن مسلم معاشرہ میں اس کے رواج کو ناپسند فرماتے تھے۔ جبکہ مسلمان عورت کا غیر مسلم مرد کے ساتھ نکاح جائز نہیں ہے اور اس پر علماء کا اتفاق ہے۔

﴿الاجماع على تحريم نكاح الكافر اللمراة المسلمة﴾ (۵۱)

غیر مسلم کے ساتھ کھانے پینے کا حکم:

غیر مسلم کے ساتھ کھانا پینا بھی مباح ہے۔ وقت ضرورت اسے دعوت دی جاسکتی ہے اور اس کی دعوت قبول کی

Marfat.com

جا سکتی ہے۔ جس معاشرہ میں مختلف مذاہب کے ماننے والے رہتے ہوں وہاں اس طرح کی دعوتوں اور تقریبات کی اہمیت بڑھ جاتی ہے۔ اس سے دینی اور سماجی بہت سے فائدے اٹھائے جا سکتے ہیں۔

قرآن مجید نے اہل کتاب کے بارے میں فرمایا:

﴿وَطَعَامُ الَّذِيْنَ أُوتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَّكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ﴾ (۵۲)

(ان لوگوں کا کھانا جن کو کتاب دی گئی تمھارے لیے حلال ہے اور تمھارا کھانا ان کے لیے حلال ہے)۔

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ 'تمھارا ذبیحہ ان کے لیے حلال ہے' کا ایک مفہوم یہ بھی ہے اور اسی کو ترجیح حاصل ہے کہ جس طرح تم ان کا ذبیحہ کھا سکتے ہو اسی طرح تم انھیں اپنا ذبیحہ کھلا سکتے ہو۔ اس کی ممانعت نہیں ہے (۵۳)۔

رسول اللہ ﷺ نے غیر مسلموں کی دعوت قبول فرمائی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے:

﴿انّ يهوديا دعا النبي ﷺ إلى خبز شعير وهالة سنخة فأجابه﴾ (۵۴)

(ایک یہودی نے نبی ﷺ کو جو کی روٹی اور بدبودار چربی (یا تیل) کی دعوت دی۔ آپ ﷺ نے یہ دعوت قبول فرمائی۔

حنفیہ کا کہنا یہ ہے کہ مجوسی کی دعوت پر جانا مکروہ ہے اور عیسائی کی دعوت پر جانا جائز ہے۔ شافعیہ کے نزدیک غیر مسلم کی دعوت قبول کرنا واجب ہے (۵۵)۔

روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ جنگ خیبر کے ختم ہونے کے بعد ایک یہودی عورت نے آپ ﷺ کے پاس بکری کا گوشت بھجوایا یا آپ ﷺ کی دعوت کی، اس میں زہر تھا۔ آپ ﷺ نے لقمہ لیتے ہی اسے تھوک دیا۔ اس کے باوجود اس کا اثر آپ ﷺ پر ہوا۔ آپ ﷺ کے ساتھی بشر بن براء رضی اللہ عنہ کا اسی سے انتقال ہو گیا (۵۶)۔

رسول اللہ ﷺ نے غیر مسلموں کے کھانے پینے کا اہتمام بھی فرمایا ہے:

قبیلہ بنو ثقیف کے وفد کو جو ابھی اسلام نہیں لایا تھا آپؐ نے مسجد نبویؐ میں ٹھہرایا۔ حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ اس کے کھانے کا انتظام فرماتے تھے۔ وفد کے لوگ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے کھانے سے پہلے کھانا نہیں کھاتے تھے (۵۷)۔

غیر مسلم کو سلام کا جواب دینا:

امام ابن قیم رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ کافر اگر السام علیکم کے الفاظ سے سلام کرے یا اس کے الفاظ میں کوئی شک ہو کہ کیا الفاظ استعمال کر رہا ہے تو اس صورت میں اسے صرف 'وعلیکم' کے الفاظ سے جواب دینا چاہیے اور

Marfat.com

اگر یہ بات ثابت ہو کہ کافر نے 'السلام علیکم' کے الفاظ سے سلام کیا ہے تو اس صورت میں شرعی دلائل کی روشنی میں اسے 'وعلیک السلام' سے جواب دینا چاہیے کیونکہ یہ عدل واحسان پر مبنی بات ہے اور ہمیں عدل واحسان کا حکم دیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِذَا حُيِّيْتُم بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوْهَا﴾ (۵۸)

(اور جب تمہیں درازی عمر کی دعا دی جائے تو تم بھی اس سے بہتر دعا دو یا کم از کم وہی لوٹا دو)۔

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ نے بعض شافعیہ سے 'فتح الباری' میں یہ نقل کیا ہے کہ انہیں جواب میں 'علیکم السلام' کہنا جائز ہے لیکن رحمت کی دعا ان کے لیے نہ کرے اور اس کی دلیل انھوں نے قرآن کی اس آیت کو بنایا ہے:

﴿فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَقُلْ سَلَامٌ﴾ (۵۹)

(آپ ان مشرکین سے درگزر کریں اور انہیں سلام کہیں)۔

بعض روایات میں اس بات کی وضاحت موجود ہے کہ آپ کی طرف سے مسلمانوں کو 'علیک' کے الفاظ میں جواب دینے کی ہدایت اس صورت میں تھی جبکہ یہود 'السام علیک' کے الفاظ سے سلام کرتے تھے۔ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

﴿اذا سلم عليكم اليهود فانما يقول أحدهم السام عليك فقل وعليك﴾ (۶۰)

(جب یہود تم پر سلام بھیجیں اور وہ درحقیقت تمہیں 'السام علیک' یعنی تم پر ہلاکت ہو کہتے ہیں۔ پس تم ان کے جواب میں 'وعلیک' کہو)۔

حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک مسلمان کا غیر مسلم سے مصافحہ کرنا مکروہ ہے۔ حنفیہ کا کہنا یہ ہے کہ اگر کوئی عیسائی پڑوسی ایسا ہو جو عرصۂ دراز کے بعد گھر واپس آیا ہو تو اس سے مصافحہ کیا جا سکتا ہے۔ حنابلہ نے بھی غیر مسلم سے مصافحہ کو مکروہ قرار دیا ہے (۶۱)۔

البتہ مالکیہ نے اسے ناجائز قرار دیا ہے اور ان کی دلیل یہ ہے کہ شریعت کے عمومی دلائل میں یہ رہنمائی موجود ہے کہ وہ مسلمانوں کو غیر مسلموں سے الگ اور علیحدہ رکھنا چاہتی ہے، لہٰذا ان سے مصافحہ کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ مصافحہ کسی کو قریب کرنے کا ذریعہ ہے (۶۲)۔

ہمیں اس مسئلے میں کوئی صریح دلیل نہیں ملی جو غیر مسلموں سے مصافحے کی ممانعت پر دلالت کرنے والی ہو۔ دوسری بات یہ ہے کہ قرآن کے عمومی دلائل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو کفار حربی نہ ہوں ان سے حسن سلوک کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ﴾ (۶۳)

Marfat.com

(اللہ تعالیٰ تمہیں ان کفار سے حسن سلوک اور انصاف کرنے سے منع نہیں کرتا جنھوں نے تم سے دین کے معاملے میں کوئی لڑائی نہ کی ہو اور تمہیں تمھارے گھروں سے نہ نکالا ہو اور تم ان کے ساتھ انصاف کرو، بیشک اللہ انصاف کرنے والوں کے ساتھ محبت کرتا ہے)۔

زیادہ سے زیادہ یہی کہا جاسکتا ہے کہ غیر مسلم سے مصافحہ میں پہل نہیں کرنی چاہیے لیکن اگر وہ ہاتھ بڑھادے تو جواباً مصافحہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور نہ اس کی ممانعت کی کوئی شرعی دلیل ہی موجود ہے۔

غیر مسلم کے برتن اور کپڑے وغیرہ کے استعمال کا حکم:

جو برتن غیر مسلم افراد یا کمپنیاں تیار کرتی ہیں ان کی خرید وفروخت یا استعمال کے مباح ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ البتہ جو برتن ان کے استعمال میں ہوں ان کے بارے میں سوال یہ ہے کہ ان کا استعمال صحیح ہے یا نہیں؟ اگر صحیح ہے تو اس کے ساتھ کچھ شرائط ہیں یا نہیں؟ اس کا جواب متعدد احادیث میں ملتا ہے۔

حضرت ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ ہم لوگ ایسے علاقے میں رہتے ہیں جہاں اہلِ کتاب ہیں، کیا ہم ان کے برتن کھانے کے لیے استعمال کر سکتے ہیں؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا:

﴿فإن وجدتم غير آنيتهم فلا تأكلوها وإن لم تجدوا فاغسلوها ثم كلوا فيها﴾ (۶۴)

(اگر تمھیں ان کے برتنوں کے علاوہ دوسرے برتن دستیاب ہوں تو ان کے برتنوں میں نہ کھاؤ لیکن اگر دستیاب نہ ہوں تو انھیں دھولو پھر ان میں کھاؤ)۔

حضرت ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ ہی کی ایک اور روایت سے اس کی وجہ بھی سامنے آتی ہے۔ اس روایت میں ان کا سوال ان الفاظ میں نقل ہوا ہے:

﴿إنا نجاور أهل الكتاب وهم يطبخون في قدورهم الخنزير و يشربون في آنيتهم الخمر﴾

(ہم اہلِ کتاب کے پڑوس میں رہتے ہیں اور وہ اپنی ہانڈیوں میں خنزیر کا گوشت پکاتے اور اپنے برتنوں میں شراب پیتے ہیں (کیا یہ برتن ہم استعمال کر سکتے ہیں)۔

اس کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿إن وجدتم غيرها فكلوا فيها واشربوا وإن لم تجدوا غيرها فارحضوها بالماء﴾ (۶۵)

(اگر تمھیں ان برتنوں کے علاوہ دوسرے برتن دستیاب ہوں تو تم ان ہی میں کھاؤ اور پیو۔ اگر

Marfat.com

دوسرے برتن نہ ہوں تو انھیں پانی سے دھوکر صاف کرلو)۔
اس سے صاف واضح ہے کہ یہ اہلِ کتاب یا غیر مسلموں کے ان برتنوں کا حکم ہے جنھیں وہ حرام اور ناپاک چیزوں کے پکانے اور کھانے پینے کے لیے استعمال کرتے تھے اور جو برتن ان چیزوں کے لیے استعمال نہ ہوں ان کے بارے میں یہ حکم نہ ہوگا کہ ''اہتمام کے ساتھ پاک صاف کر کے بدرجہ مجبوری استعمال کیا جائے''۔
اس سے ایک بات یہ بھی نکلتی ہے کہ اچھی طرح دھودینے کے بعد ہر طرح کے برتن استعمال کیے جاسکتے ہیں۔
حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوات میں شریک ہوتے تھے۔ مشرکین کے کھانے پینے کے جو برتن ہاتھ آتے انھیں استعمال کرتے تھے۔ آپ اس پر کوئی اعتراض نہیں فرماتے تھے (٦٦)۔

غیر مسلم کے کپڑے کے استعمال کرنے کا حکم:

غیر مسلم بنکروں یا ان کے کارخانوں کے تیار کردہ کپڑے کا استعمال بالاتفاق جائز ہے۔ البتہ ان کے استعمال شدہ کپڑوں کے بارے میں علماء کے یہاں کچھ تفصیل ملتی ہے:
علامہ ابن قدامہ حنبلی کہتے ہیں کہ اہلِ کتاب کے استعمال شدہ کپڑے جیسے عمامہ، طیلسان (وہ چادر جو لباس کے اوپر عبا کی طرح اوڑھی جاتی ہے) یا بدن کے اوپر کے حصے میں استعمال ہونے والے کپڑے تو یہ استعمال کیے جاسکتے ہیں۔ البتہ جسم کے نچلے حصے کے لیے جو کپڑے استعمال ہوتے ہیں ان سے احتراز اولیٰ ہے۔ اس لیے کہ یہ لوگ عبادت کے لیے طہارت کا خیال نہیں رکھتے۔ ابو الخطاب کہتے ہیں کہ اصل چیز طہارت ہے۔ جب تک کسی کپڑے کے ناپاک ہونے کا ثبوت نہ ہو اُسے پاک ہی سمجھنا چاہیے۔
غیر اہل کتاب مجوسیوں اور بت پرستوں کے برتنوں اور کپڑوں کے بارے میں ابو الخطاب کہتے ہیں کہ ان کا حکم بھی اہلِ کتاب ہی کا ہے یعنی ان کے کپڑے اور برتن پاک سمجھے جائیں گے اور ان کا استعمال جائز ہوگا جب تک کہ ان کے نجس ہونے کا یقین نہ ہو۔ یہی امام شافعی کا مسلک ہے۔
یہ تو استعمالی کپڑوں کا حکم ہے۔ وہ کپڑے جو غیر مسلم تیار کرتے ہیں وہ پاک ہیں۔ ان میں نماز پڑھی جاسکتی ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام یہی کپڑے استعمال کرتے تھے۔ فقہاء کی عام رائے یہی ہے (٦٧)۔

غیر مسلموں سے تحائف کا تبادلہ:

تحفے تحائف کا تبادلہ سماجی اور معاشرتی زندگی کا ایک خوش گوار تقاضا ہے۔ اس سے تعلقات کو بہتر بنانے میں مدد ملتی ہے۔ بعض اوقات اس سے سیاسی فوائد بھی حاصل ہوتے ہیں۔
احادیث میں غیر مسلموں کو تحفے دینے اور ان کے تحفے قبول کرنے کا ثبوت موجود ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو غیر

Marfat.com

مسلم سلاطین اور سربراہانِ مملکت نے تحفے پیش کیے اور آپؐ نے قبول فرمائے۔ بعض اوقات آپؐ نے خود بھی انھیں تحفے عنایت کیے۔

یہاں اس سلسلے کے بعض واقعات کا ذکر کیا جارہا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

﴿إنّ كسرىٰ أهدىٰ له فقبل وإنّ الملوك أهدوا إليه فقبل منهم﴾(۶۸)

(کسریٰ 'شاہ ایران' نے آپ ﷺ کو ہدیہ پیش کیا آپ ﷺ نے قبول کیا (اسی طرح) بادشاہوں نے آپ ﷺ کو ہدیے دیئے آپ ﷺ نے قبول فرمائے۔)

حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی کی ایک اور روایت میں کسریٰ کے ساتھ قیصر کا بھی ذکر ہے۔ اس کے الفاظ ہیں:

﴿أهدىٰ كسرىٰ لرسول الله ﷺ فقبل منه وأهدىٰ له قيصر فقبل منه وأهدت له الملوك فقبل منهم﴾(۶۹)

(کسریٰ نے رسول اللہ ﷺ کو ہدیہ دیا۔ آپ ﷺ نے قبول کیا، قیصر نے ہدیہ دیا آپ ﷺ نے قبول کیا اور (دوسرے) بادشاہوں نے آپ ﷺ کو ہدیے دیئے، آپ ﷺ نے قبول فرمائے)۔

غزوۂ تبوک سنہ ۹ھ میں ہوا تھا۔ حضرت ابوحُمید ساعدی رضی اللہ عنہ اس کے واقعات کے ذیل میں بیان کرتے ہیں کہ اَیلہ کے بادشاہ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بطور تحفہ ایک سفید خچر پیش کیا اور ایک چادر پہنائی (اس نے آپؐ سے مصالحت کی اور جزیہ ادا کیا) آپؐ نے اس کے علاقے پر اس کا قبضہ باقی رکھا (۷۰)۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ اکیدر دومہ نے رسول اللہ ﷺ کو ایک ریشمی کُرتا بطور ہدیہ بھیجا تھا، لوگ اسے تعجب سے دیکھنے لگے تو آپؐ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے جنت میں سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے رومال اس سے عمدہ ہیں"(۷۱)۔

غیر مسلم کے عطیات سے فائدہ اٹھانا:

ایک غیر مسلم کے عطیات سے مسلمان استفادہ کر سکتے ہیں یا نہیں؟ تو اس بارے شریعت کے عمومی دلائل سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس کی رخصت اور اجازت ہے بشرطیکہ اس میں جھوٹ اور دھوکے وغیرہ کا عنصر نہ ہو۔ مثلاً یورپ میں مقیم مسلمانوں کا اپنی حکومتوں سے بے روزگاری الاؤنس لینا یا کسی مسلمان کا کسی مغربی ملک میں اعلیٰ تعلیم کے لیے وہاں کے اداروں سے اسکالرشپ لینا وغیرہ۔ اس کی دلیل قرآن کی درج ذیل آیت ہے:

﴿ وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَّكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ﴾(۷۲)

(اور اہل کتاب کا کھانا تمھارے لیے حلال ہے اور تمھارا کھانا ان کے لیے حلال ہے)۔

اور ایک جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

Marfat.com

﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ أَنفِقُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ آمَنُوا أَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ يَشَاءُ اللّٰهُ أَطْعَمَهُ إِنْ أَنتُمْ إِلَّا فِيْ ضَلَالٍ مُّبِيْنٍ﴾ (۷۳)

(اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم خرچ کرو اس میں سے جو اللہ نے تمہیں رزق دیا ہے تو جن لوگوں نے کفر کیا وہ کہتے ہیں: کیا ہم ان کو کھلائیں کہ جنہیں اگر اللہ چاہتا تو خود کھلا دیتا۔ (اے مسلمانو) تم تو صریح گمراہی میں مبتلا ہو)۔

غیر مسلم کو زکوٰۃ دینا:

غیر مسلم کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے؛ اہل علم کا اس مسئلے میں اتفاق ہے۔ امام ابن قدامہ لکھتے ہیں:

﴿لا نعلم بين أهل العلم خلافا في أن زكاة الأموال لا تعطى لكافر ولا لمملوك﴾ (۷۴)

(ہمیں اس مسئلے میں اہل علم میں سے کسی کے اختلاف کا علم نہیں ہے کہ زکوٰۃ کا مال نہ تو کافر کو دیا جائے گا اور نہ ہی غلام کو)۔

امام ابن منذر فرماتے ہیں:

﴿واجمعوا على أن الذمي لا يعطى من زكاة الأموال شيئا﴾ (۷۵)

(علماء کا اس مسئلے میں اجماع ہے کہ زکوٰۃ کے مال میں سے ذمی کو کچھ بھی نہ دیا جائے گا)۔

اس اجماع کی دلیل درج ذیل روایت ہے:

﴿تؤخذ من أغنيائهم وترد في فقرائهم﴾ (۷۶)

(زکوٰۃ یعنی مسلمانوں کے اغنیاء سے وصول کی جائے گی اور ان کے فقراء میں لوٹا دی جائے گی)۔

کافر پر نفلی صدقہ کرنا:

حنابلہ، شافعیہ کے مشہور مذہب اور امام محمد ؒ کے نزدیک کافر پر نفلی صدقہ کرنا جائز ہے، چاہے ذمی ہو یا حربی (۷۷)۔

اس موقف کی دلیل قرآن کی درج ذیل آیت ہے:

﴿وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْناً وَيَتِيْماً وَأَسِيْراً﴾ (۷۸)

(اور وہ مال کی محبت کے باوجود مساکین، یتیموں اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں)۔

اسی طرح اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے: ﴿وفي كل كبد رطبة أجر﴾ (۷۹)۔ (اور ہر تر جگر رکھنے والے (یعنی زندہ) مخلوق کو کھلانے پلانے میں اجر و ثواب ہے)۔

Marfat.com

بعض حنفیہ اور شافعیہ کا قول یہ ہے کہ معاہد غیر مسلم کو نفلی صدقہ دیا جاسکتا ہے لیکن حربی کافر کے لیے کسی قسم کا بھی صدقہ حلال نہیں ہے (۸۰)۔

غیر مسلم کی وراثت پانا:

جمہور علماء یعنی ائمہ اربعہ کا موقف یہ ہے کہ مسلمان کافر کا وارث نہیں ہوگا اور درج ذیل حدیث کا ظاہری مفہوم بھی یہی ہے:

﴿لا یرث المسلم الکافر ولا الکافر المسلم﴾(۸۱)

(مسلمان کافر کا وارث نہیں بنے گا اور نہ ہی کافر مسلمان کا وارث ہوگا)۔

جبکہ اہل علم کی ایک جماعت کا کہنا یہ ہے کہ اگر غیر مسلم حربی نہ ہو تو اس صورت میں مسلمان اس کا وارث ہوگا۔ یہ موقف حضرت معاذ بن جبل ؓ، معاویہ بن ابی سفیان ؓ، محمد بن حنفیہ ؒ، محمد بن علی بن الحسین ؒ، سعید بن میسب ؒ، مسروق ؒ اور شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ ؒ کا ہے۔ ان علماء کا کہنا یہ ہے کہ مسلمان تو کافر کا وارث ہوگا لیکن کافر مسلمان کا وارث نہیں ہوگا جیسا کہ ہمارے لیے ان اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح جائز نہیں ہے۔ ان علماء نے اللہ کے رسولؐ کی حدیث کا معنی یہ کیا ہے کہ ذمی، منافق اور مرتد کا تو مسلمان وارث ہوگا لیکن حربی کا نہ ہوگا۔ ان اہل علم نے اس سے بھی استدلال کیا ہے کہ اللہ کے رسولؐ کے زمانے میں ان منافقین کی وراثت بھی مسلمانوں میں جاری ہوتی تھی کہ جن کے کفر اور نفاق کی گواہی قرآن نے دی۔

دوسرا موقف اس لحاظ سے عقل و منطق کے مطابق ہے کہ اگر کسی مسلمان کا والد مرتد ہو کر مر جائے تو اس میں اولاد کا کیا قصور ہے جو وہ وراثت سے محروم رہے گی؟ ہاں! اگر کسی مسلمان کی اولاد مرتد ہو جائے تو اس اولاد کو وراثت سے بطور سزا محروم رکھنا تو سمجھ میں آتا ہے۔

اسی طرح اگر کسی غیر مسلم کی اولاد مسلمان ہو جاتی ہے اور اسے یہ نوید بھی سنائی جائے کہ تمہارے اسلام قبول کرنے سے تم اپنے والدین کی وراثت سے محروم ہو جاؤ گے تو اس صورت میں ہم غیر مسلموں پر اسلام کی قبولیت کے دروازے بند کر دیں گے جبکہ یہ بات اچھی طرح ہم میں سے ہر شخص پر واضح ہے کہ آج کے دور میں اسلام قبول کرنے والوں کا ایمان اس قدر مضبوط اور قوی نہیں ہوتا کہ وہ معاشرے، خاندان اور اپنے سابقہ اہل مذہب سے مجادلہ کرنے کے ساتھ ساتھ مزید کسی آزمائش کا سامنا کر سکیں، خاص طور پر ان حالات میں جبکہ ان کا تعلق کسی پسے ہوئے معاشرتی طبقے سے ہو اور ان کے معاشی حالات نے انہیں دوبارہ کفر کے قریب بھی کر دیا ہو۔

غیر مسلم کے لیے وصیت کرنا:

جمہور اہل علم کے نزدیک غیر مسلم کے حق میں وصیت کرنا جائز ہے اور اس کی دلیل قرآن کی درج

Marfat.com

یل آیت ہے:

﴿إِلَّا أَنْ تَفْعَلُوْا إِلىٰ أَوْلِيَآئِكُمْ مَعْرُوْفاً﴾ (۸۲)

(سوائے اس کے کہ تم اپنے رشتے داروں کے ساتھ کوئی معروف معاملہ کرو)۔

ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے بارے مروی ہے کہ انھوں نے اپنے یہودی بھائی کے حق میں ایک ہزار دینار کی وصیت کی تھی (۸۳)۔

غیر مسلم کی عیادت کرنا:

احادیث سے غیر مسلم کی عیادت کا بھی ثبوت ملتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ نفس نفیس غیر مسلم اشخاص کی عیادت کی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بنونجار کے ایک شخص کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے (اس دوران میں) اس سے کہا اے ماموں! آپ لا الہ الا اللہ کا اقرار کیجیے۔ اس نے کہا کہ میں ماموں ہوں یا چچا؟ آپ نے فرمایا: نہیں ماموں ہیں (اس لیے کہ آپ کی والدہ حضرت آمنہ کا تعلق مدینہ سے تھا) اس نے کہا کہ کیا لا الہ الا اللہ کا اقرار میرے حق میں بہتر ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ہاں (۸۴)۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی کی روایت ہے کہ یہودی لڑکا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا۔ وہ بیمار ہوا تو آپ اس کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے، اس کے سرہانے بیٹھے۔ اس سے کہا کہ تم اسلام لے آؤ۔ اس نے اپنے باپ کی طرف دیکھا جو اس کے قریب ہی بیٹھا تھا۔ اس نے کہا ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات مان لو چنانچہ وہ اسلام لے آیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے یہ کہتے ہوئے نکلے کہ اللہ کا شکر اس نے اس بچے کو جہنم سے بچالیا (۸۵)۔

ان روایات سے مشرکین اور یہود کی عیادت کرنے کا ثبوت ملتا ہے۔ اسلام کا پیش کرنا تو خیر خواہی کا تقاضا ہے۔ آدمی جسے حق سمجھے گا اسے وہ ہر حال میں پیش کرنے کی کوشش کرے گا۔ فقہاء نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اسوہ سے یہ ثابت کیا ہے کہ غیر مسلموں کی عیادت اور تعزیت جائز ہے، اس میں اَز رُوئے شرع کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔

حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ کوئی غیر مسلم بیمار ہو جائے تو اس کے مسلمان رشتہ دار کو اس کی عیادت کرنی چاہیے۔

﴿إن كانت قرابة قريبة بين مسلم وكافر فليعد المسلم الكافر﴾ (۸۶)

(اگر مسلمان اور کافر کے درمیان قریبی رشتے داری ہے تو مسلمان کو کافر کی عیادت کرنی چاہیے)۔

کسی سے قرابت اور رشتے داری ہو تو اس کے حقوق زیادہ ہیں لیکن یہ عیادت کے لیے شرط نہیں ہے، یہ ایک دینی، اخلاقی بلکہ انسانی تقاضا ہے جسے پورا ہونا چاہیے۔ سلیمان بن موسیٰ کہتے ہیں:

﴿نعود بني النصارىٰ وإن لم تكن بيننا وبينهم قرابة﴾ (۸۷)

Marfat.com

(ہم لوگ نصاریٰ کی اولاد کی عیادت کرتے ہیں اگر چہ کہ ہمارے اور ان کے درمیان قرابت نہیں ہے)۔

فقہ حنفی میں عمومی انداز میں کہا گیا ہے:

﴿ولا بأس بعيادة اليهودى والنصرانى لأنه نوع برٍّ فى حقهم وما نهينا عن ذلك﴾ (۸۸)

(یہودی اور نصرانی کی عیادت میں کوئی حرج نہیں ہے اس لیے کہ یہ ان کے حق میں ایک طرح کی بھلائی اور حسن سلوک ہے، اس سے ہمیں منع نہیں کیا گیا ہے۔)

درمختار میں ہے کہ اس بات پر اجماع ہے کہ ذمی کی عیادت جائز ہے، مجوسی کی عیادت کو بھی صحیح قول کے مطابق جائز قرار دیا گیا ہے (۸۹)۔

غیر مسلم کی تعزیت:

جمہور علماء کے نزدیک کسی غیر مسلم سے اس کے رشتے دار کی وفات پر تعزیت کی جاسکتی ہے اور اس تعزیت کے لیے مختلف الفاظ فقہاء سے مروی ہیں۔

غیر مسلم کا نماز جنازہ پڑھنا درست نہیں ہے کیونکہ کفار اور مشرکین کے لیے مغفرت کی دعا سے اہل اسلام کو منع کیا گیا ہے اور نماز جنازہ مغفرت کی دعا ہوتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا أَنْ يَسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْا أُوْلِيْ قُرْبٰى﴾ (۹۰)

(نبیؐ اور اہل ایمان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ مشرکین کے لیے استغفار کی دعا کریں، اگر چہ وہ رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں)۔

البتہ کسی غیر مسلم عزیز یا دوست کے کفن دفن کے عمل میں شریک ہو سکتے ہیں۔

کسی کے عزیز و قریب کا انتقال ہو تو اس کا یہ حق ہے کہ اس کی تعزیت کی جائے اور اس کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کیا جائے۔ جس طرح مسلمان کی تعزیت کی جاتی ہے، غیر مسلم کی بھی تعزیت کی جانی چاہیے۔ یہ ایک سماجی تقاضا بھی ہے اور اسلام کی تعلیم کے عین مطابق بھی۔ البتہ اس موقع پر کوئی ایسی بات زبان سے نہیں نکلنی چاہیے جو ایک مسلمان کے عقیدہ کے خلاف ہو۔

امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے دریافت کیا کہ یہودی یا نصرانی کی اولاد یا قرابت دار کا انتقال ہو جائے تو کیسے تعزیت کی جائے؟ فرمایا اس طرح کہے:

''اللہ تعالیٰ نے موت اپنی ہر مخلوق کے لیے لکھ دی ہے (اس سے کسی کو رستگاری نہیں) ہماری دعا ہے کہ موت جو ہماری نگاہوں سے اوجھل ہے، جب آئے تو خیر کے ساتھ آئے۔ ﴿انا لله وانا اليه راجعون﴾۔ جو

Marfat.com

مصیبت آئی ہے اس پر صبر کرو۔ اللہ تعالیٰ تمھاری تعداد نہ گھٹائے (تمھاری نسل میں کمی نہ ہو) (۹۱)۔

امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ حضرت حسن بصریؒ کے پاس ایک نصرانی آیا اور وہ آپ کی مجلس میں بیٹھا کرتا تھا۔ جب اس کا انتقال ہوا تو انھوں نے اس کے بھائی سے تعزیت کی۔ فرمایا تم پر جو مصیبت آئی ہے اللہ تعالیٰ تمھیں اس کا وہ ثواب عطا کرے جو تمھارے ہم مذہب لوگوں کو عطا کرتا ہے۔ موت کو ہم سب کے لیے برکت کا باعث بنائے اور وہ ایک خیر ہو جس کا ہم انتظار کریں جو مصیبت آئی ہے اس پر صبر کا دامن نہ چھوڑو (۹۲)۔

اس طرح نہ صرف یہ کہ تعزیت کا جواز نکلتا ہے بلکہ کہا گیا ہے کہ کسی یہودی یا مجوسی کے بچے کا انتقال ہو جائے تو اس کے مسلمان پڑوسی کو اس کی تعزیت کرنی چاہیے اور کہنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا بہت اچھا جانشین عطا فرمائے اور آپ کے حالات کو بہتر بنائے۔

یہ ہے اس رویے کی ایک جھلک جسے غیر مسلموں کے سلسلے میں اپنانے کی قرآن وحدیث نے تعلیم دی ہے اور جس کی قانونی اور اخلاقی حیثیت پر ہمارے علماء وفقہاء نے بحث کی ہے۔

غیر مسلم کا پانی پاک ہے:

اسلام کا نقطہ نظر یہ ہے کہ پانی اصلاً پاک ہے۔ کسی فرد کے ہاتھ لگانے سے وہ ناپاک نہیں ہو جاتا۔ وہ ناپاک اس وقت ہوتا ہے جب کہ اس میں کسی نجس اور ناپاک چیز کی آمیزش ہو جائے۔ چنانچہ رسول اکرم ﷺ اور صحابہ کرام نے غیر مسلموں کا پانی کھانے پینے حتیٰ کہ عبادات تک کے لیے استعمال کیا ہے۔

حضرت عمران بن حصین ؓ ایک سفر کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ رات میں، ہم نے ایک جگہ پڑاؤ ڈالا۔ صبح سب کی آنکھ لگ گئی۔ نماز قضا ہو گئی۔ فوراً بعد میں ادا کی گئی۔ ہمارے پاس پانی ختم ہو چکا تھا۔ شدید پیاس لگی ہوئی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے کچھ سواروں کے ساتھ مجھے پانی کی تلاش میں بھیجا۔ جب ہم نکلے تو دیکھا کہ ایک عورت پانی سے بھرے ہوئے دو مشکیزے اپنی اونٹنی پر لیے جا رہی ہے۔ ہم نے اس سے دریافت کیا کہ پانی کہاں مل سکتا ہے؟ اس نے کہا قریب میں پانی نہیں ہے۔ میں اپنے قبیلے سے ایک دن اور ایک رات کا فاصلہ طے کر کے پانی لا رہی ہوں۔ اس نے بتایا کہ وہ ایک بیوہ عورت ہے اور اس کے چھوٹے چھوٹے یتیم بچے ہیں۔ ہم اسے لے کر رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں پہنچے۔ آپ ﷺ کے حکم پر اونٹنی کو بٹھایا گیا۔ آپ ﷺ نے مشک پر دست مبارک رکھا۔ تھوڑا سا پانی لے کر اس سے کلی کی۔ اس کے بعد آپ ﷺ کا یہ معجزہ دیکھنے میں آیا کہ ہم چالیس افراد تھے ہم سب نے اس سے پانی پیا اور ہمارے پاس جو چھوٹے بڑے برتن تھے سب بھر لیے۔ ایک صاحب کو غسل کی حاجت تھی۔ انھیں اس کے لیے پانی دیا گیا۔ اس کے باوجود یوں محسوس ہو رہا تھا کہ مشکیزے اس قدر بھرے ہوئے ہیں کہ پھٹے جا رہے ہیں۔ آپؐ نے اس عورت سے فرمایا دیکھو ہم نے تمھارا پانی کم نہیں کیا ہے پھر آپ ﷺ کے حکم سے ہم لوگوں نے بچی ہوئی روٹی کے ٹکڑے اور کھجوریں اسے دیں۔

Marfat.com

آپ ﷺ نے اس سے کہا جاؤ یہ اپنے بچوں کو کھلاؤ۔ اس نے اپنے قبیلہ میں پہنچ کر پورا واقعہ سنایا تو سب لوگ اسلام لے آئے (۹۳)۔

﴿توضأ عمر بالحميم من بيت نصرانية﴾ (۹۴) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت ہے کہ انھوں نے شام کے سفر میں ایک نصرانی عورت کے گھر سے گرم پانی لے کر وضو کیا۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے اس روایت کو یوں نقل کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک نصرانی عورت کے گھڑے سے پانی لے کر وضو کیا۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اہلِ کتاب کے پانی کو اس تفصیل میں گئے بغیر کہ وہ کس قسم کا پانی ہے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مشرک کے پانی سے وضو کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ وہ اگر اپنی عبادت کے لیے وضو کرتا ہو تو اس کے بچے ہوئے پانی سے بھی وضو کیا جا سکتا ہے۔ ہاں اگر متعین طور پر یہ معلوم ہو کہ پانی نجس ہے تو وضو صحیح نہ ہوگا (۹۵)۔

غیر مسلم سے مضاربت کرنا:

فقہاء کا اس مسئلے میں اختلاف ہے کہ غیر مسلموں سے مضاربت جائز ہے یا نہیں؟ حنفیہ اور حنابلہ کا کہنا یہ ہے کہ غیر مسلموں سے مضاربت جائز ہے۔ شافعیہ اور مالکیہ کے نزدیک یہ مضاربت مکروہ ہے کیونکہ غیر مسلم اپنے مال میں حلال وحرام کی پروا نہیں کرتا، لہٰذا اس کے ساتھ مشارکت ناپسندیدہ ہے (۹۶)۔

اس مسئلے میں حنفیہ اور حنابلہ کا قول راجح ہے کیونکہ فی زمانہ حلال وحرام کی پروا تو مسلمانوں میں بھی نہیں ہے لیکن ان کے ساتھ عدم مشارکت کو کسی نے ناجائز قرار نہیں دیا ہے لہٰذا غیر مسلم کا حلال وحرام کی پروا نہ کرنا کوئی معقول وجہ نہیں ہے کہ جس کی بنیاد پر اس کے ساتھ معاملات کو حرام قرار دیا جائے۔ اللہ کے رسولؐ سے صحیح روایات سے یہ بات ثابت ہے کہ آپ ﷺ یہود کے ساتھ قرض کا معاملہ کر لیا کرتے تھے۔ صحیح بخاری کی ایک روایت کے مطابق آپ ﷺ کی وفات اس حالت میں ہوئی کہ آپ ﷺ کی زرہ ایک یہودی کے پاس قرض کے عوض رہن رکھی گئی تھی۔ اسی طرح بعض صحابہ یہود کے ہاں اجرت پر کام بھی کیا کرتے تھے۔ غزوۂ خیبر کے موقع پر خیبر کے یہودیوں کے ساتھ اجتماعی سطح پر مزارعت اور بٹائی کا معاملہ کیا ہے۔ لہٰذا اس مسئلے میں اصل یہ ہے کہ غیر مسلم کے ساتھ جس کاروبار میں شراکت ہو وہ کاروبار فی نفسہٖ جائز ہونا چاہیے اور دوسرا یہ کہ شراکت شرعی اصولوں کے مطابق ہو۔

غیر مسلموں کی عید/ کرسمس وغیرہ میں شرکت کرنا:

غیر مسلموں کی عید میں شرکت کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ ان باطل ادیان کے شعائر میں سے ہے اور

Marfat.com

س میں شرکت کرنا ان کے باطل دین پر رضا مندی کا قرینہ ہے، لہٰذا اس سے اجتناب ضروری ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَاماً﴾ (۹۷)

(اور جو لوگ جھوٹ پر حاضر نہیں ہوتے اور جب کسی لغو کام پر ان کا گزر ہوتا ہے تو بڑے وقار سے گزر جاتے ہیں)۔

امام مجاہد رحمہ اللہ نے اس آیت میں 'الزور' کی تفسیر مشرکین کی عید سے کی ہے۔ ربیع بن انس، قاضی ابو یعلیٰ، ابن سیرین اور ضحاک سے بھی یہی تفسیر مروی ہے۔ ایک روایت کے الفاظ ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ جب مدینہ تشریف لائے تو اہل مدینہ کے ہاں سال میں دو دن ایسے تھے جن میں وہ کھیل کود کرتے تھے تو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

﴿ما هذان اليومان؟ قالوا: كنا نلعب فيهما فی الجاهلية فقال رسول الله: ان الله قد أبدلكم بهما خيرا منهما: يوم الأضحى ويوم الفطر﴾ (۹۸)

(یہ دو دن کیسے ہیں؟ انصار نے جواب دیا: ہم دور جاہلیت میں ان دو دنوں میں کھیلا کودا کرتے تھے۔ پس آپ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ! اللہ تعالیٰ نے تمھیں ان دو دنوں کے بدلے میں ان سے بہتر دو دن عطا کر دیے ہیں اور وہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن ہیں)۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:

﴿اجتنبوا أعداء الله فی عيدهم﴾ (۹۹)

(اللہ کے دشمنوں سے ان کی عید کے بارے میں بچو)۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

﴿ان الأعياد من أخص ما تتميز به الشرائع ومن أظهر مالها من الشعائر فالموافقة فيها موافقة فی أخص شرائع الكفر وأظهر شعائره﴾ (۱۰۰)

(عیدیں کسی بھی مذہب کے خصوصی امتیازات میں سے ہوتی ہیں بلکہ یہ کسی بھی مذہب کے نمایاں ترین شعائر میں سے ہوتی ہیں۔ پس کسی کافر قوم کی عیدوں میں ان کی موافقت کرنا ان کے کفریہ مذاہب کے امتیازات اور نمایاں شعائر میں موافقت کرنا (اور ایسی موافقت اور مشابہت سے ہمیں منع کیا گیا ہے جیسا کہ آپ کا فرمان ہے کہ جس نے جس قوم کی مشابہت اختیار کی، وہ انھی میں سے ہوگا)۔

مذہبی آزادی:

اسلامی ریاست غیر مسلموں کی مذہبی آزادی کو یقینی بنائے گی، انھیں اپنے مذہبی مراسم اور قومی شعائر کو

ادا کرنے کی اجازت ہوگی البتہ اس میں اتنی تفصیل ضروری ہے کہ وہ اپنی بستیوں میں پوری آزادی کے ساتھ پبلک میں اعلان واظہار کے ساتھ ادا کر سکیں گے اور خالص اسلامی آبادیوں میں ادا کرنے کے لیے حکومت سے اجازت لینا ضروری ہوگا۔ حکومت کو اختیار ہے کہ مصالح مسلمین کے لیے وہ کسی اعلان و اظہار پر پابندی لگائے۔ صاحب بدائع لکھتے ہیں:

﴿لا يمنعون من إظهار شئي مما ذكرنا من بيع الخمر والصليب وضرب الناقوس في قرية أو موضع ليس من أمصار المسلمين ولو كان فيه عدد كثير من أهل الاسلام وإنما يكره ذلك في أمصار المسلمين وهي التي يقام فيها الجمع والأعياد والحدود------ وأما اظهار فسق يعتقدون حرمته كالزنا وسائر الفواحش التي حرام في دينهم فانهم يمنعون من ذلك سواء كانوا في أمصار المسلمين أو في أمصارهم﴾(۱۰۱)

(جو بستیاں امصار مسلمین میں سے نہیں ہیں ان میں ذمیوں کو شراب وخنزیر بیچنے، صلیب نکالنے اور ناقوس بجانے سے نہیں روکا جائے گا۔ خواہ وہاں مسلمانوں کی کتنی ہی کثیر تعداد آباد ہو۔ البتہ یہ افعال امصارِ مسلمین میں ناپسندیدہ ہیں یعنی ان شہروں میں جنھیں جمعہ وعیدین اور اقامت حدود کے لیے مخصوص کیا گیا ہو............ رہا وہ فسق جس کی حرمت کے خود وہ بھی قائل ہیں مثلاً زنا اور دوسرے تمام فواحش جو ان کے دین میں حرام ہیں تو اس کے علاوہ ارتکاب سے ان کو ہر حال میں روکا جائے گا خواہ مسلمانوں کے شہروں میں ہوں یا خود اپنے شہروں میں ہوں)۔

عبادت گاہیں:

مسلمان آبادیوں میں غیر مسلموں کے قدیم معابد سے تعرض نہیں کیا جا سکتا۔ اگر ان کی ٹوٹ پھوٹ ہو تو انھیں دوبارہ اسی جگہ پر بنانے کا حق ہے لیکن نئی عبادت گاہیں بنانے کا حق نہیں ہے (۱۰۲)۔

وہ مقامات جو امصار مسلمین نہیں ہیں تو ان میں غیر مسلموں کو نئے معابد بنانے کی بھی عام اجازت ہے۔ اسی طرح وہ مقامات جو امصار مسلمین نہیں رہے یعنی وہاں اقامت جمعہ واعیاد اور اقامت حدود کا سلسلہ بند کر دیا گیا ہو ان میں بھی غیر مسلموں کو نئے معابد کی تعمیر اور اپنے شعائر کے اظہار کا حق ہے۔

امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کی رائے ان الفاظ میں نقل کی ہے:

﴿إن مصر مصرته العرب فليس لهم أن يحدثوا فيه بناء بيعة ولا كنيسة ولا يضربوا فيه بناقوس ولا يظهروا فيه خمراً ولا يتخذوا فيه خنزيراً۔ وكل مصر كانت العجم مصرته ففتحه الله على العرب فنزلوا على حكمهم

Marfat.com

فللعجم ما فی عهدهم وعلی العرب أن یوفوا لهم بذلك﴾(۱۰۳)

(جن شہروں کو مسلمانوں نے آباد کیا ہے ان میں ذمیوں کو یہ حق نہیں ہے کہ نئے معابد و کنائس تعمیر کریں، ناقوس بجائیں یا علانیہ شراب اور سور کا گوشت بیچیں۔ باقی رہے وہ شہر جو عجمیوں کے آباد کیے ہوئے ہیں اور جن کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے ہاتھ پر فتح کیا اور انھوں نے مسلمانوں کے حکم کی اطاعت قبول کر لی تو عجم کے لیے وہی حقوق ہیں جو ان کے معاہدہ میں طے ہو جائیں اور مسلمانوں پر ان کا ادا کرنا لازم ہے)۔

کافر کا مسجد میں داخل ہونا:

شافعیہ، حنابلہ اور امام محمد رحمہ اللہ کا کہنا یہ ہے کہ کافر کسی صورت بھی مسجد حرام میں داخل نہیں ہو سکتا، اگرچہ باقی مساجد میں داخل ہونے کی صورت نکل سکتی ہے۔ ان کی دلیل قرآن کی درج ذیل آیت ہے:

﴿یَآ اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْٓا اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ فَلَا یَقْرَبُوْا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا﴾(۱۰۴)

مالکیہ کا موقف یہ ہے کہ کافر مسجد حرام کی طرح کسی بھی مسجد میں داخل ہونے کا مجاز نہیں ہے اِلّا یہ کسی ضرورت کے تحت داخل ہو۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ مذکورہ بالا آیت جمیع مساجد اور مشرکین کے بارے عام ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے بھی اپنے گورنروں کو ایک خط کے ذریعے اسی کی تاکید کی تھی کہ کوئی بھی مشرک کسی مسجد میں داخل نہ ہو جبکہ حنفیہ کا موقف یہ ہے کہ کفار اور مشرکین مسجد حرام اور ہر مسجد میں داخل ہو سکتے ہیں(۱۰۵)۔ حنفیہ نے اس آیت کی یہ تاویل کی ہے یہ آیت مشرکین عرب کے ساتھ خاص ہے یا اس آیت میں مشرکین کے مکہ میں حرم مکی میں داخلہ سے مراد حج کے لیے داخل ہونا ہے۔

ایک روایت کے الفاظ ہیں:

﴿بعث رسول الله خیلا قبل نجد فجاء ت برجل من بنی حنیفة یقال له ثمامة بن أثال، فربطوه بساریة من سواری المسجد﴾(۱۰۶)

(اللہ کے رسولؐ نے گھڑسواروں کا ایک دستہ نجد کی طرف بھیجا تو وہ بنو حنیفہ کے ایک سردار ثمامہ بن اثال کو پکڑ لائے اور صحابہ نے اسے مسجد نبویؐ کے ستونوں میں سے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا)۔

امام ابن قیم لکھتے ہیں:

﴿وقد صح عن النبی أنه أنزل وفد نصاری نجران فی مسجده وحانت صلاتهم فصلوا فیه وذلك عام الوفود بعد نزول قوله تعالیٰ "انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامهم هذا" فلم تتناول الآیة حرم المدینة ولا

مسجدھا﴾ (۱۰۷)۔ (اللہ کے نبیؐ سے یہ بات صحیح روایت سے ثابت ہے کہ آپؐ نے نجران کے عیسائیوں کے وفد کو مسجد نبویؐ میں بطور مہمان ٹھہرایا تھا اور جب ان کی نماز کا وقت آیا تو انھوں نے مسجد ہی میں نماز پڑھی اور یہ اس سال کا واقعہ ہے جب مختلف قبائل کے وفود اسلام قبول کرنے کے لیے حاضر ہوئے تھے اور یہ واقعہ قرآن کی آیت ﴿انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامھم ھذا﴾ کے نزول کے بعد کا ہے۔ پس یہ ثابت ہوا کہ یہ آیت مبارکہ حرم مدنی اور مسجد نبوی کے حکم کو شامل نہیں ہے لہٰذا حرم مدنی اور مسجد نبوی میں مشرکین کا داخلہ جائز ہے۔ اسی طرح اس کے علاوہ مساجد میں ان کا داخلہ بالاولیٰ جائز ہوگا۔

مفتی اعظم سعودی عرب شیخ بن بازؒ فرماتے ہیں: ﴿أما المسجد الحرام فلا یجوز دخوله لجمیع الکفرة الیھود والنصاریٰ وعباد الأوثان والشیوعین فجمیع الکفرة لا یجوز لھم دخول المسجد الحرام لأن الله سبحانه وتعالی یقول: "یأیھا الذین آمنوا انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامھم ھذا"۔ فمنع سبحانه وتعالیٰ دخولھم المسجد الحرام والمشرکون یدخل فیھم الیھود والنصاریٰ عند الاطلاق فلا یجوز دخول أی مشرك المسجدالحرام لا یھودی ولا نصرانی ولا غیرھما بل ھذا خاص بالمسلمین۔ وأما بقیة المساجد فلا بأس من دخولھم للحاجة والمصلحة ومن ذلك المدینة وان کانت المدینة لھا خصوصیة لکنھا فی ھذه المسالة کغیرھامن المساجد لأن الرسولؐ ربط فیھا الکافر فی مسجد النبیؐ وأقر وفد ثقیف حین دخلوا المسجد قبل أن یسلموا وھکذا وفد النصاریٰ دخلوا المسجده علیه الصلاة والسلام فدل ذلك علی أنه یجوز دخول المسجد النبوی للمشرك وھکذا بقیة المساجد من باب أولی اذا کان لحاجة اما لسؤال أو لحاجة أخری أو لسماع درس لیستفید أو لیسلم ویعلن اسلامه أو ما أشبه ذل ۔ والحاصل: أنه یجوز دخوله اذا کان ھناك مصلحة أما اذا لم یکن ھناك مصلحة فلا حاجة الی دخوله المسجد أو أن یخشی من دخوله العبث فی أثاث المسجد أو النجاسة فیمنع﴾ (۱۰۸)۔ جہاں تک مسجد حرام کا معاملہ ہے تو اس میں کوئی بھی کافر کا داخلہ ممنوع ہے، چاہے وہ یہودی ہو یا عیسائی، بت پرست ہو یا کمیونسٹ۔ جمیع کفار کے لیے مسجد حرام میں داخلہ آیت مبارکہ "یـأیھا الذین آمنوا انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامھم ھذا" کی وجہ سے ممنوع ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مسجد حرام میں مشرکین کے داخلے کو ممنوع قرار دیا ہے اور اس آیت کے اطلاق کے وقت مشرکین میں یہودی، عیسائی اور ان کے علاوہ کفار بھی داخل ہی ہو جائیں گے۔ پس کسی بھی مشرک، یہودی یا عیسائی وغیرہ کے لیے مسجد حرام میں داخلہ ممنوع ہے اور اس میں داخلہ صرف مسلمانوں کے ساتھ خاص ہے۔ جہاں تک بقیہ

Marfat.com

مساجد کا معاملہ ہے تو ان میں سے کسی ضرورت اور مصلحت کے تحت کفار کے داخلے میں کوئی ممانعت نہیں ہے اور ان مساجد میں مسجد نبوی بھی شامل ہے۔ مسجد نبویؐ کو اگرچہ دیگر مساجد کی نسبت خصوصی امتیازات حاصل ہیں لیکن اس مسئلے میں اس کا حکم بھی عام مساجد ہی کا ہے کیونکہ اللہ کے رسولؐ نے ایک کافر کو مسجد نبویؐ میں باندھ کر رکھا تھا۔ اسی طرح آپ ﷺ نے بنو ثقیف کے وفد کو بھی اسلام قبول کرنے سے پہلے مسجد نبویؐ ہی میں ٹھہرایا تھا۔ اسی طرح عیسائیوں کا وفد بھی آپ ﷺ کے پاس مسجد نبویؐ ہی میں رہا تھا۔ یہ تمام واقعات اس بات کی دلیل ہیں کہ مسجد نبویؐ میں مشرکین کا داخلہ جائز ہے۔ اور اس طرح بقیہ مساجد میں بالاولیٰ جائز ہوگا بشرطیکہ یہ داخلہ کسی ضرورت یا سوال یا حاجت وغیرہ کے لیے ہو یا کسی درس سے استفادہ کے لیے ہو یا اسلام کی قبولیت کا اعلان کرنے کے لیے ہو یا اس قسم کی کسی ضرورت کے تحت ہو۔ پس کافر کا مسجد میں کسی مصلحت کے تحت داخل ہونا جائز ہے لیکن اگر کوئی مصلحت نہ ہو اور اس کے مسجد میں داخل ہونے کی کوئی ضرورت بھی محسوس نہ ہو یا اس کے مسجد میں داخل ہونے سے مسجد کے اثاثہ وغیرہ کا بے کار استعمال ہو رہا ہو تو اس صورت میں اسے مسجد میں داخلے سے منع کر دیا جائے گا۔

اس مسئلے میں راجح موقف حنابلہ کا معلوم ہوتا ہے جو نصوص کے قریب تر اور قابل فہم ہے۔ پس کافر کا کسی مسجد میں دعوتی مقاصد یا کسی دینی ضرورت اور مصلحت کے تحت داخلہ ہو تو اس کی اجازت ہے لیکن مسجد کو کفار کے لیے ایک سیر گاہ یا پکنک پوائنٹ (Picnic Point) بنا دینا بالکل بھی جائز نہیں ہے جیسا کہ شاہ فیصل مسجد، اسلام آباد کا معاملہ ہے۔

عام ملکی قانون:

شخصی معاملات میں انھیں استثناء حاصل ہے لیکن عام ملکی قانون میں ان کی وہی حیثیت ہوگی جو عام مسلمان شہری کی مثلاً وہ فوجداری اور دیوانی قانون میں مسلمانوں کے مساوی حیثیت رکھتے ہیں۔ تعزیرات کا قانون مسلم و غیر مسلم کے لیے یکساں ہوگا۔ جرائم کی جو سزا مسلمان کو دی جائے گی وہی غیر مسلم کو دی جائے گی۔ غیر مسلم کا مال مسلمان چرا لے یا مسلمان کا مال غیر مسلم چرا لے دونوں صورتوں میں اسلامی حد نافذ ہوگی۔ غیر مسلم کسی مرد یا عورت پر زنا کی تہمت لگائے یا مسلمان ایسا کرے دونوں صورتوں میں ایک ہی حدِ قذف جاری ہوگی۔ اسی طرح زنا کی سزا بھی غیر مسلم اور مسلم کے لیے یکساں ہے البتہ شراب کے معاملے میں غیر مسلموں کو استثناء حاصل ہے (۱۰۹)۔

آزادی تحریر و تقریر:

غیر مسلموں کو اسلامی ریاست میں تحریر و تقریر اور اپنی رائے اور مافی الضمیر کے اظہار کی اور اجتماع کرنے کی وہی آزادی حاصل ہوگی جو مسلمانوں کو حاصل ہے۔ اس سلسلے میں جو قانونی پابندیاں مسلمانوں کے

Marfat.com

لیے ہوں گی وہی ان کے لیے بھی ہوں گی۔

۱۔ غیر مسلم قانون کی حدود میں رہتے ہوئے حکومت پر، اس کے حکام پر اور خود رئیس مملکت پر آزادانہ تنقید کر سکیں گے۔

۲۔ قانون کی حدود کے اندر غیر مسلموں کو مذہبی بحث ومباحثہ کی ویسی ہی آزادی ہوگی جیسی مسلمانوں کو۔

۳۔ وہ اپنے مذہب کی حقیقت اور اس کی خوبیاں بیان کرنے میں پوری طرح آزاد ہوں گے۔ اگر ایک غیر اسلامی مذہب کا پیرو کسی دوسرے غیر اسلامی مذہب کو قبول کرے تو اسلامی حکومت کو اس پر کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ اسی طرح ایک غیر مسلم کی تاثیر سے کوئی مسلمان اپنا مذہب چھوڑے گا تو غیر مسلم سے کوئی تعرض نہیں کیا جائے گا البتہ مرتد ہونے والے مسلمان کو سزا دی جائے گی کیونکہ اسلامی ریاست کی حدود میں کسی مسلمان کو اپنا دین بدلنے کی اجازت نہیں۔

۴۔ کسی غیر مسلم کو اپنے ضمیر کے خلاف کوئی عقیدہ یا عمل اختیار کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا اور اپنے ضمیر کے مطابق وہ ایسے سب کام کر سکیں گے جو ملکی قانون سے متصادم نہ ہوتے ہوں (۱۱۰)۔

ملازمتیں:

ذمی چند مخصوص مناصب کے سوا وہ تمام ملازمتوں میں داخل ہونے کے حق دار ہوں گے اور اس معاملے میں ان کے ساتھ کوئی تعصب نہیں برتا جائے گا۔ مسلمان اور غیر مسلم دونوں کے لیے اہلیت کا ایک ہی معیار ہوگا اور اہل آدمیوں کا بلا امتیاز انتخاب کیا جائے گا (۱۱۱)۔

اسلامی ریاست چونکہ ایک نظریاتی ریاست ہے، اس لیے ایسے تمام مناصب جو اس ریاستی نظام میں کلیدی حیثیت رکھتے ہیں اور پالیسی سازی کی تنفیذ میں بنیادی حیثیت رکھتے ہیں ان پر کوئی غیر مسلم متعین نہیں ہوگا۔ مثلاً وہ رئیس مملکت نہیں بن سکیں گے کیونکہ رئیس مملکت نے اصول اسلام کے مطابق ریاست کا نظام چلانا ہے۔ لہٰذا جو شخص اس اصول پر ایمان ہی نہیں رکھتا وہ سلطنت کا نظام کیسے چلائے گا (۱۱۲)۔

اسلامی ریاست لادین جمہوریتوں اور سیکولر ریاستوں کی طرح فریب کاری نہیں کرتی کہ اعلان تو مساوی مواقع کا ہو لیکن عملاً اقلیت کے کسی آدمی کا اپنے مذہب کے مطابق پالیسی سازی اور پالیسی کی تنفیذ کے منصب پر فائز ہونا ممکن نہیں۔ ہاں دکھاوے کے لیے ایسے آدمی کو آگے لایا جا سکتا ہے جو اپنے مذہب سے منحرف اور اکثریت کی پالیسی کا حامی ہو۔ اسلامی ریاست ایسی منافقانہ پالیسی سے انکار کرتی ہے اور اپنے واضح مؤقف کا اعلان کرتی ہے۔ اسی طرح داخلی استحکام، خارجہ تعلقات، نظام تعلیم اور نفاذ شریعت جیسے امور کی سربراہی صرف مسلمان کر سکتے ہیں۔ ان کے علاوہ تمام بڑے انتظامی مناصب پر غیر مسلم فائز ہو سکتے ہیں۔ مثلاً کوئی چیز انھیں اکاؤنٹنٹ جنرل، چیف انجینئر یا پوسٹ ماسٹر جنرل بنائے جانے میں مانع نہیں (۱۱۳)۔

Marfat.com

پارلیمنٹ:

کسی غیر مسلم کے لیے وزیر، سپہ سالار، قاضی بننا ممنوع ہے کیونکہ پالیسی کے نفاذ کے ذرائع میں اصولی طور پر تو اسلامی ریاست کی پارلیمنٹ میں غیر مسلم شریک نہیں ہو سکتے لیکن موجودہ زمانے کے حالات میں اس کے لیے گنجائش نکالی جا سکتی ہے بشرطیکہ ملک میں اس بات کی واضح اور صریح ضمانت موجود ہو کہ:

الف: پارلیمنٹ قرآن وسنت کے خلاف کوئی قانون سازی کرنے کی مجاز نہ ہوگی اور ہر فیصلہ جو اس حد سے متجاوز ہوگا قانون کی سند حاصل کرنے سے محروم ہوگا۔

ب: ملک کے قانون کا اولین ماخذ قرآن وسنت ہوں گے۔

ج: قوانین کی آخری توثیق کا اختیار جس شخص کو حاصل ہوگا وہ لازماً مسلمان ہوگا(۱۱۴)۔

روزگار اور کفاف کا ذمہ:

غیر مسلموں کے بے روزگاروں کے لیے روزگار مہیا کرنے کا اور ان کے معذوروں اور ان کے متعلقین کے لیے بیت المال سے ان کی ضرورت کے مطابق وظیفہ کا ذمہ لیا جا سکتا ہے(۱۱۵)۔

غیر مسلم سے جزیہ وصول کرنا:

اگر کسی جگہ صحیح معنوں میں اسلامی ریاست قائم ہوگی تو وہ اپنی حدود میں رہنے والے غیر مسلموں سے ان کے جان مال کی امان کے بدلے جزیہ وصول کرے گی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قَاتِلُواْ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ أُوتُواْ الْكِتَابَ حَتّٰى يُعْطُواْ الْجِزْيَةَ عَن يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُوْنَ﴾(۱۱٦)

(اور تم لڑائی کرو اہل کتاب میں ان لوگوں سے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں لاتے اور نہ ہی اس کو حرام قرار دیتے ہیں جسے اللہ اور اس کے رسولؐ نے حرام قرار دیا ہو اور نہ ہی دین حق کو اختیار کرتے ہیں یہاں تک کہ وہ اپنے ہاتھ سے جزیہ ادا کریں اور وہ نیچے ہو کر رہنے والے ہوں)۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ یہ کہا کہ مجھے نہیں معلوم مجوسیوں کے بارے میں وہ کیا فیصلہ کریں یعنی ان سے جزیہ لیں یا نہ لیں تو اس پر حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ بن عوف نے کہا:

﴿أشهد لسمعت رسول الله يقول سنوا بهم سنة أهل الكتاب﴾(۱۱۷)

Marfat.com

(میں یہ گواہی دیتا ہوں کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تم مجوسیوں کے بارے میں اہل کتاب کا طریقہ کار جاری کرو (یعنی ان سے جزیہ لو)۔

پس اہل علم کا اہل کتاب اور مجوسیوں کے بارے اتفاق ہے کہ ان سے جزیہ وصول کیا جائے گا البتہ مشرکین اور بت پرستوں کے بارے اختلاف ہے۔ جمہور علماء نے اہل کتاب سے یہود و نصاریٰ اور ان کے جمیع فِرق مراد لیے ہیں جبکہ حنفیہ کے نزدیک اہل کتاب سے مراد ہر وہ قوم ہے جو کسی نبی یا کتاب پر ایمان لاتی ہو لیکن ساتھ ہی کافر بھی ہو (۱۱۸)۔

جمہور شوافع، حنابلہ کے راجح موقف اور بعض مالکیہ کے نزدیک عرب و عجم کے مشرکین سے جزیہ وصول نہیں کیا جائے گا بلکہ ان کے سامنے دو آپشنز (Options) رکھی جائیں گی: یا تو وہ اسلام قبول کر لیں یا پھر قتل ہونے کے لیے تیار ہو جائیں (۱۱۹)۔ اس موقف کے مطابق دہریہ اور سیکولر بھی مشرکین کے حکم میں شامل ہوں گے۔ ان اہل علم کا کہنا یہ ہے کہ قرآن نے صرف اہل کتاب سے جزیہ وصول کرنے کا حکم دیا ہے اور اللہ کے رسولؐ نے ان کے ساتھ مجوسیوں کو بھی ملا دیا تھا جبکہ مشرکین کے بارے میں قرآن کا حکم یہ ہے کہ ان سے اس وقت تک قتال کرو جب تک کہ فتنہ ختم نہ ہو جائے اور فتنے سے مراد شرک ہے۔ اسی طرح قرآن نے حکم دیا ہے:

﴿فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ﴾ (۱۲۰)

(پس تم قتل کرو مشرکین کو جہاں بھی تم ان کو پاؤ)۔

ان اہل علم نے اللہ کے رسولؐ کی درج ذیل روایت کو بھی بطور دلیل بیان کیا ہے:

﴿أمرت أن أقاتل الناس حتی يشهدوا أن لا اله الا الله وأن محمدا رسول الله ويقيموا الصلاة ويؤتوا الزكوٰة﴾ (۱۲۱)

(مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کروں یہاں تک کہ وہ کلمۂ شہادت کی گواہی دیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں)۔

اس کے برعکس حنفیہ، بعض مالکیہ اور ایک روایت کے مطابق امام احمد رحمہ اللہ اور ایک روایت کے مطابق امام مالک رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے کہ قرآن میں جن مشرکین سے قتال کا حکم ہے وہ عرب کے مشرکین ہیں لہٰذا عجمی مشرکین سے جزیہ لیا جا سکتا ہے (۱۲۲)۔

یہ روایت 'مرسل' ہے۔ اس میں صحابی گرا ہوا ہے اور تابعی براہ راست اللہ کے رسولؐ سے نقل کر رہے ہیں۔ لہٰذا یہ روایت ان فقہاء کے نزدیک دلیل ہے جو مرسل روایت سے حجت پکڑنے کے قائل ہیں۔

اس بارے میں تیسرا موقف یہ ہے کہ ہر کافر اور مشرک سے جزیہ قبول کیا جائے گا۔ چاہے وہ عرب ہو یا نہ ہو، اہل کتاب میں سے ہو یا نہ ہو۔ یہ موقف مالکیہ کے ہاں راجح موقف شمار ہوتا ہے۔ امام اوزاعی رحمہ اللہ اور ایک روایت کے مطابق امام مالکؒ کا بھی یہی موقف تھا۔ ان فقہاء نے درج ذیل روایت کو بطور دلیل نقل کیا ہے:

Marfat.com

﴿كان رسول الله اذا أمر أميرا على جيش أو سرية أو صاه فى خاصته بتقوى الله ومن معه من المسلمين خيرا ثم قال: اغزوا باسم الله فى سبيل الله قاتلوا من كفر بالله اغزوا ولا تغلوا ولا تغدروا ولا تمثلوا ولا تقتلوا وليدا واذا لقيت عدوك من المشركين فادعهم الى احدى ثلاث خصال أو خلال فأيتهم ما أجابوك اليها فاقبل منهم دارهم الى دار المهاجرين وأخبرهم أنهم ان فعلوا فلهم ما للمها جرين وعليهم ما على المها جرين فان أبوا أن يتحولوا منها فأخبرهم أنهم يكونون كأعراب المسلمين يجرى عليهم حكم الله الذى يجرى على المومنين ولا يكون لهم فى الغنيمة والفى شى ء الا أن يجاهدوا مع المسلمين فان هم أبوا فسلهم الجزية فان هم أجابوك فاقبل منهم وكف عنهم فان هم أبوا فاستعن بالله وقاتلهم﴾ (۱۲۳)

(اللہ کے رسول جس کسی صحابی کو کسی لشکر یا سریے کا امیر بناتے تو اس کو اور اس کے ساتھ کے سپاہیوں کو خاص طور پر اللہ کے تقویٰ اور بھلائی کی نصیحت کرتے تھے۔ اس کے بعد فرماتے: اللہ کے رستے میں اللہ کے نام سے آغاز کرو اور جو بھی اللہ کا انکار کرے اس سے قتال کرو۔ تم لڑائی کرو لیکن اس میں حد سے نہ بڑھو اور نہ ہی معاہدہ کی خلاف ورزی کرو اور نہ ہی لاشوں کا مُثلہ کرو اور نہ ہی چھوٹے بچوں کو قتل کرو۔ اور جب تم مشرکین میں سے اپنے کسی دشمن سے ملو تو انہیں تین میں ایک چیز کی طرف دعوت دو۔ پس ان تین میں سے وہ جس کو بھی مان لیں، اس کو قبول کرلو اور ان سے اپنے ہاتھ روک لو۔ پس تم انہیں اسلام کی دعوت دو، اگر تو وہ مان لیں تو اسے قبول کرلو اور ان سے اپنے ہاتھ روک لو اور پھر انہیں اپنے گھر سے دار ہجرت یعنی مدینہ منتقل ہونے کی دعوت دو۔ اور انہیں یہ بھی واضح کر دو کہ اگر انھوں نے یہ سب کچھ کرلیا تو ان کے لیے وہی کچھ ہے جو مہاجرین کے لیے ہے اور ان کے پر وہ ذمے داریاں بھی عائد ہوں گی جو مہاجرین پر عائد ہوتی ہیں۔ پس اگر وہ دار ہجرت میں منتقل ہونے سے انکار کر دیں تو انہیں یہ بتلا دو کہ ان کا معاملہ بدُّو مسلمانوں کا سا ہوگا اور ان پر اللہ کا وہی حکم جاری ہوگا جو اہل ایمان پر جاری ہوتا ہے۔ اور ان کے لیے مال غنیمت اور مال فے میں سے اس وقت تک کوئی حصہ نہ ہوگا جب تک کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ جہاد میں شریک نہیں ہوتے۔ پس اگر وہ اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیں تو ان سے جزیہ طلب کرو۔ اگر وہ اس کو مان لیں تو اسے ان سے قبول کرلو اور ان سے اپنا ہاتھ روک لو۔ پس اگر وہ جزیہ دینے سے بھی انکار کر دیں تو اللہ سے مدد مانگو اور ان سے قتال کرو۔)

اس قول کے مطابق 'فاقتلوا المشركين' سے مراد جمیع اہل عرب نہیں بلکہ اہل مکہ اور آپ ﷺ کی قوم کے لوگ مراد ہوں جن کی طرف آپ ﷺ خاص طور پر مبعوث کیے گئے تھے۔

Marfat.com

غیر مسلم بچوں کا حکم:

دنیا میں والدین میں سے دونوں یا ایک کی وفات سے بچہ مسلمان نہیں ہوجاتا کیونکہ اس کی کوئی شرعی دلیل نہیں ہے۔ یہ موقف امام مالک رحمہ اللہ، شافعی رحمہ اللہ، ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور ایک روایت کے مطابق امام احمد رحمہ اللہ کا ہے۔ دوسرے قول کے مطابق دارالحرب ہو یا دارالاسلام والدین میں سے دونوں یا ایک کی وفات سے بچہ مسلمان ہوجاتا ہے۔ یہ قول بعض حنابلہ کا ہے۔ تیسرے قول کے مطابق دارالاسلام میں والدین میں سے دونوں یا ایک کی وفات سے بچہ مسلمان ہوجاتا ہے اور یہ قول امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے ثابت ہے اور حنابلہ کا معروف مذہب بھی یہی ہے۔ اس کی دلیل ان کے نزدیک درج ذیل روایت ہے:

﴿كل مولود يولد على الفطرة فأبواه يهودانه وينصرانه ويمجسانه﴾(۱۲۴)

(ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے، پس اس کے والدین اسے یہودی یا عیسائی یا مجوسی بنا دیتے ہیں)۔

شروط عمریہ کا بیان:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بعض عیسائیوں نے اسلامی ریاست سے امان طلب کی اور اس کے بدلے اپنے لیے کچھ شرائط عائد کیں۔ یہ شرائط حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش ہوئیں تو انھوں نے ان شرائط میں دو کا اضافہ کرتے ہوئے انہیں غیر مسلم معاہد کے لیے نافذ کردیا۔ ہر دور میں فقہاء نے ان شروط کو موضوع بحث بنایا، ان کی تفصیلات کو نکھارا اور ان کے مضامین کو اجاگر کیا۔ یہ شروط 'شروط عمریہ' کے نام سے معروف ہوئیں۔ مستقبل کی اسلامی ریاستوں میں ان شروط کی روشنی میں ذمیوں کے حقوق کا تعین کیا جاسکتا ہے۔ یہ واضح رہے کہ یہ شروط رہنمائی کی قبیل سے ہیں اور ان کا درجہ قرآن وسنت کی نصوص کا نہیں ہے کہ ان کا ماننا لازم یا شرعی حجت ہو۔ ایک روایت کے مطابق شروط عمریہ درج ذیل ہیں:

﴿قال عبدالله بن الامام احمد حدثنى ابو شراحيل الحمصى عيسى بن خالد قال: حدثنى عمى أبوا ليمان وأبوا لمغيرة قالا أخبرنا اسماعيل بن عياش قال: حدثنا غير واحد من أهل العلم قالوا كتب أهل الجزيرة الى عبدالرحمٰن بن غنم انا حين قدمت بلادنا طلبنا اليك الأمان لأنفسنا وأهل ملتنا على أنا شرطنا لك على أنفسنا ألانحدث فى مدينتنا كنيسة ولا فيما حولها ديرا ولا قلاية ولا صومعة راهب ولا يجدد ما خرب من كنائسنا ولا ماكان منها فى خطط المسلمين۔ وألا نمنع كنائسنا من المسلمين أن

Marfat.com

ينزلوها فى الليل والنهار وأن نوسع أبوابها للمارة وابن السبيل ولا نؤوى فيها ولا فى منازلنا جاسوسا وألا نكتم غشا للمسلمين وألا نضرب بنوا قيسنا الا ضربا خفيا فى جوف كنائسنا ولا نظهر عليها صليبا ولا ترفع أصواتنا فى الصلاة ولا القراء ة فى كنائسنا فيما يحضره المسلمون وألا نخرج صليبا ولا كتابا فى سوق المسلمين وألا نخرج باعوثا قال: والباعوث يجتمعون كما يخرج المسلمون يوم الأضحى والفطر ولا شعانين ولا نرفع أصواتنا مع موتانا ولا نظهر النيران معهم فى أسواق المسلمين وألا نجاورهم بالخنازير ولا ببيع الخمور ولا نظهر شركا ولا نرغب فى ديننا ولا ندعوا اليه أحدا ولا نتخذ شيئا من الرقيق الذى جرت عليه سهام المسلمين وألا نمنع أحدا من أقربائنا أرادو الدخول فى الاسلام وأن نلزم زينا حيثما كنا وألا نشتبه بالمسلمين فى لبس القلنسوة ولا عمامة ولا نعلين ولا فرق شعر ولا فى مراكبهم ولا نتكلم بكلامهم ولا نكتنى بكناهم وأن نجر مقادوم رؤوسنا ولا نفرق نواصينا ونشد الزنانير على أوساطنا ولا ننقش خواتمنا بالعربية ولا نركب السروج ولا نتخذ شيئا من السلاح ولا نحلمه ولا نتقلد السيوف وأن فوقر المسلمين فى مجالسهم ونرشدهم الطريق نقوم لهم عن المجالس ان أرادو الجلوس ولا نطلع عليهم فى منازلهم ولا نعلم أولادنا القرآن۔ ولا يشارك أحد منا مسلما فى التجارة الا أن يكون الى المسلم أمر التجارة وأن نضيف كل مسلم عابر سبيل ثلاثة أيام ونطعمه من أوسط ما نجد ضمنا لك ذلك على أنفسنا وذرارينا وأزواجنا ومساكيننا وان نحن غيرنا أو خالفنا عما شرطنا على أنفسنا وقبلنا الأمان عليه فلا ذمة لنا وقد حل لك منا ما يحل لأهل المعاندة والشقاق۔ فكتب بذلك عبدالرحمٰن بن غنم الى عمر بن الخطاب رضى الله عنه فكتب اليه عمر أن أمض لهم ما سألوا وألحق فيهم حرفين أشترطهما عليهم مع ماشرطوا على أنفسهم الا يشتروا من سبايانا شيئا ومن ضرب مسلما عمدا فقد خلع عهده ۔ فأنفذ عبدالرحمٰن بن غنم ذلك وأقر من أقام من الروم فى مدائن الشام على هذا الشرط﴾ (۱۲۵)

(عبداللہ بن امام احمد رحمہ اللہ نے کہا: مجھ سے ابوشراحیل عیسیٰ بن خالد حمصی نے بیان کیا۔ انھوں نے

Marfat.com

کہا: مجھ سے میرے چچا ابو یمان اور ابو مغیرہ نے بیان کیا۔ انھوں نے کہا: ہم سے اسماعیل بن عیاش نے بیان کیا۔ انھوں نے کہا: ہم سے کئی ایک اہل علم نے یہ بات بیان کی ہے کہ اہل جزیرہ نے عبدالرحمٰن بن غنم کی طرف یہ خط لکھا کہ آپ ہمارے ملک میں تشریف لائے ہیں اور ہم آپ سے اپنی اور اپنے اہل مذہب کی جانوں کی امان چاہتے ہیں اور اس کے بدلے میں ہم اپنے اوپر درج ذیل شرائط عائد کرتے ہیں: (۱) ہم اپنے کسی شہر میں کوئی نیا گرجا نہیں بنائیں گے اور نہ ہی کسی شہر کے گرد کوئی 'دیر' (یعنی شہر سے باہر بنایا جانے والا اجتماعی راہب خانہ) یا 'قلایہ' (یعنی شہر سے باہر منارۃ کی طرح بلند انفرادی راہب خانہ کہ جس کا دروازہ بھی نہ ہو) یا 'صومعہ' (یعنی انفرادی راہب خانہ جو شہر سے باہر بنایا جائے اور اس کا دروازہ وغیرہ ہو) بنائیں گے (۲) اور نہ ہی ہم اپنے علاقے میں کسی ویران و بے آباد گرجا گھر کی مرمت کریں گے اور نہ ہی اس گرجا گھر کی جو مسلمانوں کے علاقے میں واقع ہو (۳) ہم مسلمانوں کو اپنے گرجا گھروں میں دن اور رات کے کسی وقت میں بھی قیام کرنے سے منع نہیں کریں گے (۴) اسی طرح ہم اپنے گرجا گھروں کے دروازے مسافروں اور گزرنے والوں کے لیے کھلے رکھیں گے (۵) ہم اپنی عبادت گاہوں میں اور نہ ہی اپنے گھروں میں کسی جاسوس کو پناہ دیں گے (۶) ہم مسلمانوں کے خلاف اپنے دلوں میں کوئی کینہ نہیں رکھیں گے (۷) ہم اپنا ناقوس (یعنی عبادت کی طرف بلانے کا آلہ) بھی نہ بجائیں گے سوائے اس کے کہ اپنی عبادت گاہ میں ہی ہلکا سا بجالیں (۸) ہم اپنی عبادت گاہوں پر صلیب بلند نہیں کریں گے (۹) ہم اپنی ان عبادت گاہوں میں نمازوں اور قرائت کو بلند نہیں کریں گے، جن میں مسلمان حاضر ہوں (۱۰) ہم اپنی صلیب گھر سے باہر نہیں نکالیں گے (۱۱) ہم اپنی کوئی کتاب یا لٹریچر بھی گھر سے باہر نہیں نکالیں گے (۱۲) ہم اپنا باعوث (یعنی عیسائیوں کے ہاں بارش کی دعا کے لیے مجتمع ہو کر باہر نکلنا جسے ایسٹر بھی کہتے ہیں) بھی باہر نہیں نکالیں گے۔ باعوث سے مراد عیسائیوں کا مل کر باہر نکلنا ہے جیسا کہ مسلمان عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے موقع پر نکلتے ہیں (۱۳) ہم اپنی عید بھی باہر نکل کر کھلے عام نہیں منائیں گے (شعانین سے مراد عیسائیوں کی اس اتوار کی عید ہے جو حضرت مسیح علیہ السلام کے بیت المقدس میں داخل ہونے کی یاد میں منائی جاتی ہے)۔ (۱۴) ہم اپنے مُردوں کے ساتھ اپنی آوازوں کو بلند نہیں کریں گے (یعنی اپنا مذہبی نوحہ نہیں کریں گے)۔ (۱۵) ہم اپنے مُردوں کے ساتھ آگ کو مسلمانوں کے بازاروں میں روشن نہیں کریں گے (۱۶) ہم مسلمانوں کے پڑوس میں اپنے خنازیر نہیں رکھیں گے (۱۷) ہم مسلمانوں کے پڑوس میں شراب نہیں بیچیں گے (۱۸) ہم اپنے شرک کا کھلم کھلا اظہار نہیں کریں گے (۱۹) ہم اپنے دین کی طرف نہ تو کسی کو ترغیب دلائیں گے اور نہ ہی کسی کو دعوت دیں گے (۲۰) ہم کسی ایسے شخص کو غلام کے طور پر نہیں خریدیں گے جس پر مسلمانوں کے احکام جاری

ہوتے ہوں (یعنی جو مسلمان ہو)۔(۲۱) ہم اپنے اقرباء میں سے کسی کو بھی اسلام میں داخل ہونے سے نہیں روکیں گے (۲۲) ہمیں اپنے آپ کو صاف ستھرا رکھیں گے، جہاں بھی ہوں گے (۲۳) ہم مسلمانوں کے ساتھ ان کے لباس میں مشابہت اختیار نہیں کریں گے۔ اسی طرح ہم اپنے سر کے اگلے بالوں کو لٹکا کر رکھیں گے اور ان میں مانگ نہیں نکالیں گے (تا کہ ہماری مسلمانوں سے مشابہت نہ ہو)۔ (۲۴) اور ہم اپنی انگوٹھیاں یا مہریں عربی میں نہیں بنائیں گے (۲۵) ہم اپنی سواریوں پر زین نہیں کسیں گے (۲۶) ہم اپنے ساتھ اسلحہ نہیں رکھیں گے اور نہ ہی تلواریں لٹکا کر باہر نکلیں گے (۲۷) ہم مسلمانوں کی مجالس میں ان کو عزت و احترام بخشیں گے (۲۸) ہم مسلمانوں کو سیدھا رستہ بتلائیں گے (دنیاوی رستہ مراد ہے)۔ (۲۹) ہم اپنی مجالس میں مسلمانوں کی آمد پر ان کے لیے کھڑے ہوں گے، اگر وہ چاہیں گے (۳۰) ہم مسلمانوں کے گھروں میں نہیں جھانکیں گے (۳۱) ہم اپنی اولاد کو قرآن کی تعلیم نہیں دیں گے (۳۲) ہم کسی بھی مسلمان کے ساتھ اس وقت تک تجارت اور مشارکت نہیں کریں گے جب تک کہ اسے ہمارے ساتھ تجارت اور مشارکت کی اجازت نہ ہو (۳۳) ہم ہر مسلمان مسافر کی تین دن تک مہمان نوازی کریں گے اور اسے اوسط درجے کا کھانا کھلائیں گے۔

ہم ان تمام چیزوں کے اپنی جانوں، اولاد، بیویوں اور گھروں کے حوالے سے آپ کے سامنے ضامن ہوں گے اور اگر ہم بدل جائیں یا اپنی ان شرائط سے پھر جائیں جو ہم نے اپنے اوپر خود عائد کی ہیں اور اس کے بدلے میں آپ سے امان طلب کی ہے۔ تو ہمارے لیے آپ کی طرف سے کوئی امان باقی نہ رہے گی۔ اور آپ کے لیے ہمارے بارے میں وہ فیصلہ کرنا جائز ہو جائے گا جو دشمنوں اور مخالفین کے بارے کیا جاتا ہے۔ حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ بن غنم نے یہ شرائط حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف لکھ بھیجیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو جواباً لکھا کہ جن چیزوں کا انھوں نے اپنے لیے سوال کیا ہے (یعنی جان و مال کی امان وغیرہ)، وہ ان کے لیے جاری کر دو لیکن میں ان کی عائد کردہ شرائط میں دو شرطوں کا اضافہ کر رہا ہوں: (۱) وہ ہمارے قیدیوں یعنی مسلمان قیدیوں میں سے کسی کو نہیں خریدیں گے (۲) جس نے کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کر دیا تو اس کا عہد ختم ہو گیا۔ حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ بن غنم نے ان شرائط کو نافذ کر دیا اور اہل روم میں جو لوگ شام کے مختلف شہروں میں آباد تھے، انہیں بھی ان شرائط پر برقرار رکھا۔)

قابل افسوس بات تو یہ ہے کہ آج کے دور میں مسلمان اس قدر سیاسی طور پر مغلوب ہو چکے ہیں کہ جو ذلت آمیز شروط حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں عیسائی اپنے اوپر عائد کر رہے تھے، آج کی مسلمان حکومتیں ان سے بھی زائد ذلت آمیز شروط کے ساتھ امریکہ اور مغربی طاقتوں کے سامنے سر جھکائے معاہدے کر رہی ہیں۔ اللہ ہم سب کو اس ذلت سے نکلنے کی جدوجہد کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

حوالہ جات

۱۔ البقرہ: (۲) ۲۵۶۔

۲۔ البقرہ: (۲) ۱۷۹۔

۳۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح (دارالسلام، الریاض، ۱۹۹۹) ص: ۱۰۹۱، رقم الحدیث: ۶۲۶۷۔

۴۔ مسلم بن حجاج، قشیری، الجامع الصحیح (دارالسلام، الریاض، ۲۰۰۰ء) ص: ۱۱۲۹، رقم الحدیث: ۲۵۸۱۔

۵۔ مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح، ص: ۱۱۳۰، رقم الحدیث: ۲۵۸۲۔

۶۔ مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح، ص: ۱۱۲۹، رقم الحدیث: ۶۵۷۵۔

۷۔ ابن الاثیر، علی بن محمد بن محمد، الکامل فی التاریخ (دارالکتاب العربی، بیروت ۲۰۰۶ء) ۱/ ۵۲۲۔

۸۔ ابن الاثیر، علی بن محمد بن محمد، الکامل فی التاریخ ۱/ ۵۰۹، ۵۲۲۔

۹۔ ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، السنن (دارالسلام الریاض ۱۹۹۹) ص: ۳۸۲، رقم الحدیث: ۲۶۴۹۔

۱۰۔ ابن ہشام، عبدالملک، السیرۃ النبویۃ، (المکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ، مصر ۱۳۵۶ھ/ ۱۹۳۷ء)، ۱۲۶/۳ تا ۱۳۲۔

۱۱۔ منصور پوری، محمد سلیمان سلمان، رحمۃ للعالمینؐ (مکتبہ اسلامیہ، لاہور، جون ۲۰۰۶ء) ۱/ ۱۱۷۔

۱۲۔ المائدہ: (۵) ۴۷۔

۱۳۔ منصور پوری، رحمۃ للعالمینؐ، ۱/ ۱۵۴۔

۱۴۔ مبارکپوری، صفی الرحمن، الرحیق المختومؐ (المکتبہ السلفیہ، لاہور، ۱۹۹۷ء)۔ ص ۳۱۳

۱۵۔ ابن عبدالوہاب، عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب، مختصر سیرۃ الرسولؐ (المطبعۃ العربیۃ لاہور ۱۹۷۹ء)۔ ص ۲۱۸

۱۶۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویۃؐ، ۲/ ۲۱۷۔

۱۷۔ ابن عبدالوہاب، مختصر سیرۃ الرسولؐ، ص ۲۱۶۔

۱۸۔ ایضاً۔

۱۹۔ بخاری، الجامع الصحیح، ص: ۴۹۷، رقم الحدیث: ۳۰۰۸۔

۲۰۔ ابن عبدالوہاب، مختصر سیرۃ الرسولؐ، ص ۲۱۶۔

Marfat.com

۲۱۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، ۱۸۶/۳۔
۲۲۔ ابوداؤد، السنن، ص:۳۹۱، رقم الحدیث: ۲۶۹۷۔
۲۳۔ ایضاً، ۲۳۲۱۔
۲۴۔ بخاری، الجامع الصحیح، ص:۸۰، رقم الحدیث: ۴۶۲۔
۲۵۔ مسلم، الجامع الصحیح، ص:۸۱۱، رقم الحدیث: ۴۶۷۹۔
۲۶۔ احمد بن حنبل، المسند، (دار المعارف، مصر، ۱۳۶۸ھ/۱۹۴۹ء) ۷۹/۱۔
۲۷۔ بخاری، الجامع الصحیح، ص:۱۲۳۸، رقم الحدیث: ۷۱۸۹۔
۲۸۔ ابوداؤد، السنن، ص:۵۱۹، رقم الحدیث: ۳۶۱۲۔
۲۹۔ بیہقی، احمد بن حسین، ابوبکر، السنن الکبریٰ (دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۲۰۱۰ء)، ۵۶/۸، رقم الحدیث: ۱۵۹۱۸۔
۳۰۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۵۳۲/۳، رقم الحدیث: ۶۵۷۵۔
۳۱۔ احمد بن حنبل، المسند (عالم الکتب، بیروت، ۱۹۹۸ء) رقم الحدیث: ۱۶۷۰۷۔
۳۲۔ ترمذی، محمد بن عیسیٰ، ابوعیسیٰ، السنن (دار السلام، الریاض، ۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء)، ص:۳۴۰، رقم الحدیث: ۱۴۰۳۔
۳۳۔ دارقطنی، علی بن عمر بن احمد، السنن، (المطبع الانصاری، دہلی ۱۳۱۰ھ) ۳۴۳۔
۳۴۔ بخاری، الجامع الصحیح، ص:۱۱۹۱، رقم الحدیث: ۶۹۱۵۔
۳۵۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۱۸۰/۸، رقم الحدیث: ۱۶۳۵۵۔
۳۶۔ طہٰ عبدالرؤف سعد، احکام اہل الذمۃ (دار ابن حزم، بیروت ۱۹۹۷ء) ۸۷۳/۲۔
۳۷۔ زیلعی، جمال الدین عبداللہ الحنفی، نصب الرایۃ فی تخریج احادیث الہدایۃ (دار الحدیث، قاہرہ)، ۳۳۷/۴۔
۳۸۔ ابن عابدین، محمد امین بن عمر بن عبداللہ، ردالمختار علی الدرالمختار المعروف بحاشیہ ابن عابدین (دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۹۹۸ء) ۲۱۰/۶۔
۳۹۔ ابویوسف، یعقوب بن ابراہیم بن حبیب، کتاب الخراج (دار المعرفۃ، بیروت، لبنان) ص:۱۶، ۱۷۔
۴۰۔ آل عمران: (۳) ۷۵۔
۴۱۔ ابویوسف، کتاب الخراج، ص:۷۲۔
۴۲۔ قرطبی، محمد بن احمد، الجامع لاحکام القرآن (دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۹۸۵) ۱۷۳/۱، ۱۷۸۔
۴۳۔ البقرۃ: (۲) ۲۲۱۔
۴۴۔ البقرۃ: (۲) ۲۲۱۔
۴۵۔ المائدہ: (۵) ۵۔
۴۶۔ طبری، محمد بن جریر، جامع البیان (دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء) ۳۶۶/۴۔

Marfat.com

۴۷۔ ایضاً،۳/۳۶۷۔

۴۸۔ ابن قدامہ،عبداللہ بن احمد بن محمد المقدسی،المغنی (القاہرہ،مصر،الطبعۃ الثانیۃ ۱۴۱۳ھ/۱۹۹۲ء)۹/۵۴۵۔

۴۹۔ بخاری،الجامع الصحیح،ص:۹۴۴،رقم الحدیث:۵۲۸۵۔

۵۰۔ طبری،جامع البیان،۴/۳۶۶۔

۵۱۔ ابن منذر،محمد بن ابراہیم،موسوعۃ الاجماع (دار المسلم)۴/۱۰۵۷۔

۵۲۔ المائدہ:(۵)۵۔

۵۳۔ ابن کثیر،عماد الدین اسماعیل،ابوالفداء،تفسیر القرآن العظیم (مطبع مصطفی محمد بصری،۱۳۵۶ھ)،۲/۱۹۔

۵۴۔ احمد بن حنبل،المسند،۳/۲۱۰،۲۷۰۔

۵۵۔ علی بن نایف،الخلاصہ فی أحکام أھل الذمۃ (المکتبۃ الشاملہ)۲/۲۳۷۔

۵۶۔ بخاری،الجامع الصحیح،ص:۷۲۰،رقم الحدیث:۴۲۴۹۔

۵۷۔ ابن ہشام،السیرۃ النبویۃ،۴/۱۹۴۔

۵۸۔ النساء:(۴)۸۶۔

۵۹۔ الزخرف:(۴۳)۸۹۔

۶۰۔ بخاری،الجامع الصحیح،ص:۱۰۸۹،رقم الحدیث:۶۲۵۷۔

۶۱۔ علی بن نایف،الخلاصۃ فی أحکام أھل الذمۃ:۲/۲۰۰۔

۶۲۔ ایضاً۔

۶۳۔ الممتحنۃ (۶۰)۸۔

۶۴۔ بخاری،الجامع الصحیح،ص:۹۷۶،رقم الحدیث:۵۴۷۸۔

۶۵۔ ابوداؤد،السنن،ص:۵۴۷،رقم الحدیث:۳۸۳۹۔

۶۶۔ ابوداؤد،السنن،ص:۵۴۶،رقم الحدیث:۳۸۳۸۔

۶۷۔ ابن قدامہ،المغنی،۱/۱۱۱،۱۱۲۔

۶۸۔ ترمذی،السنن،ص:۳۸۳،رقم الحدیث:۱۵۷۶۔

۶۹۔ احمد،المسند،۲/۱۰۷۔

۷۰۔ بخاری،الجامع الصحیح،ص:۲۴۱،رقم الحدیث:۴۸۱۔

۷۱۔ بخاری،الجامع الصحیح،ص:۴۲۳،رقم الحدیث:۲۶۱۵۔

۷۲۔ المائدہ(۵)۵۔

۷۳۔ یٰس:(۳۶)۴۷۔

Marfat.com

۷۴۔ ابن قدامہ، المغنی، ص:۔
۷۵۔ ابن منذر، الاجماع: ص ۴۷۔
۷۶۔ ترمذی، السنن، ص:۱۶۱، رقم الحدیث: ۶۲۵۔
۷۷۔ علی بن نایف، الخلاصہ فی احکام اُھل الذمۃ، ۵۳/۲۔
۷۸۔ الدھر: (۷۶) ۸۔
۷۹۔ بخاری، الجامع الصحیح، ص: ۳۸۰، رقم الحدیث: ۲۳۶۳۔
۸۰۔ علی بن نایف، الخلاصہ فی احکام اُھل الذمۃ، ۵۳/۲، ۵۴۔
۸۱۔ ابوداؤد، السنن، ص: ۴۲۳، رقم الحدیث: ۲۹۰۹۔
۸۲۔ الاحزاب: (۳۳) ۶۔
۸۳۔ علی بن نایف، الخلاصہ فی احکام اھل الذمۃ: ۶۰۸/۱۔۶۰۹۔
۸۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲۶۸/۳، ۱۵۴۔
۸۵۔ بخاری، الجامع الصحیح، ص: ۲۱۷، رقم الحدیث: ۱۳۵۶۔
۸۶۔ صنعانی، المصنف، ۳۵/۶۔
۸۷۔ ایضاً، ۳۶/۶۔
۸۸۔ مرغینانی، علی بن ابوبکر، برہان الدین، ابوالحسن، ہدایۃ (کتب خانہ رشیدیہ، دہلی ۱۳۵۸ھ) ۴۷۲/۴
۸۹۔ ابن عابدین، ردالمختار علی الدر المختار (المطبعۃ العثمانیہ، مصر ۱۳۲۷ھ)، ۳۴۱/۵۔
۹۰۔ التوبۃ (۹) ۱۱۳۔
۹۱۔ ابو یوسف، کتاب الخراج، ص ۲۱۶۔
۹۲۔ ایضاً، ص ۲۱۷۔
۹۳۔ بخاری، الجامع الصحیح، ص: ۵۹۹، رقم الحدیث: ۳۵۷۱۔
۹۴۔ بخاری، الجامع الصحیح، ص: ۳۸، رقم الحدیث: ۱۹۳۔
۹۵۔ ابن حجر، احمد بن علی، فتح الباری (دارالمعارف، بیروت) ۲۹۹/۱۔
۹۶۔ علی بن نایف، الخلاصہ فی احکام اھل الذمۃ ۲۰۰/۲، ۲۰۱۔
۹۷۔ الفرقان (۲۵) ۷۲۔
۹۸۔ ابوداؤد، السنن، ص: ۱۷۰، رقم الحدیث: ۱۱۳۴۔
۹۹۔ بیہقی، السنن، ۳۹۲/۹، رقم الحدیث: ۸۸۶۲۔
۱۰۰۔ ابن تیمیہ، احمد بن عبدالحلیم، اقتضاء الصراط المستقیم (دار عالم الکتب، بیروت) ص: ۸۲۸۔

۱۰۱۔ کاسانی علاؤالدین، ابوبکر، بدائع والصنائع (مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، لاہور ۱۹۹۳ء) ۷/ ۳۳۴۔
۱۰۲۔ قاضی ابو یوسف، کتاب الخراج، ۱۴۶۔
۱۰۳۔ ابن قدامہ، المغنی، ۲۶۰/۱۳۔
۱۰۴۔ التوبۃ (۹) ۲۸۔
۱۰۵۔ علی بن نایف، الخلاصۃ فی احکام اھل الذمۃ، ۲۰۰/۲۔
۱۰۶۔ بخاری، الجامع الصحیح، ص:۸۱، رقم الحدیث: ۴۶۹۔
۱۰۷۔ طہ عبدالرؤف سعد، احکام اھل الذمۃ، ۲۹۷/۱۔
۱۰۸۔ فتاوی نور علی الدرب (الرئاسۃ العامۃ للبحوث العلمیۃ والفتاء، الریاض)، ص: ۳۸۰۔
۱۰۹۔ قاضی ابو یوسف، کتاب الخراج، ص ۲۰۸، ۲۰۹۔
۱۱۰۔ اصلاحی، مولانا امین احسن، اسلامی ریاست (فاران فاؤنڈیشن لاہور) ص: ۲۴۱۔
۱۱۱۔ ایضاً، ص ۲۴۱۔
۱۱۲۔ ایضاً، ص ۲۴۲۔
۱۱۳۔ ایضاً، ص ۳۶۷۔
۱۱۴۔ ایضاً، ص ۳۲۳۔
۱۱۵۔ ایضاً، ص: ۲۴۲۔
۱۱۶۔ التوبۃ (۹) ۲۹۔
۱۱۷۔ مالک بن انس مؤطا، ص:
۱۱۸۔ علی بن نایف، الخلاصۃ فی احکام اھل الذمۃ، ۳۴۶۔
۱۱۹۔ ایضاً۔
۱۲۰۔ التوبۃ (۹) ۵۔
۱۲۱۔ بخاری، الجامع الصحیح، ص: ۷، رقم الحدیث: ۲۵۔
۱۲۲۔ علی بن نایف، الخلاصۃ فی أحکام أھل الذمۃ: ۳۵۳۔
۱۲۳۔ مسلم، الجامع الصحیح، ص: ۷۶۸، رقم الحدیث: ۴۵۲۲۔
۱۲۴۔ بخاری، الجامع الصحیح، ص: ۲۲۲، رقم الحدیث: ۱۳۸۵۔
۱۲۵۔ طہ عبدالرؤف سعد، احکام اھل الذمۃ، ص: ۱۱۳، ۱۱۴۔

Marfat.com

باب سوم

سیرت النبی ﷺ اور شخصیات

(۱) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور قرابت رسول ﷺ

نام ونسب اور پیدائش:

آپ کا نام عبداللہ ہے، آپ کا نسب نامہ اس طرح ہے:
عبداللہ بن عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب القرشی التیمی۔

آپ کا سلسلہ نسب آٹھویں پشت میں مرہ بن کعب پر رسول اللہ ﷺ سے جا ملتا ہے۔
آپ کی کنیت ابوبکر ہے۔ جس کے معنی نوجوان اونٹ کے ہوتے ہیں۔ عرب کے بچوں کا نام بکر رکھتے تھے، ایک عظیم قبیلے کے جدامجد کا نام بکر تھا۔
آپ کی ولادت عام الفیل کے دو سال چھ ماہ بعد ہوئی اور کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ دو سال چند ماہ بعد ہوئی، انھوں نے مہینوں کی تعیین نہیں کی (۱)۔

والدین:

آپ رضی اللہ عنہ کے والد کا نام عثمان بن عامر بن امر ہے۔ ان کی کنیت ابوقحافہ ہے، یہ فتح مکہ کے دن اسلام لائے۔ اور والدہ کا نام سلمہ بنت صخر ہے، ان کی کنیت ام الخیر ہے۔ یہ اسلام کے ابتدائی دنوں میں اسلام لا چکی تھیں (۲)۔

اوصاف:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی قوم میں عزت وشرف کے مالک تھے۔ اور آپ رضی اللہ عنہ کے اوصاف کے بارے میں راویوں کی زبانی جو پتہ چلا ہے وہ یہ ہے کہ: آپ زردی مائل سفید تھے، قد وقامت اچھا معتدل تھا، دبلے پتلے ہلکے رخسار، پیٹھ خم دار، ازار کمر سے سرک جایا کرتی تھی، چہرے پر گوشت کم تھا، آنکھیں دھنسی ہوئیں، ناک اونچی، پنڈلیاں پتلی، رانیں مضبوط، پیشانی ابھری ہوئی، انگلیوں کے جوڑ نمایاں تھے، آپ داڑھی اور سفید بالوں میں مہندی وکتم (ایک قسم کی گھاس) کا خضاب لگاتے تھے (۳)۔

Marfat.com

قبول اسلام:

بعثتِ نبویؐ کے بعد مردوں میں سب سے پہلے آپ ﷺ کی تعلیمات کو سن کران پر ایمان لانے کی جس خوش نصیب کو سعادت نصیب ہوئی وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ بعثتِ نبویؐ سے قبل بھی سید صدیق اکبر رضی اللہ عنہ صادق اور امین ہونے کے سبب آپؐ کے رفیق وساتھی رہے۔

صدیق کا لقب:

واقعہ معراج کی سب سے پہلے تصدیق کرنے والے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تھے جس کے سبب آپ کو صدیق کا لقب عطا کیا گیا، ہجرتِ مدینہ کے معاملات کی منصوبہ بندی آپ ﷺ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اعتماد میں لے کر فرمائی اور اپنے ساتھ ہجرت کا ساتھی بنایا۔ اس کے علاوہ آپ رضی اللہ عنہ کے اور بھی بہت سے لقب ہیں مثلاً عتیق، صاحب، اتقی، اوّاہ وغیرہ۔

ہجرت مدینہ:

ہجرت کے وقت پیغمبر ﷺ کی تمام تیاری کا سازوسامان حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر سے سرانجام پایا۔ جب غارِ ثور میں پہنچے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے غار کے اندر تمام سوراخوں کو اپنی چادر کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر کے بند کردیا ایک سوراخ رہ گیا تو اس میں پاؤں ڈال دیا۔ جس کو بعدازاں اس میں بیٹھے ہوئے سانپ نے ڈس لیا، شدتِ درد کی وجہ سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے تو رسول ﷺ کے چہرۂ اقدس پر پڑے جو کہ آپ رضی اللہ عنہ کے زانو پر آرام فرماتے تھے۔ آپ ﷺ کے پوچھنے پر بتایا کہ پاؤں کو کوئی چیز ڈس گئی ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ کے لعاب مبارک کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہ کو شفا دی۔

پیغمبر ﷺ کے ساتھ آپ رضی اللہ عنہ کا صاحبِ غار ہونا قرآن مجید سے ثابت ہے:

﴿اِلَّا تَنۡصُرُوۡهُ فَقَدۡ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذۡ اَخۡرَجَهُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا ثَانِىَ اثۡنَيۡنِ اِذۡ هُمَا فِى الۡغَارِ اِذۡ يَقُوۡلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحۡزَنۡ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا‌ فَاَنۡزَلَ اللّٰهُ سَكِيۡنَتَهٗ عَلَيۡهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوۡدٍ لَّمۡ تَرَوۡهَا﴾ (۴)

(اگر تم نے اس کی مدد نہ کی تو یقیناً اللہ تعالیٰ خود اس کی مدد کر چکا ہے جب کہ اُسے ان لوگوں نے نکال دیا تھا جنھوں نے کفر کیا۔ (جب وہ) صرف دو میں کا دوسرا تھا۔ جب وہ دونوں غار میں تھے۔ جب وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا": غم نہ کر! یقیناً اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس پر اپنی طرف سے سکونِ قلب نازل کیا۔ اور اس کی مدد ایسے لشکروں سے کی جو تمھیں نظر نہیں آتے تھے)۔

Marfat.com

ہجرت کے سفر میں پیغمبر ﷺ کے ساتھ جاتے ہوئے کبھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھاگ کر آگے ہو جاتے اور کبھی پیچھے ہو جاتے تا کہ آپ ﷺ کو دشمنوں کی طرف سے کوئی گزند نہ پہنچے۔ غارِ ثور کے اندر بھی آپ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو فرمایا کہ اگر یہ لوگ اپنے پاؤں کو بھی دیکھ لیں تو ہم نظر آ جائیں گے۔ اس وقت ہی آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ (غم نہ کر اللہ ہمارے ساتھ ہے) (۵)۔

غزوات میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رفاقت:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ زندگی کے ہر معاملے میں پیغمبر ﷺ کے ساتھ رہے۔ تمام جنگوں میں مثلاً غزوہ ء بدر، احد، خندق، حنین، وغیرہ سب میں آپ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے ساتھ تھے۔ ایک دفعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے پوچھا کہ بہادر کون ہے؟ تو لوگوں نے کہا: کہ آپ رضی اللہ عنہ بہادر ہیں۔ تو انھوں نے فرمایا کہ میں بہادر نہیں بلکہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بہادر تھے جو خطرات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہتے تھے (۶)۔

مسجد نبوی ﷺ کی جگہ خرید کر وقف کی:

مدینہ میں مسجدِ نبویؐ کی جگہ خرید کر حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچ کر اسے مسجد کے لیے وقف کرنے والے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی تھے۔

مناقب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ:

آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿لو کنت متخذ ا خلیلاً لاتخذت ابابکر خلیلا﴾

(اگر میں اپنی امت کے کسی فرد کو اپنا جانی دوست بناتا تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی کو بناتا)

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی کو آپ ﷺ نے اپنی زندگی ہی میں اپنے مصلیٰ امامت پر کھڑا کر کے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو امام الصحابہ رضی اللہ عنہم بنایا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿إن الله نظر فی قلوب العباد فوجد قلب محمد صلی الله علیه و سلم خیر قلوب العباد فاصطفاه لنفسه فابتعثه برسالته ثم نظر فی قلوب العباد بعد قلب محمد فوجد قلوب أصحابه خیر قلوب العباد فجعلهم وزراء نبیه یقاتلون علی دینه﴾ (۷)

(اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں کو دیکھا تو محمد ﷺ کے دل کو سب لوگوں سے اچھا پایا تو ان کو اپنے لیے منتخب فرمالیا، پھر رسول بنا دیا، پھر محمد ﷺ کے بعد لوگوں کے دلوں کو دیکھا تو آپ ﷺ کے

Marfat.com

صحابہ رضی اللہ عنہم کے دلوں کو سب سے اچھا پایا تو ان کو اپنے نبی کا وزیر بنا دیا۔ جو اس کے دین کے لیے لڑتے ہیں۔)

جو لوگ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ قریب تھے ان میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ شامل تھے۔ جنھوں نے ہر اہم مقام پر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی مصاحبت فرمائی۔ جاہلیت میں بھی اور بعد میں جب اللہ تعالیٰ نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول مبعوث فرمایا؛ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے جونہی آپ رضی اللہ عنہ پر اسلام کو پیش کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے کسی ردوقد کے بغیر اسلام کو قبول کرلیا۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا:

﴿وما عرضتُ الإسلام على أحد إلا كانت له كَبْوَة ، إلا أبو بكر ، فإنه لم يَتَلَعْثَم في قوله﴾ (۸)

(میں نے جس کسی کو اسلام کی دعوت دی تو اس نے ابتداء میں کچھ تردد کا اظہار کیا سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کہ جونہی میں نے ان کو اسلام کی دعوت دی تو بغیر سوچے سمجھے مسلمان ہو گئے)۔

ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا:

﴿إِنَّ اللّٰهَ بَعَثَنِىْ إِلَيْكُمْ فَقُلْتُمْ كَذَبْتَ وَقَالَ أَبُو بَكْرٍ صَدَقَ وَوَاسَانِىْ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ فَهَلْ أَنْتُمْ تَارِكُوْالِىْ صَاحِبِىْ مَرَّتَيْنِ فَمَا أُوْذِىَ بَعْدَهَا﴾ (۹)

(اللہ نے مجھے تمھاری طرف مبعوث کیا تو تم لوگوں نے مجھے جھٹلایا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تصدیق کی اور اپنی جان و مال کے ساتھ میرا ساتھ دیا، تم میری خاطر میرے ساتھی کو نہ ستاؤ دو دفعہ فرمایا۔ اس کے بعد ان کو تکلیف نہ دی گئی۔)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا پورا گھرانہ مسلمان ہو گیا۔ ان میں ان کے والدین، بیوی، بچے سب شامل ہیں۔ اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے لیے خصوصی طور پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو روک لیا تھا۔ اور انھوں نے اسلام کی راہ میں بہت سی تکلیفیں برداشت کیں۔ ان کو ایک دفعہ تبلیغ کی بناء پر بہت زیادہ مارا گیا جس کی وجہ سے ان کا سارا جسم سوج گیا اور ان کے قبیلے کے لوگ ان کو اٹھا کر لے گئے، یہ عقبہ بن ابی معیط اور اس کے ساتھیوں نے مارا تھا لیکن جب ان کو ہوش آیا تو انھوں نے سب سے پہلے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پوچھا کہ ان کا کیا حال ہے؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دعوت سے کئی لوگ مسلمان ہوئے جن میں بعض عشرہ مبشرہ بھی شامل ہیں۔ ان میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت سعد رضی اللہ عنہ بن ابی وقاص اور عبدالرحمن رضی اللہ عنہ بن عوف شامل ہیں۔

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے آپ رضی اللہ عنہ کو ہجرت سے روکنے سے قبل ایک دفعہ حالات سے تنگ آ کر آپ رضی اللہ عنہ نے ہجرتِ حبشہ کا سوچا، جب آپ رضی اللہ عنہ برک الغماد مقام پر پہنچے تو آپ رضی اللہ عنہ کو ابن الدغنہ نے روک لیا اور اس نے کہا:

﴿إن أبا بكر لا يخرج مثله ولا يخرج أتخرجون رجلاً يكسب المعدوم

Marfat.com

ویصل الرحم ویحمل الکل ویقری الضیف ویعین علی نوائب الحق﴾(۱۰)
(ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ جیسے آدمی کونہیں نکالا جا سکتا، کیا تم ایسے آدمی کو نکالتے ہو جو صلہ رحمی کرتے ہیں، لوگوں کے بوجھ اٹھاتے ہیں، غریب لوگوں کو کما کر دیتے ہیں اور مہمان نوازیاں کرتے ہیں اور ان کے مصائب برداشت کرتے ہیں)۔

رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ ارشاد فرمایا:

﴿ما لا حدعند نا ید الا وقد کا فا نا ہ ما خلا أبا بکر فأن له عند نا ید اً یکا فئه اللـه بها یو م القیا مة وما نفعنی ما ل أحد اً قط ما نفعنی ما ل أبی بکر، ولو کنت متخذا ً خلیلا ً لا تخذت أبا بکر خلیلا ً آلا وان صاحبکم خلیل الله﴾(۱۱)

(کسی نے اگر مجھ پر احسان کیا تھا تو میں نے اس کا احسان دنیا میں ادا کر دیا ہے سوائے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے، اللہ تبارک وتعالیٰ ہی ان کے احسان کا بدلہ قیامت کو دے گا۔ اور مجھے کسی کے مال نے اتنا نفع نہیں دیا جتنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مال نے دیا اور اگر میں کسی کو دوست بناتا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بناتا آگاہ رہو کہ تمہارا ساتھی اللہ کا دوست ہے)

ایک دفعہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

﴿بینما رجل یسوق بقرة له قد حمل علیها، التفتت الیه البقرة فقا لت انی لم اخلق لهٰذا، و لکنی انما خلقت للحرث، فقال تکلم النا س: سبحا ن الله! تعجباً وفز عا ً أ بقرة تتکلم؟ فقا ل رسو ل الله ﷺ فانی أومن به و أبو بکر و عمر﴾(۱۲)

(کوئی آدمی گائے کو لے کر جا رہا تھا تو اس پر سوار ہو گیا، وہ کہنے لگی ہم اس کے لیے پیدا نہیں کیے گئے تو سننے والے لوگوں نے کہا سبحان اللہ گائے باتیں کرتی تھی؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں اس پر ایمان لاتا ہوں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی ایمان لاتے ہیں اور عمر رضی اللہ عنہ بھی ایمان لاتے ہیں۔'' حالانکہ وہ دونوں وہاں پر موجود نہیں تھے۔)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان دونوں پر اتنا یقین تھا کہ جو بات بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیں اس کو وہ مانتے تھے۔ اسی طرح سے ایک بھیڑیئے کا واقعہ ہے کہ اس نے ایک بکری کو اٹھایا تو چرواہے نے بکری اس سے چھین لی تو بھیڑیئے نے بول کر کہا: اس دن کیا ہوگا جب میرے علاوہ ان کی کوئی حفاظت کرنے والا نہیں ہوگا؟ اس پر بھی لوگوں نے کہا کہ بھیڑیا کلام کرتا تھا؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں بھی اس بات پر ایمان لاتا ہوں، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی لاتے ہیں اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی اس پر ایمان لاتے ہیں (۱۳)۔ حالانکہ وہ خود وہاں نہ تھے۔ جاہلیت کے زمانے میں بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کسی بت کو کبھی سجدہ نہیں کیا تھا۔ اور اس بات

Marfat.com

کا اظہار آپ ﷺ نے لوگوں کے سامنے کیا۔ (۱۴)

اسی طرح سے آپ رضی اللہ عنہ نے کبھی جاہلیت کے زمانے میں بھی شراب نہیں پی تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خود فرمایا: ابوبکر رضی اللہ عنہ نے شراب کو اپنے اوپر حرام کرلیا تھا۔ نہ جاہلیت میں پی اور نہ اسلام میں (۱۵)۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خراجِ عقیدت پیش کیا ہے:

إذا تـذكـرتَ شجواً من أخي ثقةٍ
فـاذكـرْ أخـاكَ أبـا بـكـرٍ بما فعلا

(جب تمھیں اپنے کسی قابل اعتماد بھائی سے ضرورت یاد آئے تو اپنے بھائی ابوبکر رضی اللہ عنہ اوران کے کارناموں کو یاد کرو۔)

التـالـيَ الثـانـيَ المحمودَ مشهدهُ
وأولَ الـنـاسِ طـراً صدقَ الرسلا

(میرے ساتھ) اور وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے سب سے پہلے رسول ﷺ کی تصدیق کی۔)

والثـانـيَ اثـنـيـنِ فـي الـغـارِ المنيفِ، وقدْ
طـافَ الـعَـدُوُّ بـهِ إذْ صَـعَّـدَ الـجَـبَـلا

(اور وہ دونوں میں کا دوسرا ہے بلند غار میں جس وقت کہ دشمن پہاڑ پر چڑھے ہوئے اردگرد گھوم رہے تھے۔)

وكـان حـبَّ رسـولِ الـلـهِ قـد عـلـموا
مـن الـبَـرِيَـةِ لَـمْ يَـعْـدِلْ بِـهِ رَجُـلا

(آپ رسول ﷺ کے محبوب تھے، لوگوں کو معلوم تھا کہ مخلوق میں آپ ﷺ کے نزدیک آپ رضی اللہ عنہ کے ہم پلہ کوئی نہ تھا۔)

خَـيْـرُ الـبَـرِيَـةِ اِتـقـهـا وأرْأفُـهـا
بَـعْـدَ الـنـبـيّ، وأوْفـاهـا بـمـا حَـمَـلا

(نبی کریم ﷺ کے بعد مخلوق میں سب سے بہتر، سب سے زیادہ متقی، سب سے زیادہ عدل پسند اور سب سے زیادہ اپنی ذمے داری ادا کرنے والے ہیں۔)

عـاش حَـمِـيداً، لأمرِ الـلّـهِ مُتَّبِـعاً
بهَـدي صـاحِـبِـه الـمـاضـي، وما انْتَقلا (۱۶)

(اللہ تعالیٰ کے حکم کی ستائش کرتے ہوئے اور ماضی وحال میں اپنے دوست رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرتے ہوئے زندگی گزاری)۔

Marfat.com

ایک دفعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا کوئی ایسا انسان ہے جس کی نیکیاں اتنی ہوں جتنی آسمان کے ستارے ہیں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں'' تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں کہ اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم (این ابو بکرؓ؟) میرے والد صاحب کہاں گئے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''عمر فاروق رضی اللہ عنہ تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نیکیوں میں سے ایک نیکی ہے (۱۷)۔

ایک دفعہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے تو عقبہ بن ابی معیط نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گلے میں کپڑا ڈال کر سختی سے کھینچا، اتنے میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو اس کو دونوں کندھوں سے پکڑ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دور کیا۔ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تلاوت کی:

﴿اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ﴾ (۱۸)

(کیا تم لوگ ایک شخص کو صرف اس بات پر قتل کر دو گے کہ وہ کہتا ہے اللہ تعالیٰ میرا ربّ ہے؟ حالانکہ یقیناً وہ تمھارے پاس تمھارے ربّ کی طرف سے واضح دلائل لے کر آیا ہے۔)

ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ان کے بارے میں ارشاد فرمایا:

﴿إِنَّ اللّٰهَ بَعَثَنِي إِلَيْكُمْ فَقُلْتُمْ كَذَبْتَ وَقَالَ أَبُو بَكْرٍ صَدَقَ وَوَاسَانِي بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ فَهَلْ أَنْتُمْ تَارِكُوا لِي صَاحِبِي مَرَّتَيْنِ فَمَا أُوذِيَ بَعْدَهَا﴾ (۱۹)

(بے شک اللہ نے مجھے تمھاری طرف نبی بنا کر بھیجا پس تم نے میری تکذیب کی اور ابو بکر رضی اللہ عنہ نے میری تصدیق کی اور اپنی جان اور اپنے مال سے میری مدد کی تو کیا تم لوگ میرے دوست کو ستانا چھوڑتے ہو یا نہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دفعہ یہی فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ فرمانے کے بعد پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ کو کسی نے نہیں ستایا۔)

دراصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اس لیے ارشاد فرمایا تھا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے درمیان کوئی ناراضگی ہو گئی تھی تو بعد میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے معذرت کر لی لیکن انھوں نے معاف نہ کیا تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دفعہ ارشاد فرمایا: ابو بکر رضی اللہ عنہ! اللہ آپ رضی اللہ عنہ کو معاف فرمائے۔ اللہ آپ رضی اللہ عنہ کو بخش دے۔

ادھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ندامت ہوئی تو وہ بھی تلاش کرتے کرتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ غصے سے متغیر ہو رہا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیفیت دیکھ کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے ساتھی کے بارے میں ڈر گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرنے لگے اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم زیادتی میری طرف سے ہوئی ہے۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مندرجہ بالا حدیث کے الفاظ ارشاد فرمائے تھے (۲۰)۔

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اللہ کی رضا اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں نیکی کے کاموں میں کبھی پیچھے نہیں رہتے تھے۔

Marfat.com

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھا: تم میں سے آج کون روزہ دار ہے؟ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا میں ہوں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تم میں سے کس نے جنازہ میں شرکت کی؟ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا آج تم میں سے کس نے مسکین کو کھانا کھلایا؟ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا آج کس نے مریض کی عیادت کی؟ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

﴿مَا اجْتَمَعْنَ فِی امْرِءٍ إِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ﴾ (۲۱)

(جس شخص میں یہ تمام باتیں جمع ہو جائیں وہ جنت میں داخل ہوگا)

ایک دفعہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس نے اللہ کی راہ میں کسی چیز کے جوڑے خرچ کیے اس کو جنت کے دروازوں سے پکارا جائے گا۔ جو نمازیوں میں سے ہوگا اس کو باب الصلوٰۃ سے، جو اہل جہاد میں سے ہوگا اس کو باب الجہاد سے، جو روزہ دار ہوگا اس کو باب الریان سے، جو زکوٰۃ و صدقات دینے والا ہوگا اس کو باب الصدقہ سے پکارا جائے گا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: ''اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان دروازوں سے جن کو پکارا جائے گا اس کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہے گی۔ لیکن کیا کوئی ایسا شخص بھی ہوگا جس کو تمام دروازوں سے پکارا جائے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

﴿نَعَمْ وَأَرْجُوْ أَنْ تَكُوْنَ مِنْهُمْ يَا أَبَا بَكْرٍ﴾ (۲۲)

(ہاں! اے ابو بکر رضی اللہ عنہ! مجھے امید ہے تم انہی میں سے ہو گے)۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے بہت بصیرت عنایت فرمائی تھی۔ صلح حدیبیہ کے وقت صلح کی شرائط کو دیکھ کر بڑے بڑے لوگ پریشان ہو گئے تھے۔ ان میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں۔ انھوں نے اپنی پریشانی کا اظہار کیا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گئے تو انھوں نے ارشاد فرمایا: ''عمر رضی اللہ عنہ! وہ اللہ کے رسولؐ ہیں، آپ رضی اللہ عنہ کو اس معاملے کے متعلق کسی قسم کی پریشانی نہیں ہونی چاہیے (۲۳)۔

اسی طرح سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت بھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے استقامت دکھائی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پاس نہیں تھے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں کھڑے ہو کر خطبہ دے رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو موت نہیں آئی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے بلایا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور لوٹیں گے اور کچھ لوگوں کے ہاتھ پیر کاٹیں گے۔

تھوڑی دیر بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ حجرہ میں داخل ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک سے چادر کو ہٹایا اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور بوسہ دیا اور پھر فرمایا: میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہوں۔ اللہ کی قسم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ دو موتیں طاری نہیں کرے گا۔ جو موت آنی تھی وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آ گئی۔

Marfat.com

پھر آپ رضی اللہ عنہ مجمع میں تشریف لے گئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ غصے میں بولتے جا رہے تھے۔
آپ رضی اللہ عنہ نے ان کو بیٹھنے کا کہا اور خود خطبہ دیا:

﴿فَحَمِدَ اللّٰهَ اَبُو بَكْرٍ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ وَقَالَ اَلَا مَنْ كَانَ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ وَقَالَ (اِنَّكَ مَيِّتٌ وَاِنَّهُمْ مَيِّتُونَ) وَقَالَ: "وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ج قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ط اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ ط وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا ط وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ﴾ (۲۴)

(پس ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اللہ کی تعریف و توصیف بیان کی اور فرمایا اے لوگو! سنو جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے پردہ فرما گئے ہیں اور جو شخص اللہ کی عبادت کرتا تھا پس اللہ بے شک زندہ ہے اسے موت نہیں آئے گی اور فرمایا اے نبی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی مرنا ہے اور ان لوگوں کو بھی مرنا ہے۔ اور نہیں ہے محمدؐ مگر ایک رسول۔ یقیناً اس سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں۔ کیا پھر اگر وہ وفات پا جائے یا قتل کر دیا جائے تو تم اُلٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ اور جو شخص اُلٹے پاؤں پھرے گا وہ اللہ تعالیٰ کا کچھ نہیں بگاڑے گا۔ اور عنقریب اللہ تعالیٰ شکر کرنے والوں کو جزا دے گا)۔

یہ سن کر سب رونے لگے اور سب کو وفات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا یقین ہو گیا۔

ایک دفعہ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ بن العاص نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عائشہ رضی اللہ عنہا! پھر انھوں نے پوچھا پھر اس کے بعد کون ہے؟ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ابو ھا (۲۵)۔

کئی موقعوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تعریف فرمائی۔

ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿رَحِمَ اللّٰهُ اَبَا بَكْرٍ زَوَّجَنِي ابْنَتَهُ وَحَمَلَنِي اِلٰى دَارِ الْهِجْرَةِ﴾ (۲۶)

(اللہ تعالیٰ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر رحم کرے انھوں نے اپنی بیٹی کی مجھ سے شادی کر دی اور مجھے دارالھجرہ میں منتقل کیا۔)

ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ ایک بندے کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اختیار دیا ہے کہ وہ دنیا کو پسند کر لے یا آخرت کو پسند کر لے تو اس نے آخرت کو پسند کر لیا ہے۔ اس بات کو سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رونے لگ گئے۔ لوگ اس بات پر حیران تھے لیکن بعد میں پتہ چلا کہ محرم رازِ نبوت، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو معلوم ہو گیا تھا کہ جن کو اختیار دیا گیا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے۔

﴿اِنْ يَكُنِ اللّٰهُ خَيَّرَ عَبْدًا بَيْنَ الدُّنْيَا وَبَيْنَ مَا عِنْدَهُ فَاخْتَارَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ﴾ (۲۶)

Marfat.com

(اگر اللہ تعالیٰ بندہ کو دنیا اور اس چیز کو پسند کرنے کا جو اس کے پاس ہے اختیار دے تو بندہ کو وہ چیز اختیار کرنی چاہیے جو اللہ کے پاس ہے)۔

پیغمبر ﷺ کے مرض کی شدت میں بھی آپ ﷺ نے یہ پسند فرمایا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ لوگوں کی جماعت کرائیں۔ ازواجِ مطہرات نے عرض کیا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نرم دل ہیں، آپ ﷺ کے مقام پر کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھا سکیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے نہ مانا اور تیسری مرتبہ اصرار کرنے پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿إِنَّكُنَّ لَأَنْتُنَّ صَوَاحِبُ يُوسُفَ مروا ابا بكر فليصل بالناس﴾ (۲۷)

(تم یوسفؑ کی ساتھی عورتوں کی طرح ہو۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حکم دو کہ وہ جماعت کرائیں۔)

چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ہی جماعت کرائی۔

پیغمبر ﷺ کی طرف سے ایسے واضح طور پر اشارے مل گئے تھے جس سے معلوم ہوتا تھا کہ خلیفہ آپ رضی اللہ عنہ ہی ہوں گے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دفعہ ارشاد فرمایا:

﴿إِنِّي لَا أَدْرِيْ مَا قَدْرُ بَقَائِي فِيكُمْ فَاقْتَدُوْا بِاللَّذَيْنِ مِنْ بَعْدِيْ وَأَشَارَ إِلَىٰ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ﴾ (۲۸)

(مجھے علم نہیں میں کب تک آپ کے درمیان رہتا ہوں، لہٰذا تم میرے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کی اقتدا کرنا۔)

اسی طرح سے ایک دفعہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں سویا ہوا تھا، دیکھتا ہوں میں اپنے حوض پر کھڑا پانی نکال کر لوگوں کو پلا رہا ہوں، اتنے میں ابوبکر رضی اللہ عنہ آ گئے، انھوں نے میرے ہاتھ سے ڈول لے لیا تا کہ مجھے آرام پہنچائیں پھر انھوں نے دو ڈول نکالے اور ان کے پانی نکالنے میں ضعف تھا، اللہ ان کی مغفرت فرمائے۔ پھر ابن خطاب رضی اللہ عنہ آ گئے اور انھوں نے ان سے ڈول لے لیا تو میں نے کبھی ان سے زیادہ قوی ڈول کھینچنے والا نہیں دیکھا، یہاں تک کہ لوگ سیراب ہو کر واپس ہوئے اور حوض بھرا کا بھرا رہا، اس سے پانی ابل رہا تھا (۲۹)۔

اسی طرح سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے مرض موت میں فرمایا:

تم میرے پاس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور اپنے بھائی کو بلاؤ، میں ان کے لیے ایک کتاب لکھ دوں کیونکہ مجھے خدشہ ہے کہ تمنا کرنے والا تمنا کرے اور کہنے والا کہے گا کہ میں (خلافت کا) زیادہ حق دار ہوں، حالانکہ اللہ تعالیٰ اور اہل ایمان صرف ابوبکر رضی اللہ عنہ کو چاہتے ہیں۔ (۳۰)

اسی طرح سے ایک موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا مِنْ أُمَّتِي خَلِيلًا لَاتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ وَلَكِنْ أَخِي وَصَاحِبِي﴾ (۳۱)

(اگر میں اپنی امت کے کسی فرد کو اپنا جانی دوست بناتا تو وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ہی بناتا لیکن وہ میرے دینی

Marfat.com

بھائی اور میرے دوست ہیں۔)

رسول اللہ ﷺ نے مستقبل میں اپنی موت کے بعد واقع ہونے والے امر کی خبر دی اور یہ بتلایا کہ مسلمان ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی کو مسند خلافت نہیں دیں گے اور حدیث میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس سلسلے میں قدرے اختلاف رونما ہوگا اور یہ سب جیسا کہ آپ ﷺ نے خبر دی واقع ہوا، پھر لوگ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر متفق ہوگئے (۳۲)۔

اسی طرح سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ہی جب ہمیں صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان انتخاب کے لیے کہا جاتا تو سب میں افضل اور بہتر ہم ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ہی قرار دیتے تھے، پھر عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب کو پھر عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان کو (۳۳)۔

اسی طرح سے ایک عورت رسول ﷺ کی خدمت میں آئی تو آپ ﷺ نے اس سے فرمایا کہ پھر آنا۔ اس نے کہا اگر میں آپ ﷺ کو نہ پاؤں تو؟ گویا وہ وفات کی طرف اشارہ کررہی تھی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿إِنْ لَمْ تَجِدِيْنِيْ فَأْتِيْ أَبَا بَكْرٍ﴾ (۳۴)

(اگر تم مجھے نہ پاؤ تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس چلی جانا۔)

اسی طرح سے ایک موقع پر جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہار گم ہوگیا۔ پانی نہ تھا اور اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیات نازل کیں:

﴿فَقَالَ أُسَيْدُ بْنُ الْحُضَيْرِ مَا هِيَ بِأَوَّلِ بَرَكَتِكُمْ يَا آلَ أَبِي بَكْرٍ﴾ (۳۵)

(حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ: اے آلِ ابوبکر رضی اللہ عنہ! یہ تمھاری کوئی پہلی برکت نہیں ہے۔)

ایک بار حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ رسول اللہ کے پاس تھے اور رسول اللہ ﷺ کنویں کی منڈیر پر پاؤں لٹکائے بیٹھے تھے، تھوڑی دیر بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور دروازہ کھولنا چاہا تو میں نے پوچھا کون صاحب ہیں؟ انھوں نے کہا ابوبکر رضی اللہ عنہ، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ائْذَنْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ﴾ (۳۶)

(انھیں اندر آنے کی اجازت دے دو اور جنت کی بشارت بھی۔)

اسی طرح سے ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ تھے آپ ﷺ پہاڑ پر چڑھے تو اُحد کانپ اٹھا، آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

﴿اثْبُتْ أُحُدُ فَمَا عَلَيْكَ إِلَّا نَبِيٌّ أَوْ صِدِّيقٌ أَوْ شَهِيدَانِ﴾ (۳۷)

(احد! قرار پکڑ کہ تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔)

Marfat.com

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اسلام میں پہلا حج:

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ۹ھ میں امیر الحج مقرر فرمایا۔ اور آپ رضی اللہ عنہ کے مکہ تشریف لے جانے کے بعد سورۃ برأت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی عضباء پر سوار ہو کر جائیں۔ ذوالحلیفہ میں جا کر وہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مل گئے۔ تو انھوں نے آپ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ رضی اللہ عنہ امیر بن کر آئے ہیں یا مامور؟ تو انھوں نے فرمایا کہ مامور بن کر آیا ہوں۔ چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حکم سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سورۃ برأت کی ابتدائی آیت پڑھ کر لوگوں کو سناتے اور ان چار باتوں کا اعلان کرتے:

۱۔ جنت میں صرف مومن داخل ہوں گے۔
۲۔ آئندہ سے کوئی عریاں شخص طواف کعبہ نہ کرے گا۔
۳۔ جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معاہدہ ہو وہ اپنی مدت تک رہے گا۔
۴۔ اس سال کے بعد مشرکین کو حج کی اجازت نہ ہوگی (۳۸)۔

سورۃ برأت کی پہلی آیت یہ ہے:

﴿بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖۤ اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ (۳۹)

(اعلانِ برأت ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ان مشرکین سے جن سے تم نے معاہدے کیے تھے۔)

خلافت کے آغاز پر خطبہ:

جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو آپ رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا جس میں خصوصی طور پر آپ رضی اللہ عنہ نے یہ ارشاد فرمایا:

اگر میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کروں تو میری اطاعت کرو۔ اور اگر میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کروں تو تم پر میری اطاعت لازم نہیں ہے (۴۰)۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خلیفہ بننے کے بعد پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت پر عمل کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی، چنانچہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ، آپ رضی اللہ عنہ کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث، باغِ فدک اور خیبر کا حصہ طلب کرنے کے لیے آئے تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

﴿لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَاهُ صَدَقَةٌ اِنَّمَا يَاْكُلُ آلُ مُحَمَّدٍ فِيْ هٰذَا الْمَالِ﴾ (۴۱)

(ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا، جو ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ آلِ محمدؐ اس مال میں سے کھائے۔)

چنانچہ اس معاملے کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کوئی بحث نہیں کی اور فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کیا۔

Marfat.com

لشکر اسامہ رضی اللہ عنہ کی روانگی:

تمام معاملات میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو سامنے رکھتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۱۱ھ میں بلقاء (اردن) و فلسطین میں رومیوں پر چڑھائی کرنے کے لیے مہاجرین و انصار کا لشکر تیار کیا تو ان پر حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ بن زید رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا۔ لشکر تیار تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوگیا۔ تو وہ لشکر رک گیا لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے زمامِ خلافت سنبھال کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے تیسرے روز حکم دیا کہ لشکرِ اسامہ رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا جائے (۴۲)۔ چنانچہ یہ لشکر روانہ ہوگیا۔

منکرین زکوٰۃ، مدعیانِ نبوت اور مرتدین کے خلاف جنگ:

اسی طرح سے مرتدین کے معاملے میں بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بڑا مستحکم رویہ اختیار کیا۔ کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس بات کے خلاف تھے کہ آپ رضی اللہ عنہ مانعینِ زکوٰۃ سے جنگ کریں بلکہ یہ کہتے تھے کہ مال کے ذریعے ان کی تالیف قلب کی جائے۔ تاکہ ایمان ان کے دلوں میں مستحکم ہوجائے۔ لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس مشورے کو نہ مانا بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشادِ مبارک سب کو سنایا:

﴿أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَقُولُوا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ فَمَنْ قَالَهَا فَقَدْ عَصَمَ مِنِّي مَالَهُ وَنَفْسَهُ إِلَّا بِحَقِّهِ وَحِسَابُهُ عَلَى اللّٰهِ﴾ (۴۳)

(مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کروں، یہاں تک کہ لوگ لا الہ الا اللہ کا اقرار کرلیں۔ جس نے لا الہ الا اللہ کا اقرار کرلیا اس نے اپنے مال و جان کو محفوظ کرلیا مگر یہ کہ اسلام کا حق آجائے، اور اس کا حساب اللہ کے حوالے ہے۔)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: واللہ میں اسے ضرور قتل کروں گا جو نماز و زکوٰۃ کے درمیان تفریق کرے گا۔ زکوٰۃ مال کا حق ہے، واللہ اگر انھوں نے بکری کا بچہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زکوٰۃ میں دیتے تھے روک لیا تو میں ان سے اس کے روکنے کی وجہ سے قتال کروں گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: واللہ یہ تو ایسی بات ہے جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کا سینہ کھول دیا ہے، پھر میں نے پہچان لیا کہ حق یہی ہے۔

اس کے بعد عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! مرتدین سے قتال کرنے میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایمان پوری امت کے ایمان پر بھاری ہے (۴۴)۔

بلکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے یہ مروی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مجھ سے ساری زندگی کی نیکیاں لے لیں اور مجھے اپنی زندگی کے ایک دن اور ایک رات کی نیکیاں دے دیں وہ رات جس میں آپ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی تھی اور وہ دن جس دن آپ رضی اللہ عنہ نے فتنۂ ارتداد میں مانعینِ زکوٰۃ سے

Marfat.com

جہاد فرمایا تھا۔

اسی طرح سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے منکرینِ ختمِ نبوت کے ساتھ جنگ کی اور اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہ کو فتح نصیب فرمائی۔ ان میں مسیلمہ کذاب، اسود عنسی اور طلیحہ اسدی جیسے لوگ شامل تھے۔

قرآنِ مجید میں بھی واضح طور پر حضرت ابوبکر صدیقؓ کا ذکر ملتا ہے۔ اللہ نے اپنی پاک کتاب میں فرمایا:

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ﴾ (۴۵)

(محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کا رسول ہے۔ اور جو لوگ اُس کے ساتھ ہیں وہ کفار پر سخت، آپس میں رحم کرنے والے ہیں۔ تم اُنہیں رکوع کرتے ہوئے، سجدہ کرتے ہوئے دیکھو گے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فضل اور رضامندی کی طلب میں لگے رہتے ہیں۔ سجدوں کے اثرات سے اُن کے چہروں پر علامات ہیں۔

اُن کی مثال تورات میں۔ اور انجیل میں یوں ہے جیسے ایک کھیتی ہے جس نے کونپل نکالی۔ پھر اُس کو تقویت دی۔ پھر وہ اور موٹی ہوگئی۔ پھر اپنے تنے پر کھڑی ہوگئی۔ کاشت کرنے والوں کو وہ خوش کرتی ہے۔)

﴿وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُم بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾ (۴۶)

(اور مہاجرین اور انصار میں سے سبقت کرنے والے اور جن لوگوں نے حسن وخوبی سے ان کی پیروی کی ہے، اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ اس سے راضی ہوئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ وہ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ یہ ہے بڑی کامیابی۔)

﴿وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ أُولٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ﴾ (۴۷)

(اور جو شخص سچائی لے کر آیا اور جنہوں نے اس کو سچ مانا وہی عذاب سے بچنے والے ہیں)۔

﴿ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ﴾ (۴۸)

Marfat.com

(جب وہ صرف دو میں کا دوسرا تھا جب وہ دونوں غار میں تھے)۔

جب آپ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدافعت کررہے تھے تو قرآن پاک کی یہ آیت پڑھ رہے تھے کہ:

﴿اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ یَّقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَ کُمْ بِالْبَیِّنٰتِ مِنْ رَّبِّکُمْ﴾ (۴۹)

(کیا تم لوگ ایک شخص کو صرف اس بات پر قتل کردو گے کہ وہ کہتا ہے اللہ تعالیٰ میرا ربّ ہے؟ حالانکہ یقیناً وہ تمھارے پاس تمھارے ربّ کی طرف سے واضح دلائل لے کر آیا ہے۔)

عقبہ ابن ابی معیط نے جب کپڑا ڈال کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھینچا تو آپ رضی اللہ عنہ قرآن کی یہ آیت پڑھ رہے تھے۔ تو انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر حضرت ابوبکرؓ کو مارنا شروع کردیا۔ اوران کو بہت زیادہ زخمی کیا۔

بعض نے سورۃ اللیل کی ان آیات کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ آپ رضی اللہ عنہ سے منسوب ہیں:

﴿فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی ○ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی ○ فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْیُسْرٰی﴾ (۵۰)

(تو جس نے (راہ خدا میں) مال دیا اور (خدا کی نافرمانی سے) پرہیز کیا اور بھلائی کو سچ مانا اس کو ہم آسان راستے کے لیے سہولت دیں گے)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ خوش کرنے والے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے ارشاد فرمایا:

﴿لقد أمر رسول الله صلى الله عليه وسلم أبا بكر أن يصلى بالناس وإنى شاهد ما أنا بغائب ولا بى مرض﴾ (۵۱)

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نماز کا حکم دیا اور میں موجود تھا اور مجھے بیماری بھی نہیں تھی۔)

ایک اور روایت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ ارشاد فرمایا:

﴿عن زيد بن على بن الحسين قال: سمعت أبى على بن الحسين يقول: سمعت أبى الحسين بن على يقول: قلت لأبى بكر: يا أبا بكر امن خير الناس بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ فقال لى: أبوك، فسألت أبى عليا فقلت: من خير الناس بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ قال: أبو بكر﴾ (۵۲)

(حضرت زید بن حسین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد علی بن حسین رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا، وہ فرماتے تھے کہ میں نے اپنے باپ حسین رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ میں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں میں سے بہترین انسان کون ہے؟ انھوں نے مجھ سے کہا کہ آپ رضی اللہ عنہ کے والد) پھر میں نے یہی بات اپنے باپ حضرت علی رضی اللہ عنہ

Marfat.com

سے پوچھی کہ لوگوں میں آپ ﷺ کے بعد کون افضل ہے تو انھوں نے فرمایا: اس امت میں نبی ﷺ کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ افضل شخصیت ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

﴿لاينبغي لقوم فيهم أبوبكر أن يؤمهم غيره﴾ (۵۳)

(کسی قوم کو مناسب نہیں کہ ان میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ موجود ہوں اور امامت کوئی اور کرائے)

امام جعفر صادق رحمہ اللہ کا قول ہے جب ان سے کسی نے پوچھا کہ تلوار کے دستے میں سونا لگایا جاسکتا ہے؟ تو انھوں نے فرمایا:

﴿نعم قد حلى أبو بكر الصديق سيفه﴾ (۵۴)

(ہاں! لگایا جاسکتا ہے، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لگایا تھا۔)

تو وہ شخص کہنے لگا آپ رحمہ اللہ ان کو صدیق کہتے ہیں؟ تو ارشاد فرمایا:

﴿فمن لم يقل له الصديق فلا صدق الله قوله فى الدنيا والآخرة﴾ (۵۵)

(جو ان کو صدیق نہ کہے تو اللہ تعالیٰ ان کی بات دنیا اور آخرت میں سچی نہ کرے۔)

رسول اللہ ﷺ نے خود اس کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ:

﴿و ما بين بيتى و منبرى روضة من رياض الجنة﴾ (۵۶)

(میرے منبر اور گھر کے درمیان کی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔)

دونوں شخصیتیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہاں پر آرام فرما ہیں۔

تاریخِ انسانی میں سب سے عظیم پیغمبر ﷺ کی شخصیت ہے اور آپ ﷺ کے بعد لوگوں کی محبوب ترین شخصیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ جن کے اخلاق وعادات پیغمبر اسلام ﷺ کی مانند تھے۔ اور انھوں نے دین کی حمیت میں اپنا سب کچھ قربان کردیا۔ اور آپ رضی اللہ عنہ کی زندگی دروس اور عبرتوں سے بھری ہوئی ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے کلمہء توحید کے لیے مستحکم کام کیے، علم کے لحاظ سے سب لوگوں سے بڑھ کر تھے۔ متعدد آیات اور احادیث آپ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں موجود ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت علی منہاج النبوۃ تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ کے پہلے خطبے سے معلوم ہوتا ہے کہ حاکم کی اطاعت رسول اللہ ﷺ کی اطاعت پر موقوف ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تمام معاملات میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مشورے کو سامنے رکھا اور رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کی موت کے صدمے کے باوجود آپ رضی اللہ عنہ نے اسلامی حکومت کو استحکام بخشا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے حق پر اثبات نے فتنہء ارتداد کو ختم کیا اور منکرینِ ختم نبوت کا خاتمہ کیا۔

آپ رضی اللہ عنہ کے دور میں بہت سی فتوحات ہوئیں اور دیگر قوموں کے دلوں میں اسلام کا رعب جاگزین

Marfat.com

ہوا۔آپ رضی اللہ عنہ نے مفتوحہ علاقوں میں عدل وانصاف قائم کیا۔آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات سے قبل حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنا کر اس امت پر احسان کیا۔آپ رضی اللہ عنہ دنیا میں اللہ کے دین کی نشرواشاعت کرتے ہوئے عظیم جہاد کے بعد اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے۔

﴿رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوْبِنَا غِلًّا لِلَّذِيْنَ آمَنُوْا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوْفٌ رَحِيْمٌ﴾ (۵۷)

(اے ہمارے رب ہمیں اور ہمارے ان سب بھائیوں کو بخش دے جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں اور ہمارے دلوں میں اہل ایمان کے لیے بغض نہ رکھ،اے ہمارے رب بیشک تو رؤف الرحیم ہے)

ازواج واولاد:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے چار شادیاں کیں۔جن سے تین لڑکے اور تین لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ان کا تذکرہ حسب ذیل ہے:

۱۔ پہلی بیوی قتیلہ بن عبدالعزیٰ ہے۔ان کے اسلام میں اختلاف ہے۔یہ حضرت عبداللہ اور اسماء رضی اللہ عنہما کی والدہ ہیں۔دور جاہلیت میں آپ رضی اللہ عنہ نے ان کو طلاق دے دی تھی۔

۲۔ ام رومان بنت عامر ہے۔ان کے پہلے شوہر حارث بن سنجرہ کا مکہ میں انتقال ہو گیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان سے شادی کر لی۔یہ بنو کنانہ بن خزیمہ سے ہیں۔آغاز اسلام کے ساتھ ہی یہ مسلمان ہو گئیں۔مدینہ کی طرف ہجرت بھی کی۔یہ عبدالرحمان رضی اللہ عنہ اور ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی والدہ ہیں۔۶ ہجری میں مدینہ میں ان کی وفات ہوئی۔

۳۔ اسماء بنت عمیس ہے۔ان کی کنیت ام عبداللہ ہے۔یہ مسلمانوں کے دارارقم میں داخل ہونے سے پہلے مسلمان ہو چکی تھیں۔ان کے پہلے شوہر جعفر رضی اللہ عنہ بن ابی طالب تھے۔جنگ موتہ ۸ ہجری میں حضرت جب جعفر رضی اللہ عنہ نے جام شہادت نوش کیا تو ان سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے شادی کر لی۔انہی کے بطن سے محمد بن ابی بکر پیدا ہوئے۔

۴۔ حبیبہ بن خارجہ ہے۔جس کا تعلق انصار کے قبیلہ خزرج سے تھا۔انہی کے بطن سے ام کلثوم رضی اللہ عنہا آپؓ کی وفات کے بعد پیدا ہوئیں۔

فتوحاتِ صدیقی:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ دعوت الی اللہ کی ذمہ داری کو ادا فرمایا،چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بادشاہان عالم، زعماء وقائدین کے نام خطوط لکھے اور سفراء کو روانہ کیا۔انسانی ضرورتیں اور جاہلی عادات،نفسیاتی موانع اور مادی رکاوٹیں جو اسلام کو سننے اور سمجھنے سے مانع تھیں انہیں ختم کرنے اور راستے سے ہٹانے کے لیے فوجیں روانہ کیں۔بلکہ بذات خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض جنگی مہموں اور غزوات کی قیادت کی۔آخری غزوہ تبوک تھا جو ۹ ہجری

میں پیش آیا۔ ان تمام معرکوں اور غزوات میں لوگوں کو تین چیزوں کے درمیان اختیار دیا گیا کہ جس کو چاہیں اختیار کرلیں۔ یا تو اسلام میں داخل ہوکر مسلمانوں کے بھائی بن جائیں، یا اپنے کفر پر باقی رہیں اور جزیہ دیں، یا ان دونوں کا ہی انکار کریں اور ہمارے اور ان کے درمیان تلوار فیصل قرار پائے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسی منہج کو اختیار کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارتوں کو ثابت کر دکھانے کے لیے جو آپ نے بہت سے ممالک جیسے عراق وغیرہ کی فتح کے سلسلہ میں دی تھیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور میں فتوحات دو طرح سے ہوئیں جن کو تاریخ میں فتوحات عراق اور فتوحات شام کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

فتوحات عراق میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ایک فوج خالد رضی اللہ عنہ بن ولید کی قیادت میں بھیجی اور دوسری فوج عیاض رضی اللہ عنہ بن غنم کی قیادت میں۔ پھر انھی کے تعاون کے لیے مثنیٰ رضی اللہ عنہ بن حارثہ کو بھیجا۔ ان حضرات نے معرکہ ذات السلاسل، معرکہ مذار، معرکہ ولجہ، معرکہ الیس اور فتح امغیشیا، فتح حیرہ، انبار، عین التمر، دومۃ الجندل، حصید کا معرکہ، معرکہ مصیخ اور معرکہ فراض کی فتوحات کیں۔

فتوحات شام میں روم، اھل یمن، اجنادین اور یرموک جیسی فتوحات بھی شامل ہیں (۵۸)۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا استخلاف:

جمادی الاخری ۱۳ ہجری میں حضرت ابوبکر صدیقؓ بیمار ہوگئے۔ تو اسی دوران انھوں نے مہاجرین و انصار میں سے کبار صحابہ کرامؓ سے مشہورہ کیا تو خلافت کی ذمہ داری حضرت عمر فاروقؓ کو دینے کی رائے کا اظہار کیا۔

وفات:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ صدیق کی ولادت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے تقریباً دو سال چھ ماہ بعد ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے جمادی الاخریٰ ۱۳ھ دوشنبہ میں وفات پائی۔ اور وفات کے وقت ان کی عمر ۶۳ سال تھی اور اپنے ساتھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر کے موافق عمر پائی۔ آپ رضی اللہ عنہ کو آپ کی بیوی اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے غسل دیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ آپؓ کا سر رسولؐ اللہ کے کندھوں کے برابر رکھا گیا (۵۹)۔

خلافت:

ان کا زمانۂ خلافت ۲ سال تھا مگر اس مختصر زمانہ میں بہت سی فتوحات ہوئیں اور اس طرح ان کا زمانۂ خلافت، عہدِ زریں کہلایا۔

اللہ تعالیٰ ان کو اجر جزیل دے اور جنتوں میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ہمیں ان کے متبعین میں سے بنادے۔ (آمین)

Marfat.com

حوالہ جات

۱۔ ابن حجر، احمد بن علی، الاصابہ فی تمییز الصحابہ (دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۵ء) ۱۴۴/۴۔

۲۔ ابن حجر، الاصابہ، ۳۷۵/۴۔

۳۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح (دارالسلام، الریاض، ۲۰۰۰ء) رقم الحدیث: ۵۸۹۵، مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح (دارالسلام ریاض، ۲۰۰۰ء) رقم الحدیث: ۲۳۴۱۔

۴۔ التوبۃ: (۹) ۴۰۔

۵۔ بخاری، الجامع الصحیح، ص: ۶۱۳، حدیث نمبر: ۳۶۵۲۔

۶۔ المتقی الہندی، علی بن حسام الدین، علاء الدین، کنز العمال فی سنن الأقوال والأفعال، (مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱م) حدیث نمبر: ۳۵۶۹۰۔

۷۔ احمد بن حنبل، المسند (مؤسسۃ قرطبۃ، القاہرۃ) ۳۷۹/۱، حدیث نمبر: ۳۶۰۰۔

۸۔ ابن الأثیر، المبارک بن محمد الجزری، جامع الأصول فی أحادیث الرسول، (مکتبۃ الحلوانی، سوریا، ۱۳۹۲ھ) ۵۸۵/۸، حدیث نمبر: ۶۴۰۵۔

۹۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، (دارالسلام، الریاض ۱۹۹۹ء) ص: ۶۱۴، حدیث نمبر: ۳۶۶۱۔

۱۰۔ حمیدی، محمد بن فتوح، الجمع بین الصحیحین (دار ابن حزم، بیروت، ۱۴۲۳ھ/ ۲۰۰۲ھ) ۱۴۰/۴ حدیث نمبر: ۳۳۳۲۔

۱۱۔ ترمذی، محمد بن عیسیٰ، السنن (دارالسلام، الریاض، ۱۹۹۹ء) ص: ۸۳۴، حدیث نمبر: ۳۶۶۱۔

۱۲۔ مسلم، مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح، (دارالسلام، الریاض، ۱۹۹۹ء) ص: ۱۰۵۱، حدیث: ۶۱۸۳۔

۱۳۔ مسلم، الجامع الصحیح، ص: ۱۰۵۱، حدیث نمبر: ۶۱۸۳۔

۱۴۔ محمود المصری، اصحاب الرسولؐ (مکتبہ ابو حذیفہ السلفی، ۱۹۹۹ء) ۵۸/۱۔

۱۵۔ المتقی الہندی، کنز العمال فی سنن الأقوال والأفعال، حدیث نمبر: ۳۵۵۹۸۔

۱۶۔ حسان بن ثابت، دیوان حسان بن ثابت، موقع أدب www.adab.com، ۱۶۲/۱

۱۷۔ الطبرانی، سلیمان بن أحمد، المعجم الأوسط (دار الحرمین، القاہرۃ، ۱۴۱۵ھ) ۱۵۸/۲، حدیث نمبر: ۱۵۷۰۔

۱۸۔ بخاری، الجامع الصحیح، ص: ۶۱۸، حدیث نمبر: ۳۶۷۸۔

۱۹۔ بخاری، الجامع الصحیح، ص: ۶۱۴، حدیث نمبر: ۳۶۶۱۔

Marfat.com

۲۰۔ ایضاً۔
۲۱۔ مسلم، الجامع الصحیح، ص: ۱۰۵۱، حدیث نمبر: ۶۱۸۲۔
۲۲۔ بخاری، الجامع الصحیح، ص: ۶۱۵، حدیث نمبر: ۳۶۶۶۔
۲۳۔ ابن ہشام، عبدالملک بن ہشام بن أیوب الحمیری المعافری، أبومحمد، السیرۃ النبویۃ، (دار الجیل، بیروت، ۱۴۱۱ھ) ۲۸۴/۴۔
۲۴۔ بخاری، الجامع الصحیح، ص: ۶۱۵، حدیث نمبر: ۳۶۶۷۔
۲۵۔ ایضاً ص: ۶۱۴، حدیث نمبر: ۳۶۶۲۔
۲۶۔ ترمذی، السنن، ص: ۲۱۲، حدیث نمبر: ۳۶۴۷۔
۲۷۔ ترمذی، السنن، ص: ۹۳، حدیث نمبر: ۳۶۵۴۔
۲۸۔ بخاری، الجامع الصحیح، ص: ۹۳، حدیث نمبر: ۶۳۸۔
۲۹۔ ترمذی، السنن، ص: ۲۲۰، حدیث نمبر: ۳۷۳۵۔
۳۰۔ مسلم، الجامع الصحیح، ص: ۱۰۵۳، حدیث نمبر: ۶۱۹۲۔
۳۱۔ ایضاً ص: ۱۰۵۱، حدیث: ۶۱۸۱۔
۳۲۔ بخاری، الجامع الصحیح، ص: ۶۱۴، حدیث: ۳۶۵۶۔
۳۳۔ بیہقی، أحمد بن حسین، معرفۃ السنن والآثار، ۹۱/۱، حدیث نمبر: ۷۲۔
۳۴۔ ایضاً ص: ۶۲۲، حدیث: ۳۶۹۸۔
۳۵۔ ایضاً ص: ۱۲۶۶ حدیث: ۷۳۶۰۔
۳۶۔ ایضاً ص: ۴۸۷ حدیث: ۲۶۰۷۔
۳۷۔ ایضاً ص: ۱۲۲۳ حدیث: ۷۰۹۷۔
۳۸۔ ایضاً ص: ۶۱۹ حدیث: ۳۶۸۶۔
۳۹۔ ابن أبی شیبۃ، عبداللہ بن محمد، المصنف (دار الفکر، بیروت) حدیث نمبر: ۱۴۹۱۳۔
۴۰۔ التوبۃ (۹) ۱
۴۱۔ ابن کثیر، اسماعیل، البدایۃ والنہایۃ (دار إحیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۰۸/۱۹۸۸) ۲۶۹/۵۔
۴۲۔ بخاری، الجامع الصحیح، ص: ۲۱۶، حدیث نمبر: ۳۷۳۰۔
۴۳۔ ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ۲۴۱/۵۔
۴۴۔ بخاری، الجامع الصحیح، ص: ۱۸۸، حدیث نمبر: ۱۳۱۲۔
۴۵۔ محمد احمد باشمیل، حروب الردۃ (دار الفکر، بیروت، ۱۹۸۰ء) ص: ۲۴۔

Marfat.com

۴۶۔ الفتح (۴۸) ۲۹۔
۴۷۔ التوبۃ (۹) ۱۰۰۔
۴۸۔ الزمر (۳۹) ۳۳۔
۴۹۔ التوبۃ (۹) ۴۰۔
۵۰۔ غافر (۴۰) ۲۸۔
۵۱۔ اللیل (۹۲) ۵۔۷۔
۵۲۔ غزالی، محمد بن محمد، إحیاء علوم الدین ومعہ تخریج الحافظ العراقی رحمہ اللہ (المغنی عن حمل الأسفار فی تخریج ما فی الإحیاء من الأخبار) ۱/۳۳۷۔
۵۳۔ المتقی الہندی، کنز العمال فی سنن الأقوال والأفعال، حدیث نمبر: ۳۵۶۰۶۔
۵۴۔ المقدسی، محمد بن طاہر، ذخیرۃ الحفاظ، (دار السلف الریاض ۱۴۱۶ھ/۱۹۹۶ء) ۵/۲۷۳۸
۵۵۔ کیرانوی، رحمت اللہ بن خلیل الرحمٰن، الہندی، إظہار الحق ۲/۱۳۵۔
۵۶۔ کیرانوی، الہندی، إظہار الحق ۲/۱۳۵۔
۵۷۔ أبو یعلی، أحمد بن علی، المسند (دار المأمون للتراث دمشق ۱۴۰۴/ ۱۹۸۴ء) حدیث نمبر: ۶۱۶۷
۵۸۔ الحشر (۵۹) ۱۰۔
۵۹۔ ذہبی، محمد بن عثمان، تاریخ الاسلام (دار الکتاب العربی، ۱۹۸۷ء) ص: ۱۲۰۔

Marfat.com

(۲) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور قرابت رسول صلی اللہ علیہ وسلم

نام ونسب:

آپ رضی اللہ عنہ کا نام ونسب عمر بن خطاب بن نفیل بن عبد العزیٰ بن ریاح بن عبد اللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوی بن غالب القرشی العدوی تھا(۱)۔

آپ کی کنیت ابوحفص اور لقب فاروق ہے۔اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ میں جب اسلام ظاہر کیا تو اس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے کفر اور ایمان کے درمیان کھلی جدائی کر دی۔آپ کا نسب نامہ کعب بن لوی بن غالب پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملتا ہے۔

پیدائش:

وقت کے نامور خلیفہ وسپہ سالار حضرت عمر رضی اللہ عنہ عام الفیل کے تیرہ سال بعد مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد خطاب بن نفیل اور دادا نفیل بن عبد العزیٰ ان لوگوں میں سے تھے جن کے پاس قریش کے لوگ اپنے معاملات کا فیصلہ کرانے آتے تھے۔آپ کی والدہ حنتمہ بنت ہاشم بن مغیرہ ابوجہل کی بہن تھیں لیکن اکثر مؤرخین کے نزدیک وہ ہاشم یعنی ابوجہل بن ہشام کے چچا کی لڑکی تھی (۲)۔

جسمانی اوصاف:

آپ لمبے قد اور قوی الجسم کے مالک تھے، رنگ سرخی مائل گورا، ہاتھوں اور پاؤں کی ہتھیلیاں موٹی تھیں، رخسار، ناک اور آنکھیں نہایت خوبصورت گوشت سے بھرے ہوئے اعضاء نہایت ہی طاقتور تھے۔ آپ کمزور اور بزدل نہ تھے (۳)۔

زمانۂ جاہلیت کے مشاغل:

آپ رضی اللہ عنہ نے زمانہ جاہلیت میں ہی لکھنا پڑھنا سیکھ لیا تھا۔بچپن میں اونٹ چراتے اور لکڑیاں چنتے، عبد الرحمٰن بن حاطب اس کی تفصیل یوں بیان کرتے ہیں:

''میں ضجنان میں عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب کے ساتھ تھا، آپ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا: میں اسی جگہ خطاب کے اونٹوں کو چراتا تھا، وہ بہت سخت تھے، میں کبھی اونٹ چراتا اور کبھی لکڑیاں چننے چلا جاتا''(۴)۔

چونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زندگی میں یہ مرحلہ سختی کا تھا اس لیے آپ اسے مختلف اوقات میں یاد کیا کرتے تھے۔ حضرت سعید بن مسیّب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عمر رضی اللہ عنہ نے حج کیا، جب ضجنان پہنچے تو کہا "لا الہ الا اللہ العلی العظیم" جسے جو چاہتا ہے دیتا ہے، میں اسی وادی میں اونی قمیص پہن کر خطاب کے اونٹوں کو چرایا کرتا تھا، وہ بہت سخت تھے، جب میں کام کرتا تو وہ میرے پیچھے لگے رہتے، اگر کوتاہی کرتا تو مارتے، میری حالت ایسی ہوگئی کہ میرے اور اللہ کے درمیان کوئی نہیں رہا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے مثال بیان کی:

لا شئی مما تری تبقیٰ بشاشة
یبقی الالہ ویرد ی المال والولد

(جو کچھ تم دیکھ رہے ہو کسی کی بھی رونق باقی رہنے والی نہیں ہے، صرف اللہ باقی رہے گا، مال اور اولاد ختم ہو جائیں گے) زمانہ جاہلیت میں آپ کی پوری زندگی ایسی نہ تھی کہ صرف جانور چرانے میں گزری ہو بلکہ جوانی میں کشتی لڑنے، گھڑ سواری کرنے اور گھڑ دوڑ کرنے اس کے علاوہ شعر وشاعری میں بھی دلچسپی تھی اور اس میں کمال حاصل کیا (۵)۔

آپ اپنی قوم کی تاریخ اور ان کے حالات میں دلچسپی لیتے، عرب کی بڑی تجارتی منڈیوں مثلاً عکاظ، مجنہ، ذوالمجاز کے بازاروں میں حاضر ہونے کے حریص ہوتے، اس سے آپ نے تجارت، عرب کی تاریخ اور قبیلوں میں ہونے والے جھگڑوں ان کے تفاخر اور منافرت کے وہ واقعات وحوادث جو ادبی میراث کے طور پر تمام قبیلوں اور ان کے سرداروں کے درمیان پیش کیے جاتے تھے یاد کیے اور بڑے بڑے ادباء ونا قدین انھیں حفظ وتحریر میں لاتے تھے۔ اسی چیز نے عربی تاریخ کا دائرہ وسیع اور ہمیشہ کے لیے اسے زندہ رکھا جس پر کبھی بھول کا پردہ نہ پڑا۔ بعض اوقات حادثات کی چنگاریاں اڑیں اور لڑائی کی شکل میں ظاہر ہوئیں بذات خود صرف عکاظ چار لڑائیوں کا براہ راست سبب بنا جنھیں حروب فجار کہا جاتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور تجارت:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ تجارت میں مشغول رہتے اور اس سے بھر پور فائدہ اٹھایا، اسی تجارت نے ان کو مکہ کے مالداروں میں شامل کر دیا۔ تجارت کی غرض سے مختلف بلاد وامصار کا سفر کیا اور جاہلیت کی مکی زندگی میں اپنا نمایاں مقام بنا لیا اور بڑے زور وشور کے ساتھ اس کے معاملات میں نمایاں کردار ادا کیا۔ آپ کے بزرگ اجداد کی تاریخ نے آپ کی ہمت افزائی کی جب کہ آپ کے دادا نفیل بن عبدالعزیٰ قریش کے ان لوگوں میں سے تھے جن کے پاس لوگ فیصلے لے کر آتے تھے۔ جب کہ آپ کے بڑے دادا کعب بن لوی عربوں میں بلند مقام ومرتبہ والے اور صاحب حیثیت تھے۔ مؤرخین نے آپ کی تاریخ وفات عام الفیل میں بتائی ہے

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ اہم مقام اپنے آباء واجداد سے وراثت میں پایا تھا۔ اسی مقام ومرتبہ نے ان کو تجربہ، عقلمندی اور عربوں کی تاریخ کی معرفت سے نوازا۔ جب کہ آپ کی دانش مندی اور ذہانت کا کچھ کہنا ہی نہیں۔ عرب کے لوگ اپنے جھگڑوں کو ختم کرانے کے لیے آپ ہی کے پاس آتے۔

ابن سعد لکھتے ہیں:

''عمر رضی اللہ عنہ اسلام لانے سے پہلے عربوں میں ان کے جھگڑوں کا فیصلہ کرتے تھے۔'' آپ صاحب حکمت ودانش، بلیغ عمدہ رائے، بردبار شریف دلیل میں پختہ اور گفتگو میں واضح الکلام تھے۔ ان خوبیوں نے آپ کو اس لائق بنا دیا کہ آپ دوسرے قبائل سے فخر یا نفرت وتحقیر میں قریش کی جانب سے سفیر قرار پائیں (۶)۔

ابن الجوزی کا بیان ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ کے ذمے سفارت کا منصب تھا۔ اگر قریش اور دیگر قبائل میں لڑائی چھڑ جاتی تو آپ کو نفرت دلانے اور فخر جتانے کے لیے اپنا سفیر بنا کر بھیجتے اور وہ آپ سے خوش رہتے (۷)۔

قریش کی جو بھی رسم ورواج، عبادتیں اور نظام زندگی ہوتا اس کی طرف سے آپ دفاع کرتے۔ آپ نہایت مخلص الطبع تھے کہ جس بات پر یقین کر لیتے اس کی طرف سے دفاع کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑتے۔ اسی یقین کی وجہ سے اسلام کے ابتدائی ایام میں آپ نے اسلام کی پُرزور مخالفت کی اور ان کے ذہن میں یہ خوف تھا کہ کہیں یہ دین ہمارے آبائی مذہب کو ختم نہ کر دے۔ اسی وجہ سے آپ زمانۂ جاہلیت میں ایک لونڈی کے اسلام قبول کر لینے پر اس کو اتنا مارتے رہے کہ آپ کے ہاتھ تھک گئے کوڑا ہاتھوں سے گر گیا تھک کر آپ رضی اللہ عنہ رک گئے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ادھر سے گزر ہوا اور آپ نے انھیں لونڈی کو مارتے دیکھا تو اس کو اس سے خرید کر آزاد کر دیا (۸)۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تعلیم وتربیت خالصتاً جاہلیت کے ماحول میں ہوئی اور آپ کو جاہلیت کی حقیقت اور رسوم ورواج سے مکمل آگاہی حاصل تھی۔ اس کی وجہ سے اسلام کی شدید مخالفت کی لیکن جب اسلام قبول کیا اس کی خوبی وحقیقت کو پہچان لیا، ہدایت وگمراہی، ایمان وکفر اور حق وباطل کے درمیان حقیقی فرق سے واقف ہو گئے تو ایک بہت اہم بات کہی:

﴿انما تنقض عری الا سلا م عروۃ عروۃ اذا نشأ فی الا سلا م من لا یعرف الجاھلیۃ﴾

(جب اسلام میں ایسے لوگ پروان چڑھنے لگے جو جاہلیت سے ناواقف ہوں تو اسلام کی ایک ایک جڑ ٹوٹتی چلی جائے گی) (۹)۔

آپ رضی اللہ عنہ کے دل پر اسلام کی کرنیں اس وقت پڑیں جب آپ نے دیکھا کہ قریش کی عورتیں آپ اور آپ جیسے دیگر لوگوں کی بدسلوکیوں سے تنگ آ کر اپنا ملک چھوڑ کر دور دوسرے ملک میں جا رہی ہیں۔ اس وقت آپ کا دل نرم پڑ گیا اور ضمیر نے آپ کی ملامت کی۔ آپ نے ان پر اظہار غم کیا اور ان کو ایسا بہترین کلام

Marfat.com

سنایا کہ جسے سننے کی وہ آپ سے کبھی امید نہیں رکھتی تھیں (۱۰)۔

ام عبداللہ بنت حنتمہ کا بیان ہے جب ہم ہجرت حبشہ کے لیے کوچ کر رہی تھیں تو عمر آئے اور میرے پاس کھڑے ہوگئے۔ہمیں ان کی بہت سی اذیتوں اور سختیوں کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا،انہوں نے مجھ سے کہا: اے ام عبداللہ! کیا کوچ کا ارادہ ہے؟ میں نے کہا: ہاں اللہ کی قسم، ہم ضرور اللہ کی زمین میں ہجرت کریں گی۔تم لوگوں نے ہم کو تکلیف دی ہے، ستایا ہے۔یہاں تک کہ اللہ ہمارے لیے کشادگی پیدا کردے۔

عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ آپ لوگوں کا ساتھی ہو۔میں نے اس وقت آپ کی طرف سے ایسی رقت و نرمی دیکھی جو کبھی نہ دیکھی تھی۔چنانچہ جب عامر بن ربیعہ تشریف لائے جو اپنی کسی ضرورت کے لیے باہر گئے ہوئے تھے اور میں نے ان سے واقعہ بیان کیا تو انہوں نے کہا، لگتا ہے کہ تم عمر کے اسلام کی امید رکھتی ہو؟ میں نے کہا: ہاں، انہوں نے کہا: وہ اس وقت تک اسلام نہیں لا سکتے جب تک خطاب کا گدھا اسلام نہ لے آئے۔(یعنی ناممکن ہے)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے عزم و یقین کو دیکھ کر بہت متاثر ہوئے اور احساس کیا کہ ان کا سینہ تنگ ہے۔اس نئے دین کے ماننے والے اتنی زبردست مشکلات و مصائب کا سامنا کر رہے ہیں پھر بھی وہ اس جمے ہوئے ہیں۔آخر کار اس ناقابل تسخیر قوت کا راز کیا ہے؟ آپ غمگین ہوئے اور دل کو ایک چرکا لگا۔اس واقعے کے کچھ ہی دنوں بعد اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی وجہ سے آپ اسلام لے آئے، دعائے نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہی آپ کے قبول اسلام کا بنیادی سبب تھا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ کے ساتھ دعا کی تھی:

"اللهم أعز الا سلا م بأحب الر جلين اليك :بأبى جهل بن هشا م أو بعمر بن الخطاب"(۱۱)

(اے اللہ! ابو جہل بن ہشام یا عمر بن خطاب میں سے جو تیرے نزدیک زیادہ محبوب ہو اس کے ذریعے سے اسلام کو غالب کردے)۔

اسلام میں آنے کے اسباب:

اللہ تعالیٰ نے عمر رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کے لیے اسباب مہیا فرما دیے۔عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے میں نے عمر رضی اللہ عنہ کو اگر کبھی کسی چیز کے بارے میں یہ کہتے ہوئے سنا کہ "میرے خیال میں ایسا ہوگا" تو وہ ان کے خیال کے مطابق ہی ہوا۔چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے۔آپ کے سامنے سے ایک خوبصورت آدمی گزرا۔عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، میرے گمان نے خطا کی یا یہ شخص اپنے دور جاہلیت کے دین پر اب بھی قائم ہے یا ان کے کاہنوں میں سے رہا ہے اس آدمی کو میرے پاس بلاؤ اس کو بلایا گیا۔آپ نے اس سے وہی (گمان والی) بات دہرائی۔اس پر اس نے کہا: میں نے تو آج کے دن کا سا معاملہ کبھی نہیں دیکھا جو کسی مسلمان کو پیش آیا ہو۔

Marfat.com

عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم مجھے اپنے بارے میں ضرور بتاؤ۔

اس آدمی نے کہا: میں زمانۂ جاہلیت میں کاہن تھا۔

عمر رضی اللہ عنہ تمہاری جنیہ نے تمھیں کون سی تعجب خیز خبر دی؟

اجنبی آدمی: ایک دن جب میں بازار میں تھا، وہ میرے پاس گھبرائی ہوئی آئی اور کہا: کیا تم نے جنوں کو، آسمان سے اوندھے منہ لوٹائے جانے کے بعد ان کی مایوسی اور خوف سے اونٹنیوں اور ان کے پالان سے چمٹ جانے کو نہیں دیکھا؟

عمر رضی اللہ عنہ! سچ ہے، میں ان معبودوں کے پاس سویا ہوا تھا، ایک آدمی بچھڑا لے کر آیا اور اس کو ذبح کیا اس نے زور کی چیخ ماری، ایسی چیخ کہ اس سے تیز آواز میں نے کبھی نہ سنی تھی، وہ کہہ رہا تھا: اے دشمن! معاملہ کامیابی کا ہے۔ آدمی فصیح اللسان ہے وہ کہتا ہے "لا الہ الا اللہ" پھر میں کھڑا ہو گیا، اور کچھ ہی عرصہ بعد کہا گیا: یہ نبی ہیں (۱۲)۔

آپ کے قبول اسلام کے بارے میں بہت سی روایتیں وارد ہیں، لیکن فن حدیث کے معیار کے مطابق ان کی اسناد کی تحقیق کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے اکثر صحیح نہیں ہیں۔ تاہم سیرت و تاریخ کی کتابوں میں مذکورہ روایات کے مطابق آپ کے قبول اسلام اور اس کے اسباب درج ذیل ہیں:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کا ارادہ:

قریش کے لوگوں نے ایک ساتھ مل کر یہ فیصلہ کیا کہ العیاذ باللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیا جائے تو اس سلسلے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں یہ کام کروں گا۔ انہوں نے کہا: اے عمر تمہی اس کے لیے موزوں ہو۔ حضرت سخت گرمی میں ٹھیک دو پہر کے وقت گردن میں تلوار لٹکائے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے کچھ ساتھیوں کو قتل کرنے کے لیے نکلے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں میں ابو بکر رضی اللہ عنہ علی رضی اللہ عنہ اور حمزہ رضی اللہ عنہ اور دیگر حضرات تھے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ میں رہ گئے تھے اور حبشہ کی طرف ہجرت نہیں کی تھی، قریش نے عمر رضی اللہ عنہ کو بتایا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھی صفا پہاڑی کے نیچے دار ارقم میں جمع ہیں۔ راستے میں نعیم بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوگئی تو انہوں نے کہا اے عمر کہاں کا ارادہ ہے؟ آپ نے کہا میں اس صابی (بدمذہب) کے پاس جا رہا ہوں جس نے قریش کی جمعیت کو پارہ پارہ کر دیا ہے۔ اس کے دیدہ وروں کو بے وقوف کہا ہے، ان کے دین میں عیب لگایا اور ان کے معبودوں کو گالی دی ہے تاکہ اسے قتل کر دوں۔

نعیم رضی اللہ عنہ نے کہا اے عمر تم کتنے غلط راستے پر چل رہے ہو اللہ کی قسم تم کو خود تمہاری ذات نے دھوکہ دیا ہے تم انتہا پسندی کے شکار ہو گئے ہو اور بنو عدی کو برباد کرنا چاہتے ہو، تمہارا کیا خیال ہے کہ تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دو گے اور بنو عبد مناف تم کو زمین پر آزاد چھوڑ دیں گے؟

Marfat.com

جب نعیم رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ وہ باز آنے والے نہیں تو کہا: میں تم کو خبر دیتا ہوں کہ تمہارے خاندان اور تمہارے بہنوئی کے گھر والے بھی مسلمان ہو چکے ہیں اور جس گمراہی پر تم ہو اس کو انہوں نے چھوڑ دیا ہے۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے سوال کیا کہ آخر کن لوگوں نے دین اسلام قبول کر لیا ہے۔

نعیم رضی اللہ عنہ نے کہا: تمہارے بہنوئی و چچیرے بھائی اور تمہاری بہن نے۔

بہن کے گھر پہنچنا اور بہنوئی پر تشدد:

اپنی بہن اور بہنوئی کی خبر سن کر آپ کو بہت غصہ آیا اور ان کے پاس پہنچے، جب گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا تو انہوں نے پوچھا: کون؟ آپ نے کہا: ابن خطاب، وہ لوگ اپنے ہاتھوں میں لیے قرآن پڑھ رہے تھے۔ جب عمر رضی اللہ عنہ کے آنے کا احساس ہوا تو جلدی سے اٹھ کھڑے ہوئے اور قرآن کو اسی حالت میں چھپانے لگے۔ جب آپ داخل ہوئے اور آپ کی بہن نے آپ کو دیکھا تو چہرے سے غصے کو بھانپ لیا۔ جلدی سے صحیفہ چھپا لیا۔ آپ نے کہا ابھی مبہم اور پست آواز جو میں نے تمہارے پاس سنی یہ کون سی بات تھی۔ درحقیقت وہ لوگ سورۃ طٰہٰ کی تلاوت کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا، ہماری آپس کی بات کے علاوہ کچھ نہ تھا۔ آپ نے کہا شاید کہ تم دونوں صابی (بدمذہب) ہو گئے ہو۔

اتنے میں عمر رضی اللہ عنہ اپنے بہنوئی سعید رضی اللہ عنہ پر چڑھ دوڑے اور ان کی داڑھی کو پکڑ لیا پھر دونوں نے اٹھا پھٹک کی۔ عمر رضی اللہ عنہ سخت طاقتور تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے سعید کو زمین پر پٹخ دیا اور خوب روندا پھر ان کے سینے پر بیٹھ گئے اتنے میں آپ رضی اللہ عنہ کی بہن آگئیں اور آپ رضی اللہ عنہ کو اپنے شوہر سے دور کرنے لگیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ان کو تھپڑ رسید کیا جس سے ان کا چہرہ خون آلودہ ہو گیا۔ بہن نے غصے کی حالت میں کہا اے اللہ کے دشمن کیا تو مجھے اس لیے مارتا ہے کہ میں اللہ کی وحدانیت کا اقرار کرتی ہوں، آپ نے کہا ہاں تو انہوں نے کہا کہ جا تو نے جو کچھ کرنا ہے کر لے "اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمداً رسول اللہ" میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی رسول نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں تیری مرضی کے خلاف ہم اسلام لا چکے ہیں، جب عمر رضی اللہ عنہ نے یہ باتیں سنیں تو شرمندہ ہوئے اور ان کے شوہر کے سینے سے اتر کر بیٹھ گئے پھر کہا تمہارے پاس جو صحیفہ ہے مجھے دو میں اسے پڑھوں۔ آپ رضی اللہ عنہ کی بہن نے کہا میں ایسا نہیں کروں گی، آپ رضی اللہ عنہ نے کہا تمہاری بربادی ہو تمہاری بات نے میرے دل کو متاثر کیا ہے مجھے صحیفہ دو میں اسے دیکھ لوں میں تجھے یقین دلاتا ہوں کہ میں خیانت نہیں کروں گا تو اسے جہاں چاہے محفوظ کر لینا۔ انہوں نے کہا تم ناپاک ہو اور (۱۳) اسے صرف پاک لوگ ہی چھو سکتے ہیں جاؤ غسل کرو باوضو ہو جاؤ۔ آپ رضی اللہ عنہ غسل کرنے گئے پھر بہن کے پاس لوٹ کر آئے انہوں نے آپ کو صحیفہ دیا جس میں طٰہٰ اور دوسری سورتیں تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس کو دیکھنا شروع کیا۔ جب "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" پر پہنچے تو کانپ اٹھے، صحیفہ ہاتھ سے گر گیا پھر خود کو سنبھالا اور اس میں پڑھا:

Marfat.com

﴿طٰه ○مَآ أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِتَشْقٰى ○إِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ يَخْشٰى ○
تَنْزِيلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْأَرْضَ وَالسَّمَاوَاتِ الْعُلٰى ○الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ
اسْتَوٰى ○لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ
الثَّرٰى ○وَإِن تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَإِنَّهُ يَعْلَمُ السِّرَّ وَأَخْفٰى ○اَللّٰهُ لَآ إِلٰهَ إِلَّا
هُوَ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنٰى﴾ (۱۴)

(اے محمد ﷺ!) ہم نے تم پر قرآن اس لیے نازل نہیں کیا کہ تم مشقت میں پڑ جاؤ○ بلکہ اس شخص کو نصیحت دینے کے لیے (نازل کیا ہے) جو خوف رکھتا ہے○ یہ اس (ذاتِ برتر) کا اتارا ہوا ہے جس نے زمین اور اونچے اونچے آسمان بنائے○ (یعنی اللہ) الرحمٰن جس نے عرش پر قرار پکڑا○ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور جو کچھ ان دونوں کے بیچ میں ہے اور جو کچھ (زمین کی) مٹی کے نیچے ہے سب اُسی کا ہے○ اور اگر تم پکار کر بات کہو تو وہ تو چھپے بھید اور نہایت پوشیدہ بات تک کو جانتا ہے○ (وہ برحق معبود ہے کہ) اُس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، اُس کے (سب) نام اچھے ہیں)۔

یہ آیتیں آپ کے دل پر بہت اثر انداز ہوئیں، آپ رضی اللہ عنہ نے کہا کیا قریش اس سے بھاگتے ہیں پھر اللہ کے اس فرمان تک پہنچے:

﴿إِنَّنِي أَنَا اللّٰهُ لَآ إِلٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدْنِي وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي ○إِنَّ السَّاعَةَ
آتِيَةٌ أَكَادُ أُخْفِيهَا لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا تَسْعٰى ○فَلَا يَصُدَّنَّكَ عَنْهَا مَنْ
لَّا يُؤْمِنُ بِهَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ فَتَرْدٰى﴾ (۱۵)

(بے شک میں اللہ ہی ہوں میرے سوا کوئی اور عبادت کے لائق نہیں پس تو میری ہی عبادت کر اور میری یاد کے لیے نماز قائم رکھ قیامت یقیناً آنے والی ہے جسے میں پوشیدہ رکھنا چاہتا ہوں تا کہ ہر شخص کو وہ بدلہ دیا جائے جو اس نے کوشش کی ہو، پس اب اس کے یقین سے تجھے کوئی ایسا شخص روک نہ دے جو اس پر ایمان نہ رکھتا ہو اور اپنی خواہش کے پیچھے پڑا ہو پس تو ہلاک ہو جائے گا)

اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے کہا جو ایسی بات کہہ رہا ہو اس کے لیے یہی مناسب ہے کہ اس کے ساتھ کسی دوسرے کی عبادت نہ کی جائے مجھے بتاؤ کہ محمد ﷺ کہاں ہیں۔

واقعہ قبول اسلام:

جب خباب رضی اللہ عنہ نے یہ واقعہ سنا تو وہ چھپے ہوئے تھے اور کہا اے عمر رضی اللہ عنہ خوش ہو جاؤ مجھے امید ہے کہ

Marfat.com

آپ کے حق میں بروز سوموار مانگی گئی رسول اللہؐ کی یہ دعا قبول ہو چکی ہے:

﴿اللھم اعز الاسلام باحب ھٰذین الرجلین الیك بابی جھل بن ھشام او بعمر بن الخطاب﴾(۱۶)

(اے اللہ! ابو جہل بن ہشام یا عمر بن الخطاب دونوں میں سے جو تیرے نزدیک زیادہ بہتر ہو اس کے ذریعے سے اسلام کو غالب کر دے)۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے رسول اللہؐ کی جگہ بتاؤ جب انھوں نے بات کی سچائی کا اعتبار کر لیا تو کہا آپؐ صفا پہاڑی کے نیچے ہیں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے تلوار سنبھالی، گردن میں لٹکائی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ کی طرف چل نکلے، وہاں پہنچ کر دروازہ کھٹکھٹایا۔ جب انھوں نے آپ رضی اللہ عنہ کی آواز سنی تو خوفزدہ ہو گئے اور کسی نے بھی دروازہ کھولنے کی ہمت نہ کی کیونکہ انھیں جناب عمر رضی اللہ عنہ کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے شدت عداوت معلوم تھی۔ جب حمزہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ لوگ خوفزدہ ہیں تو کہا کیا بات ہے؟ انھوں نے کہا عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب ہیں۔ آپؐ نے کہا عمر بن خطاب ہیں؟ دروازہ کھول دو، اگر اللہ نے اس کے لیے بھلائی چاہی تو وہ اسلام لے آئے گا اور اگر اس کے علاوہ اس کا ارادہ ہے تو اس کا قتل کرنا ہمارے لیے آسان ہو جائے گا۔ انھوں نے دروازہ کھول دیا۔ سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ اور ایک دوسرے آدمی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دونوں بازوؤں کو پکڑ لیا یہاں تک کہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے آپؐ نے فرمایا: اسے چھوڑ دو (۱۷) آپؐ ان کی طرف بڑھے انھی کی چادر سے ان کی کمر کو پکڑ لیا پھر تیزی سے کھینچا اور فرمایا:

﴿ما جاء بك یا ابن الخطاب؟ واللہ ما اری ان تنتھی حتی ینزل اللہ بك قارعة﴾

(اے خطاب کے بیٹے! تمھارا کیسے آنا ہوا اللہ کی قسم میں تم کو تمھارے ارادے سے باز آنے والا نہیں پاتا یہاں تک کہ تم پر اللہ تعالیٰ مصیبت ڈال دے)۔

عمر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اللہ، اس کے رسول اور اللہ کی طرف سے آپؐ جو لے کر آئے ہیں اس پر ایمان لانے آیا ہوں۔ رسولؐ اللہ نے بلند آواز سے اللہ اکبر کہا، اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ نے جو دار ارقم میں موجود تھے جان لیا کہ عمر رضی اللہ عنہ اسلام لے آئے پھر صحابہ رضی اللہ عنہم ادھر ادھر چلے گئے۔ حمزہ رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب کے ساتھ جب عمر رضی اللہ عنہ بھی اسلام لے آئے تو انھوں نے کافی قوت محسوس کی اور انھیں لگا کہ اب یہ دونوں رسولؐ اللہ کو تکلیف نہیں پہنچنے دیں گے اور دیگر صحابہؓ بھی ان دونوں کے ذریعے اپنے دشمن سے بدلہ لے سکیں گے (۱۸)۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبوت کے چھٹے سال اور اپنی عمر کے ستائیسویں سال ذوالحجہ کے مہینے میں سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے تین دن بعد مسلمان ہوئے تھے۔ اس وقت مسلمان مردوں کی کل تعداد ۳۹ تھی، اور آپ رضی اللہ عنہ کے مسلمان ہونے کے بعد ۴۰ ہو گئی جبکہ عورتوں کی تعداد ۱۱ تھی۔

Marfat.com

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب:

متعدد روایات میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قرابت رسول اور فضائل کا تذکرہ موجود ہے تاہم یہاں ان میں سے چند روایات کا تذکرہ کیا جا رہا ہے۔

صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ ایک بھیڑیا ایک ریوڑ سے بکری لے گیا۔ اس سے چرواہے نے بکری کو چھڑا لیا تو بھیڑیے نے کہا کہ ان کو اس دن کون بچائے گا جس دن میرے علاوہ کوئی ان کا نگران نہ ہوگا۔ اس طرح ایک آدمی گائے کو لے کر جا رہا تھا اور اس نے اس پر بوجھ لادا ہوا تھا تو گائے بولی کہ میں اس کام کے لیے پیدا نہیں کی گئی لیکن میں کھیتی کے لیے پیدا کی گئی ہوں تو لوگوں نے کہا سبحان اللہ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اور ابو بکر اور عمر بن الخطاب اس پر ایمان لائے (۱۹)۔

بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سے پہلے کی امتوں میں الہام یافتہ لوگ ہوا کرتے تھے۔

﴿وانه ان كان فى امتى هذه منهم فانه عمر بن الخطاب﴾ (۲۰)

(پس اگر میری امت میں ان میں سے کوئی ایسا ہوتا تو وہ عمر بن الخطاب ہوتے)۔

سنن الترمذی میں عقبہ بن عامر سے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان منقول ہے:

﴿لو كان بعدى نبى لكان عمر﴾ (۲۱)

(اگرچہ میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر رضی اللہ عنہ ہوتے)۔

سنن الترمذی کی ہی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد منقول ہے:

﴿اقتدوا باللذين من بعدى ابى بكر و عمر﴾ (۲۲)

(کہ تم میرے بعد ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی پیروی کرنا)۔

سنن الترمذی میں ہے کہ عبداللہ بن شقیق نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ اصحاب رسول میں سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کون محبوب تھے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا ابو بکر۔ پوچھا پھر کون، ارشاد فرمایا کہ عمر رضی اللہ عنہ پھر عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کا شمار کرایا اور اس کے بعد سکوت فرمایا (۲۳)۔

سنن ابن ماجہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

﴿ابو بكر و عمر سيدا كحول اهل الجنة من الاولين والآخرين الا النبيين والمرسلين لا تخبرهما يا على مادا حيين﴾ (۲۴)

(کہ ابو بکر و عمر اولین و آخرین جنتیوں کے سردار ہوں گے ماسوا نبیوں اور رسولوں کے لیکن اے علی رضی اللہ عنہ جب تک وہ دونوں زندہ ہیں ان کو اس بات کی خبر مت دینا)۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے سنن الترمذی میں روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف

لائے اور مسجد میں اس طرح داخل ہوئے کہ ان میں سے ایک آپؐ کے دائیں اور دوسرے بائیں طرف تھے اور آپؐ نے ان دونوں حضرات کے ہاتھ پکڑے ہوئے تھے اور آپؐ نے ارشاد فرمایا:

﴿هكذا نبعث يوم القيمة﴾ (۲۵)

(کہ ہم قیامت کے دن اس طرح اٹھیں گے)۔

سنن الترمذی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ مہاجرین وانصار کے مجمع میں تشریف لاتے جن میں ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما بھی بیٹھے ہوتے تو آپؐ کی طرف سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ کے کوئی نظر نہیں اٹھاتا تھا۔

﴿فانهما كانا ينظر ان اليه وينظر اليهما ويتبسمان اليه ويتبسم اليهما﴾ (۲۶)

(وہ دونوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اور آپ ان کو دیکھتے تھے وہ دونوں آپ کو دیکھ کر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دیکھ کر مسکراتے تھے)

عبداللہ بن حطب کی روایت میں ہے کہ آپؐ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر ارشاد فرمایا:

﴿هٰذان ان السمع والبصر﴾ (۲۷)

(کہ یہ دونوں کان اور آنکھ ہیں)۔

سنن الترمذی میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر نبی کے دو آسمان پر اور دو زمین پر وزیر ہوتے ہیں۔ میرے اہل آسمان کے وزیر جبرائیل ومیکائیل ہیں جبکہ اہل زمین کے وزیر ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما ہیں (۲۸)۔

سنن ابن ماجہ میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا: کہ بلند درجات والے اپنے سے نیچے والوں کو ایسے دیکھیں گے جیسے آسمان کے کسی افق پر طلوع ہونے والا ستارہ دکھائی دیتا ہے اور ابوبکر وعمر ان میں سے ہیں اور سب سے بلند مرتبہ ہیں (۲۹)۔

المعجم الاوسط الطبرانی میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو فرمایا:

﴿الحمد لله الذى ايدنى بكما ولو لا انكما تختلفان على ما خالفتكما﴾ (۳۰)

(کہ تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے میری تم دونوں کے ذریعے مدد کی اگر تم نے مجھ سے اختلاف نہ کیا تو میں بھی تم سے اختلاف نہ کروں گا)۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

﴿ان اول من تنشق عنه الارض، ثم ابو بكر، ثم عمرؓ ثم آتى اهل البقيع فيحشرون هى ثم انتظر اهل مكه حتى احشر بين الحرمين﴾ (۳۱)

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ کی دائمی صحبت:

اسلام قبول کرنے کے بعد سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ہر ممکن یہی کوشش کی ہے کہ زندگی کے شب و روز آپ ﷺ کی صحبت میں گزریں۔ اسی لیے ہر غزوہ میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے ساتھ رہے ہیں، اور دنیا کے دو وزیروں میں سے ایک وزیر کا شرف بھی آپ رضی اللہ عنہ کو حاصل ہے۔ اور سسر ہونے کے ناطے سے آپ رضی اللہ عنہ کا تعلق اور مضبوط نظر آتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ اور عمر رضی اللہ عنہ کے درمیان والہانہ لگاؤ تھا اور استاد شاگرد کے درمیان منفرد نوعیت کی علمی فضا تیار کرنے میں ایسے ہی لگاؤ کا اہم کردار ہوتا ہے اور پھر نئی معلومات کی وجہ سے علمی وثقافتی نتائج کی خوبیاں و بھلائیاں ابھر کر سامنے آتی ہیں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے بہت محبت کی، آپ ﷺ کے گرویدہ رہے اور خود کو آپ ﷺ کے وجود اور آپ ﷺ کی دعوت کی نشر و اشاعت کے راستے میں قربان کرنے کے لیے تیار رہے۔ حدیث میں وارد ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ﴿لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین﴾ (۳۲) ''تم میں کوئی مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والد، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں''۔ عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا: اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ میرے نزدیک میری جان کے علاوہ بقیہ تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے عمر! (ایمان مکمل) نہیں، یہاں تک کہ میں تمھارے نزدیک تمھاری جان سے بھی زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اب آپ میری جان سے بھی زیادہ مجھے محبوب ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اب (ایمان مکمل ہوا) اے عمر (۳۳)۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دن آپ ﷺ سے عمرہ کرنے کی اجازت طلب کی، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ﴿لا تنسایا اخی دعائك﴾ (۳۴) ''اے میرے بھائی! اپنی دعا میں ہمیں نہ بھولنا''۔ تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں نے نہیں پسند کیا کہ دنیا کی کوئی چیز میرے نزدیک آپ ﷺ کے فرمان، اے میرے بھائی! سے زیادہ پسندیدہ ہو'' (۳۵)۔

یہ بلند اور پاکیزہ محبت ہی تھی جس کی وجہ سے عمر رضی اللہ عنہ تمام غزوات میں آپ ﷺ کے ساتھ رہے اور جنگی فنون میں تجربہ، مہارت اور فہم و بصیرت نیز انسانوں کی طبیعت اور احساسات کی گہری معرفت نے اس محبت میں چار چاند لگا دیے۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ کی مصاحبت اور آپ ﷺ کے ساتھ کثرت گفتگو نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فصاحت و بلاغت، کلام میں روانی اور بات کرنے میں مختلف اسلوب عطا کیے۔

موافقت قرآنی:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سب سے زیادہ دلیر اور بہادر تھے۔ آپ ﷺ سے کوئی نیا عمل

صادر ہوتا دیکھتے تو اس کے متعلق سوال کرتے تھے۔ مکمل صداقت اور صاف گوئی کے ساتھ اپنی رائے ظاہر کرتے۔ قرآن کریم کے مقاصد پر آپ کو عبور حاصل تھا جس کی دلیل یہ ہے کہ بعض مواقع پر آپ رضی اللہ عنہ کے نظریہ اور رائے کے مطابق قرآن کریم کا نزول ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے اپنے رب کی تین چیزوں میں موافقت کی۔ میں نے کہا اے اللہ کے رسول اگر آپ مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بنائیں تو بہتر ہوگا تو اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم نازل کر دیا اور میں نے کہا اے اللہ کے رسول آپ کے پاس نیک اور بد سبھی لوگ آتے ہیں لہٰذا آپ امہات المومنین کو پردہ کا حکم دے دیتے تو بہتر ہوتا تو اللہ تعالیٰ نے پردہ سے متعلق آیات نازل فرما دیں (۳۶)۔

اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے جب عبداللہ بن اُبی کی وفات ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی نماز جنازہ پڑھنے کے لیے بلایا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے جب آپ نے نماز جنازہ پڑھانے کی نیت کی تو میں آپ کے سامنے کھڑا ہوا اور کہا اے اللہ کے رسول کیا آپ اللہ کے دشمن عبداللہ بن اُبی پر نماز جنازہ پڑھیں گے؟ جس نے فلاں موقع پر ایسا ایسا کہا تھا اور فلاں وقت ایسا ایسا کہا تھا۔ میں اس کے بُرے کردار کو گنواتا رہا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکراتے رہے یہاں تک کہ جب میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت کہہ ڈالا تو آپ نے فرمایا:

﴿اخر عنی یا عمر انی خیرتُ فاخترتُ﴾ (۳۷)

(اے عمر! مجھ سے پیچھے ہٹ جاؤ مجھے اختیار دیا گیا تو میں نے (مناسب عمل) اختیار کیا)۔

مجھے کہا گیا ہے ان کے لیے بخشش مانگ یا ان کے لیے بخشش نہ مانگ اگر تو ان کے لیے ستر بار بخشش کی دعا کرے گا تو بھی اللہ انھیں ہرگز نہیں بخشے گا۔ یہ اس لیے کہ بے شک انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور اللہ تعالیٰ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

﴿فلو اعلم انی ان ردت علی السبعین غفر له زدت﴾

(اگر میں جانتا کہ میرے ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کرنے پر وہ بخش دیا جائے گا تو میں اور زیادہ استغفار کرتا)۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور اس کے پیچھے اس کی قبر تک گئے یہاں تک کہ اس کی تدفین سے فارغ ہو گئے۔ یہ منظر اور پھر آپ کے سامنے اپنی جرأت دیکھ کر میں خود تعجب میں پڑ گیا۔ اللہ کی قسم ابھی کچھ ہی وقت گزرا تھا کہ یہ دو آیتیں نازل ہوئیں۔

﴿وَلَا تُصَلِّ عَلَىٰ أَحَدٍ مِّنْهُم مَّاتَ أَبَداً وَلَا تَقُمْ عَلَىٰ قَبْرِهِ﴾ (۳۸)

(ان میں سے کوئی مر جائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے جنازے کی ہرگز نماز نہ پڑھیں اور نہ ہی اس کے قبر پر کھڑے ہوں)۔

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر کبھی کسی منافق کی نماز جنازہ نہ پڑھی نہ اس کی قبر پر گئے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات دے دی (۳۹)۔

Marfat.com

بدری قیدیوں کے بارے میں موافقت:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ جب غزوۂ بدر ہوا اور اللہ نے مشرکوں کو شکست دے دی ان کے ستر آدمی قتل کر دیئے گئے اور ستر قیدی بنا لیے گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں ابو بکر، عمر، عثمان و علی رضوان اللہ علیہم سے مشورہ طلب کیا۔ آپؐ نے مجھ سے کہا اے ابن خطاب تمھاری کیا رائے ہے؟ میں نے کہا میری رائے ہے کہ فلاں آدمی کو جو آپ کا قریبی تھا میرے حوالے کر دیجیے۔ میں اس کی گردن ماروں اور عقیل کو علی رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیجیے وہ اس کی گردن ماریں اور فلاں کو حمزہ رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیجیے وہ اس کی گردن ماریں تا کہ اللہ تعالیٰ جان لے کہ ہمارے دلوں میں مشرکوں کے لیے کوئی محبت اور رواداری نہیں ہے۔ یہ لوگ تو کفار کے لیڈر اور سردار ہیں لیکن آپؐ نے میری رائے کو پسند نہیں فرمایا اور انؐ سے فدیہ لے لیا۔ دوسرے دن میں علی الصبح آپؐ کے پاس آیا تو آپؐ اور ابو بکر رضی اللہ عنہ دونوں بیٹھے رو رہے تھے۔ میں نے کہا اے اللہ کے رسولؐ! آپ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوست کیوں رو رہے ہیں؟ اگر میں وجہ جان سکوں تو میں بھی رو دوں اور اگر رو نہ سکا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں کو روتے دیکھ کر رونے کی کوشش کروں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

﴿والذی عرض علیّ اصحابك من الفداء، ولقد عرض علیّ عذابکم ادنی من هذه الشجرة﴾ (۴۰)

(اس وجہ سے کہ تمھارے ساتھیوں نے مجھے فدیہ لینے کا مشورہ دیا۔ تمھارا عذاب میرے سامنے اس درخت سے بھی قریب کر کے دکھایا گیا)۔

تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَن يَكُونَ لَهُ أَسْرَىٰ حَتَّىٰ يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللَّهُ يُرِيدُ الْآخِرَةَ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝ لَّوْلَا كِتَابٌ مِّنَ اللَّهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾ (۴۱)

پیغمبر کو نہیں چاہیے کہ اس کے پاس قیدی رہیں جب تک ملک میں خوب قتل نہ کرے۔ تم دنیا کا سامان چاہتے ہو اور اللہ آخرت چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ زبردست ہے حکمت والا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ آگے سے ایک بات نہ لکھ چکا ہوتا تو تم نے جو لیا اس میں تم پر بڑا عذاب اترے گا۔

اِستیذان کے بارے میں موافقت:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاری بچے کو دوپہر کے وقت عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب کو بلانے کے لیے بھیجا۔ وہ آپ کے پاس آیا، آپ سو رہے تھے اور جسم کا کچھ حصہ بے پردہ تھا تو آپ نے دعا کی۔

Marfat.com

﴿اللهم حرم الدخول علینا فی وقت نومنا﴾(۴۲)
(اے اللہ ہمارے سونے کے وقت میں کسی کی آمد کو حرام کر دے)۔
پھر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:
﴿یَآ أَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا لِیَسْتَأْذِنکُمُ الَّذِیْنَ مَلَکَتْ أَیْمَانُکُمْ وَالَّذِیْنَ لَمْ یَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنکُمْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ مِنْ قَبْلِ صَلَاةِ الْفَجْرِ وَحِیْنَ تَضَعُوْنَ ثِیَابَکُم مِّنَ الظَّهِیْرَةِ وَمِنْ بَعْدِ صَلَاةِ الْعِشَاءِ﴾(۴۳)
(اے ایمان والو! تم سے تمھاری ملکیت کے غلاموں کو اور انھیں بھی جو تم میں سے بلوغت کو نہ پہنچے ہوں، تین وقتوں میں اجازت حاصل کرنا ضروری ہے، نماز فجر سے پہلے، ظہر کے وقت جب تم کپڑے اتارتے ہو اور عشاء کی نماز کے بعد)۔

حرمت شراب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موافقت:

جب اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نازل ہوا:
﴿یَسْأَلُونَکَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ﴾(۴۴)
"کہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے شراب اور جوئے کے بارے میں پوچھتے ہیں)
تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ دعا فرمائی:
﴿اللهم بین لنا فی الخمر بیانا شافیا﴾(۴۵)
(اے اللہ شراب کے بارے میں ہمارے لیے اطمینان بخش حکم بیان فرما)۔
تو سورۃ نساء کی یہ آیت نازل ہوئی:
﴿یَآ أَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُواْ لاَ تَقْرَبُواْ الصَّلاَةَ وَأَنْتُمْ سُکَارٰی﴾(۴۶)
(اے ایمان والو! جب تم نشے میں ہو تو نماز کے قریب بھی نہ جاؤ)۔

فتوحاتِ فاروقی:

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت عراق میں جو فتوحات ہوئیں وہ مشرق میں پیش رفت کرنے والی اسلامی فتوحات کا پہلا مرحلہ تھیں۔ پھر جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا دور آیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے صدیقی منصوبہ بندی کو کئی مرحلوں سے گزار کر پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے دور میں ہونے والی اہم جنگوں میں سے چند ایک یہ ہیں:

۱۔ **عراق و مشرق کی فتوحات:** حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ان کے منصوبہ جات کو مکمل کرنے کے لیے عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کی بھیجی ہوئی افواج کو ہر سہولت مہیا کی۔ جس کے نتیجے

Marfat.com

میں وہ ہر طرف سے فتح کی خوشخبری کا پیغام لے کر آئے تھے۔

۲۔ معرکہ قادسیہ: آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت میں دوسرا بڑا معرکہ قادسیہ سے نام سے مشہور ہے، جو کہ ایرانیوں کے خلاف ہوا تھا۔ اس کا آغاز ۱۴ ہجری میں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی امارت سے ہوا۔ اور نتیجتاً اسلامی فوج نے ایرانیوں کو شکست دی اور اسلام کا جھنڈا ان کے علاقوں میں بھی گاڑ دیا۔

۳۔ معرکہ نہاوند: امیر المومنین رضی اللہ عنہ کی خلافت میں سب سے بڑی جنگ یہی ہے، اور اسی کو فتح الفتوح بھی کہا جاتا ہے۔ اس میں اسلام دشمنوں کی تعداد ایک لاکھ پچاس ہزار کے قریب تھی جبکہ اسلامی لشکر کی قیادت نعمان رضی اللہ عنہ بن مقرن کے ہاتھ میں تھی۔

اس کے علاوہ آپ رضی اللہ عنہ کے دور میں مشرق، شام، مصر اور لیبیا کی فتوحات کے دروازے کھل گئے۔

آپ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ہونے والی جنگوں میں جن چیزوں کو سامنے رکھا گیا وہ یہ ہیں کہ بلند اخلاق کریمہ کو اپنایا گیا، راہبوں، عورتوں، بچوں اور معذوروں کے قتل سے اجتناب کیا گیا۔ جنگ کے دوران کھیتوں کے برباد کرنے اور درختوں کو کاٹ ڈالنے کی ممانعت تھی وغیرہ۔

دورِ فاروقی میں گورنر و عمل کے انتخاب:

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ والیان ریاست کے انتخاب اور ان کی تقرری میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کار کی پیروی کرتے تھے۔ چنانچہ اس منصب پر انہی لوگوں کو فائز کرتے تھے جو با صلاحیت، امانت دار اور فرائض منصبی کی ادائیگی میں سب سے بہتر ہوں۔ تقرری کا مسئلہ ہو یا معزول کا دونوں میں خوب چھان بین کرتے تھے۔ عہدہ کے طالب کو ہرگز عہدہ نہ دیتے تھے۔ گورنروں کی تقرری کو ایک امانت سمجھتے تھے جس کا تقاضا یہ ہے کہ ہر عہدہ کے لیے وہی لوگ سب سے زیادہ مستحق ہیں جو اس کے لیے سب سے زیادہ موزوں ہوں، اگر بلا کسی معقول عذر کے اصلح و بلا صلاحیت فرد کو چھوڑ کر اس سے ادنیٰ درجہ کے آدمی کو مقرر کیا گیا تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنوں کے ساتھ خیانت ہے (۴۷)۔

اسی طرح آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو شخص مسلمانوں کا حاکم بنایا گیا اور اس نے کسی قرابت داری یا ذاتی محبت کی بناء پر کسی کو عہدہ دیا تو اس نے اللہ، اس کے رسولؐ اور مسلمانوں کے ساتھ خیانت کی (۴۸)۔

گورنروں کی تقرری میں آپ کا ایک معیار تھا جس کی شرائط درج ذیل ہیں:

۱۔ قوت و طاقت اور امانت داری:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس اصول کو عملاً نافذ کیا اور قوی فرد کے مقابلے میں اقویٰ فرد کو ترجیح دی۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے جب شرحبیل رضی اللہ عنہ بن حسنہ کو معزول کر کے ان کی جگہ معاویہ رضی اللہ عنہ کو گورنر بنایا تو شرحبیل رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ اے امیر المؤمنین! کیا آپ نے ناراض ہو کر مجھے معزول کیا ہے تو آپ رضی اللہ عنہ نے

Marfat.com

جواب دیا نہیں بلکہ میں جس طرح چاہتا تھا تم ویسے ہی ہو، لیکن میں اس (اس منصب کے لیے آپ سے) قوی ترین آدمی کو چاہتا ہوں (۴۹)۔

۲۔ تقرری میں علم کی اہمیت:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے تمام مناصب بالخصوص اسلامی فوجوں کے امراء و قائدین کی تقرری میں سنت نبوی ﷺ کی اقتداء کی۔ بقول امام طبری رحمہ اللہ جب اسلامی فوج عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس جمع ہوتی تو آپ اس پر ایک عالم دین اور شرعی بصیرت رکھنے والے آدمی کو مقرر کر دیتے (۵۰)۔

۳۔ تجربہ کاری اور بصیرت:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سرکاری عہدوں کے لیے صاحب فضیلت افراد کو چھوڑ کر ایسے افراد کو افسر بناتے تھے جو تجربہ کار اور بصیرت کے حامل ہوں (۵۱)۔

۴۔ دیہاتی اور شہری:

افسران کی تقرری کے وقت آپ رضی اللہ عنہ بعض خصوصیات، طبائع، عادات اور عرف ورواج کو خاص طور پر پیش نظر رکھتے تھے۔ آپ کی سیاست کا یہ پہلو مشہور ہے کہ بادیہ نشینوں کو شہریوں کا حاکم بنانے سے منع کرتے تھے (۵۲)۔

۵۔ رعایا پر شفقت اور مہربانی:

آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے گورنروں کو خطبہ دیتے ہوئے کہا "امام کی نرمی و بردباری سے بڑھ کر اللہ کے نزدیک کوئی بردباری محبوب اور مقبول نہیں ہے اور اسی طرح حاکم کی جہالت وحماقت سے بڑھ کر کوئی چیز اللہ کے نزدیک مبغوض نہیں ہے۔ یاد رکھو! جو شخص اپنے ماتحتوں کے ساتھ عفو و درگزر اور شفقت ومہربانی کرتا ہے وہ اپنے بڑوں کی طرف سے بھی عافیت ومہربانی سے نوازا جاتا ہے۔

۶۔ قرابت داروں میں سے کسی کو حاکم نہ بنانا:

آپ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ جس نے ذاتی حیثیت یا قرابت داری کی بناء پر کسی کو حاکم بنایا اور اس کے علاوہ کوئی اور وجہ ترجیح نہیں ہے تو اس نے اللہ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ خیانت کی (۵۳)۔

۷۔ گورنروں کو تجارت کرنے کی ممانعت:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ گورنروں اور افسروں کو تجارت وسوداگری سے منع کرتے تھے خواہ وہ خریدنے والے ہوں یا فروخت کرنے والے (۵۴)۔

۸۔ افسران کی تقرری کے وقت ان کی جائیداد کی پڑتال:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ گورنروں اور افسروں کی تقرری سے پہلے ان کے اموال اور ان کی جائیداد کی پڑتال کر لیتے تھے تاکہ عہدہ سنبھالنے کے بعد آمدنی سے غیر معقول چیزوں پر ان کا محاسبہ کر سکیں۔ اگر آپ کے مقرر کردہ افسران محاسبہ کے وقت مال کی زیادتی کی وجہ بیان کرتے کہ یہ میری تجارت کی آمدنی ہے تو آپ اس کو قبول نہ کرتے تھے اور ان سے فرماتے تھے کہ میں نے تمھیں گورنر بنا کر بھیجا ہے تاجر بنا کر نہیں بھیجا (۵۵)۔

۹۔ والیانِ ریاست کی تقرری کے لیے مشورہ:

آپ رضی اللہ عنہ کے دور میں ممتاز بزرگ صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ لینے کے بعد گورنروں کا انتخاب اور تقرری ہوتی تھی (۵۶)۔

۱۰۔ مقامی لوگوں کو گورنر بنانا:

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی سیاست کا ایک خاص پہلو یہ تھا کہ آپ عموماً مقامی لوگوں ہی کو رعایا کا گورنر مقرر کرتے تھے بشرطیکہ وہ گورنروں کے لیے زیادہ مناسب اور مصلحت کے موافق رہے ہوں جیسے جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ کو قوم بجیلہ کا اس وقت حاکم بنایا جب انھیں عراق روانہ کیا (۵۷)۔

ازواج واولاد:

آپ رضی اللہ عنہ نے مجموعی اعتبار سے زمانہ جاہلیت یا اسلام میں جو شادیاں کیں پھر وہ آپ رضی اللہ عنہ کی وفات تک آپ رضی اللہ عنہ کی عصمت میں رہیں یا آپ رضی اللہ عنہ نے ان کو طلاق دے دی۔ تو ان کی مجموعی تعداد سات ہے۔ اور اولاد کی تعداد کل ۱۳ ہے۔ جن کی تفصیل اختصار کے ساتھ درج ذیل ہے:

آپ رضی اللہ عنہ نے زمانہ جاہلیت میں زینب بنت مظعون سے شادی کی جن سے عبداللہ، عبدالرحمن اور حفصہ رضی اللہ عنہم کی ولادت ہوئی، اس کے بعد ملیکہ بنت جرول سے شادی کی جس سے ایک لڑکا عبیداللہ پیدا ہوا اور بعد میں اس کو طلاق دے دی۔ اس کے بعد قریبہ بنت ابی امیہ مخزومی سے شادی کی، بعد میں اس کو بھی طلاق دے دی اور عکرمہ رضی اللہ عنہ بن ابی جہل کے شام میں شہید ہونے کے بعد ان کی بیوہ ام حکیم بنت حارث بن ہشام سے شادی کی جس سے فاطمہ کی پیدائش ہوئی، بعض مؤرخین کے نزدیک ان کو بھی بعد میں طلاق دے دی (۵۸)۔

آپ رضی اللہ عنہ نے قبیلۂ اوس کی جمیلہ بنت عاصم بن ثابت بن ابی الافلح، عاتکہ بنت زید بن عمرو بن نفیل اور نواسی رسول ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے شادی کی۔ اسی طرح آپ رضی اللہ عنہ نے لھیہ نامی ایک یمنی عورت سے شادی کی۔ بعض نے اس کو ام ولد کہا ہے (۵۹)۔

Marfat.com

وفات ومدت خلافت:

امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر ذی الحجہ کی ۲۶ یا ۲۷ بروز بدھ ۲۳ ہجری کو ابولولوء فیروز نے حملہ کیا تو اسی حملے کی تاب نہ لاتے ہوئے یکم محرم کو آپ رضی اللہ عنہ نے جام شہادت نوش کیا۔ اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر ۶۳ سال تھی۔ صہیب بن سنان نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کو حجرۂ عائشہ رضی اللہ عنہا میں دفنایا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی مدت خلافت ۱۰ سال، ۶ ماہ ہے (۶۰)۔

Marfat.com

حوالہ جات

۱۔ ابن سعد، محمد بن سعد، الطبقات الکبریٰ (دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۷ء) ۲۰۱/۳۔

۲۔ سیوطی، جلال الدین عبد الرحمان بن ابی بکر، تاریخ الخلفاء (دار صادر، بیروت، ۱۹۹۷ء) ص: ۱۳۳۔

۳۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، اردو (نفیس اکیڈمی، کراچی) ۱۰۸/۳۔

۴۔ ایضاً، ۵۵/۳۔

۵۔ ایضاً، ۵۵/۳۔

۶۔ صلابی، علی محمد، ڈاکٹر، سیرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، (دار السلام، الریاض، ۲۰۱۰) ۵۳/۱۔

۷۔ صلابی، سیرت عمر فاروق، ۵۳/۱۔

۸۔ ابن ہشام، عبد الملک، سیرت ابن ہشام (ادارہ اسلامیات، لاہور) ۲۰۵/۱۔

۹۔ صلابی، سیرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، ۵۵/۱۔

۱۰۔ ابن ہشام، سیرت ابن ہشام، ۲۲۲/۱۔

۱۱۔ ایضاً، ۲۲۳/۱، ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۲۰۲/۳۔

۱۲۔ ابن ہشام، سیرت ابن ہشام، ۱۳۴/۱-۱۳۵۔

۱۳۔ البقرۃ: (۲) ۷۹۔

۱۴۔ طٰہٰ: (۲۰) ۱۔۸۔

۱۵۔ طٰہٰ: (۲۰) ۱۶۔۱۴۔

۱۶۔ ترمذی، محمد بن عیسیٰ، ابو عیسیٰ، السنن (دار السلام، الریاض، ۱۹۹۹ء) ص: ۲۰۹، حدیث نمبر: ۳۶۱۴۔

۱۷۔ طنطاوی، علی، ناجی، اخبار عمر و اخبار عبد اللہ بن عمر (المکتب الاسلامی ۱۴۰۳/ ۱۹۸۳۔

۱۸۔ احمد بن حنبل، فضائل الصحابہ (دار ابن الجوزی، السعودیہ، ۱۹۹۹ء) ۲۴۴/۱۔

۱۹۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح (دار السلام، الریاض، ۱۹۹۹ء) ص: ۵۱۷، حدیث نمبر: ۳۳۹۰۔

۲۰۔ بخاری، الجامع الصحیح ص: ۴۹۳، حدیث نمبر: ۳۲۱۰۔

۲۱۔ ترمذی، السنن، ص: ۲۰۹، حدیث نمبر: ۳۶۱۹۔

Marfat.com

۲۲۔ ایضاً،ایضاً،ص:۲۰۷،حدیث نمبر:۳۵۹۵۔
۲۳۔ ایضاً،ص:۲۰۶،حدیث نمبر:۳۵۹۰۔
۲۴۔ ابن ماجہ،محمد بن یزید،السنن (دارالسلام،الریاض،۱۹۹۹ء) ص:۱۰،حدیث نمبر:۹۲۔
۲۵۔ ترمذی،السنن،حدیث نمبر:۳۶۰۲۔
۲۶۔ ایضاً،ص:۲۰۸،حدیث نمبر:۳۶۰۱۔
۲۷۔ ایضاً،ص:۲۰۸،حدیث نمبر:۳۶۰۴۔
۲۸۔ ایضاً،ص:۸۳۷،حدیث نمبر:۳۶۸۰۔
۲۹۔ ابن ماجہ،السنن،ص:۱۰،حدیث نمبر:۹۳۔
۳۰۔ طبرانی،سلیمان بن احمد،المعجم الاوسط (دارالحرمین،قاہرہ،۱۴۱۵ھ) ۲۱۲/۷،حدیث نمبر:۷۲۹۹۔
۳۱۔ ترمذی،السنن،ص:۲۱۰،حدیث نمبر:۱۷۵۰۔
۳۲۔ بخاری،الجامع الصحیح،رقم الحدیث:۱۵۔
۳۳۔ بخاری،الجامع الصحیح،رقم الحدیث:۲۶۳۲۔
۳۴۔ ابوداؤد،سلیمان بن اشعث،السنن (دارالسلام،الریاض،۲۰۰۰ء) رقم الحدیث:۱۴۹۸۔
۳۵۔ ابوداؤد،السنن،رقم الحدیث:۱۴۹۸۔
۳۶۔ بخاری،الجامع الصحیح،حدیث نمبر:۴۲۱۳۔
۳۷۔ ابن کثیر،اسماعیل بن کثیر،تفسیر ابن کثیر (امجد اکیڈمی،لاہور،۱۹۸۲) ۳۷۸/۲۔
۳۸۔ التوبہ:(۹) ۸۴۔
۳۹۔ مسلم،الجامع الصحیح،حدیث نمبر:۲۴۰۰۔
۴۰۔ ایضاً،ص:۷۸۲،حدیث نمبر:۱۷۶۳۔
۴۱۔ الانفال:(۸) ۶۷-۶۸۔
۴۲۔ صلابی،سیرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ،۹۴/۱۔
۴۳۔ النور:(۲۴) ۵۸۔
۴۴۔ البقرہ:(۲) ۲۱۹۔
۴۵۔ ابن کثیر،تفسیر ابن کثیر،۵۰۰/۱۔
۴۶۔ النساء:(۴) ۴۳۔

Marfat.com

۴۷۔ صلابی، علی محمد، ڈاکٹر، سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ شخصیت اور کارنامے (الفرقان ٹرسٹ، خان گڑھ، ضلع مظفر گڑھ، پاکستان) ص:۵۱۶۔

۴۸۔ صلابی، سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ شخصیت اور کارنامے، ص:۵۱۹۔

۴۹۔ صلابی، سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ شخصیت اور کارنامے، ص:۵۱۷۔

۵۰۔ ظافر القاسمی، نظام الحکم فی الشریعۃ والتاریخ الاسلامی (دار النفائس، بیروت، ۱۹۸۷ء) ۴۸۲/۱۔

۵۱۔ صلابی، سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ شخصیت اور کارنامے، ص:۵۱۷۔

۵۲۔ ظافر القاسمی، نظام الحکم فی الشریعۃ والتاریخ الاسلامی، ۴۸۲/۱۔

۵۳۔ الفتاویٰ، ۱۸۸/۲۸۔

۵۴۔ مجدلاوی، فاروق، روائع، الادارۃ العسکریہ فی عہد عمر بن الخطاب (الاردن، قطر، ۱۹۹۸ء) ص:۲۱۔

۵۵۔ ایضاً۔

۵۶۔ نایف، الادب فی الاسلام فی عہد النبوۃ وخلافۃ الراشدین (دار النفائس، ۱۹۹۰ء) ص:۱۱۴۔

۵۷۔ عبدالعزیز ابراہیم العمری، الولایہ علی البلدان فی عصر الخلفاء الراشدین (دار عالم الکتب، الریاض ۱۴۰۹ھ) ۱۴۲/۱۔

۵۸۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۲۰۱/۳۔

۵۹۔ شبلی، نعمانی، الفاروق رضی اللہ عنہ، (مکتبہ رحمانیہ، لاہور) ص:۳۹۵۔

۶۰۔ صلابی، سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ شخصیت اور کارنامے، ص:۸۲۴۔

Marfat.com

(۳) سیرت رسول ﷺ اور علامہ اقبال

بہ مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نرسیدی تمام بولہبی است

(اپنے آپ کو محمد مصطفیٰ ﷺ کے نقش قدم تک پہنچاؤ کیونکہ دین سارا وہی ہے، اگر وہاں تک نہیں پہنچو گے تو پھر محمدیت ﷺ نہیں بولہبیت ہے)۔

شاعر مشرق ڈاکٹر علامہ محمد اقبال رحمہ اللہ برصغیر پاک و ہند کی تاریخ میں ایک معروف نام ہے، وہ صرف برصغیر ہی میں نہیں بلکہ پوری دنیا میں جانی پہچانی شخصیت ہیں۔ وہ ایک بلند پایہ شاعر، فلسفی اور مفکر اسلام کے طور پر جانے جاتے ہیں۔ انھوں نے اپنی شاعری کے ذریعے مسلمانانِ برصغیر پاک و ہند کو بیدار کیا، مختلف خطبات اور تحریروں کے ذریعے اسلام کی نشاۃِ ثانیہ کی تدابیر پیش کیں۔ آزاد مملکت کا تصور پیش کر کے مصور پاکستان کہلائے۔

علامہ اقبال رحمہ اللہ کی زندگی کا سب سے اہم اور ممتاز پہلو اور وصف سیرت رسول ﷺ سے والہانہ محبت اور لگاؤ ہے۔ سیرت الرسول ﷺ سے وابستگی اور عشق کا اظہار ان کی چشم نم اور دیدہ تر سے ہوتا تھا، جہاں کسی نے حضور ﷺ کا نام ان کے سامنے لیا آنسو بہہ نکلتے اور وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی۔(۱)

اقبال رحمہ اللہ کی نظم اور نثر کا خلاصہ اور لب لباب سیرت النبی ﷺ سے عشق اور محبت ہے۔ سید وحید الدین ''روزگار فقیر'' میں لکھتے ہیں: ڈاکٹر اقبال رحمہ اللہ کا دل عشق رسول ﷺ نے گداز کر رکھا تھا اور زندگی کے آخری زمانہ میں تو یہ کیفیت اس انتہا کو پہنچ چکی تھی کہ ہچکی بندھ جاتی، آواز بھرّا جاتی اور وہ کئی کئی منٹ سکوت اختیار کر لیتے تھے تاکہ اپنے جذبات پر قابو پاسکیں اور گفتگو جاری رکھ سکیں''(۲)۔

محمد طاہر فاروقی علامہ اقبال رحمہ اللہ کی رسول اللہ ﷺ سے محبت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''علامہ اقبال رحمہ اللہ کی آپ ﷺ سے محبت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ جب سرکارِ دو عالم ﷺ کی سیرت کے کسی عنوان پر تقریر فرماتے تو ایسی عام فہم، سیر حاصل اور شگفتہ بحث کرتے کہ ہر موافق و مخالف حضور ﷺ کا گرویدہ ہو جاتا اور محفل پر سحر طاری ہو جاتا اور اگر علامہ صاحب کی موجودگی میں کوئی مسلمان ''محمد صاحب'' کہتا تو علامہ اقبال رحمہ اللہ کو بہت تکلیف ہوتی تھی، ایک مرتبہ کسی نے حضور ﷺ کی شانِ اقدس میں گستاخانہ الفاظ کہے تو علامہ رحمہ اللہ صاحب نے اسے فوراً محفل سے نکلوا دیا اور برہم ہوئے(۳)۔

Marfat.com

علامہ اقبال رحمۃ اللہ کے نزدیک عشق رسول ﷺ ہی سرِ دین بھی ہے اور وسیلۂ دنیا بھی، اس کے بغیر انسان نہ دین کا ہے نہ دنیا کا، فرماتے ہیں:

در دل مسلم مقام مصطفیٰ است
آبروئے ما زنام مصطفیٰ است (۴)

(مسلمانوں کے دل میں محمد مصطفیٰ ﷺ کا مرتبہ ہے۔ ہماری عزت محمد مصطفیٰ ﷺ کے نام سے ہی ہے)۔

اقبال رحمۃ اللہ عشقِ رسول ﷺ میں سرشار تھے۔ وہ رسالت مآب ﷺ کی ذاتِ گرامی پر فدا تھے۔ ان کی ساری فکری اساس پر سرورِ کونین ﷺ کی شخصیت کا گہرا عکس موجود تھا۔ فارسی اور اردو کے کلام میں بکثرت اشعار آپ کے ان جذبات کی ترجمانی کرتے ہیں۔ ارمغانِ حجاز کا کلام ان کی اسی لازوال محبت کی تصویر ہے۔

بدن واماند و جانم در تگ و پوست
سوئے شہرے کہ بطحا در رہ اوست
تو باش ایں جا باخاصاں بیامیز
کہ من دارم ہوائے منزل دوست (۵)

(بدن کھلا ہوا اور میری جان اس شہر کی طرف کوشاں ہے جس کے راستے میں بطحا ہے۔ تم اس جگہ رہو اور خاص لوگوں میں گھل مل جاؤ۔ میری خواہش دوست کی منزل کا حصول ہے)۔

ایک موقع پر اپنے جذبات کا اظہار اس انداز میں کرتے ہوئے کہتے ہیں:

مہر تو برعاصیاں افزوں تر است
در خطا بخشی چو مہر مادر است
با پرستاراں شب دارم ستیز
باز روغن در چراغ من بریز (۶)

(آپ ﷺ کی شفقت گنہگاروں پر بہت زیادہ ہے، غلطیاں بخشنے میں آپ ﷺ کا رویہ ماں کی محبت کی طرح ہے۔ میری رات کے پجاریوں سے جنگ ہے۔ میرے چراغ میں کچھ روغن ڈال دیجیے)۔

یہ حقیقت ہے کہ اقبال رحمۃ اللہ سے بڑا شاعر اس لیے بھی پیدا نہیں ہوسکا کہ اس کا ایمان یا تو کامل نہیں تھا یا پھر اس نے مرکزیت کو تسلیم کرنے کے سلسلے میں کمزور ایمان و یقین کا مظاہرہ کیا۔ اقبال رحمۃ اللہ کا تصوراتی مردِ مومن ایک کامل ایمان دار انسان تھا۔ وہ پیروی رسول ﷺ میں زندگی کے روز و شب بسر کرنے اور اسوۂ حسنہ کو عظیم جاننے اور اس پر ایمان کو مستحکم کرنے والے دانشور، شاعر، مفکر تھے۔ جنھوں نے بہت عمدہ اور عظیم الشان شاعری کی جو ہمیں الہام کی روح کے عین قریب لے جاتی ہے۔

Marfat.com

اگرچہ علامہ اقبالؒ حج کی سعادت حاصل نہ کر سکے تاہم حضور رسالت مآب ﷺ سے وابستگی کا عالم یہ تھا کہ آپ خود کو ہر لمحہ روضہ رسول ﷺ پر محسوس کرتے اور مسلم امہ کے لیے بھی وہاں حاضری کی دعا کرتے اور محمد ﷺ کو عظیم گردانتے تھے۔ وہ عشق کی ساری منزلوں کو پیشِ نظر رکھتے اور ایک ایسی راہ کی خواہش رکھتے جو سرورِ دو جہاں ﷺ کی راہ ہے (۷)۔

وہ اپنی مجلسوں کو بھی آقائے نامدار ﷺ کی سیرت پاک کے تذکروں اور نبی اکرم ﷺ کی حیات طیبہ کے ذکرِ پاک سے سجائے رکھتے اور بسا اوقات تو اقبالؒ کے جنون کا عالم یہ ہوتا کہ تادیر اشکبار رہتے اور یادِ رسول ﷺ میں ان پر یہ کیفیت طاری رہتی۔ ان کے عشق اور رسول پاک ﷺ سے والہانہ محبت کی تاثیر ان کے کلام میں اپنی پوری سچائی اور توانائی کے ساتھ دیکھی جا سکتی ہے۔

اقبالؒ عشق رسول ﷺ سے جس طرح سرشار تھے اس کا پتہ ان کے خطبات اور ان کے رویے سے بھی لگتا ہے کہ وہ پیرویٔ رسالت مآب ﷺ میں اس مقام تک پہنچ گئے تھے جہاں خدا خود ان کی نگہبانی کر رہا تھا اور امت مسلمہ کے لیے ان سے ایسی لازوال نظمیں اور شاعری تخلیق کروا رہا تھا جو کسی اور شاعر کا مقدر نہیں بن سکیں۔ حالانکہ اقبالؒ نے تو دنیا اور دنیا میں مہیا ہو سکنے والی آسائشیں دیکھ رکھی تھیں۔ یورپ کی اعلیٰ ترین درسگاہوں میں تعلیم پائی۔ یورپی تہذیب و تمدن اور کلچر کا بغور مطالعہ کیا۔ یورپ کی مادی چمک دمک ان کے دل تک رسائی حاصل کرنے میں ناکام رہی۔ علامہ اقبالؒ مغرب میں رہ کر بھی مشرقی رہے۔ یورپ کی آزاد فضا اور مادر پدر آزاد کلچر اس بطلِ جلیل سے اس کا ایمان نہ چھین سکا (۸)۔ اس لیے اقبالؒ نے بڑے فخر سے اعلان کیا:

زمستانی ہوا میں گرچہ تھی شمشیر کی تیزی
نہ چھوٹے مجھ سے لندن میں بھی آدابِ سحر خیزی (۹)

اقبالؒ کے نزدیک آنحضور ﷺ کی سیرت و حیات امت مسلمہ کے لیے ایک کامل نمونہ ہے اور مسلم معاشرے کو اب بھی معاشرۂ رسول ﷺ کے مطابق زندگی بسر کرنے کی کوشش کرنا چاہیے۔ اس جذبہ کو ابھارنے کے لیے انھوں نے اشعار کہے، یورپ کی پُرتعیش زندگی میں دامن رسول ﷺ سے وابستگی میں کوئی کمی نہیں آئی۔ اس عقیدت کو آشکار کرنے کے لیے وہ ایسے اشعار کہتے رہے:

خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوۂ دانشِ فرنگ
سرمہ ہے میری آنکھ کا خاکِ مدینہ و نجف (۱۰)

شعر و نثر کی طرح اقبالؒ کے مکاتیب میں بھی ان کا جذبۂ عشق رسول ﷺ بخوبی اجاگر ہے۔ اقبالؒ کے احباب نے بیان کیا ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ کا نام نامی سنتے ہی اقبالؒ کی آنکھیں اشک بار ہو جاتی تھیں۔ تحریک سیرت کے بانی عبدالمجید قریشی نے ۱۹۲۹ء میں جب اقبالؒ سے ملاقات کی تو وہ

Marfat.com

بے حد مسرور ہوئے تھے (۱۱)۔

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے اسم گرامی کے مقدس اور تابناک ہونے کا ذکر انھوں نے جواب شکوہ میں کیا ہے:

قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کردے
دہر میں اسم محمدؐ سے اجالا کر دے

علامہ اقبال رحمہ اللہ کی شاعری میں ''مثنوی رموز بے خودی'' کو حقیقت نبوت و رسالت اور عشق رسول ﷺ کا مخزن کہا جا سکتا ہے۔ اس میں علامہ اقبال رحمہ اللہ اس حدیث کی طرف اشارہ کرتے ہیں جو آپ ﷺ کے نبی ہونے پر دال ہے:

﴿کنت نبیا و آدم بین الماء والطین﴾

(میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم علیہ السلام ابھی آب وگل کی منزل میں تھے)۔

جلوہ او قدسیاں را سینہ سوز
بود اندر آب و گل آدم ہنوز
من ندانم مرز و بوم او کجاست
ایں قدر دانم کہ باما آشنا ست

(اس کے جلوے نے قدسیوں (فرشتوں) کے سینے کو جلا دیا۔ جبکہ آدم علیہ السلام بھی آب وگل کی منزلیں طے کررہے تھے۔ میں یہ نہیں جانتا کہ اس کی پیدائش کہاں سے ہے اتنا جانتا ہوں کہ وہ ہمارا آشنا اور واقف ہے)۔

علامہ اقبال رحمہ اللہ کا شمار ان فرزندان اسلام میں ہوتا ہے جو ملت اسلامیہ کو خدا کے انعام کی صورت میں عطا ہوتے ہیں۔ اقبال رحمہ اللہ شاعر مشرق تھے، حکیم الامت تھے۔ ترجمان خودی و بے خودی تھے، محرم اسرار حیات تھے، غلاموں کے لیے آزادی کا پیغام اور منزل شوق کے مسافروں کے لیے پرسوز جذبہ رکھنے والے حدی خواں تھے۔ آپ رحمہ اللہ نے خواب غفلت میں مدہوش مسلمانوں کو جگایا، بے جان دلوں کی مسیحائی کی۔ آپ رحمہ اللہ فقر غیور سے بہرہ ور اور محرم اسرار فطرت تھے۔ اقبال رحمہ اللہ کے تمام حقائق بجا لیکن جس جذبے نے اقبال رحمہ اللہ کو ابد تک کے لیے شمع روشن بنا دیا ہے وہ آپ رحمہ اللہ کا لازوال جذبۂ عشق رسول ﷺ ہے۔ آپ رحمہ اللہ کو عشق رسول ﷺ کے سرمایہ بے بہا پر ناز ہے۔

علامہ اقبال رحمہ اللہ جب اپنی زندگی کا مرکز ومحور محبتِ رسول ﷺ کو قرار دے لیتے ہیں تو وہ حشر کے روز سرکارِ دو عالم ﷺ کا سامنا کرنے کے احساس سے لرزنے لگتے ہیں۔ ان کو یہ خوف دامن گیر ہوتا ہے کہ جب میں یوم حساب کی سختیوں میں اپنے آقا و مولا ﷺ کی طرف جانا چاہوں گا تو کیا منہ لے کر جاؤں گا۔ اقبال رحمہ اللہ

Marfat.com

اس لرزا دینے والے احساس کے ذریعے ہر مسلمان کو اس کے ضمیر کا آئینہ دکھاتے ہیں۔ محسن کائنات ﷺ کے حضور پیش ہونے سے علامہ اقبال ؒ کو اس قدر خوف محسوس ہوتا ہے کہ بے اختیار ہو کر بارگاہِ خداوندی میں فریاد کرنے لگتے ہیں:

تو غنی از ہر دو عالم من فقیر
روز محشر عذر ہائے من بذیر
گر حسا بم را تو گیری ناگزیر
از نگاہِ مصطفیٰ پنہاں گر حسابم را تو گیری ناگزیر (۱۲)

عشق، اقبال ؒ کی باطنی زندگی میں ارتقا پا کر عشق رسول ﷺ بن گیا ہے۔ جب وہ رسول ﷺ کا تذکرہ کرتے ہیں تو ان کا شعری وجدان جوش مارنے لگتا ہے اور اشعار خود بخود نعت کی صورت اختیار کرنے لگتے ہیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے، جیسے محبت وعقیدت کے چشمے پھوٹ پڑے ہیں:

در دل مسلم مقام مصطفیٰ است
آبروئے ما زنامِ مصطفیٰ است
شور عشقش در نے خاموشِ من
می تپد صد نغمہ در آغوشِ من (۱۳)

جوں جوں زندگی کے دن گزرتے گئے، آنحضور ﷺ کے ساتھ اقبال ؒ کا عشق جنون کی صورت اختیار کرتا گیا، یہاں تک کہ آخری عمر میں بھی ان کی مجلس میں نبی کریم ﷺ کا ذکر آتا یا مدینہ منورہ کا ذکر ہوتا تو اقبال ؒ بے قرار ہو جاتے، آنکھیں آبدیدہ ہو جاتیں، آنسو رواں ہو جاتے، بعض اوقات ہچکیاں بندھ جاتیں۔ مدینہ کا نام آتے ہی پیمانہ عشق لبریز ہو جاتا اور اشکِ محبت کی جھڑیاں لگ جاتیں۔ وہ حج یا عمرے کے لیے بڑے بے تاب رہتے لیکن انھیں یہ سعادت نصیب نہ ہو سکی۔ تاہم انھوں نے ''بانگِ درا'' کے ایک باب بعنوان ''حضورِ رسالت مآب ﷺ میں'' میں آپ ﷺ کو مخاطب کر کے اپنے ذاتی واردات قلب اور امت مسلمہ کی دل گداز تصویر کھینچ کر رکھ دی۔ اقبال ؒ کے اکثر وبیشتر اشعار میں عشق رسول ﷺ کی تب وتاب نمایاں ہے۔ یہاں چند اردو اشعار کا انتخاب شامل ہے۔ جن میں علامہ اقبال ؒ حضور رسالت ﷺ روحانی طور پر پیش ہوتے ہیں۔

سالارِ کارواں ہے، میرِ حجاز اپنا ۔۔۔ اس نام سے ہے باقی، آرامِ جاں ہمارا (۱۴)
قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے ۔۔۔ دہر میں اسمِ محمدؐ سے اجالا کر دے (۱۵)
کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں ۔۔۔ یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں (۱۶)
پروانے کو چراغ ہے، بلبل کو پھول بس ۔۔۔ صدیق ؓ کے لیے ہے، خدا کا رسول ﷺ بس (۱۷)

Marfat.com

شیرازہ ہوا ملت مرحوم کا ابتر — اب تو ہی بتا، تیرا مسلمان کدھر جائے
وہ لذتِ آشوب نہیں، بحرِ عرب میں — پوشیدہ جو ہے مجھ میں وہ طوفان کدھر جائے
اس راز کو اب فاش کرائے روحِ محمدؐ — آیاتِ الٰہی کا نگہبان کدھر جائے (۱۸)
وہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا — روحِ محمدؐ اس کے بدن سے نکال دو
فکرِ عرب کو دے کے فرنگی تخیلات — اسلام کو حجاز ویمن سے نکال دو (۱۹)

یہ ایک حقیقت ہے کہ محبوب جتنا حسین، جامع اور اکمل ہوگا عشق بھی اتنا ہی سر بلند، روشن اور ابدی ہوگا اور جب محبوب وہ ذات گرامی ہو جو خدا اور ملائکہ کی بھی محبوب ہے۔ جس کے قدموں کو بوسہ دینا چشم عالم کے لیے اعزاز تھا، جو حسن صورت کا مرقع اور جمال سیرت کا مظہرِ عظیم تھا۔ تو پھر علامہ اقبال ؒ کا عشق کیوں کر پیچھے رہتا، یہی وجہ ہے کہ علامہ اقبال ؒ نے اپنی شاعری میں جا بجا جناب محمد مصطفی ﷺ کی صورت وسیرت کو خراج عقیدت پیش کیا ہے۔ ایک جگہ فرماتے ہیں:

ہو نہ یہ پھول تو بلبل کا ترنم بھی نہ ہو — چمنِ دہر میں کلیوں کا تبسم بھی نہ ہو
خیمۂ افلاک کا استادہ اسی نام سے ہے — نبضِ ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے (۲۰)

علامہ اقبال ؒ اپنے تصورات کے مرکب پر سواری کر کے حضور ﷺ کی عظمتوں کا تصور کرتے ہیں تو انھیں احساس ہوتا ہے کہ اس کائنات کے آتش کدے کو فقط اسوۂ رسول ﷺ کی پیروی کر کے گلزار بنایا جا سکتا ہے۔ اپنے ایک مکتوب میں آپ ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کے بارے میں علامہ اقبال ؒ کہتے ہیں: پیغمبر اسلام کی ذات گرامی کی حیثیت دنیائے قدیم وجدید کے درمیان ایک واسطے کی ہے، بہ اعتبار اپنے سرچشمہ وحی آپ ﷺ کا تعلق دنیائے قدیم سے ہے لیکن بہ اعتبار اس کی روح کے دنیائے جدید سے ہے۔ یہ آپ ﷺ ہی کا وجود ہے جس کے ذریعے زندگی پر علم وحکمت کے وہ تازہ سرچشمے منکشف ہوئے جو اس کے آئندہ رخ کے عین مطابق تھے۔ اسلام کا ظہور استقرائی عمل کا ظہور ہے، اسلام میں نبوت چونکہ اپنے معراج کمال کو پہنچ گئی لہٰذا اس کا خاتمہ ضروری ہو گیا (۲۱)۔

حضرت محمد ﷺ نے عالم انسانی کو جو قانون ہدایت دیا ہے اس کے بعد کوئی شخص اس قانون کے علی الرغم روحانی دعوے کرنے کا مجاز نہیں۔ آپ ﷺ نے جو سیاسی اور اجتماعی نظام پیش فرمایا ہے وہ اسی کے نام سے موسوم ہے، اس کی شان ابدی ہے، لہٰذا آنحضرت ﷺ کے بعد ایسی کسی نبوت کے ظہور کا امکان نہیں۔

پس خدا برما شریعت ختم کرد — بر رسولِؐ ما رسالت ختم کرد
خدمت ساقی گری باما گذاشت — داد مارا آخریں جامے کہ داشت (۲۲)

(اللہ تعالیٰ نے ہم پر شریعت ختم کر دی ہے۔ اور ہمارے رسول ﷺ پر رسالت ختم کر دی ہے۔ ہمیں شراب پلانے (تبلیغ دین) کی خدمت سپرد کی اور ہمیں وہ آخری پیالہ عطا کیا جو وہ رکھتا تھا)۔

حضرت محمد ﷺ کے ذریعے دین مکمل ہوگیا، اور باب نبوت بند ہوگیا۔ انسانیت اپنی معراجِ کبریٰ تک پہنچ گئی۔ اب ہرانسان کے سامنے معراج انسانیت کا نمونہ محمد ﷺ موجود ہیں۔ کوئی شخص جتنا بھی محمدیت کے رنگ میں رنگا جائے گا اتنا ہی قرآن مجید کے قریب ہوگا۔

اس لیے علامہ اقبال رحمۃ اللہ فیصلہ کن انداز میں محمدیت ﷺ کی بالاتری کا پیغام دیتے ہیں:

لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب — گنبد آبگینہ رنگ تیرے وجود میں حباب
شوق ترا اگر نہ ہو میری نماز کا امام — میرا قیام بھی حجاب میرا سجود بھی حجاب (۲۳)

علامہ اقبال رحمۃ اللہ امت محمدیہ ﷺ کی عظمت رفتہ سے بخوبی آگاہ ہیں، انھیں احساس ہے کہ ہمارا شاندار ماضی حال کی پرچھائیوں کو مٹاتا ہوا ایک بار پھر ملتِ اسلامیہ کے شاندار مستقبل کا ضامن بنے گا۔ اقبال رحمۃ اللہ مسلمان کو اس کے کردار کی عظمت کا احساس دلاتے تھے اور سمجھتے تھے کہ قوم کے دلوں میں اگر شمع یقین فروزاں ہو جائے جو کہ دراصل اطاعت سے حاصل ہوتی ہے تو یہ قوم آج بھی اپنی منزل کی جانب گامزن ہوسکتی ہے۔ اس لیے انھوں نے کہا:

یقین پیدا کر اے ناداں یقیں سے ہاتھ آتی ہے — وہ درویشی کہ جس کے سامنے جھکتی ہے فغفوری
حدِ ادراک سے باہر ہیں باتیں عشق و مستی کی — سمجھ میں اس قدر آیا کہ دل کی موت ہے دُوری (۲۴)

عشق اور محبت سیرت رسول ﷺ کی بدولت اقبال رحمۃ اللہ کے قلب میں امت محمدیہ ﷺ اور ملتِ اسلامیہ کے اتحاد، یگانگت، یکجہتی اور سالمیت کو وجود میں لانے کی آرزو پیدا ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ وہ امت مسلمہ کی شیرازہ بندی کے لیے سیرت رسول ﷺ کا اتباع ضروری خیال کرتے ہیں۔ محمد جمیل کے نام ایک مکتوب میں لکھتے ہیں کہ: ''میں سمجھتا ہوں کہ ملت اسلامیہ کی شیرازہ بندی کے لیے رسول اکرم ﷺ کی ذات اقدس ہمارے لیے سب سے بڑی اور کارگر قوت ہوسکتی ہے''(۲۵)۔

علامہ اقبال رحمۃ اللہ چونکہ خود عاشق رسول ﷺ ہیں۔ اس لیے ملتِ اسلامیہ کو بھی عشقِ رسالت مآب ﷺ کی لذتوں سے فیضیاب ہونے کا پیغام دیتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ جب دل میں عشقِ رسول ﷺ کی شمع روشن ہو جاتی ہے تو زمان و مکاں کی رفعتیں قدموں تلے نچھاور ہونے لگتی ہیں۔

علامہ دنیاوی ترقی کو بھی سیرت رسول ﷺ کی پیروی اور اطاعت کے ساتھ مشروط قرار دیتے ہیں، کہتے ہیں: ''اگر تم کو ترقی کی آرزو ہے تو اس کی ایک ہی سبیل ہے کہ سعی اور جستجو کو اپنا شعار بناؤ، خدا سے لو لگاؤ اور حضرت محمد مصطفی ﷺ کے بتائے ہوئے راستے پر گامزن ہو جاؤ۔ پھر تمھیں دنیا میں وہ فروغ حاصل ہوگا جس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا(۲۶)۔

بہ منزل کوش مانند مہ نو — دریں نیلی فضا ہر دم فزوں شو
مقام خویش اگر خواہی دریں دیر — بحق دل بند وراہ مصطفی رو (۲۷)

(نئے چاند کی طرح منزل کے حصول کی کوشش کرو، اور اس نیلی فضا میں ہر لمحہ بڑھتے جاؤ۔ اس دنیا میں اگر اپنا مرتبہ چاہتے ہو تو اپنا دل اللہ سے لگاؤ اور محمد ﷺ کا راستہ اختیار کرو)۔

اقبال ؒ اس کائنات کے رنگ و بو کو آپ ﷺ کا فیض قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ دنیا میں رنگ و بو کا ظہور آپ ﷺ کے جمال کا پرتو ہے اور اس خیال کا اندازہ علامہ اقبال ؒ کے اس شعر سے بخوبی ہوتا ہے:

ہر کجا بینی جہاں رنگ و بو آں کہ از خاکش بروید آرزو
یا ز نور مصطفیٰ آں را بہاست یا ہنوز اندر تلاش مصطفیٰ است (۲۸)

علامہ اقبال ؒ یہ بھی ضروری سمجھتے تھے کہ مدارج عشق طے کرنے، فقر کی حقیقت جاننے اور مومن بننے کے لیے سیرت رسول ﷺ کی اتباع ضروری ہے۔ آنحضور ﷺ کی اس دنیا میں آمد اور تشریف آوری کو ''جاوید نامہ'' میں جس بلیغ اور پر معنی انداز میں بیان کیا ہے اس کی مثال کسی دوسرے شاعر کے کلام میں نہیں ملتی (۲۹)۔

خلق و تقدیر و ہدایت ابتدا است
رحمۃ للعالمینی انتہا است (۳۰)

علامہ اقبال ؒ سرورِ دو عالم حضرت محمد ﷺ کی سیرت پاک کا غائر مطالعہ کرنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچے تھے کہ حضور ﷺ کی ذات بابرکات مجموعہ ہے تمام کمالات ظاہر و باطن کا، اور سرچشمہ ہے تمام مظاہر حقیقت و مجاز کا، علامہ کا کلام اس بات کا شاہد ہے کہ وہ جگہ جگہ اس امر کا بابانگ دہل اعلان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کی تعلیمات اور اسوۂ حسنہ کو مشعل راہ بناؤ اس لیے کہ یہی صراط مستقیم ہے (۳۱)۔

بہ مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نرسیدی تمام بولہبی است (۳۲)

علامہ اقبال ؒ کی زندگی میں اسوۂ حسنہ کی پیروی کی بے شمار مثالیں ملتی ہیں۔ ماہنامہ ''سوئے حرم'' میں علامہ اقبال ؒ کا ایک واقعہ لکھا ہے جس سے ان کی حضرت محمد ﷺ سے عملی محبت کا پتہ چلتا ہے۔ علامہ اقبال ؒ سے ملنے والوں میں صاحبزادہ سید محمود الحسن بھی تھے۔ علامہ سے ان کے تعلقات بہت اچھے رہے۔ صاحب زادے صاحب نے علامہ کے متعلق ایک واقعہ بیان کیا ہے: ''پٹنہ میں علامہ کے ایک دوست بیرسٹر سی۔ آر۔ داس کے پاس کسی نواب کا ایک مقدمہ آیا۔ اس مقدمہ میں نواب صاحب نے جن دستاویزات کو عدالت میں پیش کرنا تھا وہ فارسی میں تھیں۔ عدالت میں پیش کرنے کے لیے ان کا انگریزی میں ترجمہ کیا اور ایک ہزار روپے روزانہ فیس طے کر کے علامہ کو پٹنہ بلایا۔ علامہ نے رات کو وہ فارسی دستاویزات دیکھیں اور رات ہی کو ان کا انگریزی ترجمہ مکمل کر دیا اور صبح سی۔ آر۔ داس کو دے دیا۔ سی۔ آر۔ داس نے علامہ سے کہا ''آپ نے یہ کیا کیا؟ اس کو تو کئی دن میں مکمل کرنا تھا کیونکہ آپ کو ایک ہزار روپے روزانہ فیس کی پیشکش کی گئی تھی''۔

Marfat.com

علامہ صاحب نے جواب دیا "میرے رسول ﷺ نے مجھ پر ایسی اجرت حرام کردی ہے جو کسی مختصر کام کو طویل کر کے لی جائے" (۳۳)۔

علامہ اقبال رحمۃ اللہ کے بقول اگر ہم جناب محمد مصطفیٰ ﷺ سے وفاداری کا دم بھر لیں تو لوح وقلم کی عظمتیں ہمارا مقدر بن سکتی ہیں۔فرماتے ہیں:

آسماں ہوگا سحر کے نور سے آئینہ پوش اور ظلمت رات کی سیماب پا ہوجائے گی
پھر دلوں کو یاد آجائے گا پیغام سجود پھر جبیں خاک حرم سے آشنا ہوجائے گی
شب گریزاں ہوگی آخر جلوہ خورشید سے یہ چمن معمور ہوگا نغمۂ توحید سے (۳۴)

علامہ اقبال رحمۃ اللہ کے دل میں امت مسلمہ کی خیر خواہی کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔انھوں نے عشقِ مصطفیٰ ﷺ کی سربلندی کو چھوتے ہوئے برصغیر کے مسلمانوں کے اسلامی تشخص کے لیے الگ وطن کی خاطر دوقومی نظریہ کا نعرہ لگایا۔اس نعرہ کے پس پردہ بھی محبتِ رسول ﷺ کا چاند جگمگا رہا تھا۔اقبال رحمۃ اللہ کا عشق صدیوں کا فاصلہ اک آن میں طے کر کے قوم کو پیغام دیتا ہے:

سالارِ کارواں ہے میر حجاز اپنا
اس نام سے ہے باقی آرام جاں ہمارا (۳۵)

علامہ اقبال رحمۃ اللہ سے کسی نے غازی علم دین رحمۃ اللہ شہید کی شہادت کے بارے میں پوچھا تو علامہ نے جواب دیا کہ علم دین کی شہادت برحق ہے کیونکہ راجپال نے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں دریدہ دہنی سے کام لیا، یہ کہہ کر آپ نے انتہائی رقت آمیز لہجے میں فرمایا: "میں تو یہ بھی برداشت نہیں کرسکتا کہ میرے پاس آکر کوئی شخص یہ کہے کہ تمھارے پیغمبرؑ نے ایک دن میلے کپڑے پہنے تھے۔شاعر مشرق اس وقت سراپا محبت رسول ﷺ نظر آتے ہیں۔علامہ اقبال رحمۃ اللہ جن کا سرمایہ ہستی فقط عشق رسول ﷺ تھا۔علامہ اقبال رحمۃ اللہ کے کلام کا بیشتر حصہ از خود اس بات کا گواہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ذات سے کس قدر والہانہ عشق تھا، وہ تو اس جوش عشق میں یہاں تک فرما گئے:

می توانی منکر یزداں شُدن
منکر از شان نبی نہ تواں شُدن (۳۶)

(اللہ کا انکار تو کیا جاسکتا ہے لیکن نبی کی شان کا انکار نہیں ہوسکتا)۔

اقبال رحمۃ اللہ کا بخشا ہوا یہی عشق رسول ﷺ تاریخ آزادی میں پاکستان کے قیام کے سنہری باب کے رقم کرنے کا باعث بن گیا اور یہی نہیں بلکہ آج بھی جبکہ ہم تحریک پاکستان اور پھر قیام پاکستان کی تاریخ کو دیکھتے ہیں اور دیانت دارانہ مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں اس کے پیچھے،اقبال رحمۃ اللہ کی سچائی، ان کی نظریاتی اساس، ان کی محمد ﷺ سے وفا اور ان کا محبوب خدا سے عشق ہی نظر آتا ہے اور لگتا ہے کہ انسان کامل یقین وایمان کے ساتھ اگر

Marfat.com

بڑے مقصد کے لیے زندگی گزارنے کی اہمیت کو سمجھ لے تو پھر خدا اپنے بندے کو مایوس ومحروم نہیں رکھتا۔ یہی کچھ اقبال رحمۃ اللہ کو عشق مصطفی ﷺ کی سچائی اور لگن کے عوض میسر آیا۔ اقبال رحمۃ اللہ کے اس شعر کی بازگشت ہر محراب ومنبر سے سنائی دیتی ہے:

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا، لوح وقلم تیرے ہیں

عمرہا درکعبہ وبت خانہ می نالد حیات
تا بزمِ عشق یک دانائے راز آید بروں (۳۷)

اقبال رحمۃ اللہ کے نزدیک مقصودِ رسالت:

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لیے صرف قرآن پاک ہی نازل نہیں کیا بلکہ اس کے ساتھ سید المرسلین ﷺ کو مبعوث فرمایا تاکہ وہ اپنی امت کو دین کامل کی تعلیم دیں اور اس پر عمل کر کے دکھائیں۔

از رسالت درجہانِ تکوینِ ما
از رسالت دینِ ما آئینِ ما (۳۸)

(ہمارا وجود آپ ﷺ کی رسالت کی وجہ سے قائم ہے۔ آپ ﷺ کی رسالت ہی سے ہمیں ہمارا دین اور آئین ملا)۔ آپ ﷺ نے اس دین اور آئین کو ہم تک پہنچانے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ خود اس پر عمل کیا اور پورے معاشرے میں اسے عملاً نافذ کر کے دکھایا۔ قرآن پاک میں ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (۳۹)

(تحقیق رسول اللہ ﷺ کی ذات میں تمھارے لیے بہترین نمونہ ہے)۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا﴾ (۴۰)

(رسول اللہ ﷺ جو کچھ تمھیں دیں وہ لے لو اور جس سے منع کریں اس سے رک جاؤ)۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ دین وشریعت کو سمجھنے کے لیے ہمیں حضور ﷺ کی طرف رجوع کرنا ہوگا۔ آپ ﷺ نے قرآنِ پاک کی جو تشریح وتفسیر بیان کی اسے من وعن قبول کرنا ہوگا۔ آپ ﷺ کو اپنا ہادی اور رہنما بنانا ہوگا۔ محض زبان سے عاشقِ رسول ﷺ ہونے کا دعویٰ کرنا اور عمل کے وقت غیروں کے حکم پر چلنا عشق نہیں بلکہ سراسر شر ہے جسے دینِ حق سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ بقول اقبال رحمۃ اللہ:

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ اُو نرسیدی تمام بولہبی است (۴۱)

Marfat.com

اپنے آپ کو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تک پہنچاؤ کہ وہ سراپا دین ہیں۔ اگر تو اُن تک نہ پہنچے یعنی ان سے دین حاصل نہ کرے تو تیری زندگی اسی طرح سراپا شر ہے جس طرح ابولہب کی زندگی تھی (۴۲)۔

عشقِ رسول ﷺ:

حضور ﷺ کا فرمان ہے:

﴿لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ﴾ (۵۴)

(تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کی اولاد اس کے والدین اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں)۔

یہ حقیقت ہے کہ انسان سے کامل اطاعت کا اظہار اسی وقت ہوتا ہے جب اسے اپنے مُطاع سے عشق کی حد تک محبت ہو۔ اور اس قسم کی محبت اس ذات سے ہوتی ہے جس میں بہت سے کمالات واوصاف جمع ہو گئے ہوں۔ حضور ﷺ خلقِ عظیم کے مالک تھے۔ آپ ﷺ تمام مخلوق کے لیے حد درجہ شفیق اور مہربان تھے۔ آپ ﷺ جہانوں کے لیے رحمت بن کر آئے تھے۔ آپ ﷺ نے دین کی خاطر انتہائی مصائب برداشت کیے لیکن دین کو مکمل صورت میں پیش کر کے مسلمانوں کے لیے ہر طرح کی ترقی کے دروازے کھول دیئے۔ آپ ﷺ ہی کے ذریعے دنیا تہذیب وتمدن سے آگاہ ہوئی۔ انسان انسانوں کی غلامی سے آزاد ہو کر شرفِ انسانیت سے آگاہ ہوا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ سے مخاطب ہوتے تو "ہمارے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان" کہہ کر بات کرتے۔ آپ ﷺ ہمارے قافلے کے سالار ہیں۔ آپ ﷺ ہی کی بدولت ہمیں اطمینانِ قلب اور روحانی چین نصیب ہوا۔ اس لیے آپ ﷺ کی محبت اور اطاعت ایمان کی شرطِ اولین ہے۔

سالارِ کارواں ہے میرِ حجاز اپنا
اس نام سے ہے باقی آرامِ جاں ہمارا (۴۴)

حضور ﷺ رات کو تہجد کی نماز میں اتنا قیام فرماتے کہ بعض اوقات آپ ﷺ کے پاؤں متورم ہو جاتے۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے اور پوری پوری رات عبادت میں گزار دیتے۔ لیکن اس شب بیداری کے باوجود اقامتِ دین کے کاموں میں ذرا برابر فرق نہ آتا۔ جہاد کے موقع پر کفار کے مقابلے میں بہادری کے وہ جوہر دکھاتے کہ گھمسان کی جنگ کے وقت صحابہ کرام آپ ﷺ کے پاس پناہ ڈھونڈتے۔ دین کے معاملے میں اس محنت اور مشقت کا نتیجہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے پیروکاروں کے لیے دنیا کے دروازے کھول دیئے اور انھیں حکمرانی کے منصب پر فائز کیا۔ آج بھی ہماری ترقی کا راستہ یہ ہے کہ ہم آپ ﷺ کو اپنا رہنما، مرشد اور ہادی تسلیم کریں اور ہر معاملے میں آپ ﷺ کے نقشِ قدم پر چلیں۔ اسی طریقے سے ہم دنیا میں باعزت مقام حاصل کر سکتے ہیں۔

Marfat.com

در دلِ مُسلم مقامِ مُصطفیٰؐ است | آبروئے مازنامِ مصطفیٰؐ است
ماندشب ہا چشمِ اومحروم نوم | تابہ تختِ خُسروی خوابیدہ قوم
وقتِ ہیجا تیغِ او آہن گداز | دیدۂ او اشکبار اندر نماز
از کلیدِ دیں درِ دنیا کشاد | ہمچو اُوبطنِ اُمِ گیتی نزاد (۴۵)

(مسلمان کے دل میں حضور ﷺ کا بڑا مقام ہوتا ہے۔ ہماری عزت آپ ﷺ کے نام سے ہے۔ آپ ﷺ کی آنکھیں راتوں کو نیند سے محروم رہیں۔ تب کہیں آپ ﷺ کی قوم بادشاہت کے تخت پر سوئی۔ جنگ کے وقت آپ ﷺ کی تلوار لوہے کو پگھلانے والی ہوتی۔ آپ ﷺ کی آنکھیں نماز میں اشکبار ہوتیں۔ دین کی کنجی سے آپ ﷺ نے دنیا کا دروازہ کھولا۔ آپ ﷺ جیسا کوئی دنیا میں پیدا نہیں ہوا)۔

حضور ﷺ کی شان مخلوق میں سب سے بلند ہے۔ آپ ﷺ دونوں جہانوں کے سردار ہیں۔ آپ ﷺ محبوبِ خدا ہیں، اس لیے جس شخص نے آپ ﷺ کی اطاعت کی اسے خالقِ کائنات کی محبت حاصل ہوگئی۔ اور جسے یہ نعمت مل گئی اسے گویا دونوں جہانوں کی دولت میسر آگئی (۴۶)۔ اقبال رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ہر کہ عشقِ مصطفیٰ سامانِ اوست
بحروبر در گوشۂ دامانِ اوست (۴۷)

(عشقِ مصطفیٰؐ جس کا سامان ہو سمندر اور خشکی اس کے گوشۂ دامن میں ہیں)۔

حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے علم و حکمت سے نوازا تھا۔ زندگی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جس کے متعلق آپ ﷺ نے رہنمائی نہ فرمائی ہو۔ دنیا میں معیشت، معاشرت، حکومت، تجارت، لین دین اور عدل وانصاف کے وہ زریں اصول بتائے کہ ان سے بہتر کوئی انسانی دماغ پیش نہیں کرسکتا۔ آئندہ زندگی کے متعلق آپ ﷺ نے ایسی وضاحت کے ساتھ تصریح فرمائی کہ اس کا پورا نقشہ آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔ قیامت کے دن، حشرونشر، جنت ودوزخ اور جزاء وسزا کے متعلق ایسی وضاحت فرمائی کہ کوئی پہلو تشنہ نہیں چھوڑا۔ قرآنِ مجید میں ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾

(تمھارے لیے رسول اللہ ﷺ کی زندگی بہترین نمونہ ہے)

رسول اللہ ﷺ کی ذات میں ایک تاجر کے لیے، سپہ سالار کے لیے، مزدور کے لیے، آجر کے لیے، باپ کے لیے، بھائی کے لیے ایک رہنما کے لیے الغرض ہر شخص کے لیے رہنمائی موجود ہے۔ سارا جہان آپ کا ممنون ہے۔ اقبال رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

نسخۂ کونین را دیباچہ اوست
جملہ عالم بندگان و خواجہ اوست (۴۸)

(آپ ﷺ دونوں جہان کی کتاب کا دیباچہ ہیں۔تمام جہان غلام ہیں اور آپ ﷺ آقا ہیں)۔

یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی امت میں پیدا کیا ہے۔آپ ﷺ کا امتی ہونا معمولی بات نہیں بلکہ یہ ایک ایسا شرف ہے جس کے لیے پہلے زمانے کے کئی پیغمبر بھی تمنا کرتے رہے۔ہماری عزت وتکریم حضور ﷺ کی وجہ سے ہے۔اس لیے ہمیں آپ ﷺ کا دامن مضبوطی کے ساتھ پکڑنا چاہیے۔حقیقت میں ہماری زندگی کا راز اس پاک دامن سے وابستگی میں مضمر ہے۔اس لیے ہمیں آپ ﷺ کے ہر فرمان پر عمل کرنا چاہیے۔آپ ﷺ کا دامن تھامنے کا مطلب یہی ہے کہ ہمارا اٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا، سونا جاگنا غرض کہ زندگی کا ہر کام حضور ﷺ کی سنت کے مطابق ہو۔آپ ﷺ کی اطاعت کے بغیر ایک سچے مسلمان کی زندگی کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔محبت اور عشق رسول ﷺ کے زبانی دعوے کوئی معنی نہیں رکھتے۔اصل چیز انسان کے اعمال ہیں۔اگر کوئی شخص حضور ﷺ کی محبت کا دعویدار ہو لیکن آپ ﷺ کے بجائے غیروں کی اطاعت کرتا ہو تو وہ اپنے دعوے میں جھوٹا متصور ہوگا۔آپ ﷺ کا دامن ہمارے لیے بہار کی مانند ہے۔جس طرح بہار سے علیحدگی پھولوں کے لیے موت کا سبب ہوتی ہے اسی طرح مسلمان امت کی زندگی حضور ﷺ کا دامن تھامنے اور اس کی موت آپ ﷺ کا دامن چھوڑ دینے میں ہے (۴۹)۔

علامہ اقبال ؒ فرماتے ہیں:

دامنش از دست دادن مُردن است
چوں گل از بادِ خزاں افسردن است (۵۰)

(آپ ﷺ کا دامن چھوڑ دینا مرجانے کے مترادف ہے۔پھول کی طرح کہ جو بادِ خزاں سے مرجھا جاتا ہے)۔

حضور ﷺ سے محبت کا مطلب یہ نہیں کہ زبان سے آپ ﷺ کی محبت کا دعویٰ کیا جائے لیکن عملاً دوسروں کی غلامی کی جائے۔حضور ﷺ کے فرمان کو چھوڑ کر غیروں کے احکام مانے جائیں۔آپ ﷺ کی سنت کا اتباع کرنے کی بجائے رسم ورواج کی پابندی کی جائے۔توحید اختیار کرنے کی بجائے شرک وبدعت کے دروازے کھولے جائیں بلکہ محبت کا تقاضا یہ ہے کہ زندگی کے ہر معاملے میں آپ ﷺ کی فرمانبرداری کی جائے۔آپ ﷺ کی سنت کو حرزِ جان بنایا جائے۔اسی کا نام وفا ہے اور دنیا میں مسلمان کے لیے بلند مقام حاصل کرنے کا یہی واحد راستہ ہے۔علامہ اقبال ؒ کہتے ہیں:

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں

اگر ہم اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھیں تو ہمیں خود محسوس ہوگا کہ ہماری محبت اور عشق کا معیار وہ نہیں ہے جو آپ ﷺ جیسی پاک ہستی سے ہونا چاہیے۔آپ ﷺ کے کتنے حکم ہیں جن کی ہم پروا نہیں

Marfat.com

کرتے! آپ ﷺ کی سنت پر عمل کرنے کے سلسلے میں کبھی اولاد کی محبت آڑے آجاتی ہے اور کبھی مال کی محبت غالب رہتی ہے۔ کبھی آباء واجداد کی ایجاد کردہ رسوم پر عمل کرتے ہیں اور کبھی اپنے نفس کی خواہشات پوری کرتے ہیں۔ شرک اور بدعت کے ایسے ایسے بُت تراش رکھے ہیں کہ شیطان بھی حیران رہ جاتا ہے۔ ہم نے سینوں کو بتوں سے معمور کر رکھا ہے۔ غرور وتکبر کا بُت، تعصب کا بُت، اولاد کا بُت، بُغض اور کینہ کا بت، رسم ورواج کا بُت، قومیت کا بُت، وطنیت کا بُت، اور نہ جانے کیا کیا بُت ہیں جنھیں ہم نے اپنے سینے میں جگہ دے رکھی ہے۔ زبان سے مدینے والی سرکارؐ سے عشق کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن عملی طور پر ہمارے قدم کسی اور سرکار کی طرف اٹھتے ہیں۔ غیر اللہ کے قوانین اور ضابطے بڑی خوشی سے قبول کرتے ہیں اور انھیں بدلنے کے لیے کوئی کوشش نہیں کرتے۔ جاہ ومنصب اور مال ودولت کی محبت نے ہماری آنکھوں پر پردہ ڈال رکھا ہے۔ ہمیں اس بات کا کبھی خیال نہیں آتا کہ جس دین کی خاطر حضور ﷺ نے طرح طرح کے مصائب برداشت کیے، جنگیں لڑیں، دشمنوں کا مقابلہ کیا پھر اس دین کو ہمارے سپرد کر کے دنیا سے رخصت ہوگئے ہم اس دین کے ساتھ کیا سلوک کر رہے ہیں۔ جس دین کو غالب کرنے کے لیے حضور ﷺ نے اپنا خون بہایا، ہم اس کے لیے اپنا پسینہ بہانے کے لیے بھی تیار نہیں۔

اگر ہم نے اپنی زندگیوں میں انقلاب لا کر اپنی سیرت وکردار کو کتاب وسنت کے مطابق نہ ڈھالا۔ پورے معاشرے اور پھر پوری دنیا میں اللہ تعالیٰ کے کلمے کو بلند نہ کیا تو قیامت کے دن حضور ﷺ کو کیا منہ دکھائیں گے (۵۱) ملاحظہ ہو: اس حقیقت کو علامہ اقبال یوں واضح کرتے ہیں:

چوں بنامِ مصطفیٰؐ خوانم درود   از خجالت آب میگردد وجود
عشق میگوید کہ اے محکومِ غیر   سینۂ تو از بتاں مانندِ دَیر
نداری از محمدؐ رنگ وبو   از درودِ خود میالا نامِ اُو (۵۲)

(جب میں حضور ﷺ کے نام پر درود پڑھتا ہوں تو میرا وجود شرمندگی سے پانی پانی ہو جاتا ہے۔ عشق کہتا ہے کہ اے غیروں کے محکوم! تیرا سینہ بت خانہ کی مانند بتوں سے بھرا ہوا ہے۔ جب تک تو محمد ﷺ کے طور طریقے نہ اپنائے اپنے درود سے آپ ﷺ کے نام کو آلودہ نہ کر)۔

اگر ہم دنیا میں باعزت مقام حاصل کرنا چاہتے ہیں تو اس کا واحد طریقہ یہ ہے کہ ہم اپنا دل اللہ تعالیٰ سے وابستہ کریں، غیر اللہ کی اطاعت سے منہ موڑ کر اللہ پاک کی اطاعت کو اپنا شعار بنائیں اور اس راستے پر چلیں جس پر نبی اکرم ﷺ نے چلنے کا حکم دیا ہے اور وہ یہ ہے کہ جس طرح آپ ﷺ نے دین پر عمل کیا، اسے دنیا میں غالب کرنے کے لیے جدوجہد کرتے رہے اسی طرح ہم بھی سنتِ نبوی ﷺ پر عمل کریں اور دین اسلام کو غالب کرنے کے لیے اپنا مال، وقت اور جان کھپا دیں اور اس راہ میں جو بھی تکالیف آئیں انھیں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے صبر واستقامت کے ساتھ برداشت کریں۔

Marfat.com

مقامِ خویش اگر خواہی دریں دیر
بحق دل بند و راہِ مصطفیٰؐ رو (۵۳)

(اگر تو اس دنیا میں اپنا مقام چاہتا ہے تو اپنا دل اللہ تعالیٰ کے ساتھ لگا اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا راستہ اختیار کر)۔

حضور ﷺ کا راستہ شریعت ہے۔امتِ مسلمہ کے لیے یہی آئین ہے۔یہی اس کی دونوں جہانوں ں کامیابی کا ضامن ہے۔شریعت پر عمل کرنے کے لیے آپ ﷺ کی سنت کو اپنانا ضروری ہے اور آپ ﷺ کی ت میں سب سے مقدم چیز محبت ہے۔اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت سے اطاعت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے ر بندوں کے ساتھ محبت سے ان کے حقوق ادا کرنے کی ترغیب ملتی ہے۔آپ ﷺ کی شریعت میں جلال بھی ہے اور جمال بھی۔اسے اپنے دل و دماغ کی گہرائیوں میں اتارنے اور اپنی زندگی میں نافذ کرنے میں ہمارے ستحکام کا راز مضمر ہے۔اس کے تحت نظام حکومت چلا کر ہم اللہ تعالیٰ کی قدرت کا مشاہدہ کر سکتے ہیں۔اس ں قوت بھی ہے اور محبت بھی جس طرح موسیٰ علیہ السلام کے پاس عصا بھی تھا اور روشن ہاتھ بھی۔وہ قوت سے بھی کام لیتے تھے اور حُسنِ اخلاق سے بھی دلوں کو مسخر کرتے تھے۔اسی طرح ہماری شریعت میں بھی یہ دونوں چیزیں موجود ہیں۔ان میں سے اگر ایک چیز کو لے لیں اور دوسری کو ترک کر دیں تو ہم دونوں جہانوں میں کامیابی سے ہم کنار نہیں ہو سکتے۔اسلام کی ترقی کا راز آئین شریعت نافذ کرنے میں ہے۔حضور ﷺ کا لایا ہوا دین محض چند سمی عبادات کا مجموعہ نہیں بلکہ یہ ایک مکمل ضابطہ ءحیات ہے۔یہ پوری زندگی کی تفسیر ہے۔مسلمانوں نے جب تک اسے ضابطہ ءحیات کے طور پر اپنائے رکھا وہ دنیا میں سربلند رہے لیکن جب انھوں نے اس کے کچھ حصوں کو لے لیا اور کچھ حصے ترک کر دیئے تو وہ اس شان و شوکت کو بھی برقرار نہ رکھ سکے جو حضور ﷺ کی شریعت پر عمل کرنے سے انھیں حاصل ہوئی تھی (۵۴)۔اس بات کو علامہ اقبال یوں بیان کرتے ہیں:

علمِ حق غیر از شریعت ہیچ نیست اصل سنت جز محبت ہیچ نیست
ملت از آئین حق گیرد نظام از نظامِ محکمے خیزد دوام
قدرت اندر علم او پیداستے ہم عصا وہم یدِ بیضا ستے
باتو گویم سرِ اسلام است شرع شرع آغاز است وانجام است شرع
ہست دینِ مصطفیٰؐ دین حیات! شرعِ اُو تفسیرِ آئینِ حیات
تاشعارِ مصطفیٰؐ از دست رفت قوم را رمزِ بقا از دست رفت! (۵۵)

(علمِ حق شریعت کے علاوہ کچھ نہیں۔اصل سنت محبت کے سوا کچھ نہیں۔ملت اللہ تعالیٰ کے آئین کے تحت ہی منظم ہوتی ہے اور ایک مضبوط نظام کے ذریعے ہی دوام حاصل کرتی ہے۔اس کے علم کے اندر قدرت ہے۔اس میں عصا بھی ہے اور روشن ہاتھ بھی۔میں تمھیں اسلام کا راز بتاتا ہوں، وہ شریعت ہے۔آغاز بھی

Marfat.com

شریعت اور انجام بھی شریعت ہے۔ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا دین ضابطہء حیات ہے۔ اس ضابطہء حیات کی تفسیر شریعت ہے۔ جب حضور ﷺ کے طریقے ہاتھ سے چلے گئے تو گویا قوم نے اپنی بقا کا راز کھو دیا)۔

آپ ﷺ سے کامل محبت کے لیے اتباعِ سنت کس قدر ضروری ہے اس کا اندازہ علامہ اقبال رحمۃ اللہ کے بیان کردہ ایک واقعے سے لگایا جاسکتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے کسی بزرگ سے پوچھا کہ حضور ﷺ کا دیدار کس طرح نصیب ہوسکتا ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ پہلے اسوۂ رسول ﷺ کو اپنا شعار بناؤ اور پوری زندگی کو اس سانچے میں ڈھالو پھر اپنے آپ کو دیکھو یہی دیدارِ رسول ﷺ ہے۔

اس وقت بعض لوگوں نے دین میں غیر اسلامی نظریات کو شامل کر کے شریعت سے گریز کی راہیں نکال لی ہیں اور طریقت اور معرفت جیسی پاکیزہ اصطلاحات کو بھی غلط معنی پہنائے ہیں۔ حالانکہ یہ سب شریعت پر عمل کے مختلف مدارج ہیں۔ جتنا کسی کا شریعت پر زیادہ عمل ہوگا اتنا ہی وہ عشقِ رسول ﷺ سے سرشار ہوگا اور اللہ تعالیٰ کے زیادہ قریب ہوگا۔ شریعت سے گریز کر کے کوئی شخص عارفِ حق ہونے کا دعویٰ کرے گا تو وہ اپنے دعوے میں جھوٹا متصور ہوگا۔

قرآن پاک میں ہے:

﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ﴾(۵۶)۔

(تحقیق ہم نے انسان کو بہترین شکل وصورت میں پیدا کیا ہے)۔

اسے ایک عظیم الشان جسم دے کر دل ودماغ کی اعلیٰ صلاحیتوں سے نوازا گیا ہے جو کسی دوسرے جاندار کو عطا نہیں کی گئیں۔ وہ اپنے اعضاء کو اس طرح استعمال کرسکتا ہے جس طرح دوسرے جاندار نہیں کرسکتے۔ وہ اپنے اردگرد کی اشیاء کو اپنے تصرف میں لاسکتا ہے۔ دنیا کی تمام چیزیں اس کے لیے مسخر کردی گئی ہیں۔ یہ سب کچھ اس لیے ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہے۔ اس کو خلافت کی ذمے داری سے عہدہ برآ ہونے کے لیے احسن تقویم بنایا گیا ہے۔ خلافت کی ذمے داری یہ ہے کہ وہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت قائم کرے اور اس کا دیا ہوا نظام دنیا میں اس طرح چلائے کہ یہ دنیا امن کا گہوارہ بن جائے۔ زندگی کے ہر معاملے میں اللہ تعالیٰ کے قانون کو برتری حاصل ہو۔ تمام انسان ایک دوسرے کے خیر خواہ بن جائیں۔ کسی کے حقوق غصب نہ ہوں۔ کسی پر ظلم وزیادتی نہ ہو۔ چھوٹے بڑوں کا احترام کریں۔ بڑے چھوٹوں پر شفقت کریں۔ ہر شخص کی عزت اور جان ومال محفوظ ہو۔ بندہ وآقا کی تمیز ختم ہو جائے۔ قانون کی نظر میں سب برابر ہوں۔ مساوات وحریت کی ایسی فضاء قائم ہو کہ ہر شخص اپنی صلاحیتوں کے مطابق ترقی کے مدارج طے کرسکے۔ یہ سب کچھ اسی صورت میں ممکن ہے کہ انسان اپنے آپ کو خدا کے سامنے جواب دِہ تصور کرے اور زندگی کا ہر لمحہ اس کی اطاعت میں بسر کرے۔ جو شخص بھی اپنے آپ کو اطاعت کے اس معیار پر لے آئے گا دنیا کی تمام قوتیں اس کے سامنے مسخر ہوتی چلی جائیں گی۔

Marfat.com

تاریخ گواہ ہے کہ جب مسلمانوں نے مکمل طور پر اپنے آپ کو اسلام کے سانچے میں ڈھالا تو دریا ان کے سامنے پایاب ہو گئے۔ افریقہ کے جنگلوں میں آباد ہوئے تو جنگلی جانوروں نے ان کے لیے جنگل خالی کر دیئے۔ انھیں ضرورت پڑی تو زہر ہلاہل ان کے لیے قندِ حیات بن گیا۔ آج بھی ان کے لیے آتشِ نمرود گلزار بن سکتی ہے لیکن اس کے لیے ایمانِ ابراہیمی کی ضرورت ہے (۵۷)۔ اقبال فرماتے ہیں:

آج بھی ہو جو براہیم کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا (۵۸)

جب ہم اس کی اطاعت سے رُوگردانی نہیں کریں گے تو اس کی مخلوق میں سے کوئی بھی ہمارے حکم سے سرتابی نہیں کرے گا۔ اسی کا نام شریعت اور طریقت ہے۔ یہی عشق اور یہی ایمانِ ابراہیمی ہے۔

تانہ پیچد گردن از حکم تو ہیچ ۔ تا توانی گردن از حکمش مپیچ !!!
از شریعت احسن التقویم شو وارثِ ایمان ابراہیم شو
پس طریقت چیست اے والا صفات شرع رادیدن بہ اعماقِ حیات (۵۹)

(جہاں تک ہو سکے اس کے حکم سے گردن نہ پھیرنا کہ کوئی تیرے حکم سے گردن نہ پھیرے۔ شریعت کے ذریعے احسن التقویم بن اور ابراہیم علیہ السلام کے ایمان کا وارث بن۔ پس اے عالی مرتبت! طریقت کیا ہے۔ شریعت کو زندگی کی گہرائیوں سے دیکھنا طریقت ہے)۔

اسلام اپنے پیروکاروں سے یہ توقع رکھتا ہے کہ وہ معاشرے میں ایسا نظام قائم کریں جس سے اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند ہو۔ انسان پر سے انسان کی حکمرانی ختم ہو اور اللہ تعالیٰ کی حکمرانی قائم ہو۔ کوئی انسان کسی سرمایہ دار، جاگیردار یا مذہبی پیشوا کا بندہ نہ بنے بلکہ اللہ تعالیٰ کا بندہ بن کر زندگی بسر کرے۔ تمام انسانوں کو یکساں حقوق حاصل ہوں۔ ہر شخص کو اس کی محنت کا ثمر ملے۔ کوئی کسی کا استحصال نہ کر سکے۔ سربراہِ مملکت سے لے کر عام شہری تک ایک ہی قانون کے پابند ہوں۔ کوئی شخص قانون سے بالاتر نہ ہو۔ کسی کو قانونی لحاظ سے کسی قسم کا امتیاز حاصل نہ ہو۔ ہر شخص کو حق حاصل ہو کہ وہ غلط کام پر اعلیٰ درجے کی حیثیت کے مالک شخص کو ٹوک سکے اور اس سے اپنا حق وصول کرنے کے لیے عدالت کے کٹہرے میں لا سکے۔ کوئی شخص دوسرے شخص کا محتاج نہ رہے۔ یہ اسی وقت ممکن ہے جب ملک میں اسلامی نظام قائم ہو اور اس نظام کے تحت کسی ادارے کو کتاب وسنت کے خلاف آئین سازی کا حق نہ ہو (۶۰)۔

اسلامی نظام محض حجروں میں بیٹھ کر اللہ اللہ کرنے اور ہُوحق کے نعرے لگانے سے قائم نہیں ہوگا۔ انفرادی طور پر نماز پڑھ لینے، زبان سے کچھ ذکر اذکار کر لینے یا خالی چلّے کاٹنے سے برپا نہیں ہوگا بلکہ ان چیزوں کے ساتھ ساتھ حجروں سے نکل کر ہر میدان میں طاغوتی طاقتوں کا مقابلہ کرنا ہوگا۔ برائی کے خلاف سینہ سپر ہونا ہوگا۔ بدعت وشرک اور آباء واجداد کی رسوم کی زنجیروں کو توڑنا ہوگا۔ برادری کی ناراضگی کا خطرہ مول لینا ہوگا۔

Marfat.com

لسانی، وطنی اور خاندانی تعصّبات کے زنگار کو دلوں سے صاف کرنا ہوگا۔ اپنے اندر قوت اور طاقت پیدا کرنی ہوگی۔ اپنے نفس کے خلاف ہر لمحے جہاد کرنا ہوگا اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہر قسم کی قربانی کے لیے تیار رہنا ہوگا۔ مال، اولاد اور جاہ ومنصب کی محبت کو دل سے نکالنا ہوگا۔ پھر کہیں اسلام برپا ہوگا اور اللہ تعالیٰ کا اپنے نبی آخرالزّ ماں ﷺ کو شریعت دے کر بھیجنے کا مقصد پورا ہوگا۔ اس طرح دنیا میں انسان کا وقار بلند ہوگا۔ اس کی عزتِ نفس کا تحفظ ہوگا اور اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ ﴾ کا منشا پورا ہوگا۔

ملک میں ایک صحیح اسلامی حکومت ہی انسان کے حقوق کے تحفظ کی ضمانت دے سکتی ہے اور محتاجوں کو ان کی بنیادی ضروریات فراہم کر کے انھیں سوال کی ذلت سے بچا کر ان کی عزتِ نفس کی حفاظت کر سکتی ہے۔ جب تک ایسا نہیں ہوگا انسان انسان کا محتاج بنا رہے گا اور اپنی ضروریات کی فراہمی کے سلسلے میں اپنے جیسے بھائی بندوں کا دست نگر رہے گا۔ اسلامی حکومت چونکہ خدا کے نام پر قائم ہوگی اس لیے وہ حاجت مندوں کی ضروریات کا سامان کر کے ان پر کوئی احسان نہیں کرے گی بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد شدہ ایک اہم فریضے کی تکمیل کرے گی۔ اس لیے ہر شخص معاشرے میں اپنی گردن بلند رکھ سکے گا اور اسے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے آگے جھکنے کی ضرورت نہ ہوگی۔

ہمارے مذہبی پیشواؤں نے شریعت کے اس مقصد کو لوگوں سے اس لیے مخفی رکھا کہ اگر صحیح معنوں میں اللہ تعالیٰ کی حکمرانی قائم ہوجائے تو وہ بھی دوسرے انسانوں کے برابر آجائیں گے۔ اپنے مریدوں اور پیروکاروں پر ان کا تفوّق ختم ہوجائے گا۔ اس لیے انھوں نے رسمی عبادات اور درود ووظائف تو بتائے لیکن دین وشریعت کی حقیقی روح ظاہر نہ کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قوم نے اپنے سیرت وکردار کی تشکیل حضور ﷺ کی سنت کے مطابق کرنے کی بجائے صرف زبان سے درود وسلام اور ورد وظائف پر اکتفا کر لیا اور انھی چیزوں کو تقرب الٰہی اور عاشقِ رسول ﷺ بننے کا ذریعہ بنالیا۔ اس طرح قوم کے ضمیر کے اندر ایمان کی دبی ہوئی چنگاری راکھ ہوگئی (۶۱)۔ علامہ اقبال رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ہر کہ از سرِّ نبی گیرد نصیب
ہم بہ جبریلِ امیں گردد قریب
اے کہ می نازی بہ قرآنِ عظیم!
تا کجا در حجرہ می باشی مقیم
در جہاں اسرارِ دیں را فاش کن
نکتۂ شرعِ مُبیں را فاش کن
کس نہ گردد در جہاں محتاجِ کس
نکتۂ شرعِ مُبین ایں است وبس

Marfat.com

مکتب و مُلّا سخنہا ساختند
مومناں ایں نکتہ رانشناختند
زندہ قومے بود از تاویل مُرد
آتشِ اُو در ضمیر اُو فسُرد (۶۲)

(جو کوئی نبی ﷺ کے راز سے حصہ پائے وہ جبریل امیں کے قریب ہو جاتا ہے۔اے قرآن حکیم پر فخر کرنے والے کب تک حجرے میں بیٹھا رہے گا۔دنیا میں دین کے رازوں کو ظاہر کر اور شریعت کے نکتے کو کھول دے۔ دنیا میں کوئی شخص کسی کا محتاج نہ رہے۔شرعِ مبین کا یہی ایک نکتہ ہے اور بس۔ مدرسے اور ملاّ نے باتیں بنائیں لیکن مومنوں کو یہ بات نہ سمجھائی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ زندہ قوم تاویل سے مردہ ہوگئی اور اس کی آگ اس کے ضمیر کے اندر بجھ گئی)۔

دنیا میں اس وقت اونچ نیچ کی تفریق اسی طرح موجود ہے جس طرح زمانہء جاہلیت میں موجود تھی۔ امیر اپنے حال میں مست ہیں اور فقیر اپنے حال میں مست ہیں۔غریب آدمی کی کہیں شنوائی نہیں۔اسے حصولِ انصاف کے لیے دردر کی ٹھوکریں کھانی پڑتی ہیں۔کچھ لوگ غلط نظامِ حکومت کی وجہ سے قانون سے بالاتر بنے ہوئے ہیں۔وہ اپنے مال اور منصب کی بدولت جو چاہتے ہیں کرتے ہیں اور اپنے اثر ورسوخ سے قانون کی گرفت سے بچ نکلتے ہیں۔ابھی تک دنیا میں ''بندہ ہے کوچہ گرد ابھی ،خواجہ بلند بام ابھی'' کی کیفیت پائی جاتی ہے۔

حضور ﷺ سے عشق کا تقاضا یہ ہے کہ اس نصب العین سے عشق کیا جائے۔جس کے لیے حضور ﷺ نے ساری زندگی جہاد کیا۔اور وہ نصب العین یہ تھا کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت قائم ہو اور انسان اپنے کسی ہم جنس کا بندہ بن کر نہ رہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کا بندہ بن کر زندگی بسر کرے تاکہ وہ اس شرفِ انسانیت کو بحال رکھ سکے جو اللہ تعالیٰ نے اسے عطا کیا ہے۔ ہر انسان کو مساوی حقوق حاصل ہوں۔ سارے کے سارے انسان اس ضابطۂ حیات کے پابند ہوں جو اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ پر نازل فرمایا اور جسے حضور ﷺ نے عملاً نافذ کیا۔جب تک ایسا نہیں ہوگا، کچھ لوگ بے کسی اور کسمپرسی کی حالت میں رہیں گے اور کچھ لوگ اپنا حکم چلا کر انھیں محکوم بنائے رکھیں گے۔

جو شخص حضور ﷺ کی ذات سے عشق کا دعویٰ کرتا ہے لیکن ان کے لائے ہوئے نظامِ حیات کو عملاً نافذ کر کے انسانوں کو تاریکی سے روشنی اور گمراہی سے ہدایت کی طرف لانے کی جدوجہد نہیں کرتا، اس کا عشق کامل نہیں ہے۔دنیا صرف آفتابِ نبوّت کی ضیا پاشیوں سے منور ہو سکتی ہے۔اس کے سوا دنیا سے جہالت وگمراہی کی تاریکی دور کرنے کا اور کوئی ذریعہ نہیں۔حضور ﷺ سے عشق کا دعویٰ کرنے والے ہر مردِ مومن کا فرض ہے کہ وہ اس نصب العین کو حاصل کرنے کے لیے جدوجہد کرے تاکہ پستی میں گرے ہوئے انسان بلندیوں پر فائز ہو سکیں! (۶۳)۔

Marfat.com

اقبال فرماتے ہیں:

قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کردے!
دہر میں اسمِ محمدؐ سے اجالا کردے! (۶۴)

اقبال رحمۃ اللہ علیہ ایک بہت بڑے فلسفی تھے، مفکر تھے، شاعر تھے، ادیب تھے، حکیم الامت تھے، ترجمانِ حقیقت تھے۔ غرض کہ وہ سب کچھ تھے، لیکن سب سے بڑھ کر وہ ایک سچے مبلغِ اسلام اور عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔

''وحی کا منشا حقائق کا انکشاف ہے یا یوں کہیے کہ وحی تھوڑے وقت میں ایسے حقائق کا انکشاف کرتی ہے جن کو مشاہدہ برسوں میں نہیں کرسکتا گویا وحی حصولِ علم میں جو وقت کا عنصر ہے اُسے خارج کرنے کی ایک ترکیب ہے۔ انسان کی ترقی کے ابتدائی مراحل میں اس ذریعہء علم کی بے انتہا ضرورت تھی کیونکہ ان مراحل میں انسانوں کو ان مقامات کے لیے تیار کیا جارہا تھا جن پر پہنچ کر وہ قوائے عقلیہ کی تقلید سے خود اپنی ذاتی محنت سے علم حاصل کرتے۔ محمدِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش انسانی ارتقاء کے اس مرحلے میں ہوئی جبکہ انسان کو استقرائی علم سے روشناس کرانا مقصود تھا''۔

اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا مقصدِ رسالت کے ضمن میں یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ محمدِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش ایک ایسے دور میں ہوئی جبکہ انسان کو استقرائی علم سے روشناس کرانا مقصود تھا۔ اگر آپ تواریخِ عالم کا عمیق مطالعہ بروئے کار لائیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ رسالتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کس قدر موزوں اور قومِ عرب کس قدر ضروری تھی۔ یہ عرب' تہذیب وتمدن کے نام سے بے بہرہ، علوم وفنون سے نا آشنا، تباہی و بربادی کے دروازے پر کھڑے انسانی معاشرت کے چہرے پر بدنما داغ تھے۔ پورا جزیرہ نمائے عرب کسی باقاعدہ ومنظم حکومت کا مظہر نہ تھا بلکہ سینکڑوں قبائل میں منقسم ایسا خطہء ارض تھا جہاں ان خود مختار و بے راہ رو قبائل نے کشت وخون کا بازار گرم کر رکھا تھا۔ لوٹ مار، قتل وغارت گری، بدکاری، شراب خوری اور بے حیائی عام تھی، لوگ ایک دوسرے کے سامنے بے تکلف برہنہ ہوجاتے یہاں تک کہ عورتیں خانہء کعبہ میں عریاں ہوکر طواف کیا کرتیں۔ مجملاً یہ کہ منکرات کی تمام اقسام یعنی بداخلاقی وبداسلوبی، بداصلی وبداطواری، بداعمالی وبدافعالی، بدانتظامی وبداندیشی، بدآئینی وبدباطنی، بدچالی وبدخصالی، بدلفاظی وبدلگامی، بدخوئی وبدعہدی وبدسیرتی، بدمزاجی وبدمستی اور بدوضعی و بدمہری وغیرہ جیسے ناپسندیدہ اوصاف ان کی معاشرتی وتمدنی زندگی کا خاصہ تھے۔

بقول اقبال رحمۃ اللہ علیہ مقاصدِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی رو سے یہ وہی حالات تھے جب خالقیت وربوبیت نے بنی نوعِ انسان کے لیے ''نبوت'' کی ضرورت کو محسوس کیا تاکہ ان تباہ حال افراد کی رہنمائی کی جاسکے اور انھیں تباہی وبربادی نیز گمراہ روی کے تیرہ وتاریک گڑھوں میں سے نکالا جاسکے (۶۵)۔

اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے کلام وخطبات اور مختلف مقالات میں بڑی وضاحت وصراحت کے ساتھ رسالتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقاصد کو بیان کیا ہے اور اس بات کی وضاحت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا

Marfat.com

بنیادی جزو درسِ انسانیت تھا، نیز آپ ﷺ کی بعثت کا سب سے بڑا مقصد صرف یہ تھا کہ وہ انسانوں کو طریقۂ انسانیت، اتحاد، عفو و درگزر، سچائی وراست بازی، عدل وانصاف، امانت ودیانت، رواداری ومساوات اور اخوت وتقویٰ کی تعلیم دیں اور انھیں ان حقائق سے بہرہ ور کریں جن سے وہ بے بہرہ تھے۔ اقبال رحمہ اللہ نے مقاصدِ رسالتِ محمدی ﷺ کے جن ضروری عناصر کا ذکر کیا ہے، آیئے اختصار کے ساتھ انھیں بیان کرتے چلیں۔

سچائی وراست بازی کو لیجیے، یہ مقاصدِ محمدی ﷺ کی بنیاد ہے بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ اسلام اسی ستون پر مستون ہے تو بیجا نہ ہوگا اس لیے کہ وجودِ باری تعالیٰ پر ایمان لانا اور مختلف ادوار میں بھیجے گئے رسولوں پر ایمان لانا سچائی کی ہی ایک شکل ہے۔ ہم اگر یہ کہتے ہیں کہ اللہ وحدہٗ لاشریک ہے اور اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد ﷺ کے رسول ہیں تو یہ صرف ہمارا اسلام کی شہریت میں داخل ہونا ہی نہیں ہے بلکہ ایک بہت بڑی سچائی کا اعتراف کرنا بھی ہے۔

اب اگر ہم نبی کریم ﷺ کے ''مشن'' پر نگاہ ڈالیں تو یہ چیز آپ ہی سامنے آجائے گی کہ آپ ﷺ کے مقاصد کی بنیادی تعلیم سچائی وراست بازی کی ترغیب دینا تھی یعنی لوگوں کو اس بات سے آگاہ کر کے ایمان لانے پر راضی کرنا تھا کہ تمام کائنات اور خود ان کا خالق اللہ ہے اور وہ اس کے رسول ﷺ ہیں۔ سچائی سے مراد صرف یہی نہیں کہ زبان سے کوئی غلط وفاسق اور خلافِ اِدراک بات نہ کہی جائے بلکہ اقبال رحمہ اللہ کے خیال میں اس کا دائرۂ تعلیماتِ محمدی ﷺ میں بہت وسیع ہے اور اس میں صرف دل کی ہی سچائی نہیں بلکہ عمل کی سچائی بھی شامل ہے۔ سچائی دل سے مُراد اقبال رحمہ اللہ یہ لیتے ہیں کہ اس میں کسی بھی قسم کا نفاق وفریب اور باطل خیالی نہ ہو بلکہ ظاہر وباطن میں کامل یکسانیت پائی جاتی ہو۔ یعنی اگر اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لایا جائے تو یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ باطنی طور پر اس ایمان کے ساتھ ساتھ اپنے عمل کا وہ مظاہرہ کیا جائے جو خدا اور اس کے رسول ﷺ کی تعلیمات کے عین مطابق ہو۔ خود نبی کریم ﷺ نے مختلف موقعوں پر اس بات کی وضاحت فرمائی ہے کہ صدق ہی مومن وکافر یا منافق کے درمیان وجہِ امتیاز ہے۔

مقاصدِ رسالت ﷺ میں امانت کے بارے میں کچھ کہنا آج اتنا ضروری نہیں، اس لیے کہ شاید ہی دنیا کا کوئی شخص ایسا ہو جو نبی کریم ﷺ کی قبل از نبوت امانت داری کی بابت نہ جانتا ہو۔ اقبال رحمہ اللہ اس عنصر رسالت ﷺ کو بھی سچائی کی ایک شکل قرار دیتے ہیں جس سے مراد صرف اسی قدر نہیں کہ اگر زید نے بکر کے پاس کوئی چیز (امانتاً) رکھوادی ہو اور وہ مطالبہ پر جوں کی توں واپس مل جائے بلکہ اس سے مراد ان تمام حقوق کا نہایت دیانتداری سے ادا کرنا ہے جو اللہ یا بندوں سے متعلق ہوں یہاں تک کہ کسی کو خلوصِ دل سے مشورہ دینا اور مشورہ لینا اور تمام معاملات کو صیغہء راز میں رکھنا بھی امانت داری ہے۔ قرآن پاک نے سختی کے ساتھ وصفِ امانت اختیار کرنے کا حکم دیا ہے جس کا شاندار عملی مظاہرہ سیرتِ طیبہ ﷺ سے دکھائی پڑتا ہے (٦٦)۔

علامہ اقبال رحمہ اللہ نے اسی چیز کو شدت کے ساتھ بیان کیا ہے کہ آپ ﷺ جو کچھ کہتے تھے پہلے خود

Marfat.com

اس پر عمل کر کے دکھاتے تھے مثلاً یہی دیکھئے کہ آپ ﷺ نے لوگوں کو خدا کی یاد اور اس سے محبت کرنے کی نصیحت فرمائی تو دن رات کا کوئی لمحہ ایسا نہ گزرا جب آپ ﷺ یادِ الٰہی سے غافل رہے ہوں۔ اُٹھتے، بیٹھتے، چلتے پھرتے، سوتے جاگتے غرض کہ ہر حالت میں آپ ﷺ کی زبان حمد خواں رہی اور آپ ﷺ ہر لمحہ عبادت الٰہی میں مصروف رہے۔ آپ ﷺ نے لوگوں کو صرف پانچ وقت کی فرض نماز کا حکم دیا لیکن دیکھئے خود کا کیا حال تھا، ساری ساری رات نماز میں گزر جاتی حتیٰ کہ پاؤں پر ورم آجاتا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا عموماً کہا کرتی تھیں کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ کو تو اللہ تعالیٰ نے ہر طرح سے معافی دے رکھی ہے پھر آپ ﷺ اس قدر تکلیف کیوں اٹھاتے ہیں تو فرمایا، اے عائشہ رضی اللہ عنہا کیا میں خدا کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔ یہاں اس جملے سے یہ چیز عیاں ہو جاتی ہے کہ نماز خشیتِ الٰہی کا نہیں بلکہ محبتِ الٰہی کا منشا ہے۔ اس ضمن میں اقبال رحمہ اللہ نے مزید وضاحت یوں کی ہے:

مانند شبہا چشمِ اُو محرومِ نوم
تا بہ تختِ خسروی خوابیدہ قوم (۶۷)

المختصر علامہ موصوف نے اپنے کلام اور نثر میں اس بات کی ہر ممکنہ وضاحت کی ہے کہ ساری دنیا میں اس بات کا فخر صرف محمد ﷺ کو ہی حاصل ہے کہ وہ اپنی تعلیمات کے ساتھ ساتھ اپنے عمل اور مثال کو بطور نمونہ تقلید و عمل پیش کریں اور انسانوں کو زندگی گزارنے کے صحیح ڈھنگ سے آگاہ کریں۔

اقبال رحمہ اللہ نے اپنے کلام اور بعض جگہ نثر میں بھی عشقِ رسول ﷺ کے وسیلے سے ایمانیات کی بنیاد میں نبی کریم ﷺ سے ہمارے تعلقات کی نوعیت کو جس انداز سے سامنے رکھا ہے وہ اس ضمن میں لوگوں میں پھیلی ہوئی بے قاعدگیوں کو دور کرتی ہے۔ مثلاً یہی دیکھئے کہ بعض لوگ ایسے ہیں جو رسول اللہ ﷺ کی حیثیت کو خاکم بدہن ایک قاصد یا ڈاکیہ کی سی سمجھتے ہیں جس سے مراد صرف یہی ہے کہ آپ ﷺ کی پیدائش کا مقصد قرآن کو لوگوں تک پہنچا دینا تھا۔

اقبال رحمہ اللہ اس فکری رویہ کی شدت سے نفی کرتے ہیں اور تعلق نبی ﷺ کے سلسلے میں رسول ﷺ کو صرف ایک پیامبر ہی نہیں سمجھتے بلکہ اسے ایک معلم، مزکی، شارح، قانون ساز اور راہ نما ہونے کے علاوہ سچا نمائندہ بھی متصور کرتے ہیں جو امت کو صرف وہی کچھ دیتا ہے جو اسے اپنے خالق کی طرف سے دیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ ایک گروہ ایسا بھی ہے جو علوم کو دو حصص میں تقسیم کر بیٹھا ہے یعنی علم ظاہر اور علم باطن، اس کے نزدیک رسول ﷺ کا مقصد صرف علم ظاہر یعنی شریعت اور علمِ باطن یعنی طریقت کی ترغیب دینا ہوتا ہے اور اس طرح یہ اپنے آپ کو طریقت کے ٹھیکیدار بتلاتے ہیں۔ ان تمام لوگوں میں کچھ لوگ ایسے بھی ملتے ہیں جو نبی کریم ﷺ کو صرف ایک قابل احترام ولائقِ تکریم ہستی سمجھتے ہیں۔

المختصر یہ کہ اگر آپ ان تمام لوگوں پر نظر ڈال کر فلسفہء اقبال رحمہ اللہ کا مطالعہ کریں تو آپ پر یہ چیز از

Marfat.com

خود واضح ہوجائے گی کہ یہ تمام لوگ غلط اور بے راہ روی کا شکار ہیں بلکہ حقیقت میں تعلقِ محمدی ﷺ کی بنیاد صرف چار چیزوں پر استوار ہے یعنی آپ ﷺ پر ایمان، آپ ﷺ کی اطاعت، آپ ﷺ کا اتباع اور آپ ﷺ سے محبت۔ آیئے اختصاراً ان چاروں امور پر کچھ گفتگو عمل میں لائی جائے۔

رسول اللہ ﷺ پر ایمان:

اقبال رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ محمد رسول اللہ ﷺ سے ہمارے تعلق کی پہلی بنیاد یہ ہے کہ ہم ان پر سچے دل سے ایمان لائیں اور صرف یہی نہ مان لیں کہ آپ ﷺ اللہ کی طرف سے بھیجے گئے رسول ہیں، بلکہ آپ ﷺ کی نبوت پر ایمان لاتے ہوئے آپ ﷺ پر اعتماد کریں اور اس بات کو صدقِ دل سے تسلیم کرلیں کہ آپ ﷺ صادق وامین تھے اور جو کچھ آپ ﷺ نے کہا وہ وہی کچھ تھا جو خدا نے کہا۔ آپ ﷺ نے اپنے رسول ﷺ ہونے کا اعلان خود زبانِ الٰہی میں اس طرح کیا (۶۸):

﴿قُلْ يَآ أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّى رَسُوْلُ اللّٰهِ إِلَيْكُمْ جَمِيْعاً﴾ (۶۹)

(لوگو! میں تم سب کے لیے اللہ کا رسول ہوں)۔

اس طرح دیکھیے، آپ ﷺ نے دنیا والوں کو خود اپنی زبان سے بحکمِ الٰہی اپنے پر ایمان لانے کی دعوت دی اور ان لوگوں کو جنھوں نے آپ ﷺ پر ایمان لانے سے انکار کیا صاف الفاظ میں کفر کا مرتکب قرار دیا جس کو قرآن نے صرف کفر ہی نہیں بلکہ بدترین کفر کہا ہے:

﴿إِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِ وَيُرِيْدُوْنَ أَن يُفَرِّقُواْ بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهِ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَيُرِيْدُوْنَ أَن يَتَّخِذُواْ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلاً أُوْلَـٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُوْنَ حَقًّا وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِيْنَ عَذَاباً مُّهِيْناً﴾ (۷۰)

(جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں سے کفر کرتے ہیں، اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان تفریق کریں، اور کہتے ہیں کہ ہم کسی کو مانیں گے اور کسی کو نہ مانیں گے، اور کفر وایمان کے بیچ میں ایک راہ نکالنے کا ارادہ رکھتے ہیں، وہ سب پکے کافر ہیں اور ایسے کافروں کے لیے ہم نے وہ سزا مہیا کر رکھی ہے جو انھیں ذلیل وخوار کر دینے والی ہوگی)۔

اقبال رحمہ اللہ نبی کریم ﷺ پر ایمان کو کفر واسلام کے درمیان سنگِ تفرق سمجھتے ہیں۔ اُنہوں نے مسلمانوں کو خبردار کیا تھا کہ وہ رسالتِ محمدی ﷺ سے وابستگی میں کوئی کمی نہ آنے دیں۔ اس لیے کہ یہی چیز مسلمانی اور کُفر کے درمیان حدِ فاصل ہے اور جب تک یہ رشتہ باقی ہے دین قائم ہے، جوں ہی یہ رشتہ ٹوٹے گا دین بھی باقی نہ رہے گا۔

؎ عجم ہنوز نداند رموزِ دیں ورنہ ز دیوبند حسین احمد ایں چہ بوالعجبی است!
سرود بر سرِ منبر کہ ملت از وطن است چہ بے خبر ز مقامِ محمدؐ عربی است
بمصطفیٰؐ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست اگر بہ او نرسیدی تمام بولہبی است (۷۱)

علامہ اقبال رحمۃ اللہ نے پیغمبر آخر الزماں سرورِ کائنات ﷺ سے ہمارے تعلق کی چوتھی بنیاد ان سے محبت قرار دی ہے جو آگے بڑھ کر تقویمِ ایمان کے ساتھ عشق بن جاتی ہے۔ ہم اسے تعلق کی پہلی بنیاد بھی قرار دے سکتے ہیں اس لیے کہ جب ہم آپ ﷺ پر ایمان لاتے ہیں تو یہ ایمان برضا و رغبت ہوتا ہے جس کے پیچھے ہماری محبت جوش مارتی ہے۔ محبت بنیاد ہے ایمان بالرسول ﷺ کی۔ اقبال رحمۃ اللہ اس ایمان، اس محبت، اس اطاعت اور اس اتباع کو صحیح تسلیم ہی نہیں کرتے جس کی بنیاد آپ ﷺ کی محبت پر استوار نہ ہو۔ اور یہ محبت بھی ظاہری و رسمی نہیں بلکہ ایک ایسی محبت ہو جو تمام محبتوں پر بھاری ہو جس کے مقابل ماں باپ، بہن بھائی، بیوی و اولاد اور عزیز و اقارب، مال و متاع غرضیکہ ہر چیز کی محبت ماند پڑ جائے۔ اقبال رحمۃ اللہ اسی چیز کو ایک مسلمان کی زندگی کا مقصد قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جس کا دل عشقِ نبی ﷺ کا گنجینہ بن گیا۔ اُس نے دنیا کی تمام نعمتیں پا لیں حتیٰ کہ بحر و بر کی حکومت بھی اُس کے ہاتھ آ گئی:

ہر کہ عشقِ مصطفیٰؐ سامانِ اوست بحر و بر در گوشہء دامانِ اوست

ہمیں جو چیز عشقِ رسول ﷺ کے وسیلے فلسفہء اقبال رحمۃ اللہ میں زیادہ متموج نظر آتی ہے وہ صرف یہی ہے کہ اقبال رحمۃ اللہ خود بھی عاشقِ رسول ﷺ تھے اور یہ چاہتے تھے کہ مسلمان بھی اپنی دنیاوی و اُخروی کامیابی کے لیے عشقِ رسول ﷺ میں گرفتار ہو جائیں۔ اس مقصد کے لیے اُنھوں نے بڑے مدلل طریقے پر اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ مثلاً اس ضمن میں ''بانگِ درا'' میں لکھی گئی ''جنگِ یرموک'' کے عنوان سے نظم دیکھئے جس کی تحریر کا پس منظر اسی مقصد سے رنگین ہے۔ یہ جنگ تاریخِ اسلام میں بہت بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ اس لیے کہ اس میں مسلمان اپنے وقت کے طاقتور ترین لشکر ''رُومیوں'' کے مقابلے میں صف آرا تھے۔ ان کی تعداد اس لشکرِ کثیر کے مقابلے میں اتنی تھی کہ اُنگلیاں باآسانی اس کا شمار کر سکتی تھیں اور صرف تعداد ہی کم نہ تھی بلکہ آلاتِ حرب و ضرب کی مقدار بھی محدود اور رسد وغیرہ کی بڑی کمی تھی۔ لیکن دیکھئے باوجود اس کے مسلمانوں نے عشقِ رسول ﷺ میں سرشار ہو کر دشمنوں کے چھکے چھڑا دیئے اور فریق کو ایسی فاش شکست ہوئی کہ اس نے آئندہ مسلمانوں کے سامنے آنے سے توبہ کر لی۔ اقبال رحمۃ اللہ نے اپنے خیالات کی شہادت کے لیے اسی واقعہ کو چُنا ہے اور اسے اپنے خاص و منفرد اندازِ بیان کے ساتھ قلمبند کیا ہے۔ دیکھئے اس جنگ کا نقشہ کیسا خوبصورت کھینچا ہے، فرماتے ہیں:

صف بستہ تھے عرب کے جوانانِ تیغ بند تھی منتظر حنا کی عروسِ زمینِ شام (۷۲)

لیکن اتنے میں:

اک نوجوان صورتِ سیماب مضطرب آ کر ہوا امیرِ عساکر سے ہم کلام
اے ابوعبیدہ رخصتِ پیکار دے مجھے لبریز ہو گیا مرے صبر و سکوں کا جام (۷۳)

Marfat.com

اقبال رحمۃ اللہ اسی چیز کو عاشقِ رسول ﷺ کے لیے نہایت ضروری خیال کرتے ہیں۔ان کی نگاہ میں آئینِ محمدیؐ ہی اول و آخر ہے اور جب تک مسلمان اس رسی کو تھامے رہے گا غرقابی کبھی اس کا مقدر نہ بنے گی لیکن جہاں یہ رسی ہاتھ سے چھوٹی تباہی مقدر بنی۔دُنیا نے آئینِ محمدی ﷺ کو فراموش و نظر انداز کر دیا تو کوئی بات نہیں۔لیکن اگر مسلمانانِ عالم ایسا کرتے ہیں تو بیشک ان سے زیادہ قابلِ نفرت اور کوئی نہیں۔اقبال رحمۃ اللہ کو سب سے زیادہ دُکھ اسی بات کا تھا کہ مسلمان آئینِ محمدیؐ سے بے بہرہ و بیگانہ ہوتے جا رہے ہیں اور تباہی و بربادی ان کا مقدر بنتی جا رہی ہے، چنانچہ دیکھئے اس کیفیت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے خودیِ مسلمان کو کیسے اُبھارتے ہیں (۷۴)۔

آب و تابِ چہرۂ ایام تو در جہاں شاہد علی الاقوام تو (۷۵)

اقبال رحمۃ اللہ ختم نبوت کے سلسلے میں جس دلیل کا سامان کرتے ہیں، اگر آپ اسے عقل کی روشنی میں دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ نبوت کوئی ایسی صفت نہیں جو ہر شخص اپنے آپ میں پیدا کر لے جیسا کہ مرزا صاحب موصوف نے کیا ہے۔یہ کوئی ایسی صفت بھی نہیں ہے جو عبادت و چلہ کشی سے حاصل ہو جاتی ہو اور نہ ہی یہ کوئی انعام ہے جو اللہ صالح اعمال کے سلسلے میں لوگوں کو دیتا ہو۔حقیقتاً یہ ایک ایسا منصب ہے جس پر خاص ضرورتوں کے تحت اللہ کسی فرد کو مقرر کرتا ہے۔جب بھی ایسے مواقع آئے کہ نبی کی ضرورت محسوس کی گئی تو فوراً ایک نبی اس مقصد کے لیے پیدا کر دیا گیا اور جب اس ضرورت کو محسوس نہیں کیا گیا تو انبیاء علیہم السلام نہیں بھیجے گئے۔چنانچہ آپ دیکھیں کہ بعض اوقات ایک ہی وقت میں کئی کئی انبیاءؑ آئے جیسے حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائی یا حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بھائی ہارونؑ وغیرہ لیکن اس کے برعکس کئی کئی صدیوں کے وقفے سے بھی انبیاءؑ کو مبعوث کیا گیا پھر دیکھئے کہ ہم نے پچھلے صفحات و ابواب میں نبی کی ضرورت کا پس منظر بھی پیش کیا ہے، اب ان تمام باتوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ذرا سوچئے تو کہ خالقِ ارض و سما جو ہر ظاہر و باطن کا جاننے والا ہے ایک طرف تو رسول اللہ ﷺ کے سلسلے میں یہ کہہ دے کہ ''اب قیامت تک کے لیے کوئی نبی نہیں آئے گا''، لیکن دوسری طرف مرزا صاحب جیسی دوغلی ذہنیت کے آدمی کو مبعوث کر دے تو کیا ایسا ممکن ہے۔حقیقت میں مرزا صاحب نے نہ صرف یہ کہ نبوت کا دعویٰ کر کے ایک بہت بڑا گناہ مول لیا ہے بلکہ اُنھوں نے اپنے اس عمل سے ربوبیت و خالقیت کا مذاق اُڑانے کی بھی کوشش کی ہے اور بیشک ان کا حشر اس حدیثِ مصطفےٰ ﷺ کے عین مطابق ہوگا:

"من غش فلیس منا" (۷۶)

(جس نے دھوکا دیا ہم میں سے نہیں)۔

اقبال رحمۃ اللہ نے حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی محبت میں قادیانیت پر بڑے وار کیے ہیں اور آپ ﷺ کے خاتم النبیین ﷺ ہونے کی حیثیت سے اجتماعی طور پر حاصل ہونے والے فوائد کو بڑی خوبصورتی کے ساتھ بیان کیا ہے۔اس ضمن میں ''ختمِ نبوت اور ثقافتی قدر و قیمت'' کے موضوع پر آپ نے جو اپنے تاثرات لکھے اس کا ایک حصہ نذرِ قارئین ہے، ملاحظہ فرمائیے:

''ختمِ نبوت کے تصور کی ثقافتی قدر و قیمت کی توضیح میں نے کسی جگہ کر دی ہے، اس کے معنی بالکل سلیس ہیں، محمد ﷺ کے بعد جنھوں نے اپنے پیروؤں کو ایسا قانون عطا کیا، جو ضمیر انسان کی گہرائیوں سے ظہور پذیر ہوتا ہے۔ ایسی آزادی کا رُتبہ دکھایا کہ کسی اور انسانی ہستی کے آگے روحانی حیثیت سے سرِ تسلیم خم نہ کیا جائے اور دینیاتی نقطۂ نظر سے اس نظریہ کو یوں بیان کر سکتے ہیں کہ وہ اجتماعی اور سیاسی تنظیم جسے اسلام کہتے ہیں مکمل اور ابدی ہے۔ محمد ﷺ کے بعد کسی ایسے الہام کا امکان ہی نہیں ہے۔ جس سے انکارِ کفر مستلزم ہو، جو شخص ایسے اسلام کا دعویٰ کرتا ہے وہ اسلام سے غداری کرتا ہے۔

قادیانیوں کا اعتقاد ہے کہ تحریکِ احمدیت کا بانی الہام کا حامل تھا، لٰہذا وہ تمام عالمِ اسلام کو کافر قرار دیتے ہیں۔ خود بانیِ احمدیت کا استدلال جو قرونِ وسطیٰ کے متکلمین کے لیے زیبا ہو سکتا ہے یہ ہے کہ اگر کوئی دوسرا نبی پیدا نہ ہو سکے تو پیغمبرِ اسلام کی رُوحانیت نامکمل رہ جائے گی، وہ اپنے دعوے کے ثبوت میں کہ پیغمبرِ اسلام کی روحانیت میں پیغمبر خیز قوت تھی خود اپنی نبوت پیش کرتا ہے لیکن آپ اس سے پھر دریافت کریں کہ حضرت محمد ﷺ کی روحانیت ایک سے زیادہ نبی پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے تو اس کا جواب نفی میں ہے۔ یہ خیال اس بات کے برابر ہے کہ محمد ﷺ آخری نبی نہیں میں آخری نبی ہوں۔ اس امر کے سمجھنے کے بجائے کہ ختمِ نبوت کا اسلامی تصور نوعِ انسان کی تاریخ بالعموم ایشیاء کی تاریخ میں بالخصوص کیا ثقافتی قدر رکھتا ہے، بانی احمدیت کا خیال ہے کہ ختمِ نبوت کا تصور ان معنوں میں کہ محمد ﷺ کا کوئی پیرو نبوت کا درجہ حاصل نہیں کر سکتا خود محمد ﷺ کی نبوت کو نامکمل پیش کرتا ہے جب میں بانی احمدیت کی نفسیات کا مطالعہ ان کے دعویٰ نبوت کی روشنی میں کرتا ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے دعوے کے ثبوت میں پیغمبرِ اسلام ﷺ کی تخلیقی قوت کو صرف ایک نبی یعنی تحریک احمدیت کے بانی کی پیدائش تک محدود کر کے پیغمبرِ اسلام کے آخری نبی ہونے سے انکار کر دیتا ہے۔ اس طرح یہ نیا روحانی مورث آپ ﷺ کی ختمِ نبوت پر متصرف ہو جاتا ہے'' (۷۷)۔

اقبال رحمہ اللہ کس قدر دلنشین انداز بیان کے ساتھ دلائل کی روشنی میں مرزا صاحب کی داستان نبوت کو باطل قرار دیتے ہیں اور انھیں ان کی حقیقت سے آگاہ کرتے ہیں۔ الغرض یہ کہ اقبال رحمہ اللہ نبی کریم ﷺ سے عشق کے معیار پر پورے اُترتے ہیں۔ یہ کیفیت عشق ہی تو تھی جس نے سیرتِ طیبہؐ پر اقبال رحمہ اللہ سے شاعری کروائی، مقاصدِ رسالت بیان کروائے، ختمِ نبوت کی دلیلیں پیش کروائیں اور قادیانیت کو مطعون کرنے کے ساتھ اقلیت قرار دینے کی آواز بلند کروائی بیشک یہی وہ طرزِ عمل ہے جس سے بقول اقبال رحمہ اللہ پست کو بالا کیا جا سکتا ہے اور تاریکی میں روشنی کا سورج طلوع کیا جا سکتا ہے:

قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسمِ محمدؐ سے اجالا کر دے (۷۸)

کاش آج ہم اقبال کے اسی پیغام کو اپنا لیں تو ہماری کھوئی ہوئی منزل دُور نہ ہو گی اور ہم دوبارہ اپنا مقامِ سرفرازی حاصل کر کے اللہ جل شانہٗ کے سامنے سُرخرو ہو سکیں گے۔

Marfat.com

حوالہ جات

۱۔ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ، ڈاکٹر، علامہ، کلیاتِ اقبال رحمۃ اللہ علیہ (فارسی) (شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۸۱ء) ص:۲۷۸۔
۲۔ فقیر سید وحید الدین، روزگار فقیر (لائن آرٹ پریس، کراچی ۱۹۹۶ء) ۱/۳۶-۳۷۔
۳۔ فاروقی، محمد طاہر، سیرۃ اقبال رحمۃ اللہ علیہ (قومی کتب خانہ، لاہور، ۱۹۷۸ء) ص:۱۱۸-۱۱۹۔
۴۔ محمد اقبال، کلیات اقبال رحمۃ اللہ علیہ (فارسی) ص:۱۹۔
۵۔ ایضاً، ص:۹۰۱۔
۶۔ ایضاً، ص:۸۴۷۔
۷۔ ندوی، عبدالسلام، اقبالِ کامل (آتش فشاں پبلشرز، اردو بازار، لاہور) ص:۸۳۔
۸۔ فاروقی، محمد طاہر، سیرت اقبال، ص:۳۵۔
۹۔ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ، کلیات اقبال رحمۃ اللہ علیہ (اردو) (سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور) ص:۴۷۱۔
۱۰۔ ایضاً، ص:۴۷۱۔
۱۱۔ قریشی، محمد عبداللہ، روح مکاتیب اقبال (اقبال اکادمی، لاہور، ۱۹۷۷ء) ص:۳۸۹۔
۱۲۔ محمد اقبال، کلیات اقبال رحمۃ اللہ علیہ (فارسی) ص:۱۱۳۔
۱۳۔ ایضاً، ص:۱۹-۲۱۔
۱۴۔ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ، بانگِ درا (سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور) ص:۲۰۔
۱۵۔ ایضاً، نظم جواب شکوہ، ص:۲۹۲۔
۱۶۔ ایضاً، ص:۲۹۳۔
۱۷۔ محمد اقبال، ایضاً، نظم صدیق رضی اللہ عنہ، ص:۳۲۳۔
۱۸۔ محمد اقبال، کلیاتِ اقبال رحمۃ اللہ علیہ (اردو) ص:۵۶۰۔
۱۹۔ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ، ضربِ کلیم، ابلیس کا فرمان (سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور) ص:۵۶۰۔
۲۰۔ محمد اقبال، کلیات اقبال رحمۃ اللہ علیہ (اردو) ص:۲۸۹۔
۲۱۔ محمد اقبال، تشکیل جدید الٰہیات خطبہ ۵، ص:۱۹۳۔
۲۲۔ محمد اقبال، کلیات اقبال رحمۃ اللہ علیہ (فارسی) ص:۱۰۲۔
۲۳۔ محمد اقبال، کلیات اقبال رحمۃ اللہ علیہ (اردو) ص:۵۶۳-۵۶۴۔

Marfat.com

۲۴۔ ایضاً،ص:۴۹۵۔

۲۵۔ اقبال ﷫ نامہ،۲۔۹۲،مکتوب بنام محمد جمیل،۱۴/اگست ۱۹۲۹ء۔

۲۶۔ محمد حنیف، مفکر پاکستان (سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور)،ص:۵۲۸۔

۲۷۔ محمد اقبال،کلیات اقبال ﷫ (فارسی)ص:۹۴۷۔

۲۸۔ ایضاً،ص:۱۶۷۔

۲۹۔ ایضاً،ص:۱۶۷۔

۳۰۔ ایضاً،ص:۱۵۷۔

۳۱۔ محمد حنیف، مفکر پاکستان،ص:۵۲۸۔

۳۲۔ محمد اقبال ﷫، ارمغان حجاز،ص:۲۷۸۔

۳۳۔ ماہنامہ سوئے حرم، اپریل ۲۰۰۵ء۔

۳۴۔ محمد اقبال،کلیات اقبال ﷫ (اردو)ص:۲۷۲-۲۷۳۔

۳۵۔ محمد اقبال، بانگِ درا،ص:۲۰۴۔

۳۶۔ محمد اقبال ﷫، جاوید نامہ (شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز، لاہور)ص:۷۰۔

۳۷۔ محمد اقبال،کلیات اقبال ﷫ (اردو)ص:۲۹۰۔

۳۸۔ محمد اقبال،کلیات اقبال ﷫ (فارسی)ص:۱۰۱۔

۳۹۔ الاحزاب: (۳۳)۲۱۔

۴۰۔ الحشر: (۵۹)۷۔

۴۱۔ محمد اقبال، ارمغانِ حجاز،ص:۲۷۸۔

۴۲۔ ہاشمی، شفیق الرحمٰن، پروفیسر، اقبال ﷫ کا تصورِ دین (فیروز سنز، لاہور)ص:۲۵۔

۴۳۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح (دارالسلام، الریاض ۱۹۹۹ء)ص:۶، حدیث نمبر:۱۴۔

۴۴۔ محمد اقبال،کلیات اقبال ﷫ (اردو)ص:۳۳۵۔

۴۵۔ محمد اقبال،کلیات اقبال ﷫ (فارسی)ص:۱۹۔

۴۶۔ شفیق الرحمن، اقبال ﷫ کا تصورِ دین،ص:۴۶۔

۴۷۔ محمد اقبال،کلیات اقبال ﷫ (فارسی)ص:۱۹۰۔

۴۸۔ ایضاً،ص:۲۱۔

۴۹۔ شفیق الرحمن، اقبال ﷫ کا تصورِ دین،ص:۴۵۔

۵۰۔ محمد اقبال،کلیات اقبال ﷫ (فارسی)ص:۱۰۱۔

۵۱۔ شفیق الرحمن، اقبال ﷫ کا تصورِ دین،ص:۴۷۔

Marfat.com

۵۲۔ محمد اقبال،کلیات اقبال رحمہ اللہ (فارسی) ص:۸۳۳۔
۵۳۔ ایضاً،ص:۹۴۷۔
۵۴۔ شفیق الرحمن ،اقبال رحمہ اللہ کا تصورِ دین،ص:۴۹۔
۵۵۔ محمد اقبال،کلیات اقبال رحمہ اللہ (فارسی)۱۲۶تا۱۲۸۔
۵۶۔ التین:(۹۵)۳۔
۵۷۔ شفیق الرحمن،اقبال رحمہ اللہ کا تصورِ دین،ص:۵۲۔
۵۸۔ محمد اقبال،کلیات اقبال رحمہ اللہ (اردو) ص:۲۸۶۔
۵۹۔ شفیق الرحمن ،اقبال رحمہ اللہ کا تصورِ دین،ص:۵۴۔
۶۰۔ ایضاً،ص:۱۶۔
۶۱۔ ایضاً،ص:۵۳۔
۶۲۔ محمد اقبال،کلیات اقبال رحمہ اللہ (فارسی) ص:۸۲۸۔
۶۳۔ شفیق الرحمن، اقبال رحمہ اللہ کا تصورِ دین،ص:۵۶۔
۶۴۔ محمد اقبال،کلیات اقبال رحمہ اللہ (اردو) ص:۲۸۹۔
۶۵۔ شفیق الرحمن ،اقبال رحمہ اللہ کا تصورِ دین،ص:۷۰۔
۶۶۔ فاروقی ،ڈاکٹر محمد طاہر، اقبال رحمہ اللہ اور محبت رسول ﷺ (اقبال اکادمی ،لاہور) ص:۵۵۔
۶۷۔ محمد اقبال،کلیات اقبال رحمہ اللہ (فارسی) ص:۱۹۔
۶۸۔ فاروقی، اقبال رحمہ اللہ اور محبت رسولؐ،ص:۵۷۔
۶۹۔ الاعراف:(۷)۱۵۸۔
۷۰۔ النسا:(۴)۱۵۰۔۱۵۱۔
۷۱۔ محمد اقبال،کلیات اقبال رحمہ اللہ (اردو) ارمغان حجاز،ص:۷۵۴۔
۷۲۔ ایضاً، بانگِ درا،ص:۲۷۶۔
۷۳۔ ایضاً۔
۷۴۔ فاروقی، اقبال رحمہ اللہ اور محبت رسولؐ،ص:۲۲۰۔
۷۵۔ محمد اقبال،کلیات اقبال رحمہ اللہ (اردو) ص:۲۹۸۔
۷۶۔ ابوداؤد، سلیمان بن اشعث ،السنن (دار السلام، الریاض، ۱۹۹۹ء) ص:۵۰۰،حدیث نمبر:۳۴۵۲۔
۷۷۔ فاروقی، سیرت اقبال رحمہ اللہ ،ص:۴۲۰۔
۷۸۔ محمد اقبال،کلیات اقبال رحمہ اللہ (اردو) ص:۲۸۹۔

Marfat.com

(۴) بہاولپور کے سیرت نگار

سیرت نگاری میں بہاولپور کی تاریخی و علمی حیثیت:

بہاولپور زمانۂ قدیم ہی سے علم وادب کا گہوارہ رہا ہے۔ برصغیر پاک وہند کی ریاستوں میں بہاولپور کی اسلامی ریاست کئی اعتبار سے نمایاں خصوصیات کی حامل تھی ۔۱۷۲۳ء میں امیر محمد مبارک خان اول عباسی کی دستبرداری کے بعد امیر صادق محمد خان عباسی اول کو صوبیدار ملتان نواب حیات اللہ خان کی وساطت سے موجودہ لیاقت پور کا علاقہ ۱۷۲۸ء میں بطور جاگیر حاصل ہوا۔ ۱۷۴۶ء میں نواب صادق محمد خان شہید ہوئے، یہ بے حد مذہبی آدمی تھے۔ ان کو بزرگانِ دین سے گہری دلچسپی وعقیدت تھی۔

حضرت خواجہ غلام فرید رحمہ اللہ کے پیش رو بزرگوں میں ایک برگزیدہ عالم اور باکمال صوفی خواجہ محمد عاقل رحمہ اللہ شاہ نے ریاست کے شہر خان پور کے قریب کوٹ مٹھن میں اعلیٰ معیار کامل ایک مدرسہ قائم کیا، اس مدرسے میں حضرت خواجہ محمد عاقل شاہ رحمہ اللہ درس وتدریس کے فرائض سرانجام دیتے تھے۔

۷۱۲ء میں محمد بن قاسم رحمہ اللہ ملتان جاتے ہوئے ادھر سے گزرے تھے، قلعہ دراوڑ کے نیچے دو قبریں ہیں جنھیں صحابہ کرام کے مزار کہا جاتا ہے، بہاولپور شہر میں ایک قبرستان ملوک شاہ کے نام سے موسوم ہے، حضرت فریدالدین رحمہ اللہ گنج شکر (پاکپتن)، حضرت سید جلال الدین بخاری رحمہ اللہ (اوچ شریف) حضرت بہاؤالدین زکریا رحمہ اللہ (ملتان) نے چلہ کشی کی، یہ تینوں مساجد اب تک قائم ہیں۔ اسی بنا پر یہ مقام بہت بڑی فضیلت رکھتا ہے۔ مبارکپور کے ریلوے اسٹیشن کے قریب بھی ایک مزار ہے جسے ایک صحابی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

ان بزرگانِ دین کے فیض کی وجہ سے یہاں کے حکمران بھی علمی ودینی معاملات میں گہری دلچسپی رکھتے تھے۔ سر صادق محمد خان عباسی (مرحوم) ریاست میں امن وخوشحالی کے نئے دور کے خالق تھے۔ ریاست کی تعمیر وترقی میں حتی الامکان کوششیں کیں۔

مؤرخین کا کہنا ہے کہ ایک زمانے میں اُچ شریف اس علاقے کا ایک اہم علمی مرکز تھا لیکن اب اولین حیثیت بہاولپور کو حاصل ہوگئی ہے۔ بہاولپور کے تعلیمی اداروں میں اہم علمی مرکز اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور ہے۔ اس کا شمار ملک بھر کے قدیم ترین علمی مراکز میں کیا جاتا ہے، کیونکہ ۱۹۲۵ء میں اس ادارے کا قیام عمل میں آیا۔ نواب سر محمد صادق الخامس عباسی ریاست بہاولپور کے حکمران تھے، آپ تعلیم میں خصوصی دلچسپی رکھتے

Marfat.com

تھے۔ عظیم الشان تعلیمی ادارے قائم کیے جن میں صادق ڈین ہائی سکول، صادق ایجرٹن کالج اور جامعہ عباسیہ بہاولپور شامل ہیں۔

اکتوبر ۱۹۶۳ء میں جامعہ عباسیہ کو جامعہ اسلامیہ بنا دیا گیا اور یہاں پر ثانوی تعلیم کے علاوہ سائنسی اور عمرانی علوم کی تدریس کے لیے ڈگری درجے تک کی کلاسوں کا اجراء کیا گیا۔

۱۹۷۵ء میں اسلامیہ یونیورسٹی ایکٹ، پنجاب اسمبلی سے منظور ہوا اور جامعہ نے ایک مکمل یونیورسٹی کی حیثیت سے موجودہ قالب اختیار کیا اور اسلامیہ یونیورسٹی سے موسوم ہوئی۔

سیرت چیئر:

اسلامیہ یونیورسٹی میں سیرت چیئر کا باقاعدہ قیام ۱۹۸۷ء میں عمل میں آیا جو سیرت کے میدان میں ریسرچ سیل کی حیثیت سے کام کر رہی ہے۔ اس چیئر کے قیام کا بنیادی مقصد حضور ﷺ کے ابدی و آفاقی پیغام کو انسانیت کی فلاح و بہبود کے لیے عام فہم بنانا ہے تاکہ آپ ﷺ دورِ جدید کے انسانوں کے لیے رحمت ہوں اور یہ ثابت ہو سکے کہ نبی ﷺ کے بتائے ہوئے زندہ و جاوید اور متحرک اصول و ضوابط سے آج بھی دکھی انسانیت کے مصائب و آلام کا مکمل مداوا ہیں۔

سیرت چیئر کے پہلے انچارج پروفیسر بشیر احمد صدیقی تھے۔ ان کے دور میں سیرت چیئر کے تحت ایک قومی سیرت کانفرنس منعقد ہوئی جس میں ملک کے دانشوروں نے شرکت کی۔ بعد ازاں اس کی ذمہ داری ۱۹۹۱ء میں (راقم الحروف) ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ کے سپرد ہوئی۔ سیرت کے ساتھ ساتھ حدیث نبوی ﷺ پر بھی تحقیقی کام جاری ہے۔ سیرت چیئر جدید تحقیقی انداز میں اپنے فرائض بحسن و خوبی انجام دے رہی ہے۔ جس کی رپورٹ ہر سال یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کو دی جاتی ہے اور اس کی طرف سے سیرت چیئر کو ہر سال معقول امداد فراہم کی جاتی ہے۔ سیرت چیئر مندرجہ ذیل مقاصد کے لیے کوشاں ہے:

۱۔ عصری تقاضوں کی روشنی میں سیرت طیبہ اور حدیث نبوی پر تحقیق و اشاعت۔
۲۔ سیرت نبوی ﷺ پر مستشرقین کے اعتراضات کا تنقیدی و تجزیاتی مطالعہ۔
۳۔ سیرت نبوی ﷺ اور حدیث نبوی ﷺ پر پائے جانے والے نادر قلمی مخطوطات کی تلاش و تحقیق۔
۴۔ سیرت سے متعلق مختلف زبانوں میں لکھی جانے والی کتب کی سیرت چیئر میں فراہمی۔
۵۔ قومی اور بین الاقوامی سطح پر شائع شدہ کتب سیرت کا انڈکس تیار کرنا۔
۶۔ قومی اور نجی سطح پر سیرت کے بارے میں ہونے والے کام کا علمی جائزہ۔
۷۔ سیرت نبوی ﷺ پر سیمینارز، توسیعی خطبات، کانفرنسوں کا انعقاد۔
۸۔ ملکی و غیر ملکی سطح پر سیرت رسول ﷺ پر تحقیق میں معروف افراد و اداروں سے اشتراکِ عمل۔

Marfat.com

۹۔ پاکستان کے تعلیمی اداروں میں مختلف سطح کے نصاب اسلامیات کا سیرت النبی ﷺ کے حوالے سے جائزہ لے کر سفارشات کی تیاری۔

۱۰۔ سیرت طیبہ کے مختلف موضوعات پر طلباء و طالبات کے درمیان تقریری و تحریری مقابلے۔

۱۱۔ ماضی کے سیرت نگاروں کا ناقدانہ جائزہ۔

کتب خانہ:

سیرت چیئر کے تحت ایک مثالی کتب خانہ قائم کیا گیا ہے۔ کتب پر تقریباً دس لاکھ روپے سے زائد خرچ کیے گئے ہیں جس میں سیرتِ طیبہ اور اس سے متعلق نادر و نایاب کتب کا وقیع ذخیرہ موجود ہے۔ جن میں سے اکثر کتب پاکستان کے دیگر کتب خانوں میں مفقود ہیں۔ اس ایئر کنڈیشنڈ لائبریری میں محققین، یونیورسٹی اساتذہ اور طلبہ و طالبات محو مطالعہ رہتے ہیں۔ سیرت پر اور حدیث نبویؐ پر جس نئی کتاب کے چھپنے کا پتہ چلے خرید لی جاتی ہے۔

شائع شدہ کتب:

مندرجہ ذیل کتابیں سیرت چیئر کے تحت شائع ہو چکی ہیں:

۱۔ معراج النبی ﷺ پر کیے گئے اعتراضات کا علمی جائزہ: اس کتاب میں ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر نے معراج النبی ﷺ پر کیے گئے اعتراضات کا مدلل جواب دیا ہے۔

۲۔ سیرت النبی ﷺ کے مصادر و مراجع: اس کتاب میں ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر نے سیرت کے ابتدائی مصادر و مراجع کا مختصر تعارف اور ان پر لکھی گئی کتب کو ترتیب زمانی سے پیش کیا ہے۔

۳۔ الاسراء والمعراج حقائق واسرار: اس کتاب میں ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر نے واقعاتِ معراج اور متعلقہ اسرار پر بحث کی ہے۔

۴۔ "تسمیة المشائخ الذی روی عنهم الامام البخاری فی الجامع الصحیح" (از محمد بن اسحاق بن منده، ت ۳۹۵ھ) اس کتاب کی ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر نے تحقیق کی ہے۔ اس موضوع پر یہ اولین تصنیف ہے۔ علم حدیث کے طلباء و طالبات کے لیے ہی نہیں بلکہ علماء کے لیے بھی یہ نادر علمی تحفہ ہے۔ اس کتاب میں امام بخاری کے "الجامع الصحیح" میں موجود اساتذہ پر بحث کی گئی ہے۔

۵۔ کشف النقاب عما روی الشیخان للاصحاب (از حافظ صلاح الدین خلیل بن ایبک العلائی، ت ۷۶۱ھ): اس کتاب کی تحقیق ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر نے کی ہے۔ اس کتاب کا موضوع صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں موجود احادیث کے رواۃ صحابہ کرام کا تعارف ہے۔ کتاب کی تحقیق جدید نے اسے گراں قدر اہمیت کا حامل بنا دیا ہے۔

۶۔ حمیدیة الزمان بافضلیة الرسول الاعظم بنص القرآن (از السید محمد عارف بن احمد

Marfat.com

بن سعید المنیر الحسینی الدمشقی، ت ۱۳۴۲ھ) (تحقیق و دراستہ پروفیسر ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر): اس موضوع پر یہ اولین تصنیف ہے۔ مؤلف نے اس کتاب کو حوالہ جات کے ساتھ مزین کیا ہے۔ کتاب کی تحقیق میں بہت محنت کی گئی ہے۔ کوئی ایسا حوالہ نہیں جس کو درج نہ کیا گیا ہو۔ اس کتاب کی تحقیق کی وجہ سے اس کی اہمیت گراں قدر ہوگئی ہے۔

۷۔ هٰكذا علمتني الحياة از ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی (اردو ترجمہ ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر)۔

۸۔ سیرة سید العوالم لا بن الفافا (تحقیق ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر)۔

درج ذیل کتب پر کام تکمیل کے مراحل میں ہے:

۱۔ سلك الدر رلاكمل الرسل الاطهر از محمد صديق اللاهوری
(تحقیق ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر و ڈاکٹر معراج الاسلام ضیاء)۔

۲۔ شرح نخبة الفكر، حافظ ابن حجر (ترجمہ بزبان انگریزی ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر)۔

سیمینارز:

سیرت چیئر کے تحت وقتاً فوقتاً سیرت النبی ﷺ کے مختلف موضوعات پر سیمینارز ہوتے رہتے ہیں جن میں اندرونِ ملک و بیرون ممالک سے مختلف علمی شخصیات نے شرکت کی۔ جس میں بین الاقوامی شہرت یافتہ سکالر جناب ڈاکٹر محمود احمد غازی صاحب وفاقی وزیر مذہبی امور و نائب صدر بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد، پروفیسر ڈاکٹر محمد الغزالی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد، فیڈرل شریعت کورٹ اسلام آباد کے جج محترم جناب جسٹس ڈاکٹر فدا محمد خان صاحب اور پروفیسر ڈاکٹر خالد علوی، ڈائریکٹر دعوة اکیڈمی، اسلام آباد، ڈاکٹر فضل الٰہی صاحب، سابق استاد امام محمد بن سعود یونیورسٹی الریاض سعودی عرب، حال استاذ بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد۔ ان کے علاوہ عالم اسلام کی نامور شخصیات جن میں جناب ڈاکٹر شیخ محمد سعید البادنجکی (مانچسٹر) برطانیہ، ڈاکٹر قطب عبدالحمید جامعۃ الازہر الشریف قاہرہ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ مذکورہ بالا سیمینارز کی تفصیل حسب ذیل ہے:

نمبر شمار	تاریخ	موضوع	مقرر
۱۔	۱۱ر مارچ ۱۹۹۲ء	معراج النبی ﷺ	ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر
۲۔	۱۰ر مارچ ۱۹۹۳ء	سیرة النبی ﷺ اور عصر حاضر کے تقاضے	ایضاً
۳۔	۱۳ر اپریل ۱۹۹۴ء	عقل انسانی پر محسن انسانیتؐ کے اثرات	پروفیسر ڈاکٹر محمد الغزالی
۴۔	۱۴ر اپریل ۱۹۹۵ء	رحمة للعالمین بحیثیت سید المرسلین	جسٹس ڈاکٹر فدا محمد خان
۵۔	اپریل ۱۹۹۶ء	سیرت النبی ﷺ اور جدید تحریکیں	پروفیسر ڈاکٹر محمود احمد غازی

Marfat.com

۶۔	نومبر ۱۹۹۷ء	السیرۃ النبوی ﷺ بین الاعجاز والتاسی	ڈاکٹر محمد سعید الباد نجکی ندوی (برطانیہ)
۷۔	اپریل ۱۹۹۸ء	سیرت نبوی ﷺ اور عصر حاضر	پروفیسر ڈاکٹر محمد الغزالی
۸۔	اپریل ۲۰۰۰ء	سیرت نبوی اور خواتین کے حقوق و فرائض	ڈاکٹر قطب عبدالحمید (مصر)
۹۔	اپریل ۲۰۰۰ء	سیرت نبوی ﷺ (قرآن کی روشنی میں)	ڈاکٹر قطب عبدالحمید، ڈاکٹر کمال عبدالعزیز
۱۰۔	مئی ۲۰۰۰ء	رسول اللہ ﷺ بحیثیت منتظم اعلیٰ	پروفیسر ڈاکٹر خالد علوی
۱۱۔	۶/ جنوری ۲۰۰۳ء	مغرب کے نظریات سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں (بنیاد پرستی)	پروفیسر ڈاکٹر محمد اکرم چودھری
۱۲۔	۱۱۰/ اپریل ۲۰۰۳ء	رسول اللہ ﷺ بحیثیت معلم	پروفیسر ڈاکٹر فضل الٰہی صاحب
۱۳۔	۱۴/ اپریل ۲۰۰۳ء	اتباع رسول ﷺ	حافظ محمد یحیٰی میر محمدی

طلباء و طالبات کے تقریری و تحریری مقابلے:

سیرت چیئر کے زیر اہتمام ہر سال طلباء و طالبات کے تحریری اور تقریری مقابلے منعقد ہوتے رہتے ہیں جن میں ان کو انعامات دیئے جاتے ہیں۔ سال ۲۰۰۳ء میں فیکلٹیز کی سطح پر تقریری مقابلہ ہوا۔ جامعہ کی سطح پر تقریری مقابلہ ہوا اور ایک بین الجامعاتی تقریری مقابلہ بھی ہوا۔ ان تمام مقابلوں میں کامیاب ہونے والے طلباء و طالبات میں انعامات جناب وائس چانسلر صاحب نے تقسیم فرمائے۔

انٹرنیشنل سیرت کانفرنسز:

سیرت کے تحت کئی ایک انٹرنیشنل سیرت کانفرنسز بھی ہوئی ہیں جو کہ اختصار سے درج ذیل ہیں:

پہلی انٹرنیشنل سیرت کانفرنس:

یہ انٹرنیشنل سیرت کانفرنس ۱۱۔۱۳ فروری ۲۰۰۰ء میں منعقد کی گئی۔ جس کے اہم عنوانات یہ ہیں:

۱۔ سیرت نگاری کا منہج / اجتہاد کے مختلف پہلو
۲۔ سیرت نبوی ﷺ کے فراموش گوشے / مخطوطات
۳۔ جنوبی ایشیا میں سیرت نگاری کا تنقیدی جائزہ
۴۔ سیرت النبی ﷺ اور عصر حاضر کے تقاضے

جس میں اظہار تشکر وائس چانسلر اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور، پروفیسر ڈاکٹر بلال اے خان نے پیش کیا۔ خطبہ استقبالیہ پروفیسر ڈاکٹر محمد شفیق خان، سابق وائس چانسلر اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور نے دیا اور خطبہ صدارت

Marfat.com

پروفیسر ڈاکٹر محمود احمد غازی نے دیا۔ اس میں دنیا بھر سے مسلمان سکالروں نے شرکت کی۔ ہندوستان، ایران، کویت، شام اور برطانیہ سے دانشور اور علماء تشریف لائے۔ پاکستان کی تمام یونیورسٹیوں سے بھی بھرپور نمائندگی ہوئی۔ اس کانفرنس میں تقریباً ۷۰ کے قریب سکالرز تشریف لائے۔ ان میں سے چند معروف سکالرز کے اسمائے گرامی اس طرح ہیں:

پروفیسر ڈاکٹر شیخ محمد سعید الباد نجکی ندوی، ڈائریکٹر اسلامک سنٹر مانچسٹر (برطانیہ)۔

پروفیسر ڈاکٹر محمود احمد غازی، پریذیڈنٹ بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد۔

پروفیسر ڈاکٹر یٰسین مظہر صدیقی، یونیورسٹی آف علی گڑھ انڈیا

پروفیسر ڈاکٹر جمشید عالم ندوی، انڈیا۔

پروفیسر ڈاکٹر سرور عالم ندوی، انڈیا۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد سعد المرصفی، کویت یونیورسٹی کویت۔

پروفیسر ڈاکٹر عبدالنبی اسطیف، دمشق یونیورسٹی شام۔

پروفیسر ڈاکٹر رضا مصطفیٰ سبزواری، ڈائریکٹر کلچرل کونسلر آف ایران۔

ڈاکٹر محمد مہدی توسلی، ڈائریکٹر آف ایران پاکستان انسٹیٹیوٹ آف پرشین اسلام آباد۔

پروفیسر ڈاکٹر انعام الحق کوثر، بلوچستان یونیورسٹی کوئٹہ۔

پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر، یونیورسٹی آف پنجاب، لاہور۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد یوسف فاروقی، ڈائریکٹر جنرل شریعہ اکیڈمی، اسلام آباد۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد الغزالی، ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد۔

پروفیسر ڈاکٹر سفیر اختر، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد۔

پروفیسر ڈاکٹر حافظ محمد اشرف، سول سروسز اکیڈمی، لاہور۔

پروفیسر ڈاکٹر نصیر اختر، کلیہ علوم اسلامیہ جامعہ، کراچی۔

پروفیسر ڈاکٹر نور الدین جامی، صدر شعبہ علوم اسلامیہ، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان۔

پروفیسر ڈاکٹر حافظ محمود اختر، صدر شعبہ علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور۔

پروفیسر ڈاکٹر عبدالجبار شاکر، ڈائریکٹر پنجاب پبلک لائبریریز لاہور۔

پروفیسر ڈاکٹر قبلہ ایاز، ڈین فیکلٹی آف اسلامک لرننگ ولینگویجز، پشاور یونیورسٹی پشاور۔

ڈاکٹر محمود الحسن عارف، صدر دائرہ معارف اسلامی، پنجاب یونیورسٹی لاہور۔

پروفیسر ڈاکٹر عبدالغنی شیخ ڈائریکٹر لینگویجز، سندھ یونیورسٹی، جام شورو حیدر آباد۔

پروفیسر میاں عبدالمجید، صدر شعبہ علوم اسلامیہ، گورنمنٹ ڈگری کالج، بوسن روڈ، ملتان۔

Marfat.com

نامور سکالر مولانا محمد شریف حصاری، کراچی۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد ادریس زبیر، چیئرمین شعبہ حدیث وسیرت، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد۔

پروفیسر ڈاکٹر ممتاز بھٹو، ڈین علوم اسلامیہ جامشورو یونیورسٹی، حیدر آباد۔

جو مقالات سیرت کانفرنس میں پڑھے گئے ان پر مشتمل ایک کتاب "مقالاتِ سیرت" کے نام سے شائع ہو چکی ہے۔

سفارشات:

اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور کے زیر اہتمام منعقدہ ۱۱ر تا ۱۳ر فروری ۲۰۰۰ء بین الاقوامی سیرت کانفرنس میں شریک ملک اور بیرون ملک کے مختلف سکالرز کی تجاویز و آراء کی روشنی میں درج ذیل سفارشات مرتب کی گئیں جن کی شرکائے کانفرنس نے آخری اجلاس میں منظوری دی:

۱۔ سیرت نگاری کی علمی بنیادوں اور عملی تقاضوں پر تحقیق و تدوین عصر حاضر کا اہم تقاضا اور ضرورت ہے جو افرادی اور مادی وسائل کی فراہمی کے بغیر ممکن نہیں۔ اجلاس ارباب اقتدار و صاحبان علم و فضل اور اصحاب ثروت سے یہ مطالبہ کرتا ہے کہ سیرت کے موضوع پر جدید سائنٹیفک بنیادوں پر کام کو آگے بڑھانے کے لیے سیرت سے متعلق اداروں سے دامے درمے قدمے سخنے بھرپور تعاون کیا جائے۔ بالخصوص متروکہ اوقاف پراپرٹی بورڈ، صوبائی وزارت اوقاف، چیمبرز آف کامرس سے سیرت کے متعلق منصوبوں کی تکمیل کے لیے مالی تعاون حاصل کیا جائے۔

۲۔ سیرت نبویؐ کے موضوع پر اہم مخطوطات کی کثیر تعداد ملک اور بیرون ملک مختلف کتب خانوں میں موجود ہے جن میں چند ایک مخطوطات کی نشاندہی بعض مقالہ نگاروں نے بھی کی ہے۔ اس اہم علمی ذخیرہ کے تحفظ اور اس سے استفادہ کے لیے ضروری ہے کہ ان منتشر مخطوطات کا حصول ان کی تحقیق و تدوین فہرست سازی اور ان کی طباعت کا معقول انتظام کیا جائے۔

۳۔ جنوبی ایشیاء میں سیرت کے موضوع پر جو قابل قدر علمی اور تحقیقی کام ہوا ہے اس کا اعتراف بیرون ملک مختلف سکالرز نے بھی کیا ہے بالخصوص شرکائے کانفرنس میں سے عرب ممالک اور یورپ کے سکالرز نے بھی ان کی منفرد اور نمایاں علمی اور تحقیقی کاوشوں کو سراہا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ان علماء کی تصنیفات و تحقیقات کو زیادہ سے زیادہ بیرون ملک متعارف کروایا جائے۔ اور سیرت کے مختلف میدانوں میں ان کی خدمات کو اجاگر کیا جائے۔ ان کی تحریر کردہ کتب کے کیٹلاگز تیار کیے جائیں اور غیر ملکی زبانوں میں ان کے تراجم کروائے جائیں تاکہ زیادہ سے زیادہ ان سے استفادہ کیا جا سکے۔ اس ضمن میں مزید یہ طے پایا کہ ملائیشیا کے انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک تھاٹ قطر کے سیرت سٹڈیز سنٹر، الجامعۃ الاسلامیہ یونیورسٹی مدینہ منورہ کے سیرت سٹڈیز سنٹر اور اس

Marfat.com

نوعیت کے دوسرے اداروں کے ساتھ تحقیقی منصوبوں کو مربوط کیا جائے۔

۴۔ سیرت کا بہت بڑا مواد عربی، انگریزی اور دیگر یورپی زبانوں میں موجود ہے۔ بالخصوص اول الذکر زبان میں سیرت کا بنیادی ذخیرہ کئی ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ ضرورت ہے کہ یہ ذخیرہ عمومی استفادہ کے لیے اردو زبان میں منتقل کیا جائے۔ موجودہ دور میں لکھی جانے والی بعض عربی کتب سیرت بھی خاصی وقیع ہیں۔ اہم اور بنیادی کتب کی فہارس مرتب کرنے کے بعد مختلف علمی اداروں اور شخصیات کو اس علمی کام کی طرف متوجہ کیا جائے۔

۵۔ سیرت کے موضوع پر مستشرقین نے بھی بہت تحقیق کی ہے۔ مختلف مستشرقین اور ان کے پیروکاروں نے اپنے مخصوص سیاسی اور مذہبی مقاصد کے تناظر میں رسول اللہ ﷺ کی شخصیت کے مختلف گوشوں کو ہدف تنقید بنایا ہے۔ اگرچہ اہل علم نے ان اعتراضات کا علمی جائزہ لیتے ہوئے خاطر خواہ دفاع کیا ہے۔ مگر ضرورت اس امر کی ہے کہ اس موضوع پر مستقل تحقیقی کام جاری رہے۔ تحقیقی اداروں اور اہل علم کی یہ اہم ذمہ داری ہے کہ وہ ان کے زہریلے پراپیگنڈے پر مشتمل مواد کا جدید علمی اور سائینٹیفک بنیادوں پر تجزیہ کریں۔ اس سلسلے میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے مندوب پروفیسر ڈاکٹر محمد یاسین مظہر صدیقی سے درخواست کی جاتی ہے کہ وہ اپنے ہاں سکالرز سے سیرت نبویؐ کے حوالے سے مستشرقین کے افکار و نظریات اور ان کی کتب پر تحقیق کروائیں اور پاکستان کے متخصصین کو بھی اپنے تحقیقی منصوبوں میں شمولیت کے مواقع فراہم کریں۔

۶۔ اہل علم اور تمام تحقیقی ادارے سیرت کے حوالے سے ان موضوعات پر خصوصی توجہ دیں جو عصر حاضر میں سیاسی، سماجی، معاشی، تمدنی، معاشرتی اور نفسیاتی مسائل کے حوالے سے ہمیں درپیش ہیں۔ ان کے لیے جدید علوم مثلاً سوشل سائنسز سے متعلق مواد کو بالخصوص مدنظر رکھا جائے تاکہ عملی تطبیق و تنفیذ ممکن ہو سکے۔ سیرت چیئر کے منتظمین بالخصوص ایسے محاضرات کا اہتمام کریں جن سے محققین کی سوشل سائنسز کے حوالے سے تعلیم و تربیت کا خاطر خواہ انتظام ہو سکے۔

۷۔ دنیا بھر میں سیرت کے موضوع پر تحریر کردہ مواد اور مخطوطات کے حصول کو ممکن بنایا جائے۔ اور اس کے لیے ایک مرکزی کتب خانہ قائم کیا جائے۔ جو ڈاکٹر حمید اللہ ریسرچ لائبریری، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد سے منسلک ہو جس کا اعلان ارباب حکومت کی طرف سے کیا جا چکا ہے۔ اس مرکزی لائبریری میں دنیا بھر کی تمام زبانوں میں لکھی جانے والی کتب سیرت اور مخطوطات جمع کیے جائیں اور ان کی مائیکرو فلمیں بہم پہنچانے کا انتظام کیا جائے۔

۸۔ دیگر علوم و فنون کی طرح کتب سیرت کی فہرست سازی بھی وقت کی اہم ضرورت ہے۔ مختلف زبانوں بالخصوص اردو زبان میں سیرت کے موضوع پر تحریر کردہ کتب، تراجم کتب، مقالات اور رسائل و جرائد کے سیرت نمبروں کے یونین کیٹلاگ (جامع کیٹلاگ) اور اشاریئے تیار کروائے جائیں تاکہ ان سے بآسانی استفادہ ممکن ہو سکے۔

۹۔ اماکن سیرت سے متعلق اٹلس کی تیاری سے سیرت کی تحقیق میں بڑی رہنمائی مل سکتی ہے۔اس اہم تحقیقی پراجیکٹ کی تکمیل کے لیے پروفیسر عبدالجبار شاکر ڈائریکٹر پبلک لائبریریز پنجاب کا نام تجویز کیا گیا ہے۔ جو پہلے سے اس کام میں دلچسپی رکھتے ہیں اور اس حوالے سے بعض منصوبے ان کے زیر تکمیل ہیں۔

۱۰۔ سیرت کے فروغ اور اس کی نشر و اشاعت کے لیے جدید ذرائع ابلاغ (بالخصوص انفارمیشن سپر ہائی وے) سے استفادہ وقت کی اہم ضرورت ہے۔اس کے لیے ایسا مواد پیش کیا جائے جو فکری، علمی اور عملی جہتوں سے ہماری رہنمائی کر سکے اور انسانی سیرت و کردار کی تعمیر میں اس سے استفادہ کیا جا سکے۔ سیرت طیبہ سے متعلق اہم اساسی، علمی اور تحقیقی کتب سکیننگ کے بعد کمپیوٹر میں منتقل کی جائیں۔مختلف جامعات کی سیرت چیئر مشترکہ طور پر ایک انٹرنیٹ سائٹ ڈویلپ کریں۔علاوہ ازیں سیرت کے مختلف پروگرامز، کانفرنسوں اور سیمینارز کو عمومی استفادے کے لیے انٹرنیٹ سے منسلک کیا جائے۔اس سلسلے میں متعلقہ فیلڈز کے ماہرین سے تعاون حاصل کیا جائے۔اس مقصد کے لیے ادارہ تحقیقات اسلامی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد سے تعاون کی درخواست کی جائے گی۔

۱۱۔ سیرت سے متعلق مختلف سرکاری اور غیر سرکاری ادارے، شخصیات اور مختلف جامعات میں قائم سیرت چیئرز کے درمیان باہمی رابطہ اور تحقیقی کاوشوں کو مربوط کرنے کے لیے سیرت ریسرچ بورڈ کا قیام انتہائی ضروری ہے۔اس ضمن میں یہ تجویز کیا گیا ہے کہ موجودہ کانفرنس کے مبارک موقع پر ایک سیرت ریسرچ بورڈ تشکیل دیا جائے جس میں تمام جامعات کی سیرت چیئرز اور شعبہ سیرت کے سربراہان کو نمائندگی دی جائے اور باہمی مشورے سے ماہرین سیرت کو جو سرکاری، غیر سرکاری اداروں جامعات اور کلیات سے متعلق ہیں اس کا ممبر منتخب کیا جائے۔ یہ بورڈ دو سالہ دورانیے کی بنیاد پر تشکیل دیا جائے۔ پہلے بورڈ کی سربراہی کے لیے ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر ڈائریکٹر سیرت چیئر اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور کا نام تجویز کیا گیا ہے۔اس طرح تمام جامعات کو الف بائی ترتیب کے ساتھ دو سالہ دورانیے کی بنیادوں پر بورڈ کی سربراہی کا موقع فراہم کیا جائے۔ یہ بورڈ اپنے ممبران کے باہمی مشورے سے تحقیقی موضوعات کا تعین کرے اور اس کے ممبران اپنے اپنے دائرہ عمل میں ان کی روشنی میں اپنے تحقیقی کاموں کو آگے بڑھائیں۔ یہ بورڈ اپنے قیام کے بعد رپورٹس طلب کرے۔ مذکورہ بورڈ سیرت کے تحقیقی موضوعات اور دوسری علمی ضرورتوں کی تکمیل کے لیے مانیٹرنگ سیل کا فریضہ بھی انجام دے گا۔

۱۲۔ سیرت کے موضوع پر مختلف اداروں میں تحقیقی کام سے واقفیت کے لیے ''اخبار السیرۃ'' کے نام سے ایک سہ ماہی یا ششماہی اخبار کی تجویز بھی سامنے آئی ہے اور اس کے اولین شمارہ کے اجراء کے لیے اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور کے شعبہ سیرت کا تعاون طلب کیا جاتا ہے۔ اس کی طباعت اور تمام جامعات کلیات مختلف تحقیقی اداروں اور شخصیات تک اس کی ترسیل کا معقول انتظام کیا جائے۔مختلف جامعات میں قائم سیرت چیئرز اور سیرت ڈیپارٹمنٹس کی طرف سے علمی اداروں اور شخصیات کے درمیان باہمی رابطہ کے فروغ کے لیے وقتاً فوقتاً مختلف سیمینارز اور کانفرنسوں کے انعقاد کا خصوصی اہتمام کیا جائے۔

Marfat.com

۱۳۔ سیرت کے موضوع پر ایم فل اور پی ایچ ڈی میں تخصص کے لیے ان طلباء کو منتخب کیا جائے جو عربی زبان وادب اور قرآن وسیرت میں خاصی بصیرت ومہارت رکھتے ہوں تا کہ وہ سیرت کے اساسی مصادر و ماخذ سے براہ راست استفادہ کر کے سیرت کے ان گوشوں کو اجاگر کر سکیں جو وقت کی اہم ضرورت ہیں اور اب تک اہل علم کی نگاہوں سے مخفی ہیں۔

۱۴۔ سیرت کے موضوع پر تحقیقی کاموں کو مربوط اور مؤثر بنانے کے لیے تجویز کیا گیا ہے کہ ڈاکٹر سفیر اختر بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد کو متخصصین سیرت کی ایک جامع ڈائریکٹری مرتب کرنے کا کام سونپا جائے۔

۱۵۔ اردو زبان میں سیرت کے موضوع پر انسائیکلو پیڈیا کی تیاری وقت کی اہم ضرورت ہے۔ ڈاکٹر محمود الحسن عارف مدیر دائرہ معارف اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی کی سربراہی میں ایک کمیٹی قائم کرنے کی تجویز کی گئی ہے جو اس سلسلے میں کام کو آگے بڑھائے گی اور عناوین سیرت مرتب کرے گی۔

۱۶۔ اجلاس یہ مطالبہ کرتا ہے کہ مختلف جامعات میں قائم سیرت چیئرز کی ترقی وتعمیر کے لیے تمام دستیاب وسائل بروئے کار لائے جائیں اور ان کے علمی وتحقیقی منصوبوں کی تکمیل میں بھر پور تعاون کیا جائے۔

۱۷۔ سکول کی سطح پر میٹرک کے اسلامیات لازمی کے مضمون میں نئے مرتبہ نصاب میں سیرت کے موضوع کو حذف کر کے صرف قرآنی آیات کے ترجمہ ومطالب کو شامل کیا گیا ہے۔ وزارت تعلیم اور متعلقہ اداروں کو قرآنی نصاب کے ساتھ ساتھ سیرت کے مواد کو بھی دوبارہ نصاب میں شامل کر کے اس خلاء کو پر کرنے کا انتظام کرنا چاہیے۔ اس سلسلے میں یہ تجویز بھی پیش کی گئی ہے کہ مختلف اسلامی ممالک کے اسلامیات کے نصابات کا جائزہ لینے کے بعد ایک جامع نصاب مرتب کیا جائے۔ پروفیسر ڈاکٹر ادریس زبیر صدر شعبہ سیرت، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اور پروفیسر ڈاکٹر قبلہ ایاز صدر شعبہ سیرت پشاور یونیورسٹی کو یہ ذمہ داری سونپنے کی تجویز پیش کی گئی ہے جو مختلف نصابات کے باہمی تقابل ومطالعہ کے بعد موجودہ نصاب کو جامع بنانے کے لیے اپنی تجاویز سیرت بورڈ وزارت تعلیم حکومت پاکستان اور متعلقہ اداروں کو پہنچانے کا اہتمام کریں گے۔

۱۸۔ اجلاس یہ تجویز کرتا ہے کہ سیرت کے حوالے سے قائم مختلف غیر سرکاری ادارے اور شخصیات جو علمی اور تحقیقی سرگرمیوں میں مصروف ہیں ان کی بھر پور حوصلہ افزائی کی جائے اور ان کے ساتھ ہر سطح پر تعاون کیا جائے۔

۱۹۔ اجلاس وائس چانسلر اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور سے پر زور مطالبہ کرتا ہے کہ عمومی افادہ کے لیے کانفرنس میں پیش کیے جانے والے گراں قدر علمی وتحقیقی مقالات کی طباعت کا فوری انتظام کیا جائے۔

ہم نے سیرت کے محققین کے مخلصانہ تعاون سے یہ تجاویز وسفارشات مرتب کی ہیں۔ انٹرنیشنل سیرت کانفرنس کے مندوبین نے تین روز تک جس محبت، عقیدت اور انہماک کے ساتھ اس کی مختلف کارروائیوں میں حصہ لیا ہے، اس کے پیش نظر ان سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ اپنے اپنے دائرہ عمل میں ان تجاویز کے عملی امکانات کو روشن اور واضح کرنے کے لیے اپنی مساعی جمیلہ بروئے کار لائیں گے۔

دوسری انٹرنیشنل سیرت کانفرنس:

یہ انٹرنیشنل سیرت کانفرنس ۱۷-۱۹ فروری ۲۰۰۴ء میں منعقد ہوئی۔ جس کا عنوان یہ ہے ”جدید تناظر میں مسلم امہ کے مسائل اور ذمے داریاں حیات طیبہ ﷺ کی روشنی میں“۔ اس میں خطبہ استقبالیہ وائس چانسلر، اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور، ڈاکٹر بلال اے خان نے دیا۔ اور صدارتی خطبہ لیفٹیننٹ جنرل خالد مقبول گورنر پنجاب نے دیا۔ اس میں دنیا بھر سے ۶۰ کے قریب سکالروں نے شرکت کی۔ کویت، شام، الجزائر، سعودی عرب، انڈیا اور امریکہ کے علماء تشریف لائے۔ جن میں سے چند ایک کے نام درج ذیل ہیں:

پروفیسر ڈاکٹر صہیب حسن ڈائریکٹر قرآن سوسائٹی (لندن)۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد اکرم چودھری، ڈین اسلامک لرننگ و عربیک، پنجاب یونیورسٹی، لاہور۔

پروفیسر عبداللہ ناصر، رئیس الجامعہ اسلامیہ، کراچی۔

پروفیسر ڈاکٹر عبدالرشید، ڈین فیکلٹی آف اسلامک لرننگ کراچی یونیورسٹی کراچی۔

فضیلۃ الشیخ عبدالرحمٰن محمود، نائب رئیس مرکز الدعوۃ والارشاد، سعودی عرب، اسلام آباد۔

فضیلۃ الشیخ عبدالحمید خروب، الجزائر۔

پروفیسر ڈاکٹر قبلہ ایاز، صدر شعبہ سیرت سٹڈیز و ڈین فیکلٹی آف عربیک و اسلامک لرننگ پشاور یونیورسٹی۔

ڈاکٹر علی اصغر چشتی، ڈین فیکلٹی آف اسلامک لرننگ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد۔

فضیلۃ الشیخ عبدالکریم الہلال، رئیس شؤن الدینیہ، سفارت خانہ سعودی عرب، اسلام آباد۔

حافظ مسعود عالم، استاذ جامعہ التربیۃ الاسلامیۃ، فیصل آباد۔

فضیلۃ الشیخ حافظ ثناء اللہ الزاھدی، الجامعہ الاسلامیہ، صادق آباد۔

سید طفیل حسین شاہ، ڈائریکٹر اسلامک مشن، برطانیہ۔

پروفیسر ڈاکٹر نورالدین جامی، چیئرمین شعبہ علوم اسلامیہ، زکریا یونیورسٹی ملتان۔

ڈاکٹر خالد ظفر اللہ، صدر شعبہ علوم اسلامیہ گورنمنٹ پوسٹ گریجوایٹ کالج سمندری، فیصل آباد۔

ڈاکٹر معراج الاسلام ضیاء، شیخ زید اسلامک سنٹر، پشاور یونیورسٹی۔

تیسری انٹرنیشنل کانفرنس:

یہ انٹرنیشنل سیرت کانفرنس ۲۰-۲۲ اپریل ۲۰۰۷ء میں منعقد ہوئی۔ جس کے اہم عنوانات یہ ہیں:

۱۔ تدوین حدیث ۱۴ صدیوں میں ہونے والے کام کا علمی جائزہ

۲۔ عصر حاضر میں حدیث وسیرت کی نشر واشاعت کی ضرورت واہمیت

Marfat.com

اس میں خطبہ استقبالیہ سابق وائس چانسلر پروفیسر ڈاکٹر بلال اے خان نے دیا اور اظہار تشکر وائس چانسلر اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور پروفیسر ڈاکٹر محمد مختار نے پیش کیا۔ جس میں ملکی محققین کے علاوہ شام، مصر، سعودی عرب، ترکی، انڈیا اور برطانیہ کے سکالرز نے شرکت کی اور ۵۰ کے قریب محققین و سکالرز نے اپنے مقالات پیش کیے۔ ان میں چند ایک نمایاں شخصیات کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

پروفیسر ڈاکٹر شیخ محمد سعید البادنجکی الندوی (شام)

پروفیسر ڈاکٹر طٰہٰ مصطفیٰ ابوقریشہ (جامعہ ازہر)

ڈاکٹر احمد بن محمد الشرقاوی (مدینہ یونیورسٹی سعودی عرب)

پروفیسر ڈاکٹر عبدالحمید بیر ایشق (ترکی)

پروفیسر ڈاکٹر ظفر الاسلام اصلاحی (انڈیا)

پروفیسر ڈاکٹر خالد علوی ڈین وش یونیورسٹی۔ اسلام آباد

پروفیسر عبدالجبار شاکر ڈائریکٹر دعوۃ اکیڈمی۔ اسلام آباد

پروفیسر ڈاکٹر عبدالرشید (کراچی)

ڈاکٹر شیر محمد زمان (اسلام آباد)

پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر (لاہور)

پروفیسر ڈاکٹر انعام الحق کوثر (بلوچستان)

پروفیسر ڈاکٹر نصیر اختر (کراچی)

ڈاکٹر حافظ عبدالرشید اظہر (اسلام آباد)

پروفیسر ڈاکٹر معراج الاسلام ضیاء (پشاور)

پروفیسر ڈاکٹر غلام محمد جعفر (کوئٹہ)

پروفیسر ڈاکٹر محمد باقر خاکوانی (اسلام آباد)

پروفیسر ڈاکٹر محمد یوسف فاروقی (اسلام آباد)

پروفیسر ڈاکٹر حافظ محمد اسرائیل فاروقی (لاہور)

سفارشات:

تیسری بین الاقوامی سیرت کانفرنس ۲۰-۲۲ اپریل ۲۰۰۷ء میں منعقد ہوئی۔ جس کے اہم عنوانات یہ ہیں: (۱) ''تدوین حدیث، چودہ صدیوں میں ہونے والے کام کا علمی جائزہ'' (۲) ''عصر حاضر میں حدیث و سیرت کی نشر و اشاعت کی ضرورت و اہمیت'' یہ کانفرنس ان عنوانات پر منعقد ہوئی جس میں ملکی محققین کے علاوہ

Marfat.com

شام، مصر، سعودی عرب، ترکی، انڈیا اور برطانیہ کے سکالرز نے شرکت کی۔ پاکستان کی جامعات سے کم وبیش چالیس محققین وسکالرز نے تحقیقی مقالات پیش کیے اور سکالرز کی کمیٹی نے درج ذیل سفارشات پیش کیں:

۱۔ سیرت کانفرنس کے طریق پر قومی سطح پر سیمینارز کے انعقاد کی سفارش کی جاتی ہے جس میں اصول سیرت نگاری اور منہج سیرت نگاری کو واضح طور پر طے کر دیا جائے، نیز سیرت نگاری پر تحقیقی کام کرنے والوں کو تکمیل و تنقیح متن، تخریج حدیث، جرح رواۃ اور روایتاً و درایتاً نقد حدیث کی بنیاد پر صحت حدیث کا حکم لگانے کا پابند کیا جائے۔

۲۔ سیرت النبی ﷺ کے تمام ذرائع کا مکمل سروے کیا جائے قبل از نبوت اور بعد از نبوت حیات مبارکہ کے واقعات کا تجزیاتی مطالعہ کرنے اور عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق نئی جہات پر راہنمائی کرنے کی سفارش کی جاتی ہے۔ اہم معاشرتی اداروں اور سماجی تنظیموں مثلاً بار ایسوسی ایشنز، اہم تجارتی مراکز و تعلیمی ادارے اور دیگر انجمنوں کے مسائل سے آگاہی حاصل کر کے ان کی سیرت مبارکہ ﷺ کی روشنی میں راہنمائی کرنے کی سفارش کی جاتی ہے۔

۳۔ قدیم صحف میں بشارات محمدیہ ﷺ پر تحقیقی کام کی سفارش کی جاتی ہے۔

۴۔ اہم قدیم وجدید سیرت نگاروں کے منہج کا مطالعہ کیا جائے۔ نیز جنوبی ایشیا کے سیرت لٹریچر کا عہد بہ عہد جائزہ لیا جائے۔

۵۔ یورپ، امریکہ اور روس سے تعلق رکھنے والے مستشرقین کے تیار کردہ لٹریچر کی دستیابی اور تحقیق و تجزیاتی جائزے کا اہتمام کیا جائے۔

۶۔ عربی، انگریزی اور اردو میں سیرت پر انسائیکلوپیڈیا تیار کیا جائے نیز سیرت انڈکس واٹلس بھی تیار کیا جائے۔

۷۔ سیرت چیئر، دی اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاولپور کے زیر اہتمام ہائر ایجوکیشن کمیشن کے مطلوبہ معیار کے مطابق ایک تحقیقی سیرت مجلّے کا آغاز کیا جائے۔

۸۔ سیرت کے تمام تر لٹریچر و دیگر ذرائع پر مشتمل ایک مرکزی سیرت لائبریری کا قیام عمل میں لایا جائے۔ جس میں دنیا بھر کی زبانوں میں چھپنے والی تمام کتب نئی اور پرانی جمع کی جائیں، ڈیجیٹل لائبریری اور ای۔ بکس جیسی سہولتیں بہم پہنچائی جائیں۔

۹۔ سیرت پر شائع ہونے والی معیاری آرٹیکلز کے کیٹلاگنگ کا اہتمام کیا جائے۔

۱۰۔ سیرت لٹریچر پر حوصلہ افزائی کے انعامات جاری کیے جائیں۔

۱۱۔ سیرت کے غیر مطبوعہ کام کی عالمی سطح پر آگاہی کی کوشش کی جائے بعد ازاں اسے شائع کرنے کا اہتمام کیا جائے۔

Marfat.com

۱۲۔ تمام سیرت چیئرز اپنی اپنی ویب سائٹس جاری کریں اور ان کو ایک دوسرے کے ساتھ منسلک کر دیا جائے۔

۱۳۔ سیرت پروگرام کو مربوط کرنے کے لیے سیرت چیئرز اور دیگر اداروں کے سربراہان کے اجلاس مسلسل بلائے جانے کی سفارش کی جاتی ہے۔ ان اجلاسوں میں سیرت پر انعقاد پذیر صوبائی اور قومی سیرت کانفرنسوں اور سیرت کتب پر انعامات کا باہمی مشاورت سے فیصلہ کیا جائے۔

۱۴۔ سیرت طیبہ پر کام کرتے وقت مستشرقین کے کام کو بھی مدنظر رکھا جائے۔ غیر ملکی زبانوں میں پائے جانے والے اہم کاموں کے ترجمے کا اہتمام کیا جائے۔

۱۵۔ سیرت مبارکہ ﷺ کی نشر و اشاعت کے لیے تمام جدید ذرائع ابلاغ سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کیا جائے۔

۱۶۔ عوامی سطح پر سیرت مبارک ﷺ سے عدم دلچسپی پر وقتاً فوقتاً رپورٹ کرنے کے لیے ایک سیل قائم کیا جائے۔ بعدازاں اس پر عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق لٹریچر تیار کر کے فراہم کیا جائے۔

۱۷۔ سیرت نبوی ﷺ پر کام کرتے ہوئے آپ ﷺ کے پیغمبر انسانیت کے پہلو کو زیادہ سے زیادہ اجاگر کیا جائے۔

۱۸۔ سیرت نبوی ﷺ کی عملی حیثیت کو اجاگر کرنے کا مربوط اہتمام کرنا مقصود اول ہو۔

چوتھی انٹرنیشنل سیرت کانفرنس:

یہ انٹرنیشنل سیرت کانفرنس ۵-۷ دسمبر ۲۰۱۰ء میں منعقد ہوئی۔ جس کے اہم عنوانات یہ ہیں:

۱۔ بنیادی انسانی حقوق سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں

۲۔ مکالمہ بین المذاہب سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں

اس میں پیش لفظ راقم الحروف کا ہے اور خطبہ صدارت وائس چانسلر ڈاکٹر مختار احمد نے دیا۔ جس میں ملکی جامعات کے محققین کے علاوہ شام، مصر، سعودی عرب، ترکی اور انڈیا کے سکالرز نے شرکت کی۔ پاکستان کی جامعات سے کم و بیش بیالیس محققین و سکالرز نے تحقیقی مقالات پیش کیے۔ جن کی تعداد ۷۰ کے قریب ہے۔ چند ایک نمایاں شخصیات اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

پروفیسر ڈاکٹر محمد اکرم چودھری وائس چانسلر یونیورسٹی آف سرگودھا

پروفیسر ڈاکٹر احمد محمد شرقاوی جامعہ الازھر قاہرہ، حال جامعہ اسلامیہ المدینہ المنورہ

حافظ نثار الحق ٹیکساس، امریکہ

ڈاکٹر حفیظ ارشد ملک لندن برطانیہ

Marfat.com

پروفیسر ڈاکٹر ابراہیم بن محمد ابراہیم جامعہ الازہر قاہرہ، مصر
ڈاکٹر عبدالحمید خروب الجزائر
علامہ عبدالرزاق مانچسٹر برطانیہ
سید سلمان ندوی ساؤتھ افریقہ
محمد عبدہ عتین ناظم رابطہ عالم اسلامی (سعودی عرب) مکتب اسلام آباد
ڈاکٹر حافظ عبدالرشید اظہر شہید مبعوث سعودی عرب اسلام آباد
پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر سابق ڈین اورینٹل لینگویجز پنجاب یونیورسٹی لاہور
حکیم محمود احمد ظفر سیالکوٹ
پروفیسر ڈاکٹر سفیر اختر انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد
پروفیسر ڈاکٹر عبدالرشید سابق ڈین علوم اسلامیہ کراچی یونیورسٹی کراچی
پروفیسر ڈاکٹر حافظ محمد اشرف پنجاب یونیورسٹی لاہور
ڈاکٹر محمد اشرف شاہین بلوچستان یونیورسٹی کوئٹہ
پروفیسر ڈاکٹر معراج الاسلام ضیاء پشاور یونیورسٹی پشاور
پروفیسر ڈاکٹر انعام الحق کوثر کوئٹہ
پروفیسر ڈاکٹر خلیل الرحمن علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد
ڈاکٹر خالد ظفر اللہ گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج گوجرہ

سفارشات:

چوتھی تین روزہ بین الاقوامی سیرت کانفرنس ۵-۷ دسمبر ۲۰۱۰ء میں منعقد ہوئی۔ جس کے اہم عنوانات یہ ہیں: (۱) ''بنیادی انسانی حقوق سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں'' (۲) ''مکالمہ بین المذاہب سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں'' اس کانفرنس میں سفارشات مرتب کرنے کے لیے ایک کمیٹی تشکیل دی گئی۔ جس میں پروفیسر ڈاکٹر سید سلمان ندوی، ڈاکٹر حفیظ ارشد ملک لندن، ڈاکٹر عبدالحمید خروب الجزائر، ڈاکٹر ابراہیم بن محمد ابراہیم جامعہ ازہر قاہرہ، ڈاکٹر احمد شرقاوی القاہرہ مصر حال الجامعۃ العرب الاسلامیہ مدینہ منورہ، ڈاکٹر حافظ نثار الحق امریکہ، ڈاکٹر معراج الاسلام ضیاء، پشاور یونیورسٹی پروفیسر ڈاکٹر عبدالرشید کراچی، ڈاکٹر حافظ محمود اختر آف پنجاب یونیورسٹی، ڈاکٹر حافظ محمد اشرف پنجاب یونیورسٹی، ڈاکٹر خلیل الرحمن اسلام آباد، ڈاکٹر اشرف شاہین، ڈاکٹر انعام الحق، ڈاکٹر خالد ظفر اللہ پرنسپل گورنمنٹ کالج سمندری، ڈاکٹر سلیم طارق خان، ڈاکٹر شمس البصر اور ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر شامل تھے۔

Marfat.com

ملکی وغیر ملکی ارباب علم وفضل اور اصحاب عقل و دانش نے اس سہ روزہ چوتھی عالمی سیرت کانفرنس میں ہر دو موضوعات کے حوالے سے اپنے اپنے پیش کردہ مقالہ جات میں انفرادی اور اجتماعی آراء وتجاویز پیش کی ہیں۔ جن کو سفارشات کمیٹی کی طرف سے Consolidated شکل میں پیش کیا جاتا ہے:

۱۔ اختلاف رائے کے بعد مکالمہ کی تعریف یوں تسلیم کی جائے کہ مکالمہ ایک دوسرے کے افکار ونظریات اور مسائل وتحفظات کو سمجھنے کا نام ہے نہ کہ قبول کرنے کا:

"To understand each other not to accept the others"

۲۔ مکالمہ کی ضرورت واہمیت پر بعد المشرقین جیسے اختلاف رائے کے بعد یہ فکر غالب رہی ہے کہ مکالمہ بین المذاہب کے چیلنج کو عصر حاضر کی علمی وفکری اور سیاسی وسماجی ضرورت کے تحت قبول کیا جائے۔

۳۔ مکالمہ بین المذاہب کا دائرہ ہر مذہبی اور سماجی گروہ تک بڑھایا جائے اور تمام افکار وادیان کے حاملین سے مکالمے کی میز سجائی جائے۔

۴۔ مکالمے کی رائج الوقت defination کو تسلیم کرنے کے ساتھ ساتھ مکالمہ کی میز پر بحیثیت مسلم اپنے فریضۂ دعوت وتبلیغ کی ادائیگی کی شعوری کوشش کی جائے۔

۵۔ مکالمہ بین المذاہب کے لیے اہل ترین افراد کی علمی وفکری تیاری کی جائے۔

۶۔ مکالمہ بین المذاہب کے میدان میں اترنے والے افراد کی آداب مجلس اور آداب گفتگو کے حوالے سے بہترین تربیت کی جائے۔

۷۔ مکالمے کی میز علمی وفکری طور پر برابری کی سطح پر سجائی جائے، فریق مخالف کے سیاسی ومعاشی غلبے کو افکار کی برتری کی دلیل نہ بنایا جائے۔

۸۔ مکالمہ کی میز پر بیٹھنے والے مسلم سکالرز کو متعصبانہ سوچ کی بجائے دانشمندانہ فکر کے ساتھ اسلام کی جامع تر نمائندگی کرنی چاہیے۔

۹۔ مکالمہ کی میز پر بیٹھنے والے مسلم سکالرز کو فریق مخالف کے علمی وفکری پس منظر کے ساتھ خاص طور پر سیاسی وسماجی پس منظر کو مدنظر رکھنا چاہیے۔

۱۰۔ مکالمہ بین المذاہب کے حوالے سے سیمینارز اور کانفرنسز کا تسلسل سے انعقاد ہوتا رہنا چاہیے۔

۱۱۔ مکالمہ بین المذاہب کانفرنسوں میں دیگر افکار وادیان کی نمائندہ شخصیات کو بھی دعوت دی جائے۔

۱۲۔ یونیورسٹیز کی سطح پر سیرت چیئرز کی طرز پر مکالمہ بین المذاہب چیئرز کا قیام عمل میں لایا جائے۔

۱۳۔ علوم اسلامیہ میں قرآن وسنت کی روشنی میں مکالمہ بین المذاہب کی تدریس کو شامل نصاب کیا جائے۔

۱۴۔ مکالمہ بین المذاہب پر رہنما لٹریچر کی فراہمی کا بندوبست کیا جائے۔

۱۵۔ غیر ملکی زبانوں میں موجود لٹریچر کا ماہرین زبان وترجمہ کی مدد سے ترجمہ کروایا جائے اور ''ٹرانسفر آف

Marfat.com

نالج'' کی کمی کو پورا کیا جائے۔

۱۶۔ مکالمہ بین المذاہب پر اسلاف کی میراث کو نئی نسل کو مہیا کرنے کا بندوبست کیا جائے۔

۱۷۔ مکالمہ بین المذاہب کے موضوع پر انگریزی، عربی اور اردو میں ایک معیار علمی و تحقیقی مجلّہ شائع کیا جائے۔

۱۸۔ بین المذاہب ڈائیلاگ کو بین المسالک بحث مباحثے میں ڈھالنے کی پرفریب فکر کے پرخطر انجام کو پیش نظر رکھ کر اس سے دور رہا جائے۔

۱۹۔ Interfaith کے معاشی ومعاشرتی مفادات کی بنیاد پر دکانیں نہ سجائی جائیں بلکہ اخلاص نیت سے جامع تعلیمات اسلامیہ کے ابلاغ اور پرامن بقائے باہمی کے فروغ کے لیے مکالمہ بین المذاہب کا اہتمام کیا جائے۔

۲۰۔ بنیادی انسانی حقوق کے حوالے سے کرۂ ارض پر اوپن (Open) اور جامع ترین علمبردار کے طور پر رسول اللہ ﷺ کی سیرت کاملہ کو پیش کیا جائے۔

۲۱۔ اقوام متحدہ کا بنیادی انسانی حقوق کا عالمی چارٹر درحقیقت سیرت نبویؐ کے عطا کردہ بنیادی انسانی حقوق کا چربہ ہے۔ اس تحقیق کا علمی انداز میں عالمی سطح پر ابلاغ واظہار کیا جائے۔

۲۲۔ بنیادی انسانی حقوق کی بنیاد پر اقوام عالم میں کسی بھی سطح پر سجائے گئے فورم پر اپنی میراث نبوی ﷺ کے ساتھ شرکت کی جائے۔

۲۳۔ جامعات میں اسلامی تعلیمات کی بنیاد پر بنیادی انسانی حقوق کی تدریس شامل نصاب کی جائے۔

۲۴۔ سیرت نبویؐ میں عطا کردہ بنیادی انسانی حقوق کا دیگر مختلف فورموں سے عطا کردہ بنیادی انسانی حقوق سے تقابلی جائزہ لینے کے سیمینارز اور کانفرنسز کا اہتمام جاری رہنا چاہیے۔

۲۵۔ سیرت نبویؐ میں تکریم انسانیت کی تعلیمات اور عملی اظہار کے لیے اہل علم اپنا فریضہ سرانجام دیں تاکہ عوام میں باہمی رواداری اور باہمی محبت فروغ پائے۔

۲۶۔ اس کانفرنس میں پیش کیے جانے والے مقالات کی اشاعت جلد از جلد یقینی بنائی جائے۔

پانچویں انٹرنیشنل سیرت کانفرنس:

یہ انٹرنیشنل سیرت کانفرنس ۲۹-۳۱ جنوری ۲۰۱۳ء میں منعقد ہوئی۔ جس کا عنوان ''عصر حاضر کے معاشرتی مسائل اور ان کا حل سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں'' ہے۔ اس میں خطبہ استقبالیہ پروفیسر ڈاکٹر سلیم طارق خان، ڈین فیکلٹی آف اسلامک لرننگ، اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور نے دیا۔ جس میں ملکی محققین کے علاوہ امریکہ، بنگلہ دیش، مصر، کویت، سعودی عرب، الجزائر اور انڈیا کے سکالرز نے شرکت کی۔ جس میں انھوں نے اپنے تحقیقی مقالات پیش کیے۔ جن کی تعداد کم وبیش ۴۰ کے قریب ہے۔ جن میں سے چند ایک نام درج ذیل ہیں:

مولانا محمد حنیف جالندھری، ناظم اعلیٰ، وفاق المدارس، ملتان۔
پروفیسر ڈاکٹر محمد اکرم چودھری، وائس چانسلر سرگودھا یونیورسٹی، سرگودھا
ڈاکٹر سہیل حسن، شعبہ حدیث، انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد
ڈاکٹر محمد حماد لکھوی، ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی لاہور
پروفیسر ڈاکٹر حافظ محمد اسرائیل فاروقی، چیئرمین شعبہ علوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی، لاہور
ڈاکٹر محمد اعجاز، ڈائریکٹر شیخ زید اسلامک سنٹر پنجاب یونیورسٹی لاہور
سید عبدالغفار بخاری، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد
پروفیسر ڈاکٹر شبیر احمد منصوری، ڈائریکٹر مودودی انسٹیٹیوٹ، لاہور
پروفیسر ڈاکٹر عبدالقدوس صہیب شعبہ علوم اسلامیہ بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان
ڈاکٹر عبدالعزیز صالح الطبیان، ڈین کلیہ الدعوۃ واصول الدین، مدینہ یونیورسٹی، سعودی عرب
پروفیسر ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر، چیئرمین شعبہ علوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف سرگودھا
حافظ محمد سعد اللہ، ایڈیٹر اردو دائرہ معارف اسلامی، پنجاب یونیورسٹی لاہور
ڈاکٹر منیر احمد، اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ، اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور
ڈاکٹر حافظ محمد عبداللہ، ایسوسی ایٹ پروفیسر، شیخ زید اسلامک سنٹر، پنجاب یونیورسٹی
ڈاکٹر محمد یوسف صدیق، ڈھاکہ یونیورسٹی، بنگلہ دیش
پروفیسر ڈاکٹر احمد محمد شرقاوی جامعہ الازہر قاہرہ، حال جامعہ اسلامیہ المدینۃ المنورہ
ڈاکٹر خالد ظفر اللہ، ایسوایٹ پروفیسر، گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج، گوجرہ، فیصل آباد
ڈاکٹر حافظ ضیاء الرحمن، لیکچرر، شعبہ علوم اسلامیہ، اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور

مذکورہ کام کے علاوہ درج ذیل منصوبے بھی پیش نظر ہیں:

۱۔ ”عہد نبوی میں سیاسی و معاشرتی اداروں کا ارتقاء“
۲۔ خصائص النبی ﷺ لابن ملقن (تحقیق)
۳۔ الاربعین الطائیہ لابی الفتوح محمد بن محمد الطائی (تحقیق)
۴۔ الرباعیات، للامام نسائی (تحقیق)
۵۔ الاستدراک علی الاستیعاب لابن عبدالبر، لابن الامین (تحقیق ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر، چھپ چکی ہے)
۶۔ سیرت انسائیکلوپیڈیا
۷۔ صحیح سیرت نبوی ﷺ

Marfat.com

۸۔ بین الاقوامی تنازعات کا حل سیرت نبوی ﷺ کی روشنی میں
۹۔ سیرت نبوی ﷺ اور عصرِ حاضر
۱۰۔ بنیادی انسانی حقوق سیرت نبوی ﷺ کے تناظر میں
۱۱۔ تعلیم وتربیت کا نبوی ﷺ اسلوب
۱۲۔ مقالاتِ حدیث

13. What Orientalists say on Seerah of Muhammad(p.b.u.h), A Critical Analysis by Dr. Abdul Rauf Zafar, Dr. Javed Hussain Gill & Nighat Hashmi.
14. What Orientalists say on Hadith of Muhammad(p.b.u.h), A Critical Analysis by Dr. Abdul Rauf Zafar.
15. Muhammad(p.b.u.h) The Educationist of Mankind(Nighat Hashmi)

الغرض سرزمین بہاولپور میں بھی جو اسلامی روایات اور تہذیبی اقدار کی بڑی طویل تاریخ رکھتی ہے ایسے ایسے گوہر گراں نماں دفن ہیں جن کی چمک دمک سے یہ خطہ ارضی روشن ہے۔

بہاولپور شہر کے ان بزرگانِ محدثین کرام کا تذکرہ کر رہے ہیں جنھوں نے اپنے علم وفضل کی بدولت سیرت نگاری میں نمایاں مقام حاصل کیا اور اپنی دینی خدمات سے بہاولپور کے عوام کو فیض یاب کیا۔

Marfat.com

بہاولپور کے سیرت نگار

ا۔ مولانا احمد علی رحمہ اللہ

آپ بستی خواجہ میں بروز شنبہ بوقت طلوعِ آفتاب مولانا گل محمد صاحب کے گھر ۱۳۰۳ء میں پیدا ہوئے۔ قرآن کریم اور فارسی کی تعلیم اپنے والد صاحب سے حاصل کی، اس کے بعد مولانا محمد بخش رحمہ اللہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر اکتساب علم کا سلسلہ شروع کیا۔ آپ رحمہ اللہ کی خداداد ذہانت اور بے پناہ علمی اور خاندانی تعلقات، اساتذہ کی توجہ کے لیے مقناطیس ثابت ہوئے۔ تھوڑے عرصے کے بعد متخصص طلبہ میں شمار ہونے لگے۔ شرح عقائد، خیالی عبدالغفور، مطلول اور ہدایہ کی کتابیں حضرت شاہ جمالی کی خدمت میں رہ کر مکمل کیں۔ دورۂ حدیث کی تکمیل کے لیے حضرت استاد کی اجازت سے دارالعلوم دیو بند میں تشریف لے گئے۔

حضرت مولانا محمود حسن رحمہ اللہ کا عہد تھا، حضرت کا درسِ حدیث علماء وفضلاء کے لیے آب حیات کا کام دیتا تھا۔ چنانچہ آپؒ نے خوب استفادہ کیا۔ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ آپ کے دورۂ حدیث کے ہم سبق تھے۔ دیو بند سے سند فراغت حاصل کر کے مراجعت فرما وطن ہوئے۔ حصولِ علم کے شوق کا یہ عالم تھا کہ بندیال میں مولوی یار محمد صاحب کے ہاں چلے گئے وہاں علوم وفنون کی تکمیل کی فراغت کے بعد حضرت خواجہ سلطان احمد دین صاحب سجادہ نشین خانقاہ شریف تشریف لائے۔ حضرت کی علم کی فراوانی اور تدریس کا انداز طلبہ کی کشش کا باعث ہوا۔ تھوڑے ہی عہد میں خانقاہ شریف کا مدرسہ نامور مدارس میں شمار ہونے لگا آپ کے شاگرد سندھ اور بہاولپور، بلوچستان اور ڈیرہ غازیخان کے مشہور علمائے دین ہیں۔

تلامذہ:

آپ کے جلیل القدر تلامذہ میں حضرت مولانا عبیداللہ، سابق شیخ الجامعہ مولانا اللہ بخش صاحب ترنڈہ گور، مولانا حبیب اللہ گمانی والے، مولانا مفتی واحد بخش صاحب صدر المدرسین مدرسہ فاضل احمد پور شرقیہ اور مولانا عبیداللہ سندھی قابل ذکر ہیں۔

۱۹۲۵ء میں جامعہ عباسیہ کی تاسیس ہوئی، حضرت مولانا غلام محمد گھوٹوی شیخ الجامعہ مقرر ہوئے، آپ کی جلالت علمی کی بنا پر آپ کو جامعہ عباسیہ کا نائب الشیخ تجویز کیا گیا۔

طلبہ کرام:

سینکڑوں طلبہ نے آپ سے علمی فیض حاصل کیا، جن میں مولانا عبدالحمید رضوانی نائب شیخ الجامعہ،

مولانا حافظ عبدالحئی ،صاحب چشتی، جامعہ عباسیہ، علامہ حافظ عبدالرحمٰن صاحب ناظم امورمذہبیہ بہاولپورخاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

تاریخ وفات:

آخر آفتابِ علم وحکمت حیاتِ طیبہ کی ۷۸ منزلیں طے کر کے ۹ رجب ۱۳۷۸ھ ۲۰ جنوری ۱۹۵۹ء کو بروز شنبہ بوقت طلوع شمس ڈوب گیا۔

2۔مولانا اسد مہاروی رحمہ اللہ:

آپ بارھویں صدی ہجری میں پیدا ہوئے ،حضرت شیخ المشائخ خواجہ نور محمد مہاروی رحمہ اللہ کے معاصر تھے، اور تکمیل علوم کے لیے ان کے ہمراہ عازم دہلی ہوئے۔حضرت خواجہ صاحب نے علوم معرفت میں یکتائی پیدا کی اور واپس آ کر ایک عالم کو فیضاب کیا۔

کچھ عرصہ بعد دارالحکومت بہاولپور میں تشریف لا کر اقامت گزین ہوئے اور فرمانروا ریاست بہاولپور نواب محمد بہاول خان عباسی ثالث نے مولانا کے قدوم میمنت لزوم کو غنیمت سمجھا اور نہایت ادب واحترام سے مولانا کی خدمت میں خود حاضر ہوا۔ بہاولپور کی جامع مسجد کی امامت مولانا کے سپرد ہوئی اور سلسلہ درس وتدریس بہاولپور میں جاری کیا۔

اساتذہ کرام:

حضرت مولانا غلام رسول صاحب رحمہ اللہ چنڑ (المتوفی ۱۲۹۲ھ) مولانا نور جہانیاں صاحب رحمہ اللہ کے شاگرد تھے۔

تلامذہ:

آپ سے خلق کثیر نے استفادہ کیا، سابق ریاست بہاولپور اور اضلاع متعلقہ ڈی.جی خان، مظفر گڑھ اور ملتان میں آپ کے شاگرد موجود تھے۔

کتب:

مولانا صاحب نے ''اسدیہ حاشیہ حمداللہ'' ''اسدیہ حاشیہ یراں غوجی'' اسدیہ حاشیہ صدورہ'' تصنیف فرمائے۔

3۔مولانا اسرارالحق رحمہ اللہ:

آپ گنگوہ کے رہنے والے تھے،لیکن ایک سال کے تھے کہ والد صاحب کا انتقال ہوگیا۔نو سال کی

Marfat.com

عمر میں آپ کی تعلیم و تربیت کی ذمہ داری آپ کے ماموں شیخ الحدیث حضرت مولانا فاروق احمد انصاری رحمہ اللہ نے لے لی۔

آپ دیوبند تشریف لے گئے اور دورۂ حدیث مکمل کیا۔ ابتدائی تدریسی خدمات مدرسہ عربیہ ڈابھیل سورت انڈیا میں انجام دیں۔ پانچ سال کے بعد مظاہر العلوم سہارن پور گئے اور بطور مدرس طالبعلموں کو پڑھاتے رہے۔ مولانا فاروق احمد جو آپ کے ماموں اور سسر بھی تھے نے آپ کو بہاولپور بلا لیا اور مدرسہ دینیات برانچ احمد پور شرقیہ میں بطور مدرس تعینات کرا دیا گیا۔ جامعہ عباسیہ کے قیام پر ان کی خدمات جامعہ کے سپرد کر دی گئیں۔ جامعہ میں شیخ التفسیر اور شیخ الحدیث کے منصب پر مامور ہوئے۔

تاریخ وفات:

۱۹۷۷ء کو اس دار فانی سے رحلت فرمائی، قبرستان نور شاہ بخاری میں سپردِ خاک کیا گیا، مولانا کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ سید محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کے آخری شاگرد تھے۔ کیونکہ وہ اپنے استاد انور شاہ کشمیری کا اکثر حوالہ دیا کرتے تھے۔

4۔ شیخ حسین احمد بخاری رحمہ اللہ:

آپ کا نام شیخ حسین بن احمد بن حسین بن علی حسینی بخاری اوچی، کنیت ابو عبداللہ اور لقب مخدوم جہانیاں جہاں گشت تھا۔ آپ کے والد حضرت سید احمد رحمہ اللہ اور دادا حضرت جلال سرخ بخاری بہت پایہ کے بزرگ ہو گزرے ہیں۔

آپ ۱۴ر شعبان ۷۰۷ھ کو بمقام اُچ پیدا ہوئے۔ اُچ ہی میں نشو و نما پائی، شروع سے آخر تک تمام کتابیں اُچ شریف کے ایک عالم دین قاضی بہاء الدین (آٹھویں صدی کے بزرگ ہو گزرے ہیں) سے پڑھیں۔

قاضی بہاء الدین کی وفات کے بعد شیخ رکن الدین م ۷۳۵ھ کے پاس ملتان چلے گئے، وہاں شیخ موصوف کے حکم سے ان کے پوتے شیخ موسیٰ اور شیخ مجد الدین ملتانی کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا اور ایک سال میں ان سے درسی کتابوں کی تکمیل کی۔

5۔ مولانا غلام رسول بہاولپوری رحمہ اللہ:

مولانا غلام رسول بہاولپوری تیرھویں صدی کے دوسرے ثلث میں بہاولپور میں پیدا ہوئے۔ چغتائی نسل سے تعلق رکھتے تھے۔ مولانا غلام رسول نے علمی زندگی کا آغاز شہر میں تدریس سے کیا کچھ عرصہ بعد واپس بہاولپور آئے اور چرچ آف انگلینڈ مشن کے سکول میں السنہ شرقیہ کے استاد مقرر ہو گئے اور تا حیات اسی سکول سے وابستہ رہے۔ موصوف نے ۱۹۸۰ء میں وفات پائی۔

Marfat.com

6۔ مولانا حفیظ الرحمٰن حفیظ رحمۃ اللہ:

مولانا محمد حفیظ الرحمٰن حفیظ بن عزیز الرحمٰن ۱۸/ربیع الاخریٰ ۱۳۱۴ھ ۲۷/ستمبر ۱۸۹۶ کو بہاولپور میں پیدا ہوئے۔

جدید تعلیم کے ساتھ گھر پر عربی اور فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ مولانا حفیظ الرحمٰن حفیظ علم وادب کا خزینہ تھے، کئی تصنیفات اور تالیفات آپ کی یادگار ہیں۔ آپ نے سرائیکی زبان میں قرآن مجید کا تحت اللفظ ترجمہ کیا۔

آپ کی حسبِ ذیل کتابیں ہیں:

۱۔ الحبیب، رسول اکرم ﷺ کی سوانح حیات

۲۔ مختصر تاریخ تاجدارانِ بہاولپور ریاست۔

۳۔ ذکر عید میلاد۔

ان کے علاوہ ان کے بیسیوں مقالات ''العزیز'' بہاولپور اور دوسرے رسائل میں منتشر ہیں۔

آپ نے ۴/دسمبر ۱۹۵۹ء کو وفات پائی۔

7۔ اختر حسین بہاولپوری

(سنتِ حبیب ﷺ زمزم پبلشرز، شاہ زیب سنٹر، نزد مقدس مسجد، اردو بازار۔ ۲۰۰۷، کراچی/ صفحات: 535 قیمت: 180)

اس کتاب میں ارشاد احمد قاسمی کی تالیف ''شمائل کبریٰ'' کو پیش نظر رکھا گیا ہے اور سیرت کے کئی پہلوؤں پر بحث کی گئی ہے۔ جس کی تفصیل باب پنجم میں ہے۔

Marfat.com

باب چہارم

سیرت النبی ﷺ تاریخ وارتقاء

برصغیر پاک و ہند میں سیرت نگاری

(۱) قیام پاکستان سے پہلے سیرت نگاری:

عموماً مصنفین کے مطابق ہندوستان میں پہلے پہل ۹۴ھ میں مسلمان فاتحین کی آمد محمد بن قاسم کی سندھ پر حملہ آوری کے وقت سے ہوئی۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہندستان میں عربوں کی آمد ۱۳ھ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت ہی میں ہوگئی تھی۔ عربوں کا ہند پر پہلا عسکری حملہ حکم بن عمر التغلبی کی کمانڈ میں ہوا۔ (۲۳ھ) جنھوں نے راجہ راسل کوشکست فاش دے کر حکومت پر قبضہ کرلیا اور ساتھ ہی عربوں نے ہندوستان کے غربی ساحل پر بھی حملہ شروع کردیے۔ لیکن خلیفۂ وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم پر عربوں نے یہ پیش قدمی روک دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کے متصل بعد مکرانیوں نے علمِ بغاوت بلند کردیا، چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس بغاوت کوفروکرنے کے لیے حضرت عثمان بن العاص کو مامور کردیا۔ عثمانؓ بن العاص نے پہلے تھانہ پر بیل پر پے درپے حملے کر کے اہل مکران کی بغاوت کو لگام دے دی ان حملوں کے سیاسی نتائج جو ہوئے وہ تو الگ موضوع ہے، تاہم ان حملوں کے نتیجے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کو یہیں رہ کر اشاعت اسلام کا ایک سنہری موقع ہاتھ لگ گیا۔ چنانچہ اس برگزیدہ جماعت نے اپنے آبائی وطنوں کو خیر باد کہہ کر یہیں مستقل سکونت اختیار کرلی اور یہ مبارک جماعت ہندوستان میں اسلام کی آبیاری کا سبب بنی۔

یہ تو ظہور اسلام کے بعد کی عرب وہند کے تعلقات کی ایک مختصر سی روداد ہے ورنہ عرب وہند کے تعلقات تو حضرت آدم علیہ السلام کے ہبوط ارضی کے وقت سے ہی استوار ہوگئے تھے کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام کو ہندوستان کے جنوبی خطے سری لنکا میں اتارا گیا تھا اور حضرت حواؑ کو عرب میں جدہ کے مقام پر اتارا گیا تھا۔ (۱) جدہ عربی زبان میں دادی کو کہا جاتا ہے، اسی مناسبت سے سعودی عرب کے اس شہر کا نام جدہ رکھا گیا ہے کیونکہ اسی سرزمین پر ہی انسانوں کی جدہ اعلیٰ کو اتارا گیا تھا پھر اذن خداوندی سے حضرت آدم علیہ السلام ہندوستان سے چل کر عرب گئے اور میدان عرفات میں دونوں کی ملاقات ہوئی۔

اسی طرح عہد فاروقی وعثمانی سے پہلے بھی عرب، ہندوستان کے باہمی تجارتی تعلقات تھے۔ طلوع اسلام سے قبل عربوں کی تجارتی کشتیاں ہند کے جنوبی ساحل مالا بار، کارومنڈل، ٹراونکور، گجرات، لگادیب اور

Marfat.com

مالدیپ کے سواحل پر آئی تھیں (۲)، اور یہ تعلقات طلوع اسلام کے بعد بھی برقرار رہے۔ لیکن یہ تعلقات ایک مضبوط کڑے کی صورت ۹۴ھ میں محمد بن قاسم کے سندھ پر حملہ کے بعد اختیار کر گئے۔ محمد بن قاسم کے ساتھ جہاں سربکف مجاہدین کی ایک بلند حوصلہ فوج تھی تو وہیں اعلیٰ کردار کے حاصل مبلغین و داعیین کی بھی ایک جماعت موجود تھی جو کہ مالدیپ سے لے کر ملتان تک پھیل گئے۔ ان مسلمانوں مبلغین کی ان تھک محنتوں اور اعلیٰ کردار کا غیر مسلموں پر گہرا اثر ہوا اور وہ سرعت کے ساتھ دائرۂ اسلام میں داخل ہونا شروع ہو گئے۔ سندھ میں مسلم اسٹیٹ کے قیام سے ملتان، دیبل، سندھ، خضدار، قندابیل میں اسلامی علوم کی اشاعت کے اہم مراکز قائم ہو گئے۔ محمد بن اسحاق نے ان سارے مراکز کا بالا ستیعاب ذکر کیا ہے۔ ان مراکز نے اسلامی علوم کی اشاعت خصوصاً علوم الحدیث اور سیرت میں نمایاں کردار ادا کیا (۳)۔ اسلامی لشکر کے ساتھ آنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم گو کہ یہاں کے ناموافق حالات کی وجہ سے علم حدیث و سیرت کی اشاعت کے لیے کوئی مضبوط نیٹ ورک یا اساس مہیا نہ کر سکے لیکن جب سندھ میں مسلمان کی حکومت مستحکم ہو گئی تو مسلم اہل علم کو یکسوئی کے ساتھ علم حدیث و سیرت کی اشاعت کا موقع میسر آ گیا، اس ضمن میں جو نام بطور خاص لیے جا سکتے ہیں ان میں موسیٰ بن یعقوب الثقفی، یزید ابن ابی کبشہ الدمشقی (۹۴ھ) المفضل بن المھلب بن ابی صفرۃ (۱۰۲ھ) ابو موسیٰ اسرائیل بن موسیٰ البصری جو کہ نزیل ہند کے نام سے مشہور رہے، ربیع بن صبیح السعدی البصری (م ۱۴۰ھ)۔ صاحب کشف الظنون فرماتے ہیں یہ تابعی بزرگ (۴) علم حدیث کے ان اولین علمبرداروں میں سے ہیں جنھوں نے دوسری صدی ہجری میں جمع و تدوین حدیث سیرت کا کام سرانجام دیا۔ اسی طرح حباب بن فضالہ اور اسرائیل بن موسیٰ المقلب نزیل ہند، ہندوستان میں فروغ علم حدیث میں کوشاں رہے۔ اسرائیل بن موسیٰ نزیل ہند حضرت امام حسن بصری کے تلمیذ تھے۔ اور حباب بن فضالہ کو امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا تھا۔ اسی طرح دوسری صدی ہجری کے ائمہ حدیث و سیرت میں نمایاں نام ابو معشر نجیع السندھی (۱۷۰ھ) کا ہے جو کہ مغازی و سیرت کے مؤلف ہیں، یہ کتاب اب ناپید ہو چکی ہے لیکن اس کی روایات واقدی کی ''المغازی'' اور ''الطبقات الکبریٰ'' لابن سعد میں سب آ گئی ہیں، اسی طرح آپ علیہ السلام کے خطوط کو پہلے پہل جمع کرنے کا کام بھی اہل سندھ ہی کا طرۂ امتیاز ہے۔ تیسری صدی ہجری کے وسط میں ابو جعفر الدیلی نے ''مکاتیب النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' مرتب کی۔

چوتھی صدی ہجری میں ایک بزرگ رجاءً السندھی (م ۳۲۱ھ) ہیں۔ ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ آپ نومسلم تھے (۵) اور بغداد میں درس حدیث دیا کرتے تھے۔ چوتھی صدی کے بعد تقریباً ساتویں صدی کے ابتدائی کچھ عرصہ تک برصغیر پاک و ہند میں سیرت و حدیث کے باب کوئی قابل ذکر خدمت نہیں انجام پائی حالانکہ تیسری صدی کے نصف آخر تک ملتان و منصورہ میں مسلمانوں کی مسلم ریاستیں تھیں۔ اس کے بعد پھر ان ریاستوں پر اسماعیلیوں نے قبضہ کر لیا۔ جس کی وجہ سے یہاں پر علوم اسلامیہ خصوصاً علم سیرت کی اشاعت منقطع

Marfat.com

ہوگئی تا آنکہ ساتویں صدی کی ابتداء میں بھی گوکہ اردو نثر میں کسی خاص تصنیف کا کوئی تذکرہ نہیں ملتا البتہ اس دور میں یہاں کے اولیاء کرام کے فارسی ملفوظات ملتے ہیں گوکہ یہ کوئی مستقل تصنیف و تالیف نہ تھے لیکن کسی نہ کسی درجہ میں لسانی برکات کا درجہ ضرور رکھتے ہیں۔ ساتویں صدی ہجری کا ایک ناقابل فراموش کارنامہ یہ ہے کہ اس صدی کی یادگار امام حسن صنعانی لاہوری (۶۵۰ھ) کی تصنیف ''مشارق الانوار النبویہ من صحاح الاخبار المصطفویہ'' ہے۔ جس نے غیر معمولی شہرت پائی۔ شیخ محمد اکرام بزم ملوکیہ میں اس عظیم کتاب کی نسبت فرماتے ہیں کہ ایک عرصہ تک ہندوستان میں علم حدیث میں فقط یہی کتاب رائج تھی اور اس کی ڈھائی ہزار شروح وحواشی تصنیف ہوئیں (۶)۔

آٹھویں صدی ہجری میں سید ھمدانی (۷۱۴ھ تا ۷۸۶ھ) کی کوششوں سے کشمیر میں ۳۷ ہزار غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا اور کئی دینی کتب تصنیف ہوئیں جن میں ''مجمع الاحادیث السبعین فی فضائل امیر المؤمنین اور اربعین امیریہ جیسے اہم رسائل وجود میں آئے۔ اسی صدی میں انیس القرباء کے نام سے ساٹھ صفحات پر مشتمل ایک رسالہ حضرت نور قطب عالم (م ۱۴۱۵ء) نے تحریر کیا۔ اس صدی میں عربی و فارسی کے علاوہ اردو میں بھی تصنیفی کام شروع ہوا (۷) گنج العالم اسی زمانہ کی پیداوار ہے۔ گنج العالم کے علاوہ جناب عین الدین نے اردو میں بھی تین رسائل تحریر کیے۔ شمس اللہ قادری نے اردو قدیم میں ان کا ذکر کیا ہے۔ اس عہد کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ حضرت خواجہ بندہ نواز گیسودراز (م ۸۲۵ھ) اسی صدی میں گزرے ہیں۔ انھوں نے عربی، اردو اور فارسی تینوں زبانوں میں تصانیف یادگار چھوڑیں جن کی تعداد ۱۰۵ بتائی جاتی ہے۔

آپ کی حدیث و سیرت کے متعلق کتب مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) شرح مشارق الانوار

(۲) ترجمان مشارق الانوار

(۳) اربعین

(۴) رسالہ سیرت النبی ﷺ

نویں صدی ہجری میں سیر و مغازی یا حدیث کی کسی اور کتاب یا تصنیف کا ذکر نہیں ملتا۔

دسویں صدی کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ اس صدی میں عربی، فارسی اور اردو کے ساتھ بنگلہ زبان میں بھی کتب معرض تحریر میں آئیں (۸) اس ضمن میں پہلی کتاب ابوبکر بن بہروجی کی کتاب ہے جو انھوں نے الخزری کی حصن حصین کی شرح میں لکھی تھی۔ یہ کتاب ابوبکر بن محمد بہروجی نے گجرات کے بادشاہ کے لیے مرتب کی تھی۔ اس طرح انھوں نے قاضی عیاض اندلسی کی مشہور زمانہ کتاب ''الشفاء'' کا فارسی میں ترجمہ ''عین الفاء'' کے نام سے کیا۔

اس طرح سید سلطان نے اکبر اعظم کے دور خلافت (۱۵۵۴ء) میں ایک کتاب ''وفات رسولؐ'' کے نام سے تحریر کی۔ اس کے علاوہ انھوں نے ''رسول وجے'' کے نام سے بھی ایک کتاب لکھی۔ اس صدی میں سید

Marfat.com

عبدالدول الحسینی فیروز آبادی کی کتاب ''سفر السعادہ'' سے ذات رسول اللہ ﷺ سے متعلق احادیث لے کر ان کا فارسی میں ترجمہ کیا گیا۔علی متقی برھان پوری (م ۱۵۶۸ء) نے کئی دینی موضوعات حدیث پر کتب تحریر کیں جن میں سے ''شرح شمائل النبی ﷺ'' بطور خاص قابل ذکر ہے۔اس کا ایک قلمی نسخہ پشاور میں اسلامیہ کالج کی لائبریری میں موجود ہے۔ اسی طرح مغل بادشاہ اکبر اعظم کے درباری عالم مخدوم الملک عبداللہ سلطان پوری (م۱۵۸۲ء) کی سیرت پر ایک کتاب کا حوالہ رود کوثر میں شیخ محمد اکرام نے دیا ہے۔

گیارھویں صدی ہجری میں شیخ محمد بن فضل اللہ برھان پوری (م۱۶۲۰ء) نے ''التحفہ المرسلہ الی النبی ﷺ'' لکھی جو سیرت پر ایک شاہکار ہے، پھر انھوں نے اپنی اس کتاب کی ایک شرح ''الحقیقۃ لموفق الشریعۃ'' کے نام سے لکھی۔ اللہ نے ان دونوں کتابوں کو بڑی شہرت دی پھر اس کی مزید تین شروحات لکھی گئیں اور انڈونیشیا میں اس کتاب کو بڑی پذیرائی حاصل ہوئی ازاں بعد نور الدین رایزی نے اس کا ملائی زبان میں ترجمہ کیا(۹)۔اس عہد کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اللہ نے حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ (م۱۶۲۴ء) کو پیدا فرمایا۔آپ نے ''اثبات النبوۃ'' اور ''تہلیلیہ'' کے نام سے دو عربی رسائل لکھے۔جن کا موضوع ان کے نام سے عیاں ہے ''تہلیلیہ'' میں انھوں نے کلمہ طیبہ کی تشریح متصوفانہ رنگ میں کی ہے۔

اسی طرح اسی صدی میں حاجی محمد کشمیری (م۱۵۹۷ء) نے شمائل الترمذی کی فارسی زبان میں ''شرح شمائل ترمذی'' کے نام سے لکھی جس کا ایک نسخہ بانکی پور کی لائبریری میں محفوظ ہے (۱۰)۔اسی صدی میں عبدالقادر العیدروسی احمد آبادی (م۱۶۲۷ء) نے ''النور السافر عن اخبار القرن العاشر'' کے نام سے دسویں صدی عیسوی میں پیش آنے والے واقعات پر مشتمل ایک کتاب لکھی۔ اس کے دیباچہ میں تبرکاً رسول اللہ ﷺ کے حالات بھی سپرد قلم کیے ہیں۔اس صدی کو ایک غیر منقوط کتاب سیرت النبی ﷺ کے موضوع پر ''سلک الدرر'' کا امتیاز بھی حاصل ہے۔جس کو محمد صدیق لاھوری نے ۱۶۴۰ء میں تحریر کیا۔ بقول صاحب ''الحدائق الحنفیہ'' اس کا مصنف فیضی سے بھی زیادہ تعریف کا مستحق ہے جس نے بے نقط تفسیر سواطع الالہام لکھی (۱۱) سیرت کی اس کتاب کو راقم الحروف نے ڈاکٹر معراج الاسلام ضیاء سے مل کر تحقیق مجلّہ (الایضاء) میں شیخ زید اسلامک سنٹر پشاور میں شائع کیا ہے۔ نیز شیخ حسین ھروی نے ۱۶۳۵ء میں شرح شمائل النبی ﷺ اور نظم الشمائل کے نام سے شمائل ترمذی کی دو شروحات لکھیں۔ گیارھویں صدی کی سب سے مقبول ترین کتاب شیخ عبدالحق محدث دہلوی (م۱۶۴۳ء) کی ''مدارج النبوۃ'' ہے جو فارسی زبان میں رسول اللہ ﷺ کی پوری حیات پر مشتمل ایک کتاب ہے۔جس کو ہندوستان کے مذہبی لٹریچر میں ایک ممتاز مقام حاصل ہے۔اس کتاب نے حضور ﷺ کی زندگی کے ہر گوشے پر سیر حاصل بحث کی اور کوئی گوشہ تشنہ نہیں رہا۔ ''تذکرہ علمائے ہند'' میں آپ کے ایک اور رسالے ''حلیہ سید المرسلین'' کا ذکر ملتا ہے۔ آپ کے بعد آپ کے صاحب زادہ نور الحق نے بھی شمائل الترمذی کی ''شرح الشمائل'' تالیف کی۔ اوحدالدین مرزا جان برکی نے ''نظم الدر والمرجان'' کے نام سے رسول اللہ ﷺ کی منظوم سیرت لکھی۔جس کا

ترجمہ ''نثر الجواہر'' کے نام سے شیخ سید شاہ علیم اللہ جالندھری (م۱۲۰۲ء) نے فارسی میں کیا۔ بارھویں صدی ہجری شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی صدی ہے۔آپ کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔آپ نے بھی فارسی میں ایک رسالہ سیرت النبی ﷺ پر ''سرور المحزون'' لکھا جس کا اردو ترجمہ ''سیرت الرسول'' از محمد عاقل اور ''سید المرسلین'' از عزیز ملک نے کیا۔

تیرھویں صدی ہجری میں سیرت نگاری میں سب سے بلند نام قاضی ثناء اللہ پانی پتی (م۱۸۱۰ء) کا ہے۔آپ نے شمس الدین صالحی الشامی (م۹۴۲ھ) کی کتاب ''سبل الھدیٰ والرشاد'' کی تیسری جلد کا فارسی میں ''اللباب'' کے نام سے ترجمہ کیا۔اسی طرح خانوادہ شیخ عبدالحق کے چشم و چراغ شیخ سلام اللہ رام پوری (م۱۸۱۴ء) نے شمائل ترمذی کا فارسی میں ''شمائل النبی ﷺ'' کے نام سے ترجمہ کیا۔

سیرت نگاری پر قیام پاکستان (۱۴/اگست ۱۹۴۷ء) سے پہلے ہر مکتبۂ فکر نے کام کیا،ان میں دیوبند، اہلحدیث، شیعہ اور بریلوی حضرات نے اپنے اپنے فن کے جوہر دکھائے۔لیکن قیام پاکستان کے بعد بھی اس میدان میں بہت ترقی ہوئی۔قیام پاکستان کے بعد بھی تمام مکتبۂ فکر نے اپنی اپنی خدمات پیش کیں۔تقسیم برصغیر کے بعد ہندو اور مسلمان الگ الگ ملکوں کے باسی بن گئے۔پاکستان کے مسلمانوں کے لیے تو مذہب کے سلسلہ میں میدان صاف تھا،یعنی انہیں مکمل مذہبی آزادی تھی۔

لیکن بھارت کے مسلمانوں کو دو طرح کے مسائل کا سامنا کرنا پڑا۔ایک تو اپنے مذہبی عقائد پر بھی عمل پیرا ہونا تھا دوسرا اللہ اور اس کے سول ﷺ کے دین کو بھی بچائے رکھنا تھا۔لہٰذا ہندوستان کے مسلمان اس میں کافی حد تک کامیاب رہے۔مسلمانوں نے سیرتِ محمدی ﷺ پر بے شمار کتب تحریر کیں۔بھارت کے ساتھ تعلقات کے سلسلے میں شروع سے ہی پاکستان کے حالات درست نہیں رہے۔جن کی وجہ سے دیگر معاملات کے علاوہ کتب کی ترسیل کا مسئلہ درپیش رہا۔لیکن پھر بھی یہ کتب کسی نہ کسی طریقے سے پاکستان پہنچ جاتی ہیں۔ان کی کتب کو پڑھ کر ان کی محمد مصطفیٰ ﷺ سے محبت وعقیدت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔جس طرح پاکستان میں دینی مدارس قائم ہیں ہندوستان میں بھی بہت سے دینی مدارس قائم ہیں۔ڈاکٹر انور محمود خالد ہندوستان میں مدارس کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''بھارت میں اسلامی مدارس کی ایک شاندار روایت پچھلی صدی سے برقرار ہے۔دارالعلوم دیوبند، مظاہر العلوم سہارن پور، جامع منظر اسلام بریلی،اور دیگر بے شمار اسلامی درسگاہوں کے فیض یافتگان ان اداروں سے فارغ التحصیل ہو کر نکلے تو وہ اپنے سینوں میں خدا اور رسول ﷺ کی محبت لیے ہوئے تھے''۔

سیرت کے حوالے سے غیر مسلموں نے بھی قیام پاکستان سے قبل اور بعد میں بھی کتب لکھیں۔لیکن جس عقیدت کا اظہار ایک مسلم کے قلم سے ظاہر ہوتا ہے غیر مسلموں کو ایسی سعادت نصیب نہیں ہوئی۔قیام

Marfat.com

پاکستان کے بعد سیرت پر بے شمار کتب لکھی گئیں جن کو کتب سیرت میں بلند مقام حاصل ہوا۔ قیام پاکستان کے بعد ہزاروں کی تعداد میں کتب سیرت لکھی گئیں اور ان شاء اللہ یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ ان کتابوں میں بڑی عقیدت کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے سوانحی حالات بیان کیے جاتے ہیں اور آپ ﷺ کی سیرت و کردار پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔ قارئین کا ایک وسیع حلقہ انہیں مرکز دل و نگاہ بنا کر رکھتا ہے۔ قیام پاکستان کے بعد جتنی بھی کتابیں تحریر کی گئی ان میں مسلکی رنگ کی چھاپ نمایاں نظر آتی ہے۔ اس بات کا ذکر ڈاکٹر انور محمود خالد اپنی کتاب میں اس طرح کرتے ہیں:

''ہر عہد کی طرح اس عہد کی کتب سیرت بھی اپنے وقت کے اصلاحی رجحانات کی آئینہ دار ہیں۔ اس دور میں مختلف فقہی دبستانوں اور فرقوں میں ان کے مخصوص عقائد کی جھلکیاں نظر آتی رہی۔ شیعہ، سنی، اہل حدیث، اہل قرآن، دیو بندی، بریلوی اور احمدی حضرات نے جو کتابیں تحریر کیں وہ کم و بیش انہیں خیالات کی تکرار کرتی ہیں، جو ان کے اکابرین اپنی اپنی کتابوں میں ظاہر کر چکے ہیں''۔

Marfat.com

(۲) سیرت نگاری اور عہدِ حاضر

برصغیر کی تقسیم اور ظہورِ پاکستان (۱۴ راگست ۱۹۴۷ء) کے بعد سے لے کر اب تک سیرتِ نبوی ﷺ پر کثیر تعداد میں کتابیں لکھی جا چکی ہیں اور ان شاء اللہ یہ سلسلہ تا ابد جاری رہے گا۔

ہر عہد کی طرح اس عہد حاضر کی کتب سیرت بھی اپنے وقت کے اصلاحی رجحانات کی آئینہ دار ہیں۔ اس دور میں مختلف فقہی دبستانوں اور فرقوں کے مصنفین نے بھی اپنے اپنے مسالک کی پاسداری میں کتابیں لکھیں جن میں ان کے مخصوص عقائد کی جھلکیاں نظر آتی ہیں۔ شیعہ، سنی، اہلِ حدیث، اہل قرآن، دیوبندی اور بریلوی اور قادیانی حضرات نے جو کتابیں تحریر کیں وہ کم وبیش انھیں حضرات کے خیالات کی تکرار کرتی ہیں۔ البتہ اس دور میں بعض ایسے روشن خیال سیرت نگار بھی منظر عام پر آئے ہیں جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کی سیرت کو نئے علوم، نئے حالات اور نئے مسائل کی روشنی میں دکھانے کی کوشش کی ہے۔ یہ مصنفین مغربی ومشرقی علوم سے واقف ہیں، اور رسول اللہ ﷺ کی سیرت وکردار کو شمعِ ہدایت جان کر اس سے کسبِ نور کرتے ہیں۔

اس دور میں ضخیم کتب سیرت بھی وجود میں آئیں اور مختصر بھی، روایتی طرز کی کتابیں بھی اور افسانوی انداز کی بھی۔ رسول اللہ ﷺ کی سیرت کے جزوی پہلوؤں (مثلاً غزوات، اخلاق، معراج، مکتوبات، شمائل، ہجرت وغیرہ) پر بھی الگ الگ کتابیں لکھی گئیں اور سیرت نبوی ﷺ پر مضامین، مقالات اور خطبات وغیرہ کے مجموعوں کی شکل میں بھی۔ بعض کتابوں میں غیر مسلموں کے افکار وخیالات یا مضامین ومقالات جمع کر دیے گئے ہیں اور بعض کتابوں میں آنحضور ﷺ کی پوری حیات مبارکہ قرآن مجید یا احادیث نبوی ﷺ کی روشنی میں دکھانے کی کوشش کی گئی ہے۔

اس دور میں عربی، فارسی اور انگریزی زبانوں کی اعلیٰ کتب سیرت کے تراجم بھی ہوئے، اسلامی کتب تاریخ کے اولین اجزاء بھی سیرت رسول ﷺ کے لیے وقف کیے گئے۔ پچھلی نصف صدی کی طرح اس دور میں بھی لوگوں کے لیے کتب سیرت کی ریل پیل نظر آتی ہے۔ اور اطمینان بخش بات یہ ہے کہ ان کی تالیف میں نامور مصنفین نے حصہ لیا ہے۔ اس عہد میں اخبارات ورسائل کے سیرت نمبر بھی خاصی تعداد میں شائع ہوئے ہیں۔

Marfat.com

(۳) علماء برصغیر کی بعض مخطوط کتب سیرت کا ایک جائزہ

علماء برصغیر کی سیرت پر کاوشوں کا ایک حصہ وہ ہے جو کہ تاحال مختلف کتب خانوں اور لائبریریوں میں مخطوطات کی شکل میں موجود ہے۔ ان مخطوطات میں سے چند ایک مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ ''بدر المنیر'' مخدوم عبداللہ نروالا کی تصنیف ہے جو کہ قدیم سندھی زبان میں ہے اور بارہویں صدی ہجری میں تصنیف ہوئی ہے جس میں سیرت رسول اللہ ﷺ اور ارکان اسلام کو موضوع سخن بنایا گیا ہے (۱۲)۔

۲۔ ''زادالسفینہ لسالکی المدینہ'' (فارسی) مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی کا مخطوط ہے۔ یہ مدینہ منورہ کے اسماء اور ان کی تشریح میں ہے۔ یہ مخطوط حیدرآباد (سندھ) قاسمی صاحب کی ذاتی لائبریری میں موجود ہے (۱۳)۔

۳۔ ہجرت نومو (مخطوط منظوم) مصنف ثناء اللہ ثنائی اس قلمی نسخہ میں ہجرت مدینہ، رفاقت صدیق اکبر، شجاعت علی وغیرہ موضوعات پر مواد موجود ہے (۱۴)۔

۴۔ ''فتح القوی فی نسب النبی ﷺ''۔ مخطوط، اس مخطوط میں مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی نے آپ ﷺ کے حسب نسب اور آپ ﷺ کے شجرۂ نسب پر ایک محققانہ یادگار چھوڑی ہے۔ مخدوم صاحب اس کی تصنیف سے ۱۴ ربیع الاول ۱۱۳۳ھ میں فارغ ہوئے۔ اور یہ مخطوط تحصیل وارہ ضلع لاڑکانہ کے ایک گاؤں جونانی شریف کے کتب خانہ میں موجود ہے (۱۵)۔

۵۔ ''تذکرہ معراج النبی ﷺ''۔ یہ مخطوط انسٹیٹیوٹ آف سندھالوجی جامشورو میں موجود ہے۔ اس کا مصنف مجہول ہے۔

۶۔ ''زبدۃ المموالید''۔ یہ مخطوط قاسمیہ لائبریری ٹنڈو الہ یار میں موجود ہے۔ مخدوم علی محمد اثری کی تصنیف ہے۔ یہ بزرگ سندھ کی مشہور قدیم دینی درسگاہ دائرہ شریف کے بانی تھے۔ اس میں آپ ﷺ کی ولادت باسعادت کو مشہور عربی و فارسی کتب کی روشنی میں ترتیب دیا گیا ہے۔ اس کے آخر میں اس مخطوط کا سن تالیف ۹ ربیع الثانی ۱۲۸۱ھ مرقوم ہے (۱۶)۔

مخطوطات کی ایک بہت بڑی دنیا جو کہ برصغیر کے مختلف کونوں میں منتشر ہے اس بات کی منتظر ہے کہ ان کو بھی تعارف کی دنیا میں لایا جائے۔

Marfat.com

(۴) علمائے برصغیر کی بعض کتب سیرت کا اجمالی تعارف

جن لوگوں نے نئے دور کے تقاضوں کو محسوس کیا انھوں نے سیرت رسول ﷺ کو نئے علوم کی روشنی میں عوام کے سامنے پیش کیا۔ آج کے اس مادی دور میں ضخیم کتب سیرت بھی لکھی گئی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی زندگی کے جزوی پہلوؤں (مثلاً اخلاق، غزوات، معراج، ہجرت، شمائل) کے متعلق الگ الگ کتابیں ہیں۔ علاوہ ازیں مقالات، مضامین اور خطبات کی طرز پر مجموعے چھاپے جاتے ہیں۔ بعض نے سوالاً جواباً کتابیں لکھیں، عربی سے اردو تراجم کیے۔ بعض نے مستشرقین کے خیالات کو جمع کیا۔ بعض لوگوں نے بچوں کے لیے سیرت نگاری کی روایت کو قائم رکھا اور بعض لوگوں نے عربی کی مایہ ناز کتب سیرت کے تراجم کیے۔ جامعات کی سطح پر سیرت پر مقالہ جات لکھوائے جاتے ہیں اور سیرت کانفرنسز منعقد کروا کے ان کے کتابی شکل میں مجموعے منظر عام پر آتے ہیں۔ چند مشہور کتب سیرت درج ذیل ہیں:

۱۹۴۸ء میں عطاء اللہ خان عطا ٹونکی کی ''سیرت فخر دو عالم ﷺ'' (ص ۳۵۲)، یہ روایتی انداز کی کتاب ہے۔ کتاب ہذا کی ابتدا میں ۶۳ کتابوں کے نام لکھے ہیں جو اس کے ماخذ ہیں۔ اس کی زبان سادہ اور عام فہم ہے اور عام قارئین کے لیے بھی دلچسپی کا باعث ہے۔

عزیز الدین احمد قادری کی ''آئینہ خلق محمد ﷺ'' (ص ۱۵۲)، اس میں حضور ﷺ کے حالات زندگی کو مختصر انداز میں لکھا گیا ہے اور آپ ﷺ کا اسوہ حسنہ امت محمدی ﷺ کے لیے بطور پیروی کے پیش کیا گیا ہے۔

مفتی محمد شفیع کی ''آداب النبی ﷺ'' (ص ۹۶)، میں رسول اللہ ﷺ کی عادات، آداب و شمائل اور آپ ﷺ کے حلیہ کے متعلق بحث کی گئی ہے۔ دراصل یہ کتابچہ امام غزالی کے رسالہ ''آداب النبی ﷺ'' کا اردو ترجمہ ہے۔

معروف منکر حدیث غلام احمد پرویز کی ''معراج انسانیت'' (ص ۴۴۶)، اس کی کتاب معارف القرآن کی چوتھی جلد ہے۔ لیکن یہ سیرت پر ایک مستقل کتاب بھی ہے۔ مؤلف نے سیرت مصطفیٰ ﷺ کو قرآن کی روشنی میں مرتب کرنے کی سعی کی ہے۔ اس میں سیرت کے متعلق ضروری مضامین اسی وجہ سے شامل نہیں ہو سکے۔ اس میں نبی ﷺ کی پیدائش سے قبل مختلف ملکوں، مذہبوں اور تہذیبوں کا ذکر موجود ہے۔ اس میں مغربی سیرت نگاروں کے حوالے بھی موجود ہیں۔ عربی مصنفین و تاریخ سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ اس کے حدیث کے خلاف عقائد کی جھلک اس میں نمایاں طور پر نظر آتی ہے۔

Marfat.com

سیماب اکبر آبادی کی ''سیرت النبوی ﷺ'' (ص ۳۶۷)، میں سیدھے سادے واقعات درج کیے گئے ہیں۔ اس میں حضور ﷺ کی وفات تک کے حالات، آپ ﷺ کی خصوصیات، ارشادات، اولاد اور ازواج مطہراتؓ کا ذکر موجود ہے۔ اس میں عہد نبوی ﷺ کے واقعات کو سادہ زبان میں بیان کیا گیا ہے۔ رئیس احمد جعفری کی ''رسالت مآب ﷺ'' (ص ۴۲۲)، اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگوں کی دینی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے لکھی گئی ہے اور خصوصاً جو لوگ چاہتے ہیں کہ اپنے ذہنوں کو کسی قسم کا بوجھ ڈالے بغیر حضور ﷺ کی حیات مبارکہ سے واقفیت حاصل کر لیں وہ اس کتاب سے بخوبی استفادہ کر سکتے ہیں۔ ان کا مقصد پڑھے لکھے افراد کو سیرت محمد ﷺ سے آگاہ کرنا ہے۔ اس کتاب کو قارئین دلچسپ کہانیوں کی طرح پڑھ سکتے ہیں۔

مولانا ماہر القادری کی ''دریتیم'' (ص ۴۰۰)، یہ کتاب ناول کے انداز میں لکھی گئی ہے۔ اس کی زبان آسان اور واقعات دلچسپ ہیں۔

۱۹۵۰ء میں ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی ''رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی'' (ص ۳۲۴، نیا ایڈیشن ص: ۳۶۸)، اس کتاب کا بنیادی مرکز حضور ﷺ کے سیاسی کارنامے ہیں۔ مکتوبات نبوی ﷺ پر انھوں نے بہت محنت کی ہے۔ اس میں ان خطوط کا متن جو نبی ﷺ نے مختلف سربراہان مملکت کو لکھے، پہلی بار تحریری صورت میں سامنے آیا۔ اس میں موضوعاتی ترتیب ملحوظ رکھی گئی ہے۔ ''امہات المومنین رضی اللہ عنہن'' اور خطبہ حجۃ الوداع'' پر مضامین انتہائی قابل قدر ہیں۔

۱۹۵۲ء میں محمد اجمل خاں ایم۔ اے کی ''سیرت قرآنیہ ﷺ'' (سیدنا محمد ﷺ) اس میں سیرت کو قرآن کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔ آپ ﷺ کے ہر قول و فعل کو کلام الٰہی کی روشنی میں دیکھا گیا ہے۔

۱۹۵۳ء میں ملا واحدی کی ''حیات سرور کائنات ﷺ'' (جلد اول ص ۴۳۰، جلد دوم ص ۳۵۰، جلد سوم ص)، یہ تین حصوں پر مشتمل ہے۔ اس میں واقعات کو ایک مضمون کی شکل میں لکھا گیا ہے۔ اس کو پڑھنے کی بعد واقعہ اچھی طرح ذہن نشین ہو جاتا ہے۔ واقعات میں تسلسل ہے۔ مختصر طریقہ اختیار کیا گیا ہے۔ انداز بیان شائستہ اور پرکشش ہے۔ مسلم تو مسلم، غیر مسلم بھی پڑھنے کے بعد متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اس کی زبان سادہ اور بامحاورہ ہے۔ مصنف نے سابقہ ایڈیشن میں ۴۸ صفحات کا اضافہ کیا اور ۱۹۵۴ء میں نیا ایڈیشن شائع کروایا۔ بعد ازاں کچھ عرصہ قبل یہ کتاب مکمل تین حصوں پر مشتمل ''نشریات'' کتاب سرائے لاہور سے شائع ہوئی ہے۔

۱۹۵۴ء میں میجر جنرل محمد اکبر خان کی ''حدیث دفاع'' کا موضوع غزوات نبوی ﷺ ہے۔ مؤلف نے نبی ﷺ کے جنگ اور دفاع کے متعلق امور کو موضوع بحث بنایا ہے۔ نبی ﷺ نے غزوات میں جو مثالیں قائم کیں، دیگر سیرت نگاروں نے ان پر اس انداز میں توجہ نہیں دی جس طرح دینے کی ضرورت تھی۔ کیونکہ مصنف خود جنگی ایجادات اور فوجی نظام سے اچھی طرح واقف ہے۔ لہٰذا اس نے کتاب تحریر کرتے وقت

Marfat.com

موضوع کے ساتھ بھرپور انصاف کرنے کی کوشش کی ہے۔ ہجرت نبوی ﷺ اور مدینہ کے دفاع پر بھرپور انداز میں بحث کی ہے۔

۱۹۵۶ء میں سید آل مزمل پیرزادہ کی ''شاہکار نبوت'' (ص ۱۶۰) شائع ہوئی۔ اس میں ولادت باسعادت سے سفر آخرت تک واقعات درج ہیں۔ کتاب ہذا سیرت نبوی ﷺ پر ایک تبصرہ ہے۔ اس میں دین اور ارکان اسلام کے متعلق وضاحت ملتی ہے۔ زبان، سادہ اور مؤلف کا استدلال پائدار ہے۔ مضامین میں جامعیت اور اختصار ہے۔

۱۹۵۷ء میں لکھی جانے والی ابو یحییٰ امام خاں نوشہروی کی ''مکالمات نبوی ﷺ'' (ص ۲۶۲) ایک دلچسپ کتاب ہے۔ اس میں رسول اللہ ﷺ کی جبرائیل علیہ السلام، اکابر قریش، ضمام بن ثعلبہ، سرداران طائف، سراقہ بن مالک بن جعشم مدلجی، نینوا کے نصرانی غلام عداس اور چند دیگر اصحاب رضی اللہ عنہم سے مختلف مواقعوں پر ہونے والی بات چیت درج کی گئی ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام اور ضمام بن ثعلبہ کی رسول اللہ ﷺ سے دینی امور پر گفتگو بہت معلوماتی ہے۔

سید مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی کی ''خطیب قرآن، نبی آخری الزمان ﷺ'' (ص ۴۸۰)، ڈاکٹر حاجی نور حسین صابری کی ''سوانح عمری حضرت رسول مقبول ﷺ'' کے بعد یہ ان کی ایک اچھی تصنیف ہے۔ اس کتاب کے بعض مباحث کو شیعہ مسلک کے نقطۂ نظر سے پیش کیا گیا ہے۔ البتہ بہت سے مقامات میں علامہ شبیر احمد عثمانی اور حافظ فرمان علی کی تفاسیر کے حواشی سے خصوصی طور پر استفادہ کیا گیا ہے۔ اس میں ولادت محمد ﷺ سے آخری سفر مصطفیٰ ﷺ تک کے واقعات درج ہیں۔ بعض مقامات پر مصنف نے شیعہ مسلک کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے مخالف نقطۂ نظر کو بھی بیان کیا ہے۔

۱۹۵۹ء امداد صابری نے ''رسول خدا کا دشمنوں سے سلوک'' (ص ۱۲۸)، میں رسول کریم ﷺ کے عفو ودرگزر اور ان کے رحم وکرم کے واقعات کی مدد سے ثابت کیا گیا ہے کہ اسلام ایک امن کا پیامبر مذہب ہے۔ اور عظمت انسانیت کا علمبردار ہے۔ مؤلف نے عربی، اردو کتب سیرت سے استفادہ کیا ہے۔

مولانا محمد ظفیر الدین کی ''اسوہ حسنہ (مصائب سرور کونین ﷺ)'' (جلد اول، ص:۱۹۱) میں ثابت کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر مصائب وآلام کا غلبہ رہا۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے صبر کا دامن کبھی ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ اس میں مخالفین کی عداوت، مضحکہ خیز گفتگو، فسق وفجار اور آپ ﷺ کا مذاق اڑانا جیسے واقعات کی نشاندہی کی اور پھر جان نثاروں کا آپ ﷺ کا دفاع کرنا اور کسی قسم کی قربانی دینے سے دریغ نہ کرنا جیسے عظیم الشان واقعات درج ہیں۔ یہ کتاب پروفیسر عبدالجبار شاکر مرحوم کے اشاعتی ادارے ''بیت الحکمت'' کتاب سرائے لاہور سے چھپ کر منظر عام پر آچکی ہے۔

پیرزادہ شمس الدین کی ''رسول کریم ﷺ فی قرآن عظیم'' (ص ۱۷۶)، میں ان آیات قرآنیہ کو جمع کیا

Marfat.com

گیا ہے جن میں ذکر محمد ﷺ کسی نہ کسی حوالے سے موجود ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے متعلق مختلف مسالک کے لوگ مختلف نظریات وعقائد رکھتے ہیں۔ مثلاً حضور ﷺ نور ہیں یا بشر، حاضروناظر ہیں، علم الغیب رکھتے ہیں؟ کیا آپ ﷺ خدائی صفات کے مظہر تھے؟ اس کتاب میں مؤلف نے تمام نظریات کو جمع کیا ہے تاکہ قاری ان عقائد ونظریات کا موازنہ کرسکے اور درست رائے کو اختیار کرسکے۔ مؤلف قادیانی مذہب سے تعلق رکھتا ہے۔ ان کا مسلکی رنگ اس تصنیف میں نمایاں دکھائی دیتا ہے۔

۱۹۶۰ء میں شائع ہونے والی ابوسلیم محمد عبدالحئی کی ''داعی اسلام ﷺ کی حیات طیبہ'' (ص۲۷۲)، کی زبان سادہ ہے اور مدلل انداز بیان کے ذریعے سیرت محمد ﷺ بیان کی گئی ہے۔ کتاب ہٰذا پڑھے لکھے اور ان پڑھ حضرات یکساں استفادہ کرسکتے ہیں۔ اس میں حضور ﷺ کے مشن کو اس انداز میں پیش کیا گیا ہے کہ غیر مسلم بھی اعتراف کیے بغیر نہیں رہ سکے۔ یہ تحریکی نقطہ نظر کی کتاب ہے۔ آسان انداز میں حضور ﷺ کی زندگی کے متعلق واقعات بیان کیے گئے ہیں۔ مؤلف کا تعلق بھی جماعت اسلامی سے ہے۔ اس میں مؤلف نے وہی اصطلاحیں استعمال کی ہیں جو جماعت اسلامی کے مؤلفین استعمال کرتے ہیں۔ قاری کے لیے بہترین کتاب ہے۔

۱۹۶۱ء میں قاری محمد طیب کی دو جلدوں میں ''آفتاب نبوت ﷺ'' (ص۳۱۲) شائع ہوئی۔ یہ کتاب ایسی نہیں ہے جس میں حضور ﷺ کی زندگی کے واقعات پیدائش سے لے کر وفات تک قلم بند کیے گئے ہوں۔ بلکہ یہ قرآن مجید کی ایک آیت " وَداعِیاً اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجاً مُّنِیراً " کی قرآنی تمثیل ہے۔ اس میں شان نبوت کی پچھتر تجلیات دکھائی گئی ہیں اور بڑے بڑے لطیف حکیمانہ نکتے برآمد کیے گئے ہیں۔ حضور ﷺ کی تعلیمات اور اسوہ حسنہ کے نتیجے میں پیدا ہونے والے نقوش قدسیہ اور دنیا پر ان کا مفصل تذکرہ ہے۔

۱۹۶۲ء میں شائع ہونے والی ''خاتم النبیین ﷺ'' (ص۱۶۸) ان کی ایک اور تصنیف ہے۔ اس میں حضور ﷺ پر نہیں بلکہ مسئلہ ختم نبوت کے بارے میں بحث کی گئی ہے۔ اس کتاب کے مطالعے سے پتا چلتا ہے کہ آدم علیہ السلام کی توبہ، نوح علیہ السلام کی استجابت، نار ابراہیم علیہ السلام کا گلزار ہونا، گریہ یعقوب علیہ السلام، صبر ایوب علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام کا ید بیضا اور عیسیٰ علیہ السلام کا احیاء موتی، کس انداز سے ذات محمدی ﷺ میں جلوہ گر ہوا۔ ختم نبوت رسول اللہ ﷺ کی ایک اہم صفت ہے اور اس اعتبار سے یہ کتاب حضور ﷺ کی سیرت کے ایک مخصوص پہلو سے بحث کرتی ہے۔

۱۹۶۳ء میں مولانا عبدالماجد دریابادی کی ''سیرت نبوی ﷺ قرآنی یا خطباتِ ماجدی'' (ص۲۱۵)، شائع ہوئی، اپنے موضوع کے اعتبار سے ایک منفرد کتاب ہے۔ بقول مصنف یہ مجموعہ اوراق کوئی مستقل تصنیف نہیں۔ چند لیکچروں (خطبوں) کا مجموعہ ہے جو ۱۹۵۷ء کی آخری تاریخوں میں افضل العلماء ڈاکٹر عبدالحق کرنولی کی فرمائش پر اور ایک مرحوم خاتون کے قائم کیے ہوئے وقف کے ماتحت نیو کالج کی عمارت میں دیئے گئے تھے''۔

۱۹۶۴ء میں پروفیسر غلام رسول چوہدری ایم۔اے کی ''سیرتِ سید البشر ﷺ'' حصہ اول'' (ص۷۰۸)، جو کہ تدریسی ضرورت کے لیے لکھی گئی۔ بعد ازاں حصہ دوم اور سوم میں شائع ہوگئے ہیں۔

۱۹۶۵ء میں طالب ہاشمی کی ''اخلاق پیمبری ﷺ'' (ص ۲۸۸) شائع ہوئی، یہ دو حصوں پر مشتمل ہے۔ حصہ اول ارشادات رسول کریم ﷺ اور حصہ دوم اخلاق نبوی یا اسوہ حسنہ کے نام سے موسوم کی جاتی ہے۔ حصہ اول میں رسول ﷺ کی زبان اطہر سے اداشدہ اخلاق عالیہ کا تذکرہ ہے۔ جبکہ حصہ دوم میں حضور ﷺ کی زندگی میں ان کے عملی مظاہرہ کا ذکر ہے۔ اب اس کی تیسری جلد بھی شائع ہوگئی ہے۔

۱۹۶۶ء میں سید واجد رضوی کی ''رسول اللہ ﷺ میدان جنگ میں'' (ص ۳۱۲) شائع ہوئی۔ یہ تین ابواب پر مشتمل ہے۔ تینوں ابواب میں اس امر پر بحث کی گئی ہے کہ میدان جنگ کے اسلامی اصول کیا ہیں؟ حضور ﷺ کا میدان جنگ میں سپہ سالار کی حیثیت سے کردار، فن حرب کے اعتبار سے آپ ﷺ کی جنگیں، تاریخ کی دوسری جنگوں سے ممتاز کیوں ہیں۔ قوانین جنگ میں آپ ﷺ نے کیا اصلاحات فرمائی تھیں۔ آج کے اس دور میں ان کی کیا اہمیت ہے۔ حمید احمد خاں کی ''اسوۂ حسنہ'' (ص ۷۸)، اس سال شائع ہوئی۔ مصنف نے حدیث، شمائل اور سیرت کی کتابوں سے روایات اخذ کر کے اسے تحریر کیا ہے۔

۱۹۶۷ء میں ڈاکٹر آصف قدوائی کی ''مقالات سیرت'' (ص ۲۸۰) شائع ہوئی۔ یہ آٹھ مقالات پر مشتمل ہے۔ انھوں نے اپنی اس کتاب کو صرف حیات طیبہ پر لکھنے کا پابند نہیں کیا۔ بلکہ ان تمام مسائل وحقائق کو پیش نظر رکھا جو ایک کامل زندگی کی راہنمائی کے طالب ہیں۔

۱۹۶۸ء میں نثار احمد ایم۔ اے کی مرتبہ ''نقش سیرت'' (ص ۸۳۴) شائع ہوئی۔ سیرت سے متعلق مختلف مصنفین کے مقالات کا اعلیٰ انتخاب ہے۔ یہ نو ابواب میں لکھی گئی ہے۔ اس میں رسول ﷺ کی حیات مبارکہ، آپ ﷺ کی زندگی کی مختلف حیثیتوں اور آپ ﷺ کے لائے ہوئے دین کے بارے میں بہت سی کتابوں کا نچوڑ شامل کر دیا گیا ہے۔ دیگر پہلی کتب سیرت میں مختلف موضوعات کو جمع کیا گیا ہے لیکن جامعیت کے اعتبار سے شاید ہی کوئی اور مجموعہ ''نقش سیرت'' کا ہم پلا ہو۔

۱۹۷۰ء میں مولانا ابوالکلام آزاد کی متفرق تحریروں پر مشتمل ''رسول رحمت ﷺ'' (ص ۷۹۹)، مرتبہ غلام رسول مہر شائع ہوئی۔ سیرت رسول ﷺ پر یہ کوئی باقاعدہ کتاب نہیں ہے بلکہ یہ مولانا آزاد کی متفرق و منتشر تحریروں کا مجموعہ ہے۔ اس میں معنوی ربط پیدا کرنے کے لیے انھوں نے کئی اضافے کیے ہیں۔ تمہیدی عبارتیں تحریر کی گئی ہیں۔ حواشی بھی درج کیے ہیں۔ اس کا بیشتر حصہ قرآن وسنت کی روشنی میں تحریر کیا گیا ہے۔ اس میں مقصد نبوت اور تعلیمات ونظریات اسلام کے اصل اصول کی نشاندہی بھی کی گئی ہے۔

۱۹۷۲ء میں حکیم محمد سعید کی مرتبہ ''تذکار محمد رسول ﷺ'' (ص ۱۷۵) شائع ہوئی۔ اس میں پاکستان کے نامور مشاہیر کے مقالات کو جمع کیا گیا ہے۔ یہ مقالات مئی ۱۹۷۰ء کی ''شام ہمدرد'' میں پڑھے گئے تھے۔

۱۹۷۴ء میں خالد علوی کی ''انسان کامل ﷺ'' (ص ۶۷۶) شائع ہوئی۔ اس میں مولف نے حضور ﷺ کی ولادت باسعادت سے وصال تک کے واقعات کو جمع کیا ہے۔ انھوں نے جامع مگر اختصار سے

Marfat.com

واقعات کو تحریر کیا ہے۔ مثلاً آپ ﷺ کو خطیب، مدبر و منتظم، تاجر، شہری، سربراہ خاندان اور رسول رحمت ﷺ کی حیثیت سے پیش کیا ہے۔ واقعات کو تحریر کرتے وقت بناوٹ سے کام نہیں لیا گیا۔ اس کی زبان سلیس ہے۔ اسی سال حاجی محمد منیر قریشی کی ''انسان کامل ﷺ'' (ص ۱۷۶) شائع ہوئی۔ اس میں حضور ﷺ کی مختلف حیثیتوں کو نمایاں کیا گیا ہے اور ثابت کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ کی ذات ہی باعث اتباع ہے۔ اس میں حضور ﷺ کا بچوں، جوانوں، شوہروں، باپوں، شہریوں، تاجروں، مبلغوں، جرنیلوں، بادشاہوں، طبیبوں، عابدوں، اور منصفوں کے لیے ایک مثالی نمونہ دکھایا ہے۔ آخر میں غیر مسلموں کے حضور ﷺ کے بارے میں مختصر تعریفی کلمات درج کیے گئے ہیں۔

۱۹۷۵ء میں عارف بٹالوی کی ''حیات رسول ﷺ'' (ص ۱۸۲) شائع ہوئی۔ اس میں حضور ﷺ کی زندگی کے انقلابی واقعات، غزوات اور فتوحات کا عام فہم زبان میں ذکر ہے۔ مولانا محمد صادق سیالکوٹی کی ''سید الکونین'' اور ''جمال مصطفیٰ ﷺ'' ہیں۔ جمال مصطفیٰ ﷺ میں صرف شمائل کا تذکرہ ہے۔

۱۹۷۶ء میں سید اختر حسین کی ''تنویر الانوار فی تاریخ سید الابرار ﷺ'' (ص ۴۲۲) شائع ہوئی، یہ اس دعویٰ کے ساتھ لکھی گئی ہے کہ قرآن، تورات وانجیل میں آپ ﷺ کی پیدائش، منصبِ رسالت، نزول وحی اور اس کا تسلسل، دین کی تبلیغ واشاعت اور تکمیل کے بعض اہم واقعات کا تذکرہ ہے۔ مصنف کا نظریہ یہ ہے کہ قرآن میں حضور ﷺ کی تاریخ ہی نہیں بلکہ اس میں تمام دنیا کی تاریخ محفوظ ہے۔ لہٰذا انھوں نے حروف کی عددی قیمتوں سے حضور ﷺ کے بعض واقعات اور آپ ﷺ کی صفات کا تعین کیا ہے۔

۱۹۷۷ء میں ادیب عبدالقیوم صدیقی کی ''اسم اعظم ﷺ'' (ص ۴۷) شائع ہوئی، اس کتاب میں سیرت پاک کا اجمالی ذکر ہے اور یہ مؤلف کے ۲۶ سالہ غور وفکر کا مجموعہ ہے۔ مولانا عبدالستار نیازی کی ''پیغمبر عالم ﷺ'' (ص ۴۰) ہے، یہ ان کا ایک مقالہ ہے جو انھوں نے ۱۹۵۰ء میں بین الاقوامی سیرت النبی ﷺ کانفرنس کراچی میں پڑھا۔

۱۹۷۸ء میں محمود احمد رضوی کی ''مقام مصطفیٰ ﷺ قرآن کی روشنی میں'' (ص ۱۴۴)، شائع ہوئی۔ انھی کی ایک اور کتاب ''دین مصطفیٰ ﷺ'' اسلامی تعلیمات کا مجموعہ ہے۔ تاہم اس میں خلفائے راشدین اور ازواج مطہراتؓ کے مکمل سوانح حیات درج ہیں۔

۱۹۷۹ء میں مولانا ظاہر شاہ جمال قادری کی ''سیرت مصطفیٰ ﷺ'' (ص ۱۴۴)، شائع ہوئی جو مسلک بریلوی کی ترجمان ہے۔ محمد عبدالمجید صدیقی کی ''سیرت النبی ﷺ بعد از وصال النبی ﷺ'' (ص ۳۸۴)، کوئی سیرت کی باقاعدہ کتاب نہیں۔ اس میں ان لوگوں کا ذکر ہے جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ مولف نے ان تمام خوابوں کو اکٹھا کر کے کتابی شکل میں تحریر کر دیا ہے۔

۱۹۸۰ء میں محمد یوسف اصلاحی کی ''داعی اعظم ﷺ'' (ص ۱۸۹) شائع ہوئی، یہ زمانی ترتیب کے

Marfat.com

ساتھ نبی ﷺ کی زندگی پر کوئی مربوط اور مفصل تصنیف نہیں ہے۔ بلکہ دعوت و تربیت کے پیش نظر ایک مختصر مجموعہ ہے۔ حضور ﷺ کی زندگی سے چند مشہور واقعات سے کچھ موثر، مستند اور ایمان فروز واقعات جمع کر کے سیرت رسول ﷺ تحریر کی گئی ہے۔ پہلے باب اول "شان بندگی" اس میں حضور ﷺ کی عبادات و ریاضت کے واقعات اور صبح و شام کی دعائیں درج ہیں۔ دوسرا باب "داعیانہ تڑپ" اس میں نبی ﷺ کی دینی دعوت اور داعیانہ صفات کا ذکر ہے۔ تیسرا باب "مثالی کردار" اس میں حضور ﷺ کے کردار کی جھلکیاں دکھائی گئی ہیں۔ چوتھا باب "تعلیم و تربیت" میں ان واقعات کا اندراج ہے جن کو پڑھنے کے بعد قاری کو معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کا پیغمبرانہ انداز تربیت کس قدر فطری اور موثر تھا۔

۱۹۸۱ء میں مولانا اسد القادری کی "سیرت الرسول ﷺ" (ص ۶۸۱) شائع ہوئی جس کا اصل مخاطب دور حاضر کا نوجوان طبقہ ہے جو دین کی باتوں کو بھی عقل کے پیمانے سے تولتا ہے۔ یہ کتاب اس طبقے کی علمی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے لکھی گئی ہے۔ بقول مؤلف کے پڑھنے والے کو یہ معلوم ہو کہ یہ واحد سیرت ہے جس کے سینکڑوں پہلو ہیں۔ اور ہر پہلو اپنے کمال پر ہے۔ یہ بھی معلوم ہو کہ ہمارے جدید مادی، روحانی، سماجی، سیاسی، انفرادی اور عالمی مسائل پر حضور ﷺ نے کیا کیا اور کیسی راہنمائی فرمائی اور وہ رہنمائی رہتی دنیا تک کے لیے ہے۔

۱۹۸۴ء میں "خیر البشر" از مولانا الشاہ محمد اول (ص ۱۷۶) شایع ہوئی۔ اس میں مؤلف نے حضور ﷺ کے اعضاء مبارکہ، سر کے بالوں سے لے کر پاؤں کے ناخنوں تک کی شان بیان کی ہے۔

۱۹۸۶ء میں شاہ مصباح الدین شکیل کی "سیرت احمد مجتبیٰ ﷺ" (حیات طیبہ کا مکی دور (ص ۵۱۲) شائع ہوئی۔ یہ کتاب مصنف اسلام سے قبل عرب کی عام حالت سے شروع کرتا ہے۔ آپ ﷺ کے آباؤ اجداد کا تذکرہ کرتا ہے۔ ولادت و رضاعت کے متعلق لکھتے ہوئے تمام ذیلی واقعات کا ذکر کرتا ہے اور منصب نبوت پر پہنچ جاتا ہے۔ پھر نبوت کے تیرہ سالوں کی علیحدہ علیحدہ تفصیل بیان کرتا ہے۔ حوالہ جات قرآن و حدیث، کتب تفاسیر، کتب سیرت اور مستند کتابوں سے لیے گئے ہیں۔

۱۹۸۷ء میں "رسول اکرم ﷺ کی سیاست خارجہ" از پروفیسر محمد صدیق قریشی (ص ۴۵۲) شائع ہوئی۔ اس میں ھادی اعظم ﷺ نے اصول سیاست، معاہدات، خارجہ پالیسی اور غزوات و سرایا میں جو شاندار مثالیں رقم کی ہیں۔ ان کا تذکرہ ہے۔ اسی سال ڈاکٹر عبدالحی کی "اسوۂ رسول اکرم ﷺ (ص ۵۷۵) شائع ہوئی جس میں حضور ﷺ کے شمائل و خصائص مستند کتابوں سے درج کیے گئے ہیں۔ جس میں ہر انسانی پہلو، ہر شعبہ اور ہر حال کے متعلق ہدایات پیش کی گئی ہیں۔ جس سے اتباع سنت اور اتباع رسول ﷺ کا صحیح مفہوم متعین ہوتا ہے۔

۱۹۸۹ء میں "محمد رسول اللہ ﷺ" از مولانا عبدالمقتدر (ص:۳۷۶) کو سن وار ترتیب دیا گیا ہے۔

Marfat.com

بعثت تا وصال، تبلیغ و دعوتِ اسلام، خصوصیات نبوی ﷺ، اخلاق و شمائل نبوی ﷺ کے عنوانات کے تحت وضاحت کی گئی ہے۔

۱۹۹۰ء میں ''جوامع السیرۃ'' تالیف امام ابن حزم ظاہری، مترجم محمد سرور احمد (ص ۲۹۲) شائع ہوئی۔ مترجم نے اصولِ ترجمہ کو مدنظر رکھتے ہوئے الفاظ کے قریب تر معانی درج کیے ہیں۔ ۱۹۹۱ء میں ''عہد نبوی ﷺ کا اسلامی تمدن'' از عبدالحی کتانی، مترجم مولانا رضی الدین احمد فخری (ص ۴۸۸) شائع ہوئی۔ اس میں عہد نبوی ﷺ میں اسلامی تمدن اور زندگی کا نقشہ پیش کیا گیا ہے۔

۱۹۹۲ء میں ''رسول اللہ ﷺ میدان جنگ میں'' شایع ہوئی جو سید واجد رضوی کی ۳۱۱ صفحات پر مشتمل کتاب ہے۔ مؤلف نے حضور ﷺ کو میدان جنگ میں دکھایا ہے۔ حضور ﷺ کے کارنامے عہد حاضر کی روشنی میں کس قدر بلند ہیں۔ اس میں دکھایا گیا ہے کہ نبی ﷺ نے مشکل حالات میں بھی اصولوں کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔

۱۹۹۳ء میں ''معلم اعظم ﷺ'' از منورہ نوری خلیق، (ص ۵۱۲) شائع ہوئی۔ کتاب تین حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلے حصے میں مصنفہ نے سیرت پر جو کام ہوا ہے اس کا جائزہ لیا ہے۔ دوسرا حصہ حیات طیبہ سے عہد رسالت تا وصال پر ختم ہوتا ہے۔ تیسرا حصہ تعلیمات اسلام پر مبنی ہے۔ اس کو حاصل کلام کہا جاسکتا ہے۔ اس طرح پوری کتاب میں حضور ﷺ کی حیات طیبہ کا مقصد ومنشا پوری وضاحت کے ساتھ موجود ہے۔

۱۹۹۴ء میں ''حیات سرور کائنات'' مارٹن لنگز (ابوبکر سراج الدین) کی کتاب (ص ۷۵۸) شائع ہوئی۔ اس کے مطالعہ کے دوران یہ احساس ہوتا ہے کہ مصنف نے زبان و بیان، کردار نگاری، حالات و واقعات کے بیان کو ہر لحاظ سے قاری کے لیے زیادہ قابل یقین اور قابل قبول بنا دیا ہے۔ اس میں مؤلف نے آٹھویں اور نویں صدی عیسوی کے عربی ماخذ پر انحصار کیا ہے اور یہاں پہلی بار ان نادر اقتباسات سے قاری روشناس ہوتا ہے۔ جنھیں دیگر مصنفین نظر انداز کر دیتے ہیں۔ بلاشبہ اپنے موضوع پر یہ ایک ممتاز کتاب ہے۔

۱۹۹۴ء میں ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر کی درج ذیل کتب سیرت چیئر اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور کی طرف سے شائع ہوئیں:

۱۔ سیرت نبوی کے مصادر و مراجع

۲۔ الاسراء والمعراج حقائق واسرار

۳۔ معراج النبی ﷺ پر کیے گئے اعتراضات کا علمی جائزہ۔

۱۔ پہلی کتاب سیرت نبوی کے مصادر و مراجع ۶۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ ابتداء میں مصدر اور مرجع کی تعریفیں کی گئی ہیں اور پھر سیرت نبوی ﷺ کے ۹ مصادر و مراجع پر تبصرہ کیا گیا ہے۔ ان میں پہلا قرآن مجید۔ قرآن مجید کی اُن مختلف آیات کی نشان دہی کی گئی ہے جن میں سیرت نبوی ﷺ پر رہنمائی ملتی ہے۔ دوسرا مصدر حدیث

Marfat.com

نبوی ﷺ ہے۔ احادیث نبوی سیرت نبوی ﷺ کا ایک پہلو ہے، ان میں آپ ﷺ کے اقوال اور افعال کو زیر بحث لایا جاتا ہے۔ آپ ﷺ کے اعمال طہارت صلاۃ، حج، زکوٰۃ اور روزہ وغیرہ تھے جبکہ دعائیں آپ ﷺ کے اقوال ہی ہیں۔ کتب صحاح ستہ کے علاوہ دیگر مصنفات حدیث کا بھی ذکر ہے۔

تیسرا مصدر و ماخذ کتب السیر ۃ والمغازی ہے۔ ان میں تین طبقات کا ذکر ہے پھر ترتیب زمانی سے ۵۲ کتب کا ذکر ہے بعد ازاں بعض دیگر کتب کا بھی ذکر ہے۔ چوتھا مصدر کتب دلائل النبویۃ ہے۔ ان میں ترتیب زمانی سے ۳۱ کتب کا ذکر ہے۔ پھر تین کتب: دلائل النبوۃ از فریابی، دلائل النبوۃ از ابونعیم اصفہانی اور دلائل النبویۃ از بیہقی پر تبصرہ ہے۔ پانچواں مصدر کتب شمائل نبویہ ہے۔ اس میں دس کتب کا ذکر ہے۔ چھٹا مصدر تفاسیر قرآن مجید ہے۔ ان میں ۱۴ تفسیر بالماثور اور ۱۶ تفسیر بالرائے ہیں۔ ان میں بھی متعلقہ آیات سے سیرت لی گئی ہے۔ ساتویں نمبر پر کتب تاریخ الحرمین الشریفین ہے۔ ان میں ۱۶ کتب کا ذکر ہے۔ آٹھویں نمبر پر کتب تاریخ اسلام ہے۔ اس میں ۱۹ کتب کا ذکر ہے۔ نویں نمبر پر ادب وشاعری ہے پھر حوالہ جات اور پھر کتاب کے مصادر و مراجع ہیں۔

دوسری کتاب ''الاسراء والمعراج، حقائق و اسرار'' ۶۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں درج ذیل مباحث کو بیان کیا گیا ہے۔

اسراء اور معراج کی لغوی تشریح، ان دونوں لفظوں کا اطلاق، سن وقوع اور اس کی تاریخ، دونوں کا ایک ہی دفعہ وقوع پذیر ہونا۔ معراج جسمانی کے دلائل، مقام کا تعین، اسراء و معراج میں پیش آمدہ واقعات کی تفصیل، ان کی حکمتیں اور ان دونوں کا پیغام۔ آخر میں حوالہ جات (ص ۵۳) ہیں اور مصادر و مراجع (ص ۶۲) کی فہرست ہے۔

تیسری کتاب معراج النبی ﷺ پر کیے گئے اعتراضات کا علمی جائزہ ہے۔

معراج ایک معجزہ تھا۔ اس کے منکر دیگر معجزات کے بھی منکر ہیں اور وہ صرف معجزات کے ہی نہیں بلکہ احادیث نبوی ﷺ کے بھی منکر ہیں۔ معراج النبی ﷺ پر اعتراضات اور ان کے جوابات سے قبل ایک مقدمہ لکھا ہے جس میں بعض اشکالات کو رفع کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس میں حدیث رسول ﷺ کا وحی ہونا، قرآن فہمی کے لیے احادیث کی ضرورت کا ہونا۔ کتابت حدیث، کتب احادیث کی درجہ بندی، رسول اللہ ﷺ کی انسانی حیثیت، انسانیت کی معراج پر بحث کی گئی ہے بعد ازاں معراج النبی ﷺ پر چودہ اعتراضات اکٹھے کیے گئے ہیں پھر ان کے الگ الگ جوابات لکھے گئے ہیں۔ آخر میں حوالہ جات (ص ۴۱) اور مصادر و مراجع (ص ۴۷) پر ہیں۔

۱۹۹۵ء میں ''گفتار رسول ﷺ'' از محمد سلیمان قاسمی (ص ۲۵۹) شائع ہوئی۔ اس میں قرآن کے بعد احادیث مبارکہ کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ اس احساس کے تحت انھوں نے کچھ منتخب احادیث کے دروس کو

''گفتار رسول ﷺ '' کے نام سے مرتب کیا ہے۔ انتخاب حدیث میں اس بات کا پورا پورا خیال رکھا گیا ہے کہ احادیث مختلف النوع ہوں، درس حدیث کی زبان انھوں نے حتی الامکان سادہ رکھی ہے اور شرح حدیث میں بھی اس بات کو ملحوظ رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔

۱۹۹۸ء میں محمد عبدالحی کی ''حیات طیبہ'' جو ۲۷۲ صفحات پر مشتمل لکھی گئی ہے۔ کتاب ہذا کو بارہ ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ اس کی زبان سادہ اور سلیس ہے۔ دور حاضر کی بہترین کتب میں اس کا شمار ہوتا ہے۔

۱۹۹۹ء میں ''چہرۂ نبوت ﷺ قرآن کے آئینے میں'' از مولانا محمد حنیف ندوی، مولانا محمد اسحاق بھٹی۔ (ص ۳۲۶) شائع ہوئی۔ اس میں تیس عنوانات ہیں جن کو مؤلفین ابواب کا نام دیتے ہیں۔ اس میں حضور ﷺ کی خصوصیات کا ذکر قرآن کی روشنی میں کیا گیا ہے۔ پہلے بیس ابواب مولانا محمد حنیف ندوی نے لکھے ہیں بقیہ دس مولانا اسحاق بھٹی نے لکھے ہیں۔ قاری کو سیرت کے مطالعہ کے ساتھ ساتھ قرآن مجید کے بھی بیشتر مقامات پر غور کرنے کا موقع ملتا ہے۔

۲۰۰۰ء میں میاں محمد جمیل کی '' آپ ﷺ کا تہذیب و تمدن'' (ص ۱۵۰) شائع ہوئی۔ اس میں حضور ﷺ کے رہن سہن، عادات، حفظان صحت اور آپ ﷺ کا طریقہ ملاقات اور اخلاقیات کا مختصر مگر جامع انداز میں ذکر کیا گیا ہے۔

۲۰۰۱ء میں حکیم محمود احمد ظفر کی ''سیرت خاتم النبین ﷺ '' (ص ۹۳۶) شائع ہوئی۔۔ اس میں سن ہجری کے اعتبار سے دور جاہلیت سے وصال رسول ﷺ کے تمام واقعات کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

اسی دوران ''عکس سیرت'' از عطیہ قدیر، (ص ۱۴۴) شائع ہوئی۔ اس میں حضور ﷺ کی زندگی کے بیشتر عام فہم یعنی مشہور عام واقعات کا ذکر موجود ہے۔

۲۰۰۲ء میں مولانا محمد امین کی ''الصادق والامین'' (ص ۲۴۰) چھپی۔ اس میں عادات مصطفیٰ ﷺ کا بیان ہے۔ اس میں مختلف عناوین کے تحت شان مصطفیٰ ﷺ بیان کی گئی ہے۔

۲۰۰۳ء میں محمد عبدالسلام کی ''لباس نبوی ﷺ '' (ص ۱۶۱) شائع ہوئی۔ یہ کتاب آپ ﷺ کے لباس مبارک پر تحریر کی گئی ہے اور تحقیق سے لکھی گئی ہے۔ اس میں حضور ﷺ کے جامہ شریف، ٹوپی مبارک، چادر شریف، رومال شریف، جبہ شریف، کمبل شریف اور نعلین مبارک کی مکمل تفصیل درج ہے۔ اس میں مولف نے آپ ﷺ کے استعمال کی چیزوں جو آپ ﷺ نے اپنی زندگی میں استعمال کیں، کا ذکر کیا ہے۔

۲۰۰۴ء میں ''سیرت نبوی ﷺ اور معجزات'' از شیخ احمد کنعان، مترجم مولانا عبدالصبور بن عبدالغفور، (ص ۶۴۰) شائع ہوئی۔ اس کتاب کو آٹھ فصول میں تقسیم کیا گیا ہے۔ آپ ﷺ کی سیرت کے ساتھ ساتھ معجزات کا بھی ذکر ہے۔

۲۰۰۵ء میں ''ذکر محمد ﷺ آسمانی صحیفوں میں'' تالیف و ترجمہ محمد یحییٰ خاں، (ص ۳۲۴) شائع ہوئی۔

اس میں حضور ﷺ کا آسمانی صحائف میں ذکر کا بیان کیا گیا ہے۔ مؤلف نے اللہ کے نام کے متعلق لکھا ہے کہ انگریزی میں اللہ کو GOD لکھتے ہیں۔ جبکہ اس کے نام کا متبادل لفظ کہیں بھی اور کسی بھی زبان میں نہیں ہے۔ تورات، زبور، انجیل اور قرآن مجید میں جہاں کہیں بھی رسول اللہ ﷺ کا ذکر آیا ہے وہاں مکمل حوالہ جات دیئے گئے ہیں۔

۲۰۰۶ء میں ''حیات محمد ﷺ قرآن کے آئینے میں'' از ڈاکٹر سید محمد ابوالخیر کشفی، (ص ۲۶۲) شائع ہوئی۔ اس میں عرب میں قبل از اسلام تا وصال تک کے واقعات کو قلم بند کیا گیا ہے۔ قرآن کی آیات سے حضور ﷺ کا شان عالی مقام بیان کیا گیا ہے۔ تحقیقی کتاب ہے۔

۲۰۰۷ء میں مولانا مجاہد الحسینی کی ''رسول اللہ ﷺ کا نظام امن عالم'' شائع ہوئی۔ اس میں ابواب بندی نہیں کی گئی بلکہ عنوانات کے تحت سیرت بیان کی گئی ہے۔ اس کے ابتدائی نوے صفحات سیرت کے متعلق ہیں۔ یہودیوں کی ریشہ دانیوں کا ذکر ہے۔

۲۰۰۸ء میں خطبات سیرت مرتبہ مولانا ثناء اللہ سعد شایع ہوئی جو ۷۹۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب مولانا ضیاء الرحمٰن کے خطبات کا مجموعہ ہے۔ اس کی ترتیب دیتے ہوئے ثناء اللہ سعد نے حضرت مولانا ابوالکلام آزاد کی فکر و تحقیق کو سامنے رکھا۔ ۲۰۰۹ء میں ڈاکٹر منظور احمد کی ''پیارے رسول ﷺ کے پیارے والدین'' شائع ہوئی۔

۲۰۰۹ء میں میری کتاب ''اسوہ کامل محمد ﷺ'' نشریات لاہور سے شائع ہوئی۔ اس کتاب پر صدارتی ایوارڈ دیا گیا۔ اس کے ۸۷ ۷ صفحات ہیں۔ اس کا مقدمہ پروفیسر عبدالجبار شاکر صاحب نے تحریر کیا ہے۔ یہ کتاب سات ابواب پر مشتمل ہے جس میں ۲۶ مقالات ہیں۔ آخر میں مصادر و مراجع ہیں۔

۲۰۱۲ء میں راقم الحروف کی کتاب ''عصر رواں سیرۃ النبی ﷺ کی روشنی میں'' مکتبہ قدوسیہ لاہور سے شائع ہوئی۔ اس کے ۴۰۰ صفحات ہیں۔

عصر حاضر کے تمام جدید مسائل کو سیرۃ النبی ﷺ کی روشنی میں اس کتاب کو پیش کیا گیا ہے اور پھر ان کا حل آغاز اسلام سے لے کر وفات النبی ﷺ تک کے واقعات کو درج کر کے پیش کیا گیا ہے۔ یہ کتاب تیرہ ابواب پر مشتمل ہے۔

Marfat.com

حوالہ جات

۱۔ صدیقی، زبید احمد، ڈاکٹر، عربی ادبیات میں پاک وہند کا حصہ (ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، ۱۹۹۲ء) ص:۳۱۔

۲۔ انور محمود خالد، ڈاکٹر، اردو نثر میں سیرت رسولؐ (اقبال اکیڈمی، لاہور، ۱۹۸۹ء) ص:۱۹۳۔

۳۔ محمد اسحاق، بھٹی، علوم حدیث میں پاک ہند کا حصہ (ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور ۱۹۷۶ء) ص:۴۱ تا ۴۷۔

۴۔ حاجی خلیفہ، کشف الظنون (دار الفکر، بیروت، ۱۹۹۰ء) ص:۸۰۔۸۱۔

۵۔ شیخ محمد اکرام، آب کوثر: ص:۳۶۔

۶۔ ایضاً ص:۸۲۔

۷۔ جمیل احمد، ڈاکٹر، جالبی، تاریخ ادب اردو، ۱/۱۵۹۔

۸۔ انور محمود خالد، اردو نثر میں سیرت رسول ﷺ، ص:۶،۲۔

۹۔ شیخ محمد اکرام، آب کوثر: ص:۳۱۶ تا ۳۱۷۔

۱۰۔ محمد اسحاق بھٹی، علوم حدیث میں پاک وہند کا حصہ، ص:۱۶۱۔

۱۱۔ زبید احمد، عربی ادبیات میں پاک وہند کا حصہ، ص:۲۲۳۔

۱۲۔ ظفر، عبد الرؤف، ڈاکٹر، مقالات سیرت (اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور) ۱/۴۱۲۔

۱۳۔ ظفر، مقالات سیرت، ۱/۴۱۶۔

۱۴۔ عبد الغنی شیخ، ڈاکٹر، تذکرہ علماء لاڑکانہ (۱۹۹۳ء) ص:۴۱۔

۱۵۔ مگسی عبد الرسول کا پی ایچ ڈی کا مقالہ (جامشورو یونیورسٹی سندھ ۱۹۹۴ء) ص:۶۵۱۔

۱۶۔ مصلح المفتاح کا مقدمہ از ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ (۱۹۷۰ء) ص:۱۴۔

Marfat.com

باب پنجم

کتب سیرت

ا۔ پاکستان میں اُردو سیرت نگاری (ایک تعارفی مطالعہ)

سید عزیز الرحمن کی یہ کاوش 176 صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کی قیمت 150 روپے ہے۔ یہ دار العلوم والتحقیق برائے عملی تحقیق وٹیکنالوجی کے زیر اہتمام زوار اکیڈمی کراچی کی طرف سے اگست 2012 میں شائع ہوئی۔ دراصل یہ ایک لیکچر تھا جو ادارہ تحقیقات اسلامی/ بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد کے زیر اہتمام ایک نشست میں دیا گیا تھا۔ اس میں بعض اضافے کر کے اس کو شائع کر دیا گیا۔

اردو سیرت نگاری کو تین ادوار میں تقسیم کیا گیا ہے پہلا دور میلا د ناموں کا دور تھا جس کا اختتام سر سید پر ہوا۔ دوسرا سر سید سے شروع ہوا اور تیسرے دور کا آغاز قیام پاکستان کے بعد ہوا ہے (۱)۔

اردو سیرت نگاری نے اپنی مختصر تاریخ میں متعدد اسالیب متعارف کرائے، بقول ڈاکٹر محمود احمد غازی اس کے پندرہ اسالیب ہیں (۲)۔

قیام پاکستان کے بعد اردو زبان میں سب سے پہلی کتاب عطاء اللہ ٹونکی کی ''سیرت فخر دو عالم'' ہے جو 1948 میں مکتبہ جادہ ادب کے تحت لاہور سے شائع ہوئی۔ پھر 1949ء میں غلام احمد پرویز کی کتاب ''معراج انسانیت'' ادارہ طلوع اسلام لاہور کے تحت شائع ہوئی۔ اسی سال رئیس احمد جعفری کی کتاب ''رسالت مآب'' شائع ہوئی۔ اسی سال مفتی محمد شفیع صاحب کی کتاب ''آداب النبی ﷺ'' شائع ہوئی جو دراصل اس نام سے امام غزالی کی کتاب کا اردو ترجمہ ہے۔ 1949ء ہی میں ماہر القادری کا سیرتی ناول ''درِیتیم'' کے نام سے شائع ہوا اور اسی سال سیماب اکبر آبادی کی کتاب ''سیرت النبی ﷺ'' شائع ہوئی (۳)۔ اس طرح 1951ء میں رفیق دلاوری کی کتاب ''سیرت کبریٰ'' شائع ہوئی پھر ملا واحدی کی کتاب ''حیاتِ سرور کائنات ﷺ'' شائع ہوئی۔ 1953ء میں اس کا پہلا حصہ اور دوسرا حصہ 1957ء میں شائع ہوا (۴)۔

الف۔ معروف کتب سیرت:

رفیق دلاوری ''سیرت کبریٰ''، عطاء اللہ خاں عطا ٹونکی ''سیرت فخرِ دو عالم ﷺ''، ملا واحدی ''حیات سرور کائنات ﷺ''، نعیم صدیقی ''محسن انسانیت''، مولانا شاہ محمد جعفر پھلواروی ''پیغمبر انسانیت ؐ''، مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی ''سیرت سرور عالم ؐ''، ڈاکٹر خالد علوی ''انسانِ کامل''، پیر کرم شاہ الازہری ''ضیاء النبی ﷺ''، شاہ مصباح الدین شکیل ''سیرت احمد مجتبیٰ''، عبدالدائم دائم ''سید الوریٰ''، حکیم محمود احمد ظفر ''سیرت خاتم النبیین''،

Marfat.com

سید فضل الرحمٰن ''ہادی اعظم''، محمد رفیق ڈوگر ''الامین ﷺ''، خالد مسعود ''حیات رسول امی ﷺ''، چوہدری افضل حق ''محبوب خدا ﷺ''، ڈاکٹر حامد حسن بلگرامی ''نور مبین''، سید محمد رضائے غوث ''کتاب خلیلی سیرت رحمۃ للعالمین''، ڈاکٹر نصیر احمد ناصر ''پیغمبر اعظم و آخر ﷺ''، مولانا محمد اسماعیل آزاد ''خیر البشر ﷺ''، ڈاکٹر نعیم نقوی ''سیرت النبی'' وغیرہ شامل ہیں (۵)۔

مختلف موضوعات پر کتب سیرت کے عنوان سے درج ذیل کتب کا مختصر تعارف پیش کیا ہے۔ ڈاکٹر نور محمد غفاری ''نبی کریم ﷺ کی معاشی زندگی''، ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی ''رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی''، ڈاکٹر محمد حمید اللہ ''عہد نبویؐ کے میدان جنگ''، ڈاکٹر ظہور احمد اظہر ''فصاحت نبویؐ''، شیریں زادہ خدوخیل ''عہد نبوی ﷺ میں شعر و ادب''، ڈاکٹر نثار احمد ''عہد نبویؐ میں ریاست کا نشوو ارتقا''، عبدالقادر جیلانی ''اسلام، پیغمبر اسلام اور مستشرقین مغرب کا انداز فکر''، حافظ سعد اللہ ''نبی کریم ﷺ کی عائلی زندگی''، حافظ سید فضل الرحمٰن ''فرہنگ سیرت''، ڈاکٹر نثار احمد ''خطبہ حجۃ الوداع''، سید عزیز الرحمٰن ''خطابت نبویؐ''، مولانا مجاہد الحسینی ''سیرت و سفارتِ رسول ﷺ''، ڈاکٹر فضل الٰہی ''نبی کریم ﷺ بہ حیثیت معلم''، ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی ''نبی کریم ﷺ بہ حیثیت مثالی شوہر''، محمد اسلم ملک ''رسول اللہ ﷺ کی زرعی منصوبہ بندی''، ڈاکٹر محمد طاہر القادری ''خصائص مصطفیٰ''، حکیم محمود احمد ظفر ''پیغمبر اسلام اور بنیادی انسانی حقوق''، علامہ سید محمد اسماعیل ''رسول عربی اور عصر جدید''، ابو بہلول غلام الرسول عائلی ''جامع مکاتیب الرسول''، ڈاکٹر اسرار احمد ''منہج انقلاب نبویؐ''، پروفیسر ظفر احمد السیرۃ النبویۃ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام: توقیتی مطالعہ (۶)۔

ب۔ قرآن حکیم کی روشنی میں سیرت طیبہ:

سیرت نگاروں نے قرآن کریم کی روشنی میں بھی کتب سیرت تحریر کرنے کا اہتمام کیا ہے۔ مثلاً عبدالعزیز عرفی ''جمال مصطفیٰ ﷺ''، ڈاکٹر محمد ابوالخیر کشفی کی ''حیات محمد، مقام محمد، اخلاق محمد'' وغیرہ۔ اردو زبان میں اس اسلوب پر 100 کے لگ بھگ کتب تحریر کی جا چکی ہیں۔ بعض بڑے ادیبوں نے قلم اٹھایا تو ان کے قلم سے ادبی اسلوب پر سیرت طیبہ کے شاہ کار نظر آئے۔ مثلاً مولانا ولی رازی کی ''ہادی عالم'' اپنے موضوع پر بے مثال کاوش تسلیم کی گئی ہے، اور پھر ماہر القادری کی ''در یتیم'' کو نمایاں مقام حاصل ہے۔ جو پاکستان میں پہلا سیرتی ناول ہے۔ منظوم کتب سیرت تقریباً 100 کے قریب شائع ہوئی ہیں (۷)۔

ج۔ پی ایچ ڈی کے مقالات:

سیرت طیبہ کے حوالے سے ایم فل یا پی ایچ ڈی کی سطح پر بھی کچھ کام ہوا ہے، لیکن اس صورت حال کو ابھی اطمینان بخش قرار نہیں دیا جا سکتا۔ البتہ ان مطبوعہ کتب میں بعض نہایت اہمیت کی حامل ہیں، مثلاً ڈاکٹر نثار احمد کی ''عہد نبوی ﷺ میں ریاست کا نشوو ارتقا'' اور اسلام، پیغمبر اسلام مستشرقین مغرب کا انداز فکر از عبدالقادر جیلانی وغیرہ (۸)۔

Marfat.com

د۔ رسول اللہ ﷺ کا ذکر مبارک مذہبی کتب میں:

یہ ایک حقیقت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ذکر مبارک مذہبی کتب میں کثرت سے موجود ہے۔ اس حوالے سے اہل قلم کی اہم کاوشیں درج ذیل ہیں، سید محمد سعید الحسن شاہ ''سیرت امام الانبیاء، قرآن و بائبل کی روشنی میں''، فرحان ولایت بٹ ''ذکر رحمۃ للعالمین، محمد قبل از اسلام کی مذہبی والہامی کتب میں'' بشیر احمد حسینی ''آخری نبیؑ اور تورات موسوی''، حکیم محمد عمران ثاقب ''فارقلیط، بائبل اور محمد رسول اللہ ﷺ''، اور عبدالستار غوری کی محمد رسول اللہ ﷺ کے بارے میں بائبل کی چند پیشین گوئیاں (۹)۔

ر۔ مطالعہ سیرت اور مستشرقین:

سیرت نگاری اور مستشرقین کے حوالے سے منظر عام پر آنے والے کام کا آغاز سر سید احمد خاں کی کتاب ''خطباتِ احمدیہ'' سے ہوتا ہے۔ یہ کتاب ولیم میور کے جواب میں لکھی گئی اور پاکستان کے قیام سے قبل معرضِ تحریر میں آئی۔ 80 کی دہائی کے اوائل میں ماہانہ نقوش نے ضخیم رسول نمبر تیرہ جلدوں شائع کیا۔ جس میں مستشرقین کے متعلق ڈاکٹر نثار احمد کے دو اہم طویل مضامین شامل تھے۔ پیر محمد کرم شاہ اُلازہری نے سیرت پر ضیاء النبیؐ کے نام سے جو مفصل کام کیا، اس کی دو جلدیں مستشرقین کے حوالے سے ہیں (۱۰)۔

س۔ محاضرات سیرت:

سیرتی ادب میں پاک و ہند میں تنوع کا ایک اہم مظہر سیرت کے محاضرات، خطبات یا لیکچرز کی شکل میں سامنے آیا، وہ خطبات و محاضرات جو مختلف اوقات میں پاکستان میں دیئے گئے ہیں، ان میں ڈاکٹر حمید اللہ کے خطبات بہاول پور شامل ہیں جن میں قانون بین الممالک اور نظام تشریع و عدلیہ وغیرہ کے عنوانات زیر بحث آئے ہیں، ڈاکٹر سید سلمان ندوی کے آٹھ خطبات، خطبات سیرت کے عنوان سے چھپ چکے ہیں البتہ سلسلہ محاضرات سیرت کی ایک اہم اور حالیہ کڑی ڈاکٹر محمود احمد غازی کے کتاب ''محاضرات سیرت'' ہے (۱۱)۔

ص۔ خواتین کی سیرت نگاری:

پاکستان میں سیرت نگاری میں خواتین اہل قلم کا بھی بڑا حصہ ہے، جن میں عصر حاضر میں تحریر کی جانے والی اہلیہ سہراب انور کی کتاب ہمارے حضورؐ اور صاحب قرآن بہ نگاہ قرآن اور خیر النساء کی محسنِ نسواں، شہناز کوثر کی حضور ﷺ کی معاشی زندگی، اور شاہدہ ناز قاضی کی سراجاً منیراً وغیرہ شامل ہیں (۱۲)۔

ط۔ مقالات سیرت:

خواتین کی جانب سے تحریر کی گئی کتب سیرت کے سلسلے میں حافظ محمد عرفان گھانچی کی مرتب کردہ فہرست لائق مطالعہ ہے۔ سیرت پر کتب کے ساتھ ساتھ بے شمار مقالات و مضامین بھی تحریر کیے گئے ہیں جو کہ

Marfat.com

کتابی شکل میں مرتب ہو کر استفادے کا باعث بنتے ہیں۔ مقالات سیرت کے یہ مجموعے دو طرح کے ہیں، دونوں نوعیتوں کے مجموعوں میں سے اہم مجموعہ ہائے مقالات کا ذکر کیا جاتا ہے، ڈاکٹر نثار احمد کے مرتب کردہ، نقش سیرت، سید فضل الرحمٰن کے پیغام سیرت، اور سید عزیز الرحمٰن کے ساتھ مضامین کا مجموعہ، تعلیمات نبویؐ اور آج کے زندہ مسائل وغیرہ کے شامل ہیں (۱۳)۔

ع۔ تراجم:

اردو زبان کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ اس میں تمام اہم عربی ماخذ سیرت ترجمہ ہو چکے ہیں۔ اکرم ضیاء العمری کی السیرۃ النبویہ الصحیحہ، اس کا اردو ترجمہ سیرت رحمت عالم کے نام سے ''نشریات'' لاہور سے شائع ہوا ہے۔ محمد عبدالحلیم ابوشقہ کی کتاب تحریر المرأۃ فی عصر الرسالہ کا اردو ترجمہ'' آزادیٔ نسواں عہد رسالت'' میں کے عنوان سے چھپ چکا ہے۔ اس کے علاوہ فارسی اور انگریزی سے بھی بہت سی اہم کتب اردو میں منتقل ہو چکی ہیں۔ مثلاً ڈاکٹر سید معین الحق کی سیرت محمد لائف اینڈ ٹائم کے عنوان سے انگریزی میں تحریر کی گئی تھی (۱۴)۔

ف۔ بچوں کے لیے کتب:

پاکستان میں بچوں کے ادب پر کافی توجہ دی گئی ہے، اس سلسلے میں سیرت طیبہ کے حوالے سے کتب بھی شامل ہیں، اس ضمن میں دواداروں کا کردار قابل ذکر ہے، ایک ہمدرد فاؤنڈیشن کراچی اور دوسری دعوۃ اکیڈمی اسلام آباد، چند اہم کتابوں کے نام درج ذیل ہیں، حکیم محمد سعید کی نقوش سیرت، سب سے بڑا انسان از نظر زیدی، رسول اللہ کی باتیں از اشتیاق احمد اور ہمارے حضور از عابد نظامی وغیرہ، (۱۵)۔

ک۔ سفرنامے:

حرمین شریفین کے سفرنامے بھی سیرت لٹریچر کا ہی حصہ ہیں، اس سلسلے میں منظر عام آنے والے سفر ناموں کی تعداد ایک اندازے کے مطابق چھ سو سے کم نہیں، ذیل میں بطور مثال صرف چند سفرناموں کا تذکرہ مقصود ہے، عاصم الحداد'' سفرنامہ ارض القرآن''، دشت امکان از ڈاکٹر نگار سجاد ظہیر اور وطن سے وطن تک از ڈاکٹر سید ابوالخیر کشفی، شب جائے کہ من بودم (۱۶)۔

ل۔ اٹلس / سیرت البم:

اردو میں سیرت طیبہ پر ایسی دلچسپ کتب بھی شائع ہوئی ہیں، جو نقشوں پر مشتمل ہیں یا قدیم وجدید رنگین و سادہ تصاویر سے مزین ہیں، چند کتابوں کے نام پیش ہیں۔ حضورؐ کے دیس میں از جاوید جمال ڈسکوی، شوقی ابوخلیل کی اطلس سیرت اور نقوش پائے مصطفیٰ ﷺ از ابو محمد عبدالمالک وغیرہ۔ (۱۷)۔

Marfat.com

م۔ سیرت کانفرنس:

پاکستان میں سیرت نگاری کا جائزہ لیتے ہوئے وزارت مذہبی امور کے زیر اہتمام ہونے والی قومی و بین الاقوامی سیرت کانفرنسوں کا آغاز بھٹو نے کیا تھا۔ ضیاء الحق نے اس کو ایک تحریک کی شکل دے دی۔ ان کانفرنسوں میں مختلف موضوعات پر بحث ہوتی رہی۔ حضورؐ بہ حیثیت معلم اعظم 1977، نبوی نظام عدل 1982 حضورؐ بہ حیثیت محسن انسانیت 1984 اور تعلیم و تربیت میں ہم آہنگی تعلیمات نبوی کی روشنی میں 2011ء وغیرہ، بعض کانفرنسوں میں خواتین کے لیے جو موضوعات طے کیے گئے وہ تعلیمات نبوی 1985، محسن نسواں 1986 وغیرہ ہیں، طلبہ و طالبات کے لیے بھی اس موضوع پر مضامین لکھنے کا اہتمام کیا گیا۔ ان موضوعات کی مفصل فہرست کو دیکھ کر کہا جاسکتا ہے، کہ مطالعہ سیرت کی وسعتوں میں ان کانفرنسوں کے عنوانات نے یقیناً اضافہ کیا ہے (۱۸)۔

ن۔ سیرت ایوارڈ یافتہ کتب:

وزارت مذہبی امور کے زیر اہتمام ایوارڈ یافتہ کتب کی فہرست بھی بہت طویل ہے۔ ان میں سے جمال مصطفیٰ، خطبات رسول، قوس و قزح، ہمارے حضورؐ، جان رحمت، اسوہ کامل وغیرہ اہم ہیں۔ (۱۹)

و۔ رسائل و جرائد:

پاک و ہند میں رسائل و جرائد کی ایک طویل تاریخ ہے۔ ان رسائل کی خاص اشاعتیں بھی منظر عام پر آتی رہتی ہیں۔ ذیل میں چند اہم سیرت نمبروں کا ذکر کیا جارہا ہے۔ کراچی سے ماہانہ فاران کا سیرت نمبر، خاتون پاکستان کا رسول نمبر، ماہانہ نقوش کا سیرت نمبر جو سب سے نمایاں ہے، ماہ نامہ دعوۃ، محدث لاہور، اردو ڈائجسٹ کے سیرت نمبر وغیرہ، 1999 میں کراچی سے ایک ششماہی مجلّے ''السیرۃ'' کا آغاز کیا گیا جو خالصتاً مباحث سیرت کے لیے وقف ہے۔ اس مجلّے کے اب تک 28 شمارے سامنے آچکے ہیں۔ ان شماروں کے بعض اہم مضامین درج ذیل ہیں، سیرت کیا ہے، درس حدیث، قرآن اور صاحب قرآن، عملی پہلو، معراجِ انسانیت، مقام محمد، نقوش سیرت وغیرہ (۲۰)۔

Marfat.com

حوالہ جات

۱۔ عزیزالرحمن، سید، پاکستان میں اردو سیرت نگاری (ایک تعارفی مطالعہ) (دارالعلم والتحقیق برائے علمی تحقیق و ٹیکنالوجی، کراچی ۲۰۱۲ء اگست) ص:۱۴۔

۲۔ ایضاً، ص ۱۵۶۔

۳۔ ایضاً، ص ۱۶۔۱۷۔

۴۔ ایضاً، ص ۱۵۶۔

۵۔ ایضاً، ص ۱۹۔۳۲۔

۶۔ ایضاً، ص ۳۳۔۵۲۔

۷۔ ایضاً، ص ۵۳۔۵۵۔

۸۔ ایضاً، ص ۵۹۔۶۰۔

۹۔ ایضاً، ص ۶۱۔۶۳۔

۱۰۔ ایضاً، ص ۶۵۔۶۶۔

۱۱۔ ایضاً، ص ۶۷۔۷۱۔

۱۲۔ ایضاً، ص ۷۴۔۷۸۔

۱۳۔ ایضاً، ص ۹۱۔۹۶۔

۱۴۔ ایضاً، ص ۹۶۔۱۰۰۔

۱۵۔ ایضاً، ص ۱۲۲۔۱۲۳۔

۱۶۔ ایضاً، ص ۱۲۴۔۱۲۶۔

۱۷۔ ایضاً، ص ۱۲۶۔۱۲۷۔

۱۸۔ ایضاً، ص ۱۲۹۔۱۳۶۔

۱۹۔ ایضاً، ص ۱۴۴۔۱۵۷۔

۲۰۔ ایضاً، ص ۱۵۸۔۱۷۳۔

Marfat.com

بعض نمایاں کتب سیرت کا تفصیلی تعارف وتبصرہ

ا۔ آنحضور ﷺ کی تعلیمی جدوجہد:

(رب نواز/ ادارہ تعلیمی تحقیق، ۳بہاول شیر روڈ، مزنگ، لاہور۔۲۰۰۱ء صفحات: 78۔ قیمت: 45)

مصنف نے ان مختصر مقالات میں تعلیم وتعلم کے بارے میں نبی کریم ﷺ کی ہدایات اورمساعی پر روشنی ڈالی ہے۔قرآن وسنت کے حوالے سے حصولِ علم کی اہمیت، صفہ اوراصحابِ صفہ کی تعلیم، اورتوسیع واستحکام تعلیم کوموضوع بنایاہے۔ آخر میں حواشی بھی درج کردیئے گئے ہیں۔

(نقطۂ نظر اپریل۔ستمبر 2002ء شمارہ 12 صفحہ: 110)

۲۔ اردو میں نعت گوئی؛ چند گوشے:

(شفقت رضوی/ جہانِ حمد پبلی کیشنز: 22/38 بی ون ایریا۔لیاقت آباد۔ کراچی ۔ 2002ء صفحات: 219 قیمت: 2000 روپے)

جناب شفقت رضوی نے اردو میں نعت گوئی سے متعلق اپنے متفرق مطبوعہ مضامین کو زیرِ نظر مجموعے میں یکجا کیا ہے۔ جملہ دس مضامین کی تفصیل یہ ہے:

☆ اردو نعت پر تاریخی اورتنقیدی کتب (تعارف وتجزیہ) ☆ نعت کے حدود ☆ ''معراج نامہ'' پچھمی نرائن شفیق۔ ☆ گنگا سہائے تمیز لکھنوی کی چند نایاب نعتیں۔ ☆ غالب حضور رسالت مآب ﷺ میں۔ ☆ مولانا حسرت موہانی اوران کی نعت گوئی۔ ☆ دستِ دعا کا شاعر ___ صبا اکبرآبادی۔ ☆ طاہر سلطانی کی نعتیہ شاعری۔ ☆ خوش خصال نعت گو ___ صبیح رحمانی۔ ☆ اردو نعت اور جدید اسالیب'' پر ایک نظر۔

(نقطۂ نظر اپریل، ستمبر 2003ء شمارہ 14 صفحہ: 32)

۳۔ اسوۂ کامل:

(ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر/ نشریات، ۴۰ اردو بازار لاہور۔ 2009ء صفحات: 787 قیمت: 550)

مجموعہ مقالات کو سیرتِ نبویؐ کے ذیلی موضوعات کے لحاظ سے سات ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے:

باب اول: ''سیرت نگاری'' سے متعلق ہے۔اس میں سیرت نگاری کے آغاز وارتقاء، عصرِ حاضر میں مطالعۂ سیرت کی اہمیت، جدید مسائل اوران کے حل میں سیرتِ نبویؐ کی رہنمائی، برصغیر میں علماء حدیث کی

خدماتِ سیرت اور مستشرقین کی سیرت نگاری کے مباحث شامل ہیں۔

باب دوم: ''نقوش سیرت'' ہے جس میں یہ چار مقالات شامل ہیں:

☆ سیرت النبیؐ: قرآن کے آئینے میں۔

☆ رسول ﷺ بحیثیت انسانِ کامل۔

☆ رسول اللہ ﷺ بحیثیت معلم اخلاق۔

☆ رسول اللہ ﷺ بحیثیت خاتم النبیین۔

باب سوم: ''سیرتِ نبویؐ اور معاشرت'' کے موضوع پر ہے۔ اس میں جن ذیلی پہلوؤں پر اظہارِ خیال کیا گیا ہے، ان میں سیرتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں معاشرتی زندگی کی تشکیل، عہدِ نبویؐ میں خواتین کا سماجی اور ثقافتی مقام اور مرتبہ، رواداری اور معاشرتی استحکام جیسے پہلو شامل ہیں۔

باب چہارم: ''سیرت نبوی ﷺ اور معیشت'' میں رسول اکرم ﷺ کی معاشی زندگی اور ان کی خدمتِ انسانیت پر گفتگو کی گئی ہے۔

باب پنجم: ''سیرتِ رسول ﷺ اور تعلیم وتدریس'' سے متعلق ہے۔ تربیت اولاد اور بحیثیت مجموعی نبوی تعلیمی اسوے پر گفتگو کی گئی ہے۔

باب ششم: ''سیرتِ نبوی ﷺ اور منہج دعوت'' میں یہ ذیلی عنوانات تجویز کیے گئے ہیں:

☆ رسول اللہ ﷺ بحیثیتِ داعی اعظم۔

☆ قرآن اور صاحبِ قرآن کی دعوتی تاثیر۔

☆ سیرت نبوی ﷺ کی روشنی میں داعی اسلام کے اوصاف۔

باب ہفتم: ''سیرت نبویؐ اور اسلامی ریاست کا آغاز وارتقاء'' اس کے ضمن میں رسول اللہ ﷺ کی سپہ سالاری، ان کی خارجہ حکمتِ عملی، سیرت نبوی ﷺ کی روشنی میں استحکام پاکستان، ناموسِ رسالتؐ، حب رسول ﷺ اور اس کے تقاضوں اور عہدِ نبوی ﷺ کے عدالتی اداروں پر گفتگو کی گئی ہے۔

مؤلف نے نبی کریم ﷺ کی حیات وتعلیمات کی روشنی میں ان کے نظری اور علمی پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے اور بعض مقالات کے آخر میں کچھ عملی تجاویز بھی پیش کی گئی ہیں۔

کتاب میں شامل جملہ تحریریں مختلف اوقات میں لکھی گئی ہیں اور ہر تحریر اپنے طور پر کامل ومکمل مقالے کے طور پر پیش کی گئی تھی۔ موقع ومحل کی مناسبت سے اس کے ساتھ حواشی اور حوالے درج کیے گئے تھے، تاہم اب جملہ مقالات کی ایک مجموعی کتابیات، آخر کتاب میں مصنفین کے ناموں کا اعتبار کرتے ہوئے، حروفِ تہجی کی ترتیب سے مہیا کی گئی ہے۔

''اسوۂ کامل'' میں برصغیر میں سیرت نگاری کے حوالے سے اکثر اردو کتب سیرت کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

کتاب کا اسلوب بحیثیت مجموعی تحقیقی ہے۔ کتاب کا مقدمہ مرحوم پروفیسر عبدالجبار شاکر کے قلم سے ہے جس میں سیرتِ نبویؐ کے مطالعے کی اہمیت بڑی خوبصورتی سے اجاگر کی گئی ہے۔

(نقطۂ نظر اپریل۔ستمبر 2010ء شمارہ 27 صفحہ: 46,45)

۴۔ اصح السیر

(عبدالرؤف داناپوری، مجلس نشریات اسلام، کراچی)

مولانا عبدالرؤف داناپوری غالباً برصغیر پاک وہند کی وہ ہستی ہیں جنھوں نے علامہ شبلی نعمانی کے بعد سیرت پر کتاب لکھی، خود علامہ شبلی کے بارے میں مولانا عبدالرؤف ان کے مداح ہونے کے باوجود بعض معاملات میں آخر دم تک مطمئن نہ ہوسکے۔ انھیں غالباً مولانا شبلی نعمانی کے اس معذرت خواہانہ رویے پر اعتراض تھا جو مغازی کے سلسلے میں مولانا شبلی نے اختیار کیا۔

یہی وجہ ہے کہ مولانا عبدالرؤف داناپوری کی کتاب ''اصح السیر'' جو 612 صفحات پر مشتمل ہے، اس میں مغازی پر سیر حاصل کی بحث کی گئی ہے، خود انھوں نے اپنی کتاب کے دیباچہ میں لکھا ہے:

۱۔ ''مغازی کی ترتیب اور اس کی تکمیل جس قدر مشکل ہے اس سے اہلِ نظر واقف ہیں، جو ترتیب ہے اہم مواضع اختلاف کے موقع پر میں نے اس کے وجوہ اور دلائل کی طرف اشارہ بھی کردیا ہے۔ گو طوالت کے خوف سے اکثر تفصیلی مباحث سے احتراز کیا ہے''۔

میرا خیال ہے کہ اہل علم اس کتاب میں کتاب المغازی جامع مکمل اور بہترین ترتیب پر پائیں گے۔

اس کتاب میں مولانا نے سیرت کونین کے بجائے مجموعی طور پر اسے دو حصوں میں تقسیم کیا ہے، حصہ اول میں رسول اکرم ﷺ کی ولادت سے وفات تک کے حالات ہیں۔ مگر وہی جن کا تعلق اسلام کی تبلیغ واشاعت اور اسلام کی ترقی سے ہے۔ حصہ دوم میں پیغمبرانہ زندگی کا ذکر ہے۔

کتاب کے آغاز میں نبی کی بعثت کی غرض وغایت، ان کی سیرت کو ان کے بعد کے زمانے میں بیان کرنے کی ضرورت اور اس کی اہمیت، اس سلسلے میں صحابہ کرام تابعین اور تبع تابعین اور متاخرین کی کوششوں اور کاوشوں کا ذکر ہے۔ حضور ﷺ نے تبلیغ دین کے لیے جو راہیں اختیار کی ہیں ان کا تفصیلاً ذکر کیا گیا ہے۔

اس کتاب کی خاصیت جو اسے دوسری سیرت پر لکھی گئی کتابوں سے ممتاز کرتی ہے وہ یہ ہے کہ مولانا پہلے بعض واقعات کو تاریخی حوالوں سے بیان کرتے ہیں اور اس کے بعد اس پر تبصرہ کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ غیر مسلم حضرات کی جانب سے رسول اکرم ﷺ کی سیرت خاص طور پر مغازی پر کیے گئے اعتراضات کا مثالی جواب دینے کی کوشش بھی کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں معذرت خواہانہ رویہ اختیار کرنے کے بجائے زوردار طریقے سے واقعات کی وکالت کرتے ہیں۔ کتاب کا بغور مطالعہ کرنے سے قاری بآسانی یہ حقیقت پالیتا ہے کہ

Marfat.com

مولانا نے اس کتاب کی ترتیب میں انتہائی عرق ریزی سے کام لیا ہے۔ رسول اکرم ﷺ کے بارے میں کسی ایک کتاب سے ایک روایت کو لینے پر بھی اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ دوسری کتابوں سے بھی مدد لی گئی ہے۔ بات کر کے گویا کتاب لکھنے والے اور پڑھنے والے کو روبرو کر دیا گیا ہے مثلاً ابن اسحاق، ابن حزم، ابن حجر، شیخ عبدالحق وغیرہ۔ ان کے حوالوں سے باتیں کر کے گویا قاری کو بات ذہن نشین کرانے کا طریقہ اختیار کیا گیا ہے۔

کتاب میں بعض جگہ روایات کے نقطۂ نظر سے جھول بھی نظر آتا ہے، لیکن بہرحال کوئی کتاب بھی کامل کتاب نہیں کہلاتی سوائے قرآن پاک کے۔ تاہم اس کتاب کو ایک اچھی کوشش کہا جاسکتا ہے۔

۵۔ افضل الرسل ﷺ:

(پیر سید محمد حسین شاہ علی پوری (مصنف)، محمد صادق قصوری (مرتب و مدون) زاویہ پبلشرز، ۶ مرکز الاویس، دربار مارکیٹ لاہور۔ 2002ء صفحات: 192 قیمت: 90)

سید محمد حسین شاہ علی پوری نے نبی کریم ﷺ کے کمالات کا تذکرہ کرتے ہوئے قرآن وحدیث اور آثارِ صحابہ کی روشنی میں کتاب ''افضل الرسل ﷺ'' تالیف کی اور 115 عنوانات کے تحت آپ ﷺ کی شان بیان کی ہے۔ ''افضل الرسل ﷺ'' کی تالیف کو نوے سال سے زیادہ کا عرصہ گزر چکا ہے۔

''افضل الرسل ﷺ'' میں زیادہ تر ''خصائص کبریٰ'' (جلال الدین سیوطی)، حلیۃ الاولیاء (ابونعیم اصفہانی)، ''مدارج النبوۃ'' (شیخ عبدالحق محدث دہلوی) ''الشفاء'' (قاضی عیاض اور ''مواہب لدنیہ'' (زرقانی) کی روایات و بیانات پر انحصار کیا گیا ہے۔

ان کتابوں کی روایات کو محدثین کے اصولِ جرح و تعدیل پر پرکھ کر ہی پیش کیا جائے تو موزوں ہے۔ ضعیف اور موضوع روایات سے نبی اکرم ﷺ سے محبت و عقیدت پیدا کرنا چنداں درست نہیں ہے۔

''افضل الرسل ﷺ'' ایک قدیم تحریر کو زندہ کرنے کی کامیاب کوشش ہے، تاہم اگر سیرتِ رسول ﷺ پر کتابوں کی اشاعت میں صحیح اور موضوع اور ضعیف روایات کا فرق کر لیا جائے تو دین و دنیا کی بھلائی حاصل ہوگی لیکن اس کتاب میں اس بات کا خیال نہیں رکھا گیا۔ (نقطۂ نظر اپریل۔ ستمبر 2006ء شمارہ 20 صفحہ: 34,36)

۶۔ الامین:

(محمد رفیق ڈوگر، مکتبہ دید شنید پبلشرز لاہور، ۲۰۰۰ء)

''الامین'' سیرت کے موضوع پر لکھی جانے والی بہترین کتب میں سے ایک کتاب ہے جس کو محمد رفیق ڈوگر نے چار جلدوں میں مکمل کیا ہے۔ یہ کتاب نومبر ۲۰۰۰ء کو مکتبہ دید شنید پبلشرز لاہور سے شائع ہوئی، ہر جلد اوسط ۶۰۰ صفحات پر مشتمل ہے۔

سیرت نگار محمد رفیق ڈوگر نے سیرت کے تمام واقعات کو بڑی ہی جامعیت اور احسن انداز کے ساتھ

Marfat.com

تاریخی ترتیب سے مرتب کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔
واقعات کوتحریر کرنے میں مصنف نے تمام اہم موضوعات کے عنوان دے کراس کے ضمن میں تمام بحثوں کا احاطہ کیا ہے اور حواشی وحوالہ جات کے عنوان سے اصل ماخذ کی طرف ہر موضوع کے بعد اشارہ کیا ہے اور پھر ہر جلد کے آخر میں ماخذ کے ضمن میں تمام عربی، اردو اور انگلش مصادر و مراجع کا ذکر کیا ہے۔

الامینؐ (جلد اول)

اس جلد میں مصنف نے موضوعاتی اسلوب کو اپنایا ہے، اور رسول اللہ ﷺ کے مکی دور کو اپنا موضوع بنایا ہے۔ سوانحی اسلوب اختیار کیا ہے اور ان کی ذیلی ترتیب میں تقدیم وتاخیر یا ترجیح وعدم ترجیح پر عمل کرتے ہیں اور اس طرح وہ نئے نکات اجاگر کرنے یا جدید نتائج اخذ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔
''الامین'' میں انھوں نے جزیرہ نمائے عرب اور رسول اکرم ﷺ کی مکی زندگی کو عنوانات میں تقسیم کیا ہے: جزیرۃ العرب، عرب البائدہ، عرب العاربہ، عرب المستعربہ، عرب اور تجارت، حضرت ابراہیم علیہ السلام اور جزیرۃ العرب، تولیت بیت اللہ، عرب قوم کی عادات وخصائل، عبداللہ بن عبدالمطلب، ولادت محمد ﷺ، مکہ اور مکی معاشرہ، ابوالقاسم، انتخاب، خاموش انقلاب، کھلا چیلنج، ظلم کی شکست، پروپیگنڈہ مہم، روشنی پھیلتی رہی، اللہ کے لیے ہجرت، رسول اللہ ﷺ کی فراست، قریش کے فد کو نجاشی کا جواب، اللہ کا وعدہ، بائیکاٹ، غموں کا سال، رسول اللہ ﷺ کا تبلیغی سفر، روحانی اور دنیاوی تربیت کا ضابطہ، یثرب میں روشنی، امن کے گھر کی طرف، رسول ﷺ کی ہجرت اور گارڈ آف آنر۔
مصنف ایک عنوان کو بطورِ باب اختیار کرتے ہیں، اس کے جملہ پہلوؤں سے سیر حاصل بحث کرتے ہیں، تاریخی واقعات وحوادث کی مدد سے وہ ایک رائے قائم کرتے ہیں، پھر اس رائے کے حق میں دلائل دیتے ہیں۔ حیاتِ رسولؐ کے مکی دور پر نسبتاً کم مواد ملتا ہے۔ نیز ''الامین'' کا زیادہ تر مواد انگریزی اور اردو کتب سے اخذ کیا گیا ہے۔ (نقطۂ نظر اکتوبر 2001ء ۔ مارچ 2002ء شمارہ 11 صفحہ 29,32:)

الامین ﷺ (جلد دوم)

اس جلد میں مصنف نے سرور کائنات ﷺ کی مدینہ میں آمد سے لے کر غزوہ دومۃ الجندل تک کے تمام واقعات سیرت کو بڑے احسن انداز کے ساتھ درج کیا ہے۔

الامین ﷺ (جلد سوم)

اس جلد میں غزوہ احزاب سے لے کر وفات النبی ﷺ تک کے تمام واقعات سیرت کو بڑی جامعیت کے ساتھ تحریر کیا گیا ہے۔

Marfat.com

الامین ﷺ (جلد چہارم)

محمد رفیق ڈوگر کی ''الامین ﷺ'' کی تین جلدوں میں نبی اکرم ﷺ کی سوانح حیات مکمل ہوچکی ہے۔
''الامین'' کی اس جلد کی ورق گردانی کرتے ہوئے احساس ہوتا ہے کہ مصنف سیرت نگاروں کے اس زمرے میں شامل ہیں جنھوں نے روایات کے ردوقبول میں درایت کی بنیاد پر چھان پھٹک کو اہمیت دی ہے، نیز نبی کریم ﷺ کی مبارک زندگی میں ریاستی طاقت اور اقتدار کے کردار کو بھرپور انداز میں واضح کیا ہے۔

(نقطۂ نظر اپریل۔ ستمبر 2007ء شمارہ 22 صفحہ:31,36)

۷۔ بائبل اور محمد رسول اللہ ﷺ:

(محمد عمران ثاقب، مکتبہ قدوسیہ لاہور، ۲۰۰۶ء)

یہ حکیم محمد عمران ثاقب کی تصنیف ہے۔ اس کے ۳۲۸ صفحات ہیں اور مکتبہ قدوسیہ لاہور نے اس کو ۲۰۰۶ء میں شائع کیا۔ پیش لفظ معروف عالم دین حافظ صلاح الدین یوسف نے نہایت اختصار سے لکھا ہے۔ بعد ازاں گل ہائے عقیدت کے نام سے مؤلف نے کئی غیر مسلموں کے اقتباسات اور اشعار مدح نبیؐ میں لکھے ہیں۔

یہ کتاب پانچ ابواب پر مشتمل ہے جو کہ اختصار کے ساتھ حسب ذیل ہیں۔

باب اول: ''عہد کا رسول'' ہے۔ اس میں پہلے قرآن مجید کی آیات سے رسول اللہ ﷺ کا ذکر ہے۔ بعد ازاں حضرت عیسیٰؑ اور مروجہ اناجیل کا عنوان ہے۔ اس میں انجیل کے حوالوں سے یہ بات ثابت کی گئی ہے کہ حضرت عیسیٰؑ انسان تھے۔ اللہ کے بیٹے نہ تھے، حضرت عیسیٰؑ صرف بنی اسرائیل کی طرف بھیجے گئے وہ کوئی نئی شریعت لے کر نہیں آئے تھے۔ ان کے عقیدہ کفارہ کے مطابق نہ حضرت مریمؑ معصوم تھیں اور نہ ہی حضرت عیسیٰؑ۔

باب دوم: تورات اور محمد رسول اللہ ﷺ۔ تورات سے ثابت کیا ہے کہ حضرت محمد ﷺ تشریف لائے ہیں۔ اس باب میں تورات کی پیشین گوئی سے ثابت کیا کہ حضرت محمد ﷺ آئیں گے۔

باب سوم: زبور اور محمد رسول اللہ ﷺ۔ اس باب میں زبور سے محمد ﷺ کے متعلق پیشین گوئی کا ذکر ہے۔

باب چہارم: انجیل اور محمد رسول اللہ ﷺ ہے۔ اس میں حضرت عیسیٰؑ کی حضرت محمد ﷺ کے بارے پیشین گوئیاں ہیں۔ اور انجیل سے بیان کیا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق بھی انجیل میں ذکر ہے۔

باب پنجم: انجیل برناباس اور محمد رسول اللہ ﷺ ہے۔ انجیل برناباس میں رسول اللہ ﷺ کے بارے میں نو شہادتیں دی گئی ہیں۔

۸۔ بعثت نبوی ﷺ کی پیشین گوئیاں ___ ہندوؤں کی کتبِ مقدسہ میں:

(وید پرکاش اپادھیائے (مؤلف)، حافظ حقانی میاں قادری (مرتب) / دار الکتاب، غزنی سٹریٹ،

Marfat.com

اردو بازار۔ لاہور/صفحات:119 قیمت:60)

یہ خوبصورت کتاب، سنسکرت زبان وادب کے فاضل ڈاکٹر پنڈت وید پرکاش اپادھیائے کے دو کتابچوں؛ نراشنس اور انتم رشی اور کلکی اوتار اور حضرت محمد ﷺ صاحب کے اردو تراجم پر مشتمل ہے۔

پہلے حصے میں مؤلف نے یہ ثابت کیا ہے کہ ویدوں میں، بائبل میں اور بدھ مذہب کی کتابوں میں آخری نبی ﷺ کی شکل میں جس کے آنے کا اعلان کیا گیا ہے، وہ حضرت محمد ﷺ ہی ثابت ہوتے ہیں۔

دوسرے کتابچے میں وید پرکاش اپادھیائے نے ویدوں کے علاوہ پرانوں میں مذکور ''کلکی اوتار'' کو اپنی تحقیق اور غور وفکر کا موضوع بنایا ہے۔ انھوں نے واضح کیا ہے کہ اوتار سنسکرت میں وہی مفہوم رکھتا ہے جو پیغمبر یا نبی کے لفظ کا ہے۔ اوتاروں اور بالخصوص آخری اوتار کی آمد کی وجوہ بتائی گئی ہیں، ان کی تفصیل بتاتے ہوئے واضح کیا گیا ہے کہ سارے خصائص حضرت محمد ﷺ کی شخصیت میں موجود ہیں۔

ویدوں کی تعلیمات کے مطابق اللہ تعالیٰ کی توحید، اس کی عبادت گزاری اور اسی سے معافی مانگنے کے احکام جیسی مشترک تعلیمات کی نشاندہی کی گئی ہے۔ آخر میں بتایا گیا ہے کہ جس کلکی اوتار یعنی پیغمبر آخرالزماں کے انتظار میں ہندوستانی بیٹھے ہوئے ہیں وہ تو کب کا آچکا ہے۔ یوں یہ کتاب خاصی معلوماتی بھی ہے۔ اس کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اس کتاب میں ہندومت سے تعلق رکھنے والے لوگوں کی آراء درج کی گئی ہیں اور قارئین کی طرف اٹھائے گئے لوگوں کے سوالات کے جوابات دیئے گئے ہیں۔ کتاب کے ابواب اور عنوانات درج کیے گئے ہیں۔ (نقطۂ نظر اپریل۔ ستمبر 2005ء شمارہ 18 صفحہ:25,27)

۹۔ پیغمبر انسانیت ﷺ:

(مقدمہ: مولانا حسن مثنیٰ ندوی)

اہم خدمات جن لوگوں نے سرانجام دیں اردو زبان میں سیرتِ نبوی ﷺ کی اشاعت وتبلیغ کا کام بڑی محنت، بڑی توجہ اور بڑے شستہ انداز سے ہوا ہے۔ اس سلسلے میں جن لوگوں نے اہم خدمات سرانجام دیں ان کے نام درج ذیل ہیں:

۱۔ سید احمد خان ۲۔ شاہ سلیمان پھلواروی۔
۳۔ قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری۔ ۴۔ مولانا شبلی نعمانی۔
۵۔ سید سلیمان ندوی۔

سید صاحب کا بڑا اور اہم کارنامہ اس دور میں یہ ہے کہ انھوں نے ''سیرت'' کا ایک نیا تصور بخشا اور اسے ایک جامع قدر عطا کی۔ عام طور پر یہ خیال کیا جاتا تھا کہ سیرت کا تعلق ان واقعات سے ہے جو ولادت سے وفات تک پیش آئے ہیں۔ اس لیے حضور ﷺ کی سیرت ہی ہے کہ ولادت سے وفات تک کے تمام واقعات مرتب کر دیئے جائیں لیکن سید صاحب نے سیرت اور حیات میں فرق کیا ہے؟ اور محدود تصور میں وسعت پیدا کی

ہے۔رسول کریم ﷺ کی زندگی کے مفید واقعات کا نام سیرت نہیں ہے بلکہ ''رسالت'' انسانی زندگی اوراس کے ایک ایک گوشے سے تعلق رکھتی ہے۔آپ ؐ کی زندگی کو رسالت سے الگ نہیں کیا جاسکتا۔رسول کریم ﷺ کے اخلاق اور کردار پر مختصر مگر جامع ترین تبصرہ یہ ہے:

وکان خلقه القرآن۔

سیرت کمیٹی بنی۔

اس سلسلے میں سیرت کمیٹی کی خدمات کو فراموش نہیں کیا جاسکتا۔

ارتقائی کڑیاں

قانون ارتقاء کے مطابق شاہ سلیمان پھلواروی ،قاضی سلیمان سلمان منصور پوری ،سید سلیمان ندوی،سلسلہ ارتقاء کی ترقی کی یہ کڑیاں ہیں۔

دوسری چند کتابیں

یوں تو اور بھی بہت سی چھوٹی بڑی کتابیں سیرت پر اردو زبان میں لکھی گئی ہیں تاہم چند اہم کتابیں یہ ہیں:

۱۔ تذکرہ جمیل ۲۔ سیرت رسولؐ
۳۔ اصح السیر ۴۔ النبی الخاتمؐ
۵۔ اسوہ رسولؐ ۶۔ سرورِ عالمؐ
۷۔ رحمتِ عالمؐ ۸۔ سوانح عمری محمدؐ
۸۔ مہر نبوتؐ ۹۔ حضرت محمدؐ
۱۰۔ خطباتِ مدراس ۱۱۔ ختم المرسلینؐ
۱۲۔ تذکرۃ المصطفیٰؐ ۱۳۔ تاریخ احمدیؐ
۱۴۔ پیغمبر صحراؐ ۱۵۔ حدیث دفاع
۱۶۔ نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب

انگریزی زبان میں جو تراجم ہوئے ہیں ان میں ''سیرت مستشرقین'' کے نام سے مولوی عبدالحلیم، بی۔اے کی کتاب بھی سیرت ہی پر ہے۔

حیاتِ مبارکہ کے ابتدائی حالات:

۱۔ ولادت باسعادت ۹ ربیع الاول مکہ مکرمہ میں ہوئی۔

۲۔ یتیمی: آپ ﷺ کے والد آپ ﷺ کی پیدائش سے کئی دن قبل وفات پاچکے تھے۔

۳۔ عبدالمطلب اور آمنہ: آپ ﷺ کے دادا نے آپ ﷺ کی پرورش کی اور حضرت آمنہ نے دودھ پلایا۔

Marfat.com

اس کے بعد ابولہب کی لونڈی ثویبہ رضی اللہ عنہا نے رضاعت کی خدمت سرانجام دی۔اس کے بعد کم وبیش چار سال تک حلیمہ سعدیہ نے اپنے پاس رکھا۔

۴۔ شغل تجارت اور نکاح خدیجہ رضی اللہ عنہا

۵۔ نصب حجر اسود کا حکیمانہ فیصلہ

۶۔ غربت کی گمراہیاں

۷۔ عزلت گزینی

۸۔ رؤیائے صادقہ

بعثتِ نبویؐ اور دعوتِ اسلام:

پہلا سندلیس:

اب رفتہ رفتہ محمدؐ کا ظرف بارِ نبوت کو سنبھالنے کے قابل ہوگیا تھا،عمر شریف کا اکتالیسواں سال تھا اور ۹ ربیع الاول کی تاریخ تھی۔دوشنبے کا دن تھا۔یہ وہی دن ہے جس میں حضور ﷺ اس دنیا میں تشریف لائے۔ وقت کیا تھا یہ تو اللہ کو معلوم بہرحال یکا یک ایک ناآشنا نووارد آتا ہے اور آتے ہی فرمائش کرتا ہے کہ کہیے:

"اقراء"۔

فراستِ خدیجہ رضی اللہ عنہا:

غرض یہ پہلا سندلیس اور اولین وحی تھی جسے برداشت کرنے کے لیے حضور ﷺ کا ظرف پہلے سے ہی تیار کردیا گیا تھا۔لیکن رسول پھر بھی انسان ہوتا ہے،دل لرزنے لگا اسی حالت میں گھر واپس آئے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو واقعہ سنایا۔حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ خدا آپ ﷺ کو غمگین اور بے بس نہیں کرے گا۔

لمحۂ فکریہ:

یہاں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے اس بیان کو بار بار پڑھیے کہ ہونے والے پیغمبر کی عمومی زندگی کا ایک ایک نقشہ سمٹا ہوا ہے۔

ورقہ بن نوفل کی شہادت:

اس کے بعد حضرت خدیجہ آپ ﷺ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں۔

ایمان خدیجہ رضی اللہ عنہا:

سب سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ایمان لائیں نہ صرف عورتوں میں بلکہ مردوں میں بھی سب سے پہلے ایمان لائیں۔

Marfat.com

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا ایمان لانا:

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد جناب ابو بکر صدیقؓ ایمان لاتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ:

ان کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ ایمان لائے جن کی عمر اس وقت نو یا دس سال تھی۔

نگاہِ بازگشت:

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بیوی ہیں، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ جنم کے ساتھی ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ فردِ خاندان ہیں، یہ سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کردار و سیرت سے اور ایک ایک حرکت و سکون سے واقف تھے۔

زید رضی اللہ عنہ بن حارثہ:

ان اول المومنین میں سے ایک زبردستی کا غلام بھی ہے، یہ اپنے والدین سے کہیں بچھڑ گئے تھے۔ جاہلیت کے دستور کے مطابق کسی نے اسے پکڑ کر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھ فروخت کر دیا اور انھوں نے اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کے لیے وقف کر دیا۔ بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس سے سب سے زیادہ یہی واقف تھے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ پھر بھی صاحب اثر تھے لیکن یہ زید رضی اللہ عنہ بن حارثہ غریب، بے بس غلام تھے۔ آگے چل کر مظالم کا آغاز انہی جیسے بے بسوں سے کیا گیا۔ زید رضی اللہ عنہ بن حارثہ ان شدید خطرات سے بے خبر نہ تھے، ان کا شمار بھی انہی اول المومنین میں ہوتا ہے جو سوچ سمجھ کر ایمان لائے تھے۔

ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا:

جناب ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ مسلم، بیہقی اور مسند احمد وغیرہ میں مختصر اور مطولاً موجود ہے۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سن کر بے چین ہو گئے تھے، پہلے اپنے بھائی کو مکہ بھیجا تا کہ معاملات حاصل کر کے آئے۔ اس کے بعد وہ خود آئے اور اسلام قبول کر لیا۔

اول المؤمنین کا مطلب:

عشرہ مبشرہ کی پانچ اور شخصیتیں:

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی تبلیغ سے متاثر ہو کر پانچ ایسے اشخاص ایمان لائے جن کا شمار عشرہ مبشرہ میں ہوتا ہے۔ یہ حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ، زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ طلحہ رضی اللہ عنہ بن عبد الرحمٰن، عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ بن عوف، سعد رضی اللہ عنہ بن ابی وقاص تھے۔

Marfat.com

۱۰۔ ماہنامہ ''فکر ونظر'' سیرت النبی ﷺ نمبر:

ماہنامہ ''فکر ونظر'' سیرت النبی ﷺ نمبر، ماہنامہ ربیع الاول ۱۳۹۵ ء اپریل ۱۹۷۵ ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد ۱۵۶ صفحات پر مشتمل ہے۔رسول اللہ ﷺ کی پیدائش کے ماہ کی نسبت سے اس نمبر کو شائع کیا گیا ہے۔اس وقت اس کے مدیر ڈاکٹر شرف الدین اصلاحی تھے۔دو صفحات پر مشتمل نظرات کے نام سے اداریہ ہے جس میں سیرت نمبر کی وجہ اشاعت لکھی گئی۔ پھر محسن کا کوروی کا قصیدہ لامیہ ہے۔

''انقلاب نبوی ﷺ'' کے نام سے عبدالواحد ہالے پوتا کا مقالہ ہے جس میں انقلاب نبوی ﷺ کو اختصار سے بیان کیا گیا ہے۔آپ ﷺ کا انقلاب زندگی کے ہر میدان میں آیا۔ آپ ﷺ کے لائے ہوئے نظام میں جامعیت ہے۔آپ ﷺ نے ایسا فطری نظام دیا جس نے معاشرے کو نہایت عروج تک پہنچایا۔ رسول اللہ ﷺ کی ذات سے تمام کمالاتِ انسانی موجود ہیں۔ایسا انقلاب نہ کبھی ماضی میں ہوا نہ آئندہ آئے گا۔

دوسرا مقالہ عبدالقدوس ہاشمی کا ''سیرت انبیاءؑ کمال انسانیت'' کے نام سے ہے۔دنیا میں زندگی گزارنے کا صحیح ماڈل انبیاء کرام ہوتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ انسانوں کی رہنمائی کے لیے مبعوث فرماتا ہے۔اب صرف محمد ﷺ کی زندگی ہی محفوظ ہے۔آپ ﷺ کی زندگی ہر انسان کے لیے نمونہ ہے خواہ وہ سپہ سالار ہو، حاکم ہو یا منتظم ہو۔آپ ﷺ کی زندگی میں صبر، قناعت، تقویٰ، طہارت، زکوٰۃ، شجاعت اور توکل کے اعلیٰ ترین نمونے ہیں۔(583-575)

بعد ازاں محمد صغیر حسن معصومی کا مقالہ ''بنی نوع انسان کا معلم اعظمؐ'' ہے۔آپ ﷺ نے نہ صرف تعلیم دی بلکہ آپ ﷺ نے تربیت بھی کی۔(592-584)

پھر ضیاء الدین احمد کا مقالہ ''رسول اکرم ﷺ کی معاشی تعلیم'' ہے۔اس میں انھوں نے ثابت کیا ہے کہ معاشی زندگی کی تمام خرابیوں کے سدباب کے لیے اس معیشت کے نظام کو شامل کرنا ضروری ہے جو رسول عربی ﷺ نے ۱۴۰۰ سال پہلے دیا۔(601-593)

بعد ازاں عبدالرحمن طاہر سورتی کا مضمون ''رسول اللہ ﷺ پیامبر امن'' ہے۔اس میں بتایا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تمام جہان کو عالمی امن کے قیام کی دعوت دی۔ اور امن قائم کرنے کے ساتھ وہ بنیادی اصول دیئے جنھوں نے انسانی برادری کو عدل وانصاف اور مساوات کی بنیاد پر باہم پر امن زندگی گزارنے کے لیے رہنمائی مہیا فرمائی۔(611-602)

بعد ازاں سید علی رضا نقوی کا مقالہ ''رسول اللہ ﷺ اقبال کی نظر میں'' ہے۔اس میں علامہ اقبال کا ادب رسول ﷺ، آپ ﷺ سے محبت اور امت کے لیے رسول اللہ ﷺ کے تعلق کی ضرورت پر زور دیا گیا ہے۔اس میں ختم نبوت اور انقلاب محمدی ﷺ کا ذکر کیا گیا ہے۔(622-612)

بعد ازاں ڈاکٹر شرف الدین اصلاحی کا مضمون ''عہد جدید کے مسائل اور آنحضرت ﷺ کا پیغام''

Marfat.com

ہے۔ مختلف مسائل کا ذکر کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ ان کا حل سیرت النبی ﷺ میں موجود ہے۔(623-636)

احمد حسن کا مضمون ''شان عدل واحسان'' بھی شامل اشاعت ہے۔ آپ ﷺ نے عدل واحسان کے حوالے سے اپنے ماننے والوں اور دشمنوں کے ساتھ عدل واحسان کا یکساں سلوک فرمایا۔(637-642)

محمد خالد مسعود کا مضمون ''نبی کریم ﷺ غیر مسلموں کی نظر میں'' ہے۔ اس مضمون میں غیر مسلموں یعنی ہندوؤں اور یورپ کے غیر مسلموں نے جو سیرت پر لکھا اس کا ذکر کیا ہے غیر مسلموں کے متاثر ہونے والے لوگوں خیالات کا بھی ذکر فرمایا ہے۔ اور ان لوگوں کا ذکر ہے جنھوں نے آپ ﷺ کی تعریف کی۔(643-650)

محمد سعود کا مضمون ''تعلیمات نبوی ﷺ میں سائنسی محرکات'' ہے۔ اس میں کئی مسلمان سائنسدانوں کا تذکرہ ہے۔(651-656)

محمود احمد غازی کا مضمون ''رسول اللہ ﷺ بحثیت ایک مدبر'' ہے۔ اس میں رسول اللہ ﷺ کی انتظامی صلاحیتوں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔(657-673)

مفتی محمد رفیع اللہ نے ''سپہ سالارِ اعظم'' لکھا۔ اس میں انھوں نے نبی دو عالم ﷺ کے سپہ سالاری کے انداز کو بڑے اختصار کے ساتھ بیان کیا ہے۔(674-682)

عذرا نسیم تھانوی نے ''رسول اللہ ﷺ کی عائلی زندگی'' لکھا۔ اس میں انھوں نے نبی ﷺ کی گھریلو زندگی کو بڑی جامعیت کے ساتھ تحریر فرمایا۔(683-693)

غلام مرتضیٰ آزاد نے ''ہمسایوں سے حسن سلوک'' لکھا۔ جس میں ہمسایوں کے حقوق اور اسلام کی نظر میں ان کے ساتھ حسن سلوک کو واضح کیا گیا ہے۔(694-699)

عبدالرحیم اشرف نے ''انسان کامل'' کے عنوان سے لکھا۔ جس میں آپ ﷺ کی زندگی کے کئی پہلوؤں کا ذکر کیا ہے۔(700-707)

ثروت صولت نے ''استنبول میں تبرکات نبویؐ'' لکھا۔ اس میں آپ ﷺ کے کئی تبرکات کا ذکر کیا ہے۔ ان میں آپ ﷺ کی تلواریں، کمان، پرچم، خرقہ شریف، نامہ سعادت، مُوئے مبارک اور گنبدِ خضریٰ کی خاک شامل ہے۔ چند دیگر تبرکات بھی ہیں۔(707-717)

۱۱۔ پیام سیرت عصر حاضر کے پس منظر میں:

(خالد سیف اللہ رحمانی، زمزم پبلشرز کراچی، جنوری ۲۰۱۰ء)

سیرتی ادب میں ایک خوبصورت اضافہ ہے۔ مصنف مولانا خالد سیف اللہ رحمانی ہیں اور زم زم پبلشرز کراچی نے اسے جنوری ۲۰۱۰ء میں شائع کیا ہے۔ کتاب 306 صفحات پر مشتمل ہے۔ کتاب کو چار ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔

Marfat.com

پہلا باب مطالعہ سیرت کے مبادی:

اس باب میں مطالعہ سیرت کی ضرورت (کیوں اور کس طرح؟) پر زور دیا گیا ہے۔ انبیاء کی بعثت کی ضرورت اور مقصد، نبی اکرم ﷺ کی عالمگیر نبوت اور آپ ﷺ بحیثیت رحمۃ للعالمین کو بڑی خوبصورتی اور دلائل کے ساتھ پیش کیا ہے۔

دین اسلام کا عیسائیت اور ہندومت کے ساتھ موازنہ پیش کیا گیا ہے۔ حضرت مسیحؑ کا آپ ﷺ سے موازنہ نیز بائبل، ویدوں اور قرآن کا تقابلی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ اصلی انجیل آرامی زبان میں تھی جو کہ اب ناپید ہو چکی ہے۔ ویدوں کو پنڈت جواہر لال نہرو الہامی ماننے کے لیے تیار نہیں، اس لیے قرآن کریم کو ان کتب پر ایسے برتری اور فوقیت حاصل ہے جیسے چودھویں رات کے چاند کو ستاروں پر۔ اسلام ایک عالمگیر دین ہے۔ قرآن ایک عالمگیر پیغام اور مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ اسلام زندگی کے ہر شعبے میں مکمل رہنمائی فراہم کرتا ہے۔

(ص15 تا 45)

دوسرا باب حیات طیبہ ایک نظر میں:

نبوت سے پہلے کی زندگی جس میں آپ ﷺ کے آباؤ اجداد کا مستند حوالہ جات سے تعارف دیا گیا ہے۔

دوسرا حصہ بعثت سے لے کر ہجرت مدینہ پر مشتمل ہے جو کہ بڑا جامع ہے۔ دعوت کے مختلف مراحل پہلے قریبی احباب پھر خفیہ دعوت اور آخر میں علانیہ دعوت کے کام کو بڑے احسن انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ سابقون الاولون کی فہرست دی گئی ہے۔ 6 نبوی دعوت کے ضمن میں ایک ٹرننگ پوائنٹ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس سال حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام سے اسلام کا ننھا پودا ایک مضبوط شجر سایہ دار بن گیا۔ باقی واقعات کو بڑے اختصار کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔

مدنی زندگی:

آپ ﷺ نے مدینے آکر عالمگیر برادری کی بنیاد ڈالی، ہجرت کے پانچویں ماہ میثاق مدینہ قائم کیا۔ مختلف غزوات کو اختصار کے ساتھ لکھا ہے۔

اسلام کے عالمگیر دعوت ہونے کے حوالے سے حدیبیہ کے معاہدہ کے بعد مختلف بادشاہوں اور حکمرانوں کو دعوتی خطوط ارسال کیے جو کہ اسلام کے عالمگیر دین ہونے اور آپ ﷺ کے عالمگیر رسول ہونے کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ دوسرے باب کے آخر میں ازواج اور اولاد کا انتہائی خوبصورت تذکرہ کیا گیا ہے۔

(ص48 تا 78)

Marfat.com

تیسرا باب سیرت نبویؐ کا سبق آموز پہلو:

یہ باب اس کتاب کا نقطۂ عروج (climax) ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس کائنات میں ہر چیز کو ایک خاص مقصد کے تحت پیدا کیا ہے اور اس وسیع وعریض کائنات کے مہمان خصوصی حضرت انسان کی پیدائش کا مقصد تمام مخلوقات کی پیدائش سے ارفع واعلیٰ ہے اور وہ یہ ہے" وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون"۔ نبی کریم ﷺ کی ذاتِ مبارکہ انسانی زندگی کے لیے بہترین نمونہ ہے۔ حقدار کو حق دلانا، غریب رشتہ داروں کی مالی کفالت کرنا، حلف الفضول کے معاہدے میں شرکت اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کفالت اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

معراج کو دین اسلام کی سربلندی سے تعبیر کیا گیا ہے:

مختلف غزوات کا تذکرہ کر کے موجودہ حالات سے تطبیق دی گئی ہے۔ غزوہ احزاب کے حوالے سے یہ نقطۂ نظر پیش کیا گیا ہے کہ آج پھر تمام کفر اسلام کے خلاف جمع ہو گیا ہے۔ عزت وعظمت، خلق عظیم اور معلم کاملؐ آپ کے طریقہ درس وتدریس کو جدید دور کے حالات پر منطبق کیا گیا ہے۔ (ص81 تا 243)

باب چہارم: امت پر نبی ﷺ کے حقوق:

امت پر آپ ﷺ کا پہلا حق آپ ﷺ کی نبوت پر ایمان لانا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ختم نبوت پر ایمان لانا ہے۔ دوسرا حق نبی ﷺ سے محبت (اطاعت) ہے۔ تیسرا آپ ﷺ کی عظمت اور احترام ہے۔ چوتھا حق اطاعت وفرمانبرداری ہے۔ پانچواں حق اتباع اور پیروی ہے۔

ایمانیات کے بنیادی اجزاء توحید ورسالت ہیں۔ آپ ﷺ کو تمام بنی نوع انسانیت کے لیے نبی بنا کر بھیجا گیا ہے۔ بعثت الی الناس عامۃ۔ احترام نبوت، ایمان کی تیاری، اتباع واطاعت، ختم نبوت اور ہماری ذمہ داریاں، قادیانیت نبوت محمدی ﷺ کے خلاف بغاوت کا نام ہے۔ تمام واقعات کو مستند ماخذ ومصادر سے اخذ کیا گیا ہے۔ صحاح ستہ کے حوالہ جات کثرت سے ملتے ہیں۔ موجودہ دور کے حالات اور مسائل کے حل کے لیے سیرت طیبہ سے ہم رہنمائی لے سکتے ہیں، اس بات کو بڑی وضاحت اور خوبصورتی سے بیان کیا گیا ہے۔ مجموعی طور پر یہ کتاب سیرتی ادب میں ایک نمایاں اضافہ ہے۔ (ص246 تا 306)

۱۲۔ تبصرہ تعمیر افکار سیرت نمبر:

رفعت ذکر محمد ﷺ کا ایک اہم مظہر یہ ہے کہ سیرۃ النبی ﷺ کے موضوع پر اہل قلم خیر القرون سے لے کر اب تک مسلسل لکھتے چلے آرہے ہیں، ذوق نظر کے اختلاف اور موقع ومحل کی مناسبت سے اس سدا بہار موضوع پر ضخیم کتابیں بھی تالیف کی گئی ہیں اور مختصر کتابچے بھی مرتب کیے گئے اور یہ سلسلہ چل رہا ہے اور چلتا

Marfat.com

رہے گا۔ برصغیر کی تقریباً سبھی زبانوں میں نبی کریم ﷺ کی سیرت پر لٹریچر دستیاب ہے مگر اردو کو اس لحاظ سے بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ اردو کے ذخیرۂ سیرت میں مستقل بالذات کتابوں کے ساتھ رسائل وجرائد کی خصوصی اشاعتوں کا ایک بڑا حصہ ہے جن میں سیرت کے مختلف پہلوؤں پر مقالات یکجا کیے گئے ہیں اور رسائل وجرائد کی یہ خصوصی اشاعتیں اتنی بڑی تعداد میں ہیں کہ بعض اہل علم نے انھیں مستقل بالذات موضوع بنا کر تحقیق کی ہے (محمد اقبال جاوید، بیسویں صدی کے رسول نمبر: تحقیقی وتعارفی جائزہ، گوجرانوالہ: فروغ ادب اکادمی، ۱۹۹۹ء: نیز ماہنامہ ''نعت'' لاہور کی چند خصوصی اشاعتیں)

اس وقت معاصر ماہنامے ''تعمیر افکار'' (کراچی) کا ''سیرت نمبر'' ہمارے پیش نظر ہے۔ اس کے مدیر جناب سید عزیز الرحمٰن نے اپنے معاونین کی کاوش سے سیرت نبوی ﷺ کے مختلف پہلوؤں پر بہت سے مطبوعہ دقیق مضامین کا انتخاب کیا ہے اور کچھ نئی تحریریں حاصل کی ہیں۔ انہوں نے ''سیرت نمبر'' کو موضوعی عنوانات کے تحت ان آٹھ حصوں میں تقسیم کیا ہے:

۱۔ فن سیرت نگاری	۲۔ سیرت خیر البشر ﷺ
۳۔ بعد از خدا بزرگ توئی	۴۔ رحمۃ للعالمینؐ
۵۔ مطالعہ سیرت اور عصر حاضر	۶۔ تحقیق وتنقید
۷۔ ثنائے خواجہ	۸۔ اشاریۂ سیرت

ان حصوں کو نہایت جاذب نظر Separators (کاغذہائے جدا کنندہ) سے الگ الگ کیا گیا ہے اور کاغذ جدا کنندہ پر ایک بامعنی شعر درج کیا گیا ہے۔

مختصر اداریے (افکار تذکرہ) کے بعد پہلے حصے میں فن سیرت نگاری پر سید عبد اللہ کی ایک مختصر اور جناب محمود احمد غازی کی طویل تحریر شامل ہے۔ سید عبد اللہ نے سوانح نگاری کے جدید اصولوں کا ذکر کرتے ہوئے سیرت نبوی ﷺ کے ذخیرے میں تین کامل سوانح عمریوں ''سیرۃ النبی ﷺ'' (علامہ شبلی نعمانی وسید سلیمان ندوی) ''حیاۃ محمد'' (محمد حسین ہیکل جو اصل عربی متن کے ساتھ ساتھ اردو اور انگریزی تراجم کی شکل میں بھی دستیاب ہے) اور دو حصوں میں منقسم ''محمد ایٹ مکہ'' اور ''محمد ایٹ مدینہ'' (مانٹ گمری واٹ) پر مختصر اظہار خیال کیا ہے۔ جناب محمود احمد غازی نے سیرت نگاری کے آغاز وارتقاء پر تفصیلاً روشنی ڈالی ہے۔

اس کے دوسرے حصے میں جناب محمد اسماعیل آزاد کی تحریر ''خیر البشر'' اور سید ابو معاویہ ابوذر بخاری مرحوم کا ایک خطاب نہایت پُر لطف محسوس ہوتا ہے۔ اس میں بعض جگہ خطیبانہ انداز میں موضوع سے ہٹ کر بطور جملہ معترضہ بھی گفتگو کی گئی ہے۔ تیسرے حصے میں سید زوار حسین، مفتی غلام قادر، سید مناظر احسن گیلانی، سید عبد القدوس ہاشمی، سید ابو الحسن علی ندوی، عبد الرحمٰن کیلانی، غلام مصطفیٰ خان، یوسف سلیم چشتی، اشتیاق حسین قریشی، کوثر نیازی، اور محمد اقبال جاوید صاحبان کی مختصر مگر منتخب تحریریں یکجا کی گئی ہیں۔

چوتھے حصے ”رحمۃ للعالمین“ میں مولانا ابوالکلام آزاد، مفتی محمد مظہر بقا، سید متین ہاشمی، سلیم اللہ خان، سید رشید احمد راشد، سید حامد سعید بلگرامی، عبدالجبار شاکر، اور قاری محمد حنیف جالندھری صاحبان کی تحریریں ہیں۔ ان تحریروں میں نبی کریم ﷺ کے خلق عظیم اور تربیتی و تعلیمی رویوں کے حوالے سے سیرت پاک کی جھلکیاں دکھائی گئی ہیں۔ سیرت نمبر کے پانچویں حصے عصر حاضر کے تناظر میں مطالعہ سیرت کے حوالے سے عبدالجبار شیخ، زاہد الراشدی، طاہر رضا بخاری، اور محمد عبدالعلی اچکزئی صاحبان کی تحریریں ہیں۔ جناب زاہد الراشدی نے سیرت کے ابدی پیغام کے ذکر کے ساتھ مختلف مذاہب کے ماننے والوں کے درمیان رواداری اور بلند تر مقاصد کی خاطر ہم آہنگی کی ضرورت پر گفتگو کی ہے اور اسی طرح جناب اچکزئی نے امت مسلمہ کے موجودہ مسائل کے حل پر تجاویز پیش کی ہیں۔

تحقیق وتنقید کے تحت مرتب کیے گئے چھٹے حصے میں میلاد کی بعض روایات کے استناد پر جناب محمد سلیم نے اظہار خیال کیا ہے۔ جناب ظفر احمد صدیقی نے غزوہ بنی نضیر کے سبب اور زمانے کی تعیین کی ہے اور جناب نثار احمد اور ”سیرت نمبر“ کے مرتب سید عزیز الرحمٰن نے بالترتیب برصغیر کے ”سیرت نگاروں .... شیخ عبدالنبی گنگوہی (م۱۵۸۴ء) اور شاہ احمد سعید مجددی (م۱۸۶۰ء) .... کی سوانح حیات اور ان کی کتب سیرت کا تعارف لکھا ہے۔ جناب نثار احمد کے مقالے کا بڑا حصہ تو شیخ عبدالنبی گنگوہی کے عہد کے حالات اور ان کی سوانح پر مشتمل ہے اور اس میں حالات کا بھرپور احاطہ کیا گیا ہے۔ جناب سید عزیز الرحمٰن نے عنوان تحریر میں شاہ احمد سعید مجددی کی کتاب کا جزوی نام ”سید الانس والجان“ لکھا ہے جبکہ چاہیے تھا کہ اس کا پورا نام لکھا جاتا، تاکہ اس حد تک کتاب کا ذیلی موضوع بھی واضح رہتا جس حد تک یہ عنوان سے جھلکتا ہے۔

ساتویں حصے میں چار اہل قلم .... مولانا ظفر احمد عثمانی، سید نفیس رقم، سید محمد ابوالخیر کشفی، اور محمود احمد غازی صاحبان .... کی شعری تخلیقات پیش کی گئی ہیں، اگرچہ بحیثیت مجموعی ان حضرات کی پہچان شاعر کی نہیں، آٹھویں اور آخری حصے میں پہلے ۲۰۰۰ سے ۲۰۰۷ تک سیرت نبوی ﷺ کے موضوع پر وطن عزیز میں شائع شدہ کتابوں کی فہرست دی گئی ہے، نیز وطن عزیز کی جامعات میں سیرت کے موضوع پیش کیے گئے مقالات (برائے سندات ایم۔اے، ایم فل اور پی ایچ ڈی) کی جامع اور شعبہ وار فہرست دی گئی ہے۔ آخر میں سیرت کے حوالے سے معروف مجلّے ”السیرۃ العالمی“ کے تمام شماروں (اتا۱۷) کا اشاریہ پیش کیا گیا ہے۔

مختلف اہل قلم کے انداز تحریر میں کامل یکسانیت تو شاید پیدا نہیں کی جاسکتی، اور نہ ایک حد سے زیادہ، کسی مدیر کے لیے یکسانیت پیدا کرنا ضروری ہے مگر جب تحریر پہلے سے شائع شدہ ہو تو اس میں کسی کا قلم لگانا ترمیم کے ساتھ ”تحریف“ کی زمرے میں آجاتا ہے، تاہم ادارتی وضاحت کے ساتھ حوالوں کو اس حد تک مکمل ہونا چاہیے کہ قاری اگر کسی سبب سے پڑتال کرنا چاہے تو وہ بآسانی اصل ماخذ تک رسائی حاصل کرسکے۔

”تعمیر افکار“ کا سیرت نمبر نفاست سے شائع کیا گیا ہے مگر کتابت کی اغلاط کہیں کہیں حسین چہرے پر

چیچک کے داغ کی طرح دکھائی دیتی ہیں۔صفحہ ۹۳ پر ''المعجم الکبیر'' کے مصنف کا نام طبرانی کی بجائے طبری کتابت ہوا ہے۔اگلے صفحے پر ''سبل الھدی والرشاد'' درج کیا گیا ہے۔صفحہ نمبر ۴۳۸ پر ایک حوالہ یوں لکھا گیا ہے ''الاستیعاب فی اسماء الاصحاب، ابن عبداللہ'' حالانکہ کتاب کا نام ''الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب'' اور مؤلف ابن عبداللہ نہیں، بلکہ ابن عبدالبر ہیں۔

مجموعی طور پر ''تعمیر افکار'' کی خصوصی اشاعت سیرت بہت عمدہ اور مفید کاوش ہے، مدیر محترم مبارک باد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے سیرۃ النبی ﷺ پر مختلف ارباب علم وفضل کے منتخب رشحات قلم کو خوبصورتی اور سلیقہ مندی سے یکجا کیا ہے۔امید ہے کہ اس قابل قدر کاوش سے نہ صرف اہل علم، عام قارئین بھی مستفید ہوں گے۔

۱۳۔تجلیاتِ سیرت:

(حافظ محمد ثانی (مرتب) فضلی سنز (پرائیویٹ لمیٹڈ، اردو بازار کراچی۔ 1996، صفحات: 451، قیمت:200)

سیرت کی یہ کتاب انتہائی اہمیت کی حامل ہے، یہ کتاب آٹھ ابواب پر مشتمل ہے: پہلے دو ابواب میں مغربی مشاہیر کے خطبات اور سیرت نگاروں کی کتب سے اقتباسات دیئے گئے ہیں۔تیسرے باب میں مغربی دانشوروں کے اقتباسات دیئے گئے ہیں، جس سے دوسرے مذاہب پر اسلام کی حقانیت ثابت ہوتی ہے۔ چوتھے باب میں اسلام اور نبی کریم ﷺ پر ہونے والے اعتراضات کا رد غیر مسلم مؤرخین اور ان کی تحریروں سے ہی کیا گیا ہے۔

اس کتاب میں واضح کیا گیا ہے کہ غیر مسلموں کو مسلمانوں کے حسنِ سلوک اور انسانی مساوات جیسی خصوصیات نے متاثر کیا۔پانچویں باب میں اسلام کی نظر میں عورتوں کی حیثیت کے حوالے سے ڈسکس کیا گیا ہے۔چھٹے، ساتویں اور آٹھویں باب میں ہندوؤں، سکھوں اور غیر مسلموں کی طرف سے آپ ﷺ کے حضور نذرانۂ عقیدت کو نعتوں اور اشعار سے مزین کیا گیا ہے۔یہ 55 نعتیں ہیں جو اس باب میں جگہ پاسکی ہیں۔

تعددِ ازواج اور ان کی حکمت کو واضح کیا گیا اور غیر مسلم ناقدین کی تحریروں سے ان کا رد کیا گیا ہے۔

بلاشبہ یہ کتاب اپنی طرز کی ایک نئی کتاب ہے۔(نقطۂ نظر اکتوبر 1997، مارچ 1998 شمارہ:3 ص:18,20)

۱۴۔تحریکِ ختم نبوت:

(ڈاکٹر محمد بہاء الدین/ادارہ ''صراطِ مستقیم''، گرین لین برمنگھم برطانیہ، مکتبہ قدوسیہ، اردو بازار لاہور/ 2001 صفحات:382 قیمت: درج نہیں)

زیرِ نظر کتاب میں مؤلف نے 1896ء تک کی تاریخ بیان کرتے ہوئے یہ بتانے کی کوشش کی ہے ''تحریک کی اٹھان کیسی ہے، بانی کون ہیں؟ ان کی خدمات کیا ہیں اور کس مقصد پر کون کون شریکِ سفر ہوئے

Marfat.com

اور انھوں نے کون کون سی خدمات سرانجام دے کر اجر وثواب کے مستحقین میں اپنا نام لکھوایا ہے''۔

کتاب کا زور اس بات پر ہے کہ مرزا صاحب کی تکفیر کا پہلا فتویٰ مولانا محمد حسین بٹالوی نے مرتب کیا، جناب بہاؤالدین نے تحریکِ ختم نبوت کے ضمن میں وہ واقعات بھی تفصیل سے بیان کیے ہیں جو مرزا صاحب کے جھوٹے ہونے پر دلیل ہیں۔ مثال کے طور پر مرزا صاحب کی محمدی بیگم سے اپنی شادی اور عبداللہ آتھم کے بارے میں پیش گوئیاں۔ آخر میں ان شخصیات کا تعارف لکھا گیا ہے جو زیرِ بحث عرصے میں ''تحریک ختم نبوت'' میں نمایاں تھیں۔

مرزا صاحب نے ایسے شخص کو مفتری، ضال ومضل، کذاب، خارج از اہل سنت وغیرہ قرار دے دیا۔ مرزا صاحب نے صورتحال کی وضاحت کے ساتھ ان فتاویٰ کو بصورتِ اشتہار شائع کر دیا اور اہل حدیث علماء اپنے اپنے فتوؤں کی توجیہات پیش کرتے رہ گئے۔ (نقطۂ نظر اکتوبر 2003 مارچ 2004 شمارہ 15 صفحہ: 76,78)

۱۵۔ تذکرۃ الحبیب ﷺ (تسہیل نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب ﷺ)

(اشرف علی تھانوی (مصنف)، ارشاد احمد فاروقی (تسہیل کنندہ) زمزم پبلشرز، نزد مقدس مسجد، اردو بازار کراچی/2002 صفحات: 352 قیمت: درج نہیں ہے۔)

اردو، مسلمان معاشروں کی ان زبانوں میں شامل ہے جس میں سیرت کا بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ علامہ شبلی نعمانی کی ''سیرۃ النبی'' اور قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری کی ''رحمتہ للعالمین'' کا شمار ایسی ہی تصنیفات میں ہوتا ہے۔ جو مختصر سیرتیں لکھی گئیں مولانا اشرف علی تھانوی کی ''نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب'' بھی ان میں شامل ہے۔ مولانا نے ادب وشعر سے لے کر فقہ وتفسیر تک سب موضوعات کو یکجا کر دیا ہے۔ ان میں سے اکثر تصنیفات میں وعظ ونصیحت اور اصلاح کا پہلو غالب ہے۔

مصنف نے ایک اور کام کیا ہے کہ مولانا اشرف علی تھانوی نے جو حوالے متن کے اندر نقل کر دیئے تھے انھیں متن سے الگ کر کے حاشیے میں درج کیا گیا ہے۔ بلاشبہ یہ کتاب سیرت کی کتابوں میں ایک اچھا اضافہ ہے۔ (نقطۂ نظر اپریل، ستمبر 2003 شمارہ 14 صفحہ: 28,27)

۱۶۔ تعلیماتِ نبوی ﷺ اور آج کے زندہ مسائل:

(سید عزیز الرحمٰن/القلم فرحان ٹیرس، ناظم آباد نمبر 2، کراچی۔ 2005 صفحات: 399 قیمت: 240)

مصنف نے اس کتاب میں سات مقالات کے عنوانات کو یوں پیش کیا ہے:

- ☆ تعمیر شخصیت وفلاحِ انسانیت؛ اطاعتِ رسول ﷺ اور سیرتِ طیبہ کی روشنی میں
- ☆ استحکامِ پاکستان کے لیے بہترین رہنمائی سیرتِ طیبہ سے حاصل ہو سکتی ہے
- ☆ عدم برداشت کا قومی اور بین الاقوامی رجحان اور تعلیماتِ نبوی ﷺ

Marfat.com

☆ بے لاگ احتساب: سیرتِ طیبہ ﷺ کی روشنی میں
☆ پاکستان کے لیے مثالی نظامِ تعلیم کی تشکیل: تعلیماتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں
☆ نئے عالمی نظام کی تشکیل اور امتِ مسلمہ کی ذمہ داریاں: تعلیماتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں
☆ عصرِ حاضر میں مذہبی انتہا پسندی کا رجحان اور اس کا خاتمہ: تعلیماتِ نبویؐ کی روشنی میں

مقالات میں عالمی حالات کے تناظر میں امتِ مسلمہ اور بالخصوص پاکستانی ریاست و معاشرہ کو درپیش مسائل پر گفتگو کی ہے، اور قرآن و حدیث اور سیرت کے بنیادی مآخذ سے استفادہ کیا ہے، اور حالاتِ حاضرہ سے واقفیت کے لیے اخبارات و جرائد کی ورق گردانی کرتے ہوئے مفید معلومات مہیا کی ہیں۔ مقالات میں نظری تحقیق اور عملی تجاویز کا اچھا امتزاج ہے۔ ہر ایک مقالے میں مصنف نے مراجع و مصادر کے مجمل حوالے، حواشی میں نقل کیے ہیں۔ (نقطۂ نظر اپریل۔ ستمبر 2007 شمارہ 22 صفحہ:36,38)

١٧۔ توہینِ رسالت ﷺ کی سزا:

(حبیب اللہ چشتی، مکتبہ جمال کرم، 9 مرکز الاویس، دربار مارکیٹ لاہور۔ 2004 صفحات:176 قیمت:80)

وحید الدین خان کی رائے ہے کہ "موجودہ زمانہ میں مسلمانوں کا عام خیال یہ ہوگیا ہے کہ پیغمبر کے ساتھ گستاخی یا اس کا استہزاء ایک جرم ہے جو علی الاطلاق طور پر مجرم کو واجب القتل بنا دیتا ہے، یعنی جیسے ہی کوئی شخص ایسے الفاظ بولے جو مسلمانوں کو رسول ﷺ کی شان میں گستاخی نظر آئیں، اس کو فوراً قتل کر دیا جائے۔ اس قسم کا مطلق نظریہ شرعی اعتبار سے بے بنیاد ہے۔ اسلام میں اس کے لیے کوئی حقیقی دلیل موجود نہیں۔"

جناب وحید الدین خان کے نزدیک توہینِ رسالت کی سزا قتل نہیں بلکہ "یہ مسئلہ دین میں ایک اضافہ ہے۔ جس کے لیے نہ قرآن و حدیث میں کوئی صریح نص موجود ہے اور نہ رسول ﷺ کے عمل سے اس کی تصدیق ملتی ہے۔"

جناب حبیب اللہ چشتی نے مذکورہ بالا نقطۂ نظر کا جائزہ قرآن و سنت کی روشنی میں لیا ہے، اور ثابت کیا ہے کہ جمہور علمائے امت نے ہمیشہ شاتم رسول ﷺ کو واجب القتل قرار دیا ہے۔
(نقطۂ نظر اپریل۔ ستمبر 2007 شمارہ 22 صفحہ:38,39)

١٨۔ جب حضور ﷺ آئے:

(محمد متین خالد (مرتب) مکتبہ تعمیر انسانیت اردو بازار لاہور۔ 1997۔ صفحات:239، قیمت:150)

سیرت کی یہ کتاب نوے سیرت نگاروں کی تحریروں سے تیار کردہ ایک دلآویز مرقع ہے۔ اس کتاب میں رسول کریم ﷺ کی ولادت باسعادت کو اس انداز سے پیش کیا گیا ہے کہ پڑھنے والوں کے دل میں رسول اللہ ﷺ کی محبت کا دریا ٹھاٹھیں مارنے لگتا ہے۔

اس کتاب میں تحریریں حروف ابجد کے حساب سے ترتیب دی گئی ہیں۔ ہر تحریر کو ایک عنوان کے ساتھ مرتب کیا گیا ہے اور جہاں وہ تحریر نہ کر سکے جناب نے خود سے اس کے عنوان کو تحریر کر دیا ہے۔

اس کتاب میں نبی کریم ﷺ کی جائے پیدائش کے حوالے سے طوالت سے تذکرہ کیا ہے، نیز غیر مسلم مصنفین کی تحریروں سے بھی اقتباسات کو شامل کیا گیا ہے۔(نقطۂ نظر ستمبر 1998 شمارہ:4 ص:29,30)

۱۹۔ جوامع سیرۃ النبی ﷺ:

(ابو محمد بن احمد اندلسی ابن حزم؛ ترجمہ ابو احمد دلپذیر ڈوگر سنز، الکریم مارکیٹ 15 اردو بازار لاہور؛ صفحات:356، قیمت:120)

یہ کتاب امام ابن حزم کی کتاب ''جوامع السیرۃ'' کا اردو ترجمہ ہے، اس ترجمہ میں ابن حزم کے اُن پانچ رسائل کا ترجمہ بھی شامل ہے جو مؤلف نے تتمہ کے طور پر لکھے۔

۳۔ ان کی ترتیب کچھ یوں ہے:

(۱) صحابہ کرام

(۲) تابعین کرام

(۳) ائمہ قرأت

(۴) ائمہ قرأت کی قرأتوں کا ذکر

(۵) راویانِ حدیث

(۶) راویانِ حدیث کی مرویات کی تعداد

(۷) فتوحاتِ اسلام

(۸) خلفاء اور امراءؒ کی فہرست

ترجمہ کرتے ہوئے جناب ابو احمد دلپذیر نے مصنف کے نتائج وافکار کو ویسے ہی رکھا ہے جیسے انھوں نے پیش کیا۔ تشریح طلب مقامات کو حاشیہ میں لکھا ہے تا کہ قارئین کو آسانی رہے اور مؤلف اور مترجم کی باتوں کو differentiate کیا جا سکے۔(نقطہ نظر اکتوبر 1996، مارچ 1997 شمارہ:1 ؛ص:106)

۲۰۔ جہانِ سیرت (کتابی سلسلہ ۱۔۲)

(حافظ محمد عارف گھانچی (مدیر) کتب خانہ سیرت، کھتری مسجد، لی مارکیٹ صدر ٹاؤن کراچی۔ قیمت درج نہیں)

جناب محمد عارف گھانچی نے 2007 ستمبر تا اکتوبر سے اس کتابی سلسلے کا آغاز کیا تھا۔ جنوری میں اس کی دوسری کتاب شائع ہوئی۔ اس کتابی سلسلے کے آغاز کا کلیدی مقصود سیرۃ النبی ﷺ کے موضوع پر تحقیقی مقالات

Marfat.com

ومضامین کی اشاعت ہے۔ تاہم جدید شائع شدہ کتب سیرت کا تعارف بھی اس کے مقاصد میں شامل ہے۔

کتاب کے مندرجات یہ ہیں:

سلسلہ 1۔

☆ دعاءِ النبیؐ۔

☆ سرورِ کائنات کی معاشرت (ملا واحدی)

☆ حضور ﷺ کی دل جوئی اور دانش مندی (عبد الستار سلام قاسمی)

☆ عہدِ رسالت کے تفریحی مشاغل (طالب الہاشمی)

☆ رسول ﷺ کا سفرِ حج (عبد التواب الظاہری)

☆ جدید کتب سیرت 2000,2007 (حافظ محمد عارف گھانچی)

☆ تعارفِ کتب سیرت (ادارہ)

سلسلہ 2۔

☆ انتخابِ سیرت (محمد عرفان المانی)

☆ رسول اللہ ﷺ کے دنیا پر تین عظیم احسانات (ملا واحدی)

☆ پیغمبر اسلام بحیثیت داعی انقلاب معاشرت (مجاہد الحسینی)

☆ ابتدائی مدنی معاشرہ میں مسلمانوں کی اقتصادی حالت (محمد یٰسین مظہر صدیقی)

☆ عہدِ نبوی ﷺ میں ہنسانے والے مرد اور عورتیں (ترجمہ از حافظ ابراہیم فیضی)

☆ فہارس کتب سیرت (عبد الجبار شاکر)

☆ اردو تراجم عربی کتب سیرت (حافظ محمد عارف گھانچی)

☆ تعارف کتب سیرت (ادارہ)

دونوں کتابوں کے مندرجات مفید اور معلومات افزا ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ نئی تحریروں کی جگہ اخذ واقتباس سے زیادہ کام لیا گیا ہے۔ (نقطۂ نظر اکتوبر 2008۔ مارچ 2009 شمارہ 25 صفحہ:177)

۲۱۔ حسنت جمیع اخصالہ:

(طالب ہاشمی، القمر انٹر پرائز غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور؛ 1997؛ صفحات:574، قیمت:250)

طالب ہاشمی نے اس کتاب میں قرآن حکیم اور احادیث مبارکہ سے استفادہ کیا ہے۔ اس کتاب میں سیرت کی کتابوں سے حوالے اکٹھے کیے گئے ہیں۔ نیز تاریخ کی کتب سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ اس کتاب میں رسول کریم ﷺ کے اخلاق، عادات، شمائل، خصوصیات، امتیازات اور اوصاف بیان کیے گئے ہیں۔

Marfat.com

اس کتاب میں مصنف نے سیرتِ طیبہ کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے۔ یہ کتاب اسوۂ رسول ﷺ کے متعلق ان مضامین کا مجموعہ ہے جو انھوں نے دس سالوں پر محیط عرصہ میں لکھے۔ اس کتاب کو چار مختلف حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

(۱) ایسے مضامین جو ریڈیو پاکستان سے نشر ہوئے۔

(۲) جو مختلف کتابوں میں چھپ چکے تھے۔

(۳) جو مختلف رسائل میں شائع ہو چکے تھے۔

(۴) نئے مضامین جو انھوں نے بعد میں لکھے۔

مصنف نے ایسے مضامین پر قلم اٹھایا ہے جن پر دوسری کتابوں میں مواد کم ملتا ہے۔ اس کتاب میں رسول ﷺ کی اہمیت اور منصب پر 30 ایسے امتیازی خصائص بیان کیے ہیں جس سے پڑھنے والے کے دل میں رسول ﷺ کی ذاتِ اقدس سے محبت اُمڈ آتی ہے اور رسول ﷺ کی اہمیت و عظمت کا احساس اجاگر ہوتا ہے۔ اس کتاب کے باقی ابواب میں اطاعتِ رسول ﷺ پر بات چیت ہے۔ یہ کتاب نبی کریم ﷺ کی تعلیمات کا موضوعات کے لحاظ سے عمدہ مطالعہ ہے۔ رسول ﷺ کے اوصاف کو مصنف نے مستند ماخذ سے روایت کیا ہے جیسے صحیح بخاری، مشکوٰۃ المصابیح، مسند بزار وغیرہ۔

آیات اور احادیثِ نبویؐ اور آثارِ صحابہ سے استفادہ کیا گیا ہے۔ عربی متن کا ترجمہ نقل کیا گیا ہے تاکہ قارئین آسانی محسوس کریں۔ مصنف نے حوالوں میں کتابوں کے نام اور ان کے مصنفین و مرتبین کے نام درج کر دیئے ہیں جن سے انھوں نے استفادہ کیا۔ بلاشبہ یہ کتاب سیرت کی اردو کتابوں میں ایک اہم اضافہ ہے۔

(نقطۂ نظر اکتوبر 1999، ستمبر 2000 شمارہ: 7,8؛ ص: 23,25)

۲۲۔ حلیہ محمد عربی ﷺ۔ پیغامِ ہدایت:

(عمر حیات/ نستعلیق مطبوعات، ۲۔ بی عمران آرکیڈ، چوک چوبرجی۔ لاہور۔ اگست 2006 صفحات: 206 قیمت: 200)

مصنف نے نبی کریم ﷺ کے خدوخال کے ساتھ وعظ و تبلیغ، ترغیب و وعید اور دیگر اہم مضامین بیان کیے ہیں۔

مصنف نے کتاب کو چھ ابواب میں تقسیم کیا ہے:

☆ خاورِ حجاز ﷺ کی درخشانیاں

☆ کوہِ فاراں کا نیر تاباں ﷺ

☆ محاسنِ رسول ﷺ پیغام ہدایت

Marfat.com

☆ اعضائے مبارکہ کے نظر افروز مناظر
☆ رسولِ رحمت ﷺ نورِ ہدایت
☆ شمس الثقلین ﷺ کی تابانیاں

مصنف نے اس کو ایک نہایت ہی اچھوتے طریقے سے بیان کیا ہے۔ مضامین کے اعتبار سے مؤلف نے جملہ معلومات بنیادی مآخذ سے لی ہیں۔

''حلیہ محمد عربی ﷺ 'پیغامِ ہدایت' ان جزوی کوتاہیوں کے علی الرغم ایک قابل تعریف کاوش ہے جس کے لیے جنابِ عمر حیات ہدیۂ تبریک کے مستحق ہیں۔ (نقطۂ نظر اکتوبر 2007 مارچ 2008 شمارہ 23 صفحہ:49,52)

۲۳۔ حیاتِ سرورِ کائنات ﷺ:

(ملا واحدی دہلوی ،نشریات 40 اردو بازار لاہور 2008 صفحات:822 قیمت:475)

حیاتِ سرورِ کائنات ؐ کی تالیف وترتیب میں مولانا شبلی نعمانی اور سید سلیمان ندوی کی ''سیرۃ النبی ؐ'' کی جلدیں مولف کے بالخصوص پیشِ نظر رہی تھیں۔ چنانچہ ''سیرۃ النبی ؐ'' کی پیروی میں انھوں نے اپنی کتاب کے پہلے حصے میں سیرت کے واقعات بیان کیے اور اگلے حصوں کو اسلامی تعلیمات کے اجاگر کرنے کے لیے مختص کردیا۔ ملا واحدی نے اسی نقطۂ نظر کے تحت ''حیاتِ سرورِ کائنات ؐ'' کا دوسرے حصے کے بعد تیسرے حصہ کو بھی مرتب کیا۔ دورانِ مطالعہ میں یہ بھی محسوس ہوتا ہے کہ مصروف بلکہ از حد مصروف عامۃ المسلمین کے لیے اس کتاب میں یہ آسانی ہے کہ ایک عنوان پر مختصر سے مضمون میں بات مکمل کردی گئی ہے۔ اختصار اور تفصیل اور اسی طرح جامع تصویر اور اس کے اجزاء کو اپنے اپنے انداز میں دیکھنے کے فوائد ہیں، اور تصویر سیرت کو اجزاء میں دیکھنے کی حد تک ملا واحدی کی یہ کاوش ان فوائد سے خالی نہیں۔ (نقطۂ نظر اکتوبر 2008۔ مارچ 2009 شمارہ 25 صفحہ:42,45)

۲۴۔ حیات وعہد نبوی ﷺ:

(فائزہ احسان صدیقی/ اسلامک فاؤنڈیشن آف پاکستان، پوسٹ بکس ۷۰۰۴، کراچی/ صفحات:308 قیمت: درج نہیں)

یہ کتاب معروف برطانوی جرنیل، سفارت کار اور عیسائی مصنف سر جان گلب پاشا (۱۸۹۷۔ ۱۹۸۶ء) کی تصنیف The life and times of Muhammad کا ترجمہ ہے۔ جنرل گلب پاشا نے اپنی کتاب میں آنحضور ﷺ کے عہد اور اس عہد کے معاشرتی حالات وکوائف پر خاص زور دیا ہے، اس لیے ہم نے اصل انگریزی نام کی پیروی کرتے ہوئے اردو میں نئے ایڈیشن کا نام 'حیات وعہد نبوی ﷺ' رکھا ہے۔''

کتاب ۲۱ ابواب میں رسول اللہ ﷺ کی زندگی کا احاطہ کرتی ہے۔ ابتدائی وتعارفی ابواب کے علاوہ چند ابواب کے عنوانات یہ ہیں:

Marfat.com

عرب اور اس کے لوگ	شاہانِ عرب	مکہ اور قریش
پیغمبرانہ دعوت	آزمائش کا زمانہ	حبشہ کو ہجرت
بیعتِ عقبہ	خیبر اور موتہ	مہاجرین و انصار
غزوۂ بدر	جنگِ اُحد	حدیبیہ۔ مکہ پر قبضہ
یومِ حنین	فتوحات	اسلام کا پھیلاؤ بحیثیت مذہب
اختتام		

مصنف نے عرب کے جغرافیائی ماحول، قبائلی زندگی اور اس کے خصائص کی روشنی میں مکے کی تاریخی اور شہری حیثیت پر روشنی ڈالی ہے۔ ۵۷۰ء میں یمن کے گورنر ابرہہ کے لشکر نے مکہ پر حملہ کیا اور یہ سال عام الفیل کے نام سے مشہور ہوا۔ اسی سال رسول اللہ ﷺ دنیا میں تشریف لائے، ۶۱۰ء میں آپ ﷺ پر پہلی وحی نازل ہوئی اور ۶۱۳ میں آپ ﷺ نے دعوت و تبلیغ کے کام کا آغاز فرمایا۔

''پیغمبرانہ دعوت'' کے آغاز سے ہجرت (۶۲۲ء) تک کے اہم واقعات، مدینۃ النبی، غزوۂ بدر، احد، تحویل قبلہ، فرضیت صوم وغیرہ کا تذکرہ ہے۔

بعد ازاں ''حملے اور مسلمانوں کے لیے قواعد و ضوابط'' میں بتایا گیا ہے کہ اخلاقی تربیت کے ضابطے، طریقہ ہائے عبادت، مذہبی نظام کے استحکام کے لیے جدوجہد اور ملت و مملکت کا نظم و نسق جیسے امور مسلمانوں کے اہم مقاصد میں سے تھے۔

پھر جنگ خندق (۶۲۷ء) اور بنو قریظہ کی بیخ کنی کا ذکر کیا گیا ہے۔

''حدیبیہ'' کے ان قوانین و اصلاحات کا ذکر ہے جو مدینۃ النبی میں ابتدائی قیام کے عرصے میں حضور اکرم ﷺ نے نافذ کی تھیں۔ پھر چند امور کا تذکرہ کرتے ہوئے صلح حدیبیہ (مارچ ۶۲۸ء) کی تفاصیل دی گئی ہیں۔

فتح مکہ کے بعد حضور ﷺ نے پہلے حج کے موقع پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر حج بنا کر مکے روانہ کیا گیا تھا، چنانچہ انھوں نے اسلامی ریاست کے شہر مکہ میں فریضۂ حج کے ادا کرنے میں مسلمانوں کی قیادت کی (فروری ۶۳۱ء)۔ اس حج میں یہ اعلان عام کروادیا گیا تھا کہ بت پرستوں کو چار ماہ کی مہلت ہے، اس کے بعد مسلمان، ان کی جان و مال کی حفاظت کے ذمہ دار نہ ہوں گے۔

حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں مختلف جماعتوں اور قبیلوں کے وفود کی حاضری کا تذکرہ کرتے ہوئے حجۃ الوداع کی تفصیل دی گئی ہے جو حضور اکرم کا آخری حج تھا۔ جون ۶۳۲ء میں حضور اکرم ﷺ دس روز علیل رہنے کے بعد اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

''فتوحات'' کے زیر عنوان حضور اکرم ﷺ کی رحلت کے بعد کی اسلامی فتوحات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

Marfat.com

کتاب کے آخر میں عربوں کے قبول اسلام کے اسباب، دوسرے ملکوں میں اشاعت اسلام، عرب فاتحین کی رواداری وغیرہ سے بحث کی گئی ہے اور واضح کیا گیا ہے کہ اسلام طاقت کے زور سے نہیں بلکہ اپنے اعلیٰ خصائص اور مسلمانوں کے عمل و کردار کے سبب پھیلا ہے۔

مصنف واقعات کو تاریخی ترتیب کے ساتھ دوہرانے کی نسبت حضور اکرم ﷺ کے عہد اور ان کے گردوپیش کے ذہنی اور روحانی ماحول کی تصویر کشی کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔

(نقطۂ نظر اپریل۔ستمبر 2005 شمارہ 18 صفحہ:27,31)

۲۵۔خاتم المرسلین ﷺ:

(حافظ محمد مظہر الدین (مؤلف) نذر صابری (مرتب) ادارہ فروغِ تجلیات صابریہ، اٹک شہر/ صفحات: 80 قیمت:50)

حافظ مظہر صاحب نے اس رسالے میں قرآن وحدیث اور اجماع امت سے ثابت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ خاتم النبیین تھے اور ان کے بعد کسی فرد کا دعویٰ نبوت کذب اور فریب سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ اس طرح سے مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کے پیروکاروں کے دعاوی بے بنیاد ہیں۔

(نقطۂ نظر اکتوبر۔مارچ 2002 شمارہ 11 صفحہ:97,98)

۲۶۔خطباتِ سیرت:

(ظہور احمد اظہر، یونیورسٹی آف فیصل آباد، سرگودھا روڈ فیصل آباد۔ صفحات:157، قیمت درج نہیں ہے۔)

یونیورسٹی آف فیصل آباد نے ''الحاج محمد سلیم یادگاری خطبات سیرت'' کا آغاز کیا ہے۔ اس سلسلے کا ایک خطبہ جناب ظہور احمد اظہر نے ''اسلامی اخوت ومساوات اور آج کا انسان'' کے زیرِ عنوان لکھا اور پیش کیا ہے۔ انہوں نے واضح کیا کہ دنیا کے امن وسکون کو ان قوموں نے غارت کر رکھا ہے جو نسلی بنیادوں پر اپنی برتری کی قائل ہیں اور باقی بنی نوع انسان کو اپنے سے کم تر سمجھتی ہیں۔ اس پر مزید ستم یہ ہے کہ یورپ وامریکہ کی باوسائل طاقتیں، ان نسل پرست قوموں کی پشتی بان بنی ہوئی ہیں۔ اس صورت حال کا نتیجہ یہ ہے کہ دنیا ظلم وعدوان کی تصویر پیش کر رہی ہے۔ اسلام نے نسل انسانی کی وحدت کا تصور دیا اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے اسے عملاً متشکل کیا۔ آج دنیا میں امن وسکون صرف اور صرف حضرت محمد ﷺ کے لائے ہوئے پیغام اور پیش کردہ اسوۂ حسنہ کے اپنانے میں ہے۔

یادگاری خطبات کی یہ روایت قابل پذیرائی ہے۔ برصغیر کے مسلم حلقوں میں مدارس کی ''مسلم ایجوکیشن ایسوسی ایشن آف سدرن انڈیا'' نے سید سلیمان ندوی کے ''خطبات مدراس'' (اکتوبر۔نومبر ۱۹۲۵) اور علامہ محمد اقبال Six Lectures on the Reconstruction of Religious thought in Islam کے

Marfat.com

(۱۹۲۹ء)اور قاضی سلیمان سلمان منصور پوری کے خطبات کی شکل میں اس روایت کی داغ بیل ڈالی تھی، مگر بوجوہ اسے زیادہ پذیرائی حاصل نہ ہوسکی اور خطبات کی بنیاد پر کسی قابل لحاظ تعداد میں کوئی وقیع مطالعات سامنے نہیں آسکے، اس سلسلے میں اگر کوئی استثناء ہے تو وہ ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے ''خطبات بہاول پور'' کا ہے۔ کیا ہماری جامعات اور علمی اداروں کے وسائل اس امر کی اجازت نہیں دیتے کہ جن اہل علم و دانش نے اپنی زندگیاں مطالعہ و تحقیق میں گزار دیں، انھیں معاشی الجھنوں سے آزاد کرتے ہوئے اُن سے منتخب موضوعات پر خطبات لکھوائے جائیں، جن سے ماضی کی روایت تازہ ہو جائے، نیز ہماری علمی سرگرمیوں کے کیلنڈر میں ان خطبات کو قرار واقعی اہمیت حاصل ہو، اور پھر ان خطبات پر ہماری جامعات بجا طور پر فخر بھی کرسکیں۔

(نقطۂ نظر اکتوبر 2009 مارچ 2010 شمارہ 27 صفحہ:194,195)

۲۷۔ خطباتِ مدراس:

(سید سلیمان ندوی، کتب خانہ مجیدیہ، ملتان)

۱۹۲۵ء میں جنوبی ہند کی اسلامی تعلیمی انجمن کی فرمائش پر مدراس میں ہندوؤں، مسلمانوں، عیسائیوں کے مختلف اجتماعات کے سامنے مولانا سید سلیمان ندوی نے سیرت اکرم ﷺ پر یہ درج ذیل آٹھ لیکچر دیئے:

۱۔ انسانیت کی تکمیل صرف انبیاء کی سیرتوں سے ہوسکتی ہے
۲۔ عالمگیر اور دائمی نمونہ عدل صرف آپ ﷺ کی سیرت ہے
۳۔ سیرت محمدی کا تاریخی پہلو
۴۔ تکمیلی پہلو
۵۔ جامعیت
۶۔ عملی پہلو
۷۔ پیغمبر اسلام کا پیغام
۸۔ پیغام محمدی ﷺ

اس کتاب میں نہایت واضح ہے علمی انداز میں بحث کی گئی اور اس کے ساتھ ہی ساتھ ان کی تحقیقانہ افتادِ طبع کا مظاہرہ اس کتاب میں انتہائی عروج پر ہے، عقل سلیم اور صالح دل رکھنے والے اسے پڑھ کر رسول اکرم ﷺ کی ذات کے عارف ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اس کتاب کا انگریزی اور عربی زبان میں بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔

۲۸۔ دستورِ مدینہ: دنیا کی پہلی آئینی دستاویز:

(محمد رفیق ڈوگر/ دید شنید پبلشر، ۲۳۔ فیصل منزل، بیڈن روڈ لاہور۔/ صفحات:112 قیمت:70)

یہ کتاب ''دستورِ مدینہ'' کا ترجمہ ہے۔ اور پھر اسی ترتیب سے تشریح بھی پیش کی گئی ہے۔ آخر میں

انھوں نے دستورِ مدینہ پر بحیثیت مجموعی تبصرہ کرتے ہوئے اس کی روشنی میں مدینہ کی ریاست میں مسلم اکثریت (مہاجرین وانصار) اور یہودی اقلیت کے حقوق وفرائض متعین کیے ہیں۔ ''دستورِ مدینہ کا عربی متن اور انگریزی ترجمہ بھی بطورِ ضمیمہ پیش کیا گیا ہے۔

اس کتاب میں متعدد دوسرے مآخذ کے ساتھ اکرم ضیاء العمری اور معروف مستشرق الفریڈ گیوم کی تالیفات پیش نظر رکھی گئی ہیں۔ بلاشبہ یہ کتاب سیرت کے حوالے سے اچھی کاوش ہے۔

(نقطۂ نظر اپریل۔ستمبر 2001 شمارہ 10 صفحہ:101,102)

۲۹۔ درِ یتیم ﷺ:

(ماہر القادری، القمر انٹر پرائزز، غزنی سٹریٹ، اردو بازار۔ لاہور/صفحات:256 قیمت:120)

درِ یتیم میں مصنف قبل از اسلام عرب معاشرے، نبی اکرم ﷺ کے پیغام، اس کی روح، اور اس کے ذریعے پیدا ہونے والے انقلاب پر پوری نظر رکھتے ہیں، اس لیے ناول میں قبل از اسلام اور عہد نبوی کا عرب معاشرہ زندہ ومتحرک ہو کر سامنے آ گیا ہے اور قاری اپنے آپ کو اسی عہد میں انہی لوگوں کے درمیان سانس لیتے ہوئے محسوس کرتا ہے۔

اس کتاب میں ماہر القادری نے نبی اکرم ﷺ کی شانِ رحمت خاص طور پر اجاگر کی ہے۔ مختلف اوقات میں کتنے ہی لوگ ان کے قتل کا پروگرام بنا کر آئے، نبی اکرم ﷺ کو ان کے ارادوں کا علم ہو گیا، رسول ﷺ کی جان نثاری، عزیمت، شوقِ شہادت، آخرت پر ان کے محکم یقین اور ان کے فقر واستغناء کے نمونے بھی پیش کیے گئے ہیں۔ ناول میں واقعات بیان کرتے ہوئے مبالغے سے کوئی کام نہیں لیا گیا، البتہ ''مقصدیت'' کے تحت ماہر القادری نے حالات وواقعات کے تناظر میں کہیں کہیں تبصرے ضرور کیے ہیں۔

(نقطۂ نظر اپریل۔ستمبر 2001 شمارہ 10 صفحہ:16,18)

۳۰۔ ذریعۃ الوصول الی جنابِ الرسول ﷺ:

(مخدوم محمد ہاشم سندھی (مؤلف)؛1995 مکتبہ لدھیانوی جامع مسجد فلاح، فیڈرل بی ایریا نصیر آباد بلاک نمبر 14 کراچی، صفحات:256، قیمت:)

اس کتاب میں مولانا لدھیانوی نے مخدوم محمد ہاشم کی سندھی تصنیف ''ذریعۃ الوصول الی جناب الرسول'' کا ترجمہ کیا ہے۔ اس کتاب کا موضوع رسول ﷺ پر درود وسلام ہے۔ اس کتاب میں مخدوم صاحب کا ''صلوات ماثورہ'' پر رسالہ ''چالیس درود شریف مع فوائد'' ضمیمہ کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ مترجم نے اس کا ترجمہ سلیس اور رواں زبان میں کیا ہے اور عربی متن پر اعراب بھی لگائے گئے ہیں۔ نیز عربی کے ساتھ اس کا ترجمہ بھی لکھا گیا ہے تاکہ قارئین کو سمجھنے میں آسانی ہو۔ (نقطۂ نظر اپریل، ستمبر 1997 شمارہ 2: ص:37,38)

Marfat.com

۳۱۔الرحیق المختوم:

(صفی الرحمن مبارکپوری، المکتبہ السّلفیہ لاہور)

برصغیر پاک و ہند میں کئی سکالرز نے ضخیم کتابوں میں رسول اللہ ﷺ کی سیرت کے ہر گوشہ کو ایک نئے، دلکش اور موثر انداز سے لوگوں کے سامنے پیش کیا۔ اُن اَن گنت شخصیات میں سے مولانا صفی الرحمان مبارکپوری بھی قابل ذکر ہیں۔ مولانا موصوف نے اپنی کتاب ''الرحیق المختوم'' کی صورت میں رسول اللہ ﷺ کی سیرت پر بہت بہترین کتاب لکھی، مولانا نے رابطہ عالم اسلامی کے منعقد کردہ مقابلہ سیرت نویسی ۱۳۹۶ھ کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے یہ علمی کارنامہ انجام دیا اور پہلے انعام سے سرفراز ہوئے۔ انھوں نے اس کتاب کو عربی میں پھر خود ہی اردو میں ترجمہ کیا۔ یہ کتاب المکتبہ السّلفیہ، لاہور سے شائع ہوئی ہے۔

موصوف کا مختصر تعارف درج ذیل ہے۔

سلسلہ نسب: صفی الرحمن بن عبداللہ بن محمد اکبر بن محمد علی بن عبدالمومن بن فقیر اللہ مبارکپوری اعظمی۔

پیدائش: ۱۹۴۲ء کے وسط میں موضع حسین آباد میں پیدا ہوئے جو مبارکپور کے شمال میں ایک میل کے فاصلے پر ایک چھوٹی سی بستی ہے۔

تعلیم و تعلم: بچپن میں قرآن مجید کا کچھ حصہ اپنے چچا اور دادا سے پڑھا۔ ۱۹۴۸ء میں مدرسہ دارالتعلیم مبارکپور میں داخل ہوئے۔ وہاں چھ سال میں مڈل کورس کی تعلیم مکمل کی اور فارسی زبان سیکھی۔ پھر جون ۱۹۵۴ء میں مدرسہ احیاالعلوم مبارکپور میں داخل ہوئے اور وہاں عربی زبان وقواعد، نحو وصرف اور بعض دوسرے فنون کی تعلیم حاصل کرنی شروع کی۔ پھر ۱۹۵۶ء میں مدرسہ فیض عام میں داخلہ لیا، وہاں پانچ سال گزارے اور عربی زبان و قواعد اور شرعی علوم وفنون یعنی تفسیر، حدیث، اصول حدیث، فقہ اور اصول فقہ وغیرہ کی تعلیم حاصل کی۔ جنوری ۱۹۶۱ء میں تعلیم مکمل ہوئی اور باقاعدہ شہادۃ التخریج یعنی سند تکمیل دے دی گئی۔

کارگاہِ علم وحیات میں: ۱۹۶۱ء میں مدرسہ فیض عام سے فارغ ہوکر ضلع الہ آباد پھر شہر ناگپور میں درس وتدریس کا شغل اختیار کیا، ۱۹۶۳ء میں مدرسہ فیض عام میں تدریس کے کام پر مامور رہے، دو سال بعد جامعۃ الرشاد اعظم گڑھ میں پڑھاتے رہے، سال بعد مدرسہ دارالحدیث مئو کی دعوت پر وہاں مدرس ہوگئے۔ تین سال وہاں گزارے آخری ایام میں کچھ اختلافات کی بناپر علیحدگی اختیار کرلی اور مدرسہ فیض العلوم سیونی کی خدمت پر جامامور ہوئے۔

سیونی میں چار سال درس وتدریس کے علاوہ مدرسہ کے تمام داخلی وخارجی انتظامات کی ذمہ داری بھی سنبھالی اور پھر ۱۹۷۲ء میں تعطیل پر وطن واپس آئے تو مدرسہ دارالتعلیم مبارکپوری اراکین نے یہاں کے تعلیمی انتظامات سنبھالنے اور تدریس کے فرائض انجام دینے کے لیے اصرار کیا اور انہیں یہ پیش کش قبول کرنی پڑی، دو سال بعد جامعہ سلفیہ کے ناظم اعلیٰ نے مدرسہ دارالتعلیم کے سرپرست سے صفی الرحمن کو جامعہ سلفیہ منتقل کرنے کی

Marfat.com

خواہش کا اظہار کیا تو انھوں نے اپنے دیرینہ رابطے کے پیش نظران کی خواہش کا احترام کیا اور صفی الرحمن کو ۱۹۷۴ء میں جامعہ سلفیہ آنا پڑا۔

تالیفات: کئی کتب لکھیں، چند مشہور تالیفات مندرجہ ذیل ہیں:

المصابیح فی مسألۃ التراویح للسیوطی کا اردو ترجمہ ۱۹۶۳ء، ترجمہ الکلم الطیب لابن تیمیہ ۱۹۶۶ء، ترجمہ و توضیح کتاب الاربعین نووی ۱۹۶۹ء، صحف یہود و نصاریٰ میں محمد ﷺ کے متعلق بشارتیں ۱۹۷۰ء، تذکرۃ الشیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب ۱۹۷۲ء، تاریخ آلِ سعود ۱۹۷۲ء، قادیانیت اپنے آئینے میں ۱۹۷۶ء۔

موصوف کی کتاب ''الرحیق المختوم'' میں درج ذیل خصوصیات پائی جاتی ہیں۔

ا۔ موثر دلکش انداز بیان (۲) الفاظ کی سادگی (۳) منظر کشی (۴) ادبی انداز بیاں (۵) تکرار واقعات سے احتراز (۶) بلیغ انداز بیان (۷) توضیحی انداز بیان (۸) ایجاز و اختصار (۹) عبارت کی خوبصورتی (۱۰) بے ساختگی و برجستگی۔

عنوانات دینے کا طریقہ: مولانا صاحب الرحیق المختوم کی فہرست مضامین کو ابواب و فصول میں تقسیم نہیں کرتے بلکہ بہت ہی سادہ انداز کے ساتھ عنوانات لکھ دیتے ہیں۔ مولانا صاحب عنوانات تحریر کرتے وقت بھی بہت سادگی اور اختصار سے کام لیتے ہوئے ایسے عنوانات تجویز کرتے ہیں کہ جو پرتاثیر ہوں، یوں تو ہر عنوان ہی اپنی مثال آپ ہے اور ہر عنوان ایک سے بڑھ کر ایک ہے۔ فہرست عنوانات میں سے کوئی عنوان ایسا نہیں جو آگے پیچھے ہو یا اپنی حدود سے باہر ہو یعنی واقعات و تاریخ کا لحاظ رکھتے ہوئے عنوانات کو ایک ترتیب میں لکھا گیا ہے۔

مولانا صاحب سب سے پہلے عرب کے حالات بیان کرتے ہوئے عنوانات تجویز فرماتے ہیں:

عرب: محل وقوع اور قومیں

عرب کا محل وقوع بیان کرتے ہوئے آگے یہ عنوان تحریر کرتے ہیں:

عرب حکومتیں اور سرداریاں

عرب: ادیان و مذاہب

جاہلی معاشرے کی چند جھلکیاں

اس کے بعد آپ ﷺ کی ولادت اور آپ ﷺ کی زندگی مبارک کے چالیس سال کو کچھ اس طرح تحریر کرتے ہیں:

ولادت باسعادت اور حیات طیبہ کے چالیس سال:

اس کے بعد آپ ﷺ کی بعثت کا ذکر کرتے ہوئے بہت ہی خوبصورت عنوان تجویز فرماتے ہیں:

نبوت و رسالت کی چھاؤں میں:

مولانا صاحب بہت ہی خوبصورت اور دلکش انداز سے دعوت و تبلیغ کے ادوار کو عنوانات کے تحت بیان

Marfat.com

کرتے ہوئے مراحل میں تقسیم کرتے ہیں۔

ہجرت سے پہلے حصے کو تین مراحل میں تقسیم کرتے ہیں اور ہجرت کے بعد والے حصے کو بھی تین مراحل میں تقسیم کرتے ہیں۔

ہجرت سے پہلے کے مراحل:

پہلے مرحلے میں عنوان دیتے ہیں:

کاوش تبلیغ:

کاوش تبلیغ میں اولین راہروان اسلام کا ذکر ہے۔

دوسرے مرحلے میں کھلی تبلیغ کا ذکر ہے۔

اس میں آپ ﷺ نے قرابتداروں کے بعد مکہ والوں کو دین حق کی دعوت دی۔

تیسرے مرحلے میں:

بیرون ملک دعوت اسلام:

اس مرحلہ میں مکہ سے باہر کے علاقوں تک ایمان کی شعاعیں پہنچائی گئیں۔ عنوانات کو مرحلہ وار تقسیم کرنے کا انوکھا اور عمدہ انداز مولانا صاحب کی دانائی اور حکمت کو ظاہر کرتا ہے۔

اسی طرح پھر مدنی زندگی کو عنوانات کے تحت مرحلہ وار بیان کرتے ہیں۔

پہلا مرحلہ

ہجرت کے وقت مدینے کے حالات

دوسرے مرحلہ میں

نئ تبدیلی

یہ عنوان بادشاہوں اور امراء کے نام خطوط پر لکھا گیا ہے۔

تیسرا مرحلہ

آپ ﷺ کی پیغمبرانہ زندگی کا آخری مرحلہ ہے جو کہ غزوۂ حنین سے شروع ہوتا ہے۔

مولانا نے عنوانات کے بعد واقعات کی ترتیب بہت ہی اچھے طریقے سے دی ہے، ہر عنوان میں واقعہ ایسا جڑا ہے کہ جیسے انگوٹھی میں نگینہ۔ (یہ تعارف ایک مقالہ سے لکھا گیا ہے)

۳۲۔ رحمۃ للعالمین:

(مؤلف قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری، الفیصل ناشران، لاہور)

قوموں کی زندگی جمود کا شکار ہو تو اس کی کوکھ بانجھ ہو جاتی ہے، قحط الرجال کا دور دورہ تھا، دور دور تک

Marfat.com

زندگی کے آثار نہیں پائے جاتے تھے، اس کے برعکس اگر قوموں کی زندگی میں حرکت اور حرارت موجود ہو اور وہ کشمکش کی بھٹی سے گزری ہو تو اس کے اندر بڑی بڑی روزگار اور عبقری شخصیتیں جنم لیتی ہیں۔

بقول علامہ اقبال:

روح کی ہے حیاتِ کشمکش انقلاب
جس میں نہ ہو انقلاب موت ہے وہ زندگی

برصغیر پاک و ہند کے مسلمان لوگوں پر بھی ایسا ہی ایک دور گزرا جبکہ جمود ان کی زندگی کا لازمی حصہ بن چکا تھا، اس دور میں اغیار نے اس کے دین وملت کو وہ چرکے لگائے کہ وہ مسلمانوں کی غیرت ملی ودینی کو آخرکار خوابِ غفلت سے بیدار اور ہوشیار ہونا پڑا۔ جتنا کہ نشتر تیز ہوتے گئے اتنا ہی جسمِ مومن مضبوط تر ہوتا گیا۔

''رحمۃ للعالمین'' سیرت پر لکھی گئی وہ کتاب ہے جو اس دور کی پیداوار ہے جب پٹیالہ سکھوں کی ایک ریاست تھی جس کی بنیاد مسلمانوں کے خون، ان کی آہوں اور نالوں کی اینٹوں پر رکھی گئی تھی، اس پٹیالہ ریاست کے ایک سیشن جج قاضی سلیمان سلمان منصور پوری کے قلم سے اللہ نے وہ کام لیا کہ تاریخ نے انھیں زریں حروف کے اندر جگہ دی۔

یہ وہ دور تھا جس مسلمان مغلوب تھے، اس بناء پر انگریز حکمران تھے اور ہندو عیسائی دونوں ہی مسلمانوں کے دینی جذبات کو مجروح کررہے تھے۔ جیسے شوامی دیانت دیانند، لاجپت رائے جیسے دریدہ دہن حضور ﷺ کی ذات پاک پر کیچڑ اچھالنے میں مصروف تھے۔

مسلمان پریشان حال تھے، ایسے میں ضرورت تھی کہ حضور ﷺ کی ذات کا بہترین دفاع کیا جاتا جس سے معترضین کے منہ بند ہوجاتے۔

''رحمۃ للعالمین'' نے وقت کی اس ضرورت کو پورا کیا۔ جہاں تک اس کتاب کے تاریخی ماخذوں کا تعلق ہے تو اس میں کم وبیش متقدمین کی ان ہی کتابوں سے مدد لی گئی ہے جن سے اکثر متاخرین نے کسب فیض کیا ہے۔ ''رحمۃ للعالمین'' کی تینوں جلدوں کو دیکھنے سے جن کتابوں کے حوالہ جات ملتے ہیں ان میں:

۱۔ سیرت ابن ہشام	۲۔ فتح الباری
۳۔ صحاح ستہ	۴۔ طبقات ابن سعد
۵۔ تاریخ طبری	۶۔ تاریخ کامل
۷۔ زرقانی	۸۔ مدارج النبوۃ

وغیرہ شامل ہیں۔

کتاب کا رنگ مناظرانہ ہے۔ اس پرفتن دور میں چونکہ رسول کریم ﷺ کی ذات بابرکات پر طرح

Marfat.com

طرح کے اعتراضات کیے جا رہے تھے اس لیے اس کتاب میں ان کے جوابات دیئے گئے ہیں۔ یہ وہ اضافی کام ہیں جو مصنف نے قلم اٹھانے کے ساتھ ساتھ سرانجام دیئے ہیں۔

سید سلیمان ندوی (مرحوم) نے ''رحمۃ للعالمین'' کی اس خصوصیت کی جانب اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ''رحمۃ للعالمین'' کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ مصنف کے ذوق کے مطابق سوانح اور واقعات کے ساتھ ساتھ غیر مذاہب کے اعتراضات کے جوابات اور دوسرے صحف آسمانی کے ساتھ موازنہ کیا گیا ہے۔

۱۔ خصوصاً یہود و نصاریٰ کے اعتراضات کا ابطال بھی اس میں جا بجا ہے، مصنف مرحوم کو تورات اور انجیل پر کمال عبور حاصل تھا۔ اور عیسائیوں کے مناظرانہ پہلوؤں سے انھیں پوری واقفیت حاصل تھی، آگے چل کر وہ لکھتے ہیں:

۲۔ مناظرانہ طریق تصنیف میں سنجیدگی کا برقرار رکھنا سخت مشکل ہے مگر جس طرح مصنف مرحوم اس وصف میں ممتاز تھے اسی طرح ان کی یہ تصنیف بھی اسی وصف میں خاص امتیاز رکھتی ہے۔ پوری کتاب مناظرہ اور احقاق حق کے دلائل سے لبریز ہے۔ تاہم کہیں تہذیب سے انحراف اور مذاق سلیم سے ابا کا موقع نہیں ملتا۔

۳۔ کتاب کی زبان انتہائی شائستہ اور سلیس ہے۔ جس کو ایک عام آدمی با آسانی سمجھ سکتا ہے۔

۴۔ ''رحمۃ للعالمین'' کی تین جلدیں ہیں۔

خصوصیات:

۱۔ پوری کتاب عالمانہ تحقیق سے لکھی گئی ہے، خود روایت جہاں سے کی گئی ہے وہاں اس کا حاشیہ پر حوالہ بھی درج ہے۔

۲۔ تمام واقعات جو سیرت سے متعلق ہیں سند وار ترتیب سے لکھے گئے ہیں۔

۳۔ جہاں کوئی عمدہ نتیجہ مستنبط ہو سکتا ہے اور عملی زندگی سے اس کا تعلق ہے وہ بھی لکھ دیا گیا ہے۔

۴۔ بائبل سے ہر جگہ استناد کر کے اہل کتاب پر حجت قائم کی گئی ہے۔

۵۔ اردو زبان میں لب و لہجہ اتنا سنجیدہ اور پر اثر ہے کہ مخالف سے مخالف بھی پڑھنے والا متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

۶۔ مصنف نے دفاع کے ساتھ ساتھ کتاب پر دل کے ٹکڑے بھی رکھ دیئے ہیں کہ ایک ایک لفظ سے عشق نبوی ﷺ اور محبت نمایاں ہے۔

۷۔ مصنف اپنے دور کی تمام جدید علمی اور تحقیقی اقدار سے بھی واقف ہے، جا بجا اسلامی اقدار سے غیر اسلامی قدروں کا مقابلہ کرتا جاتا ہے۔

۸۔ جستجو کا یہ عالم ہے کہ غزوۂ احد میں جس انصاری خاتون کے چار اعزہ (شوہر، فرزند، باپ، بھائی) شہید

Marfat.com

ہوئے اور مصنفین نے اس کی کوئی پروانہیں کی،لیکن قاضی سلیمان سلمان منصور پوری نے اس کا نام "ہند" تلاش کیا۔عام اربابِ تاریخ وسیر نے اس خاتون کا نام اس سے پہلے کہیں درج نہیں کیا۔

۹۔ دوسری جلد میں حضور اکرم ﷺ کے انساب کا ذکر ہے۔اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مصنف کو فن انساب پر کافی عبور حاصل ہے،اس کے علاوہ لینن کی تحقیق جو آخر کتاب میں درج ہے اس سے ریاضی کے فن میں مصنف کے دخل اور وسعت نظر کا پتہ چلتا ہے۔(اس تعارف کا زیادہ تر حصہ ایک مقالہ سے نقل کیا گیا ہے)

۳۳۔رسالہ سیرت النبی ﷺ:

(حافظ تقی الدین ابو محمد الغنی جماعیلی (مؤلف) غلام ربانی عزیز (مترجم) عبداللہ خان/۳۷۱۔ایف، اٹک شہر/صفحات:32 قیمت:35)

چھٹی صدی ہجری کے مصنف حافظ تقی الدین جماعیلی نے زیرنظر رسالے میں نبی کریم ﷺ کے سلسلۂ نسب،اسمائے مبارکہ،سفرشام،شادی،نبوت،ہجرت اور وفات کے مختصر تذکرے کے ساتھ آپ ﷺ کے رشتے داروں،خدمت گاروں اور ملکیتی اشیاء کے بارے میں معلومات یکجا کی ہیں۔آخر میں نبی کریم ﷺ کے حوالے سے حلیہ مبارک اور اخلاقِ فاضلہ پر گفتگو کی گئی ہے۔(نقطۂ نظر اپریل۔ستمبر 2001 شمارہ10 صفحہ:100,101)

۳۴۔رسول اکرم ﷺ مغربی اہلِ دانش کی نظر میں:

(مکتبہ تعمیر انسانیت،اردو بازار لاہور۔1995ء۔صفحات:280۔قیمت:120)

سیرت کی اس کتاب میں مصنف نے 55 مغربی دانشوروں کی تحریروں سے استفادہ کیا ہے۔یہ کتاب مستند حوالوں سے مزین ہے:اس کتاب میں مصنفین کے اقتباسات باقی کتابوں میں موجود اقتباسات کی نسبت زیادہ دیئے گئے ہیں۔ترجمہ رواں،سادہ اور عام فہم ہے۔مصنف نے حواشی لکھ دیئے ہیں جس سے قارئین کو سمجھنے میں آسانی رہتی ہے۔نیز حواشی میں مستشرقین کے غلط نظریات کے مدلل جواب دیئے گئے ہیں۔اردو اور فارسی کے اشعار سے استفادہ کیا گیا ہے۔مصنف اپنی تحریروں میں علامہ اقبال سے بہت متاثر نظر آتے ہیں۔اور جن مصنفین سے استفادہ کیا گیا ہے ان کی ترتیب حروفِ ابجد کے لحاظ سے مرتب کی گئی ہے۔مصنفین کے پورے ناموں کے بجائے ان کے Abriviation words استعمال کیے گئے ہیں۔کتاب کی زبان اردو ہے،فارسی اشعار کا بھی ترجمہ کر کے حواشی کے طور پر لکھا گیا ہے تا کہ سمجھنے میں آسانی ہو۔بلاشبہ یہ کتاب سیرت کی کتابوں میں ایک بہترین اضافہ ہے۔(نقطۂ نظر ستمبر 1998 شمارہ:4 ص:31,32)

۳۵۔رسولِ اکرم ﷺ اور خلفائے راشدین کے آخری لمحات:

(ابوالکلام آزاد/مکتبہ جمال،حسن مارکیٹ،تیسری منزل،اردو بازار۔لاہور۔/ بالترتیب صفحات:

(60,60 قیمت:107,79)

''الہلال (کلکتہ) سے ماخوذ تین مضامین تذکارِ مقدس، ذکرِ مقدس اور مجلس مولود'' ولادتِ نبوی ﷺ'' کے نام سے کئی بار شائع ہو چکے ہیں۔

اس کتاب میں مولانا آزاد نے رسول اللہ ﷺ کی بعثت کا مقصد بیان کیا ہے۔ اور میلاد النبی ﷺ کی تقریبات میں رسول اللہ ﷺ کے اصل پیغام کی جگہ جو محیر العقول واقعات بیان کر دیئے جاتے ہیں ان میں سے بعض پر گرفت کی ہے۔ (نقطۂ نظر اپریل۔ ستمبر 2002 شمارہ 12 صفحہ:109)

۳۶۔ رسولِ رحمت تلواروں کے سایے میں:

(حافظ محمد ادریس۔ مکتبہ احیائے دین، منصورہ، لاہور۔ 1997-1995، صفحات: 244، 395۔ قیمت:105,90)

یہ کتاب دو جلدوں پر مشتمل ہے اور چار بار طبع ہو چکی ہے۔ یہ کتاب بہت ہی اہمیت کی حامل ہے۔ یہ کتاب سیرتِ طیبہ کے کئی پہلو نمایاں کرتی ہے کہ انسانیت کی اصل ضرورت اور معراج کیا ہے؟ اور اسلام نے جہاد و قتال کی اجازت کس لحاظ سے اور کیوں کر دی ہے؟ اور یہ کتاب اسلام کی حقانیت کا تعارف کراتی ہے۔

''رسولِ رحمت تلواروں کے سایے میں'' میں مصنف نے کچھ اس طرح سے درجہ بندی کی ہے؛ اس کی جلد اول میں ہجرتِ نبوی ﷺ سے لے کر غزوۂ اُحد تک کے واقعات کو قلمبند کیا گیا ہے۔ جلد دوم میں جنگِ اُحد کے بعد کے واقعات کو بیان کیا گیا ہے، ان دونوں جلدوں میں غزوات نبوی ﷺ کے حوالے سے فریقین کی کامیابیوں اور ناکامیوں کو بیان کیا گیا ہے۔ اور رسول ﷺ کے تمام سرایا اور مہمات کی تفصیل ہے۔ نیز نبی کریم ﷺ کی قیادت کے خصائص بھی متعارف کرائے گئے ہیں۔

اس کتاب میں مصنف نے مغازی کو سادہ اور عام فطری انداز میں تحریر کیا ہے۔ واقعات کو تاریخی تسلسل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ بیانات میں ثقاہت کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔ مغازی کے گہرے مطالعہ کے بعد ایسے نکات کو واضح کیا گیا ہے کہ جس سے دل جذبۂ جہاد سے سرشار ہوتا ہے اور نئی تڑپ پیدا ہوتی ہے اور دعوت و تبلیغ کے ذریعے اللہ کے کلمہ کو بلند کرنے کی طرف دل متوجہ ہوتا ہے۔ اس کتاب میں مصنف نے واضح کیا ہے کہ رسول ﷺ نہ صرف حالتِ امن میں رحمت تھے بلکہ میدانِ جنگ میں بھی رسولِ رحمت تھے۔ اس کتاب میں رسول ﷺ کی سیرت سے متعلق جنگی اُصول بیان کیے گئے ہیں۔ اس کتاب میں واضح کیا گیا ہے کہ رسول ﷺ محض ذاتی رنجش یا انتقام کی خاطر جنگ لڑنے سے منع کیا۔ اور واضح کیا گیا ہے کہ جنگ کا مقصد صرف اعلائے کلمۃ اللہ ہے۔

جلد دوم کے آخری ابواب میں مجاہدین کے معاشرے کا تعارف دیا گیا ہے۔ تمام جلدوں میں واقعات

Marfat.com

اورغزوات کے تسلسل زمانی کا خیال رکھا گیا ہے۔
مصنف نے حوالہ جات بھی دیئے ہیں جس سے اس کی ثقاہت کا پتہ چلتا ہے اوراس کتاب کی قدرومنزلت میں اضافہ ہوتا ہے۔

۱۵۔ اس کتاب کے حوالہ جات مندرجہ ذیل ذرائع سے اکٹھے کیے گئے ہیں:

(۱)قرآن مجید (۲)احادیثِ نبویؐ
(۳)سیرت کے ماخذات (۴)تفاسیر کی کتب
(۵) کتب تاریخ

یہ کتاب عام قاری، دعوت کے میدان میں کام کرنے والوں، مجاہدین اورطلبہ سب کے لیے یکساں مفید ہے۔ کتاب میں مصنف نے سادہ اورعام فہم زبان استعمال کی ہے۔جس سے قارئین آسانی محسوس کرتے ہیں۔

(نقطۂ نظر اکتوبر 1997، مارچ 1998 شمارہ:3 ص:16,18)

۳۷۔رسول کریم ﷺ میدان جنگ میں:

(نوربخش توکلی/صفہ پبلی کیشنز، اسماعیل سنٹر، 109 چیمبر جی روڈ اردو بازار لاہور/ 2001 صفحات: 183 قیمت:70 روپے)

سیرت نگاروں نے جومتنوع موضوعات منتخب کیے ان میں سے ایک رسول اللہ ﷺ کے غزوات ہیں۔محمد واقدی (م ۲۰۷ء) سے لے کرمعاصر اہل قلم تک نے غزوات نبویؐ کی نوعیت، مقاصد اورواقعات پر روشنی ڈالی ہے۔

مولانا نوربخش توکلی (م ۱۹۴۸ء) نے ''غزواتِ نبیؐ'' کے نام سے ایک مختصر کتاب تالیف کی تھی جو پہلی بار 1922 میں انجمن نعمانیہ لاہور نے شائع کی تھی۔اس کا ایک ایڈیشن 1981 میں پاکستان سنی رائٹرز لاہور کے اہتمام سے شائع ہوا تھا۔اسی ''غزواتِ النبی'' کوصفہ پبلی کیشنز لاہور نے جناب عبدالحکیم شرف قادری کے مختصر دیباچے کے ساتھ ''رسول اکرم ﷺ: میدانِ جنگ میں'' کے نام سے پیش کیا ہے۔

آقائے دوجہاں ﷺ کے غزوات وسرایا کے سلسلے میں واقعات کے بیان، نیز مقاصد واہداف کے حوالے سے ایک رائے یہ پائی جاتی ہے کہ جملہ غزوات دفاعی نوعیت کے تھے اورآقائے دوجہاں ﷺ نے اقدامی نوعیت کی کوئی جنگ نہیں لڑی۔ بلاشبہ بعض غزوات اول وآخر دفاعی نوعیت رکھتے ہیں، تاہم جنگ بدر کے حوالے سے سیرت نگار باہم بٹے ہوئے ہیں۔علامہ شبلی نعمانی نے جنگِ بدر کے واقعات دفاعی غزوے کے طور پر بیان کیے ہیں، مگران کے اس اندازِ نظر سے ان کے معاصرین نے اختلاف کیا،اور یہ سلسلہ تاحال جاری ہے۔

Marfat.com

مولانا نور بخش توکلی بھی ان کے ناقدین میں سے ہیں ۔ جناب عبدالحکیم شرف قادری کے بقول:

''سیرت نگار کی ایک ذمہ داری یہ ہے کہ مستشرقین کے اٹھائے ہوئے اعتراضات کا جواب دے، لیکن بہت سے قلم کار مرعوبیت کا شکار ہو جاتے ہیں اور بجائے جواب دینے کے معذرت خواہانہ رویہ اختیار کر لیتے ہیں۔

علامہ شبلی نعمانی کی تالیف ''سیرت النبی ﷺ میں جا بجا اس رویے کی جھلک دیکھی جا سکتی ہے۔ سیرۃ النبیؐ اور بالخصوص غزوات و سرایا کے بارے میں معلومات کی حامل مولانا توکلی کی یہ مختصر کتاب قابل مطالعہ ہے، مزید برآں مصنف کا اخلاص اور حبِ رسول ﷺ قابلِ قدر ہے۔ (نقطۂ نظر اپریل، ستمبر 2003 شمارہ 14 صفحہ 29,31:)

۳۸۔ رسول رحمت:

(مولانا ابوالکلام آزاد، غلام علی اینڈ سنز، لاہور)

مولانا ابوالکلام آزاد کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے، ان کی سیاسی وابستگیوں اور سیاسی افکار سے لاکھ کسی کو اختلاف سہی لیکن ان کی علمی حیثیت سے کسی کو بھی انکار نہیں۔ مولانا آزاد آسمان علم کے ایک درخشندہ ستارے تھے۔ جس کی تابناک کرنوں نے علم کے شعبہ میں اپنی روشنی سے اجالا ہی اجالا کر دیا۔

''الہلال والبلاغ'' کے ذریعے مولانا نے امت مسلمہ کی جو خدمت کی ہے وہ بہر حال تاریخ کا حصہ ہے۔

زیر نظر کتاب ''رسولِ رحمت'' ان معنوں میں سیرت کی کتاب نہیں جس طرح دوسری کتابیں ہوتی ہیں بلکہ یہ سیرت پر لکھے گئے مولانا ابوالکلام آزاد کے مضامین ہیں جو انھوں نے وقتاً فوقتاً اپنے رسالوں ''الہلال'' و ''البلاغ'' میں تحریر کیے۔

مولانا ابوالکلام آزاد کا یہ معمول تھا کہ وہ ربیع الاول کے مہینے میں بغیر کسی انقطاع کے اپنے پرچوں میں سیرت النبی ﷺ پر ایک یا دو مضمون لکھتے تھے۔ اس طرح چونکہ ان کی حیثیت ایک متکلم اسلام کی تھی اس لیے لوگ ان سے ان اعتراضات اور سوالات کے جوابات پوچھتے رہتے تھے، جو غیر مسلم بالخصوص آریہ سماجی لیڈر اور مسیحی متکلمین حضور ﷺ کی ذاتِ گرامی کے بارے میں کیا کرتے تھے۔

مولانا آزاد ان سوالوں کے جواب قرآن وحدیث کے حوالوں سے پورے شرح وبسط کے ساتھ دیا کرتے تھے، ان کی حیات میں ہی ان کے ایک نیاز مند مولانا غلام رسول مہر نے سیرت النبی ﷺ پر کتاب مرتب کرنے کا بیڑہ اٹھایا تھا۔ مولانا غلام رسول مہر بذاتِ خود ایک بہت بڑے تاریخ نگار کی حیثیت سے برصغیر میں معروف تھے۔

اس کے ساتھ ساتھ اگر کہیں ان مضامین کا تسلسل انھیں ٹوٹتا ہوا محسوس ہوا یا کوئی خلا نظر آیا تو انھوں نے اپنی جانب سے بھی بعض امور کی تشریح کر دی ہے لیکن ان مقامات پر انھوں نے (مؤلف) کا لفظ لکھ دیا ہے۔

Marfat.com

کتاب کے آغاز میں ایک مقدمہ ہے جس میں مختلف ائمۂ اسلام کے اقوال سے سیرت نبویہؐ کی اہمیت اوراس کے مطالعہ کی ضرورت پر بحث کی ہے،اس کے سبب نفس مضمون کے سبب اسے علم وبصیرت کا اصل سرچشمہ قرار دیا گیا ہے۔اس کے بعد''قرآن اور سیرت نبویہؐ'' کے موضوع پر ایک مکمل باب ہے جس میں ''ورفعنالك ذكرك'' پر بحث کرتے ہوئے مولانا نے سیرت النبیؐ کی اہمیت پر بحث کی ہے۔اس کے بعد نفس مضمون کا آغاز ہوتا ہے۔

مولانا ابوالکلام آزاد کا اندازِ تحریر بہت ہی دلکش ہے، الفاظ قطار اندر قطار ہاتھ باندھے ہوئے ان کے قلم کے سامنے کھڑے معلوم ہوتے ہیں۔اس کے ساتھ ہی مولانا ایک دردمند دل بھی رکھتے ہیں۔اس لیے سیرت پر ان کے مضامین فی الحقیقت ادب کے شہ پارے بن گئے۔کتاب میں مضامین کو مختلف ابواب کے تحت سمودیا گیا ہے۔مثلاً ظہورِ قدسی کے تحت انھوں نے زیادہ تر زور رسول ﷺ کی ولادت کے صحیح صحیح واقعات و احوال پر مواد مہیا کیا ہے۔اس سلسلے میں اب تک جو کچھ لکھا گیا ہے ان موضوع روایات کا سہارا لیا گیا ہے۔جن پر بحث کر کے ان کو غلط ثابت کیا گیا ہے۔

اس باب میں انھوں نے اسلامیانِ ہند کو خوابِ غفلت سے بیدار کرنے کی بھی سعی فرمائی ہے۔

بعثت ونبوت کا باب مؤلف کے قلم سے ہے۔

ترتیب قرآن، سورۃ الفاتحہ، حقیقت وحی اور دعوتِ اسلام مولانا کے اپنے لکھے ہوئے مضامین ہیں، ان میں جگہ جگہ رسول اکرم ﷺ کے اندازِ تبلیغ اور اس راہ میں پیش آمدہ مشکلات اور رسول اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھیوں کے صبر واستقامت کا ذکر ہے۔

اس باب میں رسول اکرم ﷺ کی ذات سے متعلق بعض ابواب پر کھل کر بحث کی گئی ہے جس میں اکثر دشمنانِ اسلام زبان طعن دراز کرتے ہیں مثلاً معراج وغیرہ اور اس کے باب میں عقلی ونقلی دلائل دے کر ایک جدیدیت اور تشکیک کے مارے ذہن کو مطمئن کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

مولانا کا انداز پوری کتاب میں یہی ہے کہ پہلے رسول اکرم ﷺ کی زندگی کے واقعات درج کرتے ہیں اور جہاں کہیں کوئی سوال پیدا ہوتا ہے اس کا جواب دیتے چلے جاتے ہیں۔اس کتاب میں زیادہ تر زور غزوات پر ہے جس کی تشریح کے لیے تقریباً آدھی سے زیادہ کتاب وقف ہے۔

اس سے غالباً یہ مراد ہے کہ ملت کی حیات اجتماعی کشمکش سے ہی عبارت ہے، قوموں کی زندگی میں جہاد بعینہٖ وہی حیثیت رکھتا ہے جیسے انسانی زندگی میں روح۔

اس کے بعد''عالمی دعوت اور تبلیغ کا آغاز'' کے عنوان سے ایک پورا باب لکھا گیا ہے۔جس میں سلاطین اور رؤساء کو دعوت کے لیے لکھے جانے والے خطوط کا ذکر کرنے سے پہلے حضور ﷺ کی رسالت کا عالمگیر ہونا ثابت کیا گیا ہے۔

اس کے بعد ان خطوط کا ذکر ہے، کتاب اگرچہ مولانا کے مضامین اور لوگوں کے سوالات اور مولانا کی طرف سے ان کے جوابات پر مشتمل ہے لیکن تحقیق اور متقدمین کی کتاب سے خوشہ چینی جو بہرحال سیرت کا ایک لازم ہے اس میں جگہ جگہ نظر آتی ہے۔

سیرت ابن ہشام، صحاح ستہ، طبقات ابن سعد، اصح السیر، جوامع السیرۃ، سیرت ڈاکٹر حمید اللہ کے حوالے جگہ جگہ ملتے ہیں۔

کتاب کا ایک حصہ وہ ہے جو بالخصوص مولانا کے مضامین کو یکجا کر کے مرتب کیا گیا ہے۔

نسل نو کے لیے یہ ایک بہترین چیز ہے۔ سیرت پر یوں تو ایک سے ایک اعلیٰ تحریر اس وقت موجود ہے۔ تاہم مولانا آزاد کی یہ کتاب ایک ادبی شہ پارے کی حیثیت سے اپنی مثال آپ ہے۔ ایک اقتباس اسی دعوے کے طور پر پیش ہے:

''پھر وہ کون ہے کہ جب تم اور تمھاری تشنہ اور بے قرار زمین پانی کے ایک ایک قطرے کے لیے ترس جاتی ہے۔ خاک کا ایک ایک ذرہ رطوبت و نمو کے لیے بے قرار ہو جاتا ہے اور اس کی تمام کائنات، نباتات اور انسان گھر میں پانی کے لیے ماتم کرتا ہے اور ہر دم انسان گرم و خشک فضاء کی طرف مایوسی کی نگاہیں اٹھاتا ہے۔''

۳۹۔ الروض الأنف:

(مؤلف عبدالرحمن السہیلی، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۲۰۰۰ء)

الروض الانف سیرت نبوی ﷺ کی شہرہ آفاق کتاب سیرت ابن ہشام کی شرح ہے جو خود بھی سیرت ابن اسحاق کی تہذیب و تنقیح ہے۔ ابن ہشام نے سیرت ابن اسحاق کے جمع و تدوین کی خدمت انجام دی۔ اس کا خلاصہ کیا اور نقد و استدراک کیا۔ کوئی روایت ابن اسحاق سے رہ گئی تھی تو اسے درج کیا۔ کچھ واقعات کا ذکر نہیں تھا تو ان کا اضافہ کیا۔ ان واقعات کو خارج کر دیا جو ان کے نزدیک ناقابل بیان تھے۔ وہ اشعار بھی نکال دیے جو ان کے نزدیک پایۂ ثبوت کو نہ پہنچتے تھے۔ دوسری طرف انھوں نے بہت سی معلومات اور افکار کا اضافہ کیا۔ اس طرح یہ کتاب سیرت ان کے نام سے معروف و منسوب ہو کر توجہ کا مرکز و محور بن گئی۔

سیرت ابن ہشام کی مقبولیت:

ابن ہشام نے سیرت ابن اسحاق کی تلخیص و تہذیب اور تحقیق و تنقیح کا جو کارنامہ انجام دیا وہ اتنا بلند پایہ اور عظیم الشان تھا کہ لوگوں نے ابن اسحاق کی کتاب کی جگہ ابن ہشام کی کتاب کو بطور مآخذ و اصل لے لیا۔ ابن ہشام نے اتنا غیر معمولی کام کیا تھا کہ آج سیرت پر مستند ترین، جامع ترین اور قدیم ترین کتاب انہی کی ہے۔

Marfat.com

شروح:

سیرت ابن ہشام کی چند شرحیں مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) الاملاء علیٰ سیرۃ ابن هشام۔ ابوذر مصعب بن محمد بن مسعود خشنی (م:۶۰۶ھ)

(۲) تنبیهات ابن الوقشی۔ قاضی ابوالولید ہشام بن احمد وقشی (م:۴۸۹ھ)

(۳) کشف اللثام فی شرح سیرۃ ابن هشام۔ علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی (م:۸۵۵ھ)

(۴) المسیرۃ فی حل مشکل السیرۃ۔ یوسف بن عبدالہادی صالحی (م:۹۰۹ھ)

(۵) الروض الانف۔ ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن احمد السہیلی الاندلسی (م:۵۸۱ھ)۔

امام سہیلیؒ نے اس کتاب پر ایک نئے انداز اور نہج سے کام کیا۔ انھوں نے ابن اسحاق اور ابن ہشام کی کاوشوں کی روشنی میں اپنی کتاب ''الروض الانف'' تالیف کی۔ انھوں نے ان دونوں کے بیانات کی تحقیق کی، پھر ان کی شرح کی اور ان پر اضافہ کیا۔ اس طرح ان کا کام سیرت پر ایک نئی کتاب کی حیثیت سے سامنے آیا۔

سیرت ابن ہشام کے شارح السہیلی:

ان کا نام عبدالرحمٰن بن الخطیب عبداللہ بن الخطیب ابی عمر بن اصبع بن سعدون بن رضوان ابن فتوح ہے۔ ان کی نسبتیں خثعمی، سہیلی، اندلسی اور مالقی معروف ہیں۔

''سہیل''، جس کی طرف ان کی نسبت ہے، اندلس میں مالقہ کے علاقہ میں ایک وادی کا نام ہے۔ اس میں کئی گاؤں آباد ہیں جن میں سے ایک گاؤں میں سہیلی پیدا ہوئے۔ سہیلی ۵۰۸ھ میں پیدا ہوئے۔ وہ اندلس میں طویل عرصے تک رہے، وہاں علم کے سرچشموں سے سیراب ہوئے اور مختلف علوم وفنون میں مہارت حاصل کی۔ آپ حافظ اور عالم تھے اور لغت اور سیرت کے ماہر۔ سترہ برس کی عمر میں نابینا ہو گئے تھے۔

امام سہیلی علم تفسیر، حدیث نبویؐ اور رجال کے علاوہ تاریخ اور انساب کے بڑے ماہر تھے۔ تمام عمر تعلیم و تدریس اور تصنیف و تالیف میں گزاری، ان کے حافظہ اور تبحر علمی کا یہ عالم تھا کہ الروض الانف جیسی ضخیم کتاب چار پانچ ماہ کی مدت میں ختم کر دی۔ چنانچہ اس کتاب کے دیباچہ میں لکھتے ہیں:

''میں نے یہ شرح ایک سو بیس (۱۲۰) کتابوں کی مدد سے لکھی اور اس کی املاء محرم ۵۶۹ھ میں شروع کر کے اسی سال کے جمادی الاولیٰ میں ختم کر دی۔ میں نے اس میں ایسے علمی نکات بیان کیے ہیں جو میں نے اپنے اساتذہ سے حاصل کیے تھے۔''

وفات:

مراجع سے معلوم ہوتا ہے کہ امام سہیلیؒ کی وفات ۵۸۱ھ میں ہوئی۔ ابن العماد حنبلی نے اپنی کتاب ''شذرات الذهب'' میں لکھا ہے کہ ان کی وفات شعبان ۵۸۱ھ میں ہوئی۔ اس وقت ان کی عمر بہتر برس تھی۔

Marfat.com

الروض الانف کا منہج و اسلوب:

الروض الانف سیرت پر ایک قابل ذکر اور مشہور کتاب ہے۔ یہ ابن ہشام کی سیرت کی شرح ہے۔ یہ کتاب سیرت کے بارے میں بیش قیمت معلومات اور نادر افادات کا خزانہ ہے۔ یہ کتاب کئی بار چھپ چکی ہے اور معروف و متداول ہے۔ ۱۳۳۳ھ میں مطبعہ جمالیہ مصر میں دو حصوں میں شائع ہوئی۔ عبدالرحمٰن وکیل کی تعلیق و تحقیق کے ساتھ دارالکتب الحدیثہ قاہرہ سے اور دارالکتب الاسلامیۃ مصر سے سات جلدوں میں چھپ چکی ہے۔ سال اشاعت ۱۹۶۷ء ہے۔ اسی طرح عمر عبدالسلام السلامی کی تحقیق سے کتاب ہذا سات جلدوں میں دار احیاء التراث العربی بیروت سے ۲۰۰۰ء میں شائع ہو چکی ہے۔ طٰہٰ عبدالروف سعد کی کوششوں سے ۱۹۷۳ء میں مکتبہ الکلیات الازہریہ قاہرہ سے چار حصوں میں سیرت ابن ہشام کے ساتھ شائع ہوئی۔ الغرض یہ کتاب کئی بار چھپ چکی ہے۔ بہت سارے لوگوں نے اس پر کام کیا ہے۔ علمی اور تحقیقی انداز میں مرتب بھی ہوئی ہے۔ تازہ ترین ایڈیشن پانچ جلدوں میں ہے اور ہر جگہ دستیاب ہے۔ سہیلی نے اس کتاب پر ایک نئے انداز اور نہج سے کام کیا۔ انھوں نے ابن اسحاق اور ابن ہشام کی کوششوں کی روشنی میں یہ کتاب تالیف کی اور دونوں کی تحقیق و تنقیح کی۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی اس کتاب کا تعارف ان الفاظ میں پیش کرتے ہیں:

ابن ہشام نے جو کتاب مرتب کی تھی اس کی بہت سی شرحیں لکھی گئیں تقریباً ایک درجن تلخیصوں کا تذکرہ بھی ملتا ہے، تہذیبیں ہوئیں نظمیں لکھی گئیں ان شرحوں میں جو شرح بہت مقبول اور عالمانہ ہے وہ الروض الانف کے نام سے پانچ جلدوں میں مطبوعہ موجود ہے۔ کئی بار چھپی ہے بہت سے لوگوں نے اس پر کام کیا ہے علمی اور تحقیقی انداز میں ایڈٹ بھی ہوئی ہے۔ تازہ ترین edited version پانچ جلدوں میں ہے اور ہر جگہ دستیاب ہے۔ یہ علامہ ابوالقاسم عبدالرحمٰن السہیلی (متوفی ۵۸۱ھ) کی لکھی ہوئی تھی۔ انھوں نے اس پر سب سے پہلے تو یہ کام کیا کہ جو قصائد تھے ان کے مشکل الفاظ کی شرح لکھی۔ جہاں جہاں مشکل الفاظ آئے ان کو بیان کیا۔ جہاں جہاں وہ کسی خاص نکتہ پر توجہ دینا چاہتے تھے اس کی طرف توجہ دلائی، جہاں انھوں نے ضرورت محسوس کی کہ ابن ہشام کے بیان کو مزید مدلل بنانے کی ضرورت ہے وہاں حسب ضرورت اس کا اضافہ کر دیا۔ جہاں کوئی بات ابن ہشام کے ہاں نامکمل نظر آئی اس کی تکمیل کر دی، خاص طور پر ایک چیز جس کا انھوں نے اضافہ کیا ہے وہ یہ کہ اگر کسی واقعہ سے کوئی اہم نکتہ نکلتا ہے یا کوئی درس ان کے سامنے آتا ہے یا کوئی سبق ملتا ہے تو اس کی طرف انھوں نے اشارہ کیا ہے۔ یہ وہ چیز ہے جس کو ہم آج کل کی اصطلاح میں فقہ السیر ۃ کہہ سکتے ہیں۔ اس موضوع پر سب سے پہلے جو وقیع اور عالمانہ اشارے ملتے ہیں وہ سہیلی کی الروض الانف میں ملتے ہیں۔ سہیلی خود ایک بہت بڑے ادیب اور نحوی تھے۔ اس لیے انھوں نے نحوی قواعد وضوابط پر بھی بات کی ہے۔ جس قصیدے کے کسی شعر سے کوئی نحوی اصول نکلتا ہے اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ یہ علامہ سہیلی بھی اسپین کے رہنے والے تھے۔ بحر متوسط کے ساحل پر ایک شہر مالقہ کے رہنے والے تھے۔ تقوی اور زہد واستغناء میں بڑی شہرت رکھتے تھے۔ عجیب بات یہ ہے کہ اپنے

لڑکپن میں نابینا ہوگئے تھے۔ بعد میں جتنی کتابیں لکھیں وہ سب انھوں نے املاء کرا کر لکھوائیں۔ یہ کتاب اس لحاظ سے بڑی مفید ہے کہ اس سے ابن ہشام کے کیے ہوئے کام کی تکمیل ہو جاتی ہے۔ ابن ہشام نے جہاں جہاں کوئی ایسی چیز بیان کی تھی جس کی مزید وضاحت کی ضرورت محسوس کی جاتی تھی یا کسی چیز کی شرح درکار تھی تو وہ علامہ سہیلی نے بیان کردی اور اس طرح ابن ہشام کی کتاب کو سمجھنا بہت آسان بنا دیا۔

علامہ سہیلی محدث بھی تھے فقیہ، لغوی، نحوی، ماہر انساب اور مؤرخ بھی تھے۔ ان کی شرح میں ان سب حیثیتوں کی جھلک صاف محسوس ہوتی ہے۔ ان علمی خوبیوں کی وجہ سے ابن ہشام کی وہ شرح جو علامہ سہیلی نے الروض الانف کے نام سے لکھی وہ بہت مقبول ہوگئی اور دنیائے اسلام کے ہر علاقے میں مقبول اور متداول رہی بہت سے لوگوں نے اس کی بھی شرحیں لکھیں اور اس پر حواشی لکھے۔ بعض لوگوں نے اس کی تلخیص کی۔ بعد میں آنے والے تقریباً ہر سیرت نگار نے اس سے استفادہ کیا۔

۴۰۔ سرورِ کونین ﷺ کی مہک ____ بلوچستان میں:

(سیرت اکادمی، بلوچستان (رجسٹرڈ) ۲۷۲ اے او، بلاک ۳، سیٹلائیٹ ٹاؤن، کوئٹہ؛ 1997۔ صفحات: 458۔ قیمت: 300)

یہ کتاب پانچ ابواب پر مشتمل ہے؛ اس کتاب کے پہلے دو حصے دو زبانوں بلوچی اور براہوی ادب کی نعت گوئی اور سیرت نگاری پر مشتمل ہیں۔ تین ابواب میں بلوچستان میں نعتیہ مشاعرے کے عنوان سے لکھا گیا ہے۔ یہی تین ابواب سیرت کے لکھاریوں کے لیے مخصوص کردیئے گئے ہیں اور آخری باب میں بلوچستان کے دینی مدارس کی معلومات ہیں۔ یہ کتاب بلوچی، پشتو اور براہوی شاعروں کے کلام کا اردو ترجمہ ہے۔ اور اس کتاب میں بلوچستان کے شاعروں اور سیرت نگاروں کی سوانح عمریاں ہیں۔ بلاشبہ یہ کتاب اپنے موضوع پر ایک منفرد اور اولین کتاب ہے۔ (نقطۂ نظر اکتوبر 1998، مارچ 1999 شمارہ 5: ص 34,35)

۴۱۔ سنتِ حبیب ﷺ:

(اختر حسین بہاولپوری/ زمزم پبلشرز، شاہ زیب سنٹر، نزد مقدس مسجد، اردو بازار۔ ۲۰۰۷، کراچی/ صفحات: 535 قیمت: 180)

اس کتاب میں ارشاد احمد قاسمی کی تالیف ''شمائل کبریٰ'' کو پیشِ نظر رکھا گیا ہے، تاہم اپنے مطالعے پر مبنی کچھ اضافے بھی کیے ہیں۔ ''شمائل'' کے تحت نبی اکرم ﷺ کا حلیہ مبارک، ان کی زیر استعمال ذاتی اشیاء وغیرہ کا ذکر بھی کر دیا گیا ہے۔ واعظانہ انداز کے تحت کتاب میں جہاں کتب حدیث سے استفادہ کیا گیا ہے وہیں سیرۃ کی بعض کمزور روایات کا تذکرہ بھی ہوگیا ہے، حتی کہ دمیری کی ''حیات الحیوان'' جیسی کتابوں سے بھی نقل واقتباس کیا گیا ہے۔ (نقطۂ نظر اپریل۔ ستمبر 2008 شمارہ 24 صفحہ: 40,41)

Marfat.com

۴۲۔ سہ ماہی ''فکرونظر'' کانفرنس نمبر:

سہ ماہی ''فکرونظر'' کی خصوصی اشاعت سیرت نگاری میں جدید رجحانات، اکتوبر ۲۰۱۱ء تا مارچ ۲۰۱۲ء ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد کے زیرِ اہتمام شائع ہوا جو کہ ۳۵۶ صفحات پر مشتمل ہے۔

دراصل یہ کانفرنس کے مقالات میں سے بعض سکالرز کے مقالات کا انتخاب ہے۔ اس میں درج ذیل مقالات شامل ہیں:

ڈاکٹر حافظ مبشر حسین کا مقالہ ''سیرت نگاری میں صحت واستناد کے جدید مباحث'' ہے۔ (صفحہ ۵ تا ۴۰)

سید عزیز الرحمٰن کا مقالہ ''بیسویں صدی میں اردو سیرت نگاری کے مناہج واسالیب'' ہے۔ (صفحہ ۴۱ تا ۸۴)

ڈاکٹر حافظ محمد عبدالقیوم کا مقالہ ''مطالعہ سیرت اور غیر اسلامی مآخذ ومصادر'' ہے۔ (صفحہ ۸۵ تا ۱۱۰)

ڈاکٹر شاہ معین الدین ہاشمی کا مقالہ ''بیسویں صدی میں فقہ السیرہ کا رجحان'' ہے۔ (صفحہ ۱۱۱ تا ۱۴۸)

ڈاکٹر سید ازکیا ہاشمی کا مقالہ ''سیرت نگاری میں معجزات کا مطالعہ اور جدید رجحانات'' ہے۔ (صفحہ ۱۴۹ تا ۱۸۲)

ڈاکٹر غطریف شہباز ندوی کا مقالہ ''سیرت نبوی ﷺ اور غیر مسلموں سے تعلقات: نئے مباحث'' ہے۔ (صفحہ ۱۸۳ تا ۲۰۲)

بعدازاں نقد وتبصرہ کے عنوان سے چند مقالات ہیں:

پروفیسر ظفر الاسلام کا مقالہ ''سیرت نبوی ﷺ اور حقوق انسانی کی تشریح وترجمانی'' ہے۔ (صفحہ ۲۰۳ تا ۲۲۲)

عاصم نعیم کا مقالہ ''مطالعہ سیرت: قرآن اور عقل کی روشنی میں'' ہے۔ (صفحہ ۲۲۳ تا ۲۶۲)

سمیہ اطہر کا مقالہ ''کیرن آرم سٹرانگ اور مطالعۂ سیرت'' ہے۔ (صفحہ ۲۶۳ تا ۳۰۹)

بعدازاں کتابیات کے نام سے چند مقالات ہیں۔

شیر نوروز خان کا مقالہ ''عہد نبوی ﷺ کا نظام سیاست'' ہے۔ (صفحہ ۳۱۱ تا ۳۴۰)

قاری خورشید احمد کا مقالہ ''سیرت النبی ﷺ اور ''فکرونظر'' ہے۔ (صفحہ ۳۴۱ تا ۳۵۶)

۴۳۔ سیرت سرورِ عالم ﷺ:

(مولانا ابوالاعلیٰ المودودی، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور)

سیرت سرورِعالم کے مصنف نے مسلمانوں کی ذہنی حالت سدھارنے کی طرف بھرپور توجہ دی ہے، عام طور پر تمام مسلمانوں اور خاص طور پر جدیدیت کے پرستار اور تشکیک کے مارے ہوئے مسلمانوں کی

طرف اصلاح کا کام ہاتھ میں لے کرانھوں نے اسلام کے ایک ایک پہلو پر قلم اٹھایا۔

سیرت سرورِعالم بھی اس سلسلے کی ایک کڑی ہے، سیرت پر یہ ان کی معروف معنوں میں کوئی کتاب نہیں جس طرح دیگر حضرات نے سیرت کی کتابیں لکھی ہیں۔البتہ اسے مولانا سلیمان ندوی کے ''خطبات مدراس'' کی سیرت کی مانند کتاب کہا جاسکتا ہے۔

یہ کتاب ان مضامین کا مجموعہ ہے جو مولانا نے وقتاً فوقتاً رسول اکرم ﷺ کی سیرت پر تحریر فرمائے جن کو ان کے رفیق کار جناب نعیم صدیقی اور جناب مولانا عبدالوکیل نے ترتیب دیا۔اور مولانا کی نظر ثانی کے بعد یہ کتاب زیور طبع سے آراستہ ہوئی۔کتاب پر ایک نظر ڈالنے سے جو خصوصیات ذہن میں آتی ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ رسول اکرم ﷺ ان معنوں میں ایک نبی نہ تھے جن میں آپ ﷺ سے پہلے آنے والے انبیاء تھے، بلکہ آپ ﷺ تمام دنیا کے پیغمبر بن کر آئے۔اور آپ ﷺ کا خطاب تمام دنیا سے تھا، آپ ﷺ ایک مذہب کے علمبردار نہیں بلکہ ایک تحریک کے داعی تھے۔

۲۔ نبوت کی ضرورت کے دلائل، نبوت کے بارے میں عقل کا فیصلہ، پیغمبروں کا منصب کیا ہوتا ہے؟اس پر مدلل دلائل دیئے گئے ہیں۔

۳۔ حضور اکرم ﷺ کی نبوت، اس کی ضرورت اور اس کے بارے میں قرآن کے بارے میں تفصیلی بات کی گئی ہے۔

۴۔ منکرین حدیث کے ابطال کے لیے منصب نبوت پر ایک تفصیلی بحث کی گئی ہے، جن میں منکرین حدیث کے ایک ایک دعوے اور دلیل کو غلط ثابت کیا گیا ہے۔

۵۔ مسلمانوں میں پیدا شدہ جاہلی تصورات کا توڑ مثلاً شریعتِ رسولؐ کے بارے میں ان کے خیالات، معجزات کے بارے میں مختلف الخیالی امور کا جائزہ وغیرہ۔

۶۔ اس کتاب میں مسلمانوں سے پہلے وہ مختلف اقوام جنھوں نے رسولوں کی تعلیمات کو ٹھکرا کر خدا کے عذاب کو دعوت دی ان کا ذکر بھی اس صورت میں کیا گیا ہے کہ رسولؐ کی تعلیمات کو مسخ کر کے کا انھیں جھٹلا دینے کے نتائج کیا ہو سکتے ہیں؟

۷۔ دوسرے ادیان کا ابطال: سیرت کی یہ کتاب احیائے اسلام کی ان تحریکوں کے لیے راستہ بنانے کی گائیڈ ہے جو عظیم الشان انسان کی اٹھائی ہوئی تحریک کی خوشہ چین ہیں۔ جسے تاریخ محمد ﷺ کے نام سے جانتی ہے، اس کتاب کو اگر مختصر الفاظ میں سمجھنا ہو اور اس سے نبوت کا اندازہ کرنا ہو تو اس کتاب کے آغاز کا یہ اقتباس ہی کافی ہے:

اسلام دراصل اس تحریک کا نام ہے جو خدائے واحد کی حاکمیت کے نظریہ پر انسانی زندگی کی پوری عمارت تعمیر کرنا چاہتی ہے۔یہ عمارت قدیم ترین زمانہ سے ایک ہی بنیاد اور ایک ہی ڈھنگ پر چلی آرہی

Marfat.com

ہے، اس کے رہنما وہ لوگ تھے جن کو رسول (خدا کے فرستادے) کہا جاتا ہے۔ ہمیں اگر اس تحریک کو چلانا ہے تو لامحالہ انہی رہنماؤں کے طرزِ عمل کی پیروی کرنا ہوگی۔ کیونکہ اس کے سوا کوئی طرزِ عمل اس خاص نوعیت کی تحریک کے لیے نہ ہے اور نہ ہوسکتا ہے۔ اس سلسلے میں ہم جن انبیاء کے نقش قدم کا سراغ لگانے کے لیے نکلتے ہیں تو ہمیں ایک بڑی دقت کا سامنا ہوتا ہے، قدیم زمانہ میں جو انبیاء گزرے ہیں ان کے کام کے متعلق ہمیں زیادہ معلومات نہیں ملیں، قرآن میں کچھ اشارات ملتے ہیں مگر ان سے مکمل اسکیم نہیں بن سکتی۔ بائبل کے عہد جدید میں مسیح علیہ السلام کے کچھ غیر مستند اقوال ملتے ہیں۔ جن سے کسی حد تک اس پہلو پر روشنی پڑتی ہے کہ اسلامی تحریک اپنے ابتدائی مرحلے میں کس طرح چلائی جاتی ہے اور کن مسائل سے اس کو سامنا پیش رہتا ہے۔

لیکن بعد کے جو مراحل حضرت مسیح کو پیش آئے ان کے متعلق کوئی اشارہ وہاں نہیں ملتا، اور اس کا مآخذ ومنبع حضرت مسیح علیہ السلام کی زندگی ہے، ہمارے رجوع کرنے کی وجہ صرف عقیدت مندی ہی نہیں، بلکہ دراصل اس راہ کے نشیب وفراز معلوم کرنے کے لیے ہم اس طرف رجوع کرنے پر مجبور ہیں، اسلامی تحریک کے تمام رہنماؤں میں سے صرف محمد ﷺ ہی تنہا رہنما ہیں جن کی زندگی کے متعلق ہم کو ابتدائی دعوت سے لے کر اسلامی اسٹیٹ کے قیام تک کے بعد اس اسٹیٹ کی شکل، دستور، داخلی وخارجہ پالیسی اور نظم مملکت کے نہج تک کے ایک ایک مرحلے اور ایک ایک پہلو پر پوری تفصیلات نہایت مستند انداز میں ملتی ہیں۔

۴۴۔ سیرۃ الرسول فی اسماء الرسول ﷺ:

(1998، صادق پبلی کیشنز: الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور۔ صفحات: 268، قیمت: 200)

اس کتاب میں رسول ﷺ کے صفاتی ناموں کا تذکرہ ہے اور 100 اسماء رسول ﷺ کے فضائل بیان کیے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ اسماء رسول ﷺ کی تشریح کو تاریخی پسِ منظر میں بیان کیا گیا ہے۔ اور رسول ﷺ کے نام کو ایک مربع میں دے کر اس کے ساتھ اردو میں اس کا مفہوم بتایا گیا ہے اور اسی حوالے سے رسول ﷺ پر درود کا تحفہ پیش کیا گیا ہے۔ اور ہر نام کے ساتھ رسول ﷺ کی شخصیت کی اہمیت کے حوالے سے دو اشعار بیان کیے گئے ہیں اور ان کی تشریح بھی کی گئی ہے۔

تشریح میں لغت سے استفادہ کیا گیا ہے۔ اور قرآن مجید اور حدیثِ رسول ﷺ سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ ایک بہت ہی خاص بات یہ ہے کہ اسماء کے حوالے سے آثار واقوال بھی درج کیے گئے ہیں۔

(نقطۂ نظر اکتوبر 2000، مارچ 2001 شمارہ: 9 ص: 15,17)

۴۵۔ سید المرسلین ﷺ:

(حبیب الرحمٰن عثمانی (مصنف) / محمد صدیق ہاشمی (تسہیل کنندہ) مکتبہ العلم، 18 اردو بازار لاہور 2001 / صفحات: 568 قیمت: درج نہیں ہے)

Marfat.com

یہ کتاب سیرت کے موضوع پر بہترین شاہکار ہے۔مصنف نے اپنے دیباچہ میں تذکرہ کیا ہے کہ:

''میری اس کتاب کا اصل موضوع اگرچہ سیرت نہیں ہے لیکن پھر بھی جو باتیں اہل علم سیرت مبارکہ کی بہترین کتابوں میں تلاش کرنا چاہتے ہیں، وہ تمام اس میں مل جائیں گی۔''

مؤلف نے عقائد، تفسیر، حدیث اور تاریخی واقعات کے بھرپور تذکرے کے ساتھ اس مرکزی اور محوری نکتے پر اپنی توجہ مرکوز رکھی ہے۔نیز اس کتاب میں مصنف نے رسول اللہ ﷺ کی ذات کے ہر پہلو اور ہر جہت، ہر زاویے اور ہر حوالے سے آپ ﷺ کے رحمۃ للعالمین اور سید المرسلین ہونے کی حیثیت کو اجاگر کیا۔

اس کتاب میں دوسرے مباحث بھی زیرِ بحث آئے ہیں۔اللہ تعالیٰ کی شانِ ربوبیت کی بہت مثالیں ہیں۔غضب، پرصفت رحمت کے حاوی ہونے اور دنیا وآخرت میں بندگانِ خدا پر بے پایاں رحمتِ الٰہی کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے عقلی ونقلی دلائل سے ثابت کیا گیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ گرامی ہی اللہ تعالیٰ کی رحمتِ خاص وعام کی مظہر اتم واکمل ہے۔

امتِ محمدیہ کو مختلف اعتبارات سے دوسری امتوں پر فضیلت حاصل ہے۔اس حوالے سے مصنف نے امتِ محمدیہ کا دوسری امتوں اور خاص طور پر بنی اسرائیل کے ساتھ موازنہ کیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کو جو معجزات عطا کیے گئے وہ تمام انبیاء کے معجزوں سے زیادہ اور نوعیت کے لحاظ سے اولیٰ ہیں۔اس کے علاوہ مؤلف نے قرآن کے معجزہ ہونے پر خاصی گفتگو کی ہے اور تمام معترضین کے شبہات کا جواب دیا ہے۔

یہ بیان کیا ہے کہ جو خطہ رسول اللہ ﷺ کو عطا کیا گیا وہ زمین کے لحاظ سے بہترین ہے۔اور اس کے علاوہ مؤلف نے شہر مکہ اور مدینہ کے اوصاف بیان کیے ہیں۔نیز حج اور قربانی کی تاریخ، فضاء اور اس سے متعلقہ ضروری مسائل پر بحث کی ہے۔

اس کتاب میں تفسیر، حدیث، کلام، معانی وبلاغت اور تاریخ اور ادب سے متعلق بے شمار مفید معلومات درج ہوئی ہیں۔کچھ مقامات پر حوالہ جات بھی دیئے گئے ہیں۔

بلاشبہ یہ کتاب سیرت کی کتابوں میں ایک مفید کتاب ہے۔

(نقطۂ نظر اکتوبر 2002، مارچ 2003 شمارہ 13 صفحہ:47)

۴۶۔سیرتِ طیبہ سے رہنمائی ______ اکیسویں صدی میں:

(انعام الحق کوثر/سیرت اکادمی بلوچستان (رجسٹرڈ)، 272اے۔او بلاک iii، سیٹلائٹ ٹاؤن کوئٹہ / 2001 صفحات:165 قیمت:120 روپے)

ڈاکٹر انعام الحق کوثر کی زیر نظر کاوش ان کے ان سات مقالات کا مجموعہ ہے ؛بلوچستان میں قرآن مجید کے تراجم وتفاسیر۔حرمین الشریفین کے سفرنامے اور بلوچستان۔بلوچستان میں پاکستانی زبانوں میں تذکرہ

سیرت۔ بلوچستان میں فارسی نعت گوئی وسیرت نگاری۔ اردو میں ذکرِ سیرت اور بلوچستان۔ ہر سوروشنی۔ مسلمانانِ عالم میں اتحاد ویک جہتی کی ضرورت۔

ڈاکٹر صاحب کے اولین پانچ مقالات وطنِ عزیز کے معروف علمی مجلات میں شائع ہو چکے ہیں، اور انھیں قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے۔ فارسی، اردو، براہوی، بلوچی اور پشتو میں اہل بلوچستان نے قرآن وسیرت اور دیارِ حبیب ﷺ کی زیارت کے حوالے سے جو کچھ لکھا ہے، اس کا احاطہ غالباً ڈاکٹر کوثر کے علاوہ کسی دوسرے صاحب قلم نے نہیں کیا، اور یہ مجموعہ مقالات بلوچستان کے دینی ادب کے حوالے سے بجاطور پر بنیادی کاوش ہے۔ (نقطۂ نظر اکتوبر 2002 مارچ 2003 شمارہ 13 صفحہ 131)

۴۷۔ سیرت المصطفیٰ ﷺ:

(مولانا ادریس کاندھلوی، معارف القرآن، مکتبہ عثمانیہ، لاہور)

سیرت المصطفیٰ ﷺ، حضور نبی اکرم ﷺ کی حیات طیبہ (سیرت) پر ایک عمدہ کتاب ہے۔ یہ تین جلدوں پر مشتمل ہے۔

مطالعہ سیرت کی اہمیت:

اس کتاب کا مقدمہ خاص اہمیت کا حامل ہے جس میں سیرت کی ضرورت واہمیت پر زور دیا گیا ہے کہ ایک مسلمان کے لیے سیرت نبوی ﷺ کس قدر لازم وملزوم ہے۔

''ایک مسلمان اور مومن کا اپنا جاننا اتنا ضروری نہیں جتنا محمد رسول اللہ ﷺ کا جاننا ضروری ہے، جو شخص محمد رسول اللہ ﷺ کو نہیں جانتا وہ اپنے ایمان اور اسلام کو کیسے جان سکتا ہے؟ مومن اپنے وجود ایمانی میں سراسر وجود پیغمبر کا محتاج ہے۔ اگر وجود پیغمبر سے قطع نظر کر لیا جائے تو (العیاذ باللہ) ایک لمحہ کے لیے بھی مومن کا وجود باقی نہیں رہ سکتا۔ جیسا کے ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ (الاحزاب ۳۳:۶)

''کیونکہ مومن کا وجود ایمانی آفتاب نبوت کا ایک معمولی سا عکس اور پرتو ہے اور ظاہر ہے کہ پرتو کو جو قرب اور تعلق اپنے اصل منبع یعنی آفتاب سے ہوسکتا ہے وہ آئینہ سے نہیں ہوسکتا۔ مومن کو جو ایمان پہنچتا ہے وہ نبی کے واسطہ سے پہنچتا ہے۔ معلوم ہوا کہ ایمان نبی کے قریب ہے اور مومن سے بعید ہے اس لیے کہ نبی ایمان کے ساتھ متصف بالذات ہے اور مومن ایمان کے ساتھ متصف بالعرض ہے لہٰذا ضروری ہوا کہ مومن اپنے اور اپنے ایمان کے بارے میں جاننے سے پہلے اپنے نبی ﷺ کی سیرت کو جانے تاکہ اسی راستے پر چلے اور دوسروں کو بھی اس پر چلنے کی دعوت دے۔''

بحمد اللہ یہ شرف صرف امت محمدیہ ﷺ کو حاصل ہے کہ وہ اپنے پیغمبر ﷺ کے ہر فعل کو متصل اور

Marfat.com

مسلسل سند کے ساتھ پیش کرتی ہے کہ وہ اپنے پیغمبر ﷺ کے ہر قول و فعل کے ساتھ متصل ہے، عہد نبوت سے لے کر اس وقت تک کوئی لمحہ اور کوئی لحظہ ایسا نہیں گزرا کہ جس میں یہ امت اپنے نبی ﷺ سے منقطع ہوئی ہو اور نہ ہوگی۔ (ان شاء اللہ)

ثقہ حدیث سے نقل:

اس کتاب کے اندر سیرت نگار نے مکمل کوشش کی ہے کہ ثقہ اور صحیح سند والی روایات ہی نقل کی جائیں۔ زیادہ تر صحیح بخاری، امام اسمٰعیل بخاری رحمہ اللہ (م ۲۵۶ھ)، صحیح مسلم، امام مسلم بن الحجاج القشیری رحمہ اللہ صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان سے نقل کیا ہے، اس کے ساتھ ساتھ یہ خصوصیت بھی ہے کہ مولانا قرآنی آیت کا حوالہ دے کر سیرت کا پس منظر بیان کرتے ہوئے اس کی تشریح و وضاحت کرتے ہیں۔

جلد اول:

مولانا نے سیرت کی اس کتاب کی ابتداء دوسری سیرت کی کتب سے مختلف کی ہے۔ اکثر سیرت نگار سیرت کی ابتداء عرب کے ابتدائی حالات، قبل از اسلام عرب کے حالات، اور جغرافیائی حالات وغیرہ سے کرتے ہیں۔ لیکن مولانا نے حضور نبی کریم ﷺ کے سلسلہ نسب مبارک سے اپنی کتاب کی ابتداء کی ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی وہ روایت نقل کی ہے جس میں آپ ﷺ نے اپنے نسب پر فخر فرمایا۔ والد اور والدہ کے نسب کو الگ الگ ذکر کیا ہے۔ جب قیصر روم نے ابوسفیان سے حضور ﷺ کے نسب کے بارے میں سوال کیا:

كيف نسبه فيكم

(اس کا نسب کیسا ہے)

صحیح بخاری کے یہ الفاظ ہیں کہ ابوسفیان نے جواب دیا کہ:

هو فينا ذو نسب

(وہ ہم میں بڑے نسب والا ہے)

حافظ ابن حجر یہ الفاظ نقل کرتے ہیں:

هو فى حسب مالا يفضل عليه احد، قال هذه اٰية

(حسب و نسب اور خاندانی شرف میں کوئی ان سے بڑھ کر نہیں۔ قیصر روم نے کہا یہ بھی ایک علامت ہے۔)

اس کے بعد مولانا آپ ﷺ کے قبیلۂ قریش کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہیں۔

اس کے بارے میں وہ عمدۃ القاری علامہ بدرالدین عینی کا حوالہ دیتے ہیں کہ انھوں نے اس کی پندرہ وجوہات بیان کی ہیں۔ (عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری از عینی، ۷/۴۸۶)

Marfat.com

اس کے بعد باقی کتاب منہج سیرت کی کتب کے مطابق ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض ہونے والے اعمال کا خاص کر ذکر فرماتے ہیں پہلی جلد کے اندر ۲ ہجری تک کے واقعات کو قلمبند کیا گیا ہے۔

جلد دوم:

اس جلد کے اندر غزوات جہاد و قتال کو تفصیلاً بیان کیا گیا ہے۔ مثلاً جہاد کے آداب، جہاد کی اقسام، اقدام اور جہاد کی غرض وغایت کی وضاحت پیش کی گئی ہے۔

جہاد کے اغراض ومقاصد کو مولانا صاحب نے منفرد انداز میں بیان فرمایا ہے۔ جہاد فی سبیل اللہ کی سب سے بڑی غرض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی زمین سے فتنہ فساد ختم ہو جائے۔ کما قال الله تعالیٰ:

﴿وَلَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ﴾ (البقرہ۲:۲۵۱)

(اگر اللہ بعض لوگوں کے شر وفساد کو بعض لوگوں کے ہاتھ سے دفع نہ فرماتے تو زمین میں فساد پھیل جاتا لیکن اللہ بڑا فضل کرنے والا ہے۔)

جہاد کے حکم سے خداوند قدوس کا یہ ارادہ نہیں کہ کافروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے بلکہ مقصود یہ ہے کہ اللہ کا دین حاکم بن کر رہے اور مسلمان عزت کے ساتھ زندگی بسر کریں اور امن وعافیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کر سکیں اور اللہ تعالیٰ کا نام بلند ہو۔۔۔

اسی کا نام جہاد ہے بشرطیکہ یہ جانبازی اور سرفروشی محض اس لیے ہو کہ اللہ کا بول بالا ہو اور اس کے احکام بے حرمتی سے محفوظ ہو جائیں اور دنیا کا کسی قسم کا نفع مقصود نہ ہو ایسی جانبازی اور سرفروشی کو شریعت میں جہاد کہتے ہیں۔

اگر مال مقصود ہو یا نام مطلوب ہو یا بلا لحاظ اسلام قوم ووطن مقصود ہو تو شریعت میں وہ جہاد نہیں بلکہ ایک قسم کی جنگ ہے، حوالہ کے لیے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی روایت۔۔۔امام بخاری رحمہ اللہ نے ایک باب منعقد فرمایا۔ باب لا یقال فلان شهيد یعنی کسی کے متعلق قطعی طور پر نہ کہا جائے کہ وہ شہید مرا ہے اس لیے کے نیت اور خاتمہ کا حال کسی کو معلوم نہیں۔

آداب جہاد:

مؤلف نے جہاد کے آداب پر خاص طور پر زور دیا ہے جو مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) جب جہاد کے لیے گھر سے نکلو تو اللہ کا نام لے کر نکلو۔

(۲) اتراتے ہوئے اور اکڑتے ہوئے نہ نکلو۔

(۳) آپس میں ایک دوسرے سے جھگڑا نہ کرو۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کو ہر وقت پیش نظر رکھو۔

(۴) مقابلے کے وقت ثابت قدم رہو اور صبر وتحمل سے کام لو۔

(۵) عین معرکہ قتال میں بھی اللہ کے ذکر سے غافل نہ ہو جس کے لیے جانبازی اور سرفروشی کرنے نکلے ہو ایک لمحہ کے لیے بھی اس سے غافل نہ ہو بلکہ اس کے ذکر میں رہو۔

(۶) اپنی کثرت اور ساز وسامان پر کبھی مغرور نہ ہو اور قلت سے کبھی گھبراؤ نہیں، ہر حال میں اللہ تعالیٰ پر اعتماد اور بھروسہ رکھو۔

اس کے بعد غزوات اور سرایہ کا ترتیب سے ذکر کرتے ہیں۔ اسلام اور مسئلہ غلامی، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی برأت، بادشاہان عالم کے نام دعوت اسلام کے خطوط اہم موضوع ہیں۔ دوسری جلد جہاد فی سبیل اللہ پر ہی ہے اور اس کے ماخذ مغازی سے متعلق روایات ہیں۔

جلد سوم:

اس جلد میں مولانا فتح مکہ سے لے کر نبی کریم ﷺ کے اس دار فانی سے رخصت ہونے تک کے واقعات کو ترتیب سے نقل کرتے ہیں۔ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے مسئلہ کو بیان کرتے ہیں اور ایک خاص بات یہ ہے کہ روافض کا عقیدہ اور ان کے سوالات کے جوابات بھی نقل کرتے ہیں۔ اس کے بعد امہات المومنینؓ کے فضائل الگ الگ ذکر کرتے ہیں اور پیغمبر ﷺ کے لیے تعدد ازواج اور عام انسان کے لیے تعدد ازواج پر بحث ہے اور اس کے ساتھ ساتھ نبی کریم ﷺ کی تعداد ازواج کے بارے میں جو غیر مسلموں کے اعتراضات ہیں ان کے جواب بھی پیش کرتے ہیں۔ مغربی تہذیب کے تعداد ازواج کے بارے میں رویے کا جائزہ اور اس کے جوابات بھی پیش کرتے ہیں۔ اس کے بعد شمائل نبوی ﷺ کا ذکر فرماتے ہیں جن میں سب سے پہلے آپ ﷺ کا حلیہ مبارک اور داڑھی مبارک کا بیان ہے اور اس کے ساتھ ساتھ مردوں میں داڑھی اور عورتوں میں سر کی چوٹی کی حکمت بڑی تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔ لباس نبوی ﷺ کا بیان، نعلین مبارک، خرقہ نبوی ﷺ اور اس کے ساتھ تشبہ بالکفار کا اجمالی جائزہ پیش کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ ''اے مسلمانو اگر ترقی چاہتے ہو تو اس طریقے کو اختیار کرو جس طریق سے صدر اول میں اسلام کو ترقی ہوئی اور چار دانگ عالم میں اسلام کا ڈنکا بجا۔ جیسا کہ تاریخ عالم اس کی شاہد ہے کہ جو شوکت واقتدار اور فتوحات کی ترقی، علمی وفنی اور اخلاقی عروج خلفائے راشدین اور خلفائے بنی امیہ وخُلفائے بنی عباس کے زمانے میں مسلمانوں کو حاصل ہوا آج کی مغربی دنیا اس کا عشر عشیر بھی نہیں۔''

جب تک خلفائے اسلام اتباع شریعت میں سرگرم رہے ان کی سلطنت روبترقی رہی اور مخالفوں کی نظروں میں ان کی عزت اور ہیبت رہی اور دشمنوں کے دل ان سے دہلتے رہتے اور تائید الٰہی ان کے شامل حال رہی:

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْآ اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (محمد ۴۷:۷)

Marfat.com

اس جلد کے اندر وہ معجزات نبوی ﷺ کا الگ طور پر ذکر کرتے ہیں جس میں مولانا پہلے انبیاءؑ کے معجزات اور قرآن سے اس کی دلیل پیش کرتے ہیں، اس کے بعد اقسام معجزات کا ذکر کرتے ہیں، پہلا معجزہ قرآن مجید جبکہ دوسرا معجزہ حدیث نبویؐ ہے جس میں حدیث کے بارے میں جس قدر کام ہوا سند کے اصول اسماء الرجال جرح وتعدیل وغیرہ کو بیان کرتے ہیں۔ علماء امت کو تیسرا معجزہ قرار دیتے ہیں۔ تمام انبیاء ورسل نے ختم الرسل ﷺ کی بشارت دی ہے۔

۴۸۔ سیرتِ مصطفیٰ ﷺ کی کرنیں:

(حافظ محمد ادریس / ادارہ معارف اسلامی، منصورہ۔ ملتان روڈ لاہور۔ ۲۰۰۷۔ صفحات: 31 قیمت: 21)

اس کتاب میں حافظ صاحب نے حیاتِ مبارکہ کے چند پہلوؤں؛ صدق وسچائی، دیانت وامانت، شرم وحیا، حسنِ اخلاق، عفو ودرگزر، جرأت وخودداری اور تحمل وبردباری پر روشنی ڈالی ہے۔ اخلاق کے ان پہلوؤں پر نبی کریمؐ نے جو کچھ کہا، ان کی اپنی زندگی اس کی اعلیٰ وارفع مثال تھی۔ (نقطہ نظر اپریل۔ ستمبر 2009 شمارہ 26 صفحہ: 171,172)

۴۹۔ سیرت مصطفیٰؐ:

(محمد ابراہیم میر سیالکوٹی)

مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی ایک بہت بڑے اہل حدیث، عالم دین تھے جن کی پوری زندگی احقاق حق اور ابطال باطل کی جدوجہد میں گزری، انھوں نے ''سیرت مصطفیٰ'' لکھنے سے پہلے سیرت پر ایک کتاب ''تاریخ نبوی ﷺ'' کے نام سے لکھی۔ جس کے بارے میں خود اقرار کیا ہے کہ یہ ''رحمت للعالمین'' اور ''سیرت النبی'' سے پہلے کی تصنیف ہے، اس کتاب کو پڑھ کر اس کے لکھنے کی غرض وغایت آسانی سے سمجھ میں آجاتی ہے۔ یہ امر کسی بھی اہل علم سے پوشیدہ نہیں ہے کہ اہل حدیث حضرات اپنی تبلیغ میں سب سے زیادہ زور خدا تعالیٰ کی توحید کے اثبات، انسانی زندگی پر اس کے اثرات اور اس سے روگردانی کی صورت میں پیدا ہونے والے انتشار کی طرف دیتے ہیں، اور ویسے بھی یہ ایک تاریخی حادثہ ہے کہ وہ قوم جو بت شکنوں کے روپ میں جلوہ گاہ کائنات میں آئی تھی، اس نے جب توحید کے لوازمات پورے کرنے چھوڑ دیئے تو تنزل اور انتشار کا شکار ہوگئی۔ یہ صورتحال صنم کدۂ ہند میں پورے عروج پر دیکھنے میں آئی۔

ہندو دھرم کی فطرت میں یہ بات داخل ہے کہ وہ کسی دوسرے دین کو قبول نہیں کرتا، بلکہ اس پر اپنے اثرات چھوڑتا ہے۔

برصغیر پاک وہند کے مسلمانوں کے ساتھ بھی یہی حادثہ پیش آیا، شرک وبدعت کی وہ تمام انتہائی شکلیں جو ایک انسانی عقل میں آسکتی ہیں برصغیر کے مسلمانوں میں در آئی تھیں، ایسے میں مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی نے

Marfat.com

اس نقطۂ نظر کے پیشِ نظر حضور اکرم ﷺ کی ذات پاک پر قلم اٹھانے کی سعی فرمائی۔

کتاب کا ایک ایک لفظ اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اس کا اصل مطمحِ نظر یہی ہے کہ حضور ﷺ کی ذات سے توحید کے اثبات کو سامنے لایا جائے جس کی جھلک کتاب میں جگہ جگہ پائی جاتی ہے مثلاً ایک جگہ کہتے ہیں ''امام فخرالدین رازی'' کے کام کا حاصل یہی ہے کہ بموجب آیات واحادیث مذکورہ جب تک آل ابراہیم میں توحید قائم رہی اور نسب نبوی میں سے بعض افراد کی نسبت ہم کو مخصوص عبادتیں اور روایتیں مل گئیں کہ وہ خداپرست اور موحد تھے اور یہ خانہ کعبہ کی تولیت بھی اجداد آنخضرت ﷺ میں رہی تو اس نتیجہ پر آسانی سے پہنچ سکتے ہیں کہ آل ابراہیم میں سے سلسلۃ الذھب کی سب کڑیاں اس امر کے زیادہ لائق ہیں کہ وہ حرف ''آلودگی'' سے پاک رہے، جیسا کہ خدا کے فضل سے تفصیل ذیل سے معلوم ہو جائے گا۔

اس مقصد کو سامنے رکھ کر مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی نے جو کتاب لکھی ہے اس کے بارے میں خود انھوں نے جن خاصیتوں کا ذکر کیا ہے وہ درج ذیل ہیں:

۱۔ سیرت وتاریخ کی کتابوں کے بارے میں عبارت سادہ ہونی چاہیے تاکہ واقعات اپنی صورت اور نوعیت سے خود اثر ڈالیں، اگر مضمون کو عبارت آرائی سے رنگین کیا جائے تو اس میں مصنف کے تکلف کا وہم ہو سکتا ہے کہ اس نے اپنی طرف سے واقعہ کو ایسے سانچے میں ڈھال دیا ہے جیسا کہ بہت سے ہم عصر اس رنگ میں رنگے ہوتے ہیں، ہاں طرزِ بیان دلکش اور معنی خیز اور مناسب موقع ہونا چاہیے جس سے پڑھنے والے کے دماغ میں اصل واقعہ کا فوٹو اتر سکے۔

۲۔ کسی واقعہ کو بیان کرتے وقت مصنف کو چاہیے کہ اپنی ذاتی رائے یا ذاتی خیال یا جس کے دل و دماغ سے وہ متاثر ہوا ہے اسے الگ رکھنا چاہیے۔ واقعات پر رائے زنی کے وقت علل واسباب سے بحث کرتے ہوئے حالات و واقعات کے خلاف خود ساختہ وجوہ پر فیصلہ نہ دینا چاہیے جیسا کہ یورپ کے بعض متعصب مصنفین خصوصاً سر ولیم میور کی روش ہے۔ واقعات کے بیان میں بے جا طوالت اور اختصارِ ناگوار سے بھی پرہیز کرنا چاہیے۔

۳۔ مؤرخین نے تاریخ وسیرت کو بعض شخصی حالات اور بعض حروب وفتوحات اور بعض اہم واقعات کے بیان میں محصور کر دیا ہے اور ان امور کے متعلق بعض طویل وبے سروپا قصے کہانیاں بھی بھر دی ہیں۔

۴۔ بعض مصنفین سیرت نے فن سیرت کو آنخضرت ﷺ کے فضائل خصائل اور اہم تاریخی واقعات کے بیان تک محدود کر رکھا ہے لیکن خدا کے فضل سے ''سیرت مصطفیٰ'' ایک ایسی کتاب ثابت ہوگی کہ اس میں فضائل وخصائل اور سیاسی وتاریخی واقعات کے ساتھ ساتھ اسلام اور اس کے مناسب حال آیاتِ قرآنیہ کا نزول سب کچھ ہوگا۔ کیونکہ آنخضرت ﷺ کی بعثت سے اصل مقصود اعلائے کلمۃ اللہ ہے۔

Marfat.com

۵۰۔ سیرت النبی ﷺ:

مؤلف کا تعارف:

(شبلی نعمانی، سید سلیمان ندوی، الفیصل ناشران، لاہور)

علامہ شبلی نعمانی اردو کے مایہ ناز علمی وادبی شخصیات میں سے ہیں۔ خصوصاً اردو سوانح نگاروں کی صف میں ان کی شخصیت سب سے قد آور ہے۔ شبلی نعمانی اعظم گڑھ میں ۱۸۵۷ء میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۱۴ء میں اعظم گڑھ میں انتقال ہوا۔

علامہ سید سلیمان ندوی:

علامہ سید سلیمان ندوی برصغیر پاک و ہند کے مشہور مورخ، سوانح نگار اور مسلم سکالر ہیں۔ مولانا ندوی ۲۲ رنومبر ۱۸۸۴ء کو پٹنا میں پیدا ہوئے۔ ۲۲ رنومبر ۱۹۵۳ء کو وفات پائی۔

مشہور تصنیفات شبلی:

۱۔ ۱۹۱۰ء میں شبلی نعمانی نے سیرت النبی ﷺ پر کام شروع کیا مگر ابھی تین جلدوں کا مسودہ تیار کر پائے تھے کہ ان کی وفات ہوگئی اور ان کی وصیت کے مطابق بقیہ کام سید سلیمان ندوی نے انجام دیا جیسا کہ جلد چہارم کے دیباچہ میں سید سلیمان ندوی رقمطراز ہیں:

''حضرت الاستاذ نے اس جلد کا کام شروع کیا تھا اور اس کے مباحث میں سے صرف عرب جاہلیت کے مذہبی واخلاقی حالات کے پچیس تیس صفحات لکھنے پائے تھے کہ وفات پائی۔ لیکن ان صفحات میں چونکہ بکثرت ترمیم واضافہ کی ضرورت پیش آئی ہے اس لیے انہیں ان کے اسم گرامی کی طرف منسوب کرنے میں احتیاط کرتا ہوں۔ بقیہ پوری کتاب کی ذمہ داری خاکسار ہی کے قلم پر ہے''۔

سیرت النبی ﷺ کی تالیف کا سبب:

سیرت النبی ﷺ کی تالیف کی ضرورت کو شبلی نعمانی نے اس طرح واضح کیا ہے:

''عالم کائنات کا سب سے مقدم ومقدس فرض نفوس انسانی کے اخلاق وتربیت کی اصلاح ہے۔۔اس مقصد کے حصول کا عام طریقہ وعظ و پند ہے۔ اس سے زیادہ متمدن طریقہ یہ ہے کہ فن اخلاق میں اعلیٰ درجہ کی کتابیں لکھی جائیں اور تمام ممالک میں پھیلائی جائیں۔ ایک اور طریقہ یہ ہے کہ بہ جبر محاسنِ اخلاق کی تعمیل کرائی جائے اور رذائل سے روکا جائے لیکن سب سے زیادہ کامل اور عملی طریقہ یہ ہے کہ نہ زبان سے کچھ کہا جائے، نہ تحریری نقوش پیش کیے جائیں نہ جبر وزور سے کام لیا جائے بلکہ

Marfat.com

فضائل اخلاق کا پیکر مجسم سامنے آجائے جو خود ہم تن آئینہ عمل ہو جس کی ہر جنبش لب ہزاروں تصنیفات کا کام دے"۔

مختصر تعارف: جلد اول تا ہفتم

جلد اول:

اس جلد کا نام حضرت محمد ﷺ کی حیات مبارکہ و مغازی ہے۔ اس میں سیرت کی ضرورت کے مختلف پہلوؤں کو واضح کیا گیا ہے۔ سیرت اور احادیث، سیرت اور مغازی کے فرق کو بیان کیا گیا ہے۔ فن سیرت کی ابتداء وارتقاء ابتدائی سیرت نگاروں اور متاخرین سیرت نگاروں کا ذکر ہے۔ اصول روایت و درایت پر بحث ہے۔ مقدمہ کے بعد آپ ﷺ کی پیدائش سے لے کر غزوۂ تبوک تک کے حالات بیان کیے گئے ہیں۔

دوم:

یہ جلد اسلام کے پر امن دور کا احاطہ کرتی ہے۔ ۹ھ۔ ۱۱ھ کے واقعات فتح مکہ، حج وغیرہ کے علاوہ اس میں آپ ﷺ کی وفات وراثت، شمائل، ازواج مطہراتؓ، ازواج مطہراتؓ سے آپ ﷺ کا سلوک، آپ ﷺ کی اولاد، اور آپ ﷺ کے خطبات وغیرہ پر مشتمل ہے۔

سوم:

تیسری جلد میں دلائل معجزات اور فضائل معجزات کو شامل کیا گیا ہے۔ معراج جدید فکر کی روشنی میں، معجزات کا ثبوت، معجزات کے مقاصد، نشانیاں، شق صدر، فرشتوں کا آنا، معراج، قرآن کا معجزہ، بیماروں کا صحت یاب ہونا، چیزوں میں برکت ہونا، آپؐ کی پیش گوئیاں وغیرہ اہم مباحث ہیں۔ مباحث کے جزئی واقعات میں ایک دو مقام پر قوی روایتوں کے ساتھ ضعیف روایتوں کو جگہ دی گئی ہے تو اس سے مقصود صرف یہ ہے کہ قوی روایتوں سے جس نوع کے معجزات ثابت ہیں اس نوع کے معجزات کی تائیدات بھی موجود ہیں گو کہ وہ اس درجہ کی نہیں ہیں۔

چہارم:

اس جلد کے مقدمہ میں منصب نبوت، نبوت کی حقیقت و خصوصیات، نبی کی ضرورت وغیرہ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ مقدمے کے بعد یہ جلد صرف عقائد پر مشتمل ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ، فرشتوں، الہامی کتابوں، رسولوں، آخرت کے دن اور قضا وقدر پر ایمان کی تفصیل وتشریح ہے۔

پنجم:

پانچویں جلد میں فرائض خمسہ (نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج اور جہاد) ان کی مصلحتیں اور حکمتیں تفصیلاً بیان کی گئی ہیں۔ اس کے علاوہ روحانی عبادات کی وضاحت کی گئی ہے اور تقویٰ، اخلاص، توکل، صبر اور شکر کی وضاحت ہے۔

Marfat.com

ششم:

اس کا عنوان اخلاق ہے۔ اس میں اخلاق، اسلام اور اخلاق، نبی ﷺ بطور معلم اخلاق، اخلاق کی اقسام، اخلاق حسنہ کی خوبیاں، برے اخلاق کی خرابیاں، اور آخر میں آداب معاشرت کھانے پینے، ملاقات، سفر وغیرہ کے آداب کا بیان ہے۔

ہفتم:

یہ جلد معاملات کے لیے مختص ہے۔ اسلام میں حکومت کی ضرورت و مقام، حضرت محمد ﷺ کے دور میں نظام حکومت، ریاست اور مذہب کا تعلق، مقتدر اعلیٰ اللہ تعالیٰ، معاملات کے ماخذ، قانون الٰہی کی ضرورت اس کے اہم مباحث ہیں۔

الغرض سیرت کے اس تفصیلی سلسلے کی پہلی تین جلدیں اس بات پر مشتمل ہیں کہ اسلام کا پیغمبر کون تھا؟ یعنی اس کے حالات زندگی کا مفصل بیان ہے۔ بقیہ جلدیں اس سوال کا جواب ہیں کہ وہ کیا لایا تھا؟ اس کا پیغام کیا تھا؟

ماخذ و مصادر:

سیرت کے مصادر میں اولین مصدر قرآن ہے اور سیرت النبی ﷺ میں سیرت کے مؤلفین نے واقعات سیرت سے متعلق جو کچھ قرآن میں مذکور ہے اس کو مقدم رکھا ہے پھر احادیث صحیحہ سے استفادہ کیا ہے۔ علامہ شبلی لکھتے ہیں:

''جو واقعات بخاری و مسلم وغیرہ میں مذکور ہیں ان کے مقابلے میں سیرت یا تاریخ کی روایت کی ضرورت نہیں۔''

قرآن اور کتب احادیث کے علاوہ طبقات ابن سعد، سیرت ابن ہشام، تاریخ طبری، الکامل فی التاریخ، فتوح البلدان بلاذری وغیرہ سے مواد اخذ کیا ہے۔

سیرت النبی ﷺ میں تہذیب التہذیب، اصابہ فی تمییز الصحابہ، لسان المیزان، تواریخ بخاری اور دیگر اسماء الرجال کی کتب سے اس طور پر استفادہ کیا گیا ہے کہ ابن ہشام، ابن سعد اور طبری کے تمام رواۃ الگ کر لیے ہیں جن کی تعداد سینکڑوں سے متجاوز ہے پھر ان کی جرح و تعدیل کا نقشہ تیار کیا ہے تاکہ جس سلسلۂ روایت کی تحقیق مقصود ہو بآسانی ہو جائے۔

سید سلیمان ندوی کے اضافے:

سید سلیمان ندوی نے علامہ شبلی نعمانی کے مسودہ کو جوں کا توں پیش کیا ہے البتہ جو اضافے کیے ہیں ان کو حاشیہ میں ذکر کیا ہے مثلاً اگر ندوی کو کسی بات میں شبلی سے اختلاف تھا تو اس کو حاشیہ میں ذکر کیا ہے۔ کسی

Marfat.com

اجمالی واقعہ کی تفصیل مطلوب تھی یا دفع شبہ کی ضرورت تھی تو اسے حاشیہ میں ذکر کیا ہے، کہیں فروتر ماخذ کا حوالہ تھا اور اثنائے مطالعہ اس سے بالاتر حوالہ مل گیا تو اس کا حوالہ دیا ہے۔ جزئی اضافوں کو قوسین میں جگہ دی ہے گویا انھوں نے یہ احتیاط کی ہے کہ کوئی لفظ بلکہ حرف مصنف کی عبارت میں نہ ملنے پائے۔

سیرت کی وسعت:

سیرت کی عام کتابوں میں جو کہ سیرت النبی ﷺ سے پہلے لکھی گئیں، یہ چیز نمایاں نظر آتی ہے کہ ان کی تالیف کا مقصد آپ ﷺ کے حالات زندگی کو بیان کر دینا ہے۔ لیکن سیرت النبی ﷺ اس لحاظ سے انفرادیت کی حامل ہے کہ اس میں سیرت کا دائرہ آنحضرت ﷺ کی سیرت طیبہ، حالات و واقعات، شمائل و عادات اور بیان غزوات سے آگے بڑھا کر پیغام محمدی ﷺ، تعلیمات نبوی ﷺ اور شریعت اسلامی کے تمام شعبوں تک وسیع کر دیا ہے مثلاً عقائد، عبادات، اخلاق وغیرہ، اس طرح انھوں نے سیرت میں ایک نئے رجحان کو فروغ دیا ہے۔ سید سلیمان ندوی نے دیباچہ جلد پنجم میں لکھا ہے:

''اس سلسلہ کا تعلق صرف مغازی اور سیرت کے واقعات سے نہیں جن کو عام طور پر سیرت کہتے ہیں بلکہ اسلام کے پیغام اور اسلام کے پیغام کو لانے والے دونوں سے یکساں طور پر ہے۔ صاف لفظوں میں یوں کہنا چاہیے کہ اس سلسلہ کا مقصد ان سوالوں کا جواب ہے، اسلام کا پیغمبر کون تھا؟ وہ کیا لایا تھا؟''

حقائق سے متعلق غلط فہمیوں کا ازالہ:

اگر مستشرقین نے کسی واقعہ کو یا بات کو توڑ مروڑ کر پیش کیا ہے تو اسے اس کی نشاندہی کرنے کے بعد اصل حقیقت کو واضح کیا ہے۔ اہل سیر نے بعض سرایا کے بیان میں لکھا ہے کہ مسلم فوجوں نے فلاں قوم پر بے خبری میں حملہ کیا اور اس کے بعد مال واسباب کا تذکرہ ہے جو کہ بطور مال غنیمت ان کے ہاتھ آیا۔ اس قسم کے واقعات کے بیان کے بعد شبلی نے مارگولیتھ کے اعتراض کی نشاندہی کی ہے اور اصل حقیقت کو واضح کیا ہے، لکھتے ہیں:

''ان واقعات سے یورپ کے لوگوں نے یہ خیال قائم کیا ہے کہ اسلام نے دشمن پر ڈاکہ ڈالنے اور لوٹ مار کرنے کو جائز رکھا۔ اسی بناء پر مارگولیتھ نے استدلال کیا ہے کہ'' چونکہ بہت دنوں تک مسلمانوں کے پاس کوئی ذریعۂ معاش نہ تھا اس لیے رسول اللہ ﷺ نے ہر طریقہ اختیار کیا تھا کہ قبائل پر بے خبری میں حملہ کر کے مال واسباب لوٹ لیا کرتے تھے لیکن جب کدوکاوش سے ان واقعات کو بہم پہنچایا جائے تو ثابت ہوگا کہ اچانک ایسی قوموں پر حملہ کیا جاتا تھا جن کے متعلق یہ اندیشہ ہوتا تھا کہ اگر ان کو خبر ہوگی تو پہاڑوں کی چوٹیوں پر یا کسی اور مقام پر بھاگ جائیں گے۔

Marfat.com

تقابل ادیان:

عقائد، عبادات، اخلاق اور معاملات وغیرہ میں مناظرانہ پہلو سے بچ کر اسلام اور دیگر مذاہب کی تعلیمات کا موازنہ ومقابلہ کیا ہے۔ اسلام کی حقانیت کو دلائل سے ثابت کیا ہے اور واضح کیا ہے کہ اسلام ہی عالم کی اصلاح کے لیے کافی وشافی ہے۔

قبولیت عامہ:

خواص وعام تمام طبقوں میں اسے جس قبول کی سند حاصل ہوئی ہے، یہی وجہ ہے کہ اس کی ہر جلد کے کئی کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ ترکی زبان میں اس کی تین جلدوں کا ترجمہ قسطنطنیہ سے شائع ہو چکا ہے۔ فارسی زبان میں کابل میں ترجمہ ہوئیں مگر ابھی منتظر طبع ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ عربی زبان میں اس کا ترجمہ کرنے کا خیال مکہ معظمہ میں پیدا ہوا۔ اور عربی میں ہی اس کے پہلے حصہ کا ترجمہ الجیریا یونیورسٹی کے محمد اسماعیل حدورسی مرحوم نے کیا۔ رضوان الدین احمد اور حاجی محمد اسلم نے اس کا آسان انگریزی میں ترجمہ کیا ہے۔

سیرت النبی ﷺ جلد پنجم کے دیباچہ میں سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں:

''اس کی قبولیت کی بڑی دلیل یہ ہے کہ اس کی پہلی اشاعت سے لے کر آج تک اس زبان میں اس موضوع پر کوئی قابل توجہ کتاب نہ تھی، اب چھوٹی بڑی سینکڑوں کتابیں نئے نئے دعوؤں کے ساتھ لوگ لکھ رہے ہیں اور سیرت کا عظیم الشان ذخیرہ الحمد للہ ہماری زبان میں پیدا ہو گیا ہے اور تعلیم، مطالعہ اور اشاعت کی طرف مسلمانوں کا عام رجحان ہو گیا ہے''۔

۵۱۔ سیرت النبی ﷺ انسائیکلو پیڈیا

(نگار سید عرفان احمد (مرتب)/زمزم پبلشرز، نزد مقدس مسجد، اردو بازار کراچی/ 2002 صفحات: 474 قیمت: 250 روپے)

سید عرفان احمد اور ان کے ناشر نے یہ کتاب اس دعوے کے ساتھ پیش کی ہے کہ ''اردو زبان میں پہلی بار [اس کتاب میں] سیرتِ نبویؐ کے موضوع پر ردیف وار معلومات'' یکجا کی گئی ہیں، اور اردو ترتیب وتدوین میں اس بات کا خیال رکھا گیا ہے کہ معلومات اجماع امت سے ہٹ کر نہ ہوں اور صرف مستند معلومات درج کی جائیں (ص ٦) کتاب کے آغاز میں ''حیاتِ نبویؐ ایک نظر میں'' کے تحت آپ ﷺ کی ولادت، بچپن، جوانی اور بعثت، زمانہ نبوت (مکی زندگی، ہجرت، مدنی زندگی)، علالت اور وفات کا تاریخی ترتیب سے ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے بعد ''آ'' اور ''الف'' سے لے کر ''ی'' تک عنوانات کے تحت معلومات درج کی گئی ہیں۔ عنوانات کیسے ہیں؟ ''آ'' کے تحت آباء واجداد نبویؐ، آب زم زم، آب کوثر، آحاد، آخری چہار شنبہ، آسمانی کتابیں، آل رسول، آل عباس، آمنہ اور آنسہ مولیٰ کے عنوانات آئے ہیں۔ اس طرح ایک دوسرے حروف ''غ'' کے تحت یہ عنوانات

Marfat.com

ہیں: غابہ، غارِثور، غارِحرا، غریب الحدیث، غزوہ غسان، غطفان، غفار، غم کا سال، غنیمت۔ یہاں ''غم کا سال'' کی جگہ ''عام الحزن'' بھی ذہن میں آتا ہے۔ چنانچہ ''عام الحزن'' ''ع'' کے تحت درج ہو گیا ہے اور ان دو عنوانات میں سے ایک کے تحت تفصیل بیان کردی گئی ہے۔

سیرۃ النبی ﷺ کے ساتھ حدیث اور اصول حدیث کی اصطلاحات بھی کتاب میں شامل کی گئی ہیں۔ مقدماتِ مقدسہ کی تفصیل دی گئی ہے، انبیاء کرام، صحابہ کرام اور محدثین کے مختصر حالات بھی کتاب کی زینت ہیں۔ ''ختم نبوت'' کے ساتھ ''تحریک ختم نبوت'' (صفحات: 244,227) پر بہت جامع اور بھرپور اندراج ہے، اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے بعض مباحث خاصی تفصیل سے بیان ہوئے ہیں، ان میں ''تعددِ ازواج'' اور ''مسئلۂ افک'' شامل ہیں۔ (نقطۂ نظر اپریل، ستمبر 2003 شمارہ 14 مارچ: صفحہ: 24)

۵۲۔ سیرت نگاری: آغاز وارتقاء

(سجاد ظہیر، قرطاس، پوسٹ بکس نمبر ۸۴۵۳، کراچی یونیورسٹی کراچی، ۲۰۱۰ء، ۲۷۱ صفحات، مجلد، ۲۵۰ روپے، غیر مجلد، ۲۲۰ روپے)۔

اُردو زبان و ادب کے حوالے سے، اگر سیرت نگاری کے کچھ سنگ ہائے میل متعین کیے جائیں تو بیسویں صدی میں علامہ شبلی نعمانی (م ۱۹۱۴ء) کی ''سیرت النبی ﷺ'' کی تالیف و اشاعت کو ایک اہم سنگ میل قرار دیا جائے گا۔ بعض دوسرے پہلوؤں سے قطع نظر اس کے مقدمے میں مؤلف نے مآخذ و مصادر سیرت اور ان کے علمی مقام و مرتبہ پر جو گفتگو کی ہے، اس نے بعد کے سیرت نگاروں کو نہایت متاثر کیا ہے۔ ۱۹۲۶ء اور ۱۹۲۷ء میں مارماڈیوک پکتھال (م ۱۹۳۶ء) نے مآخذ سیرت پر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے ایک سابق استاذ پروفیسر جوزف ہورویز (م ۱۹۳۱ء) کے جرمن مقالات کا انگریزی ترجمہ اپنے مجلّے ''اسلامک کلچر'' (حیدر آباد۔دکن) میں The Earliest Biographies of the Prophet (S.A) and Their Authors کے عنوان سے قسط وار شائع کیا۔ (بعد ازاں ان مقالات کو عربی میں حسین نصار نے ''المغازی الاولیٰ ومولفوھا'' کے عنوان سے، اور اردو میں نثار احمد فاروقی نے ''سیرت نبوی ﷺ کی اولین کتابیں اور ان کے مؤلفین'' کے زیرعنوان ترجمہ کیا۔) پروفیسر ہارویز کو اس موضوع سے دلچسپی اس وقت سے تھی، جب انھوں نے ڈاکٹریٹ کے لیے مغازی واقدی کے ایک خطی نسخے پر تحقیق کی تھی۔ (ان کی یہ کاوش ۱۸۹۸ء میں ''حول مخطوط کتاب المغازی للواقدی'' کے نام سے شائع ہوئی تھی۔) بعد میں قاضی اطہر مبارک پوری (م ۱۹۹۶ء) اور ڈاکٹر محمد حمید اللہ (م ۲۰۰۲ء) نے اس موضوع پر اظہار خیال کیا۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے ''سیرت ابن اسحٰق'' کے حوالے سے داد تحقیق دی، اور قاضی صاحب نے مستقل بالذات مقالہ ''تدوین سیرت و مغازی'' لکھا۔ مزید برآں فواد سیزگین کی تاریخ ادب عربی (جرمن) کے متعلقہ حصے، عربی ترجمے کے توسط سے اردو میں منتقل ہوئے،

Marfat.com

اور ابتدائی کتب سیرت کی تاریخ اور دنیا بھر میں، ممکنہ حد تک دستیاب خطی ذخیرے کے بارے میں معلومات یک جا سامنے آ گئیں۔ اس سلسلہ غور و فکر اور تحقیق و تفحص کی جدید تر کاوش محترمہ نگار سجاد ظہیر کی زیر نظر تالیف ''سیرت نگاری: آغاز و ارتقاء'' ہے۔ انھوں نے بجا طور پر لکھا ہے: ''اردو زبان میں اس موضوع پر بہت کم لکھا گیا ہے، تاہم زیر نظر کتاب اس موضوع کی پہلی کتاب نہیں، اور یقیناً آخری بھی نہیں۔'' (ص ۱۶)

''سیرت نگاری: آغاز وارتقاء'' مقدمہ، چھے ابواب اور حاصلِ بحث میں منقسم ہے۔ مقدمے میں سیرت نگاری اور مطالعہ سیرت کی اہمیت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ باب اول میں سیرت کا لغوی اور اصطلاحی مفہوم بیان کیا گیا ہے، نیز سیرت اور حدیث کا باہمی تعلق اور فرق واضح کیا گیا ہے۔ باب دوم میں قرآن مجید اور حدیث نبوی ﷺ کا تعارف، ''متقدمین سیرت نگاروں کے بنیادی مآخذ'' کے طور پر لکھا گیا ہے۔ اس باب میں مندرج تفصیلات درست اور اپنے طور پر مفید مطلب ہونے کے باوجود زیادہ تر نفس مضمون سے غیر متعلق ہیں۔

باب سوم میں مدینہ منورہ میں سیرت و مغازی سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی دلچسپی کا ذکر کیا گیا ہے، اور نسبتاً تفصیل سے بالترتیب عروہ بن زبیر، ابان بن عثمان اور ابن شہاب زہری کی کتب مغازی کا تعارف لکھا گیا ہے۔ عروہ بن زبیر کی ''کتاب المغازی'' اصل شکل میں موجود نہیں، بتایا گیا ہے: ''عروہ بن زبیر کی 'کتاب المغازی' جو ۶۳ھ میں واقعۂ حرہ میں نذرِ آتش ہوگئی تھی، ان کے تلامذہ میں ابوالاسود یتیم عروہ نے آخر عمر میں مصر جا کر روایت کی، نیز دوسرے تلامذہ کے ذریعے اس کی بہت سی روایات محفوظ ہیں۔ رواں (اب سابق) صدی میں ڈاکٹر مصطفیٰ اعظمی نے عروہ بن زبیر کی مرویات کو ابوالاسود کی روایت سے یک جا کیا ہے، اور 'مغازی عروہ بن زبیر' کو دوبارہ مرتب کر دیا ہے۔ یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ عروہ بن زبیر کی مکمل کتاب اس میں یک جا ہوگئی ہے، تاہم اس کا بڑا حصہ محفوظ کرنے کی کوشش کی گئی ہے'' (صفحات ۱۰۶-۱۰۷)۔ اسی باب کی ایک مستقل فصل میں ۱۴ دوسرے راویان سیرت و مغازی (سعید بن سعد، سہل بن ابی حثمہ، سعید بن مسیب، عبیداللہ بن کعب، قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق، عاصم بن عمر بن قتادہ، جعفر بن محمود انصاری، شرجیل بن سعد، یعقوب بن عتبہ، عبداللہ بن ابی بکر، یزید بن رومان، ابوالاسود، داؤد بن الحسین، موسیٰ بن عقبہ) کا مختصر تعارف دیا گیا ہے۔

باب چہارم میں مدینہ منورہ کے علاوہ دوسرے مقامات (کوفہ، بصرہ اور یمن) میں مقیم راویان سیرت و مغازی کا تعارف دیا گیا ہے۔ کوفہ کے عامر بن شراحیل شعبی اور عمرو بن عبداللہ السبیعی، بصرہ کے سلیمان بن طرخان تیمی اور یمن کے وہب بن منبہ صنعانی کا ذکر کیا گیا ہے۔

باب اول تا چہارم میں سیرت نگاری کے دور اول میں ہونے والی کاوشوں کا ذکر کیا گیا تھا، جب کہ کتاب کے آخری دو ابواب (پنجم اور ششم) کی فصلوں میں دورِ ثانی پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ مؤلفہ کے الفاظ میں: ''سیرت نگاری کا دور ثانی، جو دورِ عروج بھی ہے، دوسری صدی کے وسط سے تیسری صدی ہجری کے اواخر تک یہ فن اپنے عروج کو پہنچ گیا'' (ص ۱۵۴)۔ باب پنجم میں اس دور کے تین نمائندہ سیرت نگاروں، محمد بن اسحق، محمد

بن عمر الواقدی اور محمد بن سعد، کی سوانح اور ان کی علمی خدمات پر معلومات یک جا کی گئی ہیں۔ ضمناً ان کی کاوشوں کے بارے میں اہل نقد کے بیانات بھی درج کر دیے گئے ہیں۔ باب ششم میں دورِ ثانی کے دوسرے ۱۳۲ اصحاب سیرت و مغازی کا تعارف درج کیا گیا ہے۔

آخر میں مؤلفہ نے پوری کتاب کا خلاصۂ بحث تین صفحات میں قلم بند کیا ہے۔ سیرت نگاری کے آغاز وارتقاء کے حوالے سے بحیثیت مجموعی یہ ایک نہایت مفید کاوش ہے، جو بالخصوص سیرت نبوی ﷺ کے طالب علموں کے لیے فائدہ مند ثابت ہوگی۔ مؤلفہ نے ہر باب کے آخر میں اہم معلومات کے اخذ و اقتباس کے لیے حوالے دیے ہیں، اور خاتمۂ کتاب پر کتابیات بھی شامل کی ہیں۔

دورانِ مطالعہ میں احساس ہوتا ہے کہ کتاب کی اشاعت میں کچھ عجلت برتی گئی ہے کہ کتابت کی اغلاط رہ گئی ہیں، اور ایک دو جگہ فہرست مضامین اور متن میں عنوانات کا اختلاف بھی پایا جاتا ہے۔ (گویہ اختلاف محض لفظی ہے، معنوی ہرگز نہیں)۔

۵۳۔ سماجی بہبود: تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں:

(محمد ہمایوں عباس شمس/ مکتبہ جمالِ کرم، لاہور، مارچ: 2004ء بالترتیب 200 صفحات، قیمت: 75 روپے)

اس کتاب میں مصنف نے بتایا ہے کہ سماجی فلاح و بہبود، دینِ اسلام کے مختلف شعبوں میں سے ایک شعبہ ہے۔ صرف سماجی بہبود کے لیے تگ و دو ہی کو ''دینِ اسلام'' خیال کرنا درست نہیں۔

بقول سید جلال الدین عمری ''دین کے بہت سے تقاضے ہیں، ان میں سے ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ انسانوں کی خدمت اور ان کی فلاح و بہبود کی جدوجہد کی جائے، لیکن اس کو انجام دے کر کوئی شخص دین کے دوسرے تقاضوں سے سبکدوش نہیں ہو جاتا۔ دین اس سے جس وقت جس تقاضے کو پورا کرنے کا مطالبہ کرتا ہے کرے''۔

مصنف نے قرآن مجید اور نبی کریم ﷺ کے اسوے سے واضح کیا ہے کہ معاشرتی بہبود کو اسلامی معاشرے میں نظر انداز نہیں کیا گیا اور رسول اللہ ﷺ کے ان پہلوؤں کا ذکر کیا گیا ہے جن میں خدمت کا پہلو نمایاں ہے۔

۵۴۔ شمائل ترمذی (مع اردو ترجمہ و شرح)

(صوفی عبدالحمید سواتی (مؤلف) لعل دین (مرتب) مکتبہ دروس القرآن، فاروق گنج گوجرانوالہ۔ 1997۔ قیمت: 506)

سیرت کی یہ کتاب مولانا صوفی عبدالحمید سواتی کے دروس پر مشتمل ہے جو انھوں نے مدرسہ نصرۃ العلوم کے طلباء کو دیئے۔ مولانا پہلے متن کتاب سے ایک حدیث لاتے ہیں، پھر اس کا سلیس ترجمہ کرتے ہیں، پھر

Marfat.com

سند حدیث پر بحث ہوتی ہے، پھر اس کی تشریح بیان کرتے ہیں۔ مولانا نے حواشی بھی لکھے ہیں (اور ذیلی عنوانات کا اضافہ کیا ہے) تا کہ پڑھنے والوں کو اس میں آسانی محسوس ہو۔ یہ کتاب 56 ابواب پر مشتمل ہے، جن میں سے 25 کا اردو ترجمہ کر دیا گیا ہے۔ قارئین کی سہولت کے لیے عربی پر اعراب لگائے گئے ہیں۔ نیز مولانا محمد فیاض خان سواتی نے اس کا حاشیہ بھی لکھا ہے، اور اس کتاب کا مقدمہ بھی لکھا ہے۔

(نقطۂ نظر اکتوبر 1998، مارچ 1999 شمارہ 5: ص 33,34)

۵۵۔ شمائل سراج منیر ﷺ:

(ڈاکٹر منیر احمد، مکتبہ قدوسیہ، لاہور، ۲۰۱۱، ص: ۳۸۲)

آپ ﷺ کی انفرادی و شخصی زندگی کی باریک سے باریک جھلکیں شمائل نبی ﷺ کے نام سے صدیوں سے دکھائی دے رہی ہیں۔ کتابوں کی نشر و اشاعت جاری ہے۔ کئی زبانوں میں تالیف و تراجم کا کام ہوا ہے اور آج تک جاری ہے۔ برصغیر کے مسلمانوں نے بھی اس مبارک موضوع میں حصہ ڈالا ہے، شمائل نبی ﷺ پر برصغیر میں لکھی جانے والی کتب شمائل میں اکثر ایسی دیکھنے میں آئیں جن میں شمائل نبی ﷺ کا پورا احاطہ نہیں کیا گیا۔ ماضی قریب میں کچھ کتابیں سامنے آئی ہیں جو شمائل کے نام پر لکھی گئی ہیں لیکن ان میں آپ ﷺ کی پوری سیرت لکھ دی گئی ہے۔

مؤلف سراج منیر ﷺ نے پوری محنت اور کوشش کے ساتھ اپنی تالیف کو صحیح طور پر حدود شمائل کے اندر رکھا ہے۔ شمائل کے چھوٹے بڑے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ کتاب کا حجم بھی بہت مناسب ہے، بے مقصد طوالت نہیں۔ آیات و احادیث کے حوالہ جات مکمل طور پر ساتھ ساتھ دیئے ہیں۔ صحت و ضعف کا اہتمام کیا گیا ہے۔

موصوف ستمبر ۱۹۸۷ء سے تا حال The Islamia University Bahawalpur میں شعبہ اسلامیات میں تدریس کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔

اس کتاب میں ۱۲ فصلوں کے تحت بے شمار عنوانات دیئے گئے ہیں۔

فصلوں کے عنوانات درج ذیل ہیں:

فصل اول:	صورت زیبا
فصل دوم:	خصائل نبوی ﷺ استقامت
فصل سوم:	پسندیدہ لباس
فصل چہارم:	فراش مبارک
فصل پنجم:	آرائش و زیبائش خوشبو پسند فرمانا

Marfat.com

فصل ششم: خوراک نبوی ﷺ

فصل ہفتم: گزراوقات افلاس

فصل ہشتم: اخلاق رسول ﷺ خلق عظیم

فصل نہم: کلام رسول اللہ ﷺ

فصل دہم: گھریلو زندگی

فصل یازدہم: عبادت کا معمول

فصل دوازدہم: وصال نبوی ﷺ

واضح رہے کہ اگر اس کتاب کو آپ ﷺ کے شمائل کی نہایت مفید کتاب کہا جائے تو یہ مبالغے کی بات نہیں ہے کیونکہ موصوف نے ہر عنوان کے تحت بے شمار احادیث کو سمندر میں کوزے کی مانند سمیٹا ہے۔

۵۶۔شمائل واخلاقِ نبوی ﷺ:

(محمود الحسن عارف (مرتب ومترجم) نفیس اکادمی، الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور۔ 1998۔ صفحات: 189۔ قیمت: 120)۔ یہ شمائل واخلاق نبوی مفید کتاب ہے۔

۵۷۔شمائل کبریٰ (جلد اول)

(مفتی محمد ارشاد قاسمی/ زمزم پبلشرز، نزد مقدس مسجد، اردو بازار۔ کراچی/ صفحات: 598 قیمت: 200)

''شمائل کبریٰ'' جلد اول میں نبی کریم ﷺ کے اسوہ مبارک کے حوالے سے سونے جاگنے کے طریقے، بستر، تکیے کے استعمال اور سونے جاگنے کی دعائیں وغیرہ بیان کی گئی ہیں۔خواب دیکھنے اور خوابوں کی تعبیر پر بھی گفتگو کی گئی ہے۔مزید یہ کہ طہارت اور نظافت کے حوالے سے سرمے اور انگوٹھی کے استعمال نیز سر اور داڑھی کے بالوں کو تراشنے اور سنوارنے سے لے کر خضاب اور عطر وغیرہ تک کے استعمال پر اسوۂ حسنہ کی روشنی میں مسائل بیان کیے گئے ہیں۔گویا اس کتاب میں نبی کریم ﷺ کے جملہ آداب اکل وشرب، آداب ولباس اور آداب وزینت ونظافت سب نکات سموئے گئے ہیں نیز اسوۂ حسنہ کی ہر موقع کے لیے دعائیں یکجا کر دی ہیں۔

(نقطۂ نظر اپریل۔ستمبر 2002 شمارہ 12 صفحہ: 110)

شمائل کبریٰ (جلد دوم) صفحات: 248 قیمت: 120)

''شمائل کبریٰ'' جلد دوم میں رسول کریم ﷺ کے بعض معاملاتِ زندگی مثلاً خرید وفروخت ہدیہ لینے دینے، قرض لینے دینے، جانور پالنے اور ان سے استفادہ کرنے کے بارے میں روایات یک جا کی گئی ہیں۔حسب سابق روایات کے ساتھ ''فائدہ'' کے عنوان سے تشریح کی گئی ہے۔ان معاملات میں جہاں نبی اکرم ﷺ کا اسوۂ حسنہ سامنے آتا ہے، وہیں بہت سی تاریخی معلومات بھی لکھ دی گئی ہیں۔بتایا گیا ہے کہ نبی

Marfat.com

کریم ﷺ کی ''عادت تھی کہ ہر چیز کے نام رکھتے، گھوڑے، اونٹ حتیٰ کہ عمامہ تک کا بھی نام رکھ رکھا تھا۔ عربوں کا مزاج ایسا ہوتا ہے کہ وہ ہر چیز کے ناموں کو متعین کر کے اسی سے پکارتے ہیں (ص ۶۸۱)، چنانچہ ان اونٹنیوں اور خچروں کے نام بھی درج کیے گئے ہیں جن پر آپ ﷺ نے سواری کی تھی۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ کی دس بکریوں کے نام بھی دیے گئے ہیں۔

اگرچہ روایات کے نقل کرنے میں اس بات کا اہتمام کیا گیا ہے کہ ماٰخذ ومصادر کی نشاندہی کر دی جائے، تاہم اس بات کا امکان نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ بعض روایات پایۂ اعتبار سے ساقط ہوں۔

(نقطۂ نظر اپریل۔ ستمبر 2001 شمارہ 10 صفحہ: 100,101)

۵۸۔ضیاء النبی ﷺ

مولف کا تعارف:

(پیر محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، ۱۴۱۸ھ)۔

پیر محمد کرم شاہ الازہری ؒ یکم جولائی 1918ء (۲۱ رمضان ۱۳۳۶ھ) کو ضلع سرگودھا بھیرہ کے گاؤں میں پیدا ہوئے اور سات (۷) اپریل ۱۹۹۸ (۹ ذی الحجہ ۱۴۱۸ھ) کو اسلام آباد پاکستان میں وفات پائی۔

جلدوں کا تعارف:

جلد اول:

پہلی جلد میں اس عہد کی متمدن اقوام کے مذہبی، سیاسی، اخلاقی اور معاشی احوال کا تجزیہ۔ امانت اسلام کے لیے اہل عرب کے انتخاب کی حکمت اور حضور ﷺ کے اسلاف کرام کا تفصیلی تذکرہ موجود ہے۔

کتاب کے آغاز میں ہی مصنف ''دعا'' کے عنوان سے رقم طراز ہیں:

الٰہی! جو شان جو فضل وکمال، جو حسن وجمال، جو صوری محاسن اور معنوی خوبیاں تو نے اپنے حبیب مکرم ﷺ کو عطا فرمائی ہیں، ان کا صحیح عرفان اور پہچان بھی نصیب فرما اور ان کو اس طرح بیان کرنے کی توفیق مرحمت فرما جس کے مطالعہ سے تاریک دل روشن ہو جائیں، مردہ روحیں زندہ ہو جائیں، ذوق وشوق کی دنیا آباد ہو جائے، جہاں غفلت کی تاریکیاں پھیلی ہوئی ہیں وہاں تیرے ذکر پاک اور تیرے محبوب مکرم ﷺ کی مبارک یاد کی قندیلیں فروزاں ہو جائیں۔ (آمین)

پہلی جلد میں مختلف ممالک کا تفصیلی تذکرہ (تعارف) دیا گیا ہے۔ مثلاً ایران، سلطنت روم، جزیرہ عرب، مصر، چین، یونان اس کی وجہ سے ان ممالک کے تمام حالات کو سمجھنا آسان ہوگیا ہے۔ اس کے ابتدائیہ میں 'بعثت مصطفویؐ کے وقت نوع انسانی کی گمراہی کی حالت زار اور اس عہد کے متمدن اور ترقی یافتہ ممالک کی

Marfat.com

گمراہیوں کا لرزہ خیز تذکرہ موجود ہے۔

جلد اول ۵۲۳ صفحات پر مشتمل ہے۔

ان کے مذہبی عقائد (اہل ایران کے مذہبی عقائد) زرتشت کا ظہور۔ اس کا مقام پیدائش۔ ایران کے سیاسی حالات، بادشاہ کے حقوق اور اختیارات ۔ ساسانی خاندان کی حکومت کا آغاز۔ ایران کے معاشرتی حالات، ایران کے معاشی حالات، ایران کی اخلاقی حالت، ایران کا نظام عدل وانصاف اور قانون کے مآخذ اور ان کے نفاذ کی ذمہ داری وغیرہ کا تفصیلی ذکر موجود ہے۔

اسی طرح یونان کا نقشہ اس کے مذہبی عقائد اس کے معاشی حالات، سیاسی حالات، وغیرہ کا تفصیلی تذکرہ موجود ہے۔

اسی طرح سلطنت مصر، ہندوستان اور جزیرہ عرب کے تفصیلی حالات واقعات کا ذکر موجود ہے۔

جلد دوم:

دوسری جلد میں ولادت باسعادت، عالم طفولیت، کسب معاش کا دور، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے عقد ازدواج، وحی، نبوت و رسالت، دعوتِ اسلام کا آغاز، حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ظلم و تشدد کا آغاز، حبشہ کی طرف ہجرت، شعب ابی طالب، اشاعت اسلام کی تازہ لہر، غم واندوہ کا سال اور معراج شریف کا تفصیلی تذکرہ موجود ہے۔

سب سے پہلے طلوع آفتاب مطلع نبوت و رسالت کے عنوان میں ولادت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم، ولادت کے وقت معجزات کا ظہور، تاریخ ولادت باسعادت، اس کے بارے میں تحقیق۔ پھر مولود مسعود کا اسم مبارک، حضرت عبداللہ کا یثرب میں انتقال، حضرت عبدالمطلب کی وفات وغیرہ کو بڑی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسب معاش کا تفصیلی ذکر موجود ہے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے عقد۔ کعبہ مشرفہ کی تعمیر نو، جسد اطہر کی جمال آرائیاں، آثار بعثت کا ظہور، وحی کے بارے میں تفصیلی وضاحت، وحی نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر مستشرقین کا الزام، دعوت اسلام کے عنوان میں سب سے پہلے ایمان لانے والوں کا تفصیلی ذکر ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر ظلم و ستم کی روح فرسا داستانیں موجود ہیں۔ حبشہ کی طرف پہلی ہجرت، شعب ابی طالب میں محصوری کے تین سال، عام الحزن یعنی غم واندوہ کا سال؛ سفر طائف، معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عنوان میں جسمانی معراج کے منکرین کے دلائل کے علاوہ معراج از مسجد اقصیٰ تا سدرۃ المنتہیٰ کا تفصیلی تذکرہ ہے۔

انصار کے مشرف با اسلام ہونے کا تفصیلی ذکر موجود ہے۔

جلد سوم:

جلد سوم میں یثرب کی طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت، مدینہ طیبہ میں ورود مسعود، غزوات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ بدر، غزوۂ احد، غزوۂ بنو نضیر اور واقعۂ افک کو بڑی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

جلد اول میں مہاجر: ابوسلمہ مخزومی رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے جن کو سب سے پہلے ہجرت کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ اس کے بعد بہت تفصیل سے سارے واقعات بیان کیے ہیں اور ہجرت کے پانچویں سال تک کے سارے حالات و واقعات کو قلم بند کیا ہے۔ مثلاً سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبا میں تشریف آوری، مدینہ منورہ کے اسماء، دجال اور طاعون سے اس شہر کی حفاظت، غار ثور، مواخات، کاروان عشق و ایثار، مسلمان ہجرت پر مجبور ہوگئے، غزوات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم، غزوات کی تعداد، ۲ ہجری میں احکام شرعی کا نفاذ، سارے غزوات کا سلسلہ بہت تفصیل سے بیان ہوا ہے۔

جن سابقہ کتب سیرۃ سے استفادہ کیا ہے ان میں کچھ درج ذیل ہیں، وفاء الوفا، عیون الاثر، الروض الانف، سیرت النبی (اردو) السیرۃ النبویہ، سیرۃ ابن ہشام، تاریخ ابن خلدون، انساب الاشراف، دائرۃ المعارف اسلامیہ، (اردو) روح المعانی، روح البیان، المنار اس کے علاوہ کچھ کتب احادیث سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ ان میں مسلم شریف، مسند امام احمد بن حنبل، ارشاد الباری، عمدۃ القاری، فیض الباری، فتح الباری، صحیح بخاری، طبقات ابن سعد، الاصابہ فی تمییز الصحابہ، اسد الغابہ، فی معرفۃ الصحابہ شامل ہیں۔

جلد چہارم:

اس میں غزوۂ خندق، فرضیت حج، غزوۂ حدیبیہ، غزوۂ خیبر، غزوۂ موتہ، غزوۂ فتح مکہ، غزوۂ حنین، غزوۂ تبوک، قبائل عرب کے وفود کی آمد، حجۃ الوداع، وفات شریف، سقیفہ بنی ساعدہ اور بیعت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے۔

جلد پنجم:

اس جلد میں قرآن پاک کی چند آیات کا ذکر ہے جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال و کمال کے مختلف پہلوؤں کا ذکر فرمایا ہے۔ جس میں پہلی آیت جس کا ذکر مصنف کرتے ہیں وہ سورۃ بقرہ کی آیت ہے:

﴿رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾

اس کے علاوہ اور بہت سی آیات کا ذکر ہے اور ان کی وضاحت بھی ہے۔ پھر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و کمالات احادیث نبوی کی روشنی میں تفصیل سے مذکور ہیں۔ مثلاً شفاعت کی مفصل حدیث، سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو جنت میں جن نعمتوں سے سرفراز کیا جائے گا۔ آگے امام الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کریمہ کا تذکرۂ جمیل، اسی عنوان کے زیر تحت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعضاء مبارکہ کے کمالات بھی ہیں۔

آداب معاشرت کا بہت تفصیل سے ذکر ہے، ہر ہر پہلو پر قلم اٹھایا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کا

Marfat.com

تفصیلی ذکر ہے مثلاً معجزہ شق القمر، معجزہ معراج، نزول باران رحمت کا معجزہ، اس کے علاوہ باقی تمام معجزات کا تفصیلی ذکر ہے۔ وہ معجزات جن کا تعلق نباتات سے ہے ان کا ذکر الگ سے کیا ہے۔ اخبار بالمغیبات کا ذکر ہے، پھر درود و سلام اور ان کے فضائل کا تفصیلی تذکرہ موجود ہے۔

جلد ششم:

اس جلد میں طلوع اسلام کے وقت یہود و نصاریٰ کی سیاسی اور سماجی حیثیت کے بارے میں تفصیلاً بتایا گیا ہے۔ عیسائی مسلم تعلقات پر صلیبی جنگوں کے اثرات، اہل مغرب کے علوم شرقیہ اسلامیہ کی طرف متوجہ ہونے کے اسباب کا بہت تفصیل سے ذکر ہے۔ تحریک استشراق، اس کی تعریف، آغاز اور تاریخی جائزہ لیا گیا ہے۔ مستشرقین کی قسموں کا ذکر ہے۔

ان مستشرقین کا بھی ذکر ہے جن کی تحریروں میں اسلام کے متعلق انصاف کی جھلک نظر آتی ہے مثلاً رچرڈ سائمن، سائمن اور کلے تھامس کارلائل اور برنارڈ شاہ وغیرہ کا ذکر ہے۔

ان مستشرقین کا ذکر الگ سے کرتے ہیں جو حق کے نور کو دیکھ کر اس حلقے میں شامل ہو گئے مثلاً عبداللہ بن عبداللہ، مسٹر ڈبلیو۔ ایچ۔ کیولیم، علاء الدین سہیلی، علامہ محمد اسد، محترمہ مریم جمیلہ وغیرہ۔

مستشرقین کے مقاصد اور ان کا طریق کار، مستشرقین کے علمی رعب کے اسباب، اسلام پر مستشرقین کے حملوں کی جہتیں، قرآن حکیم اور مستشرقین۔ قرآن کی آیات کے ناسخ اور منسوخ ہونے پر اعتراض، آیات کے بھلا دیئے جانے پر اعتراض، قرآن حکیم کی مختلف قراءتوں پر اعتراض، معوذتین کی قرآنیت کا مسئلہ، جمع تدوین قرآن حکیم اور قصہ غرانیق کے متعلق علمائے محققین کی رائے کا تفصیلی ذکر ہے۔

جلد ہفتم:

اس جلد میں مستشرقین اور سنت رسول اللہ ﷺ، حفاظت حدیث، مستشرقین اور سیرت رسول اللہ ﷺ، حضور ﷺ کے سماجی مقام کو کم کرنے کی کوششیں، حضور ﷺ کو مرگی کا مریض قرار دینے کی سازش، اپنی رسالت پر حضور ﷺ کے ایمان کو مشکوک ثابت کرنے کی کوششیں، حضور ﷺ کے پیغام اور آپ کی کامیابیوں کی مادی توجیحات، حضور ﷺ کے کردار اور اخلاق پر حملے، تعدد ازواج کا مسئلہ اور مستشرقین کے تبصرے، پیغمبر اسلام ﷺ کی شادیوں کے خلاف مستشرقین کا واویلا اور اس کی حقیقت، حضور ﷺ پر تشدد پسندی کا الزام اور قبائل یہود کی اسلام دشمن کارروائیاں اور ان کے انجام کا بہت تفصیل سے ذکر ہے۔

مختصراً یہ کہ اس جلد میں حدیث رسول ﷺ اور سیرت طیبہ پر مستشرقین کے اعتراضات، الزامات اور ان کے جوابات کا تفصیلی تذکرہ موجود ہے۔

Marfat.com

۵۹۔ عصمتِ نبوی ﷺ:

(جلال الدین سیوطی (مصنف)، محمد شہزاد مجددی (مترجم)، سنی لٹریری سوسائٹی 49 ریلوے روڈ لاہور 2003 صفحات:32)

قرآن مجید کی آیت:

﴿لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطاً مُّسْتَقِيماً﴾ (الفتح:۴۸:۲)

کے حوالے سے صحابہ وتابعین سے جو اقوال منقول ہیں اور بعض مفسرین نے ان کی روشنی میں جو کچھ لکھا ہے، اس پر علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے ایک مختصر رسالہ لکھا تھا، یہ رسالہ سید محمد علوی مالکی کے ایک مسترشد حسین محمد علی الشکری نے حوالوں کی تخریج اور حواشی کے ساتھ شائع کیا ہے۔اس رسالے کا عکس اور اردو ترجمہ سنی لٹریری سوسائٹی نے بہترین انداز میں پیش کیا ہے۔(نقطۂ نظر اپریل۔ستمبر 2004 شمارہ16 صفحہ:130)

۶۰۔ عصرِ رواں سیرۃ النبی ﷺ کی روشنی میں:

(پروفیسر ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر، مکتبہ قدوسیہ، لاہور، ۲۰۱۲ء)

۲۰۱۲ء میں راقم الحروف کی کتاب ''عصر رواں سیرۃ النبی ﷺ کی روشنی میں'' مکتبہ قدوسیہ لاہور سے شائع ہوئی۔اس کے ۴۰۰ صفحات ہیں۔

عصر حاضر کے تمام جدید مسائل کو سیرۃ النبی ﷺ کی روشنی میں اس کتاب میں پیش کیا گیا ہے۔اور پھر ان کا حل آغاز اسلام سے لے کر وفات النبی ﷺ تک کے واقعات کو درج کر کے پیش کیا گیا ہے۔

یہ کتاب تیرہ ابواب پر مشتمل ہے۔

پہلا باب: سیرت النبی ﷺ اور اصلاح معاشرہ (ص:۳۱-۵۳)

دوسرا باب: سیرت النبی ﷺ اور امن عالم (ص:۵۴-۷۹)

تیسرا باب: سیرت النبی ﷺ اور داخلی امن (ص:۸۰-۱۰۷)

چوتھا باب: سیرت النبی ﷺ اور خواتین (ص:۱۰۸-۱۷۷)

پانچواں باب: سیرت النبی ﷺ اور فروغ تعلیم (ص:۱۷۸-۲۲۵)

چھٹا باب: سیرت النبی ﷺ اور ذرائع ابلاغ (ص:۲۲۶-۲۴۷)

ساتواں باب: سیرت النبی ﷺ اور مطالعۂ جدیدیت (ص:۲۴۸-۲۷۱)

آٹھواں باب: سیرت النبی ﷺ اور گلوبلائزیشن (ص:۲۷۲-۲۸۶)

Marfat.com

نواں باب: عصر حاضر میں سیرت النبی ﷺ کی عالمگیریت (ص:۲۸۷-۲۹۶)
دسواں باب: سیرت النبی ﷺ اور مسلم امہ (ص:۲۹۷-۳۱۱)
گیارہواں باب: سیرت النبی ﷺ اور مسلم اقلیتیں (ص:۳۱۲-۳۴۹)
بارہواں باب: سیرت النبی ﷺ اور مکالمہ بین المذاہب (ص:۳۵۰-۳۶۳)
تیرہواں باب: سیرت النبی ﷺ اور گستاخانِ رسول ﷺ (ص:۳۶۴-۳۸۷)
آخر میں مصادر و مراجع کی فہرست ہے۔

۶۱۔ علمی سرگرمیاں عہد رسالت ﷺ اور عہد صحابہ رضی اللہ عنہم میں:

(محمد ابراہیم فیضی، کتب خانہ سیرت لی مارکیٹ کراچی، ۲۰۰۷ء)

یہ کتاب دراصل محمد عبدالحیٔ بن عبدالکبیر الحسنی الکتانی (م۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء) کی کتاب ''التراتیب الاداریہ'' کی القسم العاشر کا ترجمہ ہے۔ مترجم مولانا محمد ابراہیم فیضی ہیں۔ کتب خانہ سیرت لی مارکیٹ کراچی سے نومبر ۲۰۰۷ء میں شائع ہوئی۔ اس کے ۳۷۶ صفحات ہیں۔

کتاب کے عنوان سے ظاہر ہو رہا ہے کہ مؤلف کتانی نے خیر القرون کی علمی سرگرمیوں کو بہت ہی علمی انداز سے مرتب فرمایا ہے۔ کتاب ہذا کے آغاز میں ''حدیث دل'' کے عنوان سے مترجم نے مؤلف کی کتب ''التراتیب الاداریۃ'' کی جلد اول کا مختصر تعارف پیش کیا ہے کہ وہ ''نظام حکومت نبویہ'' پر مشتمل تھی اور اس میں ۹ اقسام تھیں جبکہ کتاب ہذا اسی سلسلے کی دسویں قسم ہے مگر نبویؐ دور کی علمی سرگرمیوں کو محیط ہے۔ نیز مترجم نے واضح کیا ہے کہ اس کتاب کو دو حصوں بنام المقصد الاول والمقصد الثانی پر تقسیم کیا ہے۔ حصہ اول کے تحت اور حصہ دوم کے تحت ۷۶ عنوانات کا ذکر ہے۔

عالم اسلام کے مشہور مذہبی سکالر ڈاکٹر محمود احمد غازی نے تقدیم کے عنوان سے اس کتاب کے آغاز میں بہت ہی علمی مقدمہ لکھا ہے جو کہ چھ صفحات پر مشتمل ہے۔

مذکورہ کتاب سیرت نبویؐ کے علمی پہلوؤں پر درحقیقت ایک انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت رکھتی ہے۔ مؤلف کتانی رحمہ اللہ اور مترجم فیضی نے بہت سے علمی مواد کو انتہائی اختصار اور جامعیت کے ساتھ ترتیب کا لحاظ رکھتے ہوئے اصل مصادر سے باحوالہ نقل کرنے کی کوشش کی ہے جو کہ اپنے موضوع پر بے مثال کتاب ہے۔

۶۲۔ عہد نبوی ﷺ کا نظام حکومت:

(ڈاکٹر علی محمد الصلابی، الفیصل ناشران وتاجرانِ کتاب؛ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور، صفحات: 136، قیمت:60)

اس کتاب کی خصوصیات مندرجہ ذیل ہیں:

Marfat.com

۱۔ اس کتاب کا آغاز عہد رسالت کے تدریجی ارتقاء سے ہوا ہے۔

۲۔ اس کتاب میں مصنف نے ایسے عنوانات پہ لکھا جن کی ہمیں ضرورت بھی تھی اور ان موضوعات پر دوسری کتابوں میں کم مواد ملتا ہے۔ مصنف نے اس کتاب میں مندرجہ ذیل عنوانات کے تحت لکھا ہے:

(۱) رسول ﷺ کے دور کا شہری نظم ونسق

(۲) رسول ﷺ کے دور کا فوجی نظم ونسق

(۳) رسول ﷺ کے دور کا مالی نظام

(۴) رسول ﷺ کے دور کا مذہبی نظام (نقطۂ نظر اکتوبر 1996، مارچ 1997 شمارہ 1: ص: 106,107)

۶۳۔ عہد رسالت میں معاشرہ اور مملکت کی تشکیل:

(ڈاکٹر محمد یوسف فاروقی، ادارہ اظہار القرآن، لاہور، ۲۰۰۶ء)

یہ پروفیسر ڈاکٹر محمد یوسف فاروقی کی تصنیف ہے۔ ڈاکٹر صاحب بہاولپور اسلامیہ یونیورسٹی میں رہے اور انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد میں بھی رہے ہیں، نیز شریعہ اکیڈمی کے ڈائریکٹر بھی رہے۔ یہ کتاب ۲۳۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ ادارہ اظہار القرآن اردو بازار لاہور سے 2006ء میں شائع ہوئی۔

دراصل اس کتاب میں ان کے بعض مقالات کو جمع کیا گیا ہے جو مختلف اوقات میں لکھے گئے جو کہ درج ذیل ہیں:

(۱) رسول اکرم ﷺ کی زیر نگرانی ایمان وعقیدہ کی تعلیم وتربیت۔

(۲) مقام رسالت اور سنت کی دستوری حیثیت۔

(۳) اخوت ومحبت: سیرت رسول اکرم ﷺ کا ایک اہم پہلو۔

(۴) مواخاۃ: پس منظر اور معاشرے پر اس کے اثرات۔

(۵) ہجرت: مفہوم ومقاصد۔

(۶) اسلام کا تصور عدل وقضاء۔

(۷) اسلام کا شورائی نظام۔

(۸) الاختیار: اسلام کے سیاسی نظام کی ایک فراموش کردہ اصطلاح پر ایک نظر۔

(۹) عرافہ ونقابہ: عہد نبوی ﷺ کے دو قدیم سیاسی ومعاشرتی ادارے۔

(۱۰) عہد نبویؐ میں سفارتی نظم۔

(۱۱) انسانی حقوق کا تصور اور امت مسلمہ کی حیثیت۔

(۱۲) آجر اور اجیر کے باہمی تعلقات۔

Marfat.com

۶۴۔عہد رسالت میں اسلام اور نصرانیت کے تعلقات:

(ڈاکٹر فاروق حمادہ، کتاب سرائے لاہور، ۲۰۱۲ء)

اس کے مؤلف ڈاکٹر فاروق حمادہ اور مترجم ابوزلفہ محمد آصف نسیم ہیں۔ یہ کتاب ۲۵۱ صفحات پر مشتمل ہے۔اس کتاب کو کتاب سرائے لاہور نے ۲۰۱۲ء میں شائع کیا۔

اس کتاب کے چارابواب ہیں۔

پہلا باب: مکاتیب اور سفراء کے عنوان سے ہے۔ اس میں رسول اللہ ﷺ کے مختلف مکاتیب جو عالمی بادشاہوں کو لکھے گئے، ان کا ذکر ہے۔اس میں ہرقل، مقوقس اور نجاشی وغیرہ شامل ہیں۔

باب دوم: وفود کا عنوان ہے۔اس میں وفد نجران، وفد تغلب، وفد جذام، وفد عدی بن حاتم طائی اور وفد غسان وغیرہ شامل ہیں۔

باب سوم: غزوات وسرایا کے عنوان سے ہے۔اس میں ان غزوات وسرایا کا ذکر ہے جو عیسائیوں سے ہوئے۔ خاص کر غزوۂ مؤتہ، غزوۂ ذات السلاسل اور غزوۂ تبوک کا ذکر ہے۔ سریہ اسامہ بن زید بسوئے فلسطین وحدود شام شامل ہیں۔

باب چہارم: معاہدات کے متعلق ہے۔اس باب میں دومۃ الجندل کے فرمانروا، ایلہ کے فرمانروا نیز اہل جرباء اور اہل اذرح کے معاہدات کا ذکر ہے۔حوالہ جات سے کتاب کو مستند بنایا گیا ہے۔

۶۵۔الفوز العظیم (مقالاتِ سیرت):

(فائزہ احسان صدیقی / اسلامک فاؤنڈیشن آف پاکستان، پوسٹ پوسٹ بکس ۷۰۰۴، کراچی/ صفحات:308 قیمت: درج نہیں)

اس کتاب میں ایک دو مضامین کے استثناء کے ساتھ، سب ہی مسلمان خواتین کو پیش نظر رکھ کر چنے گئے ہیں، اعلیٰ اقدار کے فروغ، سماجی برائیوں کے انسداد، اصلاح معاشرہ اور اسلامی ریاست کی تعمیر وترقی میں خواتین کا کردار خوشبوئے سیرت کے حوالے سے اجاگر کیا گیا ہے۔ مختصراً یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان مقالات کا مرکز ومحور مسلم خواتین ہیں۔(نقطۂ نظر اپریل۔ستمبر 2001 شمارہ 10 صفحہ:19,21)

۶۶۔قرآنِ ناطق:

یہ سرجیت سنگھ لانبا (سکھ) کی کتاب ہے۔ اس کے ۲۰۴ صفحات ہیں۔ ادارہ نشریات لاہور نے ۲۰۰۸ کو شائع کیا۔اس کتاب کی ابتداء میں مولانا وحید الدین، مولانا یٰسین اختر مصباحی، اطہر صدیقی، اور ڈاکٹر اختر الواسع نے اس کتاب کے لیے تعریفی کلمات لکھے ہیں۔سید حامد صاحب نے اس کا تعارف کروایا ہے۔ یہ غیر مسلم کی کتاب ہے، اس میں عقیدت ومحبت کا اظہار ہے، رسول اللہ ﷺ کی شخصیت اور اسلام کے متعلق

Marfat.com

عقیدت کا اظہار ہے۔آپ ﷺ کی بعثت سے قبل کے حالات، ولادت باسعادت اور بچپن کے حالات کا ذکر کیا گیا ہے۔مختصر طور پر آپ ﷺ کی پوری زندگی پر روشنی ڈالی گئی ہے ۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی زندگی بیان کی گئی۔آپ ﷺ کی تجہیز و تکفین کے بعد ازواج مطہراتؓ کے مختصر حالات بھی ہیں۔

۶۷۔محاضرات سیرت:

صاحب کتاب کا تعارف:

(ڈاکٹر محمود احمد غازی، الفیصل ناشران، لاہور، ۲۰۰۴ء)

اس کتاب کے مولف ڈاکٹر محمود احمد غازی ہیں جو کہ ۲۵ ستمبر ۱۹۵۰ء کو پیدا ہوئے اور ۲۵ ستمبر ۲۰۱۰ء میں ان کی وفات ہوئی۔ وہ اسلامک انٹرنیشنل یونیورسٹی اسلام آباد میں بطور پروفیسر کام کرتے رہے۔اس کے علاوہ انھوں نے وفاقی مذہبی امور کے وزیر کے طور پر بھی فرائض سرانجام دیئے۔مزید برآں جسٹس کے طور پر کام کرتے رہے۔

انھوں نے جو اہم تصانیف کیں ان میں محاضرات قرآنی، محاضرات حدیث، محاضرات فقہ اور محاضرات سیرت نمایاں ہیں۔

کتاب کا تعارف:

محاضرات سیرت درج ذیل بارہ (۱۲) خطبات پر مشتمل ہے۔

پہلا خطبہ:	مطالعہ سیرت کی ضرورت واہمیت
دوسرا خطبہ:	سیرت اور علوم سیرت ایک تعارف، ایک جائزہ
تیسرا خطبہ:	علم سیرت آغاز، ارتقاء تدوین وتوسیع
چوتھا خطبہ:	مناہج سیرت
پانچواں خطبہ:	چند نامور سیرت نگار اور ان کے امتیازی خصائص
چھٹا خطبہ:	ریاست مدینہ: دستور اور نظام حکومت
ساتواں خطبہ:	ریاست مدینہ معاشرت ومعیشت
آٹھواں خطبہ:	کلامیات سیرت
نواں خطبہ:	فقہیات سیرت
دسواں خطبہ:	مطالعہ سیرت پاک وہند میں
گیارھواں خطبہ:	مطالعہ سیرت دور جدید میں
بارھواں خطبہ:	مطالعہ سیرت مستقبل کی ممکنہ جہتیں

Marfat.com

پہلے خطبے میں سیرت کی ضرورت واہمیت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ مصنف نے نہایت سادہ اور عالمانہ انداز میں اس کو بیان کیا ہے تا کہ پڑھنے والا اس کے مفہوم سے آشنا ہو سکے مثلاً وہ لکھتے ہیں:

سیرت ایک لامتناہی اور متلاطم سمندر ہے۔ علم سیرت محض ایک شخصیت کی سوانح عمری نہیں ہے بلکہ یہ ایک تہذیب، ایک تمدن، ایک قوم، ایک ملت اور ایک الٰہی پیغام کے آغاز اور ارتقاء کی ایک انتہائی اہم دلچسپ اور انتہائی مفید داستان ہے۔

مصنف رحمہ اللہ نے مطالعۂ سیرت کے معاشرتی، تہذیبی اور ثقافتی پہلوؤں پر بھی بحث کی ہے، لکھتے ہیں:

حضور ﷺ نے ایک خالص ہادوی معاشرہ کو ایک ایسا عاقلانہ، عالمانہ اور مہذب معاشرہ بنا دیا جو عقل اور نقل دونوں کے تقاضے لے کر کامیابی سے چلا اور دنیا کے گوشے گوشے تک پہنچا دیا۔ افتراق رنگ ونسل اور تمیز رنگ و خوں کو ختم کر کے ایسی مساوات بشری قائم کر دی جس سے بڑھ کر نمونہ آج تک پیش نہیں کیا جا سکا۔

دوسرا خطبہ سیرت اور علوم سیرت کے تعارف پر مبنی ہے۔ اس کے آغاز اور مصادر و مراجع کی طرف بھی اشارہ فرمایا گیا۔ سیرت کے آغاز کے حوالے سے لکھتے ہیں:

سیرت کا آغاز مغازی سے ہوا۔ مغازی کے بارے میں تفصیلات جمع کرنے کا مقصد تاریخی بھی تھا اور قانونی بھی۔

اس کے علاوہ انھوں نے سیرت کے عنوانات پر بھی بحث کی ہے اور ساتھ ساتھ قدیم سیرت نگاروں کا بھی ذکر کیا ہے، لکھتے ہیں:

سیرت نگاروں نے جب سیرت نگاری کا سلسلہ شروع کیا تو رسول اللہ ﷺ کے حلیہ مبارک کی لفظی تصویر کشی پر بھی توجہ دی۔ اس زمانے میں عربوں میں مصور نہیں ہوتے تھے۔

انھوں نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے طبقات کا ذکر کیا اور اس کے بعد تابعین کا جنھوں نے سیرت پر کام کیا۔ اس کے علاوہ ان موضوعات کی طرف بھی اشارہ کیا جو سیرت نگاروں کی توجہ کا مرکز رہے۔

تیسرے خطبے میں علم سیرت کے آغاز وارتقاء تدوین وتوسیع کے بارے میں بات کی ہے۔ انھوں نے تدوین سیرت کو آٹھ مراحل میں تقسیم کیا ہے۔ پہلے مرحلے میں معلومات کی فراہمی کا مسئلہ تھا۔ آپ ﷺ کے بارے میں تمام معلومات کو جمع کیا گیا دوسرا مرحلہ تدوین وترتیب کا تھا۔ تیسرا دور تالیف وتصنیف کا تھا۔ چوتھا مرحلہ استیعاب واستقصاء کا تھا۔ پانچواں دور جو کہ آج سے ڈیڑھ دو سو سال پہلے تک جاری رہا یہ تجزیہ مطالعہ کا زمانہ ہے۔ چھٹا دور تجدیدات کا زمانہ ہے۔ دور حاضر کا آغاز کب ہوا اس کی تعیین کرنا دشوار ہے۔ اس کے ساتھ انھوں نے ضمناً مستشرقین کے اس اعتراض کا جواب دیا کہ احادیث چوتھی صدی ہجری میں مرتب ہوئیں۔ سوال وجواب کی نشست میں انھوں نے امام زہری پر کیے جانے والے اعتراضات کا جواب بھی دیا۔

چوتھے خطبے میں مناہج سیرت کے بارے میں بیان کیا ہے۔ اس میں انھوں نے محدثانہ اسلوب،

مورخانہ اسلوب، متکلمانہ اسلوب، ادیبانہ اسلوب، مناظرانہ اسلوب کی وضاحت کی ہے۔
پانچویں خطبے میں سیرت نگاروں کے امتیازی خصائص کو بیان کیا ہے۔ سیرت کے حوالے سے چار بڑی شخصیات کا ذکر کیا ہے۔
(۱) محمد بن اسحاق (۲) محمد بن عمر واقدی (۳) محمد بن سعد (۴) عبدالملک بن ہشام
سیرت کے فن کے حوالے سے لکھتے ہیں:
سیرت کے فن کو مورخ نے اپنی تحقیق اور کاوش سے چار چاند لگا دیئے جس نے مغازی پر ساری معلومات جمع کر کے ہمارے سامنے پیش کر دیں کہ آج غزوۂ بدر غزوۂ حنین و ہوازن اس طرح ہمارے سامنے ہیں جیسے کسی کے سامنے فلم دکھادی گئی ہو۔
مصنف رحمہ اللہ نے سیرت کی تمام بڑی کتابوں کا تعارف کروایا ہے جیسے لکھتے ہیں:
الشفا فی حقوق المصطفیٰ، اس کتاب میں بنیادی طور پر دو باتیں ہیں ایک تو یہ کہ امت پر حضور ﷺ کے حقوق کیا ہیں، حضور ﷺ کے حوالے سے امت کی ذمہ داریاں کیا ہیں۔ دوسرے حضور ﷺ کے امتیازی خصائص کیا تھے۔
اس کے سیرت کی دیگر اہم تصانیف کا تعارف کروایا مثلاً سیرت حلبیہ، سیرت شامیہ، اور کتاب امتاع الاسماع وغیرہ۔
چھٹا خطبہ ریاست مدینہ کے بارے میں ہے جس میں انھوں نے بڑی خوبصورتی سے بیان کیا ہے کہ آپ ﷺ نے مدینہ میں کیا احکامات نافذ کیے اور ضمناً مستشرقین کے اعتراضات پر بھی روشنی ڈالی مثلاً منٹگمری واٹ انگریز مستشرق جو بہت معتدل مشہور ہے انھوں نے Muhammad at Mecca اور Muhammad at Madina کے نام سے دو مشہور کتابیں لکھیں۔ ان دونوں کتابوں کے بین السطور میں ہر جگہ یہ بات نمایاں ہے کہ مکہ میں تو حضور ﷺ کا انداز ایک نبی کا تھا لیکن مدینہ میں آپ ﷺ کے مزاج انداز اور پیغام میں تبدیلی آئی اور وہاں جا کر آپ ﷺ ایک بادشاہ اور حکمران بن گئے۔
اس کا جواب یوں دیا:
یہ اعتراض یا شبہ ایک تو اسلام کے مزاج اور رسول ﷺ کی خاتمیت کو نہ سمجھنے کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے حضور ﷺ محض زاہدوں کی تربیت کے لیے تشریف نہیں لائے تھے۔ آپ ﷺ فی الدنیا حسنة وفی الآخرة حسنة کی جامعیت پیدا کرنے کے لیے آئے تھے۔
خطبے کے آخر میں سوال جواب کی نشست رکھی گئی جس میں انھوں نے سوالوں کے سیر حاصل جواب دیئے۔

Marfat.com

ساتواں خطبہ ریاست مدینہ معاشرت ومعیشت کے بارے میں ہے۔ چھٹے خطبہ میں ریاست مدینہ کے دستور اور نظام حکومت پر بحث ہے۔ اس میں معاشرت ومعیشت کے بارے میں بتایا گیا گویا یہ چھٹے خطبہ کا تتمہ ہے۔

آٹھواں خطبہ کلامیات سیرت کے بارے میں ہے۔ کلامیات سیرت سے مراد وہ موضوعات ہیں جو اصلاً علم کلام سے تعلق رکھتے ہیں لیکن سیرت کے واقعات یا سیرت کے حقائق سے ان کا گہرا اور قریبی تعلق ہے۔ وہ مشترک موضوعات / عنوانات جو علم کلام اور سیرت دونوں سے تعلق رکھتے ہیں ان کو کلامیات سیرت کے عنوان سے یاد کیا جا سکتا ہے۔ ان میں جو اہم مسائل ہیں وہ درج ذیل ہیں:

نبوت ورسالت کی حقیقت وضرورت

نبی اور رسول کے فرائض اور ذمے داریاں

وحی کی حقیقت، ضرورت اور اقسام

دیگر ذرائع علم

ختم نبوت اور حقیقت محمدیہؐ

خصائص نبویؐ وفضائل نبویؐ

کلام الٰہی کی حقیقت اور مسئلہ خلق قرآن

معجزات رسولؐ

معراج رسولؐ

معراج اور اسراء

سند عصمت انبیاء

بشائر الانبیاء یا شواہد نبوت

نواں خطبہ فقہیات سیرت کے بارے میں ہے۔ جس میں فقہیات سیرت کے دو قاعدے بیان کیے گئے ہیں۔

دسواں خطبہ ''مطالعہ سیرت پاک و ہند میں'' کے عنوان پر ہے۔ جس میں انھوں نے برصغیر میں مطالعہ سیرت کا احاطہ کیا ہے، لکھتے ہیں:

برصغیر میں مسلمانوں نے علوم سیرت اور علوم نبوت پر گزشتہ دواڑھائی سو سال کے دوران جو کام کیا ہے اس کی عظمت کا اعتراف دنیائے عرب کے بڑے بڑے لوگوں نے کیا ہے۔ ایک زمانہ تھا کہ علوم حدیث کا صرف برصغیر میں چرچا تھا۔

ایک اور جگہ پر کہتے ہیں کہ:

جتنے اہل علم حدیث اور سیرت پر کام کرنے والے ٹھٹھہ میں پیدا ہوئے شاید اتنے پورے پانچ سو سالہ

Marfat.com

دور میں پورے سندھ میں پیدا نہیں ہوئے۔

گیارھواں خطبہ مطالعہ سیرت دور جدید میں کے حوالے سے ہے اس میں انھوں نے سیرت کی ضرورت کو دور جدید کے حوالے سے واضح کیا ہے لکھتے ہیں:

بیسویں صدی میں مطالعہ سیرت کا ایک نیا پہلو سامنے آیا، یہ پہلو بیسوی صدی سے پہلے بہت سے محققین کے سامنے نہیں تھا۔ جب تک طباعت کا زمانہ شروع نہیں ہوا تھا تو بہت سی کتابیں مخطوطات کی شکل میں تھیں اور یہ مخطوطات ایک جگہ سے دوسری جگہ دستیاب نہیں تھے جس کی وجہ سے بہت سی کتابیں دستیاب ہونے سے رہ گئیں۔

دور جدید میں سیرت کا مطالعہ قرآن کی روشنی میں ہوا۔ اس کی انھوں نے وضاحت کی ہے۔ اس کے علاوہ انھوں نے ان اسالیب کی وضاحت کی جو استعمال ہوئے۔

سیرت نگاری کا اسلوب، سیرت نگاری کا تجزیاتی اسلوب، سیرت نگاری کا موضوعاتی اسلوب، سیرت نگاری کا عسکری پہلو، سیرت نگاری کا انتظامی پہلو، سیرت نگاری کا جدید تاریخی رجحان، سیرت نگاری کا کلامی اسلوب، سیرت نگاری کا مناظرانہ اسلوب، سیرت نگاری میں تجدیدی اور احیائی رجحانات، سیرت کے جامع تر مطالعہ کا رجحان، سیرت نگاری اور مغربی اسلوبِ استدلال، سیرت نبویؐ قرآن پاک کی روشنی میں، سیرت کانفرنسیں اور مسند ہائے سیرت، مجلّہ ہائے سیرت، مراکز مطالعہ سیرت۔

اس کے علاوہ انھوں نے مختلف سیرت نگاروں کا طرز و اندازِ نگارش بھی بیان کیا ہے۔

بارھواں خطبہ "مطالعہ سیرت مستقبل کی ممکنہ جہتیں" کے عنوان سے ہے۔ اس میں انھوں نے سیرت کی تمام ممکنہ جہتوں کو بیان کیا ہے۔

خلاصۂ کلام یہ کہ یہ کتاب ۱۲ خطبات پر مشتمل ہے جس میں انھوں نے بڑی خوبصورتی سے سیرت کے تمام پہلوؤں کو بیان کیا ہے۔

۶۸۔ محبت رسول ﷺ: اہمیت، تقاضے:

(ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس۔ شیخ احمد سرہندی، اسلامک سینٹر، ستیانہ روڈ، فیصل آباد 2003 صفحات: 123 قیمت: 50)

ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس نے اس کتاب میں قرآن وسنت کی روشنی میں حضرت محمد ﷺ کی محبت اور اس کی اہمیت کو اجاگر کیا ہے۔ اور اس کے تقاضوں پر روشنی ڈالی ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے محبت کا تقاضا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی اطاعت کی جائے اور آپؐ کا ذکر کثرت سے کیا جائے۔ آپ ﷺ کی عزت کی جائے اور آپ ﷺ سے ملاقات کا شوق ہو اور ان چیزوں سے محبت ہو جنھیں آپ ﷺ سے نسبت ہے۔

(نقطۂ نظر اپریل۔ ستمبر 2004 شمارہ 16 صفحہ: 129)

Marfat.com

۶۹۔ محسن اعظم ﷺ:

(قاضی محمد ارشد، ادارہ الارشاد، خانقاہ مدنی، اٹک شہر 1998۔ صفحات: 96۔ قیمت: 35)

اس کتاب کی خصوصیات مندرجہ ذیل ہیں:

قاضی محمد ارشد کی سورۃ آلِ عمران آیت 163 پہ رسول اللہ ﷺ کی چار خصوصیات کے حوالے سے چار درسِ قرآن پر مشتمل گفتگو ہے:

﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُوْلاً مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ﴾

اس کتاب میں رسول اللہ ﷺ کی نبوت کے فرائض پر گفتگو ہے۔اس کتاب کا سٹائل دروس کی طرح کا ہے۔مولانا صاحب نے کلام میں بے تکلفی کے طور پر اپنی مادری زبان چھاچھ کے بھی کچھ الفاظ استعمال کیے ہیں۔(نقطۂ نظر اکتوبر 1998، مارچ 1999 شمارہ 5:ص 35.36)

۷۰۔ محسن انسانیت ﷺ:

(نعیم صدیقی، الفیصل ناشران، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور)

اللہ تعالیٰ اپنی محبت وربوبیت کے نقاب میں آتا ہے اور مایوسی کے بعد امید کا، نامرادی کے بعد مراد کا اور موت کے بعد زندگی کا پیام زمین کے ایک ایک ذرہ تک پہنچا دیتا ہے۔

ملت مرحوم کے افراد جن کا شیرازہ خود ان کی کوتاہیوں اور بداعمالیوں کی وجہ سے منتشر ہو گیا تھا ایک طویل عرصے تک خوابِ غفلت میں مدہوش رہنے کے بعد اس صدی کے آغاز میں آہستہ آہستہ بیدار ہونے شروع ہوئے اور عالم اسلام میں جابجا زندگی اور حرارت کے آثار نظر آنے لگے اور اس زندگی اور حرارت نے عالم اسلام میں احیاء اسلام کی مختلف تحریکوں نے جنم لیا۔

اس میں عالم عرب کی مشہور تحریک ''اخوان المسلمون'' اور انڈونیشیا کی ''ماشوی پارٹی'' شامل ہے۔ان تحریکوں کا مقصد اسلام کو ایک زندہ اور متحرک دین کی حیثیت سے غالب کرنا تھا۔

اس تحریکوں کے پیشِ نظر قرآن پاک کی یہ آیت تھی:

﴿هُوَالَّذِيْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهُ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْكَرِهَ الْكَافِرُوْنَ﴾

''وہی ذات ہے جس اپنے نے رسولؐ کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ وہ اسے تمام ادیان پر غالب کر دے اگرچہ یہ امر کافروں کو کتنا ہی ناگوار کیوں نہ گزرے۔''

کچھ دوسری تحریکوں کے ساتھ جماعتِ اسلامی کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ غلبۂ اسلام کے لیے جدوجہد کر رہی ہے۔

Marfat.com

''محسنِ انسانیتؐ'' کے مصنف جناب نعیم صدیقی نے سیرت نبویؐ پر قلم اٹھایا اور ''محسنِ انسانیتؐ'' لکھ ڈالی، جس طرح پہلے لکھا جا چکا ہے اس کے مصنف ایک ایسی تحریک کے حامی ہیں جن کا نقطۂ نظر دین کو تحریک کی شکل میں پیش کرنا ہے۔ رسول اللہ ﷺ قرآن کی منہ بولتی تصویر ہیں۔ بقول حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا:

کان خلقه القرآن

''آپ ﷺ کا اخلاق، ہمہ تن قرآن تھا۔''

قرآن کا ارشاد ہے:

﴿لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ﴾

''تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو۔''

اس لیے مسلمانوں کے لیے لازمی قرار پایا ہے کہ وہ جس دین کو تسلیم کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں اس دین کو نہ صرف اپنے جسم پر بلکہ پوری دنیا پر غالب کرنے کی کوشش کریں۔ سو نعیم صدیقی نے اس کتاب کو ایسے انداز سے تحریر کیا ہے جسے پڑھ کر لوگوں کے دلوں میں حضور ﷺ کی سیرت کو اپنا کر اس دین کو پوری دنیا پر غالب کرنے کا جذبہ بیدار ہو۔ اس ضرورت کے تحت کتاب کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے:

پہلا حصہ: حضور ﷺ کی شخصیت اور ان کے شمائل پر مشتمل ہے۔ اندازِ تحریر ادب کی چاشنی لیے ہوئے ہے، تسلسل ایسا ہے کہ کہیں بھی کڑیاں ٹوٹتی ہوئی نظر نہیں آتیں، اُمِ معبد کی زبان سے حضور ﷺ کا جو نقشہ کھینچا گیا ہے وہ پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔

دوسرا حصہ: مکی زندگی پر مشتمل ہے۔

تیسرا حصہ: مدنی زندگی پر مشتمل ہے۔ مکی زندگی کو بھی خاص نگاہ کے تحت لیا گیا ہے، جس کے تحت مصنف دین اسلام کو دنیا پر غالب کرنے کا عزم لیے ہوئے ہے۔ حضور ﷺ کی زندگی کا ایک ایک واقعہ کفار کے ظلم وستم، حضور ﷺ اور آپ کے ساتھیوں سے ان کے ظلم وستم کو برداشت کرنے اور درگزر کرنے کے حالات ذکر کر کے دین اسلام کے لیے کام کرنے والوں کے لیے ایک راہِ عمل اور نمونہ کا تعین کیا گیا ہے۔

اس ضمن میں واقعۂ طائف کا ذکر جس انداز میں کیا گیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ آج ہی ظہور پذیر ہو رہا ہے اور مصنف کا کمال یہ ہے کہ مکی زندگی سے جو سبق اخذ کر کے قارئین کے حضور پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ حق کی دعوت اور سچائی کا راستہ کبھی پھولوں کی سیج نہیں رہا۔ بلکہ کانٹوں کا بستر ہے۔ جو بھی اس راہ پر چلنے لگا اسے آبلہ پائی کے لیے تیار رہنا پڑے گا۔

ان تکالیف کو برداشت کرنا اور صبر وتحمل کا مظاہرہ کرنا فی الحقیقت کامیابی کی دلیل ہے۔

جیسے مدنی زندگی میں حضور ﷺ کی زندگی سے ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ:

دین اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ زندگی کا کوئی گوشہ اس کی تعلیمات سے خالی نہیں۔

Marfat.com

۲۔ اسلام کا مطمح نظر فی الحقیقت ایک اسلامی ریاست کا قیام ہے۔
۳۔ دین اور سیاست کی دوری کا اسلام میں کوئی تصور نہیں ہے۔
۴۔ حضور ﷺ کی معاشی زندگی مسلمانوں کے لیے ایک نمونہ ہے۔

کتاب کی تیاری میں متقدمین کی انہی کتابوں سے مدد لی گئی ہے جس سے اکثر و بیشتر سیرت نگاروں نے اکتساب کیا ہے۔

کتابوں کے حوالے جا بجا حاشیوں میں دیئے گئے ہیں۔ جس سے قاری کو یہ بات بہ آسانی سمجھ آجاتی ہے کہ ایک حوالے کے لیے صرف ایک کتاب پر اکتفاء نہیں کیا گیا بلکہ مختلف کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے۔

کتاب کے آغاز میں ایک مبسوط مقدمہ ہے جس میں مصنف نے کتاب کی تالیف وتصنیف کا مدعا بیان کیا ہے۔ یہ بھی پڑھنے کی چیز ہے۔ کتاب کے آخر میں حضور ﷺ، آپ ﷺ کی ازواجِ مطہراتؓ، آپ ﷺ کی جنگیں اور دیگر واقعات کا انڈیکس دیا گیا ہے۔ اس سے قاری کسی بھی اہم واقعے کے بارے میں بہ آسانی اس کو ڈھونڈ سکتا ہے۔

کتاب کیا ہے! دورِ جدید کا ایک شہ پارہ ہے۔ جس سے نسلِ نو کا اطمینان ہو جاتا ہے۔

۱۷۔ محمد ﷺ: ایک آفاقی پیغمبر:

(پروفیسر ڈاکٹر محمد اکرم رانا/بیکن بکس، قذافی مارکیٹ، اردو بازار لاہور / 2002 صفحات: 341
قیمت: 150 روپے)

سیرت کی یہ کتاب آٹھ ابواب پر مشتمل ہے، ہر عنوان کا اردو کے ساتھ انگریزی ترجمہ بھی دیا ہے۔ ساتھ ساتھ انگریزی کے چھوٹے چھوٹے اقتباسات بھی شائع کر دیئے گئے ہیں۔ نیز قرآنی آیات کے ترجمے اور ارشاداتِ نبویؐ من وعن شائع کر دیئے گئے ہیں۔

کتاب کے آغاز میں "فن سیرت نگاری" کا اجمالی جائزہ لیا گیا ہے۔ فن حدیث کی طرح فن سیرت نگاری بھی روایت اور درایت کے اصولوں کا پابند ہے۔

کتاب کے ابتدائی سات ابواب میں رسول اللہ ﷺ کی پیدائش سے وصال تک آپؐ کے سوانحی احوال مکمل کر دیئے ہیں۔ نیز آپ ﷺ کے مشن کی آفاقیت اور عالمگیریت کی جانب بھی اشارات ملتے ہیں، مثلاً محمدؐ عربی کی بعثت کسی خاص قوم یا زمانہ تک محدود نہ تھی، اس لیے آپ ﷺ کی تعلیمات بھی محدود نہیں تھیں۔

آپ ﷺ خاتم النبین ہیں، سید المرسلین ہیں۔ آپ ﷺ پر الہامی مذاہب کا خاتمہ ہو گیا۔ آپ ﷺ نے جو اصلاح کی وہ تمام قوموں اور زمانوں تک ممتد ہے۔

آخر میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی ذاتِ بابرکات تکمیل شریعت کا باعث تھی۔ اور

Marfat.com

عیسائیت اور یہودیت میں جووقت نے خلا ڈال دیا تھا اور تعلیمات میں جو تحریف ہوگئی تھی اس کو ختم کر کے ایک عمدہ راستہ متعین کر دیا گیا ہے اور یہی کام ایک آفاقی پیغمبر کا ہوتا ہے۔

محمد ﷺ قیامت تک آنے والے انسانوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہیں۔

(نقطۂ نظر اکتوبر 2003 مارچ 2004 شمارہ 15 صفحہ:30)

۷۲۔ محمد ﷺ: پیغمبر عہد رواں:

(کیرن آرمسٹرانگ)

دیگر مغربی مصنفین کی نسبت مذہب اسلام اور مسلمانوں کے بارے ہمدردانہ تحریروں کی مالک اور عصر حاضر کی نامور مستشرقہ کیرن آرمسٹرانگ کا نام اردو دان طبقے کے لیے غیر معروف نہیں۔ آئرش نژاد کیرن آرمسٹرانگ ''سوسائٹی آف دی ہولی چائلڈ جیسس'' میں تعلیم و تربیت پانے کے بعد بطور نن (راہبہ) چرچ سے منسلک ہو گئیں۔ انگریز شاعر ٹینی سن پر لکھا گیا اس کا ڈاکٹریٹ کا مقالہ مسترد ہو گیا تو تعلیمی سلسلہ ختم کر دیا۔ بعد ازاں چرچ سے بھی علیحدگی اختیار کر لی۔ وہ دور حاضر میں مکالمہ بین المذاہب کی نمایاں علمبردار ہیں۔ مذہب کی ابتدائی تاریخ، خدا کی تاریخ، خدا کے لیے جنگ، مقدس جنگ، یروشلیم، ایک شہر تین مذاہب، مسلمانوں کا سیاسی عروج و زوال جیسی اردو زبان میں ترجمہ شدہ و دیگر کتب کے علاوہ سیرت النبی ﷺ پر Muhammad : A Biography of the Prophet (ترجمہ از نعیم اللہ ملک: محمد، پیغمبر اسلام کی سوانح عمری) نامی کاوش اہل علم سے داد تحسین حاصل کر چکی ہے۔

زیر تبصرہ کتاب سیرت النبی ﷺ پر مصنفہ کی دوسری تحریر ہے جس کا ایک اور ترجمہ ''پیغمبر امن: سیرت النبی ﷺ 21 ویں صدی کے چیلنجوں کے تناظر میں'' از یاسر جواد، لاہور ۲۰۰۹ء) بھی منظر عام پر آچکا ہے۔ اسے ۱۱ ستمبر (ورلڈ ٹریڈ سنٹر) کے واقعات کے تناظر میں مسلمانوں اور مغرب کے درمیان بڑھنے والی خلیج کو کم کرنے کی طرف ایک قدم گردانا جا سکتا ہے۔ پُر آشوب دور میں حضور اکرم ﷺ کی کامیابیوں کا ادراک کروانے اور آپ ﷺ کی حیات طیبہ کے دوسرے پہلوؤں پر توجہ مرکوز کروانے کی خاطر اسے تحریر کیا گیا ہے۔ مصنفہ کے بقول ''آپ ﷺ نے نئے مسئلوں کا حل دریافت کرنے کے لیے تخلیقی کوششیں شروع کر دیں۔ ۱۱ ستمبر کے بعد ہم تاریخ کے ایک نئے دور میں داخل ہو گئے ہیں اور ہمیں بھی ایک مختلف اور نیا نقطہ نظر اختیار کرنے کے لیے سخت جدوجہد کرنا ہوگی'' (ص:۱۰)

صفحہ ۵ تا ۱۰ پر ''تعارف'' کے عنوان سے مصنفہ نے سیرت النبی ﷺ اور اس کے بارے میں روا رکھے گئے متعصبانہ مغربی رویے پر روشنی ڈالی ہے۔

''اب ہم پیغمبر اسلامؐ کے بارے میں اس قسم کے متعصبانہ رویے جاری رکھنے کے ہرگز متحمل نہیں ہو

Marfat.com

سکتے۔ کیونکہ ہمارا طرز عمل انتہا پسندوں کے لیے تقویت بن سکتا ہے اور وہ (رسولؐ اللہ کو نعوذ باللہ دہشت گرد اور ہوس پرست انسان کہنے والے) اس قسم کے بیانات کو یہ ''ثابت'' کرنے کے لیے استعمال کر سکتے ہیں کہ مغربی دنیا نے عالم اسلام کے خلاف ایک نئی صلیبی جنگ شروع کر دی ہے۔واقعہ یہ ہے کہ حضرت محمد (ﷺ) ہرگز تشدد پسند شخصیت نہ تھے۔ حضور ﷺ کی نمایاں کامیابیوں کا اعتراف کرنے کے لیے ہمیں ایک متوازن انداز میں آپ ﷺ کی حیات مقدسہ کا گہرا مطالعہ کرنا چاہیے۔ غیر معقول تعصب کی وجہ سے رواداری، کشادہ دلی اور ہمدردانہ جذبات کو نقصان پہنچ سکتا ہے جسے مغربی کلچر کا نمایاں وصف سمجھا جاتا ہے۔'' (ص:۱۰)

اس کے بعد پہلا باب بعنوان ''مکہ'' ص ۱۱ تا ۳۵ پایا جاتا ہے۔ابتداء میں استشراقی اسلوب میں آپؐ پر نزول وحی کا ذکر کیا گیا ہے۔ پھر اہل مکہ کا سماجی، سیاسی اور معاشرتی پس منظر بیان کرنے کے ساتھ ساتھ مکہ شہر کے تجارتی مرکز کی حیثیت اختیار کرنے اور قریش مکہ کی اقتصادی اور مذہبی اجارہ داری اپنے ہاتھوں میں لینے پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ بعدازاں ان کے مذہبی عقائد اور معاشرتی اصلاح کے لیے آپؐ کی سوچ و بچار اور آپؐ پر وحی الٰہی کے نزول پر جدید اپروچ کے ساتھ تبصرہ کیا گیا ہے اور آپ ﷺ کے اخلاق حسنہ اور اوصاف حمیدہ کو کھلے لفظوں میں تسلیم کیا گیا ہے۔ (ص:۱۱۔۳۵)

اس باب میں ایک تحقیق یہ سامنے لائی گئی ہے کہ ''آپؐ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے، جو کہ ایک بنکار تھے، حضور کو شمال کی جانب شام جانے والے تجارتی قافلوں کا انتظام کرنے کا کام دلوایا۔'' (ص:۲۲)
مصنفہ نے حدیث مبارکہ ﴿انصر اخاك ظالماً او مظلوماً﴾ (بخاری، الجامع الصحیح، دارالسلام، الریاض، ۲۰۰۰، رقم الحدیث: ۲۴۴۳) کو، مسلم نقطہ نظر کے خلاف، قبائلی حمیت کی نمائندہ عوامی کہاوت کے طور پر بیان کیا ہے کہ ''اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ کسی کے ساتھ زیادتی کر رہا ہو یا اس کے ساتھ زیادتی کی جا رہی ہو''۔ (ص:۱۴)

باب دوم ''جاہلیت'' کے زیر عنوان ص ۳۶ تا ۶۸ پر محتوی ہے۔اس میں عرب معاشرے میں 'نسلی تفاخر'، 'قبائلی تفوق' اور 'طبقاتی استحصال' کو اچھی طرح واضح کیا گیا ہے۔عربوں میں رائج قبائلی عصبیت پر مبنی ''مروہ'' کی وضاحت یوں کی گئی ہے، ''مروہ کا مطلب تھا مشکلات میں جوانمردی، استقلال مزاجی اور صبر و تحمل کا مظاہرہ کرنا، قبیلے یا اس کے کسی بے کس فرد کے ساتھ ہونے والی بے انصافی کا بدلہ لینا اور دشمن کو للکارنا اپنے قبیلے کی عزت اور وقار کی غرض سے ہر فرد کو اپنے عزیز و اقارب کے تحفظ کے لیے ایک لمحے کے نوٹس پر جنگ و جدال کے لیے تیار اور اپنے سردار کے حکم کی تعمیل کے لیے ہمہ وقت چاق و چوبند اور مستعد رہنا پڑتا تھا''۔ (ص ۱۳۔۱۴)
بعدازاں مصنفہ جاہلیت کا مفہوم ان الفاظ میں واضح کرتی ہے ''اس کا بنیادی مطلب ہے 'تنگ مزاجی اور زود رنجی' اس لفظ سے عزت اور وقار کے معاملے میں سریع الحسی اور شدید اثر پذیری کا اظہار ہوتا ہے اور اس سے تکبر، زیادتی اور بے اعتدالی اور سب سے بڑھ کر تشدد اور انتقام لینے کے پرانے رجحان کی عکاسی ہوتی ہے''۔ (ص:۶۱) اسے

Marfat.com

کافروں کا سب سے بڑا عیب اور خامی گردانا ہے۔ جب کہ اس کے مقابل قرآنی تعلیمات کے حوالے سے واضح کیا ہے کہ قرآن کریم نے مسلمانوں پر زور دیا کہ وہ دور جاہلیت کی روایات سے مغلوب ہونے کے بجائے حلم کے نظریہ کو اپنائیں جو عربوں کا روایتی جوہر ہے، اس نظریے پر کاربند مرد اور عورتیں صبر و تحمل، استقلال مزاجی اور رحم کے اوصاف سے متصف تھے۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ مشکل ترین حالات میں بھی اپنے غصے پر قابو پائیں، پرسکون رہیں اور ایسے موقعوں پر آگ بگولا نہ ہوں۔ (ص:۶۲)

جاہلیت سے موسوم دور اور معاشرے میں بذریعہ وحی ایک نئے حل کی ضرورت کی نشان دہی کی گئی ہے۔ نزول وحی کے بعد آپ ﷺ کو کمبل اوڑھنے کو یوں تعبیر کیا گیا ہے، ''ربانی تجلیات سے پناہ لینے کے لیے حضورؐ لبادہ اوڑھ لیتے'' (ص:۳۹)۔ آپ ﷺ کی نبوت کا اقرار ان الفاظ میں کیا گیا ہے، ''جس طرح خدا عبرانی پیغمبروں کے ذریعے یہودیوں کے صحیفوں میں ان سے مخاطب ہوا اسی طرح وہ قرآن کریم میں حضرت محمد (ﷺ) کو اپنا ترجمان بنا کر مکہ کے لوگوں سے ہم کلام ہوا'' (۴۰) مصنفہ اپنے مسیحی نظریۂ نبوت اور بائبل پر جدید مغربی تنقید کے پس منظر میں قرآن مجید کو الہام ربانی تسلیم کرنے کے باوجود بآسانی کہہ گئی ہیں کہ ''اس کے متن میں اکتا دینے والی تکرار موجود ہے'' (ص:۴۰)۔ بعد ازاں یوں اظہار کیا ہے ''قرآن مجید میں مختلف نظریات، تشبیہوں، استعاروں اور قصے کہانیوں کی دیدہ دانستہ طور پر تکرار کی گئی ہے۔ جس کا مقصد قاری کو داخلی صدائے بازگشت سے ہم آہنگ کرنا اور قرآن پاک کی مرکزی تعلیمات کو اس کے دل پر نقش کرنا ہے۔'' (ص:۴۱)

اس باب کا اختتام شعب ابی طالب کے مقاطعہ کے خاتمہ اور عام الحزن کی نشان دہی پر ہوتا ہے۔ مصنفہ کی قرآن فہمی کا اندازہ اس مثال سے لگایا جا سکتا ہے، لکھتی ہیں ''قرآن کے پیغام پر سب سے پہلے خواتین نے لبیک کہی'' اس کی وجہ یہ سامنے لائی گئی کہ قرآن کی ہر سورت کا آغاز جو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے ہوتا ہے تو اس میں ''اللہ کے نام کا تعلق جنس مذکر سے ہے لیکن دوسرے خدائی نام الرحمٰن اور الرحیم از روئے قواعد زبان نہ صرف نسوانی ہیں بلکہ علم اللسان کی رو سے ان کا تعلق رحم' کے لفظ 'سے ہے۔ اس کا اظہار تقریباً تمام ابتدائی سورتوں میں ایک مجازی نسوانی شخصیت کے طور پر ہوتا ہے اور ہم اشارے کنائے میں ایک خاتون کو حمل یا بچہ پیدا کرنے کی مستور کیفیت میں دیکھتے ہیں'' (ص:۴۲) فرائیڈ کے سکھائے سبق، فیمنزم Feminism کی گونج اور جنس زدہ ماحول میں پروان چڑھنے والے مغربی ذہن کو بسم اللہ میں بھی مجازی نسوانی شخصیت دکھائی دیتی ہے۔ (نعوذ باللہ من ذلک)

تیسرا باب ہجرت کے زیر عنوان ص ۶۹ تا ۹۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ ہجرت کے اسباب و پس منظر اہل مکہ کی دشمنی، ابو طالب کے بعد ابولہب کا بنو ہاشم کی سیادت سنبھالنا اور مسلمانوں کا بے آسرا ہو جانا، سفر طائف کے بے نتیجہ ہونے اور مایوسی اور دل شکستگی کی حالت میں سفر معراج سے خدائی رضا اور تسلی کا بطریق احسن تذکرہ کیا گیا ہے۔ نیز سفر ہجرت، مدینہ منورہ میں حالات کے مطابق تکمیل دین کے لحاظ سے نئی تعلیمات

Marfat.com

اور آپ ﷺ کی نئی حیثیت اور اہل کتاب خصوصاً یہود سے معاملات کو زیر بحث لایا گیا۔ سفر طائف کے ضمن میں جنوں کے بارے مسلم نقطۂ نظر سے ہٹ کر نئی رائے پیش کی گئی ہے۔ ''لفظ ''جن'' عربوں کے متلون مزاج جن بھوتوں سے منسوب نہیں بلکہ اسے ان ''اجنبی'' لوگوں کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے جنھیں اس سے پہلے دیکھا نہ گیا ہو۔ قرآن مجید یہ عندیہ دیتا ہے کہ ممکن ہے حضرت محمد (ﷺ) سے (سفر طائف سے واپسی پر) قرآن سننے والے مسافر، جو وادی نخلہ میں چھپے بیٹھے تھے، یہودی ہوں۔ یہ لوگ قرآن پاک کے حسن اور فصاحت و بلاغت سے بہت متاثر ہوئے اور جب وہ اپنے گھروں کو لوٹے تو انھوں نے اپنی قوم کو اس واقعے سے آگاہ کر دیا۔'' (ص:۷۱۔۷۲) واقعۂ معراج پر یوں قلم اٹھایا ہے'' یہ واقعہ جو اسلام کی کاملیت کا مظہر ہے، مسلمانوں کو ہر لمحے خدا کی کامل اطاعت کی یاد دہانی کراتا ہے۔ یہ خدائے برتر کی ہستی مطلق کی طرف مراجعت کا اقرار ہے۔ معراج کو مسلمانوں کی روحانی زندگی میں ایک روشن و تاباں مثال کا درجہ حاصل ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ تمام انسانوں کو ہر قسم کی عصبیت، تعصب اور خود نمائی کے تمام حدود کو پار کر کے صراط مستقیم پر گامزن ہونا چاہیے''۔ (ص:۷۴) نیز ''حضرت محمد (ﷺ کی شب اسریٰ میں 'مروہ' کی پرانی اقدار الٹ ثابت ہو گئیں۔ اس میں حضورؐ اپنے قبیلے کی طرف لوٹنے کے بجائے دور افتادہ مقام بیت المقدس چلے جاتے ہیں، جاہلیت کی متکبرانہ شجاعت اور جنگجوئی کا مظاہرہ کر کے قبائلی تشخص کو ابھارنے کے بجائے شعور ذات اور انا کو خدا کی رضا اور کامل اطاعت میں مدغم کر دیتے ہیں اور جنگ و جدل پر مسرور ہونے کے بجائے حسن ترتیب و ہم آہنگی اور باقی انسانیت کے ساتھ یک جہتی پر خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔'' (ص:۷۵)

مغرب میں رسول کریم ﷺ کے حرم کے بارے میں فحش، فرضی اور من گھڑت قصے وضع کیے گئے ہیں۔ ان کے برعکس کیرن آرمسٹرانگ کہتی ہیں کہ'' آنحضرت (ﷺ) کی شادیاں کسی رومان یا محبت کے نتیجے میں نہیں ہوئی تھیں بلکہ یہ شادیاں عملی ضروریات کے تحت عمل میں آئی تھیں۔'' (ص:۸۱)

اہل مکہ کی دین دشمنی بین السطور یوں ظاہر کی گئی ہے کہ'' مکہ میں حضرت محمد (ﷺ) کا تبلیغی مشن اس لیے جمود کا شکار ہو گیا تھا کیونکہ قریش کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ ایک عام بندہ خدا کا پیغمبر بن سکتا ہے''۔ (ص:۸۲) ''مکہ میں آپؐ کی تعلیمات سے حرم کے مروجہ مذہب کا وجود خطرے میں پڑ گیا تھا جس کے نتیجے میں معیشت کو سخت نقصان پہنچ سکتا تھا''۔ (ص:۸۳)

امہات المومنینؓ کی رہائش گاہوں کے بارے میں ایک نکتہ بیان کیا ہے کہ'' ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو مسجد نبویؐ کے نزدیک حجروں میں ٹھہرا کر حضور (ﷺ) یہ اعلان کر رہے تھے کہ سرکاری اور نجی زندگی کے درمیان کوئی امتیاز نہیں ہونا چاہیے اور نہ ہی مردوں اور عورتوں میں جنس کی بنیاد پر کوئی تفریق کرنی چاہیے۔ اسلام میں زہد و پرہیز گاری کا مطلب تجرد نہیں، شراکت کار ہے''۔ (ص:۹۰) مدینہ منورہ میں نئے حالات، تعلیمات اور ان کے عملی نفاذ کے حوالے سے خیالات کا اظہار ان الفاظ میں کیا گیا ہے۔'' حضرت محمد (ﷺ) امت مسلمہ کے

Marfat.com

سردار کی حیثیت سے اب اخلاقی اور سماجی اصطلاحات کو نافذ کر سکتے تھے جن پر مکہ میں عمل درآمد ممکن نہیں تھا۔ آپؐ کا نصب العین حلم کا معاشرہ قائم کرنا تھا۔ مؤمنین صرف ایمان لانے والے نہیں تھے، انھیں اپنے عقائد کا عملی اقدامات کے ذریعے اظہار کرنا تھا۔ انھیں نماز پڑھنے کے ساتھ ساتھ بے کسوں اور ناداروں کو اپنی دولت میں حصے دار بنانا تھا۔ اس کے علاوہ انھیں امت کے متعلق معاملوں پر باہمی صلاح ومشورہ کرنے کا بھی حکم دیا گیا تا کہ ملت اسلامیہ کا اتحاد برقرار رہ سکے۔ اگر ان پر حملہ کیا جاتا تو وہ اپنا دفاع کر سکتے تھے، البتہ انھیں پرانی بے لگام جاہلیت کے انتقام اور غیظ وغضب کے بجائے دشمن کو معاف کرنے کے لیے ہمہ وقت تیار رہنا چاہیے۔'' (ص:۹۲)

مدینہ منورہ میں آپؐ کے مخاطبین اہل کتاب یہود بھی تھے جن کے متعلق مصنفہ کہتی ہیں، ''(مسلم نو واردوں کے ساتھ بعض یہودیوں کا رویہ بھی جارحانہ تھا۔ رسول اللہؐ کو یہ توقع نہیں تھی کہ یہودی اسلام قبول کر لیں گے۔ حضورؐ کے ساتھ ان کا تنازع بنیادی طور پر مذہبی نہیں، سیاسی اور اقتصادی نوعیت کا تھا۔ نخلستان (یثرب) میں یہودیوں کی پوزیشن مخدوش ہوتی جا رہی تھی''۔ (ص:۹۴) باب کے آخر میں تحویل قبلہ پر ان الفاظ میں قلم اٹھایا گیا'' قبلے کی تبدیلی سے مسلمانوں کو یہ یاددہانی کرائی گئی کہ وہ کسی مسلمہ سابق مذہب کے پیروکار نہیں بلکہ خدا کے اطاعت گزار ہیں، یہ آزادی اور خود مختاری کا اعلان تھا''۔ (ص:۹۸) اس باب میں ہجرت کے حوالے سے بعض ایسے گوشوں کو نمایاں کیا ہے جو عموماً مسلم تحریروں میں ناپید ہوتے ہیں۔

چوتھا باب ''جہاد'' کے زیر عنوان ص ۹۹ تا ص ۱۳۱ ہے۔ اس میں ہجرت کے بعد کے حالات اور ان کے نتیجہ میں غزوات (بدر، احد اور خندق) کے اسباب اور ان کے بارے احکامات کی روح سامنے لانے کی کوشش کی گئی ہے۔ مصنفہ کے مطابق'' قرآن کریم نے منصفانہ جنگ کے قدیم نظریے کو فروغ دینا شروع کر دیا۔ ریگستان میں جارحانہ لڑائی کو قابل تعریف سمجھا جاتا تھا لیکن قرآن نے صرف اپنے دفاع میں جنگ لڑنے کو جائز قرار دیا اور جنگ میں پہل کرنے کی مذمت کی''۔ (ص:۱۰۱) غزوۂ بدر کے نتیجہ میں ان خیالات کا اظہار کیا گیا، ''حضرت محمد (ﷺ) جنگ کے مخالف نہیں تھے آپؐ کو یقین تھا کہ جنگ بعض اوقات ناگزیر بلکہ ضروری ہوتی ہے۔ معرکہ بدر کے بعد مسلمانوں کو معلوم ہو گیا تھا کہ قریش مکہ ان سے اپنی شکست کا بدلہ جلد لیں گے۔ چنانچہ انھوں نے خود کو ایک طویل اور تھکا دینے والے جہاد کے لیے وقف کر دیا۔'' (ص:۱۰۹) ''بدر کی فتح سے نخلستان میں حضورؐ کی عظمت اور شہرت میں بے پناہ اضافہ ہو گیا'' (ص:۱۱۰)

غزوۂ احد میں شہید ہونے والے ہر مسلمان کے پسماندگان میں بیویاں اور بیٹیاں شامل تھیں اور ان کا کوئی محافظ نہیں تھا۔ چنانچہ اس کے بعد حضورؐ پر ایک وحی نازل ہوئی جس میں مسلمانوں کو چار بیویاں رکھنے کی اجازت دے دی گئی۔ ''کثیر الازدواجی کے متعلق قرآنی احکام کو سماجی قانون کا درجہ حاصل تھا جس کا مقصد مردوں کی جنسی تسکین کا سامان کرنا نہیں بیواؤں، یتیموں اور دوسری زیر کفالت اور بے کس خواتین کے ساتھ روا رکھی جانے والی بے انصافی کا ازالہ کرنا تھا''۔ (ص:۱۱۷) رسول اللہؐ خواتین کو مال منقولہ نہیں سمجھتے تھے بلکہ

Marfat.com

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن مردوں کی طرح آپ ہی کی "ساتھی" تھیں (ص:۱۱۸) عورت کو عطا کردہ مرتبہ اور اس کے ساتھ نکاح میں اس کی رضامندی، وراثت میں اس کا حصہ، ساتویں صدی کے عرب میں ایک چونکا دینے والی اختراع تھی جس سے امت کے مرد غضبناک ہو گئے" (ص:۱۲۵)

غزوۂ خندق میں بنو قریظہ کی غداری پر حضرت سعد رضی اللہ عنہ بن معاذ کے (۷۰۰ مردوں کے قتل کے) فیصلے پر مصنفہ یوں فیصلہ دیتی ہیں "بغاوت، جیسا کہ ہم آج بھی سمجھتے ہیں، ایک سنگین جرم ہے۔ اور عرب میں ہر شخص حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے اسی فیصلے کی توقع کرتا تھا۔۔۔ یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ بنو قریظہ کے یہودیوں کو مذہبی یا نسلی بنیادوں پر قتل نہیں کیا گیا تھا۔ نخلستان میں آباد دوسرے قبائل نے اس پر اعتراض نہ کیا اور نہ ہی اس معاملے میں مداخلت کی جس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ ایک خالص سیاسی اور قبائلی معاملہ تھا۔" (ص:۱۳۰) اس کے باوجود بقول مصنفہ "خود حضورؐ بھی اسے مناسب نہیں سمجھتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اصل نصب العین جاہلیت کے تشدد کا خاتمہ کرنا تھا۔۔۔ آپؐ کو قطعی امن قائم کرنے کے لیے مجبوراً جنگ لڑنا پڑی"۔ (ص:۱۳۱)

کتاب ہذا کا پانچواں باب "اسلام" کے زیر عنوان ص ۱۳۲ تا ۱۶۸ ہے۔ اس میں غزوۂ خندق کے بعد عربوں میں اسلام کی برتری، مدینہ منورہ میں منافقین کی ریشہ دوانیوں، نکاح زینب رضی اللہ عنہا بنت جحش، واقعہ افک، صلح حدیبیہ، فتح خیبر، جنگ موتہ، فتح مکہ اور آپ کی رحلت کا تذکرہ واقعاتی بیان کے بجائے عہد حاضر میں ان سے اصولی راہنمائی اور مثبت استنباط پر مبنی ہے۔

مستشرقہ موصوفہ کتاب ہذا میں اسلام کی حقانیت، قرآن کی صداقت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کردار کے جگہ جگہ اعتراف کے باوجود اپنے آپ کو استشراقی فکری سے بالکل آزاد نہیں کر پائیں اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں بغیر حوالہ و بلا تحقیق حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنت جحش کے بارے لغو بات کو دہرا دیا ہے۔ (ص:۱۳۵) خدا جانے اہل مغرب اور مستشرقین کے غیر جانبدارانہ تحقیق اور معروضی مطالعہ کے بلند و بانگ دعوے کہاں دھرے رہ جاتے ہیں جب آپؐ کی ذات گرامی کے بارے میں انھیں خیالات کے اظہار کا موقع ہاتھ لگتا ہے۔

مصنفہ کو اپنے آزادیٔ نسواں کے مغربی پس منظر میں حجاب سے متعلقہ آیات حد درجہ متنازع دکھائی دیتی ہیں۔ اس کے نزدیک پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد تیسری نسل نے تمام عورتوں کے حجاب اوڑھنے اور انھیں گھر کے علیحدہ حصے میں رہائش اختیار کرنے کا دستور العمل اپنا لیا۔ ان کے بقول "ان ہدایات کا تمام مسلم خواتین پر نہیں، صرف ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن پر اطلاق ہوتا ہے"۔ (ص:۱۳۶)

صلح حدیبیہ کے حوالے سے مصنفہ رقم طراز ہیں "کارزار حیات میں جدوجہد کو تو جاری رہنا تھا لیکن تمام ذرائع کا کہنا ہے کہ صلح حدیبیہ اصل میں امن کی جانب پہلا قدم تھا (ص:۱۵۱) کیونکہ اس صلح نے ثابت کر دیا تھا کہ مسلمان کوئی جنگجو لوگ نہیں، حلم کے جذبے، امن اور صبر و استقلال سے سرشار تھے۔ مسلمانوں کے چہروں پر تشدد اور ہٹ دھرمی نہیں، رحم دلی، شائستگی اور آسودگی و طمانیت تھی جو امت کی نشوونما اور تقویت کا باعث تھی۔ (ص:۱۵۱)

Marfat.com

فتح مکہ کے موقع پر آپؐ کے صلہ رحمی کے بے مثال رویے پر مصنفہ حیران ہیں کہ ''یہ ایک عجیب فتح تھی اور غیر جانبدار مبصر اس بات پر حیرت کا اظہار کر سکتا ہے کہ مسلمان اور قریش آخر کیوں لڑ پڑے تھے۔۔۔ آپؐ مہاجرین اور انصار کے ساتھ مدینہ لوٹ آئے۔ آپؐ نے مکہ پر خود حکومت کرنے کی کوشش نہ کی، نہ ہی قریش کے حکام کی جگہ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو تعینات کیا (ص:۱۶۱) تاہم مصنفہ کا یہ کہنا کہ آپؐ نے ''نہ ہی وہاں پر خالص اسلامی حکومت قائم کی'' (ص:۱۶۱) خلاف واقعہ ہے کیونکہ غلبہ اسلام ہی آپؐ کی بعثت کا مقصدِ وحید تھا۔

باب ہٰذا بلکہ کتاب ہٰذا کے آخر پر آپؐ کی رحلت کا ذکر ہے اور اس کے بعد مسلمانوں کے مختلف رویوں پر بے لاگ تبصرہ ہے۔ مثلاً ''وہ معاشرہ جو اپنے مخلص اور پارسا لیڈروں کو قتل کر دے، یہ دعویٰ کیسے کر سکتا ہے کہ خدا اس کی راہنمائی کر رہا ہے؟ امت کی قیادت کس قسم کے لوگوں کو کرنی چاہیے؟ وہ حکمران جن کی رعایا کی اکثریت غریب ہے اور وہ خود عیش کوشی کی زندگی بسر کرتے ہیں، سچے مسلمان کیسے ہو سکتے ہیں''؟ (ص:۱۶۷)

کتاب کا اختتام اس فکر انگیز دعوت پر ہوتا ہے کہ ''اگر ہمیں تباہی سے بچنا ہے تو اس کے لیے عالم اسلام اور مغربی دنیا کو نہ صرف ایک دوسرے کو برداشت کرنا ہوگا بلکہ ایک دوسرے کی قدر کرنا ہوگی۔ اس عمل کا آغاز ہمیں حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ذاتِ اقدس سے کرنا چاہیے۔'' (ص:۱۶۸)

کتاب کے آخر پر ص ۱۶۹ تا ۱۷۲ شخصیات کے بارے میں الف بائی ترتیب پر ایک انتہائی مفید اور جامع اشاریہ ہے۔ جس میں پہلے اردو میں تحریر کردہ نام درج ہیں اور پھر انگلش میں تحریر کردہ ناموں کا ذکر ہے۔

یہ کتاب مستشرقین کے عمومی معیار سے بلند تاریخی مواد، انتہائی فکر انگیز استنباط اور دل آزاری سے گریز کردہ اسلوب تحریر کی جامع ہے۔

۷۳۔ مختصر زاد المعاد:

(محمد بن عبدالوہاب (مؤلف) مقتدیٰ حسن الازہری (مترجم)؛ مکتبہ نذیریہ جامع مسجد قباء، چناب بلاک، علامہ اقبال ٹاؤن لاہور؛ صفحات: 386، قیمت: 130)

''زاد المعاد فی ہدی خیر العباد'' سیرت کے موضوع پر علامہ ابن قیم الجوزی کی مشہور کتاب ہے جو کہ چار جلدوں پر مشتمل ہے؛ جس کی محمد بن عبدالوہاب نے تلخیص کی ہے۔ ''مختصر زاد المعاد'' اسی تلخیص شدہ کتاب کا اردو ترجمہ ہے، جسے اس کی بعض خوبیوں کی وجہ سے بہت زیادہ سراہا گیا۔ اس کتاب کو بہت سے عنوانات کے تحت لایا گیا ہے۔ غیر مستند حوالوں اور باتوں سے اجتناب کیا گیا ہے جس سے authenticity بڑھتی ہے۔

کتاب کے عنوانات کو اس کی فصلوں کے تحت لایا گیا ہے۔ اس کتاب میں 90 عنوانات کے تحت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مبارکہ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس کتاب میں علامہ نے فقہی اور شرعی مسائل پر مجتہدانہ گفتگو کی ہے۔ اس کتاب میں مندرجہ ذیل موضوعات کے تحت عنوانات قائم کیے گئے ہیں:

Marfat.com

(۱) وضو

(۲) عبادات

(۳) معاملات

(۴) مسائل

(۵) اخلاق وآداب

(۶) ذکرالٰہی

(۷) رسول ﷺ کی مکی ومدنی زندگی کے حالات

(۸) جہادوغزوات (نقطہ نظر اپریل۔ستمبر 2006 شمارہ 20 صفحہ:36,38)

۴۷۔مدنی معاشرہ:

(محمد یونس پالن پوری/زمزم پبلشرز، شاہ زیب سنٹر نزد مقدس مسجد، اردو بازار۔کراچی/اکتوبر ۲۰۰۸۔ صفحات:285 قیمت:150)

کتاب کے عنوان "مدنی معاشرہ" کی وضاحت کرتے ہوئے اسے "زندگی گزارنے کا آسان اور مسنون طریقہ" قرار دیا گیا ہے۔جناب مؤلف نے حسب ذیل ابواب کے تحت احادیث یکجا کی ہیں، اور حسب ضرورت ان کی تشریح کی ہے:

☆ کھانے پینے کے متعلق اسلامی تعلیم۔

☆ اولاد کی پرورش اس طرح کیجئے۔

☆ ازدواجی زندگی اس طرح گزاریئے۔

☆ والدین کے ساتھ سلوک اس طرح کیجئے۔

☆ لباس اگر ہو تو ایسا ہو۔

☆ طہارت ونظافت کے آداب۔

☆ صحت اس طرح سنبھالیے۔

☆ راستہ اس طرح چلیے۔

☆ سفر اس طرح کیجئے۔

☆ رنج وغم کے اوقات کیسے گزاریں؟

☆ ہم تلاوت قرآن کس طرح کریں؟

☆ حضور اقدس ﷺ کی دس نصیحتیں۔

☆ میزبانی اس طرح سے کیجئے۔

☆ مریض کی عیادت کس طرح کریں؟

☆ ہم مہمانی کس طرح کریں؟

☆ امن والا سونا، امن والا جاگنا۔

☆ نمازِ جنازہ کا طریقہ بہتر انداز میں۔

☆ حقوق العباد کے متعلق ہمارے اسلامی معاشرے کی ہدایت۔

☆ اسلام کی کیا اہمیت ہے؟

☆ رمضان المبارک کے شایانِ شان استقبال کے لیے ذہن تیار کیجیے۔

(نقطۂ نظر اپریل۔ ستمبر 2009 شمارہ 26 صفحہ:170,171)

۷۵۔ مذہبی انتہاء پسندی اور اس کا تدارک: تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں:

(ڈاکٹر ہمایوں عباس شمس)

اس کتاب میں مؤلف نے واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ انتہاء پسندی کیا ہے؟ اس کے مظاہر کن شکلوں میں ہمارے معاشرے میں موجود ہیں اور تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں ان کا تدارک کیسے کیا جاسکتا ہے۔

آخر میں انھوں نے افتراقِ حدیث پر اس طرح گفتگو کی ہے کہ مسلمانوں کے مختلف فرقے اصلاً ایک ہی امت سے تعلق رکھتے ہیں، اور فرقۂ ناجیہ کے بالمقابل، جو باطل فرقے ہیں، ان کو اپنے افتراق وتشتت کی سزا بھگتنا پڑے گی، اس کے بعد وہ جنت میں لے جائے جائیں گے۔

مؤلف نے ایسے موضوعات پر قلم اٹھایا ہے جو بالعموم نظر انداز ہو جاتے ہیں، چنانچہ انھوں نے غور وفکر کا خاصا سامان فراہم کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو قبول فرمائے۔

(نقطۂ نظر اکتوبر 2006 مارچ 2007 شمارہ 13 صفحہ:42,43)

۷۶۔ مرقع سیرت:

(پروفیسر عبدالجبار شاکر کی تصنیف ہے اس کے ۳۹۸ صفحات ہیں، یہ کتاب سرائے لاہور سے ۲۰۱۱ء میں شائع ہوئی)۔

ابتداء میں مرحوم کی دو نعتوں کو تحریر کرنے کے بعد عرض ناشر کے عنوان سے مصنف کے فرزند ارجمند محمد جمال الدین افغانی نے سیرت النبی ﷺ کے ساتھ مرحوم کے تعلق کو واضح کیا ہے۔ اس کے بعد اصل کتاب کا آغاز ہے۔ مکمل کتاب سات ابواب پر مشتمل ہے، ہر باب میں مختلف کتب سیرت کا انتہائی مختصر مگر جامع تبصرہ ہے۔ اس کتاب میں درحقیقت مرحوم کے کتب سیرت پر لکھے گئے مقدمات، دیباچوں، پیش لفظوں اور تبصروں کو یکجا کر کے ایک کتابی صورت میں مدون کیا گیا ہے۔

Marfat.com

باب اول: تحقیق وتنقید سیرت:

اس باب میں مؤلف نے ۱۳ سیرت کی کتابوں اور ان کی لکھنے والوں پر بہت ہی خوبصورت انداز میں نہایت جامع اور وقیع تبصرہ کیا ہے جو کہ ۱۳۸ صفحات پر محیط ہے، یہ کتب حسب ذیل ہیں:

ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر ''اسوۂ کامل ﷺ''
محمد فتح اللہ گلن، مترجم ڈاکٹر خالد ندیم ''حضور ﷺ بحیثیت سپہ سالار''
شاہ مصباح الدین شکیل ''نشاناتِ ارضِ نبوی ﷺ''
قاضی اطہر مبارکپوری ''تدوین سیر ومغازی''
ڈاکٹر نثار احمد ''عہد نبوی ﷺ میں ریاست کا نشو وارتقاء''
ڈاکٹر شیر محمد زمان چشتی ''نقوشِ سیرت''
ڈاکٹر محمد ثانی ''رسول اکرم ﷺ عسکری اور دفاعی حکمت عملی''
ڈاکٹر ظفر احمد صدیقی ''مولانا شبلی نعمانی بحیثیت سیرت نگار''
ڈاکٹر محمد میاں صدیقی ''دنیا کے بہترین تریسٹھ سال''
الدکتور شوقی ابو خلیل ''اطلس سیرت نبوی ﷺ''
ڈاکٹر عبدالغفور راشد ''پیغمبر ﷺ امن ورحمت''
قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری رحمہ اللہ ''مہر نبوت''
حافظ زاہد علی ''پیغمبر اسلام ﷺ اور اخلاق حسنہ''

باب دوم: تعارف وتجزیہ کتب سیرت:

اس عنوان کے تحت ۸ کتب سیرت اور ان کے مصنفین پر انتہائی جامعیت کے ساتھ تبصرہ ہے جو کہ ۲۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ کتب درج ذیل ہیں:

ڈاکٹر سید عبدالقادر جیلانی ''اسلام، پیغمبر اسلام ﷺ اور مستشرقین مغرب کا انداز فکر''
ڈاکٹر محمد سعید رمضان البوطی ''دروس سیرت''
فضل کریم درانی ''سرور دو عالم ﷺ''
ڈاکٹر نثار احمد ''خطبہ حجۃ الوداع''
سرجیت سنگھ لانبہ ''قرآنِ ناطق ﷺ''
ڈاکٹر اکرم ضیاء العمری ''سیرت رحمت عالم ﷺ''
ڈاکٹر عبدالغفور راشد ''سیرت رسول ﷺ قرآن کے آئینے میں''
ڈاکٹر یٰسین مظہر صدیقی ''نبی اکرم ﷺ اور خواتین''

Marfat.com

باب سوم: مقدمات، فلیپ و دیباچے بر کتب سیرت:

اس عنوان کے تحت ۱۵ کتب سیرت اور ان کے مصنفین کا ذکر موجود ہے جو کہ ۶۴ صفحات پر محیط ہے۔ کتب درج ذیل ہیں:

مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ ''تجلیات نبوت''
محی السنۃ امام بغوی رحمہ اللہ ''نبی کریم ﷺ کے لیل ونہار''
قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری رحمہ اللہ ''رحمۃ للعالمین ﷺ (۱)''
قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری رحمہ اللہ ''رحمۃ للعالمین ﷺ (۲)''
ڈاکٹر محمد لقمان السلفی ''الصادق الامین ﷺ''
حافظ عبدالشکور ''رسول اللہ ﷺ کی مسکراہٹیں''
حافظ عبدالشکور ''رسول اللہ ﷺ کے آنسو''
سراج الدین ندوی ''محبتیں الفتیں (رسول اللہ ﷺ کا طریقہ تربیت)''
ملا واحدی دہلوی ''حیات سرور کائنات ﷺ''
پروفیسر عبدالحمید ڈار ''حضور ﷺ حرم میں''
پروفیسر عبدالحمید ڈار ''حیات طیبہ ﷺ کا ایک دن''
مولانا عبدالمجید سوہدروی ''رہبر کامل ﷺ''
مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ ''الرحیق المختوم''
نذر الحسن نذر ''امام المجاہدین''
الشیخ عبدالعزیز المحمد السلمان ''معجزات نبوی ﷺ''
ادارہ دارالاسلام لاہور ''سیرت النبی ﷺ''
نور محمد قریشی ایڈووکیٹ ''حیاتِ مسیح اور ختم نبوت''

باب چہارم: تبصرہ جات بر کتب سیرت:

اس باب میں ۵ کتب سیرت اور ان کے مصنفین کا تعارف ہے جو کہ ۳۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ کتب درج ذیل ہیں:

ڈاکٹر سید عزیز الرحمٰن ''تعلیمات نبوی ﷺ اور آج کے زندہ مسائل''
ڈاکٹر اکرم ضیاء العمری ''مدنی معاشرہ، عہد رسالت میں''
فتح محمد گلن ''حضور ﷺ بحیثیت سپہ سالار''

Marfat.com

محمد ولی رازی ''ہادی عالم ﷺ''

ڈاکٹر لیاقت علی نیازی ''اسلام اور سیرت النبی ﷺ چند درخشاں پہلو''

باب پنجم: مقدمات و دیباچے بر کتب نعت و منظوم سیرت النبی ﷺ:

اس عنوان کے ضمن میں ۴ کتب اور ان کے مصنفین کا تذکرہ ہے جو کہ ۹۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ کتب درج ذیل ہیں:

خورشید ناظر ''بلغ العلیٰ بکمالہ''

سیدنا حسان رضی اللہ عنہ بن ثابت ''دیوان حسان رضی اللہ عنہ بن ثابت''

عطاء الرحمن شیخ ''فیوض الحرمین (نعتیہ مجموعہ کلام)

ابوالامتیاز ع۔س۔ مسلم ''اسماء النبی ﷺ''

باب ششم: پنجابی کتب سیرت پر مقدمے اور دیباچے:

اس عنوان کے ضمن میں ۲ کتابوں اور ان کے مصنفین پر تبصرہ ہے جو کہ ۱۰۷ صفحات پر مشتمل ہے۔ اور کتب درج ذیل ہیں:

میاں ظفر مقبول ''النبی الکریم ﷺ''

اقبال زخمی ''یارسول اللہ ﷺ''

باب ہفتم: انگلش کتب پر مقدمات اور دیباچے:

Muhammad (SAW) The Messenger for the Mankind, auther: Professor Zulfiqar Awan.

Muhammad the Prophet Par Excellence and the Divine Origin of the Quran, by: Prof. Muhammad Aslam.

Muhammad's Glorious Galaxy (1), by Prof. Zulfiqar Awan.

Muhammad's Glorious Galaxy (2), by Prof. Zulfiqar Awan.

Muhammad (SAW) Momentous Martyrdom (SAW), by Prof. Zulfiqar Awan.

Muhammad (SAW) Might for Muslims, by Prof. Zulfiqar Awan.

Messenger of Allah (SAW) by Prof. Zulfiqar Awan.

Marfat.com

۷۷۔مقامِ محمد ﷺ: قرآن کے آئینے میں:

(سید محمد ابوالخیر کشفی (مؤلف)، سید عزیز الرحمٰن (مرتب) دارالاشاعت، اردو بازار، ایم -اے جناح روڈ۔ کراچی؛ 2005: صفحات: 238 قیمت درج نہیں)

جناب سید محمد ابوالخیر کشفی نے قرآن کے پس منظر میں خوبصورت اردو نثر لکھی۔ اور سیرت نبوی ﷺ پر تین حصوں پر مشتمل سیرت لکھی۔

☆حیاتِ طیبہ۔ ☆فضائل وکمالات۔ ☆خلقِ عظیم۔

فضائل وکمالاتِ نبوی ﷺ کی تشریح پر مشتمل دوسرا حصہ ''مقام محمد ﷺ'' ہے۔ تیسرے حصے پر کام ہو رہا ہے۔

اس کتاب میں معروف تفاسیر سے استفادہ کیا گیا ہے۔ اور قرآنِ حکیم کی روشنی میں سیرتِ نبویؐ پر آج کے حالات وواقعات پر بھی بات چیت کی گئی ہے۔ یہ ایک نہایت ہی وقیع اور فکر انگیز تالیف ہے۔

(نقطۂ نظر اکتوبر 2007 مارچ 2008 شمارہ 23 صفحہ: 48,47)

۷۸۔مقدمۂ سیرتِ رسول ﷺ:

(ڈاکٹر طاہر القادری، منہاج القرآن پبلی کیشنز، ۳۶۵ ایم، ماڈل ٹاؤن، لاہور۔ طبع چہارم: 1997۔ صفحات: 539۔ قیمت: 180)

سیرت کی یہ کتاب بہت بہترین ہے۔ اس کتاب میں مصنف نے حب رسول ﷺ کو سیرت کے ذریعے بیدار کرنے کی کوشش کی ہے۔ مقدمۂ سیرت الرسول ﷺ کا ابتدائیہ دس ابواب پر مشتمل ہے۔

اس کتاب کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے؛ پہلے حصے میں جو کہ (باب اوّل سے سوم تک ہے) سیرت کے منہاج واسلوب پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ دوسرے حصے میں سیرت کے مطالعہ کی ضرورت اور اس کی اہمیت کے حوالے سے بات چیت ہے۔ تیسرے حصے میں قرآن وحدیث کے واقعات اور مقام رسول ﷺ نمایاں ہے۔

اس کتاب میں بعض جگہوں پر انگریزی اقتباسات دیئے گئے ہیں۔ نبی ﷺ کی دعوت کی اہمیت اور جامعیت کا ذکر ہے۔ مسلم امہ کی فتوحات کا تذکرہ کیا گیا ہے نیز اسلامی طرزِ معاشرت پر گفتگو کی گئی ہے۔

اس کتاب میں سیرت کے اخلاقی اور نظریاتی پہلو پر بات چیت کی گئی ہے۔ مستشرقین کی کتابوں سے اقتباسات بھی اس شامل کیے گئے ہیں۔ (نقطۂ نظر اپریل، ستمبر 1999 شمارہ 6 ص: 30,34)

۷۹۔معجزاتِ سرورِ عالم ﷺ:

(ولید الاعظمی (مصنف)، حافظ محمد ادریس (مترجم) ادارہ معارف اسلامی، منصورہ، لاہور۔ 2008 صفحات: 239 قیمت: 150)

مصنف نے حدیث، سیرت اور تاریخ کی کتابوں سے نبی کریم ﷺ کے کچھ معجزات کا تذکرہ یک جا کیا ہے۔ ہر معجزے کے بیان کے آخر میں مصادر و مراجع کی فہرست درج کر دی ہے۔

حافظ محمد ادریس صاحب نے کوئی بیس برس پہلے اسے اردو میں منتقل کیا تھا، اور ان کی یہ کاوش اسی دور میں شائع ہو گئی تھی۔ اس کتاب کا ترجمہ نہایت سادہ، آسان اور رواں ہے۔

(نقطۂ نظر اکتوبر 2009 مارچ 2010 شمارہ 27 صفحہ:196,195)

۸۰۔ معارف اِسم محمد ﷺ:

(محمد ثناء اللہ شجاع آبادی / دار الکتاب، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور۔ ۲۰۰۴/ صفحات: 196 قیمت:90)

مؤلف نے موضوعِ کتاب سے اپنے لگاؤ کا ذکر ''نقش تمنا'' کے زیرِ عنوان کیا ہے، اور پھر ''حرفِ آغاز'' میں رسول اللہ ﷺ کے شہر ولادت، قبیلے، خاندان اور بالخصوص والدِ محترم عبداللہ کا تذکرہ کیا ہے۔ کتاب ان ابواب میں منقسم ہے:

تاریخ اسم محمدؐ۔	کمالاتِ اسم محمدؐ۔	برکاتِ اسم محمدؐ۔
تعظیم محمدؐ۔	تعظیم اسم محمدؐ۔	جلوہ ہائے اسم محمدؐ۔
اسم محمد کی روشنی میں۔	ہندو دھرم میں۔	چند منتخب نعتیں۔

اس کتاب میں رسول اللہ ﷺ کے اسم ''محمدؐ'' کی برکات اور کمالات و تعظیم کے حوالے سے جن احادیث کا ذکر کیا گیا ہے، ثقاہت کے لحاظ سے محدثین کے ہاں وہ موضوع اور من گھڑت ہیں۔

مؤلف نے آیاتِ قرآنی کا حوالہ کہیں رکوع نمبر کے ساتھ دیا ہے اور کہیں آیت نمبر کے ساتھ، اگرچہ اکثر مقامات پر آیات کی تخریج نہیں ہے۔ (نقطۂ نظر اپریل۔ ستمبر 2005 شمارہ 18 صفحہ:35,34)

۸۱۔ المواھب اللدنیۃ:

علامہ قسطلانی رحمہ اللہ:

احمد بن محمد شہاب الدین ابو العباس القسطلانی رحمہ اللہ ۱۲/ ذوالقعدہ ۸۵۱ھ کو قاہرہ میں پیدا ہوئے۔ ۸/ محرم ۹۲۳ھ کو آپ نے قاہرہ میں وفات پائی۔ آپ کو جامع ازھر کے قریب مدرسہ عینی میں دفن کیا گیا۔

''المواھب اللدنیۃ للقسطلانیؒ، منہج و اسلوب''

سیر و مغازی سے متعلق تحریروں کا سلسلہ ابتدائے اسلام سے شروع ہو گیا تھا اور سب سے پہلے اسی فن کی بنیاد پڑی۔ ابتدائی دور کے اندر مسلمانوں کو تکثیر روایت سے روکا گیا مگر دوسری طرف سیر و مغازی کے احوال بیان کرنے کے اندر وسعت بڑھتی گئی یعنی اکابر صحابہ شریعت سے متعلق روایت بیان کرنے سے احتیاط کرتے

تھے۔ مگر مغازی اور رسول اللہ ﷺ کے احوال بیان کرنے میں وسعت برتتے تھے۔ چنانچہ سائب بن یزید بیان کرتے ہیں کہ میں سعد رضی اللہ عنہ بن ابی وقاص کے ساتھ مدینہ سے مکہ تک گیا مگر ان کو رسول اللہ ﷺ کی کوئی حدیث بیان کرتے ہوئے نہیں سنا۔ (فتح الباری، ابن حجر، ۳۷/۶)

خلفاء راشدین اور اس کے بعد اسلامی حکومتیں جہاد کے لیے کوشاں تھیں۔ ایمانی حرارت اور روح جہاد کو زندہ رکھنے کے لیے غزوات کے واقعات اور ان کے متعلق احکام و مسائل کا بیان ناگزیر تھا۔ اس لیے اس کی باقاعدہ تعلیم پر خصوصی توجہ دی گئی۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے محمد بن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے "کان ابی یعلمنا المغازی والسرایا ویقول یابنی انھا شرف آبائکم فلا تضیعوا ذکرھا" :(ہمارے والد ہم لوگوں کو مغازی و سرایا کی تعلیم دیتے تھے اور کہتے تھے، اے بیٹو! یہ تمھارے آباؤ اجداد کا شرف ہے، تم لوگ اس کو یاد رکھو اور ضائع نہ کرو)۔ بلکہ مغازی پڑھانے کا اس قدر اہتمام تھا کہ قرآن مجید کی سورتوں کی طرح اسلامی غزوات کے واقعات یاد کرائے جاتے تھے۔ حضرت زین العابدین کا بیان ہے "کنا نعلم المغازی النبی کما نعلم السورۃ من القرآن" (ہم رسول اللہ ﷺ کے مغازی کو قرآن کی سورتوں کی طرح پڑھاتے تھے)۔ سیرت و مغازی کے متعلق تحریروں کا یہ سلسلہ صدر اول سے لے کر آج تک ہر صدی میں جاری و ساری ہے۔ نویں اور دسویں صدی ہجری میں بھی سیرت پر مختلف کتابیں لکھی گئی ہیں۔ ان میں سے علامہ مقریزی کی امتاع الاسماع، علامہ یحییٰ بن ابوبکر العامری کی بھجۃ المحافل، علامہ سیوطی کی الخصائص الکبریٰ، علامہ قسطلانی کی "المواھب اللدنیہ" کو سب سے زیادہ مقبولیت حاصل ہوئی۔ یہ واحد کتاب ہے جس کی شروح و تعلیقات اور حواشی لکھے گئے۔ یہ کتاب نہ مختصر ہے نہ جامع بلکہ علامہ قسطلانی رحمہ اللہ نے اعتدال اور جامعیت کے پہلو کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ کتاب لکھی ہے۔

"المواھب اللدنیہ کی امتیازی خصوصیات"

المواھب اللدنیہ کی امتیازی خصوصیات میں سے یہ ہے کہ یہ کتاب محدثین اور اہل سیر کی روایات کا حسین امتزاج ہے۔ کیونکہ آپ صرف محدث ہی نہ تھے بلکہ سیرت نگار بھی تھے۔ علم حدیث میں جہاں ان کی سب سے بڑی خدمت "ارشاد الساری شرح صحیح بخاری" ہے وہاں سیرت میں ان کی نمایاں خدمت "المواھب اللدنیہ بالمنح المحمدیہ" ہے۔ آپ نے اس کو تالیف کرتے وقت محدثین اور اہل سیر دونوں کی روایات سے بھرپور استفادہ کیا۔

آپ رحمہ اللہ کا منہج:

آپ سیرت النبی ﷺ کے بعض واقعات کو محدثین کی روایات پر ترجیح دیتے ہیں اور بعض جگہ روایات محدثین کو ترجیح دیتے ہیں۔

Marfat.com

کتاب کا تحقیقی منہج:

علامہ قسطلانی رحمہ اللہ نے کتاب کے اندر جس تحقیقی منہج کو اختیار کیا ہے اس کو درجہ ذیل نکات کے تحت بیان کیا جاتا ہے:

(۱) روایت کی ترجیح وتردید کا معیار
(۲) متعارض ومتناقض روایات میں جمع وتطبیق
(۳) حدیث کی تقویت دوسری حدیث سے
(۴) کثرت طرق کی بناء پر حدیث کی تقویت
(۵) روایات میں ابہام کا ازالہ
(۶) راویوں کی جرح وتعدیل

المواھب اللدنیۃ کا تحقیقی خلاصہ:

المواھب اللدنیہ کی دو جلدیں ہیں، پہلی جلد کے ۳۹۵ صفحات اور دوسری جلد کے ۴۱۵ صفحات ہیں۔ مولف نے نبی اکرم ﷺ کی سیرت کے ہر پہلو کو بیان کرنے کے لیے اپنی کتاب میں ۱۰ مقاصد بیان کیے ہیں۔ پہلی جلد میں چار اور دوسری جلد میں چھ مقاصد بیان کیے ہیں۔

المقصد الاول:

اس میں علامہ قسطلانی رحمہ اللہ نے صفحہ نمبر ۵ سے ۹۱ تک آپ ﷺ کی فضیلت کو بیان کیا ہے اور آپ ﷺ کے اس شرف کو جو اللہ نے آپ کو عنایت فرمایا تھا مثلاً پہلے انبیاء کی کتب میں آپ ﷺ کا تذکرہ کرکے۔ اس طرح علامہ قسطلانی رحمہ اللہ نے آپ ﷺ کے اسماء شریفہ اور آپ ﷺ کی طہارت نسبی کو بیان کیا ہے۔ اس کے بعد آپ ﷺ کے حمل، ولادت، رضاعت و پرورش کی نشانیاں اور علامات بیان کی ہیں، ساتھ ہی آپ ﷺ کی ہجرت و بعثت کے باریک لطائف کو بھی بیان کیا ہے۔ اس کے بعد صفحہ نمبر ۹۲ سے ۱۸۰ تک آپ ﷺ کی زندگی کے ساتھ غزوات وسرایا کا ذکر کیا ہے۔ غزوہ غطفان سے شروع کرکے سریۂ اسامہ رضی اللہ عنہ بن زیدؓ بن حارثہ کے بیان پر ختم کرتے ہیں۔

المقصد الثانی:

اس کے اندر آپ ﷺ کے اسماء شریفہ، خاندان، موالی اور دربانوں کا ذکر کیا ہے۔ اس کو تفصیلاً بیان کرنے کے لیے علامہ قسطلانی رحمہ اللہ نے چند فصلیں قائم کی ہیں۔ فصل اول میں آپ ﷺ کے اسماء شریفہ کا ذکر ہے، فصل ثانی میں آپ ﷺ کی ساری اولاد کا ذکر ہے۔ فصل ثالث میں آپ ﷺ کی ازواج مطہرات کا ذکر

ہے۔ فصل رابع کے اندر چچا، پھوپھیوں، آپ ﷺ کے رضاعی بہنوں اور بھائیوں کا بیان ہے۔ فصل خامس میں آپ ﷺ کے دربان وموالی کا ذکر ہے، فصل سادس میں آپ ﷺ کے جوتوں اور مسواک کا ذکر ہے۔ فصل سادس میں آپ ﷺ کے جنگی آلات کا تذکرہ شامل ہے۔

المقصد الثالث:

اس میں آپ ﷺ کی کمال خلقت اور جمال صورت کا بیان ہے۔ اس مقصد کی وضاحت میں آپ ﷺ نے مختلف فصلیں قائم کی ہیں۔ فصل اول کے اندر آپ ﷺ کے اخلاق کریمہ کا ذکر ہے، فصل ثانی کے اندر آپ ﷺ کے آداب اکل وشرب کا بیان ہے۔ فصل ثالث میں آپ ﷺ کے بستر ولباس کا بیان ہے۔ فصل رابع میں آپ ﷺ کے سونے کا بیان ہے۔ فصل خامس میں آپ ﷺ کے نکاح کا ذکر ہے۔

المقصد الرابع:

اس میں آپ ﷺ کے معجزات کا ذکر ہے۔ سب سے پہلے ان معجزات کا ذکر ہے جو آپ ﷺ کی نبوت کے ثبوت پر دلالت کرتے ہیں۔ پھر ان معجزات کا ذکر ہے جو خصوصا آپ ﷺ ہی کو عنایت فرمائے گئے جیسا کہ قرآن مجید کا معجزہ۔ اس مقصد کی دوسری فصل کے اندر ان چیزوں کا بیان ہے جو آپ ﷺ پر مباح یا حرام کی گئی تھیں پھر آپ ﷺ کے فضائل وکرامات کا بیان ہے۔

المقصد الخامس:

اس مقصد کے اندر علامہ قسطلانی رحمہ اللہ نے آپ ﷺ کی فضیلت تخصیص وتعمیم کے اعتبار سے بیان فرمائی ہے۔ تخصیص معراج واسراء کے اعتبار سے تعمیم عزت وتکریم اور لطائف کے اعتبار سے۔ اس میں امام قسطلانی رحمہ اللہ نے محبت رسول ﷺ اور اتباع سنت نبویہ کو لازمی قرار دیا ہے۔ پھر اس کو تفصیل سے بیان کرنے کے لیے آپ نے تین فصلیں قائم کی ہیں۔ فصل اول کے اندر محبت رسول ﷺ کے وجوب کو بیان کیا ہے۔ فصل ثانی کے اندر آپ ﷺ پر درود پڑھنے کی فضیلت اور اس کا حکم بیان کیا ہے۔ فصل ثالث کے اندر آپ ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم سے محبت کو واجب قرار دیا گیا ہے۔

المقصد السادس:

اس مقصد میں آپ نے ان قرآنی آیات کو بیان کیا ہے جو آپ ﷺ کی تعظیم، رفعت شان، شان نبوت، نبوت کی سچائی کی گواہی اور ثبوت بعثت کو بیان کرنے کے لیے نازل ہوئیں۔ پھر آیات میثاق کا تذکرہ ہے کیونکہ آیات میثاق سے بھی شان نبوت واضح ہوتی ہے۔

Marfat.com

المقصد السابع:

اس مقصد میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ ہدایت صرف اتباع سنت اور اتباع نبویہ میں مضمر ہے۔

المقصد الثامن:

اس مقصد میں آپ ﷺ کی طب کے متعلق جو ہدایات ہیں ان کا بیان ہے، اس طرح اخبار غیب اور تعبیر رؤیا کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

المقصد التاسع:

اس میں آپ ﷺ کی عبادتوں کے لطائف کا ذکر ہے۔ مثلاً آپ ﷺ کی تہجد، صوم رمضان، صوم ایام عاشورا، صوم ایام بیض، حج و عمرہ اور آپ ﷺ کی تلاوت قرآن مجید کا بیان ہے۔

اس کے اندر ان نعمتوں کا بیان ہے جو آپ ﷺ پر اللہ نے مکمل فرمائیں۔ اس کے بعد آپ ﷺ کی مرض وفات، وفات اور ادوار غسل کے تذکرہ کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کی قبر کی زیارت کی فضیلت واحکام اور آخرت میں آپ ﷺ کے مقام یعنی قبول شفاعت، سفارش اور مقامِ محمود کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

۸۲۔ النبی الامی ﷺ:

(منظور احمد/مؤلف، ۳۰۲ روز گارڈن اپارٹمنٹس، فرید ٹاؤن، کلفٹن؛ کراچی۔ صفحات:164 قیمت:120)

''النبی الامی بحیثیت معلم عالمین'' مؤلف کا مقالہ ہے۔ مؤلف نے اپنی تحریر میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ آپ ﷺ جس خطے میں مبعوث ہوئے تھے، وہ قلم و قرطاس سے آشنا تھا، نیز آپ ﷺ کی شان یہ ہے کہ آپ ﷺ کو معلم بنا کر مبعوث کیا گیا، اس لیے امی کے معنی خواندہ کرنا ہرگز درست نہیں، یہ معنی و مفہوم آپ ﷺ کی شان کے منافی ہے۔

مؤلف کی سوچ کے مطابق نبی اکرم ﷺ کو امی کہنے کا سبب یہ ہے کہ آپؐ ام القریٰ (مکہ معظمہ) کے رہنے والے تھے، جہاں تک نبی کریم ﷺ کے مخاطبین کو اُمیّون کہنے کا تعلق ہے، تو اس کا ایک سبب تو وہی ہے جس کی وجہ سے نبی اکرم ﷺ کو امی کہا گیا، دوسرا سبب یہ ہے کہ ''اُمی'' کی اصطلاح اہل کتاب کی اصطلاح کے بالمقابل استعمال کی گئی ہے، یعنی امیون سے مراد وہ لوگ ہیں جو غیر اہل کتاب ہیں۔

(نقطۂ نظر اپریل۔ ستمبر 2008 شمارہ 24 صفحہ:41,43)

۸۳۔ النبی الخاتم ﷺ:

(مناظر احسن گیلانی/المیزان ناشران و تاجران کتب، الکریم مارکیٹ، اردو بازار لاہور/ 2004 صفحات:111 قیمت:70 روپے)

Marfat.com

گذشتہ صدی کے نصف اول میں پٹی (سابق ضلع قصور، پنجاب) کے عبدالمجید قریشی نے فروغِ محبت رسول کے لیے ''تحریک سیرت'' کے نام سے ایک اجتماعی کوشش کی تھی۔ان کی فرمائش پر سیرت نبوی ﷺ پر جو کتابیں لکھی گئیں،ان میں سے ایک مولانا مناظر احسن گیلانی کی ''نبی الخاتم'' ہے۔یہ کتاب اپنے طرز نوعیت کے اعتبار سے ایک الگ کتاب ہے۔

مصنف نے یہ کتاب پوری نبوی ﷺ زندگی کے تمام قابل غور پہلوؤں پر حاوی کردی ہے۔بلکہ جن پہلوؤں پر بین الاقوامی سطح پر ڈسکس نہیں ہوئی تھی انھوں نے پیش کردی ہے۔یہ مختصری کتاب نئے پہلو لیے ہوئے ہے۔

مولانا نے مختلف پہلوؤں پر مختلف مذاہب عالم کے ماننے والوں کو متوجہ کیا ہے۔انھوں نے ثابت کیا ہے اور ان مذاہبِ عالم کے ماننے والوں کو توجہ دلائی ہے کہ اپنی اپنی متبرک کتابوں میں جس ''آنے والے'' کی بشارتیں دی گئی تھیں وہ رسول اللہ ﷺ کی شکل میں اپنا پیغام عام کر چکا ہے،اس لیے وہ آخری نبی ﷺ اور اس کی آخری شریعت پر ایمان لے آئیں۔

اس کتاب کو آقائے دوجہاں کی مکی اور مدنی زندگی کے حوالے سے دوحصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔مولانا نے مکی زندگی کو دل کی زندگی اور مدنی زندگی کو دماغ کی زندگی قرار دیا ہے۔یہ تقسیم بالکل نئی ہے لیکن نہایت درست ہے۔یہ کتاب دلکش ہے اور حصولِ مقصد میں کامیاب بھی،تاہم اس سے حقیقی لطف اور استفادہ کی دولت وہی پائیں گے جن کی سیرت نبوی پر گہری نظر ہے اور جو کتاب کو بار بار پڑھیں گے۔

(نقطۂ نظر اکتوبر 2005 مارچ 2006 شمارہ 19 صفحہ 59,61)

۸۴۔ نبی کریم ﷺ بحیثیت والد:

(ڈاکٹر فضل الٰہی،دارالنور۔اسلام آباد،مکتبہ قدوسیہ،اردو بازار لاہور 2008 صفحات:170 قیمت: 150)

اس کتاب میں اپنی بیٹیوں اور ان کی اولاد کے ساتھ نبی کریم ﷺ کے تعلق خاطر،نواسوں کی تربیت اور دامادوں کے ساتھ ان کے حسنِ سلوک اور معاشرتی رویوں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔مؤلف نے کوشش کی ہے کہ ہر بات واضح اور نکھرے ہوئے انداز میں احادیث کی روشنی میں پیش کی جائے اور پیش کردہ ہر روایت اصولِ حدیث کے مطابق درست اور ثقہ ہو۔(نقطۂ نظر اکتوبر 2009 مارچ 2010 شمارہ 27 صفحہ 195)

۸۵۔ نبی کریم ﷺ بحیثیت معلم:

(ڈاکٹر فضل الٰہی،مکتبہ قدوسیہ اردو بازار لاہور۔2005 صفحات:457 قیمت:225)

مؤلف محمد بن سعود یونیورسٹی الریاض (سعودی عرب) اور بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد

Marfat.com

میں استاد کی حیثیت سے فرائض منصبی ادا کرتے رہے ہیں، اور عربی میں ان کی 24 اور اردو میں تقریباً 13 کتابیں شائع ہو چکی ہیں اور کسی تعارف کے محتاج نہیں۔

مؤلف نے اس کتاب کو موضوعات کے حوالے سے 46 عنوانات میں تقسیم کیا گیا ہے اور ہر عنوان کے تحت مستند احادیث (عربی متن مع اعراب) اور ان کا اردو ترجمہ پیش کیا گیا ہے، اور حواشی میں حدیث کا حوالہ درج کیا گیا ہے۔ حدیث اور اس کے ترجمہ کے بعد حدیث کی تشریح اور توضیح میں اکثر اوقات اہل علم کی آراء اور بعض اوقات اپنی رائے پیش کی ہے اور بالخصوص دورِ حاضر کے تناظر میں حدیث کے مصداق اور امت مسلمہ کے عمل کا نقشہ پیش کیا ہے۔ اندازِ تشریح و توضیح بحیثیت مجموعی بہت مؤثر ہے۔

مؤلف نے سیرت کے کسی بھی پہلو کے متعلق گفتگو کرتے وقت اس بارے میں تمام شواہد ذکر نہیں کیے بلکہ اختصار کے پیش نظر چند ایک شواہد پر ہی اکتفا کیا ہے۔ تفصیل کے لیے آخر میں مصادر اور مراجع کے متعلق تفصیلی معلومات درج کر دی گئی ہیں۔

مؤلف نے خاتمہ کتاب میں اپیل کی ہے کہ مشرق و مغرب کے ارباب تعلیم اپنے کلیات تربیت اور جامعات میں نبی کریم ﷺ بحیثیت معلم کو بطورِ مضمون شامل کریں۔

(نقطۂ نظر اپریل۔ستمبر 2006 شمارہ 20 صفحہ: 36,38)

۸۶۔ نبی کریم ﷺ سے محبت کے اسباب:

(ڈاکٹر فضل الٰہی/ مکتبہ قدوسیہ، اردو بازار لاہور/ 2005 صفحات: 38 قیمت: 30 روپے)

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

"اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا، جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والد، بیٹے سے زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں۔"

رسول اللہ ﷺ کی محبت کی اسی بنا پر جناب ڈاکٹر فضل الٰہی نے یہ مقالہ لکھا ہے۔ انھوں نے سات باتوں پر زور دیا ہے؛ نبی کریم ﷺ کی محبت کی فرضیت کو نہ بھولنا۔ آپ ﷺ کی محبت کے ثمرات کو ہمیشہ یاد رکھنا۔ آپ ﷺ کے احسانات کو فراموش نہ کرنا۔ شانِ مصطفیٰ ﷺ کو ہمیشہ نگاہوں کے سامنے رکھنا۔ آپ ﷺ کے اخلاقِ عالیہ کو کبھی نگاہوں سے اوجھل نہ ہونے دینا۔ کثرت سے آپ ﷺ کا ذکرِ خیر کرنا اور آپ پر درود پڑھنا۔ آپؐ سے محبت کرنے والوں کے احوال کو پیشِ نظر رکھنا۔ (نقطۂ نظر اکتوبر 2005 مارچ 2006 شمارہ 19 صفحہ: 188)

۸۷۔ نقوش رسول نمبر (۱۳ جلد)

(محمد طفیل، ۱۳ جنوری ۱۹۸۵)

پیغمبر انقلاب حضرت محمد ﷺ کے دور حیات سے لے کر آج تک آپ ﷺ کی مدح سرائی کی جا رہی

Marfat.com

ہے اور سیرت طیبہ کے حوالے سے قلم اٹھایا جا رہا ہے لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ عام طور پر آپ ﷺ کی سیرت کو روایتی انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ البتہ بیسویں صدی کی ابتداء یا اس سے کچھ پہلے انقلابی اور تحریکی سیرت نگاری کا آغاز ہوا یعنی حیات محمد ﷺ کے ساتھ ساتھ پیغام محمد ﷺ کو بھی پیش کیا جانے لگا۔ اس حوالے سے مختلف سیرت نگاروں نے ایک ایک موضوع کی طرف خاص توجہ دی اور سیرت کے حوالے سے خاص خاص پہلوؤں کے بارے میں تفصیلی معلومات فراہم کیں۔ لیکن یہ تمام معلومات مختلف رسالوں، جرائد اور کتابوں میں موجود تھیں، چنانچہ یہ ضرورت محسوس ہوئی کہ سیرت کے حوالے سے اہم موضوعات کو یکجا کیا جائے، یہ کام جتنا اہم اور ضروری تھا اتنا ہی مشکل بھی تھا، تاہم محمد طفیل صاحب نے اس بارگراں کا بوجھ اٹھایا۔ اس معاملے میں سید صباح الدین عبدالرحمٰن، مولانا سعید احمد اکبر آبادی، ڈاکٹر مختار الدین آرزو، ڈاکٹر محمد حمید اللہ، مولانا نعیم صدیقی اور ڈاکٹر اسرار احمد نے بھی ان کا خصوصی طور پر تعاون کیا۔

سرکارِ دو جہاںؐ کی تعریف خود خدا کرتا ہے کہ آپؐ رحمۃ للعالمین ہیں، اور کبھی یہ کہا گیا ہے:

''رسول اللہ ﷺ کی ذات تمھارے لیے بہترین نمونہ ہے۔''

''آپ ﷺ کی پیروی ضروری ہے۔''

اس لیے ان کے اقوال وافعال کو تحریر کرنا بہت ضروری ہے۔ یہ کام محمد طفیل نے اپنے رسالہ نقوش میں انجام دیا ہے۔

جلد اول:

پہلی جلد سیرت النبی ﷺ کے مآخذ اور مصادر اور اسلوب و تکنیک پر مشتمل ہے۔ تکنیک کے عنوان سے سیرت کی جامعیت کے بنیادی اصول، سیرت نگاری کے اہم پہلو اور سیرت نگاری کی ذمہ داریوں کو بیان کیا گیا ہے۔ اور اس ضمن میں ابن اسحاق، ابن ہشام، ابن سعد، واقدی اور طبری وغیرہ کے اسلوب کا ذکر کیا گیا ہے۔ پھر اس کے بعد قرآن پاک کو سیرت کا بنیادی ماخذ قرار دیا گیا ہے اور ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان کے مقالہ میں سورۃ فاتحہ سے لے کر سورۃ الناس تک تمام سورتوں سے سیرت کے حوالے سے مواد پیش کیا گیا ہے۔ اس کے بعد سیرت کے دور اول کے عنوان سے ابتدائی سیرت نگاروں: عروہ بن زبیر، ابن اسحاق، ابن ہشام، ابن سعد، تاریخ یعقوبی، ابن حزم الاندلسی، ابن عبدالبر، قاضی عیاض، ابن کثیر، علامہ یوسف بن اسماعیل، ابن الجوزی وغیرہ کا خصوصی تذکرہ کیا ہے۔ اس کے علاوہ ان کی کتب سیرت کا بھی بڑی جامعیت سے تذکرہ کیا ہے۔

اس میں سیرت کا بنیادی مواد، سیرت کا دور اول اور سیرت النبی کی اولین کتابوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

جلد دوم:

اس جلد میں بھی جلد اول کی مثل ایک مقدمہ ہے اور مقدمہ میں رسالتمآب ﷺ کی ذات کے مختلف

Marfat.com

پہلوؤں پر تفصیلی کلام کیا ہے۔ مقدمہ کا عنوان ''رسول اللہ ﷺ...... ایک نظر میں'' اور لکھنے والے نعیم صدیقی ہیں۔ اس میں رسول ﷺ کے لباس، وضع قطع، انداز تکلم، اکل و شراب اور رفتار کی تفصیل ہے، دوسرے لفظوں میں شمائل النبی ﷺ کا احاطہ کیا گیا ہے۔ مقدمے کا دوسرا حصہ غلام جیلانی برق بعنوان ''رسالت نامہ'' ہے۔ اس میں حضور ﷺ کے خاندان کی تفصیلات، اس کے علاوہ تلواروں، ڈھالوں اور مہمات کے ناموں کا بھی تذکرہ ہے۔

اس کے بعد ''الحق نبی علوی'' نے سیرت النبی ﷺ کو ایک نئی جہت میں بیان کیا۔ اس مقالہ کو پہلے نمبر پر رکھا گیا۔ اس میں chronological order سے سیرت النبی ﷺ کو بیان کیا۔ بعد ازاں ''الرسالات النبویہ ﷺ'' کا تذکرہ ہے اور یہ سلسلہ ''النجاشی ملک حبشہ'' سے شروع ہو کر ''اہل مقنا'' پر اختتام پذیر ہوتا ہے۔ کل ۹۹ مکتوبات کا ذکر ہے۔ اس کے بعد توحید اور وحی کی حقیقت سے آگاہی کے مقالات ہیں۔ پھر شبلی نعمانی کی ''سیرت النبی ﷺ'' کی جلد ہفتم سے تین مضامین بہت اہمیت کے حامل ہیں۔ ان کے عنوانات یہ ہیں:

(۱) مکہ اور مدینہ کی قدیم تاریخ

(۲) آپ ﷺ کی مکی اور مدنی زندگی

(۳) محمد رسول اللہ ﷺ، تیسرا مضمون ڈاکٹر حمید اللہ کا ہے جن کی زندگی سیرت کے لیے وقف تھی۔ اس جلد میں بھی دوسری کتب سیرت کے برعکس زیادہ تفصیلات ہیں اور واقعات کو چھو کر چھوڑا نہیں گیا بلکہ ان کو بیان کرنے کا حق ادا کیا گیا ہے۔

اس میں سیرت النبی ﷺ۔ الرسالۃ النبویہ۔ حقیقتِ وحی۔ حقیقت توحید۔ مکہ اور مدینہ کی قدیم تاریخ اور آپ ﷺ کی مکی و مدنی زندگی بیان کی گئی ہے۔

جلد سوم:

اس میں عالم بشریت اسلام سے پہلے، رحمت للعالمین بحیثیت کامل انسان۔ اصلاح معاشرہ۔ سیاسی نظام پر اثرات، اقتصادی نظام اور اصلاح معاشرہ کو بیان کیا گیا ہے۔

جلد چہارم:

اس میں عظیم انقلاب کا بانی و رہبر، علوم انسانی کے فروغ پر ہمارے رسول ﷺ کا اثر۔ اخلاقی اصلاح اور ہمارے رسولؐ غیر مسلموں کی نظر میں جیسے مباحث بیان کیے گئے ہیں۔

سیرت رسولؐ پر قلم اٹھانا اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا باعث ہے۔ دینی ادب میں نقوش ایک گراں قدر خزانہ ہے۔ اردو ادب میں جو مواد نہ تھا اس کو اردو میں لکھا گیا ہے۔

عربی اور انگریزی کتابوں کا ترجمہ بھی کیا گیا ہے۔ بہت سے علماء نے جو کتابیں لکھیں جواب موجود نہیں ہیں ان کے مقالات کو جمع کر کے ذخیرہ بنا دیا گیا ہے۔

Marfat.com

نقوش رسول نمبر بہت بڑی کوشش ہے جس میں سیرت کے تمام مراجع کو کھنگال کر بیان کیا گیا ہے، اس میں جونقشہ بیان کیا گیا ہے وہ بہت اچھی اور بنیادی چیز ہے جس میں سیرت کے بنیادی ماخذ کا ذکر ہے۔

سیرت کا بنیادی ماخذ قرآن ہے، قرآن پاک میں حضور ﷺ کی ذات کے متعلق بہت کچھ بیان کیا گیا ہے تا کہ پڑھنے والا متاثر ہو۔

نقوش کا ایک قابل تعریف کام یہ بھی ہے کہ اس نے دینی ادب کی بڑی خدمت کی ہے۔ نقوش ایک ضخیم کتاب ہے۔ سیرت نگاری پر مفصل اور جامع تبصرہ کیا گیا ہے۔

آنحضور ﷺ کی علمی حیثیت کو ابن جوزی کی کتاب سے لے کر جمع کر دیا گیا ہے۔

الشفا ایک منفرد کتاب ہے، نقوشِ رسول میں اس کے ہر اس پہلو کا ذکر ہے جن کا تعلق اعمال سے ہے۔ اس کتاب میں اصلاح معاشرہ اور نظم معاملہ کو بھی پیش کیا گیا ہے۔

جلد پنجم:

اس میں کئی اہل علم حضرات نے نقوش رسول نمبر کی افادیت اور اہمیت کو بڑے احسن انداز سے بیان کیا ہے۔ ان اہل علم میں سے شیخ الحدیث محمد مالک کاندھلوی صاحب فرماتے ہیں ''نقوش کا رسول نمبر سیرت النبیؐ کے موضوع پر ایک عظیم ترین خدمت ہے۔ اس میں جمع کردہ مضامین مستند اور بلند پایہ تحقیق کے حامل مضامین ہیں۔''

اس کے علاوہ سید صباح الدین عبدالرحمٰن، سید ابوالحسن علی ندوی، ڈاکٹر محمد حمید اللہ، مولانا سید مرتضیٰ حسین شامل ہیں۔ اس کے انتساب کو وہ اپنی والدہ محترمہ کی نذر کرتے ہیں۔ نقوش نمبر کی اس جلد کے اندر وہ بیان کرتے ہیں کہ اس میں دو بڑے قیمتی مقالے پیش کیے گئے ہیں۔ موضوع ''عہد نبویؐ کا نظام حکومت'' ہے۔

اس نقوش نمبر کے اندر جن مضامین کو مرتب کیا گیا۔ ان میں عہد نبوی ﷺ میں ریاست کا نشو و ارتقاء ہے اس کا آغاز کیا گیا ہے۔

اس میں انھوں نے روم، فارس، ہندوستان، چین، دوسرے ممالک اور عرب کے بارے میں معلومات کا احاطہ کیا ہے۔

اس کے بعد ریاست میں ریاست کی فکری بنیادوں اور ایمان لانے والی چیزوں کا بیان ہے یعنی ایمان باللہ، ایمان بالرسل، ایمان بالملائکہ، ایمان بالرسالت۔ ایمان بالکتب اور ایمان بالآخرت کا بیان ہے۔

اس کے بعد استحکام و انتظام ریاست کے بارے میں معلومات فراہم کی ہیں۔ دوسرے مقالے کے اندر ''عہد نبوی میں ''تنظیم ریاست وحکومت'' پر مستند مواد مہیا کیا گیا ہے۔

اس میں اندر اسلامی ریاست کے ارتقاء کو بیان کیا گیا۔ اس کے منہج و مقاصد تاریخی ونظریاتی پس منظر کو بیان کیا گیا ہے۔ نیز قبائل عرب اور اسلام، مغربی قبائل عرب اور مشرقی قبائل عرب۔ شمالی قبائل عرب اور

پراگندہ قبائل عرب کے بارے میں بیان کیا گیا ہے۔

پھر فوجی تنظیم جو عہد رسالت میں تھی اس کو بیان کیا ہے۔ اس کے بعد اسلامی ریاست کا شہری نظم و نسق، اسلامی ریاست کا مالیاتی نظام اور آخر میں عہد نبویؐ کا مذہبی نظام بیان کیا ہے۔

جلد ششم:

اس جلد میں حضور ﷺ کے اقوال کو جمع کیا گیا۔ دیکھ لیجیے کہ وہ شخص امی تھا ان کے اقوال میں کیا کیا حکمتیں ہیں، کیا کیا معرفت کے خزینے ہیں۔ دنیا کا کوئی بقراط کوئی سقراط ایسی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ ایسا کچھ وہی دے سکتا تھا جس کا براہ راست تعلق خدا سے تھا۔ ساری انسانی معجز بیانیاں فرمودات رسول ﷺ کے سامنے ہیچ ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے جو کچھ کہا اس کا کچھ حصہ آپ کو اس جلد میں ملے گا۔ جو کچھ رہ گیا وہ باقی جلدوں میں ہے۔ یہ دنیا کی ایسی اکیلی ہستی ہیں جو کہا وہی کیا، جو کیا وہی کچھ کہا۔ اس جلد کے شروع میں علم حدیث، تدوین حدیث اور حدیث پر فنی قسم کے مضامین شامل کر دیئے گئے ہیں جو کہ حسب ذیل ہیں:

(۱) برصغیر میں علم حدیث
(۲) برصغیر میں علم حدیث کی تاریخ
(۳) برصغیر میں کتب حدیث کی نایابی
(۴) حدیثوں کی جمع و تدوین
(۵) احادیث میں تمثیلات
(۶) اقوال الرسول ﷺ
(۷) آپ ﷺ کا اسلوب
(۸) اعتقادات
(۹) معاملات
(۱۰) اخلاقیات
(۱۱) نظامات
(۱۲) سیرت و مناقب

جلد ہفتم:

اس جلد کے موضوعات میں مندرجہ ذیل عنوانات شامل ہیں:

(۱) مکالمات رسول ﷺ

Marfat.com

(۲) کاتبانِ وحی

(۳) سیر الطیبات

(۴) عہد نبوی ﷺ کے چند نامور سپہ سالار

(۵) رسول اللہ ﷺ کے فیصلے

(۶) رسول اکرم ﷺ کی حکمت سیاست

(۷) بارگاہ نبویؐ ورسالت میں حاضر ہونے والے وفود

(۸) النبی الامی ﷺ

اس کا اولین مضمون مکالمات رسول ﷺ پروفیسر فیض اللہ منصور صاحب کی تحریر ہے۔ اس میں انھوں نے بنیادی مصادر سیرت وحدیث کے حوالوں سے رسول اکرم ﷺ کے ارشادات کی معنویت، فصاحت و بلاغت اور ادبی اہمیت کو اجاگر کیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ مختلف مثالوں سے اپنے دعویٰ ونظریہ کے حق میں دلائل بھی دیے ہیں۔ اسی طرح دوسرا مضمون حضور ﷺ کے کاتبین وحی کے بارے میں ہے۔ اس مضمون میں انھوں نے 48 اصحاب رسول ﷺ کا تعارف کروایا ہے جو وحی مبارک کو حضور ﷺ کی نگرانی میں ضبطِ تحریر میں لاتے تھے۔ تیسرا مقالہ جناب رسالت مآب ﷺ کی عفت مآب بنات اربعہ کی تفصیلی سوانح عمری اور حالات زندگی پر مشتمل ہے۔ اس کے مؤلف جناب مولانا مقصود احمد بھوپالی ہیں۔ تیسرا مقالہ بھی تحقیق کے اعلیٰ معیار پر پورا اترتا ہے۔ چوتھا مقالہ عہد نبوی ﷺ کے نامور سپہ سالاروں کے نام ہے۔ اس میں حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کا تفصیلی تعارف موجود ہے۔ اس سے اگلا مقالہ جو کہ پانچویں نمبر پر ہے اس کے لکھنے والے بھی پروفیسر فیض اللہ منصور ہیں۔ یہ رسول کریم ﷺ کے قضایا اور عدالتی فیصلوں اور فتاویٰ پر مشتمل ہے۔ چھٹا مقالہ رسول اکرم ﷺ کی حکمت سیاست کے عنوان سے سید اسعد گیلانی نے لکھا ہے، بہت بہتر انداز کا حامل ہے۔ ساتواں مقالہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہونے والے وفود کے بارے میں ہے، اس کے لکھنے والے ابن ہاشم المعافری ہیں اور مترجم محمد عبدالحکیم شرف قادری ہیں۔ اس مقالے میں فاضل مصنف نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہونے والے تقریباً ۱۷ وفود کا تذکرہ کیا ہے۔

آخری مقالہ النبی الامی ﷺ کے زیر عنوان علامہ شہید مرتضیٰ المطہری نے لکھا ہے۔ اس کا ترجمہ نور الٰہی ایڈووکیٹ نے کیا ہے۔ سید مرتضیٰ مطہری صاحب ایک نامور فلسفی اور مصنف ہیں۔ اس مقالہ میں بے شمار وسعتیں ہیں۔ انھوں نے سیرت مطہرہ کے جس پہلو کو بطور خاص زیر بحث رکھا ہے وہ آپ ﷺ کے امی ہونے کا وصف ہے۔ اور یہ وصف قرآن کریم کے منزل من اللہ ہونے کے دلائل میں سے ایک واضح دلیل ہے، لہٰذا اس کا

تعلق بھی حضور رسالت مآب ﷺ کے اوصاف نبوت سے ہے۔ چنانچہ جناب مطہری صاحب نے اس پہلو کو اس مقالے میں بڑی خوبی اور حسن کے ساتھ سمویا ہے۔

جلد ہشتم:

اس جلد میں درج ذیل عنوانات پر تفصیلی مقالات لکھے گئے ہیں:

(۱) خطبات رسول از ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی
(۲) اصحاب بدر از قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری
(۳) واقعہ ہجرت از ڈاکٹر سید مطلوب حسین
(۴) ہجرت مدینہ کے اسباب و محرکات از ڈاکٹر نثار احمد
(۵) ہجرت رسول ﷺ از سید اسعد گیلانی
(۶) ہجرت نبوی ﷺ، راہیں، قیام، منزلیں از عبدالقدوس انصاری
(۷) فصاحت نبوی ﷺ از ڈاکٹر ظہور احمد اظہر
(۸) رسول اللہ ﷺ کے کلام کی فصاحت و بلاغت از شمس بریلوی
(۹) رسول اللہ ﷺ کے کلام کی فصاحت و بلاغت از نصر اللہ خان
(۱۰) اصحاب صفہ از حافظ ابونعیم اصفہانی
(۱۱) علم و تہذیب کی ترقی میں معارف محمدی کا حصہ از شبیر احمد خان غوری
(۱۲) حضور ﷺ کے جوامع الکلم از شرف الدین اصلاحی
(۱۳) ارشادات نبوی ﷺ (جوامع الکلم) از ڈاکٹر ظہور احمد اظہر
(۱۴) جوامع الکلم از جسٹس مفتی سید شجاعت علی قادری
(۱۵) سرور عالم ﷺ نازک ترین لمحات کی میزان پر از سید محمد ریاست علی فاروقی
(۱۶) سرور عالم ﷺ نازک ترین لمحات کی میزان پر از عبدالوہاب حجازی
(۱۷) رسالت محمدی ﷺ کا آخری ثبوت از مولانا ارشد قادری
(۱۸) نبوت و رسالت دلائل عقلیہ سے از سید لال شاہ بخاری
(۱۹) نبوت و رسالت دلائل عقلیہ سے از مولانا محمد عبدالمالک
(۲۰) رسول اکرم ﷺ بحیثیت مظہر ختم نبوت از چیف جسٹس شیخ آفتاب حسین
(۲۱) کائنات، انسان، ضرورت نبوت اور ختم نبوت کی اہمیت از ڈاکٹر سید مطلوب حسین
(۲۲) حضور ﷺ بحیثیت مظہر تکمیل ختم نبوت و رسالت از سابق چیف جسٹس قدیر الدین احسن

Marfat.com

جلد نہم:

یہ جلد ۷۵۲ صفحات پر مشتمل ہے۔اس کتاب میں ۴۴ مقالہ جات ہیں جن کے عنوانات اور مقالہ نگار کے نام درج ذیل ہیں:

سیرت اور مطالعہ سیرت:

اس عنوان کے ضمن میں چھ مقالہ جات ہیں:

۱۔ سیرت طیبہ حضور ﷺ کے اسماء والقاب کے آئینہ میں۔۔۔ڈاکٹر سید محمد عبداللہ

۲۔ ادب، قبل از اسلام میں ذکر خیر الانام۔۔۔سید آل احمد رضوی

۳۔ اسلامی تاریخ نگاری میں زُہری کا حصہ۔۔۔عبدالعزیز دوری: مترجم، ظفر الاسلام

۴۔ ابوالحسن علی بن حسین بن علی المسعودی۔۔۔فاروق خورشید: ترجمہ، جناب اسد اللہ

۵۔ سیرت کی چھیالیس مطبوعہ اور قلمی کتابیں۔۔۔مسعد سویلم الشامان، ترجمہ: مولانا اجمل اصلاحی

۶۔ سیرت اور مطالعہ سیرت۔۔۔مولانا ابوالکلام آزاد

آثار:

اس عنوان کے ضمن میں ۷ مقالہ جات ہیں:

۷۔ مدینۃ الرسول ﷺ، بزبان محمد رسول اللہ ﷺ۔۔۔محمد مسعود عبدہ، ترجمہ: سید مسعود مشہدی

۸۔ مدینۃ النبی ﷺ کی اولین اسلامی مملکت۔۔۔حکیم محمد یحیٰ خان شفا

۹۔ جنت البقیع۔۔۔سید مسعود مشہدی

۱۰۔ جناب بارگاہ نبوی ﷺ میں۔۔۔محمد مسعود عبدہ

۱۱۔ رحمۃ للعالمین ﷺ کی قائم کردہ چراگاہیں۔۔۔ابن حکیم غلام مصطفیٰ

۱۲۔ عظیم یادیں (جنہیں حضور ﷺ سے نسبت ہے)۔۔۔ترجمہ: سید مسعود مشہدی

۱۳۔ شہدائے کرام (جنھوں نے حضور ﷺ کے پیغام پر لبیک کہا)۔۔۔سید مسعود مشہدی

متعلقات سیرت:

اس عنوان کے تحت ۱۷ مقالہ جات ہیں:

۱۴۔ عہد نبوی ﷺ اور نظام اقتصاد۔۔۔محمد ایوب قادری

۱۵۔ شعب ابی طالب۔۔۔ڈاکٹر نثار احمد

۱۶۔ تقابل تقویمین۔۔۔حکیم محمد یحیٰ خاں شفا

۱۷۔ معجزانہ قوت وانقلاب کا داعی۔۔۔خلیقی دہلوی

Marfat.com

۱۸۔ وما ارسلنٰک الا رحمة للعالمین ---چیف جسٹس شیخ آفتاب حسین
۱۹۔ مساوات کا علمبردار ---مولانا علم الدین سالک
۲۰۔ مقام رسول ﷺ ---ڈاکٹر محمد ذکی
۲۱۔ محمد رسول اللہ ﷺ کی فتح ---سید قطب شہید۔
۲۲۔ دنیا کا آخری پیغمبر ﷺ ---مولانا قاری خلیل احمد
۲۵۔ سرورِ کائنات ﷺ کی پیش گوئیاں ---محمد نیاز عبداللہ
۲۶۔ رسول اللہ ﷺ کا انتباہ ---مولانا ڈاکٹر عبدالحی
۲۷۔ موجودہ مشکلات اور سیرت رسول ﷺ ---سید حامد علی
۲۸۔ رسول اکرم ﷺ اور تعمیر انسانیت ---غلام احمد حریری
۲۹۔ ہمارے نبی ﷺ کی قوت عمل ---مولانا نیاز فتح پوری
۳۰۔ رسول اللہ ﷺ اور شعر ---عبدالوہاب خاں عاصم
۳۱۔ معمولات رسول ﷺ ---سید خورشید احمد گیلانی
۳۲۔ حضور ﷺ کی دعائیں ---سلیس سلطانہ

جان نثاران محمد ﷺ (خلفاء)

اس عنوان کے ضمن میں ۱۲ مقالات ہیں:

۳۳۔ مواخاۃ صحابہ ---ڈاکٹر نثار احمد
۳۴۔ شان حضرت سیدنا ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ (حضرت حسانؓ کی نظر میں) ---عبدالرحمٰن البرقوقی
۳۵۔ سیرۃ الصدیق رضی اللہ عنہ ---محمد حبیب الرحمان خاں شروانی
۳۶۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں نظام حکومت ---محمد حسین ھیکل
۳۷۔ عہد فاروقی میں تمدنی ترقی ---علامہ شبلی نعمانی
۳۸۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آخری لمحات ---مولانا ابوالکلام آزاد
۳۹۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ امام صوفیہ ---حضرت شیخ علی ہجویری ثم لاہوری
۴۰۔ مآثر واوصاف عثمان رضی اللہ عنہ ---حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی
۴۱۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر لکھے گئے مراثی کا ذکر ---مرتب ومترجم: غلام قادر نجار
۴۲۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور رسول خدا ﷺ ---مرتب ومترجم: غلام قادر نجار
۴۳۔ علم، باب العلم کے الفاظ میں ---مرتب ومترجم: غلام قادر نجار
۴۴۔ اقتباسات نہج البلاغہ ---سید عبداللہ یٰسین حسنی

Marfat.com

جلد دہم:

نقوش (رسول ﷺ نمبر) کی اس جلد میں منظوم سیرت نگاری کی گئی اور یہ واحد جلد ہے جس میں اس صنف کو جگہ دی گئی، باقی تمام جلدیں نثر کی صورت میں ہیں۔ اس میں درود و سلام، قصائد، مسدس، مخمس، مثنوی، تضمین، رباعیات و قطعات، نعتیہ نظم، آزادانہ نعتیہ نظم اور نعتیہ غزل کو عنوانات بنا کر تخلیقات پیش کی گئی ہیں۔ اس جلد کی ضخامت بھی ماقبل جلدوں کی سی ہے اور اس میں صرف مرحوم شعراء کے کلام کو جگہ دی گئی ہے۔

ابتداء میں نعت کا لغوی مفہوم اور نعتیہ شاعری پر قرآن و حدیث کے اثرات کو تفصیلاً بیان کر دیا گیا ہے۔ حضور ﷺ کی مدح سرائی میں لکھا گیا انتہائی خوبصورت کلام منتخب کر کے مرتب کیا گیا ہے۔ اس میں عربی اور فارسی کلام مع اردو ترجمہ موجود ہے۔ اس کے بعد بارگاہ حبیب ﷺ میں ہدیہ درود و سلام پیش کیا گیا ہے جس میں امیر مینائی، اسمٰعیل میرٹھی اور آغا شورش کاشمیری جیسے شعراء کا کلام ہے۔ جوش ملیح آبادی کے قصائد اور مولانا حالی کی مسدس اس کے شاہکار ہیں۔

ایک اہم نکتہ کی طرف اشارہ کر دوں کہ اس میں نعتیہ غزل کو انتہائی اہتمام کے ساتھ جگہ دی گئی جو کہ بعض ارباب حل و عقد کی نگاہ میں باعث جرح بھی ہے تاہم یہ منظوم سیرت نگاری کا بہترین شہ پارہ ہے۔

جلد یازدہم:

شمارہ نمبر ۱۳۰ پر مشتمل ہے جو کہ جنوری ۱۹۸۵ میں شائع ہوا۔ اس میں صاحب کتاب نے آغاز میں سیرت ابن اسحاق کے مختلف عنوانات پر جو کہ کتاب کا تہائی حصہ پر مشتمل ہیں بحث کی ہے۔

عہد نبوی میں غزوات و سرایا کی اقتصادی اہمیت پر ڈاکٹر محمد یاسین مظہر صدیقی نے تفصیل سے بات کی ہے۔

مستشرقین اور مطالعہ سیرت کے عنوان پر ڈاکٹر نثار احمد نے تفصیل سے مقالہ تحریر کیا ہے۔

عہد نبوی ﷺ میں عدلیہ اور انتظامیہ پر ڈاکٹر محمد یوسف گورایہ نے ۶ ابواب پر مشتمل تفصیلی مقالہ لکھا ہے جن کے عنوانات درج ذیل ہیں:

عرب قبل از اسلام، قبل از اسلام عرب میں نظام عدل، دستور مدینہ کے تحت عدلیہ، قرآنی دستور کے تحت نظام عدالت، عہد رسالت میں صوبائی نظام عدالت، عدالت کا نظام عدالت اور جدید معترضین اور مستشرقین۔

جلد دوازدہم:

اس کتاب میں سب سے پہلے ''عہد نبوی ﷺ میں تنظیم ریاست و حکومت'' جو کہ جلد پنجم کے بقایات میں سے ہیں اس میں ضمائم ہیں جو کہ مہموں کے قائدین سے لے کر افسران اُمور حج تک بیان کیے گئے ہیں۔ تعلیقات و حواشی کے عنوان سے عہد نبوی ﷺ میں تنظیم ریاست و حکومت سے عہد نبوی ﷺ کا مذہبی نظام تک

بیان کیا ہے۔ پھر عہد نبوی ﷺ میں آپ ﷺ کی مہمات کو بیان کیا گیا۔ چوتھے نمبر پر مسرور انسانیت جس میں بطرز پند ونصائح اور آپ ﷺ کی حیات کے بارے میں وفات تک کے حالات بیان کیے گئے ہیں پھر آخر میں دیگر جلدوں کے اشاریے اور فہرستوں کو بیان کیا ہے۔

سیزدہم:

یہ جلد ۱۳ جنوری ۱۹۸۵ء میں شائع ہوئی۔

جہاں پر پیغمبر اسلام ﷺ کی سیرت کو بیان کیا جاتا ہے وہاں آپ ﷺ کے جان نثار صحابہ کرامؓ کا بھی ذکر آتا ہے۔ تو نقوش کے اس نمبر میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حالات زندگی، آپ ﷺ کے وصال کے بعد خلافت کا مسئلہ اور پھر خلیفہ کا انتخاب اور قریش وانصار کے درمیان خلافت پر بحث کا ذکر کیا گیا ہے۔

پھر اسلام کے پہلے خلیفہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا انتخاب ہوا۔ آپ ﷺ نے اپنی زندگی میں ہی اشارات سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نام خلافت کے لیے نامزد کر دیا تھا۔ اور اس وقت کے مسائل میں صرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی واحد شخص تھے جو ان مسائل کا مقابلہ کر سکتے تھے اور امت کو ایک جگہ جمع کر سکتے تھے یہ صرف ان کا خاصہ تھا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں سب سے بڑا فتنہ، فتنۂ ارتداد تھا۔ جب لوگوں نے نہ صرف اسلام کو ترک کر دیا بلکہ اسلام کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کے خلاف جہاد کیا اور اس فتنے کا خاتمہ کیا۔ پھر منکرین زکوٰۃ کے خلاف جہاد فرمایا۔ اس بارے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے تاریخی الفاظ ہیں: ''اللہ کے دین میں کمی آئے اور ابوبکر زندہ رہے۔ یہ نہیں ہو سکتا''۔

پھر مختلف علاقوں میں فتوحات کا سلسلہ شروع ہوا، اسلام سرزمین عرب سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں نکل کر عجم میں پھیلا۔

اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا ذکر ہے۔ اور انتہائی تفصیل کے ساتھ فتوحاتِ عمر رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ جس میں ایران، عراق، شام، فلسطین ومصر، دمشق اور اسکندریہ وغیرہ کی فتوحات کا تفصیلی بیان ہے۔

اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے نظام حکومت کی وضاحت ہے۔ اس طرح کا نظام دنیا میں نہ پہلے کسی نے پیش کیا اور نہ آج کی جدید دنیا پیش کر سکی۔ جس میں:

(۱) امیر المومنین اور آپ کے عمال
(۲) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد کا عدالتی نظام
(۳) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور کا مالی اور ملکی نظام
(۴) اسلامی جمہوریت

اسلامی حکومت میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایسی جمہوری حکومت پیش کی جس کی مثال آج تک دنیا پیش نہیں کرسکی۔ آج مغرب کا نعرہ تو ہے جمہوریت لیکن اس کی جمہوریت صرف نعروں تک محدود ہے۔ اس کے سوا کچھ نہیں جبکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی جمہوریت حقیقی معنوں میں جمہوریت تھی۔

اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور کا ذکر ہے۔ ان کا انتخاب جو کہ شورائی نظام کے تحت عمل میں آیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں آرمینیا فتح ہوا اور اسلام امریکہ میں جا پہنچا۔

جمع تدوین قرآن:

اس کے بعد مساوات کا دور شروع ہوتا ہے۔ کوفہ میں فتنہ کا دور، بصرہ میں فساد، مصر میں فسادات وغیرہ کا دور شروع ہوتا ہے۔ مدینہ کے صحابہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا انتخاب، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں نے کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور میں اسلام میں کوئی فتوحات نہ ہوسکیں۔ بلکہ آپس کی جنگیں ہوئیں جس میں جنگ جمل، اور جنگ صفین ہیں۔ پھر خلفا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے عنوان سے خلفاء اربعہ کے حکومتی عدالتی انتظامی امور کا ایک جائزہ پیش کرتے ہیں۔ جس میں صوبوں کی تفصیل، گورنروں کی تفصیل اور پھر ججوں کی تفصیل بیان کرتے ہیں۔ اور پھر آخر میں تشریحات وحوالہ جات پیش کرتے ہیں۔ رسول نمبر کے حوالے سے اہل علم کی رائے کو ذکر کرتے ہیں۔ جس میں مختلف علماء کرام، سیاسی لوگوں اور عدالتی شعبہ سے تعلق رکھنے والے لوگوں کی آرا کا خاص طور پر ذکر کرتے ہیں۔

اس کے بعد اخبارات کی رائے کو بھی اس بارے میں نقل کرتے ہیں۔

۸۸۔ ''نقوش سیرت'' کا خصوصی تعارف:

(ڈاکٹر شیر محمد زمان چشتی، پروگریسو بکس، لاہور)

زیر تبصرہ کتاب پاکستان کے معروف محقق، منتظم اور صاحبِ قلم پروفیسر ڈاکٹر شیر محمد زمان چشتی مدظلہ العالی کے سالہا سال کے مطالعہ اور علمی تجربہ کا نچوڑ ہے جو ۲۴۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ خوبصورت جلد میں یہ کتاب نہایت دیدہ زیب ہے۔ اسے پروگریسو بکس اردو بازار لاہور نے شائع کیا ہے۔

ڈاکٹر صاحب کتاب کو اپنے امی جان اور ابا جان کے نام منسوب کرتے ہوئے کہتے ہیں ''جن سے سب کچھ پایا پر محرومی قسمت سے انھیں کچھ لوٹا نہ سکا''۔

اس کتاب کی ابتداء میں ملک کے معروف سکالر استادِ محترم پروفیسر ڈاکٹر خالد علوی صاحب، معروف ادیب اور عربی زبان کے ماہر محترم پروفیسر ڈاکٹر خورشید رضوی اور عظیم مفکر پروفیسر عبدالجبار شاکر صاحب کے تبصرے ہیں جو کہ ۳۸ صفحات تک ہیں۔ تینوں دانش وروں نے اس کتاب پر نہایت علمی اور مفصل انداز میں تبصرے کیے ہیں۔

Marfat.com

ص ۳۹ پر عرضِ مؤلف: کے عنوان سے صرف ایک ورق لکھا ہے۔ اس میں صاحب کتاب کی منکسر المزاجی ملاحظہ ہو: ''احباب کی محبت نے جانا کہ شاید ان کی طرح کچھ اور اہل درد بھی ان کلمات کی شکستگی کو گلے لگالیں، پر اپنی کم مائیگی کو سر بازار لانا دیوانگی کا تقاضا کرتا ہے۔ نصیبوں والے ہی ایسے جنوں سے بہرہ مند ہوتے ہیں۔ ''فرزانگی'' کا حجاب اوڑھنے والوں، دنیا کی طرف دیکھنے والوں، میں یہ جسارت کہاں سے آئے! اس کشمکش میں انجام کار احباب کے خلوص اور اس ناچیز کے بارے میں ان کی حسن ظنی کی فتح ہوئی''۔

یہ کتاب تین حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلا حصہ ''آنچہ خوباں ہمہ دارند، تو تنہا داری'' کے زیر عنوان چار مقالات پر محتوی ہے۔ دوسرا حصہ ''سیرت نگاری کے دو مناہج'' میں دو مقالات شامل ہیں جبکہ تیسرے حصہ ''اردو میں سیرت پر چند حالیہ تصانیف'' میں تین مقالات میں شامل ہیں، آخر میں اسماء الرجال، اسماء اماکن اور اسماء کتب کی فہارس کے ساتھ اشاریہ مرتب کیا گیا ہے۔

کتاب کی چند خصوصیات:

یہ کتاب بہت سی خوبیوں سے مزین ہے۔ جن میں سے ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں سیرت نبوی ﷺ اور اسلام کے حقائق کو ہمارے دور کے لیے نمونہ ثابت کرتے ہوئے کوئی نہ کوئی پیغام دینے کی کوشش کی گئی ہے۔ صلح حدیبیہ میں رسول اللہ ﷺ کے معاہدے کا ذکر کہ ابو جندل رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے معاہدے کے دوران ہی قریش کے سفیر سہیل بن عمرو کے حوالے کر دیا کیونکہ یہ طے ہو چکا تھا۔ ہم نے بھی ایک عہد کیا جس کی صدائے بازگشت ہمارے بچوں، بوڑھوں، مردوں، عورتوں کی زبان کا ورد ہوگئی۔ پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ کا نعرہ قریہ قریہ، گاؤں گاؤں گونجا، پینتیس برس ہوئے رمضان المبارک کا مہینہ تھا۔ ستائیسویں کی مبارک شب کہ رب جلیل نے ایک مرد عظیم کے ہاتھوں اپنا وعدہ پورا فرما دیا۔ ہمارے حصے کی شق باقی رہی، کیا ہم اپنا فرض اتار چکے؟ ہم نے ارض پاکستان کو لا الہ الا اللہ کا جیتا جاگتا نقشہ بنانے میں کہاں تک پیش رفت کی؟ ہماری انفرادی واجتماعی زندگی پر کہاں تک اخلاقیات وتعلیمات محمد ﷺ کا رنگ چڑھا۔

انداز نگارش کا اچھوتا انداز:

انداز نگارش میں عجیب چاشنی ہے۔ بطور مثال: اعلان نبوت کا دسواں سال ہے، ابو طالب رخصت ہوئے پھر سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے بھی داعی اجل کی پکار پر عین منجدھار میں اس رفیق کی رفاقت توڑ دی جسے کملی اڑھا اڑھا کے بار نبوت اٹھانے کی تشفیاں دی تھیں۔ عم نصیر بھی گیا، رفیق وزیر بھی رخصت ہوا۔ مصائب کی آندھیاں بن گئیں۔ یہ پیغمبر ﷺ ہے کہ اپنی دُھن میں تن من دھن اس طرح دعوت کی راہ میں لٹانے کو تیار۔

علمی ولغوی مباحث:

مصنف نے دوسرا مقالہ ''محمد رسول ﷺ نبی رحمت وعزیمت'' کے عنوان سے لکھا ہے۔ یہ مقالہ عجیب

Marfat.com

خوبصورتی کا شاہکار ہے۔ اس میں کئی علمی اور لغوی نکتے بیان کیے گئے ہیں۔ ملاحظہ کیجئے:

بے محل نہ ہوگا اگر یہاں اس نکتے کی بھی صراحت کر دی جائے کہ اللہ تعالیٰ کے بیشتر صفاتی نام انسانوں اور دیگر مخلوق کے لیے بھی استعمال ہو سکتے ہیں۔ مثلاً رحیم کو لیجیے۔ یہ اسم قرآن مجید میں ہی رسول کریم ﷺ کی ذات اقدس کے لیے بھی استعمال ہوا ہے۔ حضور ﷺ کی مومنین کے لیے شفقت اور رافت و رحمت کے بارے میں ارشاد ربانی ہے:

﴿لَقَدْ جَآءَ كُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾

اس آیت کریمہ میں رب رحیم کے دو صفاتی ناموں رؤف اور رحیم کا استعمال حضور ﷺ سرورِ کائنات کے لیے فرمایا گیا ہے۔ رحیم کی جمع رُحماء ہے جس کا استعمال حضور ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کے لیے ہوا ہے:﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ﴾ اَحد کا کلمہ سورۃ اخلاص کی آیت، میں ذات باری کے لیے اور آیت ۴ میں "کفواً" کی صفت کے طور پر آیا ہے۔ اس کلمہ سے مؤنث کا صیغہ "اِحدیٰ" قرآن کریم میں جابجا استعمال ہوا ہے۔ خالق کا لفظ کسی ادب پارے یا فن پارے کی تخلیق کرنے والے کے لیے عام بولا جاتا ہے۔ حکیم، حلیم، عظیم، متین، رفیع، شکور، ظاہر، حاکم ۔۔۔۔۔ علیٰ ہذا القیاس رب کریم کے بیسیوں صفاتی ناموں کا استعمال انسان یا دیگر مخلوق کے لیے بھی ہوتا ہے۔

آپ کی رحمت کا فیض بلا قید زمان، عالم حاضر و عالم مستقبل، ہر زماں، اہل زماں کے لیے جاری ہے۔ دوست کی دوستی، جانثار کی جانثاری، صاحب خیر و خلوص کی غمگساری، اعداء کینہ پرور کا عناد، مجوسی و صابی کا فساد، خاکی کا عجز، عالی کا فخر، ابلہ کی سادہ لوحی، جینیس کی عبقریت، غریب کی غربت، قریب کی قربت۔۔۔۔۔ ہر کیفیت میں محمد مصطفیٰ ﷺ کی رحمت کا در کشادہ، فتح مکہ کے جلال و جبروت میں محمد عربی ﷺ کی قوت و سطوت اور شان و شکوہ ہو یا بازار طائف کا انبوہ، اور اس میں لہولہان بے بس پردیسی کی بیچارگی، ہر عالم میں رحمت محمدیؐ کی شان میں، آن بان میں، نہ کمی نہ تغیر اور کیسے ہو کہ ﴿ورحمتی وسعت کل شیء﴾ شہنشاہِ کائنات رب العالمین نے خود محمد عربی ﷺ کو رحمۃ للعالمین کے تاج سے سرفراز فرمایا۔ یہی عالمین کے کلمہ کی حکمت ہے، جامعیت ہے۔

آج اکناف عالم میں امت مسلمہ گھمبیر مسائل میں ہی گرفتار نہیں، اس کا تشخص اور وجود بھی معرض خطر میں ہے۔ یہ "اسلام خطرے میں ہے" کا روایتی نعرہ نہیں، ہمارے گرد و پیش کی معروضی حقیقت ہے۔ شرق و غرب، دائیں اور بائیں کی نظریاتی جنگ، اشتراکیت و شیوعیت اور مغربی سرمایہ دارانہ جمہوریت کی سرد جنگ سرد ہو چکی ہے۔ نیو ورلڈ آرڈر کے پالیسی ساز بین الاقوامی بساط پر اپنی عملی سیاست اور دسیسہ کاری سے پیغام دینے میں کسی اخفاء، ایماء یا ابہام سے کام نہیں لے رہے کہ ان کا ہدف "اسلامی بنیاد پرستی" (Islamic Fundamentalism) ہے۔ آج سے تقریباً ۶۵ برس پہلے جنوبی ہند کے ایک دردمند مسلمان

Marfat.com

کے نام اپنے خط میں حکیم الامت علامہ اقبال رحمۃ اللہ نے لکھا تھا:

"I am glad to hear that the Prophet's birthday invoked great enthuism in South India. I believe the personality of the Prophet is the only force which can bring together the scattered forces of Islam in this country".

نقوشِ سیرت کا مرکز ومحور اطاعتِ رسول ﷺ:

مصنف نے اپنی کتاب کے تیسرے مقالہ کا موضوع ''اطاعت رسولؐ فوز وفلاح کا ذریعہ'' رکھا ہے۔ یہ صدارتی کلمات پر مشتمل ہے۔اس میں دو مقالہ نگاروں پر تبصرہ ہے،فرماتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ ہمارے آقا ومولا پر ایمان ہی یقیناً دنیا اور آخرت میں نجات کا باعث ہے،سرخروئی کا ذریعہ ہے،فلاح اور کامیابی کا وسیلہ ہے۔اس کے بغیر سب کچھ نامکمل ہے۔حکیم الامت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ کے الفاظ میں ہم تمام زہد وتقویٰ کے باوجود،سب علم وفضیلت کے باوجود،حضور ﷺ کی ذات گرامی کے ساتھ محبت واطاعت کا تعلق قائم نہ کرسکیں تو سچی بات یہ ہے کہ سبھی کچھ بے کار ہے۔

مزید اس طرح رقمطراز ہیں:

صداقت کبھی پرانی نہیں ہوتی،سچائی کبھی باسی نہیں ہوتی،خواہ اسے لاکھوں بار دہرایا جائے۔یہ مصرع ''اور تم خوار ہوئے تارک قرآں ہوکر'' کبھی اپنی حقیقت کھونہیں سکتا۔آج ہم اپنے اردگرد مسلمان کی خواری کے، تذلیل کے،بے بسی کے،جو شرمناک منظر دیکھ رہے ہیں ان کی وجہ ترکِ قرآن اور حبِ رسولؐ کا فقدان ہے۔

مغرب کے لوگوں کے نظریہ کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ان کے نزدیک اب واحد ہدف اسلام ہی ہے۔وہ تہذیبوں کی آڑ میں یہ سب کچھ کہتے ہیں اور ہم ان کی Duplicity کا رونا روتے ہیں کہ وہ دہشت گردی کی تعریف ایک جگہ پر کچھ اور کرتے ہیں دوسری جگہ کچھ اور کرتے ہیں۔یہ ہماری اپنی سادہ لوحی ہے۔ہم اور آپ ان سے یہ توقع کیوں کرتے ہیں کہ وہ فلسطین کے بارے میں بھی وہی پالیسی اختیار کریں،اسرائیل کے اندر اسرائیل کی دہشت گردی کو بھی اسی نظر سے دیکھیں جس نظر سے وہ کسی مسلمان ملک میں،یا کسی بھی مسلمان تنظیم یا فرد کی طرف سے ظاہر ہونے والی دہشت گردی کو دیکھتے ہیں۔

آپ کے چوتھے مقالے کا عنوان ''اسلامی فلاحی ریاست اسوۂ حسنہ کی روشنی میں'' ہے۔یہ مقالہ مذہبی امور کی وزارت کے ہی پیش کیے گئے مقالات پر تبصرہ ہے۔

فرماتے ہیں مناسب ہوگا کہ گفتگو کے آغاز میں ہی ایک اہم نکتے کی تصریح کردی جائے۔دور جدید میں فلاحی ریاست کی متعدد تعبیریں کی گئی ہیں۔ان نظریات اور اصطلاحی تعریفوں کی تفاصیل کا یہ موقع نہیں۔

Marfat.com

نہایت اختصار سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ ریاست کے شہریوں کی تمام ضروریات کی فراہمی اور مادی بہبود ان کا مرکزی نقطہ ہے۔ خوراک، لباس، رہائش، تعلیم، صحت عامّہ وغیرہ سب اس کے دائرہ میں آتے ہیں۔ اس فلاحی تصور کے یہ سب عناصر اسلامی ریاست کے نمایاں ارکان بھی ہیں۔ اس ضمن میں کوئی فرق ہے تو یہی کہ مغرب میں ان تصوّرات کی تاریخ زیادہ سے زیادہ تین سو سال پرانی ہے اور اس کا عملی نفاد تو ماضی قریب کی بات ہے۔ سویڈن، ناروے، ڈنمارک، برطانیہ کے نام بطور مثال لیے جا سکتے ہیں مگر اسلامی تاریخ میں یہ نظام خلافت راشدہ میں ہی مستحکم ہو چکا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ مشہور قول کہ فرات کے کنارے پر کوئی کتا بھی بھوک سے مر جائے گا تو عمرؓ سے اس کی باز پرس ہوگی، فلاح کے ہمہ گیر اور آفاقی نظریہ کی وضاحت کرتا ہے۔ مزید برآں انسان کی حقیقی فلاح کا تعین اسلامی معاشرہ میں قرآن و سنّت کی قائم کردہ حدود و قیود کی حفاظت میں ہے۔ سیکولر نظام کی یہ آزادی یہاں نہیں کہ جس چیز کو پارلیمنٹ جائز قرار دے، وہی نافذ العمل ٹھہرے گی۔ اس نظریہ کے ابطال کے لیے مغربی پارلیمانی اداروں کے بعض ایسے حالیہ قوانین کا حوالہ دیا جا سکتا ہے جن کا صراحت سے ذکر بھی اس مجلس کے تقدّس کے خلاف سمجھتا ہوں (4) (ص ۱۰۰-۱۰۱)۔

آخر میں لکھتے ہیں:

آیئے اس تاریخ ساز دن میں اپنے آپ کو پاک کرنے کے عزم میں اہل پاکستان کی قیادت کیجیے کہ ہم ظلم، بے انصافی، بد دیانتی، فرض سے بے پروائی اور کوتاہی، قومی امانت میں خیانت، مُسرفانہ شان وشوکت، اور زبانوں، صوبوں، فرقوں جیسی ناحق بنیادوں پر مبنی منافرت کے راستے چھوڑ کر عدل و انصاف، سادگی اور سچائی، اسلامی اخوّت و محبت، اتّحاد، معاشرتی مساوات، اور حق کے لیے ہر مشکل میں انفرادی و اجتماعی جہاد کا وہ شعار اپنائیں جو اس ملت کی پہچان ہے، جس نے اپنی عقیدتوں اور محبتوں کو فخر انسانیت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کر دیا ہو اور امارت، سیاست، جھوٹی بڑائی اور سرداری، منصب اور مال کی نمائش، جَور و جفا، ظلم و تشدد کے پٹے کے بجائے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کا مرصّع ہار اپنی شخصیتوں کی زینت بنا لیا ہو۔ علمائے کرام اور قائدین عوام کو نفاذ شریعت اور استحکام جمہوریت کے نعرے مبارک، مگر خدارا اپنی مثال، اپنے نمونے، اپنی شیرینی بیان اور اپنی شعلہ مقالی کے ساتھ اہل پاکستان کو ان محمدی صفات (علی صاحبہا الصلوۃ والتسلیم) کی طرف بھی دعوت دیجیے جو اس ملّت کی سچی فلاح کے لیے مضبوط بنیاد اور اقوام عالم کی صف میں 'پاکستانی' کے لفظ کے لیے سچے احترام کی ضمانت مہیا کرتی ہے۔

خطبات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اس میں ڈاکٹر محمد میاں صدیقی کی تالیف خطبات رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر تبصرہ ہے بلکہ ۲۰ صفحات پر مکمل ایک بہترین مقالہ ہے۔ جس میں اس کتاب کے علاوہ خطبات رسولؐ پر لکھی ہوئی دیگر کتب کا بھی مختصر تعارف ہے۔ جس سے تبصرہ نگار کے تبحر علمی کا اندازہ ہوتا ہے۔ بعض مستشرقین کی پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں کا تذکرہ بھی ہے۔

Marfat.com

Bennett اور Brown کی کتاب ''Thus spoke the Holy Prophet''(یوں ارشاد فرمایا نبی پاک ﷺ نے) بطور مثال پیش کی جا سکتی ہے جس کا عنوان صراحتاً بتا رہا ہے کہ گفتہ ہائے نبی کریم ﷺ ہی اس کا موضوع ہیں۔ بایں ہمہ اس کے دیباچہ کا پہلا جملہ ہی یہ ہے:

"This volume comprises gleanings from the Holy Qur'an and the Traditions of the Holy Prophet of Islam".

''اس جلد میں قرآن پاک اور احادیث نبوی ﷺ کا انتخاب شامل ہے''۔

کتاب ہذا میں قرآن مجید کی چند آیات کے انگریزی تراجم:

اس واضح عنوان کے باوجود ۱۵۸ صفحات کی اس کتاب کا اکثر و بیشتر حصہ قرآن مجید کی منتخب آیات کے انگریزی ترجمے پر مشتمل ہے۔

بالکل یہی صورت حال سٹینلے لین پول (Stanley Lane Poole) کی مرتب کردہ کتاب کی ہے جسے "The Table-talk of Prophet Muhammad" کا عنوان دیا گیا ہے۔ ''انٹروڈکشن'' کے اختتام پر جس حصے کا آغاز ہوتا ہے اسے "The Speeches at Mekka" کا ذیلی عنوان دیا گیا ہے۔ اس کے بعد آنے والے حصے کا ذیلی عنوان "The Speeches at Medina" (ص ۱۴۵-۱۲۳) ہے۔ ان گمراہ کن عنوانات کے تحت ذیلی عنوانات کے ضمن میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ سب قرآن کریم کی مختلف سورتوں سے منتخب آیات کا انگریزی ترجمہ ہے۔ آخری حصے کا ذیلی عنوان "The Table-talk of Prophet Muhammad" (ص ۱۷۷-۱۴۹) ہے۔ اس حصے کا مواد احادیث و سیرت سے ماخوذ معلوم ہوتا ہے، اگرچہ اس حصے میں پچھلے اجزاء کے برعکس حوالے نہیں دیے گئے۔ واضح رہے کہ یہ دونوں مصنفین اسلام کے خلاف تعصب اور بُغض و عِناد کے لیے معروف نہیں ہیں۔ بلکہ لین پول کا شمار بجا طور پر اسلامی تاریخ و ثقافت سے ہمدردی رکھنے والے مصنفین میں ہوتا ہے اور سلطان صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ پر ان کی کتاب ایک معرکہ آرا چیز ہے۔ جہاں یہ الجھن ارادی نہیں وہاں اس کا باعث قرآن کے بارے میں اہل مغرب کا وہ ناقص تصور ہے جو مسیحی برادری کے نزدیک بائبل (Bible)، بالخصوص عہد نامہ جدید (New Testament) کی اناجیل اربعہ (Gospels) کی الہامی حیثیت سے پیدا ہوتا ہے۔

اس طرح مسلم فضلاء مصنفین کا حال ہے۔ جناب شمس بریلوی کی فاضلانہ تصنیف سرورِ کونین ﷺ کی فصاحت پیش نظر ہے جو مئی ۱۹۸۵ء میں مدینہ پبلشنگ کمپنی کی طرف سے شائع کی گئی۔ یہ کتاب متعدد ظاہری و معنوی خوبیوں سے مزین ہے اور اس موضوع پر صاحب کتاب کے وقیع و دقیق مطالعہ پر دلالت کرتی ہے۔

بایں ہمہ کتاب کے پہلے پونے دو سو صفحات عرب قبائل کی لسانی خصوصیات کے پس منظر میں اعجاز

Marfat.com

قرآن کی خاصی طویل بحث پر مشتمل ہیں حالانکہ کتاب کا عنوان سرورِ کونین ﷺ کی فصاحت ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اصل کتاب صفحہ ۲۰۳ پر ''حدیث شریف کا اسلوبِ بیان اور اس کی فصاحت و بلاغت'' کے عنوان سے شروع ہوتی ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے سیرت نبوی ﷺ پر آٹھ عربی کتب کے نام مع مؤلفین لکھے ہیں جو خطبات نبوی ﷺ کے موضوع پر ہیں۔

خطباتِ نبوی ﷺ کے موضوع پر معاصرانہ تالیفات میں مولانا ایم، جی محمد عبید الاکبر کی تالیف The Orations of Muhammad اس لحاظ سے اہمیت رکھتی ہے کہ اس کا مسودہ ۱۹۴۴ء میں کلکتہ یونیورسٹی کی ایم۔اے کی ڈگری کے لیے تحقیقی مقالے کے طور پر پروفیسر ڈاکٹر ایم زیڈ صدیقی کی نگرانی میں تیار کیا گیا تھا جو اس یونیورسٹی میں عربی، فارسی، اردو کے شعبے کے صدر تھے۔ کتاب کے انگریزی مقدمے میں جو ۱۹ صفحات پر مشتمل ہے، خطبات کی نوعیت پر مؤثر و مفید بحث کی گئی ہے۔

لیکن افسوس یہ ہے کہ اس تحقیقی کام میں بھی منتخب متون کے مصادر کا حوالہ بالالتزام نہیں دیا گیا۔

۱۳۴۳ھ/۱۹۲۴ء میں مولوی محمد عبداللہ خان صاحب، سابق پروفیسر مہندر کالج پٹیالہ نے خطبات نبوی ﷺ کے عنوان سے اپنی تالیف دائرۃ المعارف لاہور سے شائع کی۔ ابتدائی ۳۰ صفحات میں تبلیغ اسلام کے آغاز تک سیرت پاک کا مختصر خاکہ پیش کیا گیا ہے۔ اس کے بعد کل ۳۴ خطبات عربی متن اور اردو ترجمے کے ساتھ دیے گئے ہیں۔ کہیں کہیں ترجمے کے ساتھ توضیحی اشارات بھی دے دیے گئے ہیں مگر اس تالیف کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ ایک خطبے کے اختتام اور دوسرے خطبے کے آغاز کے درمیان واقعاتی ربط بھی قائم کر دیا گیا ہے مثلاً دوسرے خطبے کے اختتام (صفحہ ۳۲) اور تیسرے خطبے کے آغاز (صفحہ ۴۱) کے درمیان ۸ صفحات پر ان دو خطبوں کے درمیانی عرصے میں رونما ہونے والے واقعات کا خلاصہ ہے۔

نصیر الاجتہادی کی ایک کتاب ''الفصاحۃ'' کے نام سے ہے جو ۴۹۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ جس میں رسول کریم ﷺ کے مکاتیب، مکالمات، مناظرے، فیصلے، اقوال اور دعائیں بھی شامل ہیں۔ تمام ارشادات کے عربی متن کے ساتھ شگفتہ اردو ترجمہ دیا گیا ہے۔

اس طرح پروفیسر امتیاز احمد سعید مرحوم کی تالیف خطبات رسول ﷺ جو ۱۹۸۱ء میں مطبوعات حرمت راولپنڈی کے زیر اہتمام شائع ہوئی جس میں رسول کریم ﷺ کے ارشادات سے ۶۲ اقتباسات کا صرف اردو ترجمہ پیش کیا گیا ہے۔ ہر اقتباس سے پہلے چند سطروں میں اس خطبے کا موقع و محل بیان کر دیا گیا ہے۔ کتاب کے آخر میں ۲۱ مصادر کی ایک فہرست شامل ہے اور ہر اقتباس کے بعد ماخذ کا حوالہ بھی دے دیا گیا ہے۔

اس سلسلے کی ایک اور کتاب ڈاکٹر محمد میاں صدیقی کی تالیف ہے۔ اس کتاب میں جو خطبات نبوی ﷺ جمع کیے ہیں گئے انھیں حدیث و سیرت کی مختلف کتابوں سے اخذ کیا گیا ہے۔ خطبے کا متن نقل کرنے

Marfat.com

کے بعد اس کا ترجمہ دیا ہے، اس کے بعد تشریح۔ تشریح صرف خطبے کے اہم حصّوں ہی کی نہیں دی گئی بلکہ اس بات کی بھی وضاحت ہے کہ اس خطبے کا پس منظر کیا تھا۔ آخر میں مآخذ و مصادر کی نشاندہی بھی کر دی ہے"۔

خطبات کے متون وتراجم سے پہلے ۳۴ صفحات پر مشتمل سیرت طاہرہ کا ایک مختصر جائزہ ہے۔ ظاہر ہے کہ اس اختصار میں سوانحی تشنگی کا باقی رہ جانا ایک بدیہی امر ہے۔ بالخصوص ہجرت کے بعد مدینہ میں پیش آنے والے واقعات کا ذکر نہ ہونے کے برابر ہے۔ مگر اس تعارفی حصّے کا اصل مقصد یہ ہے کہ قاری کے ذہن کو فرمودات محمد ﷺ کی روح تک پہنچنے اور ان کی حکمت اور قدر و قیمت کے صحیح ادراک کے لیے تیار کیا جائے۔ گویا صیغہ اعلام کی معاصرانہ زبان میں یہ ایک طرح کا curtain-raiser ہے، جو خطبات رسول ﷺ سے پہلے اس مفہوم میں اپنا مقصد خاطر خواہ کامیابی سے پورا کرتا ہے۔

ایک اور قابل ذکر کتاب ابوالقاسم پاینده کی تالیف ''نہج الفصاحۃ'' کا شمار ہونا چاہیے۔ آغاز میں نبی کریم ﷺ کی فصاحت و بلاغت پر ۱۵۰ سے زائد صفحات کا خاصا مبسوط مقدمہ ہے، جس میں سے چند اقتباسات اوپر نقل کیے جا چکے ہیں۔ اس کے بعد جناب رسالتمآب ﷺ کے ارشادات عربی متن اور فارسی ترجمے کے ساتھ دیے گئے ہیں۔ پہلا حصّہ ''مجموعہ کلماتِ قصار'' (مختصر ارشادات کا مجموعہ) ۶۴۸ صفحات پر مشتمل ہے۔

شیخ موسیٰ بن عبداللہ الزنجانی (۱۳۴۱ھ) کی تالیف "مدينة البلاغة" کے عنوان کے تحت شائع ہوئی جو کہ ۵۶۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ مؤلف شیعی مسلک سے تعلق رکھتے ہیں، تاہم معروف شیعی مصادر کے علاوہ سنّی مآخذ سے بھی استفادہ کیا ہے۔ قسم اوّل میں ۳۶ خطبات نبوی ﷺ بترتیب سنواتِ نبوت جمع کیے گئے ہیں۔

یہاں ایک اور مجموعہ خطبات کا ذکر بھی ضروری ہے کیونکہ کئی ذی علم اصحاب اسے انتہائی جامع مجموعہ قرار دیتے ہیں۔ مراد مولانا محمد محدّث جونا گڑھی (۱۸۹۰ء-۱۹۴۱ء) کی تالیف خطبات محمدی ﷺ سے ہے۔ پیش نظر نسخہ مکتبہ قدوسیہ لاہور کی طرف سے جون ۱۹۹۲ء میں شائع ہوا۔ سرورق کی تحریر کے مطابق خطبات نبوی ﷺ کا یہ ''مستند ترین مجموعہ'' پانچ حصوں پر مشتمل ہے اور ''اردو زبان میں اپنی نوعیت کی واحد کتاب'' ہے، ''جس میں کائنات کے خطیب اعظم حضرت محمد ﷺ کے تقریباً ایک ہزار خطبات کی بہترین ترجمانی و تشریح کی گئی ہے۔

جلد اوّل میں رسول اللہ ﷺ کے ۱۸۳ خطبات ۶۵ صحابہ کرام کی روایات اور حدیث کی ۵۰ مستند کتابوں، جلد دوم میں ۲۶۵ خطبات ۸۰ صحابہ کرام کی روایات اور حدیث و تفسیر کی ۵۰ مستند کتابوں، جلد سوم میں ۲۲۰ خطبات ۷۵ صحابہ کرام کی روایات اور حدیث و تفسیر کی ۴۰ مستند کتابوں، جلد چہارم میں ۱۸۹ خطبات ۷۲ صحابہ کرام کی روایات اور حدیث و تفسیر کی ۶۰ مستند کتابوں پر مشتمل ہے جبکہ جلد پنجم میں ۱۴۰ خطبات، ۶۰ صحابہ کرام کی روایات اور حدیث و تفسیر کی ۳۵ مستند کتابوں کے حوالوں سے نقل کر کے عربی متن اور سلیس اردو ترجمہ کے ساتھ دو کالمی شکل میں پیش کیے گئے ہیں۔

Marfat.com

اصل کتاب پر تبصرہ ص ۱۳۰ سے ۷۰ اتک کیا گیا ہے۔

فرماتے ہیں زیر نظر کتاب میں جو خطبات نبوی ﷺ جمع کیے ہیں انھیں حدیث و سیرت کی مختلف کتابوں سے اخذ کیا گیا ہے۔ خطبے کا متن نقل کرنے کے بعد اس کا ترجمہ دیا ہے، اس کے بعد تشریح، تشریح صرف خطبے کے اہم حصّوں ہی کی نہیں دی گئی بلکہ اس بات کی بھی وضاحت ہے کہ اس خطبے کا پس منظر کیا تھا۔ آخر میں مآخذ و مصادر کی نشاندہی بھی کردی ہے"۔

مصنف سیرتی ادب میں اس مختصر مگر ٹھوس علمی کاوش پر مبارک باد کے مستحق ہیں۔ یہ مقالہ محدث لاہور سے شائع ہوا۔

۸۹۔ وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین:

(از ولی رازی شاہ محمد افضل/ حلقہ چشتیہ صابریہ عارفیہ 28,27 اوورسیز ہاؤسنگ سوسائٹی، بلاک 7,8 کراچی۔ 2002 صفحات: 136 قیمت: درج نہیں ہے۔)

اس کتاب میں مصنف نے رسول اللہ ﷺ کے حوالے سے ان کی چند گفتگوئیں یکجا کی ہیں۔ اور سیرت کے چند پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے۔ مگر اس میں ضعیف اور موضوع احادیث بھی بکثرت ذکر کردی ہیں۔ ایک موقع پر انھوں نے جو کچھ کہا اس کا تعلق سیرۃ النبیؐ سے نہیں البتہ ان کے بعض ذاتی رویوں کے دفاع سے ہے۔ ان کے قلندرانہ مزاج کا یہ حال ہے کہ: "رب جلال کی قسم! میں نے جس کو چاہا، اللہ کے حکم سے ولی کیا۔ مجھ سے شروع میں ہی کہا گیا تھا کہ تم کو یہ طاقت دی کہ تم لوگوں کو ہاتھ لگاؤ اور انھیں کندن بناؤ"

محبت رسول ﷺ ہر مسلمان کے ایمان میں شامل ہے، مگر اس کے لیے غیر مستند اور موضوع روایات کا سہارا لینے کی ضرورت نہیں۔ قرآن وحدیث کی واضح ہدایات اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اسوۂ حسنہ بیان کردینا ہی کافی ہے۔ (نقطۂ نظر اکتوبر 2002 مارچ 2003 شمارہ 13 صفحہ: 132)

۹۰۔ ہادی عالمؐ:

انفرادیت: اردو کی پہلی غیر منقوط سیرت

مقام اشاعت: دار العلم، ۴۳۷۔ بی، اشرف منزل، ویب روڈ، گارڈن ایسٹ۔ کراچی ۲۴ مئی ۱۹۸۳ء۔

جلد: 1

صفحات: 412

تعارف: بقول حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالحیٔ:

پیش نظر کتاب "ہادی عالم" ﷺ سیرت طیبہ پر مشتمل ہے۔ ابتدائے اسلام سے آج تک نہ جانے کتنی بے شمار کتب سیرت مختلف زبانوں میں مؤرخانہ انداز میں، عالمانہ انداز میں، عارفانہ انداز میں، عاشقانہ

Marfat.com

انداز میں لکھی جا چکی ہیں اور لکھی جاتی رہیں گی لیکن ادیبانہ انداز میں سیرت کے موضوع پر ''ہادی عالم'' اپنی شانِ انفرادیت کا ایک عجیب شاہکار ہے۔

کتاف کافی ضخیم ہے اور تقریباً سوا چار سو صفحات اور پونے دو سو عنوانات پر مشتمل ہے۔ نیز بیشتر لوازمات سیرت نگاری سے متصف ہوتے ہوئے اپنے انداز کی نُدرت وجدت کے اعتبار سے زبان اردو کا خزینۂ ادب کہ معمولی سے معمولی جزئی بھی تحقیق اور صداقت واقعہ کے خلاف نہ ہونے پائے۔ اس نگار خانہ عجائب پر محمد ولی رازی جملہ اہل علم کی مبارکباد کے مستحق ہیں کہ انھوں نے جہاں حضرت رسول پاک ﷺ کے سچے واقعاتِ زندگی رواں اور عام فہم زبان میں پیش کرنے کا اہتمام کیا ہے، وہاں علم بدیع کی ایک مشکل صنعت (غیر منقوط) کو مکمل طور سے بامعنی عبارتوں میں استعمال کر کے جانفشانی کا ایک ایسا نادر نمونہ پیش کیا ہے جسے اردو زبان کے ذخیرے میں ایک بیش بہا اضافہ قرار دیا جا سکتا ہے۔

انھوں نے جابجا حواشی بھی لکھے ہیں جن کی بدولت اغلاق وابہام کے شاذ و نادر مقامات کو سہل اور قابل فہم بنادیا ہے اور اس کی وجہ سے کتاب خاص و عام کے لیے مفید بھی ہوگئی ہے اور مستند بھی۔ مختلف جگہوں پر عربی عبارتوں کے جو ترجمے کیے ہیں وہ تقریباً لفظ بہ لفظ ہیں مثلاً حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے موقع پر آپ ﷺ کے چچا ابو طالب نے خطبہ دیا۔ اس کا غیر منقوط ترجمہ ملاحظہ ہو۔

''ساری حمد اللہ کے لئے ہے، اسی کے کرم سے ہم معمار حرم (سلام اللہ علی روحہ) کی اولاد ہوئے اور اس کے ولد اول کے واسطے سے ہم کو سلسلۂ معد کی طاہر اصل ملی؛ اسی کے کرم سے ہم کو حرم کی رکھوالی کا اکرام ملا اور ہم کو وہ مسعود گھر عطا ہوا کہ دور دور کے امصار وممالک کے لوگ اس کے لئے راہی ہوئے وہ حرم عطا ہوا کہ لوگ وہاں آ کر ہر طرح کے ڈر سے دور ہوں، اسی گھر کے واسطے سے ہم کو لوگوں کی سرداری ملی۔

لوگو! معلوم ہو کہ محمد ﷺ وہ مرد صالح ہے کہ مکے کا ہر مرد اس کی ہمسری سے عاری ہے۔ ہاں! مال اس کا کم ہے مگر مال سائے کی طرح ہے۔ ادھر آئے ادھر ڈھلے، اس کو دوام کہاں؟ سارے لوگوں کو معلوم ہے کہ وہ مری سگی اولاد کی طرح ہے اور وہ اس صالحہ سے عروسی کے لئے آمادہ ہے، اور ہمارے مال سے دس اور دو درہم مع سواری اس کا مہر طے ہوا۔ اور اللہ گواہ ہے کہ اس مرد صالح کا معاملہ اہم ہے۔ وہ سارے لوگوں سے مکرم ہو گا۔ اور اس کی اساس محکم ہوگی''۔

مختصر یہ کہ یہ تالیف سیرت طیبہ کی ایک گراں قدر خدمت ہے اور اردو زبان وادب کے لیے تو ایک شاہکار کی حیثیت رکھتی ہے جس پر اردو زبان بلاشبہ فخر کر سکتی ہے۔ علم وادب کے ایسے نادر عجوبے خال خال کہیں وجود میں آتے ہیں اور صدیوں تک یادگار رہتے ہیں، دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت سے نوازے۔

Marfat.com

۹۱۔ ہدیۂ مُرسلہ بحضور سرورِ کائنات ﷺ:

(سید فاروق، دارالعلم والمعرفۃ، ۲۲۔اے عائشہ لاج، ممتاز سٹریٹ، حبیب اللہ روڈ، گڑھی شاہو۔ لاہور۔/صفحات:197 قیمت:200)

اس کتاب میں رسول اللہ ﷺ سے عقیدت ومحبت کا اظہار ہے۔ ﴿اِنَّ اللہ وَمَلٰٓـئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ، یَآاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْعَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْماً﴾۔

کے قرآنی ارشاد کے مطابق ہر مومن کا یہ دل پسند فریضہ ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ پر درود وسلام بھیجتا رہے۔ درودِ ابراہیمی تو نماز کا حصہ ہے، اور یوں بھی مومنوں کے وردِ زبان رہتا ہے۔اس کے ساتھ ساتھ اہل علم ونظر نے اپنے اپنے انداز اور زبان وبیان کے اپنے اپنے معیاروں کے مطابق درود وسلام مرتب کیے ہیں اور یوں اس صنف میں خاصا وسیع ذخیرہ جمع ہو گیا ہے۔

اس کتاب کو قرآن مجید اور دلائل الخیرات وغیرہ سے مرتب کیا گیا ہے اور جناب سید فاروق القادری نے اسے اردو میں منتقل کیا ہے، نیز مجموعے کے آغاز میں مقدمے کا اضافہ کیا ہے۔ یہ مجموعہ انھوں نے اپنے ذوق کے مطابق تصنیف کیا ہے۔ ان میں بعض جگہوں پر بہت جامع الفاظ استعمال کیے ہیں، ایسے مقامات پر لفظی ترجمہ سے غلط فہمی پیدا ہونے کا امکان تھا اس لیے ایسے مقامات پر اس کا مفہوم یا مرادی ترجمہ کیا ہے، باقی تمام مجموعے کا ترجمہ سلیس ہے۔ (نقطۂ نظر اپریل۔ ستمبر 2005 شمارہ 18 صفحہ:34,35)

Marfat.com

منتخب مصادر ومراجع

☆ قرآن مجید۔

(آ)

☆ آلوسی، محمود، شہاب الدین، تفسیر روح المعانی، دار الکتب العربیہ، بیروت۔

☆ ایضاً، المکتبۃ الرشیدیہ، لاہور۔

(ا)

☆ ابن ابی شیبہ، ابوبکر، عبداللہ بن محمد، المصنف، دار الفکر، بیروت۔

☆ ابن ابی العز الحنفی، علاؤ الدین علی بن علی، شرح عقیدہ طحاویہ، المکتب الاسلامی، بیروت دمشق ۱۹۸۴ء۔

☆ ابن الاثیر، علی بن محمد بن محمد، الکامل فی التاریخ، دار الکتاب العربی، بیروت، ۲۰۰۶ء۔

☆ ابن تیمیہ، احمد بن عبدالحلیم، اقتضاء الصراط المستقیم، دار عالم الکتب، بیروت۔

☆ ابن الجوزی، عبدالرحمن، ابوالفرج، الوفا باحوال دار المصطفیٰ، المکتبہ النوریہ الرضویہ، لاہور۔

☆ ابن حبان، محمد، ابوحاتم، الصحیح، مؤسسہ الرسالہ، بیروت، ۱۹۸۹ء۔

☆ ابن حجر عسقلانی، احمد بن علی، فتح الباری، دار النشر الکتب الاسلامی، لاہور، ۱۹۸۱ء۔

☆ ایضاً، دار المعارف، بیروت۔

☆ ایضاً، شرح نخبۃ الفکر، فاروقی کتب خانہ، ملتان۔

☆ ابن حزم، علی بن احمد، الاحکام فی اصول الاحکام، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۲۰۰۴ء۔

☆ ایضاً، المحلی، دار آفاق الجدیدہ، بیروت۔

☆ ابن سعد، محمد بن سعد، الطبقات الکبریٰ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۷ء۔

☆ ایضاً، دار صادر، بیروت ۱۹۸۴ء۔

☆ ایضاً (اردو ترجمہ) نفیس اکیڈمی کراچی۔

☆ ابن عابدین، محمد امین بن عمر، رد المختار علی الدر المختار المعروف حاشیہ ابن عابدین، مصطفیٰ البابی، الحلبی، القاہرہ، ۱۹۶۶ء۔

Marfat.com

☆ ایضاً، داراحیاء التراث، بیروت، ۱۹۹۸ء۔
☆ ایضاً، المطبعۃ العثمانیہ، القاہرہ، مصر، ۱۳۲۳ھ۔
☆ ابن عبدالبر، ابوعمر یوسف، التمہید لمافی المؤطا من المعانی والاسانید، المکتبہ التجاریہ مصطفیٰ احمد الباز، مکۃ المکرمہ۔
☆ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم وفضلہ، دارالفکر، بیروت۔
☆ ابن عبدالوہاب، عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب، مختصر سیرۃ الرسول، المطبعۃ العربیہ، لاہور، ۱۹۷۹ء۔
☆ ابن قدامہ، عبداللہ بن احمد بن محمد، المغنی، القاہرہ، مصر، ۱۹۹۲ء۔
☆ ابن القیم، محمد بن ابی بکر، زادالمعاد فی ھدی خیر العباد، دارالفکر، بیروت۔
☆ ایضاً، دارالفکر، القاہرہ، الطبعۃ الثانیہ، ۱۹۷۳ء۔
☆ ایضاً، اعلام الموقعین، دارالحدیث، مصر، ۱۹۶۹ء۔
☆ ابن کثیر، اسماعیل عمادالدین، ابوالفداء، تفسیر القرآن العظیم، مطبع مصطفیٰ محمد، ۱۳۵۶ھ، القاہرہ۔
☆ ایضاً، (ترجمہ مولانا محمد جوناگڑھی) مشتاق بک کارنر، لاہور، ۲۰۰۶ء۔
☆ ایضاً، دارطیبہ المدینۃ المنورۃ، ۱۹۹۹ء۔
☆ ایضاً، (اردو) امجد اکیڈمی، لاہور۔
☆ ایضاً، البدایۃ والنھایۃ، دارالفکر، بیروت، ۱۹۷۸ء۔
☆ ایضاً، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۹۸۸ء۔
☆ ابن ماجہ، محمد بن یزید، السنن، دارالسلام، الریاض، ۱۹۹۹ء۔
☆ ابن منظور، محمد بن مکرم، لسان العرب، دارالفکر، بیروت، ۱۹۹۰ء۔
☆ ابن نجیم، زین الدین، الاشباہ والنظائر، ادارۃ القرآن، کراچی۔
☆ ابن ہشام، عبدالملک، السیرۃ النبویۃ، مکتبۃ الریاض، الریاض۔
☆ ایضاً، المکتبہ التجاریہ الکبریٰ، مصر، ۱۹۳۷ء۔
☆ ایضاً، دارالجیل، بیروت، ۱۴۱۱ھ۔
☆ ایضاً، (اردو ترجمہ) ادارہ اسلامیات، لاہور۔
☆ ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، السنن، دارالسلام، الریاض، ۱۹۹۹ء۔
☆ ابوظبی، وقائع ندوۃ النظم الاسلامیہ، مکتبۃ الرشید، الریاض، ۱۹۸۴ء۔

Marfat.com

☆ ابو یوسف، یعقوب بن ابراھیم، کتاب الخراج، دار المعرفۃ، بیروت۔
☆ ابو یعلیٰ، احمد بن علی، المسند، دار المامون للتراث، دمشق، ۱۹۸۴ء۔
☆ احمد بن حنبل، المسند، دار الفکر، القاہرہ۔
☆ ایضاً، مؤسسۃ قرطبہ، بیروت۔
☆ ایضاً، عالم الکتب، بیروت، ۱۹۹۸ء۔
☆ ایضاً، المکتب الاسلامی، دمشق۔
☆ ایضاً، مکتبہ قرطبہ، القاہرہ۔ مقبول اکیڈمی، لاہور، ۱۹۸۹ء۔

﴿ب﴾

☆ بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، دار السلام، الریاض، ۱۹۹۹ء۔
☆ ایضاً، الادب المفرد، مکتبہ المعارف، الریاض، ۱۹۹۸ء۔
☆ ایضاً، مؤسسہ الکتب الثقافیہ، بیروت، ۱۴۰۶ھ۔
☆ برق، غلام جیلانی، حرف محرمانہ، ملک غلام علی اینڈ سنز، لاہور۔
☆ البغوی، حسین بن مسعود، تفسیر معالم التنزیل، دار الفکر، قاہرہ۔
☆ ایضاً، دار طیبہ المدینہ المنورۃ۔
☆ ایضاً، مکتبہ فتح الکریمیہ، بمبئی (انڈیا)۔
☆ بیہقی، احمد بن حسین، ابوبکر، السنن الکبریٰ، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۲۰۱۰ء۔
☆ ایضاً، نشر السنہ، ملتان۔
☆ ایضاً، دلائل النبوۃ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۸۵ء۔

﴿پ﴾

☆ پرویز، غلام احمد، تحریک نبوت اور تحریک احمدیت، طلوع اسلام ٹرسٹ، لاہور۔

﴿ت﴾

☆ تبریزی، ابو عبداللہ محمد، مشکوٰۃ المصابیح، دار الفکر، بیروت، ۱۹۹۱ء۔
☆ ترمذی، محمد بن عیسیٰ، ابو عیسیٰ، السنن، دار السلام، الریاض، ۱۹۹۹ء۔
☆ ایضاً، الشمائل المحمدیۃ، دار المطبوعات الحدیثہ، جدہ، ۱۹۸۸ء۔
☆ ایضاً، مؤسسہ الکتب بیروت، ۱۴۱۲ھ۔
☆ ایضاً، (مترجم) مکتبہ رحمانیہ، لاہور۔

﴿ج﴾

☆ جالبی، جمیل احمد، ڈاکٹر، تاریخ ادب اردو، مجلس ترقی ادب، لاہور۔

﴿چ﴾

☆ چنیوٹی، منظور احمد، مولانا، ردقادیانیت کے زریں اصول، ادارہ مرکز دعوت والارشاد، چنیوٹ، ۲۰۰۱ء۔

﴿ح﴾

☆ حاجی خلیفہ، کشف الظنون، دارالفکر، بیروت، ۱۹۹۰ء۔
☆ حاکم، نیشاپوری، معرفۃ علوم الحدیث، دارالآفاق الجدیدہ، بیروت۔
☆ ایضاً، المستدرک علی الصحیحین، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۰ء۔
☆ حالی، الطاف حسین، مسدس حالی، غلام علی اینڈ سنز، لاہور۔
☆ حسان بن ثابت، دیوان حسان، دارالاحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۹۷۴ء۔
☆ حقانی، عبدالحق، تفسیر حقانی، مکتبہ الحسن، لاہور۔
☆ حمیدی، محمد بن فتوح، الجمع بین الصحیحین، دارابن حزم، بیروت، ۲۰۰۲ء۔

﴿خ﴾

☆ خازن، علاؤالدین، علی بن محمد، بغدادی، لباب التاویل فی معانی التنزیل المعروف بہ تفسیر الخازن، المکتبۃ العلمیہ، مصر۔
☆ ایضاً، دارالفکر، القاہرہ، ۱۹۷۵ء۔
☆ خالدعلوی، ڈاکٹر، انسان کامل، الفیصل ناشران وتاجران کتب، لاہور۔

﴿د﴾

☆ دارمی، عبداللہ بن عبدالرحمن، السنن، السید عبداللہ ہاشم الیمانی المدینۃ المنورہ، ۱۹۶۶ء۔
☆ ایضاً، شرکۃ الطباعۃ الفنیۃ المتحدہ، القاہرہ۔
☆ ایضاً، نشر السنۃ، ملتان۔
☆ دارقطنی، علی بن عمر بن احمد، السنن، المطبع الانصاری، دہلی، ۱۳۱۰ھ۔
☆ دہلوی، شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغہ، المکتبۃ السلفیہ، لاہور، ۱۹۷۴ء، ۱۹۷۵ء۔
☆ ایضاً، دارالمعرفہ، بیروت، ۲۰۰۴ء۔
☆ دریابادی، عبدالماجد، تفسیر ماجدی، تاج کمپنی، لاہور، ۱۹۷۵ء۔

Marfat.com

﴿ڈ﴾

☆ ڈوگر، محمد رفیق، الامین، دید شنید پبلشرز، لاہور، ۲۰۰۰ء۔

﴿ذ﴾

☆ الذہبی، محمد بن احمد بن عثمان، ابوعبداللہ، تذکرۃ الحفاظ، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۱۳ھ۔

☆ ایضاً، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۰ء۔

﴿ر﴾

☆ رازی، فخر الدین، مفاتیح الغیب المعروف تفسیر الکبیر، مکتبہ الجامع الازھر، القاہرہ۔

﴿ز﴾

☆ زبیدی، محمد مرتضیٰ، تاج العروس، مکتبہ عیسیٰ الحلبی واولادہ، قاہرہ۔

☆ ایضاً، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۲۰۰۷ء۔

☆ زرقانی، محمد عبدالعظیم، مناہل العرفان فی العلوم القرآن، داراحیادارالکتب العربیہ، قاہرہ۔

☆ زیلعی، جمال الدین عبداللہ الحنفی، نصب الرایۃ فی تخریج احادیث الہدایۃ، دارالحدیث، القاہرہ۔

﴿س﴾

☆ سلفی، محمد اسماعیل، حجیت حدیث، فاران اکیڈمی، لاہور۔

☆ سلطان محمود، ضرورت رسالت، مکتبہ حسینیہ، سرگودھا، ۱۴۰۵ھ۔

☆ السہیلی، عبدالرحمن بن عبداللہ، ابوالقاسم، الروض الانف شرح السیرۃ النبویۃ لابن ہشام، عبدالتواب اکیڈمی، ملتان۔

☆ سیالکوٹی، محمد صادق، ضرب حدیث، نعمانی کتب خانہ، لاہور۔

☆ سیوطی، جلال الدین، عبدالرحمان بن ابی بکر، الجامع الصغیر، مکتبہ اسلامیہ، لائل پور، ۱۳۹۴ھ۔

☆ ایضاً تفسیر جلالین، کارخانہ تجارت کتب، کراچی۔

☆ ایضاً، تاریخ الخلفاء، بیروت۔

☆ سیوطی، جلال الدین، انجاح الحاجۃ حاشیہ سنن ابن ماجہ۔

﴿ش﴾

☆ شافعی، محمد بن ادریس، کتاب الام، دارالمعرفہ، بیروت۔

☆ ایضاً، دارالوفاء، دارابن حزم، بیروت، ۲۰۱۱ء۔

Marfat.com

☆ ایضاً، الرسالہ، دار الکتب العلمیہ، بیروت۔

☆ شبلی نعمانی، سیرت النبی ﷺ، الفیصل ناشران وتاجران کتب، لاہور، ۱۹۹۱ء۔

☆ ایضاً، الفاروق، مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

☆ شجاع آبادی، محمد اسماعیل، خطبات ختم نبوت، عالمی مجلس ختم نبوت، ملتان۔

☆ شفیق الرحمٰن ہاشمی، اقبال کا تصور دین، فیروزسنز، لاہور۔

☆ شوکانی، محمد بن علی، نیل الاوطار، دار الجیل، بیروت، ۱۹۷۳ء، ۱۹۸۳ء۔

☆ ایضاً، ارشاد الفحول الی تحقیق الحق من علم الاصول، دار الباز، مکہ المکرمہ۔

☆ شوکانی، ایضاً، فتح القدیر، مصطفیٰ البابی، قاہرہ۔

☆ شعرانی، مقدمۃ المیزان الکبریٰ، القاہرہ۔

☆ شیخ محمد اکرم، آب کوثر، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور۔

﴿ص﴾

☆ صدیق حسن، نواب، فتح البیان فی مقاصد القرآن، مطبع صدیقی، بھوپال، ۱۲۹۱ھ۔

☆ صدیقی، زبید احمد، ڈاکٹر، عربی ادبیات میں پاک وہند کا حصہ۔ ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، ۱۹۹۲ء۔

☆ صفی الرحمٰن مبارکپوری، الرحیق المختوم، مکتبہ السلفیہ، لاہور۔

☆ صلابی، علی محمد ڈاکٹر، سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ شخصیت اور کارنامے، الفرقان ٹرسٹ، خان گڑھ ضلع مظفر گڑھ، پاکستان۔

☆ ایضاً، سیرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (مترجم: مولانا محمد عثمان منیب)، دار السلام، الریاض، ۲۰۰۱ء۔

☆ ایضاً، سیرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ (مترجم: مولانا محمد عثمان منیب)، دار السلام، الریاض، ۲۰۰۱ء۔

☆ ایضاً، سیرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ (مترجم: مولانا محمد عثمان منیب)، دار السلام، الریاض، ۲۰۰۱ء۔

☆ ایضاً، سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ شخصیت اور کارنامے، الفرقان ٹرسٹ، خان گڑھ ضلع مظفر گڑھ، پاکستان۔

☆ صنعانی، عبد الرزاق بن ہمام، المصنف، المکتب الاسلامی، بیروت، ۱۹۸۳ء۔

﴿ط﴾

☆ طبرانی، سلیمان بن احمد، المعجم الاوسط، دار الحرمین، القاہرہ، ۱۴۱۵ھ۔

☆ ایضاً، المعجم الکبیر، دار احیاء التراث العربی، بیروت۔

☆ طبری، محمد بن جریر، جامع البیان المعروف تفسیر طبری، المکتبۃ التجاریۃ، القاہرہ۔

Marfat.com

☆ ایضاً، دارالفکر، بیروت، ۱۹۰۵ء۔
☆ ایضاً، تاریخ الامم والملوک المعروف تاریخ طبری، دارالفکر، بیروت، ۱۹۸۷ء۔
☆ ایضاً، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۲۰۰۵ء۔
☆ طحاوی، احمد بن محمد بن سلامہ، معانی الآثار، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۳۹۹ھ۔
☆ طنطاوی، علی، ناجی، اخبار عمر و اخبار عبداللہ بن عمر، المکتب الاسلامی، ۱۹۸۳ء۔
☆ طہٰ، عبدالرؤف سعد، احکام اھل الذمۃ، دارابن حزم، بیروت، ۱۹۹۷ء۔

﴿ظ﴾

☆ ظہیر، احسان الٰہی، علامہ، القادیانیہ، الدعوۃ والارشاد، الریاض۔
☆ ظافر القاسمی، نظام الحکم فی الشریعۃ والتاریخ الاسلامی، دارالنفائس، بیروت، ۱۹۸۷ء۔
☆ ظفر، عبدالرؤف، ڈاکٹر (مرتب)، مقالات سیرت (سیرت کانفرنس منعقدہ ۲۰۰۰ء)، اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور، ۲۰۰۵ء۔
☆ ایضاً، اسوہ کامل، کتاب سرائے، لاہور، ۲۰۱۱ء۔
☆ ایضاً، عصر رواں سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں، مکتبہ قدوسیہ، لاہور، ۲۰۱۲ء۔
☆ ایضاً، علوم الحدیث فنی وفکری اور تاریخی مطالعہ، کتاب سرائے، لاہور، ۲۰۱۲ء۔

﴿ع﴾

☆ عبدالشکور، حافظ، رسول اللہ ﷺ کی مسکراہٹیں، مقبول بک سٹال، شیخوپورہ۔
☆ عبکری، عبداللہ بن الحسین، المشوف المعلم فی الترتیب الا اصلاح علی الحروف المعجم، جامعہ ام القریٰ، المکہ المکرمۃ۔
☆ عبدالغفار حسن، عظمت حدیث، دارالعلم، اسلام آباد، ۱۹۸۹ء۔
☆ ایضاً، انتخاب حدیث، مکتبہ اسلامیہ، لاہور۔
☆ عبدالعزیز ابراہیم، الولایۃ علی البلدان، دار عالم الکتب، الریاض، ۱۴۰۹ھ۔
☆ عبدالغنی شیخ، ڈاکٹر، تذکرہ علماء لاڑکانہ، سندھ، ۱۹۹۳ء۔
☆ عزیز الرحمن، سید، پاکستان میں اردو سیرت نگاری ایک تعارفی مطالعہ، دارالعلوم والتحقیق، کراچی، ۲۰۱۲ء۔
☆ عطاء اللہ حنیف، ابوزہرہ، برحیات امام ابن تیمیہ، المکتبۃ السلفیہ، لاہور۔
☆ عظیم آبادی، شمس الحق، عون المعبود شرح سنن ابی داؤد، نشر السنۃ، ملتان۔

Marfat.com

☆ علی بن نائف، الخلاصہ فی احکام اصل الذمۃ، المکتبۃ الشاملہ۔
☆ الادب فی الاسلام فی عہد النبویۃ وخلافۃ الراشدین، دارالنفائس، ۱۹۹۰ء۔
☆ عمری، اکرم ضیاء، الخلافۃ الراشدہ، مکتبۃ العلوم الحکم، المدینہ المنورہ، ۱۹۹۳ء۔

﴿غ﴾

☆ غازی، محمود احمد، ڈاکٹر، محاضرات سیرت، الفیصل ناشران وتاجران کتب، لاہور۔
☆ غزالی، محمد بن محمد، احیاء علوم الدین، مکتبہ مصر، القاہرہ، ۱۹۳۹ء۔
☆ غزنوی، ابوبکر، کتابت حدیث عہد نبوی ﷺ میں، مکتبہ غزنویہ، لاہور۔

﴿ف﴾

☆ فاروقی، محمد طاہر، سیرۃ اقبال، قومی کتب خانہ، لاہور، ۱۹۷۸ء۔
☆ فقیر، سید وحید الدین، روزگار فقیر، لائن آرٹ پریس، کراچی، ۱۹۹٦ء۔
☆ الفلاح، محمد عبدہ، تاریخ القرآن، مکتبہ دارالحدیث، راجووال، اوکاڑہ۔
☆ فیروز آبادی، محمد بن یعقوب، تنویر المقیاس علی تفسیر ابن عباس۔
☆ فتاویٰ عالمگیری المعروف فتاویٰ الہندیہ، المطبعہ العربیہ، لاہور۔
☆ فتاوی نور علی الدرب، الریاض۔

﴿ق﴾

☆ قاسمی، جمال الدین، قواعد التحدیث، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۷۹ء۔
☆ قریشی، محمد عبداللہ، روح مکاتیب اقبال، اقبال اکادمی، لاہور، ۱۹۷۷ء۔
☆ قرطبی، محمد بن احمد، الجامع لاحکام القرآن المعروف تفسیر قرطبی، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۹٦٦ء، ۱۹۸۵ء۔
☆ ایضاً، دارالکتب، المصریہ القاہرہ، ۱۹٦۴ء۔
☆ قاضی عیاض، الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ، دارالکتاب العربی، بیروت۔
☆ قسطلانی احمد بن محمد، المواہب اللدنیہ، مکتبہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹٦ء۔

﴿ک﴾

☆ کاسانی، علاؤ الدین، ابوبکر، بدائع والصنائع، مرکز تحقیق دیال سنگھ لائبریری، لاہور ۱۹۹۳ء۔
☆ کاندھلوی، محمد ادریس، معارف القرآن، مکتبہ عثمانیہ، لاہور۔

Marfat.com

☆ کتاب مقدس، بائبل سوسائٹی، انارکلی لاہور۔

☆ کیرانوی، رحمت اللہ بن خلیل الرحمٰن، اظہار الحق، مکتبہ دار العلوم، کراچی، ۱۹۷۰ء۔

﴿ل﴾

☆ لکھنوی، عبدالحیٔ، حاشیہ تعلیق المجد علی موطا امام محمد، دار الکتب العلمیہ، بیروت۔

☆ لدھیانوی، محمد یوسف، تحفہ قادیانیت، شرکت پرنٹنگ پریس، لاہور، ۱۹۹۳ء۔

﴿م﴾

☆ مالک بن انس، موطا، دار احیاء العلوم، بیروت، ۱۹۹۴ء۔

☆ مبارکپوری، عبدالرحمٰن، تحفۃ الاحوذی، شرح السنن للترمذی، دار الکتب العربی، بیروت۔

☆ مبارکپوری، صفی الرحمٰن، الرحیق المختوم، المکتبۃ السلفیہ، لاہور، ۱۹۹۷ء۔

☆ المتقی الہندی، علاؤ الدین علی بن حسام الدین، کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال، مؤسسہ الرسالہ، بیروت ۱۹۸۱ء۔

☆ محمد متین خالد، تحفظ ختم نبوت، اہمیت وفضیلت، ادارہ تالیفات ختم نبوت، لاہور۔

☆ محمد شفیع، مفتی، ختم نبوت، ادارۃ المعارف کراچی، ۱۹۹۸ء، ۲۰۰۶ء۔

☆ محمد احمد باشمیل، حروب الردۃ، دار الفکر، بیروت، ۱۹۸۰ء۔

☆ محمد حنیف، مفکر پاکستان، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور۔

☆ محمد اسحاق، بھٹی، علوم حدیث میں پاک وہند کا حصہ، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور ۱۹۷۶ء۔

☆ مجدلاوی، فاروق، روائع، الادارۃ العسکریۃ فی عہد عمر بن الخطاب، الاردن/ قطر، ۱۹۹۸ء۔

☆ محمود المصری، اصحاب الرسول ﷺ، مکتبہ ابو حذیفہ السلفی، ۱۹۹۹ء۔

☆ محمود سعید، رفع المنارۃ لتخریج احادیث التوسل والزیارۃ، دار الامام النووی، اردن، ۱۴۱۶ھ۔

☆ مرغینانی، علی بن ابی بکر، برہان الدین، ہدایۃ، کتاب خانہ رشیدیہ دہلی، ۱۳۵۸ھ۔

☆ مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح، دار السلام، الریاض، ۲۰۰۰ء۔

☆ معین الدین، محمد بن عبدالرحمٰن، جامع البیان، دار الکتب الاسلامیہ، گوجرانوالہ۔

☆ المقدسی، محمد بن طاہر، ذخیرۃ الحفاظ، دار السلف، الریاض، ۱۹۹۶ء۔

☆ ملا علی قاری، علی بن سلطان، شرح فقہ اکبر، مطبع مجتبائی، دہلی۔

☆ ایضاً، مرقاۃ المفاتیح، شرح مشکوٰۃ المصابیح، مکتبہ امدادیہ، ملتان۔

Marfat.com

☆ منصور پوری، قاضی محمد سلیمان سلمان، رحمۃ للعالمینؐ، الفیصل ناشران و تاجران، لاہور۔

☆ ایضاً، مکتبہ اسلامیہ، لاہور، ۲۰۰۰ء۔

☆ ایضاً، مہر نبوت، مکتبہ قدوسیہ، لاہور۔

☆ منیر احمد، ڈاکٹر، شمائل سراج منیر ﷺ، مکتبہ قدوسیہ، لاہور، ۲۰۱۱ء۔

☆ مودودی، ابوالاعلیٰ، سیرت سرور عالم ﷺ، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور۔

☆ ایضاً، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، ۱۹۸۰ء۔

﴿ن﴾

☆ نسائی، احمد بن شعیب، السنن، دارالسلام، الریاض، ۱۹۹۹ء۔

☆ ندوی، عبدالسلام، اقبالِ کامل، آتش فشاں پبلشرز، لاہور۔

☆ نسفی، عبداللہ بن احمد بن محمود، مدارک التنزیل وحقائق التاویل المعروف تفسیر النسفی، قدیمی کتب خانہ، کراچی۔

☆ نظامی، خلیق احمد، حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی، مکتبہ رحمانیہ، لاہور۔

☆ نووی، یحییٰ بن شرف الدین، شرح صحیح مسلم، نور محمد اصح المطابع، کراچی، ۱۹۵۶ء۔

﴿ہ﴾

☆ الہندی، علاؤالدین علی المتقی بن حسام الدین، کنز العمال، مؤسسہ الرسالہ، بیروت، ۱۹۸۵ء

☆ ہیثمی، علی بن ابی بکر، نورالدین، بغیۃ الحارث عن زوائد مسند حارث بن ابی اسامہ، المدینۃ المنورہ۔

Marfat.com

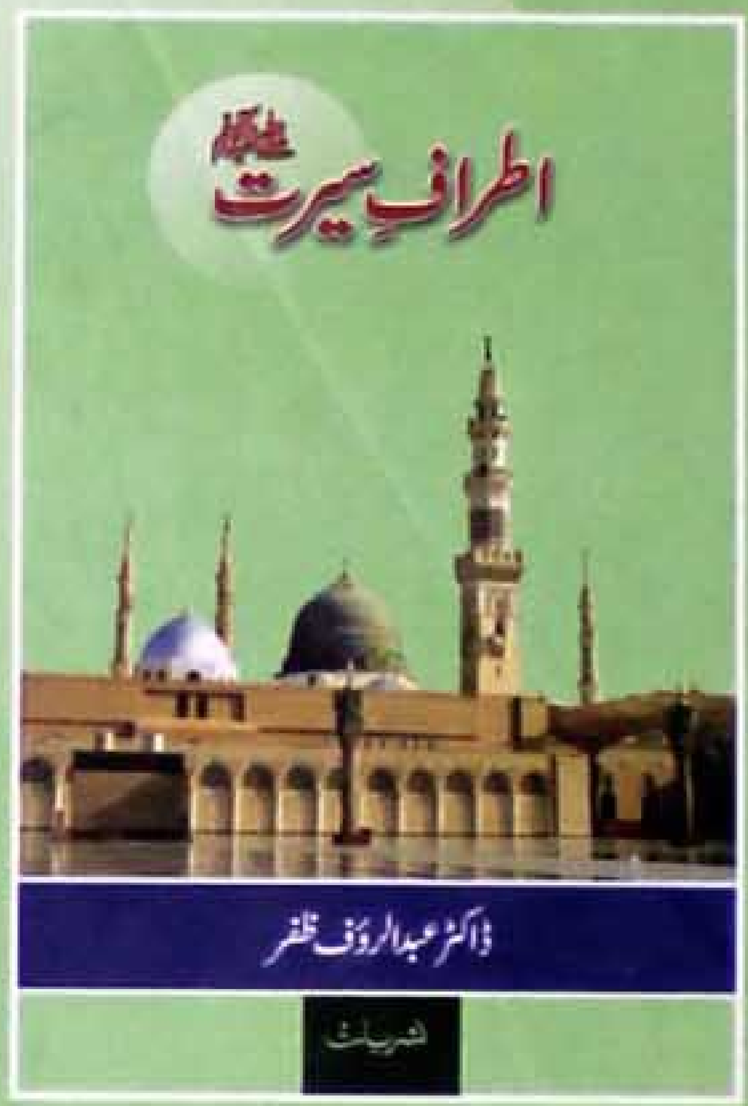

ہماری دیگر کُتب

• اسوۂ کاملؐ (صدارتی ایوارڈ یافتہ)	ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر
• تاریخِ تدوینِ سنت	ڈاکٹر محمد عجاج الخطیب
• تفسیر روح القرآن	ڈاکٹر محمد اسلم صدیقی
• حیاتِ سرورِ کائناتؐ	ملا واحدی دہلوی
• خطبات و مقالات سیرتؐ	پروفیسر عبدالجبار شاکر
• دروس سیرتؐ	ڈاکٹر سعید رمضان البوطی
• سیرت رحمت عالمؐ	ڈاکٹر اکرم ضیاء العمری
• اسلام کا سیاسی نظام	خدا بخش کلیار

Design By: 0300-4529821 MUHAMMAD AHSUN Gull

کتاب سرائے
پبلشرز' ڈسٹری بیوٹرز' مشیران کتب خانہ جات
الحمد مارکیٹ' غزنی سٹریٹ' اردو بازار' لاہور - پاکستان
فون: 0092-42-37239884-37320318
ای میل: kitabsaray@hotmail.com

نفیس آرٹ
فضلی بک سپر مارکیٹ
اردو بازار، نزد ریڈیو پاکستان، کراچی۔
فون: 32212991-32629724

Marfat.com